انوار البیان

عام فہم اردو تفسیر

محقق العصر حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

دار الاشاعت
اردو بازار کراچی
فون: 021-2216706

انوار البیان

فی کشف اسرار القرآن

عام فہم اردو تفسیر

انوار البیان

فی کشف اسرار القرآن

سلیس اور عام فہم اردو میں پہلی جامع اور مفصل تفسیر جس میں تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، دلنشیں انداز میں احکام و مسائل اور مواعظ و نصائح کی تشریحات، اسباب نزول کا مفصل بیان، تفسیر، حدیث و فقہ کے حوالوں کے ساتھ

جلد پنجم
پارہ ۲۵ تا ۳۰

محقق العصر حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

کمپیوٹر کتابت کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : نومبر ۲۰۰۶ء علی گرافکس
ضخامت : ۷۳۲ صفحات

مصححین: مولانا محمد شفیق کشمیری صاحب (فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)
مولانا سرفراز احمد صاحب (فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)
مولانا عرفان صاحب (فاضل مدرسہ عربیہ رائے ونڈ لاہور)

تصدیق نامہ

میں نے تفسیر "انوار البیان فی کشف اسرار القرآن" کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔ اب الحمد للہ اس میں کوئی غلطی نہیں۔ انشاء اللہ

23/08/06

محمد شفیق (فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ نمبر مجاز بورڈ R.ROAUQ 2002/338

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
London
Tel : 020 8911 9797, Fax : 020 8911 8999

امریکہ میں ملنے کے پتے

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A

فہرست تفسیر انوار البیان

(جلد پنجم از پارہ ۲۵ ..... تا ..... ۳۰)

مضامین	صفحہ
قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس دن مشرکین کی حیرانی و بربادی۔	۲۳
انسان کا حُبِّ دنیا اور ناشکری کا مزاج اور وقوع قیامت کا انکار۔	۲۴
منکرین کو قرآن حکیم کے بارے میں غور و فکر کی دعوت' اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔	۲۵
سورۃ الشوریٰ	۲۷
اللہ تعالیٰ عزیز ہے، حکیم ہے، علی ہے، عظیم ہے، غفور ہے، رحیم ہے۔	۲۸
مشرکین کی تردید۔	۲۹
تم جس چیز میں اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے اس نے تمہارے جوڑے پیدا فرمائے۔	۳۰
لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔	۳۰
اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔	۳۱
اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مشروع فرمایا ہے جس کی وصیت فرمائی نوح اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو۔	۳۱
مشرکین کو آپ کی دعوت ناگوار ہے۔	۳۲
اللہ جسے چاہتا ہے اپنا بنالیتا ہے۔	۳۲
علم آنے کے بعد لوگ متفرق ہوئے۔	۳۲
استقامت اور عدل کا حکم' کافروں سے براءت کا اعلان۔	۳۴
معاندین کی دلیل باطل ہے۔	۳۴
اللہ تعالیٰ نے کتاب کو اور میزان کو نازل فرمایا۔	۳۴

مضامین	صفحہ
عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو۔	۳۵
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔	۳۵
طالب آخرت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافہ ہو گا' اور طالب دنیا کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔	۳۵
قیامت کے دن ظالم لوگ اپنے اعمال بد کی وجہ سے ڈر رہے ہونگے اور اہل ایمان اعمال صالحہ والے جنتوں کے باغیچوں میں ہونگے۔	۳۷
دعوت وتبلیغ کے عوض تم سے کچھ طلب نہیں کرتا۔	۳۷
قرآن کو افترا اہلی اللہ بتانے والوں کی تردید۔	۳۸
اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے' اپنی مشیت کے مطابق رزق نازل فرماتا ہے اور جب ناامید ہو جائیں بارش برساتا ہے۔	۳۹
آسمان و زمین اور چوپایوں کی تخلیق میں نشانیاں ہیں	۴۰
جو بھی کوئی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تمہارے اعمال کی وجہ سے ہے۔	۴۰
جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اہل ایمان اور اہل توکل کے لئے بہتر ہے۔	۴۲
برائی کا بدلہ برائی کے برابر لے سکتے ہیں' معاف کرنے اور صلح کرنے کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔	۴۳
قیامت کے دن ظالموں کی بدحالی' ہلاکت اور ذلت کا سامنا۔	۴۴
قیامت آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مانو۔	۴۵
انسان کا خاص مزاج رحمت کے وقت خوش اور تکلیف میں ناشکرا۔	۴۵

مضامین	صفحہ
اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت کا بیان' وہ اپنی مشیت کے مطابق اولاد عطا فرماتا ہے۔	۴۵
بندے اللہ تعالیٰ سے کیسے ہمکلام ہو سکتے ہیں؟	۴۶
سورۃ الزخرف	۴۹
قرآن کتاب مبین ہے' عربی میں ہے' نصیحت ہے' انبیائے سابقین کی تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا گیا۔	۴۹
آسمان وزمین کی تخلیق' زمین کا بچھونا بنانا' کشتیوں اور چوپایوں کی نعمت عطا فرمانا۔	۵۱
سوار ہونے کی دعاء۔	۵۱
سَخَّرَلَنَا کی تشریح۔	۵۲
اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد تجویز کرنے والوں کی تردید فرشتوں کو بیٹیاں بتانے والوں کی جہالت اور حماقت	۵۲
مشرکین کی ایک جاہلانہ بات کی تردید' آباء واجداد کو پیشوا بنانے کی حماقت اور ضلالت۔	۵۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شرک سے برأت کا اعلان فرمانا اور دعوت حق کا ان کی نسل میں باقی رہنا	۵۵
مکہ والوں کا جاہلانہ اعتراض کہ مکہ یا طائف کے بڑے لوگوں میں سے نبی کیوں نہ آیا، اہل دنیا کو دنیا ہی محبوب ہے' سونے چاندی کے اموال دنیا میں کام آتے ہیں اور آخرت متقیوں کے لئے ہے۔	۵۷
جو رحمٰن کے ذکر سے غافل ہو اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا کہ دوسروں کو بھی تو عذاب ہو رہا ہے' آپ ﷺ کی زندگی میں بھی ان پر عذاب آ سکتا ہے۔	۶۰
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم فرعون کے پاس پہنچنا اور ان لوگوں کا معجزات دیکھ کر تکذیب اور تضحیک کرنا، فرعون کا اپنے ملک پر فخر کرنا اور بالآخر اپنی قوم	

مضامین	صفحہ
کے ساتھ غرق ہونا۔	۶۳
قریش مکہ کی ایک جاہلانہ بات کی تردید' حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کا تعارف' اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت ہی صراط مستقیم ہے۔	۶۵
قیامت کے دن دنیا والے دوست آپس میں دشمن ہونگے' نیک بندوں کو کوئی خوف اور رنج لاحق نہ ہوگا انہیں جنت میں جی چاہی نعمتیں ملیں گی جن سے	۶۹
آنکھوں کو بھی لذت حاصل ہوگی۔	
مجرمین ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے' ان کا عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا، دوزخ کے داروغہ سے ان کا سوال وجواب۔	۷۱
اللہ جل شانہ کی صفات جلیلہ کا بیان اور شرک سے بیزاری کا اعلان۔	۷۳
سورۃ الدُّخان	۷۵
قرآن مجید مبارک رات میں نازل کیا گیا' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے' اگلے پچھلے تمام لوگوں کا رب ہے۔	۷۵
اس دن کا انتظار کیجئے جبکہ آسمان کی طرف سے لوگوں پر دھواں چھا جائے گا ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے' بیشک ہم انتقام لینے والے ہیں۔	۷۷
دخان سے کیا مراد ہے؟۔	۷۷
قوم فرعون کے پاس اللہ تعالیٰ کا رسول آنا اور نافرمانی کی وجہ سے ان لوگوں کا غرق ہونا' بنی اسرائیل کا فرعون سے نجات پانا اور انعامات ربانیہ سے نوازا جانا۔	۷۹
مؤمن کی موت پر آسمان وزمین کا رونا۔	۸۰
بنی اسرائیل پر انعام اور امتنان۔	۸۰

مضامین	صفحہ
منکرین قیامت کی کٹ حجتی' یہ لوگ قوم تبع سے بہتر نہیں ہیں جو ہلاک کر دیئے گئے۔	۸۱
قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔	۸۳
دوزخیوں کے لئے طرح طرح کا عذاب ہے، زقوم ان کا کھانا ہوگا' سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا۔	۸۴
دنیا کی بڑائی کا انجام۔	۸۴
متقیوں کے انعامات' باغ اور چشمے لباس اور ازواج ہر قسم کے پھل اور حیات ابدی۔	۸۵
ہم نے قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے، آپ انتظار کریں' یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔	۸۶
سورۃ الجاثیہ	۸۷
یہ کتاب عزیز وحکیم کی طرف سے ہے' آسمان وزمین' انسان کی تخلیق' لیل ونہار کے اختلاف اور بارش کے نزول میں معرفت الٰہیہ کی نشانیاں ہیں۔	۸۷
ہر جھوٹے' گناہگار اور متکبر اور منکر کیلئے عذاب الیم ہے	۸۸
تسخیر بحر اور تسخیر ما فی السمٰوٰت والارض میں فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔	۹۰
آپ اہل ایمان سے فرمادیں کہ منکرین سے درگزر کریں' ہر شخص کا نیک عمل اسی کیلئے ہے اور برے عمل کا وبال بھی عمل کرنے والے پر ہے۔	۹۰
بنی اسرائیل پر طرح طرح کے انعام، کتاب، حکم اور نبوت سے سرفراز فرمانا' طیبات کا عطیہ اور جہانوں پر فضیلت۔	۹۱
ہم نے آپ کو مستقل شریعت دی ہے' کفار آپ کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور اللہ متقیوں کا ولی ہے۔	۹۲

مضامین	صفحہ
کیا گناہگار یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں اہل ایمان و اعمال صالحہ والوں کو برابر کر دیں گے۔	۹۳
اے مخاطب! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا۔	۹۵
اتباع ھوٰی' کے بارے میں ضروری تنبیہ۔	۹۵
دہریوں کی جاہلانہ باتیں اور ان سے ضروری سوال۔	۹۷
منکرین قیامت کی حجت بازی۔	۹۷
قیامت کے دن اہل باطل خسارہ میں ہوں گے ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی اور اپنی اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی' اہل ایمان رحمت میں اور اہل کفر عذاب میں ہوں گے۔	۹۹
اللہ ہی کے لئے رحمت ہے اور اسی کے لئے کبریائی ہے:	۱۰۰
سورۃ الاحقاف	۱۰۱
مشرکین کے باطل معبودوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا وہ جن کو پکارتے ہیں قیامت تک بھی جواب نہ دیں گے۔	۱۰۲
منکرین قرآن کی ایک جاہلانہ بات۔	۱۰۲
قریش مکہ کی اس بات کا جواب کہ آپ ﷺ نے قرآن اپنے پاس سے بنالیا ہے۔	۱۰۳
کافروں کی کٹ حجتی کی تردید' توریت شریف کا امام اور رحمت ہونا' اہل ایمان اور اہل استقامت کا انعام الٰہیہ سے سرفراز ہونا۔	۱۰۶
والدین کے بارے میں وصیت' نیک بندوں کی دعا اور ان کا اجر' نافرمانوں کا عناد وانکار اور ان کی سزا۔	۱۰۸

مضامین	صفحہ
کافروں سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذت کی چیزیں دنیا میں ختم کر دیں آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔	۱۱۱
قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت' قوم کا انکار اور تکذیب' پھر ہلاکت اور تعذیب۔	۱۱۳
جنات کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا' پھر واپس جا کر اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینا!	۱۱۶
رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور صبر کی تلقین۔	۱۱۸
سورۂ محمد	۱۲۰
اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والوں کی بربادی' اور اہل حق پر انعام کا اعلان۔	۱۲۰
جہاد و قتال کی ترغیب' قیدیوں کے احکام' مجاہدین اور مقتولین کی فضیلت۔	۱۲۲
دنیا میں چل پھر کر عبرت حاصل کریں۔	۱۲۳
اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مولیٰ ہے۔	۱۲۴
اہل ایمان کا انعام اور کفار کی بدحالی۔	۱۲۴
اہل مکہ کو تنبیہ۔	۱۲۴
اہل ایمان اور اہل کفر برابر نہیں ہو سکتے۔	۱۲۴
اہل جنت کے مشروبات طیبہ اور اہل نار کا مشروب ماء حمیم۔	۱۲۵
منافقین کی بعض حرکتیں ان کے قلوب پر مہر ہے یہ لوگ اپنی خواہشوں کے پابند ہیں۔	۱۲۶
توحید پر جمے رہنے اور استغفار کرنے کی تلقین۔	۱۲۸
مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ کی تفسیر۔	۱۲۸
منافقین کی بدحالی اور نافرمانی۔	۱۲۹
تدبر قرآن کی اہمیت اور ضرورت۔	۱۳۰

مضامین	صفحہ
مرتدین کے لئے شیطان کی تسویل اور موت کے وقت ان کی تعذیب۔	۱۳۱
موت کے وقت کافر کی مار پیٹ۔	۱۳۲
منافقین کے دلوں میں مرض ہے' طرز کلام سے ان کا نفاق پہچانا جاتا ہے	۱۳۳
کافر لوگ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے' ان کے اعمال حبط کئے جائیں گے۔	۱۳۴
نفلی نماز' روزہ فاسد کرنے کے بعد قضاء واجب ہونا۔	۱۳۵
کمزور نہ بنو اور دشمنوں کو صلح کی دعوت نہ دو۔	۱۳۵
تم ہی بلند رہو گے اگر مومن ہو۔	۱۳۵
دنیاوی زندگی لہو ولعب ہے، کنجوسی کا وبال بخل کرنے والے پر ہی ہے' اللہ غنی ہے اور تم فقراء ہو	۱۳۶
اگر تم دین سے پھر جاؤ تو اللہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔	۱۳۷
عجمی اقوام کی دینی خدمات۔	۱۳۷
سورۃ الفتح	۱۳۹
فتح مبین کا تذکرہ، نصر عزیز اور غفران عظیم کا وعدہ۔	۱۴۰
صلح حدیبیہ کا مفصل واقعہ۔	۱۴۰
حضرات صحابہؓ کی محبت اور جانثاری۔	۱۴۱
بیعت رضوان کا واقعہ۔	۱۴۲
صلح حدیبیہ کا متن اور مندرجہ شرائط۔	۱۴۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تردد اور سوال و جواب۔	۱۴۴
حلق رؤس اور ذبح ہدایا۔	۱۴۴
حضرت ابوبصیر ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا واقعہ۔	۱۴۵
اہل ایمان پر انعام کا اعلان اور اہل نفاق و اہل شرک کی بدحالی اور تعذیب کا بیان۔	۱۴۵

مضامین	صفحہ
رسول اللہ ﷺ شاہد، مبشر اور نذیر ہیں۔	۱۴۷
رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ ہی سے بیعت کرنا ہے	۱۴۸
آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں نہ جانیوالے دیہاتیوں کی بدگمانی اور حیلہ بازی کا تذکرہ۔	۱۴۹
جو لوگ حدیبیہ والے سفر میں ساتھ نہ گئے تھے ان کی مزید بدحالی کا بیان۔	۱۵۱
حدیبیہ کی شرکت سے بچھڑ جانے والے دیہاتیوں سے مزید خطاب۔	۱۵۲
معذوروں سے کوئی مواخذہ نہیں' فرمانبرداروں کیلئے جنت اور روگردانی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔	۱۵۳
بیعت رضوان والوں کی فضیلت' ان سے فتح ونصرت اور اموال غنیمت کا وعدہ۔	۱۵۴
اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور کافروں کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رکھا۔	۱۵۶
کافروں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا' ان پر حمیت جاہلیہ سوار ہوگئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر سکینہ نازل فرمائی اور انہیں تقویٰ کی بات پر جما دیا۔	۱۵۸
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا' اس نے آپ کو ہدایت اور حق کے ساتھ بھیجا۔	۱۶۰
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور منقبت۔	۱۶۱
سورۃ الحجرات	۱۶۵
رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور خدمت عالی میں حاضری کے احکام وآداب کی تلقین۔	۱۶۵
کوئی فاسق خبر دے تو اچھی طرح تحقیق کرلو' ایسا نہ ہو کہ نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو۔	۱۶۸
اللہ نے اپنے فضل وانعام سے تمہارے دلوں میں ایمان کو مُزَیَّن فرمادیا اور کفر وفسوق اور عصیان کو مکروہ بنادیا۔	۱۶۹
مؤمنین کی دو جماعتوں میں قتال ہو تو انصاف کے ساتھ صلح کرادو' سب مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔	۱۷۰
باہم مل کر زندگی گزارنے کے چند احکام۔	۱۷۲
محض زبانی اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو تنبیہ۔	۱۷۹
سورۃ ق	۱۸۳
اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کا بیان' نعمتوں کا تذکرہ' منکرین بعث کی تردید۔	۱۸۴
اقوام سابقہ بالکہ کے واقعات سے عبرت حاصل کریں۔	۱۸۵
اللہ انسان کے وساوس نفسانیہ سے پوری طرح واقف ہے اور انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔	۱۸۶
انسانوں پر اعمال لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں۔	۱۸۶
موت کی سختی کا تذکرہ۔	۱۸۷
نفخ صور اور میدان حشر میں حاضر ہونے والوں کا ذکر	۱۸۸
ہر ضدی کافر کو دوزخ میں ڈال دو۔	۱۸۸
دوزخ سے اللہ تعالیٰ کا خطاب کیا تو بھر گئی؟ اس کا جواب ہوگا: کیا کچھ اور بھی ہے؟	۱۹۰
جنت اور اہل جنت کا تذکرہ۔	۱۹۱
جنت میں دیدار الٰہی۔	۱۹۱
گزشتہ امتوں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا حکم۔	۱۹۲
وقوع قیامت کے ابتدائی احوال اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی	۱۹۴

مضامین	صفحہ
سورۃ الذاریات	۱۹۵
قیامت ضرور واقع ہوگی منکرین عذاب دوزخ میں داخل ہوں گے۔	۱۹۵
متقی بندوں کے انعامات کا اور دنیا میں اعمال صالحہ میں مشغول رہنے کا تذکرہ۔	۱۹۶
زمین میں اور انسانوں کی جانوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔	۱۹۷
انہ لحق مثل ما انکم تنطقون۔	۱۹۸
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کا آنا اور صاحبزادہ کی خوشخبری دینا اور آپ کی بیوی کا تعجب کرنا۔	۱۹۹
حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت۔	۲۰۰
فرعون اور قوم عاد و ثمود کی بربادی کا تذکرہ۔	۲۰۲
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت۔	۲۰۳
آسمان و زمین کی تخلیق کا ذکر اور اللہ کی طرف دوڑنے کا حکم۔	۲۰۴
اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، وہ بڑا رزق دینے والا ہے کسی سے رزق کا طالب نہیں۔	۲۰۵
سورۃ الطور	۲۰۷
قیامت کے دن منکرین کی بدحالی، انہیں دھکے دے کر دوزخ میں داخل کرایا جائے گا۔	۲۰۷
متقی بندوں کی نعمتوں کا تذکرہ، حوریں سے نکاح۔	۲۱۰
آپس میں سوال و جواب۔	۲۱۱
اہل ایمان کی ذریت۔	۲۱۲
جام کی چھینا جھپٹی۔	۲۱۳
منکرین اور معاندین کی باتوں کا تذکرہ اور تردید۔	۲۱۶
قیامت کے دن منکرین کی بدحالی اور بدحواسی۔	

مضامین	صفحہ
سورۃ النجم	۲۱۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راہ پر ہیں اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، جو کچھ فرماتے ہیں وحی کے مطابق اللہ کا کام پیش کرتے ہیں۔	
آپ نے جبریل کو دو بار ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔	۲۱۹
پہلی بار رویت۔	۲۲۰
دوسری بار رویت۔	۲۲۱
سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے۔	۲۲۱
جنۃ الماویٰ کیا ہے؟	۲۲۱
فرمایا۔	۲۲۱
مشرکین عرب کی بت پرستی لات عزیٰ اور منات کی عبادت اور ان کے توڑ پھوڑ کا تذکرہ۔	۲۲۶
لات و منات اور عزیٰ کیا تھے۔	۲۲۶
لات کی بربادی۔	۲۲۷
عزیٰ کی کاٹ پیٹ اور توڑ پھوڑ۔	۲۲۸
منات کی بربادی اور تباہی۔	۲۲۸
مشرکین کی ضلالت اور حماقت۔	۲۲۸
مشرکین نے اپنے لئے خود معبود تجویز کئے اور ان کے نام بھی خود ہی رکھے۔	۲۲۸
مشرکین کا خیال باطل کہ ہمارے معبود سفارش کریں گے۔	۲۳۰
مشرکین نے اپنی طرف سے فرشتوں کا مادہ ہونا تجویز کیا۔	۲۳۰
ایمان اور فکر آخرت کی ضرورت۔	۲۳۱
آخرت کے عذاب سے بچنے کی فکر کرنا لازم ہے۔	۲۳۱
ظن کی حیثیت۔	۳۳۱
اہل دنیا کا علم دنیا ہی تک محدود ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت والوں اور گمراہوں کو خوب جانتا ہے۔	۳۳۲

مضامین	صفحہ
برے کام کرنے والوں کو ان کے اعمال کی سزا ملے گی اور محسنین کو اچھا بدلہ دیا جائے گا۔	۲۳۳
اپنا تزکیہ کرنے کی ممانعت۔	۲۳۵
کافر یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن کسی کا کام یا عمل کام آ جائے گا۔	۲۳۶
وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى۔	۲۴۰
اللہ تعالیٰ نے ہی ہنسایا اور رلایا۔	۲۴۱
اللہ ہی نے جوڑے پیدا کیے۔	۲۴۱
اللہ تعالیٰ ہی نے عاد اولیٰ اور ثمود کو ہلاک فرمایا اور لوط علیہ السلام کی بستیوں کو الٹ دیا۔	۲۴۲
قیامت قریب آ گئی تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور تکبر میں مبتلا ہو اللہ کو سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔	۲۴۳
سورۃ القمر	۲۴۵
قیامت قریب آ گئی، چاند پھٹ گیا منکرین کی جاہلانہ بات اور ان کی تردید۔	۲۴۵
قیامت کے دن کی پریشانی، قبروں سے ٹڈی دل کی طرح نکل کر میدان حشر کی طرف جلدی جلدی روانہ ہونا۔	۲۴۷
حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب، قوم کا عناد و انکار پھر قوم کی ہلاکت اور تعذیب۔	۲۴۸
اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کو آسان فرما دینا۔	۲۴۹
قرآن کا اعجاز اور لوگوں کا تغافل۔	۲۵۰
قرآن کریم کی برکات۔	۲۵۰
قرآن کو بھول جانے کا وبال۔	۲۵۰
قوم عاد کی تکذیب اور ہلاکت اور تعذیب۔	۲۵۱
قوم ثمود کی تکذیب اور ہلاکت و تعذیب۔	۲۵۲
حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ کرنا اور قوم کا کفر پر اصرار کرنا، معاصی پر جما رہنا اور آخرت میں ہلاک ہونا۔	۲۵۴
آل فرعون کی تکذیب اور ہلاکت و تعذیب۔	۲۵۶
اہل مکہ سے خطاب تم بہتر ہو یا ہلاک شدہ قومیں بہتر تھیں۔	۲۵۶
غزوہ بدر میں اہل مکہ کی شکست اور بڑا بول بولنے کی سزا۔	۲۵۷
یوم قیامت کی سخت مصیبت اور مجرمین کی بدحالی۔	۲۵۷
ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے۔	۲۵۸
پلک جھپکنے کے برابر۔	۲۵۸
بندوں نے جو اعمال کیے ہیں صحیفوں میں محفوظ ہیں۔	۲۵۸
متقیوں کا انعام و اکرام	۲۵۹
سورۃ الرحمٰن	۲۶۰
رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی انسان کو بیان سکھایا، چاند سورج، آسمان و زمین اسی کی مخلوق ہیں، اس نے انصاف کا حکم دیا، غذائیں پیدا فرمائیں، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔	۲۶۰
فضائل قرآن۔	۲۶۰
بیان کرنے کی نعمت۔	۲۶۱
چاند سورج ایک حساب سے چلتے ہیں۔	۲۶۱
نجم اور شجر سجدہ کرتے ہیں۔	۲۶۲
آسمان کی رفعت اور بلندی۔	۲۶۲
انصاف کے ساتھ وزن کرنے کا حکم۔	۲۶۲
اللہ تعالیٰ نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے اور جنات کو خالص آگ سے پیدا فرمایا	۲۶۳

مضامین	صفحہ
اللہ تعالیٰ مشرقین اور مغربین کا رب ہے بیٹھے اور نمکین دریا اسی نے جاری فرمائے ان سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں اسی کے حکم سے کشتیاں چلتی ہیں۔	۲۶۴
زمین پر جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے۔	۲۶۵
قیامت کے دن کفار اس وجہ کی پریشانی مجرمین کی خاص نشانی پیشانی اور اقدام پکڑ کر دوزخ میں ڈال جانا۔	۲۶۷
اہل تقویٰ کی دو جنتیں اور ان کی صفت۔	۲۶۹
متقی حضرات کے بستر۔	۲۷۰
دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے۔	۲۷۰
اہل جنت کی بیویاں۔	۲۷۱
احسان کا بدلہ احسان۔	۲۷۲
دوسرے درجہ کی جنتوں اور نعمتوں کا تذکرہ۔	۲۷۳
لفظ مُدْهَآمَّتٰن کی تحقیق۔	۲۷۳
خوب جوش مارنے والے دو چشمے۔	۲۷۳
جنتی بیویوں کا تذکرہ۔	۲۷۳
فوائد ضروریہ متعلقہ سورۃ الرحمن۔	۲۷۴
''فائدہ اولیٰ''	۲۷۴
''فائدہ ثانیہ''	۲۷۴
''فائدہ ثالثہ''	۲۷۵
''فائدہ رابعہ''	۲۷۵
''فائدہ خامسہ''	۲۷۵
''فائدہ سادسہ''	۲۷۶
سورۃ الواقعہ	۲۷۷
قیامت پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہے۔	۲۷۷
قیامت کے دن حاضر ہونے والوں کی تین قسمیں۔	۲۷۹

مضامین	صفحہ
سابقین اولین کون سے حضرات ہیں۔	۲۷۹
سابقین اولین کے لئے سب سے بڑا انعام۔	۲۸۰
سابقین اولین کی مزید نعمتیں۔	۲۸۰
نہ لغو کلمات نہ سنیں گے۔	۲۸۱
اصحاب الیمین کی نعمتیں۔	۲۸۱
بوڑھی مؤمنات جنت میں جوان بنادی جائیں گی۔	۲۸۲
ایک بوڑھی صحابیہؓ عورت کا قصہ۔	۲۸۲
اصحاب الشمال کا عذاب۔	۲۸۳
دنیا میں کافروں کی مستی اور عیش پرستی۔	۲۸۴
بنی آدم کی تخلیق کیسے ہوئی؟ دنیا میں ان کے جینے اور بسنے کے اسباب کا تذکرہ۔	۲۸۶
کھیتی اگانے کی نعمت۔	۲۸۷
بارش برسانے کی نعمت۔	۲۸۷
آگ بھی نعمت ہے۔	۲۸۷
متاعاللمقوین کا معنی۔	۲۸۷
بلاشبہ قرآن کریم ہے رب العلمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔	۲۸۸
افبھذا الحدیث انتم مُدھنون۔	۲۸۹
وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۔	۲۹۰
قرآن مجید کو پڑھنے اور چھونے کے احکام۔	۲۹۰
اگر تمہیں جزا ملنی نہیں ہے تو موت کے وقت روح کو کیوں واپس نہیں لوٹا دیتے۔	۲۹۲
مقربین اور صالحین کا انعام۔	۲۹۳
مکذبین اور ضالین کا عذاب۔	۲۹۳
سورۂ حدید	۲۹۵
اللہ تعالیٰ عزیز وحکیم ہے، آسمانوں میں اسی کی سلطنت ہے وہ سب کے اعمال سے باخبر ہے۔	۲۹۶

مضامین	صفحہ
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو	۲۹۷
فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے بعد میں خرچ کرنے والوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔	۲۹۸
کون ہے جو اللہ کو قرض دے۔	۲۹۸
قیامت کے دن مؤمنین ومؤمنات کو نور دیا جائے گا منافقین کچھ دوران کے ساتھ چل کر اندھیرے میں رہ جائیں گے۔	۲۹۹
اعمال صالحہ سراپا نور ہیں۔	۳۰۱
کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب خشوع والے بن جائیں۔	۳۰۲
ایک تاریخی واقعہ۔	۳۰۲
اہل کتاب کی طرح نہ ہو جاؤ جن کے دلوں میں قساوت تھی۔	۳۰۳
صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں سے اجر کریم کا وعدہ اور شہداء کی فضیلت۔	۳۰۴
صدیقین کون ہیں؟	۳۰۵
شہداء سے کون حضرات مراد ہیں۔	۳۰۶
دنیاوی زندگی لہو ولعب ہے اور آخرت میں عذاب شدید اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی ہے۔	۳۰۸
اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت کرنے کا حکم۔	۳۰۹
جنت ایمان والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔	۳۰۹
جو بھی کوئی مصیبت پیش آتی ہے اس کا وجود میں آنا پہلے سے لکھا ہوا ہے۔	۳۱۰
جو کچھ فوت ہو گیا اس پر رنج نہ کرو۔	۳۱۰
جو کچھ مل گیا اس پر اترا ؤ مت۔	۳۱۱

مضامین	صفحہ
متکبر اور بخیل کی مذمت۔	۳۱۱
اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو واضح احکام دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں اور لوگوں کو انصاف کا حکم دیا۔	۳۱۲
لوہے میں ہیبت شدیدہ ہے اور منافع کثیرہ ہیں۔	۳۱۲
اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر بھیجا ان کی ذریت میں نبوت جاری رکھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی اور ان کے متبعین میں شفقت اور رحمت رکھ دی۔	۳۱۳
نصاریٰ کا رہبانیت اختیار کرنا پھر اسے چھوڑ دینا۔	۳۱۴
موجودہ نصاریٰ کی بدحالی اور گناہگاری، دنیا کی حرص اور مخلوق خدا پر ان کے مظالم۔	۳۱۵
یہود و نصاریٰ کا حق سے انحراف اور اسلام کے خلاف متحدہ محاذ۔	۳۱۶
فائدہ۔	۳۱۷
ایمان لانے والے نصاریٰ سے دوحصہ اجر کا وعدہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل پر کوئی دسترس نہیں رکھتے۔	۳۲۰
سورۃ المجادلۃ	۳۲۳
ظہار کی مذمت اور اس کے احکام ومسائل	۳۲۴
آیات ظہار کی شان نزول۔	۳۲۴
ظہار کا مذمت۔	۳۲۵
کفارۂ ظہار۔	۳۲۵
مسائل ضروریہ متعلقہ ظہار۔	۳۲۶
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے ذلیل ہوں گے۔	۳۲۷

مضامین	صفحہ
قیامت کے دن سب اٹھائے جائیں گے۔	۳۲۷
اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہے ہر خفیہ مشورہ کو جانتا ہے	۳۲۸
منافقین کی شرارت، سرگوشی اور یہودی بیہودہ باتیں۔	۳۲۹
یہودیوں کی شرارت۔	۳۲۹
اہل ایمان کو نصیحت کہ یہودیوں کا طریقہ کار استعمال نہ کریں۔	۳۳۰
مجلس کے بعض آداب اور علماء کی فضیلت۔	۳۳۱
دوسری نصیحت۔	۳۳۱
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے صدقہ کا حکم اور اس کی منسوخی۔	۳۳۲
منافقین کا بدترین طریق کار، جھوٹی قسمیں کھانا اور یہودیوں کو خبریں پہنچانا۔	۳۳۴
مخالفین پر شیطان کا غلبہ، آخرت میں خسارہ اور رسوائی۔	۳۳۵
ایمان والے اللہ تعالیٰ کے دشمن سے دوستی نہیں رکھتے اگرچہ اپنے خاندان والا ہی کیوں نہ ہو۔	۳۳۶
غزوۂ بدر میں حضرات صحابہؓ نے ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کافر رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔	۳۳۷
اہل ایمان اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔	۳۳۷
سورۃ الحشر	۳۳۹
یہودیوں کی مصیبت اور ذلت اور مدینہ منورہ سے جلاوطنی۔	۳۳۹
قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا سبب۔	۳۴۰
یہودیوں کے متروکہ درختوں کو کاٹ دینا یا باقی رکھنا دونوں کام اللہ کے حکم سے ہوئے۔	۳۴۲
اموال فئی کے مستحقین کا بیان	۳۴۳

مضامین	صفحہ
کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ۔	۳۴۴
رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔	۳۴۵
منکرین حدیث کی تردید۔	۳۴۵
حضرات مہاجرین کرامؓ کی فضیلت اور اموال فئی میں ان کا استحقاق۔	۳۴۶
حضرات انصار رضی اللہ عنہم کے اوصاف حمیدہ۔	۳۴۷
حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کی باہمی محبت۔ فائدہ۔	۳۴۷
جو بخل سے بچ گیا وہ کامیاب ہے۔	۳۴۸
مہاجرین و انصار کے بعد آنے والے مسلمانوں کا بھی اموال فئی میں استحقاق ہے۔	۳۵۰
حسد، بغض، کینہ اور دشمنی کی مذمت۔	۳۵۰
روافض کی گمراہی۔	۳۵۱
یہودیوں سے منافقین کے جھوٹے وعدے۔	۳۵۲
یہود کے قبیلہ قینقاع کی بے ہودگی اور جلاوطنی کا تذکرہ۔	۳۵۳
شیطان انسان کو دھوکہ دیتا ہے پھر انجام یہ ہوتا ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے والے بن جاتے ہیں۔	۳۵۴
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور آخرت کے لئے فکرمند ہونے کا حکم۔	۳۵۵
زندگی کی قدر کرو۔	۳۵۶
ذکر اللہ کے فضائل۔	۳۵۶
عہد نبوت کا ایک واقعہ۔	۳۵۷
وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ۔	۳۵۸
اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار برابر نہیں ہیں۔	۳۵۸
قرآن مجید کی صفت جلیلہ۔	۳۵۸
اللہ تعالیٰ کے لئے اسمائے حسنیٰ ہیں جو اس کی صفات جلیلہ کا مظہر ہیں۔ فائدہ۔	۳۵۹

مضامین	صفحہ
سورۃ الممتحنۃ	۳۶۳
اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنے کی ممانعت	۳۶۳
حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔	۳۶۳
جاسوسی کا شرعی حکم۔	۳۶۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ قابل اقتداء ہے اور کافر کے لئے استغفار ممنوع ہے۔	۳۶۷
ہجرت کرنے کے بعد وطن سابق کے لوگوں سے تعلق رکھنے کی حیثیت۔	۳۶۸
مومنات مہاجرات کے بارے میں چند احکام۔	۳۷۰
بیعت کے الفاظ اور شرائط کا بیان۔	۳۷۳
اہل کفر سے دوستی نہ کرنے کا دوبارہ تاکیدی حکم۔	۳۷۵
سورۃ الصف	۳۷۷
جو کام نہیں کرتے ان کے دعوے کیوں کرتے ہو۔	۳۷۷
اُن خطباء کی بدحالی جن کے قول و فعل میں یکسانیت نہیں۔	۳۷۸
مجاہدین اسلام کی تعریف و توصیف۔	۳۷۹
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا اعلان کہ ہم اللہ کے رسول ہیں۔	۳۸۰
نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہیں۔	۳۸۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشارت دینا میرے بعد احمد نامی ایک رسول آئیں گے۔	۳۸۱
تورات و انجیل میں خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت۔	۳۸۲
لفظ فارقلیط کے بارے میں ضروری وضاحت۔	۳۸۲
جھوٹے مدعی نبوت کی گمراہی۔	۳۸۳
اللہ کا نور پورا ہو کر رہے گا اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو	۳۸۳
ایسی تجارت کی بشارت جو عذاب الیم سے نجات کا ذریعہ اور جنت ملنے کا وسیلہ ہو جائے۔	۳۸۵
اللہ کے انصار اور مددگار بن جاؤ۔	۳۸۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت رکھنے والوں کی تین جماعتیں۔	۳۸۷
سورۃ الجمعہ	۳۸۸
اللہ تعالیٰ قدوس ہے عزیز ہے حکیم ہے اس نے تعلیم و تزکیہ کے لئے پڑھے لکھوں میں اپنا رسول بھیجا۔	۳۸۸
اہل ذمہ اسلامی خدمتیں۔	۳۸۹
یہودیوں کی ایک مثال اور ان سے خطاب کہ جس موت سے بھاگتے ہو وہ ضرور آکر رہے گی۔	۳۹۱
یہودیوں کی بدعملی اور اپنے بارے میں خوش گمانی۔	۳۹۱
جمعہ کی اذان ہو جائے تو کاروبار چھوڑ دو اور نماز کے لئے روانہ ہو جاؤ۔	۳۹۳
جمعہ کے فضائل۔	۳۹۴
ترک جمعہ پر وعید فرمادی۔	۳۹۵
ساعت اجابت فرمادی۔	۳۹۵
سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت۔	۳۹۵
فرمادی۔	۳۹۵
جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت: فائدہ۔	۳۹۵
نماز جمعہ کے بعد زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔	۳۹۶
خطبہ چھوڑ کر تجارتی قافلوں کی طرف متوجہ ہونے والوں کو تنبیہ۔	۳۹۷
سورۃ المنافقون	۳۹۹
منافقین کی شرارتوں اور حرکتوں کا بیان۔	۴۰۰
رئیس منافقین کے بیٹے کا ایمان والا طرز عمل۔	۴۰۱

مضامین	صفحہ
منافقوں کی ظاہر باتیں پسند آتی ہیں۔	۴۰۲
منافقین کہتے تھے کہ اہل ایمان پر خرچ نہ کرو تاکہ مدینہ سے خود ہی چلے جائیں گے۔	۴۰۳
اللہ، رسول اور مؤمنین ہی کے لئے عزت ہے۔	۴۰۳
تمہارے اموال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں	۴۰۴
اللہ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو۔	۴۰۶
سورۃ التغابن	۴۰۶
آسمان وزمین کی کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہے تم میں بعض کافر اور بعض مؤمن ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔	۴۰۷
اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا فرمایا اور تمہاری اچھی صورتیں بنائیں۔	۴۰۷
اللہ تعالیٰ مافی السمٰوٰت ومافی الارض اور مافی الصدور کو جانتا ہے۔	۴۰۸
گزشتہ اقوام سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین۔	۴۰۸
امم سابقہ کی گمراہی کا سبب۔	۴۰۸
منکرین قیامت کا باطل خیال۔	۴۰۹
ایمان اور نور کی دعوت۔	۴۰۹
قیامت کا دن یوم التغابن ہے۔	۴۰۹
اہل ایمان کو بشارت اور کافروں کی شقاوت۔	۴۱۰
جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے۔	۴۱۱
اللہ ورسول کی فرمانبرداری اور توکل اختیار کرنے کا حکم۔	۴۱۱
بعض ازواج اور اولاد تمہارے دشمن ہیں۔	۴۱۲
بیوی بچوں کی محبت میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔	۴۱۲
معاف اور درگزر کرنے کی تلقین۔	۴۱۳
اموال واولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں۔	۴۱۳

مضامین	صفحہ
تقویٰ اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم۔	۴۱۳
بخل سے پرہیز کرنے والے کامیاب ہیں۔	۴۱۳
اللہ کو قرض حسن دیدو تو بڑھا چڑھا کر دے گا اور مغفرت فرمائے گا	۴۱۴
سورۃ الطلاق	۴۱۵
طلاق اور عدت کے مسائل حدود اللہ کی نگہداشت۔	۴۱۶
عدت کو اچھی طرح شمار کرو۔	۴۱۷
مطلقہ عورتوں کو گھر سے نہ نکالو۔	۴۱۷
رجعی طلاق کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو مطلقہ کو رکھ لو یا خوبصورتی کے ساتھ اچھے طریقے پر چھوڑ دو۔	۴۱۸
تقویٰ اور توکل کے فوائد۔	۴۱۹
اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر فرمایا ہے۔	۴۲۰
عدت سے متعلق چند احکام کا بیان۔ حاملہ، حائضہ، آسہ کی عدت کے مسائل۔	۴۲۱
فائدہ۔	۴۲۲
مطلقہ عورتوں کے اخراجات کے مسائل۔	۴۲۲
مطلقہ عورتوں کو رہنے کی جگہ دینے کا حکم۔	۴۲۳
بچوں کو دودھ پلانے کے مسائل۔	۴۲۳
ہر صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔	۴۲۴
اللہ تعالیٰ کے بعد آسانی فرمائے گا۔	۴۲۴
گزشتہ ہلاک شدہ بستیوں کے احوال سے عبرت حاصل کرنے کا حکم۔	۴۲۶
قرآن کریم ایک بڑی نصیحت ہے۔	۴۲۶
اہل ایمان کا انعام۔	۴۲۶
اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور انہیں کی طرح زمینیں پیدا فرمائیں	۴۲۶

مضامین	صفحہ
سورۃ التحریم	۴۲۸
حلال کو حرام قرار دینے کی ممانعت۔	۴۲۸
قسم کھانے کے بعد کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔	۴۲۹
رسول اللہ ﷺ کا ایک خصوصی واقعہ جو بعض بیویوں کے ساتھ پیش آیا۔	۴۲۹
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج سے خطاب۔	۴۳۱
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایلاء فرمانے کا ذکر۔	۴۳۱
اپنی جانوں کو اور اہل وعیال کو دوزخ سے بچانے کا اور توبہ کرنے کا حکم۔	۴۳۳
قیامت کے دن اہل ایمان کا نور۔	۴۳۴
کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم۔	۴۳۴
حضرت نوح و لوط علیہما السلام کی بیویوں کا فرتھیں۔	۴۳۵
سورۃ الملک	۴۳۹
اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، سارا ملک اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اسی نے موت وحیات کو پیدا فرمایا تاکہ تمہیں آزمائے۔	۴۳۹
فائدہ۔	۴۴۱
کافروں کا دوزخ میں داخلہ، دوزخ کا غیظ وغضب، اہل دوزخ سے سوال وجواب اور ان کا اقرار کہ ہم گمراہ تھے۔	۴۴۲
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے بڑی مغفرت اور اجر کریم ہے۔	۴۴۳
کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا فرمایا۔	۴۴۹
اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے مسخر فرما دیا اسے قدرت ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا سخت آندھی بھیج دے، بندی پر جو پرندے اڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کا محافظ ہے۔	۴۴۳

مضامین	صفحہ
رحمٰن کے سوا تمہارا کون مددگار ہے؟ اگر وہ اپنا رزق روک لے تو تم کیا کر سکتے ہو؟	۴۴۵
جو شخص اوندھا منہ کے چل رہا ہو کیا وہ صراط مستقیم پر چلنے والے کے برابر ہو سکتا ہے؟	۴۴۵
اعضاء وجوارح کا شکر ادا کرو۔	۴۴۶
اللہ نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔	۴۴۶
منکرین کا سوال کہ قیامت کب آئے گی اور ان کا جواب۔	۴۴۷
اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک فرما دیں تو کون ہے جو کافروں کو عذاب سے بچائے گا۔	۴۴۷
اگر پانی زمین میں واپس ہو جائے تو اسے واپس لانے والا کون ہے؟	۴۴۸
فضیلت۔	۴۴۸
سورۃ القلم	۴۵۰
رسول اللہ ﷺ سے خطاب کہ آپ کیلئے بڑا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور آپ صاحب خُلق عظیم ہیں۔	۴۵۰
آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانئے وہ آپ سے مداہنت کے خواہاں ہیں۔	۴۵۳
ایک کافر کی دس صفات ذمیمہ۔	۴۵۳
ایک باغ کے مالکوں کا عبرت ناک واقعہ۔	۴۵۵
متقیوں کے لئے نعمت والے باغ ہیں اور مسلمین ومجرمین برابر نہیں ہو سکتے۔	۴۵۶
ساق کی تجلی اور منافقوں کی بری حالت۔	۴۵۷
مکذبین کے لئے استدراج اور ان کو مہلت۔	۴۵۸
آپ صبر کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے۔	۴۵۹

مضامین	صفحہ
کافر لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنی نظروں سے پھسلا کر گرا دیں۔	۴۶۰
سورۃ الحاقۃ	۴۶۱
کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت۔	۴۶۱
فرعون کی بغاوت اور ہلاکت۔	۴۶۲
حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا ذکر۔	۴۶۳
قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا' زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے' عرش الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے۔	۴۶۴
اعمال ناموں کی تفصیل اور دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملنے والوں کی خوشی۔	۴۶۶
بائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملنے والوں کی بدحالی۔	۴۶۵
کافروں کی ذلت۔	۴۶۵
دنیوی حسرتیں۔	۴۶۶
فائدہ۔	۴۶۶
مجرمین غسلین کھائیں گے۔	۴۶۶
قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے متقیوں کے لئے نصیحت ہے۔	۴۶۷
تنبیہ۔	۴۶۹
سورۃ المعارج	۴۷۱
قیامت کے دن کافروں کی بدحالی اور بے سروسامانی، ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔	۴۷۱
ہزار سال اور پچاس ہزار سال میں تطبیق۔	۴۷۳
قیامت کے دن ایک دوست دوسرے دوست کو نہ پوچھے گا، رشتہ داروں کو اپنی جان کے بدلہ عذاب میں بھیجنے کو تیار ہونگے۔	۴۷۳

مضامین	صفحہ
انسان کا ایک خاص مزاج گھبراہٹ اور کنجوسی، نیک بندوں کی صفات اور ان کا اکرام وانعام۔	۴۷۶
کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے باطل میں لگے رہیں' قیامت میں ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔	۴۸۰
سورۂ نوح	۴۸۳
حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب نعمتوں کی تذکیر، توحید کی دعوت' قوم کا انحراف اور باغیانہ روش۔	۴۸۴
فائدہ۔	۴۸۶
قوم کا کفر وشرک پر اصرار' حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا، وہ سب طوفان میں غرق ہوئے اور دوزخ میں داخل کر دیئے گئے۔	۴۸۷
فائدہ۔	۴۸۷
سورۃ الجن	۴۸۹
رسول اللہ ﷺ سے جنات کا قرآن سننا اور اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینا۔	۴۹۰
فائدہ۔	۴۹۴
توحید کی دعوت' کفر سے بیزاری' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا' نافرمانوں کے لئے دائمی عذاب ہے۔	۴۹۵
سورۃ المزمل	۴۹۷
رات کے اوقات میں قیام کرنے اور قرآن کریم ترتیل سے پڑھنے کا حکم' سب سے کٹ کر اللہ ہی کی طرف متوجہ رہنے کا فرمان۔	۴۹۷
رسول اللہ ﷺ کو صبر کرنے کا حکم' دوزخ کے عذاب کا تذکرہ، وقوع قیامت کے وقت زمین اور پہاڑوں کا حال۔	۵۰۱

مضامین	صفحہ
فرعون نے رسول کی نافرمانی کی' اسے سختی کے ساتھ پکڑ لیا گیا' قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا' قرآن ایک نصیحت ہے' جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔	۵۰۲
قیام لیل کے بارے میں تخفیف کا اعلان، اقامۃ الصلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا حکم۔	۵۰۳
سورۃ المدثر	۵۰۵
رسول اللہ ﷺ کو دینی دعوت کے لئے کھڑے ہو جانے کا حکم اور بعض دیگر نصائح کا تذکرہ۔	۵۰۵
مکہ معظمہ کے بعض معاندین کی حرکتوں کا تذکرہ اور اس کے لئے عذاب کی وعید' عذاب دوزخ کیا ہے؟	۵۰۷
دوزخ کے کارکن صرف فرشتے ہیں ان کی معینہ تعداد کافروں کے لیے فتنہ ہے رب تعالیٰ شانہ کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔	۵۱۰
دوزخیوں سے سوال کہ تمہیں دوزخ میں کس نے پہنچایا؟ پھر ان کا جواب' ان کو کسی کی شفاعت کام نہ دے گی یہ لوگ نصیحت سے ایسے اعراض کرتے ہیں' جیسے گدھے شیروں سے بھاگتے ہیں۔	۵۱۲
سورۃ قیامہ	۵۱۶
انسان قیامت کا انکار کرتا ہے تاکہ فسق و فجور میں لگا رہے' اسے اپنے اعمال کی خبر ہے اگرچہ بہانہ بازی کرے' قیامت کے دن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی۔	۵۱۶
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشفقانہ خطاب' آپ فرشتہ سے قرآن کو خوب اچھی طرح سن لیں پھر دہرائیں' ہم آپ سے قرآن پڑھوائیں گے اور بیان کروائیں گے۔	۵۱۹

مضامین	صفحہ
قیامت کے دن کچھ چہرے تو تازہ اور کچھ بدرونق ہوں گے' موت کے وقت انسان کی پریشانی۔	۵۲۰
انسان کی تکذیب کا حال اور اکڑفوں' کیا اسے پتہ نہیں کہ نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے' جس کی یہ تخلیق ہے کیا اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ فرما دے۔	۵۲۲
حدیث۔	۵۲۴
سورۃ الدھر	۵۲۵
اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا اور اسے دیکھنے والا بنایا اسے صحیح راستہ بتایا' انسانوں میں شاکر بھی ہیں کافر بھی ہیں۔	۵۲۵
کافروں کے عذاب اور اہل ایمان کے ماکولات' مشروبات اور ملبوسات کا تذکرہ۔	۵۲۷
حضرت رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم کہ آپ صبح شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجئے اور رات کو نماز پڑھیے اور دیر تک تسبیح میں مشغولیت رکھیے اور کسی فاسق یا فاجر کی بات نہ مانئے۔	۵۳۳
سورۃ المرسلٰت	۵۳۶
قیامت ضرور واقع ہوگی' رسولوں کو وقت معین پر جمع کیا جائے گا' فیصلہ کے دن کے لئے مہلت دی گئی ہے۔	۵۳۶
پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو' اللہ کی نعمتوں کی قدردانی کرو' جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔	۵۳۷
منکرین سے خطاب ہوگا ایسے سائبان کی طرف چلو جو گرمی سے نہیں بچاتا وہ بہت بڑے بڑے انگارے پھینکتا ہے' انہیں اس دن معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔	۵۳۸

مضامین	صفحہ
متقیوں کے سایہ چشموں اور میووں کا تذکرہ۔	۵۳۹
سورۃ النبا	۵۴۱
سورۃ النازعات	۵۴۹
سورۃ عبس	۵۵۹
سورۃ التکویر	۵۶۵
سورۃ الانفطار	۵۷۰
سورۃ المطففین	۵۷۳
سورۃ الانشقاق	۵۸۲
فائدہ۔	۵۸۴
سورۃ البروج	۵۸۶
سورۃ الطارق	۵۹۴
سورۃ الاعلیٰ	۵۹۸
سورۃ الغاشیہ	۶۰۳
سورۃ الفجر	۶۰۹
سورۃ البلد	۶۱۷
سورۃ الشمس	۶۲۲
سورۃ اللیل	۶۲۸
فائدہ۔	۶۳۲
فائدہ۔	۶۳۲
سورۃ الضحیٰ	۶۳۴
فائدہ۔	۶۳۷
سورۃ الم نشرح	۶۴۱
سورۃ التین	۶۴۵

مضامین	صفحہ
فائدہ۔	۶۴۸
سورۃ العلق	۶۴۹
فائدہ۔	۶۵۴
فائدہ۔	۶۵۴
سورۃ القدر	۶۵۵
لڑائی جھگڑے کا اثر۔	۶۵۷
شب قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح۔	۶۵۷
فائدہ۔	۶۵۸
فائدہ۔	۶۵۹
فائدہ۔	۶۵۹
سورۃ البینۃ	۶۶۰
سورۃ الزلزال	۶۶۴
فضیلت۔	۶۶۶
سورۃ العدیت	۶۶۸
سورۃ القارعہ	۶۷۱
سورۃ التکاثر	۶۷۴
فائدہ۔	۶۷۸
سورۃ العصر	۶۷۹
سورۃ الھمزۃ	۶۸۲
فائدہ۔	۶۸۴
سورۃ الفیل	۶۸۵
سورۃ قریش	۶۹۰
فائدہ۔	۶۹۱
سورۃ الماعون	۶۹۴
فائدہ۔	۶۹۷
سورۃ الکوثر	۶۹۸

مضامین	صفحہ
سورۃ الکفرون	۷۰۳
فی مدہ۔	۷۰۵
سورۃ النصر	۷۰۶
فضیلت۔	۷۰۸
سورۃ اللھب	۷۰۹
فی مدہ۔	۴۱۲
فی مدہ۔	۷۱۳
سورۃ الاخلاص	۷۱۵
فضائل۔	۷۱۸

مضامین	صفحہ
سورۃ الفلق	۷۲۰
سورۃ الناس	۷۲۰
فی مدہ۔	۷۲۸
استعاذہ کی ضرورت۔	۷۲۸
پریشانی کے وقت۔	۷۲۹
فرض نمازوں کے بعد۔	۷۲۹
رات میں فجر کی نماز۔	۷۲۹
رات کو سوتے وقت کرنے کا ایک عمل۔	۷۲۹
بیماری کا ایک عمل۔	۷۳۰
ضروری تنبیہ۔	۷۳۰

☆☆☆ ☆☆☆

(پارہ نمبر ۲۵)

الجزء ۲۵

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى

اسی کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جاتا ہے اور جو پھل اپنے خولوں سے نکلتے ہیں اور جو کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے

وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ

اور جو بچہ جنتی ہے یہ سب کے علم میں ہے۔ اور جس دن وہ پکارے گا کہاں ہیں میرے شرکاء وہ کہیں گے کہ ہم اعلان کیے تھے آپ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی

شَهِيْدٍ ۝ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝

بھی نہیں ہے اور جن سے پہلے وہ جن کو پکارتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے اور وہ لوگ یقین کریں گے کہ ان کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس دن مشرکین کی حیرانی و بربادی

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حوالہ کیا جاتا ہے یعنی قیامت کب واقع ہوگی اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ سورۃ اعراف میں فرمایا یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ (وہ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ کب ہے اس کا واقع ہونا آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے اس کو ظاہر نہیں فرمائے گا مگر وہی) ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس انسانی صورت میں آئے اور متعدد سوالات کئے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ قیامت کے بارے میں ارشاد فرمائیے وہ کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ (کہ جس سے دریافت کیا وہ دریافت کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں) یعنی اس معاملہ میں میں اور تم برابر ہیں نہ مجھے اس کے وقوع کا وقت معلوم ہے اور نہ تمہیں۔ پس اگر کسی سے پوچھا جائے کہ قیامت کب آئے گی تو یہی جواب دے دو کہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ ای اذا سئل عنها قیل اللّٰه تعالی یعلم او لا یعلمها الا اللّٰه عزوجل.

اس کے بعد بعض دیگر اشیاء کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جب درخت پر پھل آتے ہیں تو اولاً ایک غلاف کی سی صورت بنتی ہے۔ ابتداء میں پھل ذرا سا ہوتا ہے پھر بڑھتا رہتا ہے اور بڑھتے بڑھتے اپنے غلاف سے باہر آ جاتا ہے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی پھل اپنے غلاف سے باہر نکلتا ہے اور جس کسی عورت کو حمل قرار پاتا ہے اور جو بھی کوئی عورت بچہ جنتی ہے اللہ تعالیٰ کو ان سب کا علم ہے اس میں چند چیزوں کا ذکر ہے۔ دوسری آیات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

جو لوگ دنیا میں شرک کرتے ہیں دلائل قدرت کو دیکھ کر بھی توحید کے قائل نہیں ہوتے یہ لوگ قیامت کے دن حاضر ہوں گے ان سے اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کہ تم نے جو اپنے خیال میں شرکاء بنا رکھے تھے وہ کہاں ہیں وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہم آپ کو خبر دے رہے ہیں کہ یہاں اس وقت ہم میں کوئی بھی اس بات کی گواہی دینے والا نہیں کہ آپ کا کوئی شریک تھا دنیا میں تو پوری ضد کے ساتھ شرک کرتے تھے

اور جب سمجھ پا جاتا تھا تو حق نہیں مانتے تھے لیکن میدان قیامت میں شرک سے منکر ہو جائیں گے اور یوں کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اور جب یہ سمجھ میں گے کہ انکار کچھ فائدہ نہیں دے سکتا تو اقراری ہو کر یوں کہیں گے هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنُكَ کہ یہ وہ ہیں جن کی ہم آپ کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے۔

میدان قیامت میں وہ سب غائب ہو جائیں گے جن کی عبادت کرتے تھے اور ان سے جو مدد کی امید رکھتے تھے وہ کوئی بھی مدد نہ پہنچا سکیں گے۔ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (اور یقین کر لیں گے کہ ان کے لئے بھاگنے کا کوئی موقع نہیں)۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ

انسان خیر کی دعا کرنے سے نہیں تھکتا اور اگر اسے تکلیف پہنچ جائے تو پوری طرح ناامید ہو جاتا ہے اور تکلیف پہنچ جانے سے

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ

بعد اگر ہم اسے اپنی رحمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چاہئے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر میں

رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ

اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھلائی ہوگی سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم ضرور انکے عمل سے انہیں باخبر کریں گے اور ہم انہیں ضرور

مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ

سخت عذاب چکھائیں گے اور جب ہم انسان پر نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور ایک جانب کو دور چلا جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو وہ

دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝

لمبی دعا والا ہو جاتا ہے۔

انسان کا حُبِّ دنیا اور ناشکری کا مزاج اور وقوع قیامت کا انکار

ان آیات میں انسان کا ایک مزاج بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ انسان برابر اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کرتا ہے، مال بھی مانگتا ہے اور صحت بھی اور دوسری چیزیں بھی جب تک یہ چیزیں پاس رہتی ہیں تو خوب خوش رہتا ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچ جائے مریض ہو جائے تنگ دستی آ جائے تو اس پر ناامیدی چھا جاتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ بس اب تو میں مصیبت ہی میں رہوں گا کبھی میری حالت ٹھیک ہونے والی نہیں (یہ ان لوگوں کا حال ہوتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نہیں پڑھا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر عمل نہیں کیا نیک بندوں کی صحبت نہیں اٹھائی)۔

پھر فرمایا کہ اگر ہم انسان کو اپنی رحمت چکھا دیں خیر اور عافیت اور مالداری سے نوازیں اس کے بعد کہ اسے تکلیف پہنچ چکی تھی تو کہتا ہے کہ ہاں مجھے یہ چاہئے اور میں اس کا حق دار ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جو نعمت ملی اسے اللہ کا فضل نہیں بلکہ اپنے ہنر کا نتیجہ سمجھتا ہے جیسا کہ قارون نے کہا تھا اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ (یہ تو مجھے میرے علم کی وجہ سے دیا گیا) حالت ٹھیک ہوتی ہے اور مال مل جاتا ہے تو انسان قیامت ہی کا منکر ہو جاتا ہے کہ میرے خیال میں تو قیامت آنے والی نہیں ہے اور اگر بالفرض قیامت آ ہی گئی اور میں اپنے رب کی طرف

بنا دیا گیا تو میں وہاں بھی عزت اور کرامت سے نوازا جاؤں گا جیسا کہ دنیا میں مجھے نوازا گیا ہے وہاں بھی میرا حال اچھا ہوگا میں دنیا میں بھی اچھی حالت کا مستحق ہوں اور آخرت میں بھی یعنی یہ ناشکرا انسان یہ نہیں مانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فضل فرمایا ہے دنیا اور آخرت میں اچھی حالت میں رہنے کو اپنا ذاتی استحقاق مانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کو ہم ان کے اعمال سے باخبر کر دیں گے اور بتا دیں گے کہ تم نے غلط سمجھا تھا تم اپنے اعمال کے اعتبار سے عزت اور کرامت کے مستحق نہیں ہو ذلت اور اہانت کے مستحق ہو۔ ولنذیقنھم من عذاب غلیظ (اور ہم انہیں ضرور ضرور سخت عذاب چکھائیں گے) اس وقت جھوٹی باتوں اور جھوٹے دعووں کا پتہ چل جائے گا۔

اس کے بعد انسان کے مزاج کی ایک حالت بتائی اور وہ یہ کہ جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں یعنی جب اسے نعمتیں دیتے ہیں تو تکبر کے انداز میں ایک طرف کو دور چلا جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوتا یہ مال اور نعمتیں جو موجب شکر تھیں ان کو تکبر کا ذریعہ بنا لیتا ہے نعمتوں کے زمانے میں اس کا یہ حال ہوتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو لمبی چوڑی[1] دعائیں کرنے لگتا ہے انسانوں کا جو حال ان آیات میں بیان فرمایا ہے عموماً مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو ... ہے

شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ

مخالفت میں بڑھ گیا۔ ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور ان کے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ شبہ

الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ

وہ حق ہے کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے خبردار وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے

لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝ ع

شک میں ہیں خبردار یہ میں شک نہیں کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

منکرین کو قرآن حکیم کے بارے میں غور و فکر کی دعوت، اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے

سورہ حم سجدہ ختم ہو رہی ہے۔ شروع سورت میں قرآن مجید کی تنزیل اور تفصیل بیان فرمائی اور درمیان میں بھی قرآن مجید کی توصیف فرمائی اب آخر میں ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے مخاطبین سے فرما دیجئے کہ تم عقلمندوں کے طریقے پر سوچو اور اپنے نفع نقصان کو سمجھو یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے میرا یہ دعویٰ ہے اور دلیل سے ثابت ہو چکا تم اس کے منکر ہو اب تم غور کرلو اور سوچ کر بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہوا (یعنی آخرت میں اسکا من عند اللہ ہونا ثابت ہو گیا اور تم اس کا انکار کر بیٹھے تو یہ مخالفت تم پر کس قدر بھاری پڑے گی تم مناوی وجہ سے آج اس کے منکر ہو رہے ہو اور یہ صریح گمراہی ہے۔ بتاؤ اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو حق سے دور ہوتا چلا جائے جو شخص حق سے

---

[1] (فی صحیح لروح وصف الدعاء بما ذکر یستلزم عظم الطول ایضا لانه لا بدات یکون ارید من العرض والا لم یکن طولا)

دور ہو گا وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو گا آخرت میں پہنچنے سے پہلے اسی دنیا میں غور کرو اور اپنے انکار کا آپ ہی خود سوچ لو۔) سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ (ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور ان کے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے) آفاق جمع ہے افق کی افق کنارے کو کہتے ہیں اس سے آسمان اور زمین کے کنارے چاند سورج ستارے اشجار و انہار مراد ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے امم سابقہ کے واقعات مراد ہیں یعنی زمین میں جو سفر کرتے ہیں اور ہلاک شدہ اقوام کے کھنڈروں پر گزرتے ہیں یہ بھی آفاق میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں دکھادیں گے اور ان کے نفسوں میں بھی انسانوں کے نفسوں میں جو امراض آتے رہتے ہیں اور حالات بدلتے رہتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے یہ سب چیزیں سامنے آتی رہیں گی سمجھ دار انسان کا کام ہے کہ وہ آیات آفاقیہ سے بھی عبرت حاصل کرلے اور آیات انفسیہ سے بھی۔

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ (یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ قرآن حق ہے) قرآن کا حق ہونا سمجھداروں پر ظاہر ہو گیا' ماننا نہ ماننا اور بات ہے دشمن بھی جانتے ہیں' گو مانتے نہیں۔

اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ؕ (کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے) اس نے آپ ﷺ کی رسالت کی بار بار گواہی دے دی ہے آپ ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ کا گواہی دینا کافی ہے آپ ان لوگوں کے انکار اور عناد سے مغموم نہ ہوں۔

اَلَاۤ اِنَّهُمْ (الایۃ) خبردار یہ لوگ آپ کے رب کی ملاقات کی طرف سے شک میں پڑے ہیں انہیں وقوع قیامت کا یقین نہیں اس لئے انکار پر کمر باندھ رکھی ہے لیکن یہ نہ سمجھیں کہ ان کی حرکتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہے وہ ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے لہٰذا وہ ان کی حرکتوں اور کرتوتوں پر سزا دے گا۔

وھذا آخر ما یسر اللّٰہ تعالی لنا فی تفسیر سورۃ حمٓ السجدۃ لیلۃ الثانی والعشرین فی محرم الحرام سنۃ ۱۴۱۸ھ من ھجرۃ سید الانام البدر التمام صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم الی یوم القیام وعلی الہ واصحابہ البررۃ الکرام.

☆☆☆ ..... ☆☆☆

مکی	سورۃ الشوریٰ	۵۳ آیتیں ۵ رکوع

آیاتہا ۵۳ | (۴۲) سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ (۶۲) | رکوعاتہا ۵

سورۃ شوریٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تریپن (۵۳) آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ كَذٰلِكَ يُوْحِيْۤ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ اسی طرح وحی بھیجتا ہے آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے اللہ زبردست ہے

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

اسی کے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ بلند ہے بڑا ہے قریب ہے کہ آسمان

مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ

اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں

اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ

خبردار اللہ ہی مغفرت کرنے والا ہے اللہ جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز تجویز کر رکھے ہیں وہ ان کا

عَلَيْهِمْ ۣ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ

نگہبان ہے آپ ان کے ذمہ دار نہیں اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن عربی کی وحی بھیجی تاکہ آپ ام القریٰ

اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝

اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں

وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ

اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا اور وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے اور ظالموں کے

مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ

کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مدد گار۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے

وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ع ۱

اللہ تعالیٰ عزیز ہے، حکیم ہے، علی ہے، عظیم ہے، غفور ہے، رحیم ہے

یہ سورۃ الشوریٰ کے پہلے رکوع کا ترجمہ ہے جو سات آیات پر مشتمل ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات جلیلہ بیان فرمائی ہیں پہلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے فرمایا کہ جس طرح یہ سورت اپنے فوائد پر مشتمل ہو کر آپ کی طرف نازل کی جا رہی ہے اسی طرح آپ پر دوسری سورتوں کی بھی وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تھے ان پر وحی کی گئی یہ وحی اللہ تعالیٰ نے بھیجی جو عزیز یعنی زبردست اور غالب ہے اور حکیم یعنی حکمت والا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے اس کی مخلوق اور مملوک بھی ہے وہ برتر ہے اور عظیم الشان ہے تکادُ السمٰوٰتُ (الآیۃ) (کچھ بعد نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں) اس میں مشرکین کی حرکت بد کی شناعت اور قباحت بیان فرمائی ہے کیونکہ آگے مشرکین کے شرک کا ذکر آ رہا ہے اس سے پہلے ہی ان کی تردید فرما دی اور یہ ایسا ہی ہے جیسے سورۂ مریم میں فرمایا وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا ۝ لقد جئتم شیئًا اِدًّا ۝ تکادُ السمٰوٰتُ یتفطّرْنَ منهُ وتنشقُّ الارضُ وتخرُّ الجبالُ هدًّا ۝ ان دعوا للرحمٰن ولدًا (اور کہتے ہیں کہ رحمن اولاد رکھتا ہے یہ تو تم ایک بھاری بات لائے کہ عجب نہیں آسمان پھٹ پڑیں اس کے باعث اور زمین شق ہو جائے اور گر پڑیں پہاڑ ٹوٹ کر کہ ثابت کیا رحمن کے لئے فرزند) آیت کی یہ تفسیر صاحب معالم التنزیل نے اختیار کی ہے بعض دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بہت بڑی کثیر تعداد میں ہیں وہ آسمانوں میں سجدہ کئے ہوئے پڑے ہیں اور بہت سے فرشتے دوسرے کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان فرشتوں کا بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ اس کی وجہ سے آسمانوں کا پھٹ پڑنا کوئی بعید بات نہیں آیت کا یہ معنی لینا بھی بعید نہیں ہے چونکہ اس کے بعد فرشتوں کی تسبیح و تحمید کا ذکر ہے اس لئے اس کا یہ معنی بھی مرتبط ہوتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اطّت السماء وحق لها ان تاط والذی نفسی بیده ما فیها موضع اربع اصابع الّا وملک واضع جبهته ساجد للّٰه (آسمان چرچرا رہا ہے اور لازم ہے کہ وہ ایسی آوازیں نکالے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں فرشتے نے سجدہ میں اپنی پیشانی نہ رکھی ہو) (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ کما فی المشکوٰۃ ص ۴۵۷) اور من فوقهنّ جو فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ آسمان پھٹنا شروع ہوں تو اوپر سے پھٹیں گے۔ پہلے سب سے اوپر والا آسمان پھر اس سے نیچے والا پھر اس سے نیچے والا۔ والملٰئکۃ یسبّحون بحمد ربّهم (اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی شان عالی کے لائق نہیں ان سے اس کی تنزیہ اور پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کی صفات عالیہ بیان کرتے ہیں جن سے وہ متصف ہے تفسیر قرطبی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ تسبیح کا مطلب یہ ہے کہ وہ تعجب سے سبحان اللہ کہتے ہیں کہ

مشرکین کو یہ ہو گیا وحدہ لاشریک کے ساتھ غیروں کو شریک کرتے ہیں اور خالق جل مجدہ کی ناراضگی اپنے سر لیتے ہیں)۔

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ (اور زمین والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں) یعنی اہل ایمان جو دنیا میں بستے ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ **اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ** (خبردار اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ غفور ورحیم ہے) اس کے بعد مشرکین کا تذکرہ فرمایا کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے لئے کارساز بنا لئے یعنی یہ لوگ جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا نگران ہے یعنی ان کے اعمال سے باخبر ہے وہ ان کو سزا دے گا اور آپ ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا سزا دے دیگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے آپ کو یہ قرآن وحی کے ذریعہ عربی زبان میں بنا کر بھیجا تاکہ آپ اُمّ القریٰ یعنی مکہ والوں کو ڈرائیں (جو آپ کے اولین مخاطب ہیں) اور ان لوگوں کو بھی ڈرائیں جو مکہ کے چاروں طرف رہتے ہیں یعنی دیگر اہل عرب ان سب کو کفر کی سزا سے ڈرائیں اور بتادیں کہ اگر ایمان نہ لائیں تو اس کی سخت سزا ہے اور آپ سب وقتاً فوقتاً ان سے بھی ڈرائیں اس سے قیامت کا دن مراد ہے جس کے واقع ہونے میں شک نہیں اس دن بندوں کے درمیان فیصلے کئے جائیں گے اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا اس کے بعد کے فیصلہ دو ہی رہ سکتے ہیں پہلے سے اس کا فیصلہ ہے **فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ** (ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں ہوگا) یہ اجمالی فیصلہ دنیا میں سنا دیا ہے اور قیامت کے دن ہر فریق کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر دوزخ میں چلے جائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا **وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ** (الآیۃ) یعنی یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا یعنی سب اہل ایمان ہی ہوتے وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے اپنی حکمت کا تقاضا ہے کہ اس دنیا میں اہل ایمان بھی رہیں اور اہل کفر بھی سورۂ الم سجدہ میں فرمایا **وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا** (اگر ہم چاہتے ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے)۔

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (اور ظالموں کیلئے کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے) اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت اپنی جگہ ہے لیکن انسانوں کو ہوش اور گوش اختیار دیا ہے اور ایمان و کفر کا فرق بتا دیا ہے اور دونوں کی جزا و سزا بھی بتا دی ہے اس لئے قیامت کے دن اپنے اختیار و خط استعمال کرنے کی وجہ سے پکڑے جائیں گے۔ خود شرک ظلم ہے۔ جب ظلم کی سزا ملے گی تو کوئی بھی حمایتی اور مددگار نہ ملے گا۔

مشرکین کی تردید اس کے بعد شرک کا ابطال کیا اور اس کی قباحت بیان فرمائی اور فرمایا **اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ** (کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کارساز بنا لئے) یہ انہوں نے برا کیا **فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ** (کارساز اللہ ہی ہے) **وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى** (اور وہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے) اس کے سوا کسی کو اس کی قدرت ہی نہیں **وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** اور نہ صرف یہ کہ وہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے بلکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو قادر مطلق ہے اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو کارساز بنانا حماقت کی بات ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ

اور جس کسی چیز میں تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے یہ اللہ میرا رب ہے میں نے اس پر بھروسہ کیا اور

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ

اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہیں میں سے جوڑے بنائے

الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ

(موشیوں میں سے جوڑے بنائے وہ تمہیں اور (تم میں پیدا فرماتا ہے) اس جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے) اسی کے اختیار میں ہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(آسمانوں اور زمین کی کنجیاں، وہ رزق بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تم جس چیز میں اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے اس نے تمہارے جوڑے پیدا فرمائے

تفسیر ان آیات میں اللہ جل شانہ کی صفات جلیلہ عظیمہ بیان فرمائی ہیں پہلے تو یہ فرمایا کہ تم جن چیزوں میں اختلاف کرتے ہو انہیں اللہ ہی کی طرف لوٹاؤ یعنی اس کی کتاب جو فیصلہ دے اسے مان لو اور اسی کے مطابق عمل کرو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ فرما دیں کہ اللہ ہی میرا رب ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توحید کی دعوت دینے میں تمہاری طرف سے کسی تکلیف کے پہنچ جانے سے میں نہیں ڈرتا۔

مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے اس کی تخلیق میں کوئی بھی شریک نہیں ہے اور اس نے تم کو بھی پیدا فرمایا ہے تمہاری جانوں سے تمہارے جوڑے بنائے ہیں یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے لے کر آج تک جو نسل بنی آدم پیدا ہو رہے ہیں اور جو پیدا ہوں گے ان میں یہ سلسلہ رہا ہے کہ مرد بھی پیدا فرمائے ہیں اور عورتیں بھی مردوں سے جوڑے ہیں اور عورتیں مردوں کے۔ اسی طرح اس نے مویشیوں میں بھی کئی قسمیں پیدا فرمائی ہیں اور ان میں بھی نر و مادہ پیدا کئے جن سے ان کی نسلیں چل رہی ہیں۔

يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ (اور اس تخلیق کے ذریعے تمہاری تکثیر فرماتا ہے) اور اس کی قدرت سے تمہاری نسلیں چلتی ہیں۔

قال القرطبی ای یخلقکم ویبثکم "فیه" ای فی الرحم، وقیل فی البطن، وقال الفراء وابن کیسان "فیه" بمعنی به وکذلک قال الزجاج معنی "یذرؤکم فیه" یکثر کم به، ای یکثر کم بهذا الخلق یجعلکم أزواجا، ای حلائل، لانهن سبب النسل، وقیل ان الهاء فی "فیه" للجعل ودل علیه جعل فکانه قال یخلقکم ویکثر کم فی الجعلة

(علامہ قرطبی کہتے ہیں یعنی تمہیں پیدا کرتا ہے اور ماں کے رحم میں پرورش دیتا ہے اور بعض نے کہا "فیه" سے مراد ہے پیٹ میں فراء اور ابن کیسان نے کہا ہے "فیه" "به" کے معنی میں ہے اور اس طرح زجاج کہتے ہیں۔ "یذرء کم فیه" کا معنی تمہیں اس کے ذریعے بڑھاتا ہے یعنی تمہیں خود جوڑے بنا کر بڑھاتا ہے کیونکہ بیویاں نسل کا سبب ہیں بعض نے کہا "فیه" میں "ھا" "جعل" کے معنی میں ہے اور جعل اس پر دلالت کرتا ہے گویا کہ فرمایا وہ تمہیں پیدا کرتا ہے اور بنانے میں تمہیں زیادہ کرتا ہے)

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ (اللہ کی طرح کوئی بھی چیز نہیں ہے) خالق حقیقی شانہ ہی کا ہو حقیقی ہے وہ ہمیشہ سے ہے جس کی ولی ابتداء نہیں وہ ہمیشہ رہے گا جس کی کوئی انتہا نہیں ہے وہ اپنی ذات اور صفات میں تنہا ہے بے مثال ہے اس کی ذات کی طرح کوئی ذات نہیں اس کی صفات کی طرح کسی کی صفات نہیں۔ صفات کے اعتبار سے اگر کوئی لفظ کسی کے لئے بول دیا گیا ہے تو وہ محض اشتراک لفظی کے اعتبار سے ہے حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بھی متوحد اور یکتا ہے اور اپنی صفات میں بھی منفرد ہے اور اپنے اسماء میں بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف تجسیم کی نسبت کرتے ہیں یا اس کے لئے مکان اور زمان اور جہت تجویز کرتے ہیں اور جو اسے تشبیہ اور تعطیل سے متصف کرتے ہیں وہ سب مراد ہیں خالق شانہ کی توحید سے منکر ہیں خالق اور مخلوق کی صفات میں کوئی مشابہت نہیں۔ قال القرطبی والذی یعتقد فی هذا الباب ان اللّٰه جل اسمه فی عظمته وکبریائه وملکوته وحسنی أسمائه وعلی صفاته لایشبه شیأ من محلوقاته ولا یشبه به فلا تشابه بینهما فی المعنی الحقیقی اذ صفات القدیم جل وعز بخلاف صفات المحدوث اذ صفاتهم لا

تنفک عن الاغراض والاعراض' وهو تعالیٰ منزه عن ذلک' بل لم یزل باسمائه وبصفاته علی ما بیناه فی (الکتاب الاسنی فی شرح اسماء اللّٰه الحسنی) وکفی فی هذا قوله الحق لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ. وقد قال بعض العلماء المحققین التوحید اثبات ذات غیر مشبهة للذوات ولا معطلة من الصفات وراد السیوطی رحمه اللّٰه بیانا فقال. لیس کذاته ذات' ولا کاسمه اسمٌ ولا کفعله فعل' ولا کصفته صفة الامر جهة موافقة اللفظ' وجلت الذات القدیمة ان یکون لها صفة حدیثة کما استحال ان یکون للذات المحدثة صفة قدیمة وهذا کله مذهب أهل الحق والسنة والجماعة رضی اللّٰه عنهم ۔ (علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں اس باب میں جو اعتقاد رکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام بزرگی والا ہے اپنی عظمت و کبریائی اور مالکیت میں اور اپنے اسماء حسنیٰ میں اور اپنی صفات میں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مخلوقات کے بالکل مشابہ نہیں ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے مشابہ ہے بہذا حقیقت کے لحاظ سے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے کہ قدیم ذات کی صفت بلند ہیں اور بزرگی والی ہیں بخلاف مخلوق کی صفات کے کیونکہ مخلوق کی صفت تو اغراض اور اعراض سے جدا نہیں ہو سکتیں اور اللہ تعالیٰ اعراض و اغراض سے منزہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تو قدیم ہیں جیسا کہ ہم نے (کتاب الاسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ میں بیان کیا ہے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی حق ذات کا یہ ارشاد کافی ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ بعض محققین علماء نے کہا ہے توحید ایسی ذات کے یقین سے مان لینے کا نام ہے کہ جو ذات کسی اور ذات کے مشابہ نہیں ہے اور کسی صفت سے معطل ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے ایک بیان کا اضافہ کیا ہے کہتے ہیں اللہ کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں ہے نہ اس کے نام جیسا کوئی نام ہے اور نہ اس کے فعل جیسا کوئی فعل ہے اور نہ اس کی صفت جیسی کوئی صفت ہے مگر صرف لفظی موافقت۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند ہے کہ اسکی کوئی صفت نئی پیدا شدہ ہو جیسا کہ یہ محال ہے کہ کسی فانی ذات کی کوئی قدیم صفت ہو یہ اہل حق اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے)

وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔ (اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے وہ ہر بات کو سنتا ہے ہر چیز کو دیکھتا ہے)

اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔ (آسمانوں اور زمین کی کنجیاں) یعنی سارے خزانوں کا وہی مالک ہے یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ۔ (وہ پھیلا دیتا ہے رزق جس کے لئے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے) جس کے لئے چاہے اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (بے شک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے)۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِیْمَ

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مشروع فرمایا ہے جسکی اس نے نوح کو وصیت فرمائی اور جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجا اور ہم نے جسکی وصیت کی ابراہیم کو

وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ؕ كَبُرَ عَلَی الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ

اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو مشرکین کو وہ بات گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ

اِلَیْهِ ؕ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۝ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا

نہیں بلاتے ہیں (اللہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دے دیتا ہے اور یہ لوگ متفرق نہیں ہوئے مگر

جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ

ضد اضدی میں اسکے بعد کہ انکے پاس علم آ گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے وقت معین تک ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو انکے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ۝

اور بلاشبہ ان کے بعد جنہیں کتاب دی گئی وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مشروع فرمایا ہے جس کی وصیت فرمائی نوح اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو

تفسیر اللہ تعالیٰ کی توحید اور فرمانبرداری اور اس کے رسولوں اور کتابوں اور فرشتوں اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان لانا یہ اصل دین ہے اور یہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ہے اور ان امور پر متفق ہوتے ہوئے مسائل فرعیہ متعلقہ عبادات اور معاشرت وغیرہ میں اختلاف رہا ہے اس بات کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے اسی دین کو مشروع یعنی مقرر فرمایا جس کی نوح کو وصیت کی اور جس کی ہم نے ابراہیم و موسیٰ کو اور عیسیٰ کو وصیت کی اور یہی دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کے ذریعہ بھیجا سو یہی دین برقرار رہا سو یہی دین ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دعوت دیتے رہے حتیٰ کہ آخر الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی (اللہ تعالیٰ نے آپ دین کامل عطا فرمایا ہے جو عقائد سے تمہارے ان انبیائی عقائد پر مشتمل ہوتے ہوئے جو انبیاء سابقین علیہم السلام کے تھے انسانی زندگی کے مشترکہ اعمال و اخلاق و آداب پر مشتمل ہے)۔

ان اقیموا الدین کے ساتھ ولا تتفرقوا فیہ بھی فرمایا۔ جس کا معنی یہ ہے کہ دین کو قائم رکھو اس میں تبدیلی نہ کرو یعنی یہ نہ کرو کہ کسی بات پر ایمان لائے کسی پر نہ لائے اور کسی بات کو مانا اور کسی کو نہ مانا (بنی اسرائیل ایسا کیا کرتے تھے جنہیں تنبیہ فرمائی تھی افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ۔)

مشرکین کو آپ ﷺ کی دعوت ناگوار ہے: کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ مشرکین کو یہ بات بہت گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں۔ ان کو ناگوار گزرنے کی وجہ طرح طرح سے تھی اول اس طرح کہ مشرکین نے توحید و اخلاص اور عقائد حقہ کو چھوڑ دیا تھا اور بہت سے باطل عقائد اختیار کر لئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب توحید کی دعوت دی تو انہیں بڑی ناگوار گزری اور بری لگی۔ دوسری بات یہ تھی کہ وہ لوگ یوں کہتے تھے کہ اللہ نے آپ ہی کو نبی کیوں بنایا ہم میں سے کسی مالدار کو نبی بنانا چاہئے تھا۔ اسکے جواب میں فرمایا۔

اللہ جسے چاہتا ہے اپنا بنا لیتا ہے: اللہ یجتبی الیہ من یشآء ط ہدایت دینے کے لئے جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے یعنی یہ نہیں ہوتا کہ کوئی فضیلت کسی کو دینا ہو اس کیلئے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ ویھدی الیہ من ینیب ط (اور جو شخص اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے اسے اپنا راستہ بتا دیتا ہے) یعنی اسے ہدایت دے دیتا ہے اور طریق سے بعد ایسی ان اعتصاب بھی فرما دیتا ہے یعنی قبول ہدایت کی توفیق دے دیتا ہے۔

علم آنے کے بعد لوگ متفرق ہوئے: وما تفرقوا الا من بعد ما جآءھم العلم اور لوگ ضد اضدی کے باعث اس کے بعد متفرق ہوئے جبکہ ان کے پاس علم آچکا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ قریش مکہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ آرزو کرتے تھے کہ ان کی طرف کوئی نبی بھیجا جائے اور قسمیں کھاتے تھے کہ ہمارے پاس کوئی نبی آئے گا تو ہم پرانی امتوں سے بڑھ کر ہدایت والے ہوں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو منکر ہو گئے آپس کی ضد اضدی نے ان کے فرقے بنا دیئے چھ لوگوں نے ایمان قبول کیا اور چھ لوگ کفر و شرک پر تنے رہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب مراد ہیں یہودیوں کو حسد کھا گیا اور جانتے بوجھتے ایمان نہ لائے اور نصاریٰ بھی انہیں کی راہ پر چل پڑے ان لوگوں کا متفرق ہونا اور رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ کے بیان میں اور اظہار حجت میں کوئی کمی تھی، حب دنیا اور مال و جاہ کی طلب نے انہیں ایمان سے روکا (ھذا ما ذکرہ القرطبی (ص ۱۲ ج ۱۶) وذکر قولا ثالثا وقال قیل امم الانبیاء المتقدمین فانھم فی بینھم اختلفوا لما طال بھم المدی فامن قوم وکفر قوم ۱۲)۔ (یہ وہ ہے جو علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے اور ایک تیسرا قول بھی ذکر فرمایا کہ بعض نے کہا ہے سابقہ انبیاء کی امتوں میں اختلاف ہوا جب لمبا عرصہ گزرا تو ایک گروہ ایمان لایا اور ایک کافر ہو گیا)

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِىَ بَيْنَهُمْ ط (اور اگر آپ کے رب) کی طرف سے پہلے سے بات طے نہ کی جاتی (یعنی یہ فیصلہ نہ ہو گیا ہوتا کہ انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے دنیا میں عذاب نہیں دیں تو اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا یعنی عذاب آ چکا ہوتا) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اجل مسمی سے دنیا میں عذاب آنے کا مقررہ وقت مراد ہے اگر اتنے تک عذاب رکا رہا پھر جب اجل مسمی آ گئی تو عذاب بھی آ گیا کما کان فی بدر۔ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ط (اور بلاشبہ جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے) علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں جنہیں ان لوگوں کے بعد کتاب دی گئی جو حق میں ان سے پہلے اختلاف کر چکے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ اورثوا الکتب سے قریش مراد ہیں جن کے پاس قرآن مجید آیا اور من بعدھم سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں اور منہ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

سو آپ اسی کی طرف بلائیے اور جیسا آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہئے، اور ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے، اور آپ فرمائیے کہ اللہ نے جو کتابیں

مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ

نازل فرمائی میں ان پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِى اللّٰهِ

ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں اللہ ہمیں اور تمہیں جمع فرمائے گا۔ اور اسی کی طرف جانا ہے اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے

مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝

ہیں رہتے ہیں اس کے بعد کہ اس کی دعوت کو مان لیا گیا ہے ان کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب اور ان کے لئے سخت عذاب ہے

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ۝

اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اور میزان کو نازل فرمایا اور آپ کو کیا پتہ ہے عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ

اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ

وہ حق ہے خبردار اس میں شک نہیں کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اللہ بندوں پر مہربان

بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ ع ۲

ہے وہ رزق دیتا ہے جسے چاہے اور وہ قوی ہے، عزیز ہے۔

استقامت اور عدل کا حکم' کافروں سے براءت کا اعلان

اوپر جس دین کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے اس کی نوح اور ابراہیم اور موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کو وصیت کی اور آپ کی طرف اس کی وحی بھیجی اسی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ آپ اسی کی طرف دعوت دیتے رہیں اور آپ کو جس طرح حکم دیا گیا ہے اسی طرح مستقیم رہیں اور مشرکین کی خواہشوں کا اتباع نہ کریں۔ انہیں آپ کا دین ناگوار ہے اور یہ بھی ناگوار ہے کہ آپ انہیں دین توحید کی دعوت دیں اگر آپ کی دعوت میں ذرا سی بھی چپ آئی اور ان کی کسی بات کو مان لیا تو استقامت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

مزید فرمایا کہ آپ ان کو بتادیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی کتابیں نازل فرمائی ہیں سب پر ایمان لاتا ہوں (جن میں قرآن مجید بھی ہے) اور ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ تم سے کوئی بات کہوں اور خود عمل نہ کروں اور تمہیں تکلیف میں ڈالوں اور خود آزاد رہوں (لہٰذا تم میری بات مانو) اسے وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ میں بیان فرمایا۔

اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ (اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے) جب سب اسی کے بندے ہیں تو لازم ہے کہ سب ایمان لائیں اور اس کے بھیجے ہوئے دین کا اتباع کریں اگر تم نہیں مانتے تو دیکھ لو سامنے آخرت کا دن بھی ہے سب اپنے اپنے اعمال لے کر حاضر ہوں گے ہمیں جو کچھ پیغام پہنچانا تھا پہنچا دیا' ہمارا کام پورا ہو گیا اب ہمارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع فرمائے گا اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے وہ اصحاب توحید کو جزا دے گا اور اصحاب شرک کو سزا دے گا ہم اظہار حق اور دعوت توحید کے سوا کیا کر سکتے ہیں نہ ماننے کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔

معاندین کی دلیل باطل ہے: ..... وَالَّذِیْنَ یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰهِ (الآیات) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں یعنی اس کے بھیجے ہوئے دین کو قبول کرنے میں حجت بازی کر رہے ہیں حالانکہ بہت سے عقل و فہم والے لوگوں نے اسے مان لیا ہے ان جھگڑا کرنے والوں کی دلیلیں باطل ہیں ان کی کوئی دلیل ایسی نہیں جو توحید کے خلاف عقیدہ رکھنے کو ثابت کر دے اگرچہ وہ اپنی جہالت سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری دلیل کام دینے والی ہے لیکن جب بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اس وقت پتہ چل جائے گا کہ ان کی دلیل باطل تھی اسی باطل پر بھروسہ کئے رہے اور دنیا میں کفر و شرک پر جمے رہے اللہ تعالیٰ کا ان پر بڑا غصہ ہے اور قیامت کے دن سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے

مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ میں یہ بتایا کہ اللہ کے نبی نے جو توحید کی دعوت دی بہت سے لوگوں نے اسے قبول کیا آپ کے معجزات دیکھ کر دین اسلام میں داخل ہو گئے۔ معاندین کو بھی غور کرنا چاہئے کہ جن لوگوں نے توحید کی دعوت قبول کر لی ہے کوئی دیوانے تو نہیں ہیں یہ بھی تو سمجھدار ہیں ہم ہی کو ضد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ قال فی معالم التنزیل ای استجاب له الناس فاسلموا و دخلوا فی دینه لظهور معجزته ط

اللہ تعالیٰ نے کتاب کو اور میزان کو نازل فرمایا: ..... اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ ؕ (اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتابیں نازل فرمائیں اور میزان کو نازل فرمایا) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ میزان سے عدل و انصاف مراد ہے کیونکہ میزان یعنی ترازو عدل و انصاف کا آلہ ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ میزان سے ترازو ہی مراد ہے کیونکہ اس کے ذریعے وزن کیا جاتا ہے اور کمی بیشی کا پتہ چلایا جاتا ہے۔

عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو: وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ۔ (اور آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو) اس میں بظاہر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب ہے لیکن واقعی طور پر ہر مکلف اس کا مخاطب ہے ہر شخص فکر مند ہو کہ قیامت آنے پر میرا کیا بنے گا، عقائد اور اعمال کا حساب ہوگا تو میں کن لوگوں میں ہونگا۔ قیامت کی تاریخ نہیں بتائی گئی ہو سکتا ہے کہ عنقریب ہی واقع ہو جائے لہٰذا ہر وقت فکر مند ہونا چاہئے۔

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا۔ (جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے وہ قیامت آنے کی جلدی مچاتے ہیں) چونکہ اس کے آنے کا یقین نہیں ہے اس لئے بار بار یوں کہتے ہیں وہ کیوں نہیں آجاتی، جلدی آجانی چاہئے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ۔ (اور جو لوگ ایمان لائے وہ وقوع قیامت سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ حق ہے) أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ۔ (خبردار جو لوگ شک کرتے ہیں قیامت کے بارے میں وہ دور کی گمراہی میں ہیں) دلائل کے قائم ہو جانے کے باوجود بھی انکار پر اصرار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے: اَللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، وہ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ قوی ہے عزیز ہے) اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے نیک بندوں کو بھی کھلاتا ہے اور کفار و فجار کو بھی کھانے کی چیزیں دیتا ہے کفر اور معصیت کی وجہ سے وہ اپنا رزق نہیں روکتا، مہربانی کی یہ ایک صورت ہے اور اس کے علاوہ اس کی بہت سی مہربانیاں ہیں دنیا میں بھی ان کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی مہربانی کا مظاہرہ ہوگا، علامہ قرطبیؒ نے لطیف کی تشریح کرتے ہوئے آٹھ دس معانی لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تھوڑے سے عمل پر بہت زیادہ ثواب دیتا ہے اور ایک یہ ہے کہ اس نے طاقت سے زیادہ اعمال کا مکلف نہیں بنایا اور ایک یہ ہے کہ وہ سوال رد نہیں فرماتا اور امیدوار کو ناامید نہیں کرتا۔

وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ (وہ قوی بھی ہے اور عزیز ہے) اس کی مہربانی اور داد و دہش کو کوئی نہیں روک سکتا۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیں گے اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے

مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝

ہم اس میں سے اسے دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لئے کوئی بھی حصہ نہیں۔

طالب آخرت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافہ ہوگا اور طالب دنیا کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا

اس آیت کریمہ میں آخرت کے طلب گاروں اور دنیا داروں کی نیتوں کا اور اعمال کا اور ان کو جو بدلہ ملے گا اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے یعنی دنیا میں ایمان سے متصف ہے۔ اور اعمال صالحہ میں لگا رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ میرے ان اعمال کا آخرت میں ثواب دیا جائے اللہ تعالیٰ اسے بہت زیادہ ثواب دے گا ایک نیکی کی کم از کم دس نیکیاں تو سبھی ہی جاتی ہیں اور ایک نیکی کا عوض سات سو گنا دینے کا قرآن مجید میں ذکر ہے كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ سات سو گنا

ثواب بتانے کے بعد واللّٰہ یضاعف لمن یشآء بھی فرما دیا حضرات صحابہ کرام نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ نیکیوں میں اضافہ ہونا اور بڑھ چڑھ کر ان کا ثواب ملنا کوئی سات سو پر منحصر نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دے گا جس کی تفصیلات احادیث شریفہ میں وارد ہوئی ہیں علم و عمل پھیلانے والوں اور دین کا چرچا کرنے والوں اور اعمال صالحہ کو آگے بڑھانے والوں کا ثواب تو بہت ہی زیادہ ہے جب تک معلمین و مبلغین کے بتائے ہوئے اعمال اور پڑھائے ہوئے امور کے مطابق لوگ عمل کرتے رہیں گے ان حضرات کو ان کے عمل کا بھی ثواب ملتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی جس طرح دانہ ڈالنے کے بعد کھیتی بڑھتی ہے اور ایک دانہ بونے سے بہت سے دانے حاصل ہو جاتے ہیں اسی طرح آخرت کے اعمال میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے اسی کے لیے عمل کرتے ہیں ہم انہیں دنیا میں سے کچھ دے دیں گے جتنا وہ چاہتے ہیں اتنا دیں یا اس سے کم و بیش دیں۔ بہر حال جو کچھ ملے گا تھوڑا ہی ہوگا آخرت کے اجر و ثواب کے مقابلے میں تو کسی دنیا دار کا بڑے سے بڑا حصہ پاسنگ کا درجہ میں بھی نہیں آسکتا جتنی بھی دنیا مل جائے تھوڑی ہی ہوگی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ طالب دنیا کو دنیا مل ہی جائے جو کچھ ملے گا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اور چونکہ اصلی دنیا دار مومن نہیں ہوئے اس لئے آخرت میں انہیں کچھ بھی نہیں ملتا سورۃ الاسراء کی آیت کی تفسیر اور تشریح دوبارہ پڑھ لیں۔ ارشاد فرمایا

من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیھا ما نشآء لمن نرید ثم جعلنا لہ جھنم یصلٰھا مذمومًا مدحورًا ۝ ومن اراد الاٰخرۃ وسعٰی لھا سعیھا وھو مومن فاولٰئک کان سعیھم مشکورًا ۝

(جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے لئے چاہیں گے دے دیں گے پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندا ہوا داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے کوشش کرے گا جیسی کوشش اس کے لئے ہونی چاہئے اور وہ مومن بھی ہوگا سو یہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر دانی کی جائے گی۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ

کیا ان کے لئے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین میں وہ چیزیں مشروع کر دی ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی اگر فیصلہ کی بات نہ ٹھہرا ہوتی

بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ

تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان

بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ

پر واقع ہونے والے ہیں اور جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کئے وہ جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے وہ جو چاہیں گے اپنے رب کے پاس ان کے لئے موجود ہوگا

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ

یہ بڑا فضل ہے۔ یہ وہی ہے جس کی بشارت اللہ اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ

آپ فرما دیجئے کہ میں اس پر تم سے کسی صلہ کا سوال نہیں کرتا بجز رشتہ داری کی محبت کے اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس نیکی میں زیادہ خوبی پیدا کر دیں گے اور

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ

بیشک اللہ بخشنے والا قدردان ہے کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے سو اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے

وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

اور مٹا دیتا ہے اللہ باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ بیشک وہ سینوں کی چیزوں کو جاننے والا ہے۔

قیامت کے دن ظالم لوگ اپنے اعمال بد کی وجہ سے ڈر رہے ہونگے اور اہل ایمان اعمال صالحہ والے جنتوں کے باغیچوں میں ہونگے

اوپر تین آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے پہلی آیت میں مشرکین کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جنہوں نے اللہ کے ساتھ شریک تجویز کر رکھے ہیں کیا انہوں نے ان کے لئے ایسے دینی احکام مشروع و مقرر کئے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہ دی ہو؟ یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا ایسا کوئی نہیں جو مخلوق کے لئے دین مشروع و مقرر کر دے نہ کوئی ایسا کر سکتا ہے اور نہ کسی کو اس کا حق ہے اللہ تعالیٰ ہی کو اس کا حق ہے کہ اپنی مخلوق کے لئے دین مشروع فرمائے جب ان بنائے ہوئے شریکوں میں سے کسی نے ان کے لئے دین مشروع نہیں کیا تو ان کی عبادت کرنا حماقت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ مشرکین پر لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اسے وحدہ لاشریک جانیں۔

ان لوگوں نے شرک اختیار کر کے اپنی جانوں کو عذاب کا مستحق بنا دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے طے فرما دیا ہے کہ عذاب دنیا میں فلاں وقت ہوگا اور آخرت میں ضرور ہوگا اگر یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان کو دنیا میں ابھی عذاب دے دیا جاتا عذاب کی تاخیر سے خوش نہ ہوں خوب سمجھ لیں کہ ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے جس میں ضرور ہی مبتلا ہوں گے

دوسری آیت میں فرمایا کہ ایک وہ وقت بھی آنے والا ہے یعنی قیامت کا دن جب ظالمین یعنی مشرکین اور کافرین اپنی کرتوتوں کی وجہ سے عذاب سے ڈر رہے ہوں گے لیکن یہ ڈرنا کچھ مفید نہ ہوگا ان پر عذاب ضرور واقع ہو کر رہے گا۔ اور اہل ایمان اعمال صالحہ والے بہشتوں کے باغوں میں نعمتوں میں مشغول ہوں گے وہاں جو چاہیں گے ان کے پاس ان کے لئے موجود ہوگا۔ یہ جنتوں کا داخلہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے یہ دنیا کی چہل پہل اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔

تیسری آیت میں اول تو مؤمنین اعمال صالحہ والوں کی فضیلت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بشارت دیتا ہے کہ ان کو ایسی ایسی نعمتیں ملیں گے۔

دعوت و تبلیغ کے عوض تم سے کچھ طلب نہیں کرتا: اسکے بعد فرمایا قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ (آپ فرما دیجئے کہ میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا بجز رشتہ داری کی محبت کے) اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جو کچھ تمہیں توحید کی دعوت دیتا ہوں اور ایمان لانے کی باتیں کرتا ہوں میری یہ محنت اور کوشش صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے میں تم سے کچھ بھی نہیں چاہتا ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میری تمہاری رشتہ داریاں ہیں۔ رشتہ داری کے اصول پر جو تمہاری ذمہ داری ہے اسے پوری کرو صدر حمی کو سامنے رکھ کر مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ تو یہ دوسری بات ہے۔ فهو استثناء منقطع وليس بمتصل حتى تكون المودة في القربى اجرًا في مقابلة اداء رسالة ۗ

رشتہ داری کے اصول پر تم میرے حق کو پہچانو اور ایذا رسانی سے باز آؤ تم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان بھی نہیں لاتے اور رشتہ داری کا بھی

خیال نہیں کرتے ایذا رسانی پر تلے ہوئے ہو یہ تو عربوں کی روایت کے بھی خلاف ہے۔

اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کا ایک مطلب معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ میرا تم سے بس یہی سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو، عمل صالح اختیار کر کے اس کی دوستی کی طرف بڑھتے رہو (جب ایسا کرو گے تو میرا اجر بھی چند در چند ہو کر مجھے ملے گا اور تم لوگ بھی اللہ کی رحمت کے مستحق رہو گے)

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ (اور جو کوئی شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لئے اس میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے) یعنی اسے چند در چند ثواب بڑھا دیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ؕ (بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے قدر دان ہے) لہٰذا گناہوں سے توبہ کرو اور نیکیوں میں لگ جاؤ اور خوب زیادہ ثواب پاؤ۔

قرآن کو افترا علی اللہ بتانے والوں کی تردید:۔ چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ یہ استفہام تقریری ہے یعنی یہ لوگ ایسا کہتے ہیں) اس کے جواب میں فرمایا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ (سو اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے) یعنی آپ کو قرآن بھلا دے لیکن وہ آپ پر برابر قرآن نازل فرما رہا ہے جو آیتیں ابتدائے نبوت سے جاری تھیں وہ اب بھی جاری ہیں لہٰذا ان لوگوں کے قول سے رنجیدہ نہ ہوں آپ پر برابر وحی آتی رہے گی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ لوگ اپنی اس بات میں جھوٹے ہیں کہ آپ نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ (اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا دیتا ہے) لہٰذا وہ ان کی باتوں کو مٹا دے گا وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ (اور وہ حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ غالب کر دیتا ہے) لہٰذا وہ اپنے دین حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ ثابت فرما دے گا۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ؕ (بلاشبہ اللہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے) اگر کسی نے کوئی اچھی یا بری بات سینہ میں چھپا رکھی تو اللہ تعالیٰ اس کی جزا و سزا دے دیگا۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور وہ ایسا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرماتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو

وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کے اجر میں اضافہ فرماتا ہے اور جو کافر ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ

ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے روزی فراخ کر دے تو وہ زمین میں بغاوت کرنے لگیں اور لیکن وہ نازل فرماتا ہے ایک اندازہ

مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا

کے ساتھ جو وہ چاہتا ہے بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش برساتا ہے

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۸

اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے اور وہ ولی ہے مستحق حمد ہے۔

اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے اپنی مشیت کے مطابق رزق نازل فرماتا ہے اور جب نا اُمید ہو جائیں بارش برساتا ہے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ کی صفات جلیلہ اور نعمت ہائے عظیمہ بیان فرمائی ہیں۔ اول تو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے دوم یہ فرمایا کہ تم جو بھی کچھ عمل کرتے ہو وہ اسے جانتا ہے (اسے سچی توبہ کا بھی علم ہے اور صرف زبانی توبہ کو بھی جانتا ہے) سوم یہ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے (نیک اعمال میں یہ بھی داخل ہے کہ دعا کرنے والا حرام روزی سے بچتا ہو) چہارم یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اہل ایمان کے اعمال میں اضافہ فرماتا ہے یعنی مختصر سے عمل کا بہت زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اور ایک عمل کو کئی گنا کر کے خوب بڑھا چڑھا کر ثواب عطا فرماتا ہے۔ پنجم یہ فرمایا کہ کافروں کے لئے سخت عذاب ہے وہ دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہ کھائیں اور آخرت کے عذاب سے ڈریں، ششم یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے خاص اندازہ کے مطابق رزق عطا فرماتا ہے اگر وہ بندوں کے لئے رزق کو پھیلا دے یعنی بہت زیادہ دے دے (اور سبھی کو بہت زیادہ مال مل جائے) تو زمین میں بغاوت کرنے لگیں لیکن وہ ایسا نہیں کرتا کچھ لوگ زیادہ پیسے والے ہیں کچھ کم پیسے والے ہیں کچھ فقیر اور مسکین ہیں سب کو اس نے اپنی حکمت کے مطابق پیدا فرمایا ہے اور ہر ایک کو اپنی حکمت کے مطابق موجودہ حال میں رکھا ہے اور اپنے بندوں سے باخبر ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ ہفتم یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے لئے اس وقت بارش برساتا ہے کہ جب وہ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں وہ بارش بھی برساتا ہے رحمت بھی پھیلاتا ہے، بارش میں دیر ہوتی تو بندے نا اُمید ہو جاتے ہیں اور جب بارش ہو جاتی ہے تو خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت پھیل جاتی ہے اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، ہشتم دو عظیم صفات بتاتے ہوئے فرمایا وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ (اللہ تعالیٰ ولی ہے کارساز ہے) مخلوق کی حاجتیں پوری فرماتا ہے اور اس کے سارے افعال لائق ستائش ہیں وہ بہر حال تعریف کا مستحق ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا جو اس نے ان دونوں میں پھیلا دیے ہیں اور وہ ان کے جمع کرنے

ع ۴ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ۝۲۹ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝۳۰

پر جب چاہے قادر ہے اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے سو وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے اور وہ بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۳۱ وَمِنْ

اور تم زمین میں عاجز بنانے والے نہیں ہو اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے اور ان کی نشانیوں

اٰیٰتِهٖ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ ؕ

میں سے کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے، سو یہ کشتیاں سمندر کی پشت پر رکی ہوئی رہ جائیں،

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾

بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کے لئے یا وہ انہیں کے اعمال کی وجہ سے ہلاک فرما دے اور بہت سوں کو معاف کر دے

وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾

اور وہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں ان کے لئے کوئی بھی بچنے کی جگہ نہیں۔

آسمان و زمین اور چوپایوں کی تخلیق میں نشانیاں ہیں

تفسیر ان آیت میں اللہ تعالیٰ شانہ کی شانِ تخلیق اور شانِ ربوبیت بیان فرمائی ہے ارشاد فرمایا کہ انسانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا اور ان کے اندر جو جاندار چیزیں پیدا فرمائی اور پھیلائی ہیں ان کو وجود بخشنا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے ہے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ مخلوق جو آسمانوں میں اور زمین میں پھیلی ہوئی ہے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ان کو جمع کرنا کیسے ہو سکتا ہے؟ ان کو جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے اسے اس پر قدرت ہے کہ ان سب کو جمع فرما دے اور قیامت کے دن ایسا ہوگا۔

جو بھی کوئی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تمہارے اعمال کی وجہ سے ہے: ..... پھر فرمایا کہ تم میں سے جس کسی کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے پہنچ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر گناہ پر تکلیف نہیں بھیجتا اگر ہر گناہ کی وجہ سے مصیبت بھیجی جائے تو ہو سکتا ہے کہ آرام و راحت کا نمبر ہی نہ آئے، بہت سے گناہوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرماتا ہے لہٰذا ان کی وجہ سے کوئی مصیبت نہیں آتی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی بندہ کو کوئی ذرا سی تکلیف یا بڑی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو وہ گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جن گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے وہ ان گناہوں سے زیادہ ہوتی ہے جن پر مؤاخذہ ہوتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو جان و مال اور اولاد میں تکلیف پہنچتی رہتی ہے یہاں تک کہ جب وہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اس کا کوئی گناہ بھی باقی نہ ہو گا۔ (رواہ الترمذی)

معلوم ہوا کہ اہل ایمان پر جو تکلیفیں آتی ہیں ان سے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے کیونکہ آخرت میں گناہوں پر جو عذاب ہے وہ بہت سخت ہے دنیا میں جو تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں وہ معمولی چیزیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کیلئے کوئی (بلند) مرتبہ دینے کا فیصلہ فرما دیتا ہے (لیکن) وہ اپنے عمل سے اس مرتبہ تک پہنچنے سے قاصر رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تکلیف میں مبتلا فرما دیتا ہے یہ تکلیف اس کے مال، جان اور اولاد میں پہنچ جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس پر صبر عطا فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے لئے پہلے سے مقرر کر دیا گیا تھا (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۷ از احمد و ابوداؤد)۔

یاد رہے کہ مَآ اَصَابَكُمْ میں جو خطاب ہے یہ عام مؤمنین سے ہے۔ لہٰذا یہ اشکال پیدا نہیں ہوتا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تو معصوم تھے ان پر تکلیفیں کیوں آئیں ان حضرات کو جو تکلیفیں پہنچیں گناہوں کی وجہ سے نہیں بلکہ رفع درجات کی وجہ سے پہنچیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ تم زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں جس حال میں رکھے اسی میں رہو گے اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے اور غیر اللہ سے اُمید باندھنا بھی فائدہ مند نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی (یعنی کارساز) نصیر (یعنی مددگار) نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کشتیاں بھی ہیں پہاڑوں کے برابر بڑی بڑی کشتیاں سمندر میں چلتی ہیں جنہیں آج کل بادبانی اور بحری جہاز کہتے ہیں ان کشتیوں میں خود بھی سوار ہو کر سفر کرتے ہیں اور ان پر مال بھی لے جاتے ہیں بھاری بھاری کشتیاں سامان سے لدی ہوئی سمندر میں جاری ہیں کشتی بان ہوا کے ذریعے ان کو چلاتے ہیں یہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوا کو روک دے اور یہ کشتیاں سمندروں میں کھڑی کی کھڑی رہ جائیں اس میں صبر اور شکر کرنے والے بندوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

شاید کسی کے دل میں یہ وسوسہ آئے کہ اب تو بڑے بڑے جہاز پٹرول سے چلتے ہیں ہواؤں کا ان کے چلنے میں دخل نہیں ہے اس وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور بندوں کا احتیاج بیان کرنا ہے پیٹرول بھی تو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی بتایا ہے اور مشینوں اور انجنوں کی سمجھ اور ان کے چلانے کے طریقے بھی تو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمائے ہیں۔

اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا ۚ وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ میں یہ فرمایا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ ہوا کو روک دے جس کی وجہ سے کشتیاں سمندر میں کھڑی رہ جائیں تو اسے یہ بھی قدرت ہے کہ جو لوگ کشتیوں میں سوار ہیں ان کے اعمال کی وجہ سے کشتیوں کو تباہ کر دے (جس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہوائیں خوب تیز چلنے لگیں اور اس کی وجہ سے کشتیوں میں بھونچال آ جائے اور جو لوگ کشتیوں میں سوار ہیں اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں اور اسے یہ بھی اختیار ہے کہ بہت سوں کو معاف فرما دے یعنی غرق نہ فرمائے، دنیا میں مؤاخذہ نہ فرمائے پھر اپنے قانون کے مطابق جسے چاہے آخرت میں سزا دے۔

وَيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (اور جب کشتی والوں کی ہلاکت ہونے لگے تو وہ لوگ جان لیں جو ہماری آیتوں میں جھگڑے کرتے ہیں کہ ان کے لئے بچاؤ کی کوئی جگہ نہیں ہے) جو لوگ قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے مشرک ہیں، بتوں کی دھائی دیتے ہیں، ان کے سامنے جب کشتیوں اور کشتیوں میں سوار ہونے والوں کی تباہی کا منظر سامنے آ جائے تو وہ سمجھ لیں کہ اللہ کے عذاب سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں اور غیر اللہ کو پکارنے کا کوئی نفع نہیں۔

قال البغوی فی معالم التنزیل (ویعلم) قرأ اهل المدینة والشام وَيَعْلَمْ برفع الميم على الاستئناف كقوله عزوجل فی سورة البراءة ويتوب الله على من يشآء" وقرأ الاخرون بالنصب على الصرف والحرم اذا صرف عنه معطوفه نصب وهو كقوله تعالىٰ "وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ" صرف من حال الحرم الى النصب استخفافاً وكراهية لتوالى الحزم.

(علامہ بغویؒ نے معالم التنزیل میں کہا ہے "ویعلم" مدینہ اور شام کے قراء نے ویعلمُ میم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اس لئے یہ نیا جملہ ہے جیسا کہ سورۂ براءۃ میں ہے "وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ" اور دوسروں نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے صرف کی بنیاد پر کیونکہ جب جزم سے اس کا معطوف پھیرا جاتا ہے تو نصب دی جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ہے جزم سے نصب کی طرف اس لئے پھیرا گیا ہے تاکہ تخفیف بھی ہو جائے اور مسلسل دو جزمیں بھی نہ آئیں)

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى

(تم کو جو بھی چیز دی گئی ہے سو وہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾

اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب انہیں غصہ آ جائے تو معاف کر دیتے ہیں

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٨﴾

اور جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو مانا اور نماز قائم کی اور ان کا کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٣٩﴾

اور جن کا حال یہ ہے کہ جب ان پر ظلم پہنچ جاتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔

جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اہل ایمان اور اہل توکل کے لئے بہتر ہے

ان آیات میں دنیا کی بے ثباتی بتائی ہے اور آخرت کے اجور اور ثمرات کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بہتر ہیں اور زیادہ باقی رہنے والے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ یہ اجور و ثمرات اہل ایمان کو ملیں گے پھر اہل ایمان کے اوصاف بیان فرمائے (۱) یہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (۲) کبیرہ گناہوں سے اور فحش باتوں اور فحش کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔ (۳) اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ (۴) اور یہ لوگ اپنے رب کا حکم مانتے ہیں یعنی دل و جان سے قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ (۵) اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے امور آپس میں باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ (۶) انہیں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (۷) اور جب ان پر کوئی ظلم ہوتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں (ظلم نہیں کرتے جتنا ظلم ہوا اسی قدر بدلہ لیتے ہیں)۔

یہ ایسے امور ہیں جن کا پابند ہونا زندگی بھر نبھاتے چلے جانا اہم کام ہے ان میں توکل کرنا بھی ہے اور گناہوں اور فحش کاموں سے بچنا بھی اور غصہ آ جائے تو معاف کرنا بھی اور مشورے سے کاموں کو انجام دینا بھی ہے صحیح طریقے پر نماز ادا کرنا اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ میں اور مالی فرائض اور واجبات ادا کرنا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ میں بیان فرما دیا' ایسے جامع الاوصاف اہل ایمان کے لئے آخرت کے اجر و ثواب کا خیر ہونا اور باقی ہونا ظاہر ہے۔

دنیا کے بارے میں جو یہ فرمایا کہ تمہیں جو کوئی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی میں کام آنے والی ہے اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا اول یہ کہ جو لوگ دنیا میں جیتے اور بستے ہیں ان میں مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں دنیا سے فائدہ حاصل کرنے میں مؤمن یا کافر اور نیک بد کی کوئی تخصیص نہیں سب اس سے متمتع اور مستفید ہوتے ہیں اور دوسری جانب یہ بیان فرمایا کہ دنیا میں جسے جو کچھ ملا ہے وہ دنیا ہی کی حد تک ہے جب دنیا سے چلے جائیں گے سب یہیں دھرا رہ جائے گا (ہاں جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کیا اس کا ثواب وہاں مل جائے گا جسے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ میں بتا دیا)

آخر میں فرمایا وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (جب ان کو ظلم پہنچتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں) اس میں مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینے کی اجازت دی ہے۔ سیاق کلام سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ جتنا ظلم ہوا ہے اس قدر بدلہ لیا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیل آئندہ آیات کی تفسیر کے ذیل میں پڑھئے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور برائی کا بدلہ برائی سے اسی جیسی ہے سو جو شخص معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے بلاشبہ وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَي الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ

اور البتہ جو شخص مظلوم ہو جانے کے بعد بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے الزام انہیں پر ہے جو لوگوں پر

النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ

ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں ناحق سرکشی کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا

ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ع

بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

برائی کا بدلہ برائی کے برابر لے سکتے ہیں' معاف کرنے اور صلح کرنے کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے

تفسیر: اوپر جو آیات مذکور ہیں ان میں سے آخری آیت میں نیک بندوں کی صفات میں یہ بتایا تھا کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو بدلہ لے لیتے ہیں اس میں چونکہ کمی بیشی کا ڈر نہیں ہے اور یہ بھی ڈر نہیں ہے کہ معاف کر دینا اور بدلہ نہ لینا افضل ہے اس لئے بطور استدراک ان آیات میں اوّلاً یہ بتایا کہ برائی کا بدلہ بس اسی قدر لینا جائز ہے جتنی زیادتی دوسرے فریق نے کی ہو اگر کسی نے اس سے زیادہ بدلہ لے لیا جو اس پر زیادتی کی گئی تھی تو اب وہ اسی قدر ظلم کرنے والا ہو جائے گا۔ ثانیاً یہ فرمایا کہ بدلہ لینا جائز تو ہے لیکن افضل یہ ہے کہ بدلہ نہ لیا جائے معاف کر دیا جائے' جو شخص معاف کر دے گا اس کا یہ معاف کرنا ضائع نہ ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ معاف نہ کرے تو زیادتی بھی نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ ثالثاً یہ فرمایا کہ جس شخص پر کوئی ظلم کیا گیا اور اس نے اسی قدر بدلہ لے لیا جتنا اس پر ظلم ہوا تھا تو اب اس کا مؤاخذہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس نے اپنا حق لیا ہے۔ ظالم یا ظالم کی مدد کرنے والے دوست احباب کنبہ قبیلہ کے لوگ اگر اس سے بدلہ کا بدلہ لیں گے تو یہ لوگ ظالم ہو جائیں گے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ ان کی گرفت ہوگی، یہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ رابعاً ایک عام اعلان فرما دیا کہ صبر کرنا اور معاف کرنا بڑی ہمت اور صبر کے کاموں میں سے ہے ہر شخص اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہوتا حالانکہ اس کا اجر و ثواب بہت بڑا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ ابن عمران علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے میرے رب! آپ کے بندوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص (بدلہ لینے کی) قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۴)

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ

اور اللہ جس کو گمراہ کرے اس کے لئے اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اے مخاطب تو انہیں اس حال میں دیکھے گا

هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ

کہ یوں کہہ رہے ہوں گے کہ کیا واپس کئے جانے کا کوئی راستہ ہے اور تم انہیں دیکھو گے کہ وہ پیش کئے جا رہے ہوں گے آگ پر ذلت کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے چھپی ہوئی نظر سے

خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

دیکھیں گے اور ایمان والے کہیں گے بلاشبہ پورے خسارے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارہ میں ڈالا

اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ

خبردار بیشک ظالم لوگ دائمی عذاب میں ہیں اور ان کے لئے اللہ کے سوا کارساز نہیں ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کو چھوڑ کر

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝

اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

قیامت کے دن ظالموں کی بدحالی ہلاکت اور ذلت کا سامنا

یہ چار آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کر دے یعنی ہدایت سے محروم فرما دے تو اس کے لئے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کا ولی اور کارساز بنے کوئی شخص اسے ہدایت نہیں دے سکتا اور کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا پھر ظالموں یعنی کافروں کی بدحالی کا تذکرہ فرمایا کہ قیامت کے دن جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو یوں کہیں گے کہ کیا ایسا کوئی راستہ ہے کہ ہم واپس کر دیئے جائیں یعنی دنیا میں چلے جائیں پھر وہاں ایمان لائیں کفر اختیار نہ کریں تین وہاں سے واپسی کا کوئی قانون نہیں مزید فرمایا کہ یہ لوگ جب دوزخ پر پیش کئے جائیں گے یعنی اس میں داخل کئے جائیں گے تو ذلت سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نیچی نظر سے دیکھ رہے ہوں گے۔ اہل ایمان کہیں گے کہ آج تو علی العیان پتہ چل گیا کہ اہل کفر سراسر خسارہ میں ہیں یہ اپنی جانوں کا بھی نقصان کر بیٹھے اور اپنے اہل و عیال کا بھی۔ ان کی جانیں بھی ہلاک ہوئیں اور ان کے متعلقین بھی تمام کافروں کے لئے دوزخ ہے چھوٹے درجہ کے لوگ ہوں یا سردار ہوں یہ لوگ اپنی جانوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور اہل و عیال سے بھی اور وہاں کا عذاب تھوڑا سا نہیں اور تھوڑے سے دن کا نہیں ان کے لئے بڑا عذاب ہے اور دائمی عذاب ہے۔ اسی کو فرمایا وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ (اور ان کے لئے مددگار نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کو چھوڑ کر) یعنی کوئی شخص اگر یہ چاہے کہ اللہ کے فیصلے کے خلاف کوئی ان کی مدد کرے یعنی انہیں دوزخ سے چھڑا دے تو ایسا نہیں ہو سکتا وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

یعنی اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ کما قال تعالیٰ فی سورۃ الکہف. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا اس آیت میں سابق مضمون کو دہرا دیا ہے جو تاکید کے لئے ہے۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ

تم اپنے رب کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں اللہ کی طرف سے واپس کرنا ہوگا تمہارے لئے اس دن پناہ لینے کی

يَوْمٍ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا

جگہ نہ ہوگی اور نہ کوئی نکیر کرنے والا ہوگا۔ پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کے ذمہ صرف

الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

پہنچانے کا ہے اور بلاشبہ ہم یہ ہے کہ جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھاتے ہیں تو اس پر خوش ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ

تو بلاشبہ انسان ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے

اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ

اور جسے چاہے بیٹے دیتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں جنسوں کو جمع کر دیتا ہے اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

بلاشبہ وہ جاننے والا ہے اور قدرت والا ہے۔

قیامت آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مانو

ان آیات میں اوّلاً یہ ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو واپس نہیں کیا جائے گا وہ واقع ہو گیا سو ہو گیا اس دن کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بات مان و ایمان بھی قبول کرو اور عمل صالح بھی اختیار کرو جب قیامت کا دن ہوگا تو کسی کے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی اللہ جس کو پناہ دے اسی کو پناہ مل سکے گی اور کافروں کے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہیں اس دن جس شخص کے ساتھ جو بھی معاملہ ہوگا اس میں کسی کو کچھ بھی کسی کے بارے میں یہ کہنے کا اختیار نہ ہوگا کہ یہ کیوں ہوا اور کیوں ہو رہا ہے؟

قولہ تعالیٰ و مالکم مّن نّکیرٍ مقال القرطبیؒ ای لا تجدون منکرا یومئذٍ بما ینزل بکم من العذاب

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی دعوت اور تبلیغ کے بعد مخاطب لوگ اگر اعراض کریں تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ فکر نہ کریں اور غم میں نہ پڑیں آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا اور اگر ایمان نہ لائیں تو آپ سے اس کی کوئی باز پرس نہیں آپ نے پہنچا دیا آپ کا کام ختم ہوا آپ کی ذمہ داری اتنی سی ہے کہ آپ پہنچا دیں اور بس۔

انسان کا خاص مزاج رحمت کے وقت خوش اور تکلیف میں ناشکرا! اس کے بعد انسان کا ایک مزاج بتایا اور وہ یہ ہے کہ جب اسے نعمت ملتی ہے اور رحمت الٰہی کا مظاہرہ ہوتا ہے تو خوب خوش اور مگن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے جو انسانوں کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے پہنچتی ہے تو وہ ناشکرا بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتا ہے اور ایسے بول بولتا ہے کہ جو سابقہ نعمتیں تھیں گویا وہ اسے ملی ہی نہ تھیں اللہ تعالیٰ کی موجودہ نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور معاصی سے توبہ بھی نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ خالقیت کا بیان، وہ اپنی مشیت کے مطابق اولاد عطا فرماتا ہے:..... اس کے بعد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا ملک اللہ ہی کے لئے ہے وہی ان کا خالق اور مالک ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ انسانوں کی جو اولاد ہوتی ہے یہ سب اللہ

تعالیٰ کی مشیت ہی سے ہوتی ہے۔ کسی کو مجال نہیں جو اس کی مشیت کے سامنے دم مار سکے دیکھو اللہ تعالیٰ نے جو جوڑے بنائے ہیں یعنی مرد اور عورت ان میں کسی کے ہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں اور کسی کے ہاں صرف لڑکے پیدا ہوتے ہیں اور کسی کو اللہ تعالیٰ بیٹا بیٹی دونوں جنسیں عطا فرما دیتا ہے اور ضروری نہیں کہ مرد عورت کا میل ملاپ ہو جائے تو اولاد ہی ہو جائے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ وہ علیم بھی ہے اور قدیر بھی ہے وہ سب کے حال جانتا ہے حکمت کے مطابق عطا فرماتا ہے۔ اور جو چاہے کر سکتا ہے اسے ہر چیز پر قدرت ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اس کی قدرت سب پر غالب ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

اور کسی بشر کے لیے یہ نہیں ہے کہ اللہ اس سے بات کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردہ کے پیچھے سے یا اس طرح بات کرنا کہ کسی رسول کو بھیج دے

فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ

پھر وہ رسول جو بھیجا جائے اس کی مشیت سے مطابق وحی پہنچائے بے شک وہ عالی ہے حکمت والا ہے اور اسی طرح ہم نے اپنی طرف سے آپ کی

اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ

وحی کی آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان؟ اور لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا ہے اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے

مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي

ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں جو اللہ کا راستہ ہے جس کے لیے وہ سب چیزیں ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝

خبردار اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔

ع ۶

بندے اللہ تعالیٰ سے کیسے ہمکلام ہو سکتے ہیں؟

معالم التنزیل (ج ۴ ص ۱۳۲) میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ اللہ سے بات کیوں نہیں کرتے؟ اور اللہ کو دیکھتے کیوں نہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو دیکھا؟ آپ کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی بشر کے لیے یہ بات حاصل نہیں کہ اللہ سے بات کرے بجز تین طریقوں کے ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو الہام فرما دے یعنی قلب میں کوئی بات ڈال دے یا خواب میں کوئی بات بتا دے (مفسرین نے وَحْيًا کا مصداق بتاتے ہوئے یہ دو صورتیں لکھی ہیں) یا اللہ تعالیٰ پردہ کے پیچھے سے کلام فرمائے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہ طور پر کلام فرمایا تھا) یا کسی فرشتہ کو بھیج دے جو اللہ کا پیغام لے کر آجائے اور اللہ کے حکم سے اللہ کی مشیت کے مطابق کسی رسول کو بطور وحی پیغام پہنچا دے یہ تین صورتیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کی ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تھے اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (بے شک اللہ برتر ہے) مخلوق کو اس سے بات کرنے کا معائنہ کے طور پر تحمل نہیں ہے اور وہ حکیم بھی ہے اپنی حکمت کے

مطابق مذکورہ تین طریقوں میں سے اس نے جس طرح چاہا کلام فرمایا)۔

فائدہ نمبر: وحیًا کی تفسیر منام اور الہام سے جو کی گئی ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا منام اور الہام تو قطعی ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کو جو خواب میں بتایا گیا یا بطور الہام دل میں ڈالا گیا ہو وہ ظنی ہے اور کسی کو اس پر شریعت کے خلاف عمل کرنا اور دوسروں سے عمل کرانا جائز نہیں ہے۔

فائدہ نمبر۲: آیت کریمہ میں جو اَوْمِنْ وَّرَآئِ حجاب فرمایا ہے۔ اس سے نورانی حجاب مراد ہے صحیح مسلم میں ہے۔

حجابه النور (اسکا پردہ نور ہے) لو كشفه لاحرقت سُبُحات وجهه ما انتهى اليه بصره من خلقه (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۱)

(اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے وجہ کریم کے انوار اس کی مخلوق کو وہاں تک جلا دیں جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پردہ کے پیچھے سے کلام کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا تحمل نہیں دیا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں اور دیکھنے کی حالت میں بات چیت کر لیں جنت میں اللہ تعالیٰ شانہ قوت برداشت عطا فرما دے گا وہاں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے

اس کے بعد فرمایا وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا اور جس طرح ہم نے آپ سے پہلے انبیائے کرام کی طرف وحی بھیجی اسی طرح آپ کی طرف بھی روح یعنی نبوت کی وحی بھیجی۔ بعض مفسرین نے روح سے نبوت اور بعض حضرات نے روح سے قرآن مراد لیا ہے مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے) یعنی نبوت ملنے سے پہلے آپ کو یہ پتہ نہ تھا کہ اللہ کی کتاب کیا ہے اور نہ آپ کو ایمانیات کا تفصیلی علم دیا گیا تھا جب آپ کو نبوت عطا کی گئی اللہ کی کتاب نازل ہوئی اور ایمان کی تفصیلات بتا دی گئیں۔ اس وقت آپ کو اللہ کی کتاب کا اور ایمانیات کا علم ہوا گو اجمالی ایمان پہلے سے حاصل تھا۔

قال القرطبي والصواب انهم معصومون قبل النبوة من الجهل بالله وصفاته والشكك في شيء من ذلك وقد تعاضدت الاخبار والآثار عن الانبياء بتنزيههم عن هذه الحالة منذ ولدوا ونشأتهم على التوحيد والايمان بل على اشراق انوار المعارف ونفحات ألطاف السعادة ومن طالع سيرهم منذ صاهم الى مبعثهم حقق ذلك. (علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت ملنے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جہالت اور کسی قسم کے شک وشبہ سے پاک ہوتے ہیں ولادت سے ہی اس قسم کی نقائص سے پاک ہونے کے بارے میں خود انبیائے کرام سے احادیث وآثار کثرت سے مروی ہیں۔ ان کی نشوونما توحید وایمان ہی پر ہوتی ہے بلکہ انوارات ومعارف اور سعادت کے الطاف کے ساتھ ہوتی ہے جس نے ولادت سے نبوت تک ان کی سیرتوں کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے)

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (اور لیکن ہم نے آپ کو قرآن دیا اور اس قرآن کو ایک نور بنا دیا جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں ہدایت دیں) وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اور بلاشبہ آپ سیدھے راستہ کی ہدایت بتاتے ہیں جس میں کوئی کجی نہیں ہے)۔

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

جو اللہ کا راستہ ہے، جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یہ راستہ اسی کا تجویز کیا ہوا ہے اور وہ

اس پر چلنے والوں سے راضی ہے لہٰذا اسی پر چلیں اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ط (خبردار تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے) وہ اپنے علم اور حکمت کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔

ولقد تم تفسیر سورۃ الشوریٰ بحمد اللّٰہ تعالیٰ وحسن توفیقہ والحمد للّٰہ تعالیٰ علی التمام وحسن الاختتام والصلوٰۃ والسلام علی سید الانام وعلیٰ الہ وصحبہ الزرۃ الکرام

☆☆☆.....☆☆☆

مکی	سورۂ زخرف	۸۹ آیتیں ۷ رکوع

آیاتہا ۸۹ (۴۳) سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ (۶۳) رکوعاتہا ۷

سورۂ زخرف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نوے آیات اور سات رکوع ہیں

ع ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْٓ

حٰمٓ۔ قسم ہے واضح کتاب کی۔ بلاشبہ ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تاکہ تم سمجھو اور بلاشبہ وہ

اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ○

ام الکتاب میں ہمارے پاس ہے، بلند ہے، حکمت والا ہے' کیا ہم نصیحت کو تم سے اس وجہ سے ہٹا لیں گے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے ہو

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ○ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○

اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے اور ان کے پاس جو بھی کوئی نبی آتا تھا اس کا مذاق بناتے تھے

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ○

پھر ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو زور آوری میں خوب بڑھ کر تھے اور پہلے لوگوں کی یہ حالت گزر چکی ہے

قرآن کتاب مبین ہے' عربی میں ہے' نصیحت ہے' انبیائے سابقین کی تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا گیا

اولاً قرآن ہی کی قسم کھا کر قرآن کی تعریف فرمائی ارشاد فرمایا کہ کتاب مبین کی قسم ہے ہم نے اپنی اسی کتاب کو عربی زبان کا قرآن بنایا یعنی یہ قرآن عربی زبان میں ہے اس کے اولین مخاطبین عرب ہیں یہ لوگ قرآن کو پڑھیں اور سمجھیں' سمجھنا چاہیں گے تو سمجھ لیں گے اور ہدایت پا لیں گے) اس کے بعد قرآن کی برتری بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وہ ہمارے پاس ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں محفوظ ہے، وہ بلند بھی ہے اور حکمتوں سے پُر ہے (اور بعض حضرات نے حکیم کا ترجمہ "محکم" کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لفظی اور معنوی اعتبار سے استحکام ہے یعنی اس میں کوئی اختلاف اور تناقض نہیں ہے۔ سورۃ الواقعہ میں فرمایا اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ (اور سورۃ البروج میں فرمایا بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ)

اس کے بعد فرمایا کہ ہم جو قرآن نازل کر رہے ہیں جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے یہ قرآن نازل ہوتا رہے گا تم یہ نہ سمجھنا کہ چونکہ ہم قرآن کو نہیں مانتے اس لئے قرآن کا نازل ہونا بند ہو جائے گا تمہارا یہ خیال غلط ہے اس میں تمہارے لئے نصیحت بھی ہے اور اس کے نازل ہونے میں تم پر حجت بھی قائم ہوتی ہے اور اہل ایمان کے لئے نافع اور مفید ہے۔

قال القرطبی وانتصب صفحًا علی المصدر لان معنی اضرب اصفح وقیل التقدیر اضرب عنکم الذکر صافحین (علامہ قرطبیؒ فرمایا صفحًا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ اضرب کا معنی ہے اصفح بعض نے کہا اصل عبارت یوں ہے اضرب عنکم الذکر صافحین)

اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے ہیں (فط کم تکثیر کے لئے ہے) مطلب یہ ہے کہ ہم نے کثیر تعداد میں نبی بھیجے لیکن ان کی امتوں کا طریقہ یہ رہا کہ جو بھی نبی بھیجا جاتا اس کا مذاق بناتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں جو لوگ بہت زیادہ زور آور تھے موجودہ مخاطبین سے قوت میں بڑھ کر تھے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ان مخاطبین کی ان لوگوں کے سامنے کچھ حیثیت نہیں، ومضی مثل الاولین اور پہلے لوگوں کی حالت گزر چکی ہے۔ ان میں جس کا انہیں علم بھی ہے۔ پھر بھی قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں اپنے انجام کی طرف نظر نہیں کرتے وھذا مثل قولہ تعالی وکذب الذین من قبلھم وما بلغوا معشار ما اٰتینٰھم فکذبوا رسلی فکیف کان نکیر (اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے جھٹلایا اور انہیں ہم نے جو کچھ دیا تھا یہ لوگ اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا سو کیسا عذاب ہوا میرا)۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ انہیں عزیز علیم نے پیدا فرمایا جس نے تمہارے لئے

لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ

زمین کو بچھونا بنا دیا اور تمہارے لئے اس میں رستے بنا دیئے تاکہ تم ہدایت پاؤ اور جس نے ایک اندازے سے آسمان

مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا

سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ اور جس نے تمام اقسام کو پیدا فرمایا اور تمہارے

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ

لئے کشتیاں اور جانوروں میں سے وہ چیزیں پیدا فرمائیں جس پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پشتوں پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے رب کی نعمت کو

رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝

یاد کرو جب تم اس پر بیٹھ جاؤ اور تم یوں کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرما دیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے

وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں

آسمان وزمین کی تخلیق، زمین کا بچھونا بنانا، کشتیوں اور چوپایوں کی نعمت عطا فرمانا

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت اور مالکیت بیان فرمائی اور بندوں کے لئے جو نفع کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان میں سے بعض چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے ان سب چیزوں کو وجود بخشنے اور بندوں کے لئے مسخر کرنے میں توحید کے دلائل ہیں ارشاد فرمایا کہ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا فرمایا؟ تو یہ لوگ خود ہی اقراری ہوں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے جو عزیز بھی ہے یعنی غالب اور علیم بھی ہے جو سب کچھ جانتا ہے پھر فرمایا الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا (جس پر آرام سے رہتے اور بستے ہو) وَّجَعَلَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلًا (اور اس نے تمہارے لئے اس میں راستے بنائے لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ (تاکہ تم ہدایت پاؤ) یعنی تم اپنے اسفار میں جاؤ تو ان راستوں سے گزرو اور اپنے مقاصد پورے کرو اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ تم فکر کرو اور ہدایت پاؤ اور توحید پر آؤ کہ جس ذات پاک نے یہ زمین پیدا فرمائی اور اس میں راستے بنائے وہ وحدہ لاشریک ہے۔

مزید فرمایا وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ (اور وہ ذات پاک جس نے آسمان سے ایک خاص مقدار کے ساتھ پانی نازل فرمایا) فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا (پھر ہم نے اس کے ذریعے زمین کے مردہ حصہ کو زندہ کر دیا کَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ (جیسے اس نے مردہ زمین کو زندگی بخشی خشک ہونے کے بعد سرسبز اور شاداب ہوگئی اسی طرح سے تم قبروں سے نکالے جاؤ گے یعنی قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اس کا نمونہ تمہارے سامنے ہے زمین کی موت اور حیات کو دیکھ لو اور اس سے سمجھ لو کہ تمہارا زندہ فرمانا کوئی مشکل نہیں ہے۔

پھر فرمایا وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا (اور وہی ذات ہے جس نے مخلوق میں طرح طرح کے انواع واقسام پیدا فرما دیئے مذکر بھی ہیں اور مؤنث بھی، میٹھی چیزیں بھی ہیں اور کھٹی بھی، سفید بھی اور سیاہ بھی ہیں اوپر بھی ہیں اور نیچے بھی، دائیں جانب بھی ہیں اور بائیں جانب بھی، وغیرہ وغیرہ۔

وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ (اور اس نے کشتیاں اور سواریاں پیدا فرمائیں جن پر تم سوار ہوتے) لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ (تاکہ تم اچھی طرح ان کی پشتوں پر بیٹھ جاؤ) جب خوب اچھی طرح جم کر جانوروں کی پشت پر بیٹھ جاتے ہیں تو اس کو ایڑھ مار کر چلاتے ہیں اور ان کی پستیوں پر بیٹھنے اور جمنے کے طریقے بھی اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں۔ گھوڑے پر زین کستے ہیں اور اونٹ پر کجاوہ باندھتے ہیں اور اس کے اٹھے ہوئے کوہان کے باوجود اس کی کمر پر بیٹھتے ہیں اور اس پر سفر کرتے ہیں۔

وقوله تعالیٰ مَاتَرْكَبُوْنَ ماموصوله والعائد محذوف والضمير المجرور فی ظهوره عائد الی لفظ ما وجمع الظهور رعاية للمعنی۔ (اللہ تعالیٰ کے ارشاد مَاتَرْكَبُوْنَ میں ما موصولہ ہے اور اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے اور ظُهُوْرِهٖ کی ضمیر مجرور لفظ ما کی طرف لوٹی ہے اور ظُهُوْر کو معنی کی رعایت کرتے ہوئے جمع لایا گیا ہے۔)

سوار ہونے کی دعاء:۔ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّکُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ (پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب ان پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جاؤ (یہ یاد کرنا زبان سے اور دل دونوں سے ہونا چاہئے زبان سے یاد کرنے کی دعا بھی بتا دی فرمایا وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ (اور تم یوں کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لئے مسخر کر دیا اور ہم اسے قابو میں کرنے والے نہ تھے) وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (اور بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں) اس میں یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور ساتھ ہی اس بات کا بھی دھیان رکھیں اور بار بار مراقبہ کریں کہ اسی دنیا میں نہیں رہنا مرنا ہے اور یہاں سے جانا ہے، زندگی کا اور نعمتوں کا حساب بھی ہونا ہے۔

جب جانور پر سوار ہو تو اس دعا کا اہتمام کرنا چاہئے۔ سنن ترمذی (کتاب الدعوات) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سواری کے لئے جانور لایا گیا جب رکاب میں پاؤں رکھا تو بسم اللہ کہا پھر جب اس کی پشت پر بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا پھر یہ آیت پڑھی سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۙ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ؕ (اللہ پاک ہے جس نے اس کو ہمارے قبضہ میں دے دیا اور اس کی قدرت کے بغیر ہم اسے قبضہ میں کرنے والے نہ تھے اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے) اسکے بعد تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا پھر یہ دعا پڑھی سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ط (اے اللہ! تو پاک ہے بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے کیونکہ گناہوں کو صرف تو ہی بخشتا ہے) اسکے بعد آپ سے عرض کیا گیا کہ امیر المؤمنین آپ کیوں ہنسے؟ آپ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ شانہ کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے جب بندہ رب اغفرلی کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کو معلوم ہے کہ میرے علاوہ گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا (وھو فی المشکوٰۃ ص ۲۱۴)

سَخَّرَ لَنَا کی تشریح سواری کی جو دعا قرآن وحدیث میں بتائی اس میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اے انسان تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے جو فائدہ اٹھاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جانور پیدا فرمائے۔ پھر جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا یہ مستقل نعمت ہے ان پر سواری کرو، سامان لادو، ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو مسخر نہ فرماتا تو ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے (جب جانور بدک جاتا ہے قابو سے باہر ہو جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی تسخیر کا پتہ چلتا ہے)۔

ع ۱۵ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ

اور ان لوگوں نے اللہ کے لئے اس کے بندوں میں سے جزو ٹھہرا دیا بلاشبہ انسان واضح طور پر ناشکرا ہے کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں

وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِیْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا

پسند میں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور جب ان میں سے کسی ایک کو اس کی بشارت دی جاتی ہے جسے کہ اس نے طور مثال میں جس سے تشبیہ دی ہے تو سارا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے

وَّهُوَ كَظِیْمٌ ۝ اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ ۝ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ

اور وہ غم میں گھٹتا ہے کیا جو زیور میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں واضح بیان نہ دے سکے اور ان لوگوں نے فرشتوں کو

الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَیُسْـَٔلُوْنَ ۝

عورتیں قرار دے دیا جو اللہ کے بندے ہیں کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرنے والوں کی تردید، فرشتوں کو بیٹیاں بتانے والوں کی جہالت اور حماقت

مشرکین عرب اور دیگر مشرکین جو دنیا میں پھیلے ہوئے تھے اور اب بھی پائے جاتے ہیں جن میں نصاریٰ بھی ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کر لی سب جانتے ہیں کہ اولاد اپنے باپ کا جزو ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرنا اس کے لئے جزو تجویز کرنا ہوا۔ اہل عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے جیسا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا

بتاتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ نے مشرکین کا یہ عقیدہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ (بلاشبہ انسان صریح ناشکرا ہے) اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے لیکن وہ تو توحید کے خلاف بات کرتا ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد تجویز کرتا ہے یہ منعم حقیقی کی شکر گزاری کے تقاضوں کے خلاف ہے اور صریح ناشکری ہے۔

اس کے بعد فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتانے والوں کی تردید کی اور بطور استفہام انکاری ارشاد فرمایا کہ تم کیسی باتیں کرتے ہو کیا اس نے اپنے لئے اپنی مخلوقات میں سے اپنے لئے بیٹیاں پسند کر لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر لیا اس کے لئے اولاد ہونا عیب کی بات ہے۔ وہ اس عیب سے پاک ہے لیکن تم اپنی بیوقوفی تو دیکھو کہ رحمان جل مجدہ کے لئے اولاد تجویز کرنے بیٹھے تو اس کے لئے بیٹیاں تجویز کر دیں اسی سورۃ النجم میں فرمایا اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ؕ (کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں یہ تو اس حالت میں بے ڈھنگی تقسیم ہے)۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان کا اپنا یہ حال ہے کہ جب انہیں خبر دی جاتی ہے کہ تمہارے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس خبر سے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور غم میں گھٹنے لگتا ہے جس چیز کو اپنے لئے اتنا زیادہ مکروہ سمجھتے ہیں اس کو اللہ کے لئے تجویز کرتے ہیں اور یہ نہ سوچا کہ جو چیز زینت میں اور زیور میں نشو ونما پاتی ہے یعنی لڑکی اور کسی سے جھگڑا ہو جائے تو ٹھیک طرح اپنا دعویٰ بھی بیان نہ کر سکے کیا ایسی چیز کو اللہ کی اولاد قرار دیتے ہیں؟ ایسی کمزور چیز کو اللہ کی اولاد تجویز کر بیٹھے اور حماقت پر حماقت کرتے چلے گئے۔

اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ (کیا یہ اس وقت حاضر تھے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا) یعنی یہ تو موجود نہیں تھے انہوں نے اللہ کی مخلوق کے بارے میں کیسے تجویز کر لیا کہ وہ عورتیں ہیں یہ ان کی جرأت جاہلانہ اور مشرکانہ ہے، سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ ؕ (ان کا جو یہ دعویٰ ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں لکھا جاتا ہے۔) قیامت کے دن اسے اپنے اعمال نامہ میں پائیں گے وَيُسْـَٔلُوْنَ (اور ان سے سوال کیا جائے گا) کہ تم نے جو یہ بات کہی تھی اس کی کیا دلیل تھی (والسین فی قولہ تعالیٰ ستکتب زیدت للتاکید کما ذکرہ صاحب الروح ص ۲۷ ج ۲۵) (اور ستُكْتَبُ میں جو سین ہے یہ تاکید کیلئے زیادہ کی گئی ہے جیسا کہ صاحب روح المعانی نے ذکر کیا ہے)

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ

اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کرتے انہیں اس بات کی کچھ بھی تحقیق نہیں وہ محض اٹکل سے بات کرتے ہیں کیا ہم نے انہیں

كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ

اس سے پہلے کتاب دی ہے جس سے وہ دلیل پکڑتے ہیں؟ بلکہ انہوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انکے طریقوں کے

مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا

مطابق راہ یاب ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اسکے خوشحال لوگوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا

دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے طریقوں کا اقتداء کرنے والے ہیں۔ اسکے پیغمبر نے کہا کیا اگر چہ میں تمہارے پاس اس سے بڑھ کر ہدایت والی

وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۚ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ

جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کو دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں سو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

مشرکین کی ایک جاہلانہ بات کی تردید آباء واجداد کو پیشوا بنانے کی حماقت اور ضلالت

تفسیر: جب مشرکین کو متنبہ کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ تم جو شرک میں پڑے ہوئے ہو یہ گمراہی ہے اور تمہارا خالق اور مالک جل مجدہ اس سے راضی نہیں ہے تو کٹ حجتی کے طور پر یوں کہتے تھے کہ اگر ہمارے اس عمل سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے تو ہمیں اپنے علاوہ دوسروں کی عبادت کیوں کرنے دیتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک بت پرستی کا عمل صحیح ہونے کی یہ ایک بہت بڑی دلیل تھی اللہ جل شانہ نے فرمایا مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ (ان کو اس بات کی تحقیق نہیں) اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (یہ لوگ صرف اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں) مشرکین کی یہ بات سورۂ انعام کی آیت سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا (الآیۃ) اور سورۂ نحل کی آیت وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ (الآیۃ) میں گزر چکی ہے ان لوگوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا جب اس نے ہمیں غیر اللہ کی عبادت کا موقع دیا یعنی ہمیں اس عمل سے نہیں روکا تو معلوم ہو گیا کہ ہمارے عمل سے راضی ہے یہ ان لوگوں کی جاہلانہ اور احمقانہ دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسانوں کو ابتلاء اور آزمائش کے لئے پیدا فرمایا ہے اور آزمائش جب ہی ہو سکتی ہے جب حق اور ناحق بیان کر دیا جائے اور اچھے برے اعمال بتا دیئے جائیں اور کرنے نہ کرنے کا اختیار دے دیا جائے اگر جبراً کوئی کام کروا لیا جائے تو اس میں امتحان نہیں ہوتا لہٰذا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ کفر و شرک کے اعمال پر ہم کو قدرت اور اختیار دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے اس عمل سے اللہ تعالیٰ راضی ہے یہ ان لوگوں کی جہالت کی بات ہے کیونکہ امتحان کے لئے قدرت دے دینا راضی ہونے کی دلیل نہیں ہے یہ لوگ اپنے کفر و شرک کو جائز کرنے کیلئے اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں۔ مَا اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِكَ (الآیۃ) (کیا ہم نے انہیں اس قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جس سے وہ استدلال کرتے ہیں) یعنی مشرکین عرب کے پاس ہم نے قرآن مجید سے پہلے کوئی کتاب نازل نہیں کی اگر اس سے پہلے ان پر کوئی کتاب نازل کی جاتی اور اس میں شرک کی اجازت ہوتی تو اس کو دلیل میں پیش کرتے ان کے پاس باپ دادوں کی تقلید کے علاوہ کچھ نہیں ہے جب انہیں تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم باطل پر ہو تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے ہم انہیں کے پیچھے چل رہے ہیں اور اسی کو ہدایت سمجھ رہے ہیں۔

دلائل صحیحہ قاہرہ کو نہ ماننا اور باپ دادوں کا اتباع کرنا دنیا میں پرانی رسم ہے اسی کو فرمایا وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ ط (الآیۃ) اور جس طرح یہ لوگ جواب دیتے ہیں یہی حال ان لوگوں کا تھا جن کی طرف ہم نے آپ سے پہلے ڈرانے والے بھیجے تھے ان کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور انہیں کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں وہ ہمارے امام تھے اور ہم ان کے مقتدی ہیں۔

لوگوں کی یہ جاہلانہ بات سورۂ بقرہ اور سورۂ مائدہ اور سورۂ لقمان میں بھی ذکر فرمائی ہے۔ سورۂ بقرہ میں ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ط (کیا باپ دادوں کا اتباع کریں گے اگرچہ وہ سمجھ نہ رکھتے ہوں اور ہدایت پر

نہ ہوں) اور سورۂ لقمان میں فرمایا اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ (کیا اپنے باپ دادوں کی اتباع کریں گے اگرچہ شیطان انہیں دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو) خلاصہ یہ کہ باپ دادوں کی تقلید کوئی چیز نہیں ہاں اگر وہ ہدایت پر ہوں تو ان کا اتباع کیا جائے گمراہی میں کسی کا بھی اتباع کرنا گمراہی ہے اتباع اس کا کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہو کما قال تعالیٰ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ.

قال اولو جئتکم ھدٰی (الایۃ) سابقہ امتوں کی طرف جو نذیر بھیجے گئے ان کے ہمدردوں نے جو انہیں جواب دیا کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہیں اسی کا اقتداء کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے حضرات نے سوال کیا کہ تم نے جن طریقوں پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اگر ہم اس سے بڑھ کر اور بہتر ہدایت لے کر آئے ہوں کیا پھر بھی تم اپنے باپ دادوں کا اتباع کرتے رہو گے اس پر ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم جو کچھ لے کر آئے ہو ہم اسے نہیں مانتے۔

جب ان لوگوں نے حق کو نہ مانا اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں مبتلا فرما دیا فانتقمنا منھم فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا سو دیکھ لیجئے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو سوا اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا سو میں کوئی

سَيَهْدِيْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ

شک نہیں کہ وہ مجھے ہدایت دیتا ہے اور اس نے اپنے بعد میں آنے والوں میں باقی رہنے والا کلمہ چھوڑ دیا تاکہ وہ باز آئیں بلکہ میں نے نہیں اور ان کے

وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ

باپ دادوں کو سامان دے دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور رسول بیان کرنے والا آ گیا اور جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے

وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

اور بے شک ہم اس کے منکر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شرک سے برأت کا اعلان فرمانا اور دعوت حق کا ان کی نسل میں باقی رہنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل کے قریب مشرکین کے علاقے میں پیدا ہوئے تھے ان کے علاقہ کے لوگ بت پرست بھی تھے اور ستارہ پرست بھی ان کا باپ بھی مشرک بت پرست تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں کو توحید کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے نہ مانا اور حق کو قبول نہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واضح طور پر اعلان فرما دیا کہ میں تمہارے معبودوں سے بری اور بیزار ہوں میں تو صرف اس ذات کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا اسی نے مجھے ہدایت دی اور وہ مجھے ہدایت پر رکھے گا۔ لفظ فطرنی میں تعریض ہے کہ تم لوگ حماقت کے کام میں لگے ہوئے ہو تمہیں بھی اسی نے پیدا کیا جس نے مجھے پیدا کیا لہٰذا پیدا کرنے والے کی عبادت کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور اپنی بیوی کو لے کر فلسطین چلے گئے راستہ میں ایک اور بیوی بھی مل

گئی (جس کی تفصیل سورۃ الانبیاء میں گزر چکی ہے) ان دونوں بیویوں سے اولاد ہوئی۔ بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل ان کی اولاد ہیں۔ وہ جو انہوں نے کلمہ توحید کی دعوت دی اور شرک سے بیزاری کا اعلان کیا۔ انکی یہ بات ان کی اولاد میں بھی رہی جسے یہاں وجعلها كلمة باقية في عقبه سے اور سورۂ بقرہ میں ووصى بها ابراهيم بنيه ويعقوب میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ توحید کی دعوت دی اور اسے اپنی نسل میں باقی رکھا تاکہ ان کی نسل کے لوگ شرک سے باز آئیں لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ، میں یہ بات بتائی ہے۔

قریش مکہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور شرک اختیار کئے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو توحید پر جمنے کی وصیت فرما کر اپنی ذمہ داری پوری فرما دی تھی لیکن اہل عرب اکثر مشرک ہو گئے تھے پھر جب نبی عربی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت دی تو برس ہا برس کی محنت کے بعد قریش مکہ نے شرک چھوڑا اور توحید پر آ گئے فصلى الله على حليله وحبيبه

اس کے بعد فرمایا بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ (الآیۃ) ان لوگوں کے پاس حق تو آ گیا ہے لیکن قبول کرنے سے گریز کر رہے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان کو اور ان کے باپ دادوں کو میں نے دنیا کا سامان دے دیا یہ لوگ اس میں مشغول ہیں اس مشغولی نے ان کو یہاں تک پہنچا دیا کہ جب ان کے پاس حق آ گیا اور رسول مبین یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے جنہوں نے واضح طور پر توحید کی دعوت دے دی جسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے باقی رکھا تھا تب بھی حق کو قبول کرنے سے اعراض کر رہے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ط (اور جب ان کے پاس حق آ گیا تو کہنے لگے یہ جادو ہے ہم اسے نہیں مانتے) قرآن کو ان لوگوں نے جادو بتا دیا اور اس کی دعوت حق کو ماننے سے منکر ہو گئے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو

رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے ان کے درمیان دنیا والی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے بعض کو بعض

دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ

پر درجات کے اعتبار سے فوقیت دی ہے تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لیتا رہے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب

اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا

لوگ ایک ہی طریقہ پر ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں کے لئے جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی

يَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ

جن پر وہ چڑھتے ہیں اور گھروں کے لئے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ صرف

ع ۴

لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ اور آخرت تیرے رب کے یہاں متقیوں کے لیے بہتر ہے۔

مکہ والوں کا جاہلانہ اعتراض کہ مکہ یا طائف کے بڑے لوگوں میں سے نبی کیوں نہ آیا؟
اہلِ دنیا کو دنیا ہی محبوب ہے سونے چاندی کے اموال دنیا میں کام آتے ہیں
اور آخرت متقیوں کے لئے ہے

دنیا دار دنیا ہی کو بڑی چیز سمجھتے ہیں جس کے پاس دنیوی مال و اسباب زیادہ ہوں یا چودھری قسم کا آدمی ہو کسی قسم کی سرداری اور بڑائی حاصل ہو اسی کو بڑا آدمی سمجھتے ہیں خواہ کیسا ہی بڑا ظالم، خائن، سود خور، رشوت خور ہو جب کسی بستی یا محلہ میں داخل ہو اور دریافت کرو کہ یہاں کا بڑا آدمی کون ہے؟ تو وہاں کے رہنے والے کسی ایسے ہی شخص کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مالدار صاحب اقتدار ہو اخلاق فاضلہ والے انسان اللہ کے عبادت گزار بندے علوم و معارف کے حاملین کی بڑائی کی طرف لوگوں کا ذہن جاتا ہی نہیں عموماً انسانوں کا یہی مزاج اور یہی حال رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور خصال حمیدہ کے سب معتقد اور معترف تھے لیکن جب آپ نے اپنی نبوت اور رسالت کا اعلان کیا جو جہاں تہذیب اور انکار کرنے والوں نے بہت سے بہانے ڈھونڈے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ جیسے والے آدمی نہیں اور آپ کو دنیوی اعتبار سے کوئی اقتدار بھی حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا آپ جیسے نبی اور رسول ہو گئے؟ اگر اللہ کو رسول بھیجنا ہی تھا اور قرآن نازل کرنا ہی تھا تو شہر مکہ یا شہر طائف کے بڑے آدمیوں سے کسی شخص کو رسول بنانا چاہئے تھا وہی رسول ہوتا اسی پر قرآن نازل ہوتا' اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو رسول بنایا جو پیسہ کوڑی کے اعتبار سے برتر نہیں اور جسے کوئی اختیار اور اقتدار کی برتری بھی حاصل نہیں، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی' معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کا اشارہ ولید بن المغیرہ اور عروہ بن مسعود ثقفی کی طرف تھا پہلا شخص اہل مکہ میں سے اور دوسرا شخص اہل طائف میں سے تھا۔ یہ دونوں دنیوی اعتبار سے بڑے سمجھے جاتے تھے ان ناموں کی تعیین میں اور بھی اقوال ہیں اللہ تعالیٰ شانہ نے ان لوگوں کی بات کی تردید فرمائی اور جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ ؕ (کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت یعنی نبوت و تقسیم کرتے ہیں) یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ انہیں یہ حق ہے کہ منصب نبوت کو اپنے طور پر کسی کے لئے تجویز کریں رسول بنانے کا اختیار انہیں کس نے دیا ہے کہ یہ جس کے لئے چاہیں عہدۂ نبوت تجویز کریں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمائے۔ وہ جسے منصب نبوت عطا فرماتا ہے اسے ان اوصاف سے متصف فرما دیتا ہے جن کا نبوت کے لئے ہونا ضروری ہے۔ سورۂ انعام میں فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (اللہ خوب جاننے والا ہے اپنے پیغام کو جہاں بھیجے) ان لوگوں کو نہ کسی کو نبی بنانے کا اختیار ہے اور نہ نبی کے اوصاف تجویز کرنے کا۔ پھر فرمایا نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (ہم نے ان کے درمیان معیشت یعنی زندگی کا سامان دنیا والی زندگی میں بانٹ دیا) وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (اور درجات کے اعتبار سے ہم نے بعض کو بعض پر فوقیت دے دی) کسی کو غنی بنایا، کسی کو فقیر، کسی کو مالک اور کسی کو مملوک لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (تاکہ بعض لوگ بعض لوگوں کو اپنے کام میں لاتے رہیں) اگر سبھی برابر کے مالدار ہوتے تو کوئی کسی کا کام نہیں کرتا اب صورت حال یہ ہے کہ کم پیسے والے مالداروں کے باغوں اور کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرتے ہیں اور طرح طرح کے کاموں کی خدمت انجام دیتے ہیں اس طرح سے عالم کا نظام قائم ہے مالدار کام لیتے

ہیں کم پیسے والے مزدور کھلیتے ہیں دنیا اسی طرح چل رہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ شانہ نے دنیاوی معیشت کو انسانوں کی رائے پر نہیں رکھا جو ادنیٰ درجہ کی چیز ہے اور اپنی حکمت کے موافق بندوں کی مصلحتوں کی رعایت فرماتے ہوئے خود ہی مال تقسیم فرما دیا تو نبوت کا منصب کسی کو لوگوں کی رائے کے موافق کیسے دے دیا جاتا ہے جو بہت ہی بلند و بالا چیز ہے قال القرطبی فاذالم یکن امر الدنیا الیھم فکیف یفوض امر النبوۃ الیہ. و رحمۃ ربک خیر مما یجمعون ط (علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں جب دنیا کا معاملہ ان کے سپرد نہیں تو نبوت اس کے اختیار میں کیسے دی جا سکتی ہے) (اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں) یعنی جن لوگوں کو دنیاوی چیزیں دی گئی ہیں وہ انہیں جمع کرنے سمیٹنے میں لگے ہوئے ہیں انہیں سمجھنا چاہئے کہ پروردگار جل مجدہ کی رحمت یعنی جنت اور وہاں کی نعمتیں اس سے بہتر ہیں۔

وَلَوْ لَآ اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ (الایات الثلث) ان تینوں آیتوں میں دنیا کی حقارت بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ ایک ہی طریقہ اختیار کر لیں گے اور ایک ہی جماعت بن جائیں گے یعنی دنیا کی رغبت رکھنے کی وجہ سے عام طور پر لوگ کفر ہی اختیار کر لیں گے تو ہم کافروں کو اتنا سونا چاندی دیتے کہ ان کے گھروں کی چھتیں اور ان کے زینے اور سیڑھیاں جن کے ذریعے وہ اوپر چڑھتے ہیں اور ان کے گھروں کے دروازے اور ان کے تخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں ان سب کو سونے چاندی کا بنا دیتے (انسان کا مزاج چونکہ دنیا کی چیزوں کو ترجیح دیتا ہے اس لئے یہ دیکھ کر کہ کافر ہونے میں دولت ملتی ہے ایمان قبول نہ کرتے اور کفر ہی کو اختیار کئے رہتے) اس لئے ایسا نہیں کیا گیا کہ مال و دولت صرف کافروں ہی کو دیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام رکھا ہے کہ اہل ایمان میں بھی مالدار رکھے ہیں اور کافروں میں بھی اور دونوں جماعتوں میں تنگدست بھی ہیں اور فقیر بھی۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا بہت ہی زیادہ حقیر ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بھیڑ کے ایک بچے کے پاس سے گزرے جو مرا ہوا تھا اور اس کے کان بھی کٹے ہوئے تھے اس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ ایک درہم کے عوض اس کو لے لے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ اسے تو ہم مفت میں لینا بھی پسند نہیں کرتے! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ کے نزدیک پوری دنیا اس سے زیادہ ذلیل ہے جتنا یہ (مرا ہوا بچہ) تمہارے نزدیک ذلیل ہے۔ (رواہ مسلم) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ کذا فی المشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اتنی زیادہ ذلیل ہے اگر وہ اسے اپنے دشمنوں کو بھی دے دے تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے پھر کافر بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں انہیں آخرت میں کوئی نعمت نہیں ملنی لہٰذا انہیں دنیا میں بہت کچھ دے دیا جاتا ہے مؤمن بندوں کو کافروں کی دنیا دیکھ کر رال ٹپکانا مؤمنانہ سمجھداری کے خلاف ہے۔

حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! یہ بات بلا شک وشبہ ہے کہ دنیا ایک سامان ہے جو سب کے سامنے حاضر ہے اس میں سے نیک و بد سب کھاتے ہیں اور بلا شبہ آخرت کا وعدہ سچا ہے اس میں وہ بادشاہ فیصلہ کرے جو عادل ہے قادر ہے حق ثابت فرمائے گا اور باطل کو باطل کر دے گا تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے مت بنو کیونکہ ہر ماں کا بچہ اس کے پیچھے پیچھے جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۵)

قولہ تعالیٰ (وَزُخْرُفًا) قال القرطبی الزخرف ھا الذھب وانتصب زُخْرُفًا علی معنی وجعلنالھم مع ذلک زخرفًا. وقیل بنزع الخافض والمعنی فجعلنا لھم سُقُفًا وابوابا وسررًا من فضۃ ومن ذھب فلما حذف "مِنْ" قال

وَزُخْرُفًا" نصب۔ (اللہ تعالیٰ کا قول زُخْرُفًا کے بارے میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں یہاں زُخْرُف سے مراد سونا ہے اور زُخْرُفًا اس لئے منصوب ہے کہ معنی یہ بنے گا اور ہم نے ان کیلئے اس کے علاوہ سونا بنایا ہے۔ بعض نے کہا حرف جر کے محذوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے معنی اس طرح ہے کہ ہم نے ان کیلئے چھتیں، دروازے اور تخت چاندی وسونے کے بنائے (مِنْ ذَهَبٍ) جب مِن حذف کیا تو زُخْرُفًا کو نصب دیدی گئی)۔

وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اور یہ سب دنیا والی زندگی کے سامان کے سوا کچھ نہیں (دنیا حقیر ہے اور فانی ہے یہ چیزیں بھی حقیر ہیں اور فانی ہیں)۔

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ط (اور آخرت یعنی اس کی باقی رہنے والی نعمتیں آپ کے رب کے نزدیک متقین کیلئے ہیں) وہ وہاں ان سے متمتع ہوں گے اور وہ نعمتیں دائمی ہوں گی۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ

اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور بلاشبہ وہ ان کو راستہ

عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ

سے روکتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ اے کاش! میرے اور تیرے

الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ

درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی سو تو برا ساتھی تھا اور جب تم نے ظلم کیا تو آج تمہیں یہ بات ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم عذاب

مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

میں شریک ہوں۔ کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے یا اندھوں کو ہدایت دے دیں گے اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں؟

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝

سو اگر ہم آپ کو لے جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا ہم آپ کو وہ چیز دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے سو بلاشبہ ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْۤ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ

سو آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہئے، بلاشبہ آپ صراط مستقیم پر ہیں اور بلاشبہ یہ قرآن شرف ہے آپ کیلئے اور آپ کی قوم کے لئے

وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا اور اپنے رسولوں میں سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے ان سے دریافت کر لیجئے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا

اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝ ع

دوسرے معبود تجویز کئے ہیں جن کی عبادت کی جائے؟

جو رحمن کے ذکر سے غافل ہو اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے قیامت کے دن اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا کہ دوسروں کو بھی تو عذاب ہو رہا ہے آپ کی زندگی میں بھی ان پر عذاب آ سکتا ہے

تفسیر لفظ یعشُ عشی یعشو سے مضارع مجزوم ہے من شرطیہ داخل ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے جس کی وجہ سے واو حذف ہو گیا۔ اس کا لغوی معنی یہ ہے کہ آنکھوں میں کوئی بیماری نہ ہو تب بھی نظر نہ آئے اور بعض حضرات نے اس کا یہ معنی بتایا ہے کہ نظر کمزور ہو جائے جس سے اچھی طرح نہ دیکھ سکے آیت کا مطلب یہ ہے بہت سے لوگوں کے پاس حق آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت آئی یعنی انھوں نے قرآن کو سنا اور سمجھا یقین کیا محمد ﷺ کی طرف سے اندھے بن گئے جو لوگ اس طریقے کو اختیار کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے اب یہی شیطان ان کا ساتھی بنا رہتا ہے اور ان کو حق قبول نہیں کرنے دیتا اور حق پر نہیں آنے دیتا یہ شیاطین جو اس قسم کے لوگوں کے ساتھی بن جاتے ہیں ان گمراہی اختیار کرنے والے لوگوں کو راہ حق سے روکتے ہیں اور یہ لوگ (جن کے ساتھی شیاطین بن جاتے ہیں) راہ حق سے ہٹ جانے اور گمراہی میں پڑ جانے کے باوجود یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں یہ شیطان اس قرین کے علاوہ ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک قرین فرشتہ اور ایک قرین شیطان مقرر ہے۔ (رواہ مسلم)

ان گمراہوں کی دنیا میں تو شیطین سے دوستی ہے لیکن جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو گمراہ ہونے والا آدمی اپنے ساتھی یعنی شیطان سے کہے گا کہ تو نے میرا اس کو یا کاش دنیا میں میرے اور تیرے درمیان اتنا بڑا فاصلہ ہوتا جتنا مغرب اور مشرق کے درمیان ہے تو میرا برا ساتھی تھا تو نے مجھے گمراہ کیا اور کفر و شرک اور برے اعمال کو اچھا کر کے بتایا کما فی سورۃ حٰمٓ السجدہ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۔ (اور ہم نے ان کے لئے کچھ ساتھی رہنے والے مقرر کر رکھے تھے سو انہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں اچھے بنا کر دکھا رکھے تھے)

دنیا میں تو گمراہوں کا دوستانہ تھا شیطین بھی کافر تھے اور جن انسانوں کو بہکاتے تھے وہ بھی ان کے بہکانے کی وجہ سے کفر پر جمے رہتے تھے پھر جب قیامت کے دن موجود ہوں گے تو سب کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا وہاں ایک دوسرے کو عذاب میں دیکھیں گے لیکن اس بات سے کسی کو کچھ نفع نہ ہوگا کہ سب دوزخ میں ہیں اور سب عذاب میں ہیں یعنی جس طرح دنیا میں ایک دوسرے کو مصیبت میں دیکھ کر تسلی ہو جاتی ہے کہ ہم تنہا مصیبت میں نہیں ہیں دوسرے لوگ بھی اس مصیبت میں مبتلا ہیں جو ہم پر آتی ہے وہاں اس بات سے کسی کو کچھ نفع نہ ہوگا کہ سب عذاب میں شریک ہیں کیونکہ وہاں کا عذاب بہت سخت ہے۔

دنیا میں جو بہت سے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی جاتی ہے تو حق جانتے اور پہچانتے ہوئے اسلام قبول نہیں کرتے اور نفس و شیطان ان کو یہ سمجھا دیتا ہے کہ اور بھی تو کروڑوں ایسے لوگ ہیں جو مسلمان نہیں ہیں جو ان کا حال ہوگا وہی ہمارا ہو جائے گا ایسے لوگوں کو بتا دیا کہ عذاب میں پڑنے والوں کے ساتھ عذاب میں جانا یہ کوئی سمجھداری نہیں ہے جب سب عذاب میں جائیں گے تو یہ دیکھ کر کچھ فائدہ نہ ہوگا کہ دوسرے لوگ بھی عذاب میں ہیں۔

بہت سے وہ لوگ جو مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں ان کا بھی یہی طریقہ ہے کہ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ فرائض انجام دو، حرام سے بچو اور گناہوں کو چھوڑ دو تو کہہ دیتے ہیں کہ مرد ن شریعت پر چل رہا ہے جو ہم چلیں، یہ جاہلانہ جواب ہے یہاں تو گناہگاروں کی جماعت میں شریک ہونا نفس کو اچھا لگ رہا ہے لیکن روز قیامت گناہگاروں کی صف میں کھڑے ہوں گے اور عذاب میں مبتلا ہوں گے

اس وقت اس بات سے کسی کو کچھ فائدہ نہ ہوگا کہ ہم بھی عذاب میں ہیں تو کیا ہوا اور ہزاروں آدمی بھی تو عذاب میں ہیں اس بات کا خیال کرنے سے کسی کا عذاب ہلکا نہیں ہو جائے گا۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ (الآیۃ) کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو راہ پر لا سکتے ہیں جو صریح گمراہی میں ہیں۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ جو لوگ بہرے اور اندھے ہیں اور صریح گمراہی میں ہیں آپ انہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے یعنی ان کو ہدایت دینا آپ کے اختیار سے خارج ہے آپ اپنی دعوت کا کام جاری رکھیں آپ کی اتنی ہی ذمہ داری ہے۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ (الآیۃ) سو اگر ہم آپ کو لے جائیں یعنی دنیا سے اٹھا لیں (یا مکہ معظمہ سے نکال کر لے جائیں) تو ان لوگوں کو پھر بھی عذاب سے چھٹکارہ نہیں ہم ان سے انتقام لے کر رہیں گے آپ کے سامنے سے ہم آپ کو ہٹا دیں یا آپ کے بعد ہو ہمیں سب پر قدرت ہے یعنی انہیں کفر کی سزا ضرور ملے گی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ غزوۂ بدر میں جو مشرکین مکہ کی شکست ہوئی قتل بھی ہوئے قیدی بھی ہوئے آیت کریمہ میں اس انتقام کا تذکرہ ہے۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ سو جو وحی آپ کی طرف بھیجی ہے یعنی قرآن نازل کیا اس پر آپ مضبوطی سے قائم رہئے آپ سیدھے راستے پر ہیں دعوت کے کام میں کاربند اور جمار ہنا یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس میں امت کی رضا ہے کوئی مانے نہ مانے آپ اپنا کام کئے جائیں۔ (کذا فسرہ القرطبی)

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ (اور بلاشبہ یہ قرآن شرف ہے آپ کیلئے اور آپ کی قوم کے لئے) اس آیت میں اللہ جل شانہ نے امتنان فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا ہے کہ یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے باعث شرف ہے اللہ تعالیٰ شانہ مالک الملک ہے اور ملک الملوک ہے، سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس کا کسی سے خطاب فرمانا یہ بہت بڑا شرف ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور بار بار آپ کو مخاطب فرمایا۔ اس میں آپ ﷺ کے لئے بڑے شرف اور فخر کی بات ہے پھر آپ ﷺ کے واسطہ سے آپ ﷺ کی قوم کو مخاطب فرمایا اور ان کی زبان میں ان کی لغت میں قرآن مجید نازل فرمایا ان کے لئے بھی یہ بات بڑے شرف کی ہے۔ بہت سوں نے اس کی قدر دانی نہ کی اور کفر پر مر گئے اور بہت سوں نے قدر دانی کی اس پر ایمان لائے، اس کی تلاوت کی، اس کو پڑھا اور پڑھایا اور آگے بڑھایا۔ یہ سب اہل عرب کے لئے بڑے شرف اور فخر کی چیز ہے نزول قرآن سے لے کر آج تک پورے عالم میں قرآن مجید پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے جتنے بھی پڑھانے والے ہیں سب کی سند حضرات صحابہؓ تک پہنچتی ہے جنہوں نے قرآن کو سیکھا اور سکھایا اور اس کی قراءت اور روایت اور طرق ادا کو آگے بڑھایا۔ قرآن مجید کی وجہ سے عربی زبان کی پوری دنیا میں اہمیت ہوگئی اسکے قواعد لکھے گئے بلاغت پر کتابیں تصنیف کی گئیں۔ قرآن کی وجہ سے خود عرب بھی بلند ہو گئے ورنہ نزول قرآن سے پہلے دنیا میں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی یمن میں کسریٰ کا اقتدار تھا اور شام میں قیصر نصرانی کا اور مدینہ منورہ میں یہودی صاحب اقتدار بنے ہوئے تھے۔

لِقَوْمِكَ سے بعض حضرات نے قریش مکہ کو مراد لیا ہے کیونکہ قرآن مجید ان کی لغت میں نازل ہوا اور بعض حضرات نے مطلقاً عربی بولنے والوں کو مراد لیا ہے یہ تفسیر اس صورت میں ہے جبکہ ذکر سے مذکرہ مراد لیا جائے جس کا حاصل ترجمہ شرف اور فخر کیا گیا۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے قَوْمِكَ سے عام مؤمنین مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم یعنی تمام اہل ایمان کے لئے نصیحت ہے۔

وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (اور تم لوگوں سے سوال ہوگا) کہ اس قرآن کا کیا حق ادا کیا اور اس پر کیا عمل کیا اور اس کی کیا قدر کی۔

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ (اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان سے دریافت کر لیجئے کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ معبود ٹھہرائے جن کی عبادت کی جائے) یعنی ایسا نہیں ہے اس میں بظاہر آپ ﷺ کو خطاب ہے لیکن اصل مخاطب یہود اور نصاریٰ اور مشرکین ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام سے دریافت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کتابوں کے بعض حصے جو موجود ہیں انہیں دیکھ کر تحقیق کر لی جائے۔ تحقیق کریں گے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ کسی بھی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ توریت اور انجیل جاننے والوں میں سے جو حضرات ایمان لے آئے تھے ان سے سوال کرنا مراد ہے۔ کما ذکر القرطبی' وقال ایضا والخطاب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد امتہ (جیسا کہ علامہ قرطبی نے فرمایا اور یہ بھی کہ خطاب حضور سے ہے اور مراد امت محمدیہ ہے)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَلَمَّا

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اس کی قوم کے بڑے لوگوں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تھا موسیٰ نے جب فرعون کے پاس جا کر

جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ

وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو یکایک وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے۔ اور ہم نہیں جو ہم کوئی نشانی دیتے تھے وہ اس کی نشانی سے بڑھ رہی ہوتی تھی اور ہم نے انہیں

بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا

عذاب کے ساتھ پکڑا تاکہ وہ باز آ جائیں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر تو ہمارے لئے اپنے رب سے جس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کیا ہے ہم ضرور ہدایت پانے

لَمُهْتَدُوْنَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ

والے بن جائیں گے' سو جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا تو یکایک وہ عہد کو توڑ رہے ہیں اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرا دی۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا

اس نے کہا کہ اے میری قوم! کیا میرے لئے مصر کا ملک نہیں ہے؟ اور یہ نہریں جاری ہیں میرے نیچے' کیا تم نہیں دیکھتے' بلکہ میں اس

خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ

شخص سے بہتر ہوں جو ذلت والا ہے اور وہ واضح طور پر بات بھی نہیں کر سکتا' سو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا اس

اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

کے ساتھ فرشتے آ جاتے لگاتار جماعتیں بنا کر' سو اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر لیا سو انہوں نے اس کی اطاعت کی بیشک وہ لوگ فاسقین تھے۔

ع ۱۱ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝

سو جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا پھر ہم نے انہیں آئندہ آنے والوں کے لئے سلف اور نمونہ بنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم فرعون کے پاس پہنچنا اور ان کے لوگوں کا معجزات دیکھ کر تکذیب اور تضحیک کرنا' فرعون کا اپنے ملک پر فخر کرنا اور بالآخر اپنی قوم کے ساتھ غرق ہونا

ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت و رسالت اور فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں اور چودھریوں کی تکذیب پھر ہلاکت اور تعذیب کا ذکر ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے اشراف قوم کے پاس اللہ تعالیٰ کی نشانیاں یعنی معجزات لے کر پہنچے تو ان لوگوں نے ان کا مذاق بنایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو ڈال دیا' جس کی وجہ سے وہ اژدھا بن گئی تو فرعون اور اس کے درباریوں نے کہا کہ اجی یہ کیا معجزہ ہے یہ تو جادو کا کرشمہ ہے' اس کے بعد ان لوگوں نے جادوگر بلائے ان سے مقابلہ کرایا' جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں جو حاضرین کو دیکھنے میں دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہو رہی تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ ان کے بنائے ہوئے دھندے کو چٹ کرنے لگا۔ اس پر جادوگر ہار مان گئے' جس کا واقعہ سورۃ الاعراف' سورۂ طٰہٰ اور سورۃ الشعراء میں مذکور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ ید بیضاء تھا اس کا مقابلہ کرنے کی تو ہمت ہی نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی تھی' جن کا ذکر سورۂ اعراف میں یوں بیان فرمایا ہے وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ یعنی ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیج دیا (توضیح و تشریح کے لئے آیت بالا کی تفسیر ملاحظہ کر لی جائے) یہ چیزیں ان پر عذاب کے طور پر آئی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعدد معجزات تھے۔ جب کوئی نشانی ظاہر ہوتی تھی تو وہ اپنی ساتھ والی دوسری نشانی سے بڑھ چڑھ کر ہوتی تھی۔ عذاب آتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم تو اسے جادو سمجھ رہے ہیں تم کہتے ہو یہ میرے رب کی طرف سے جو مجھے بطور معجزہ عطا کیا ہے اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ اگر تم ایمان لے آؤ گے تو میرا رب تمہارے اس عذاب کو ہٹا دے گا ہماری سمجھ میں یہ بات آتی تو نہیں ہے ہم تو تمہیں جادوگر ہی سمجھ رہے ہیں لیکن اگر تمہارے رب نے ہمارا عذاب ہٹا دیا تو ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہٹ دیا جاتا تھا تو اپنا عہد توڑ دیتے تھے اور کافر کے کافر ہی رہتے تھے۔

فرعون کو فکر لگی ہوئی تھی کہ یہ شخص بڑے بڑے معجزات دکھاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری قوم کے لوگ اس کی بات کو قبول کر لیں اور میری حکومت اور سلطنت جاتی رہے اور یہی بڑا بن جائے لہٰذا اس نے اپنی قوم میں ایک منادی کرا دی اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے کہا کہ دیکھو میں مصر کا بادشاہ ہوں، میرے نیچے نہریں بہتی ہیں' میں اس شخص سے بہتر ہوں جو نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے، یہ میرے مقابلے میں ذلت والا ہے، اس کی مالی حیثیت بھی نہیں اور یہ اور اس کا بھائی اس قوم میں سے ہے جو ہمارے خدمت گزار ہیں، فرمانبردار ہیں فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۔ یہ اول تو دنیاوی اعتبار سے مجھ سے کم ہے اس کی کچھ حیثیت نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ اچھی طرح بیان بھی نہیں کر سکتا (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں جو لکنت تھی اس کی طرف اشارہ کیا) اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر یہ شخص نبی ہے تو بہت بڑا مالدار ہونا چاہئے اگر نبی ہوتا تو اس پر سونے کے کنگن ڈالے جاتے اور چوتھی بات یہ ہے کہ اس کی تائید کے لئے فرشتے آنے چاہئے تھے جو گاتار صفیں بنا کر آ جاتے اس کی تائید اور مدد کرتے۔

ہر قوم کے چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کی طرف دیکھا کرتے ہیں بڑے لوگ فرعون کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی قوم کے دوسرے لوگ بھی مغلوب ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے، فرعون کی اطاعت کا دم بھرتے رہے، اس کی قوم کے چھوٹے بڑے لوگ فاسق اور نافرمان تھے۔ شرارت سے بھرے ہوئے تھے انہوں نے کفر پر رہنے کا فیصلہ کیا۔ سمجھانے سے باز نہ آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور معجزات کی بے ادبی کی اور معجزات کو جادو بتایا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کا غضب نازل کرنے والی تھیں' اللہ تعالیٰ

نے ان سے بدلہ لے لیا اور ان سب کو ڈبو دیا غرق کرنے تک کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا فجعلنٰھم سلفا کہ ہم نے انہیں بعد میں آنے والوں کے لئے سلف یعنی پہلے گزر جانے والا نمونہ بنا دیا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں پہلے گئے۔ سرکشی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے انہیں ڈبو دیئے گئے بعد میں آنے والوں کے لئے ان کا واقعہ عبرت اور نصیحت ہے قصص اور مواعظ آخرین پہلے لوگوں کے واقعات جنہیں سلف کہا جاتا ہے بعد میں آنے والوں کیلئے عبرت ہوتے ہیں اور اس بات کا نمونہ بن جاتے ہیں کہ جو قومیں کس طرح عمل کرے گی ان کے ساتھ پرانے لوگوں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔

قولہ تعالیٰ اَمْ اَنَا خَیْرٌ قال ابو عبیدۃ ام بمعنی بل لیس بحرف عطف وقال الفراء ان شئت جعلتھا من الاستفھام ان شئت جعلتھا من السبق علی قولہ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وقیل ھی زائدۃ وقولہ مُقْتَرِنِیْنَ معہ قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما یعاونونہ علی من خالفہ وقال قتادۃ متتابعین قال مجاھد یمشون معہ والمعنی ھل صحبہ الملائکۃ التی یزعم انھا عبد ربہ حتی یتکثر بھم ویصرفھم علی امرہ ونھیہ فیکون ذلک اھیب فی القلوب

وقولہ تعالیٰ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَہٗ قال ابن الاعرابی المعنی فستجھل قومہ لخفۃ احلامھم وقلۃ عقولھم وقیل استخف قومہ قھرھم حتی اتبعوہ یقال استجھلہ خلاف استثقلہ واستخف بہ اھانہ

قولہ تعالیٰ فلمّا اٰسفونا عن ابن عباسؓ ای غاظونا واغضبونا والغضب من اللّٰہ ارادۃ العقوبۃ فیکون من صفات الذات واما عین العقوبۃ فیکون من صفات الفعل (من القرطبی ص ۱۰۱ ج ۱۶)

(ارشاد الٰہی اَمْ اَنَا خَیْرٌ، ابوعبیدہؒ نے کہا اَمْ بَلْ کے معنی میں ہے، حرف عطف نہیں ہے، فراء کہتے ہیں اگر چاہو تو استفہام کیلئے سمجھو چاہو تو اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مصر پر عطف مان لو بعض نے کہا زائد ہے۔

"مُقْتَرِنِیْنَ" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اس کا معنی ہے وہ مخالفوں کے خلاف اس کی مدد کرتے، قتادہ کہتے ہیں اس کا معنی ہے متتابعین یعنی اس کی پیروی کرتے، مجاہد کہتے ہیں اس کے ساتھ چلتے مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ فرشتے ہوئے جو اس بات کی دلیل ہوتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان فرشتوں سے کثرت حاصل کرتا اور امر و نہی کا ان پر تصرف کرتا تو اس سے دلوں میں رعب پڑتا۔

"فاستخف قومہ" ابن الاعرابی کہتے ہیں اس کا معنی ہے اس کی قوم کم عقلی و بے وقوفی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ سکی بعض نے کہا معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فرعونیوں کے ظلم کو ہلکا سمجھا اور اس کی اطاعت میں لگے رہے کہا جاتا ہے مخالف نے اسے ہلکا کر دیا، اس نے اس کی اہانت کی۔

"فلمّا اٰسفونا" حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس کا معنی ہے انہوں نے ہمیں غضبناک کیا اور غصہ دلایا اور اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مطلب اگر سزا دینے کا ارادہ ہو تو یہ ذات الٰہی کی صفت ہے اگر مراد سزا ہے تو یہ فعل کی صفت ہے)

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَیْرٌ اَمْ هُوَ ؕ

(اور جب ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو اچانک آپ کی قوم کے لوگ اسی وجہ سے چیخ اٹھے اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ)

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ

ں لوگوں نے یہ بات جو آپ سے بیان کی ہے صرف جھگڑنے کے طور پر ہے بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں وہ نہیں ہے مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے

مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝

سے بنی اسرائیل کیلئے یہ نمونہ بنا دیا اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا کر دیتے جو یکے بعد دیگرے رہا کرتے

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ

اور بیشک وہ قیامت کے علم کا ذریعہ ہیں سو تم لوگ اس میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے اور شیطان تمہیں ہرگز نہ روک دے

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ

وہ شبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور جب عیسیٰ واضح معجزات سے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں تا کہ

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ

میں تمہارے سے بعض وہ باتیں بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے

فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

سو تم اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے سو جماعتوں نے آپس میں اپنے درمیان اختلاف کر لیا سو جن لوگوں نے ظلم کیا

ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ

ان کے لئے ہلاکت ہے اس دن کے عذاب سے جو دردناک ہوگا۔ یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جائے اور انہیں

لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ ع

خبر بھی نہ ہو۔ اس دن دوست آپس میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔

قریش مکہ کی ایک جاہلانہ بات کی تردید حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کا تعارف اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت ہی صراط مستقیم ہے

تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ قریش نے عبداللہ بن زبعری سے کہا (اس وقت اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ سناتے ہیں۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ط بلاشبہ تم لوگ اور وہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہو (یہ سورۃ الانبیاء کی آیت ہے) تو عبداللہ ابن زبعری یہ سن کر کہنے لگا کہ میں موجود ہوتا تو اس کی تردید کر دیتا قریش نے کہا کہ تو کیا کہتا اس پر عبداللہ نے کہا کہ میں یوں کہتا کہ یہ مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) ہیں جن کی نصاریٰ عبادت کرتے ہیں اور یہ عزیر ہیں جن کی یہود عبادت کرتے ہیں تو کیا یہ دونوں دوزخ کا ایندھن ہیں؟ قریش کو یہ بات پسند آئی اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ لاجواب کرنے والا

سوال ہے یہ بات سن کر وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور خوشی کے مارے چیخنے لگے سورۃ انبیاء میں ان لوگوں کا جواب گزر چکا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (بلاشبہ جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یوں فرمایا یا معشر قریش لا خیر فی احد یعبد من دون اللہ (اے قریش کی جماعت! اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہو) یہ سن کر قریش کہنے لگے۔ کیا آپ یہ نہیں فرماتے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نبی تھے اور عبد صالح تھے آپ کے کہنے کے مطابق وہ بھی دوزخ میں جانے والوں میں شمار ہوئے کیونکہ ایک جماعت نے ان کی عبادت کی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ کے سوا جن لوگوں کی عبادت کی گئی اگر وہ سب دوزخ میں ہوں گے تو ہم اس پر راضی ہیں کہ ہمارے معبود بھی عیسیٰ اور عزیر اور ملائکہ (علیہم السلام) کے ساتھ ہو جائیں یعنی ان حضرات کا جو انجام ہوگا وہی ہمارے معبودوں کا ہو جائے گا)۔

ان لوگوں کا مقصد صرف جھگڑنا اور الزام دینا تھا حق اور حقیقت سے انہیں کچھ واسطہ نہ تھا یہ تو ایک سیدھی بات ہے کہ جو حضرات اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب ہیں وہ دوزخ میں کیوں جانے لگے؟ لیکن محض جھگڑے بازی کے لئے انہوں نے ایسی بات کہی اس کو سامنے رکھ کر اب پہلی دو آیتوں کا مطلب سمجھ لیں، وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ ط اور جب ابن مریم یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک اعتراض کرنے والے نے ایک عجیب مضمون بیان کیا یعنی یوں کہا کہ ہمارے معبود دوزخ میں ہوں گے اور عیسیٰ بھی دوزخ میں ہونگے تو اس بات کو سن کر قریش مکہ خوشی سے چیخنے لگے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہنے لگے کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا عیسیٰ؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام خیر ہیں حالانکہ ان کی عبادت کی گئی تو ہمارے جو دوسرے معبود ہیں وہ خیر ہوں یہ کیوں نہیں ہو سکتا؟ ان لوگوں کو چونکہ صرف جھگڑنا ہی مقصود تھا اس لئے فرمایا مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ط کہ ان لوگوں نے جو آپ کے سامنے ابن مریم کی بات بیان کی ہے یہ محض جھگڑے کی غرض سے ہے بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ یعنی ان کا جھگڑنا کچھ اسی مضمون کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں ان کا یہ طریقہ ہے کہ حق باتوں میں جھگڑتے رہتے ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہدایت کے بعد جن لوگوں نے بھی گمراہی اختیار کی انہیں جھگڑے بازی دے دی گئی (یعنی ان کا مزاج جھگڑے بازی کا بن گیا) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ط بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ تلاوت فرمائی۔ (رواہ الترمذی)

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ ط (عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے انعام کیا) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہم نے انعام کیا انہیں نبوت سے سرفراز کیا۔ نبی تو اس لئے آتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیں نہ یہ کہ وہ اپنی عبادت یا کسی بھی غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں جن لوگوں نے ان کی عبادت کی وہ ان کی حماقت ہے ان کے اعمال کی سزا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں ملنے لگی؟ جنہوں نے ان کی عبادت کی وہی دوزخ میں جانے والے ہیں اور جن بتوں کی عبادت کی گئی وہ بھی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح اللہ کے نزدیک منعم و مکرم ہیں۔

وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ (اور ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنا دیا تھا) انہیں بغیر باپ کے پیدا کیا جس سے اللہ تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ کا لوگوں کو علم ہو گیا وہ بغیر باپ کے بھی پیدا فرمانے پر قدرت رکھتا ہے قال القرطبی ای

اية وعبرة يستدل بها على قدرة الله تعالى فان عيسى كان من غير اب.

اس کے بعد فرمایا ولَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ (الایۃ) (اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا کر دیتے جو کے بعد دیگرے زمین میں رہا کرتے) یعنی انسانوں سے فرشتے پیدا کر دیتے جو زمین میں رہتے ان کی پیدائش بھی آدمیوں کی طرح ہوتی اور موت بھی یعنی وہ دنیا میں آتے جاتے رہتے۔ یہ الفاظ کا ظاہری ترجمہ ہے وھو قول فی تفسیرہ اس کا دوسرا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو زمین میں آباد کر دیتے اپنی مخلوق کو ہم جہاں چاہیں آباد کریں مخلوق مخلوق ہی ہے یہیں بھی رہے وہ عبادت کے لائق نہیں ہو سکتی۔ فرشتوں کا آسمان میں ٹھہرانا کوئی ایسا شرف نہیں ہے کہ وہ معبود ہو گئے یا یہ کہ انہیں اللہ کی بیٹیاں کہا جائے والمعنى لو نشآء لاسكنا الارض الملئكة وليس فى اسكاننا ايا هم السماء شرف حتى يعدوا اويقال لهم بنات الله (معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہم فرشتوں کو زمین میں ٹھہرا دیتے، ان کے آسمان میں ٹھہرانے میں کوئی ان کا ایسا شرف نہیں ہے کہ ان کی عبادت شروع کر دی جائے یا انہیں اللہ کی بیٹیاں قرار دیا جائے)

آیت بالا کا ایک مطلب معالم التنزیل (ج ۴ ص ۱۴۳) میں یہ لکھا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو تمہیں ہلاک کر دیں اور تمہارے بدلے زمین میں فرشتے پیدا کر دیں جو زمین کے آباد کرنے میں تمہارے خلیفہ ہو جائیں اور میری عبادت میں فرمانبرداری کریں' فيكون لفظة منكم بمعنى بدلا منكم قال القرطبي ناقلا عن الزهري ان من قدتكون للبدل بدليل هٰذه الأية.

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (اور بلاشبہ وہ قیامت کے علم کا ذریعہ ہیں)

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ انہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے اور مراد یہ ہے کہ قرآن مجید قرب قیامت کی نشانی ہے (کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اب قیامت قریب ہے كما قال النبى صلى الله عليه وسلم بعثت انا والساعة كهاتين (میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں قریب قریب ہیں)۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ انہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے ان کا نزول قرب قیامت کی دلیل ہوگا (یاد رہے کہ قرب اور بُعد امور اضافیہ میں سے ہے)۔

اور بعض حضرات نے آیت کا مطلب یہ بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں مردوں کا زندہ کرنا بھی تھا جسے ان کے زمانہ کے لوگوں نے دیکھا یہ مردوں کا زندہ ہونا قیامت کے دن اموات کے زندہ ہونے کا نمونہ بن گیا۔

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ (سو تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ط (یہ سیدھا راستہ ہے) وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ (اور تمہیں ہرگز شیطان صراط مستقیم سے نہ روک دے) اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اِتَّبِعُوْنِ سے پہلے لفظ قل مقدر ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ (الایۃ) اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تو کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت یعنی نبوت اور اللہ کی کتاب یعنی انجیل لے کر آیا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ میں تمہارے لئے بعض ان چیزوں کو بیان کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو) یعنی امور شرعیہ دینیہ بیان کرتا ہوں جن کی تمہیں ضرورت ہے اور تم نے جو توریت شریف میں تحریف کر لی ہے اسے واضح کرتا ہوں۔ (من روح المعانی)

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو) اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط (بلاشبہ اللہ میرا رب ہے اور

میرا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو) هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (یہ سیدھا راستہ ہے)۔

معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو معجزات ظاہر فرمائے تھے (جن میں مردوں کو زندہ کرنا اور مٹی کی چڑیا بنا کر اس میں پھونک مار کر اڑا دینا بھی تھا) ان کی وجہ سے اندازہ فرما لیا تھا کہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد لوگ میرے معبود ہونے کا عقیدہ بنا سکتے ہیں لہٰذا انہوں نے پہلے ہی تردید کر دی نصاریٰ پر تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمہارا رب ہے اور تم اسی کی عبادت کرو پھر بھی ان کو معبود مانتے ہیں۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ (آپس میں جماعتوں کے درمیان اختلاف ہو گیا) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عقیدت رکھنے والوں نے ان کے بارے میں گروہ بندی کر دی اور مختلف جماعتیں بن گئیں ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ تین معبود ہیں (جیسا کہ سورۂ مائدہ میں ان کے قول نقل فرمائے ہیں) اور ان میں سے ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں (جیسا کہ سورۃ التوبہ میں نصاریٰ کا یہ قول نقل فرمایا ہے) پھر جن لوگوں نے ان تینوں باتوں کو نہیں مانا انہوں نے بھی اس اعتبار سے کفر اختیار کر لیا کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی رسالت کے منکر ہو گئے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وہ مسلمان ہو گئے جیسا کہ شاہ حبشہ نجاشی اور وہاں کے دوسرے افراد کا واقعہ مشہور ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (سو جن لوگوں نے ظلم کیا یعنی شرک اور کفر کو اختیار کیا ان کے لئے ہلاکت اور بربادی ہے جو دردناک عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگی یعنی قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ.

(بس یہ لوگ اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اچانک قیامت آ جائے اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہو) هل ینظرون کی ضمیر مستتر کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ احزاب کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو لوگ اختلاف رکھتے ہیں، راہ حق پر نہیں آتے، حق کو قبول نہیں کرتے ان کا طریقہ کار ایسا ہے کہ انہیں قیامت کا انتظار ہے اچانک قیامت آ جائے (جس کا پتہ بھی نہ ہوگا کیونکہ پہلے سے اس کی آمد کا وقت نہیں بتایا گیا) تو اس وقت توحید پر آئیں گے اور کفر و شرک چھوڑ دیں گے لیکن اس وقت ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ فعل مضارع یَنْظُرُوْنَ کی ضمیر قریش کی طرف راجع ہے ان کے سامنے توحید کے دلائل ہیں قرآن کا معجزہ سامنے ہے پھر بھی توحید پر نہیں آتے انہیں اس کا انتظار ہے کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے اور انہیں پتہ بھی نہ ہو کہ وہ ابھی اچانک آنے والی ہے چونکہ وہ لوگ وقوع قیامت کو مانتے ہی نہیں تھے۔

صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ اس میں ان لوگوں کی کم فہمی بیان فرمائی جیسے کوئی شخص اس چیز کے انتظار میں ہو جو ضرور واقع ہونے والی ہو اور جب وہ واقع ہو جائے تو مصیبت بن جائے) حالانکہ وہ اس کے وقوع کو اپنے لئے خیر سمجھتا رہا ہو۔

قولہ تعالیٰ اذا قومك منه يصدون ط

قال القرطبی (ج ۱۶ ص ۱۰۳). قرأ نافع وابن عامر والكسائی "يَصُدون" (بضم الصاد) ومعناه يعرضون' قال الخفعی' وكسر الباقون' قال الكسائی هما لغتان' مثل يعرُشون' ويَعِشُون ويَعُشُون' ومعناه يضجُّون' قال الجوهری' وصدّ صديدا' اى صخ وقيل انه بالضم من الصدود وهو الاعراض' وبالكسر من الضجيج' قاله

قطرب' قال ابو عبید' لو کانت من الصدود عن الحق لکانت' اذا قومک عنه یصدون قال الفراء هما سواء منه وعنه' ابن المسیب' یصدون یضجون' الضحاک یعجون' ابن عباس یضحکون' ابو عبیدة : من ضم فمعناه یعدلون' فیکون المعنی' من أجل المیل یعدلون والمعنی یضحون منه' انتهی

وقوله تعالی ولا بیّن لکم متعلق بمقدر وجئتکم لأبیّن لکم (ذکره فی الروح)

یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۚ﴿۶۸﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۚ﴿۶۹﴾

اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم رنجیدہ ہو گے' جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۚ﴿۷۰﴾ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ

تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوشی خوشی داخل ہو جاؤ۔ ان پر سونے کی رکابیاں اور آبخورے لائے جائیں گے

وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۚ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْۤ

اور اس میں وہ چیزیں ہوں گی جنہیں نفس چاہتے ہوں گے اور جن سے آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اور یہ جنت جس کے تم وارث

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ كَثِیْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۚ﴿۷۳﴾

بنائے گئے ہو تمہارے اعمال کے بدلہ میں ہے جو تم کرتے تھے تمہارے لئے اس میں بہت میوے ہیں ان میں سے تم کھا رہے ہو۔

قیامت کے دن دنیا والے دوست آپس میں دشمن ہونگے' نیک بندوں کو کوئی خوف اور رنج لاحق نہ ہوگا انہیں جنت میں جی چاہی نعمتیں ملیں گی جن سے آنکھوں کو بھی لذت حاصل ہوگی

ان آیات میں قیامت کے دن کے بعض انعامات اور اہل جنت کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں دوست تھے قیامت کے دن آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے (یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا) یہ جو دنیا میں دوستی ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے کو ایمان پر نہیں آنے دیتے قیامت کے دن وبال بن جائے گی اور آپس میں دوستی کرنے والے ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ہاں جو لوگ متقی تھے کفر و شرک سے بچتے تھے یعنی اہل ایمان تھے ان لوگوں کی دوستی قائم رہے گی خاص کر وہ متقی حضرات جو چھوٹے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے تھے وہ تو مسلمانوں کو بخشوانے کی کوشش کریں گے اور ان کے لئے سفارش کریں گے' مؤمنین قیامت کے دن حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ شانہ کا اپنے بندوں کیلئے مہربانی کا اعلان ہوگا کہ اے میرے بندو! آج تمہارے اوپر کوئی خوف نہیں اور نہ تم رنجیدہ ہو گے نہ غمگین ہو گے آئندہ خوشی ہی خوشی ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (یہ وہ لوگ ہوں گے جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرمانبردار تھے) پھر فرمایا اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ (یعنی فرمانبرداروں سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ) وہاں داخل ہو کر جو بہت سے انعامات سے نوازے جائیں گے ان میں سے ایک یہ انعام بھی ہوگا کہ نوعمر لڑکے ان کے پاس ماکولات سے بھری ہوئی سونے کی رکابیاں (پلیٹیں) اور مشروبات سے بھرے ہوئے سونے کے آبخورے لے کر آتے جاتے رہیں گے یہ تو ایک جزوی نعمت ہوئی پھر بطور ایک

قاعدۂ کلیہ کے ارشاد فرمایا۔

وفیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین (اور جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس کی نفسوں کو خواہش اور جس سے آنکھیں لذت پائیں) دنیا میں کوئی شخص کتنا بھی مالدار اور صاحب اقتدار ہو جائے اسے یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی کہ جو بھی کوئی نفس چاہے وہ سب کچھ مل جائے بلکہ یہ ایک تو مختلف احوال کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان رہتے ہیں ان کو کھانے پینے اور اوڑھنے، بچھونے کی چیزیں منگانی پڑتی ہیں جو بعض مرتبہ حاصل بھی نہیں ہوتیں اور حاصل بھی ہو جائیں تو صحت کی خرابی کی وجہ سے اچھی نہیں لگتیں اور ہر خواہش کے پورا ہونے کا تو کسی کے لئے بھی دنیا میں موقع نہیں ہے یہاں سونے کی پلیٹوں اور پیالوں کا ذکر ہے اور سورۃ الدھر میں چاندی کے برتنوں کا بھی تذکرہ فرمایا ہے یہ سونا چاندی وہاں کا ہوگا یہاں کے حقیر سونے چاندی پر قیاس نہ کیا جائے جسے صاف کرنا اور مانجھنا پڑتا ہے دنیا میں مردوں اور عورتوں کے لئے سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام ہے جنت میں اہل ایمان کے لئے ماکولات اور مشروبات سونے چاندی کے برتنوں میں پیش کئے جائیں گے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں مت پیو اور نہ ان میں کھاؤ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ ہی بھرتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں نہ کھاؤ پیو کیونکہ وہ کافروں کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔

اہل جنت کے انعامات بتاتے ہوئے وتلذ الاعین بھی فرمایا کہ جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی یعنی جنت میں ایسی کوئی چیز سامنے نہ آئے گی جس کا دیکھنا ناگوار ہو جو بھی کچھ ہوگا جس پر بھی نظر پڑے گی آنکھوں کو مزہ ہی آئے گا وہاں ایسے مواقع بھی نہ ہوں گے کہ کوئی چیز سامنے آئے اور اس کے دیکھنے سے روکا جائے یہ ابتلا اور امتحان دنیا ہی میں ہے وہاں بدنظری کا کوئی موقعہ نہ ہوگا بلکہ نظر ہی بدنہ ہوگی۔ مزید فرمایا وانتم فیھا خلدون (اور تم اس جنت میں ہمیشہ رہو گے)۔

اہل جنت کے ایمان اور اعمال صالحہ کی قدردانی کرتے ہوئے ارشاد ہوگا وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون (اور یہ جنت ہے جو تمہیں تمہارے اعمال کے عوض دی گئی ہے)

آخر میں فرمایا لکم فیھا فاکھۃ کثیرۃ (تمہارے لئے اس جنت میں سارے میوے ہیں، منھا تاکلون (جن میں سے تم کھا رہے ہو)

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾

بلاشبہ مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار ہمارا کام تمام کر دے وہ جواب دیں گے کہ بیشک تم

مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا

اسی میں رہو گے بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لے اور لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے ہیں۔ کیا انہوں نے کوئی مضبوط تدبیر کر لی ہے سو ہم مضبوط تدبیر کرنے

مُبْرِمُوْنَ ۝ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝

کرنے والے ہیں یا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی چپکی باتوں کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو نہیں سنتے ہیں (ایسا نہیں ہے) ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کے پاس لکھتے ہیں۔

مجرمین ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ان کا عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا
دوزخ کے داروغہ سے ان کا سوال و جواب

اہل ایمان کی نعمتیں بیان فرمانے کے بعد ان آیات میں کافروں کے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ مجرمین یعنی کافر لوگ دوزخ کے عذاب میں پڑے ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ عذاب بہت سخت ہوگا جیسا کہ دوسری آیت میں ذکر فرمایا ذرا دیر کو بھی ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے یہ مُبْلِسُوْنَ کا ایک ترجمہ ہے اور بعض حضرات نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے حزینون من شدۃ الباس یعنی سخت عذاب کی وجہ سے رنجیدہ ہوں گے۔

وما ظلمنٰھم ولٰکن کانوا ھم الظٰلمین (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ظلم کرنے والے تھے) دنیا میں ان کے پاس حق آیا ایمان کی دعوت پیش کی گئی انہوں نے اسے قبول نہیں کیا اپنی جانوں کو انہوں نے خود ہی مبتلائے عذاب کیا۔

اس کے بعد ان کی ایک درخواست کا ذکر ہے حضرت مالک علیہ السلام جو دوزخ کے خازن یعنی ذمہ دار ہیں ان سے عرض معروض کریں گے ونادوا یٰمٰلک لیقض علینا ربک (اور اہل دوزخ پکار کر کہیں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کردے) یعنی ہمیں موت ہی دیدے) تاکہ ہم اس عذاب سے چھوٹ جائیں وہ جواب دیں گے انکم ماکثون (بلاشبہ تم کو اسی میں رہنا ہے)۔

سنن ترمذی میں ہے کہ اہل دوزخ آپس میں مشورہ کریں گے کہ داروغہائے دوزخ سے عرض و معروض کریں لہٰذا وہ ان سے کہیں گے اُدْعُوْا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب ط (تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب ہلکا کردے) وہ جواب دیں گے اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینٰت ط کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے تھے اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے تھے؟) اس پر دوزخی جواب دیں گے کہ بلٰی یعنی ہاں آتے تو تھے لیکن ہم نے ان کا کہنا نہ مانا فرشتے جواب میں کہیں گے فادعوا وما دعٰؤا الکٰفرین الا فی ضلٰل ط (تو پھر ہم تمہارے لئے دعا نہیں کر سکتے تم ہی دعا کر لو اور وہ بھی بے نتیجہ ہوگی کیونکہ کافروں کی دعا (آخرت میں) بالکل بے اثر ہے یٰمٰلک لیقض علینا ربک اے مالک! (تم دعا کرو کہ) تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام تمام کردے۔" وہ جواب دیں گے انکم ماکثون ط تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے (نہ نکلو گے نہ مرو گے)۔

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ حضرت مالک علیہ السلام کے جواب میں اور دوزخیوں کی درخواست میں ہزار برس کی مدت کا فاصلہ ہوگا۔ (عزاہ صاحب المشکوٰۃ الی الترمذی وقال قال عبداللہ بن عبدالرحمٰن والناس لا یرفعون ھٰذا الحدیث قال علی القاری فی المرقاۃ ای یجعلون موقوفاً علی ابی الدرداء لکنہ فی حکم المرفوع فان امثال ذلک لیس مما یمکن ان یقال من قبل الرای اھ۔)

لقد جئنٰکم بالحق ولٰکن اکثرکم للحق کرھون ط مشرکین کو خطاب ہے کہ ہم نے تمہارے پاس حق پہنچا دیا حق واضح کر دیا، توحید کی دعوت سامنے رکھ دی، اس کے دلائل بیان کر دیئے لیکن تم نہیں مانتے تم میں سے اکثر لوگ حق کو برا جانتے ہیں اور اس سے

نفرت کرتے ہیں یہ حق سے دور بھاگنا انہی حالات کا پیش خیمہ ہے جو اہل دوزخ کے احوال میں بیان کئے گئے ہیں۔

قریش مکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کے مشورے کرتے رہتے تھے، موقع ملنے پر تکلیف بھی پہنچاتے تھے آپ ﷺ کو شہید کرنے کا بھی مشورہ کیا۔ آپ ﷺ کی دعوت انہیں بہت ہی ناگوار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا (کیا انہوں نے کوئی مضبوط تدبیر کر لی ہے اور اس کے مطابق آپ کو تکلیف دینے کا پختہ مشورہ کر چکے ہیں) فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ (سو ہم مضبوط تدبیر کرنے والے ہیں) یعنی ان لوگوں کی اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ہم آپ ﷺ کی مخالفت میں کامیاب ہو جائیں گے یہ آپ ﷺ کو شہید کر دیں گے یہ اُن کی ناسمجھی ہے، بے وقوفی کی باتیں ہیں۔ ہماری مدد آپ کے ساتھ ہے ہمارے مقابلہ میں اُن کی تدبیر کامیاب نہیں۔

اس آیت میں جہاں مشرکین کو تنبیہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلی ہے کہ اُن کی تدبیر آپ ﷺ کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوگی، سورۃ الطور میں بھی اس مضمون کو بیان فرمایا ہے وہاں ارشاد فرمایا اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۔ کیا یہ لوگ تدبیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سو جن لوگوں نے کفر کیا وہی تدبیر میں گرفتار ہونے والے ہیں)۔

پھر فرمایا اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ (کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی خفیہ باتیں اور وہ مشورے جو چپکے چپکے کرتے ہیں ہم نہیں سنتے) ان کا یہ سمجھنا غلط ہے ہم انکی باتیں سنتے ہیں اور خفیہ باتوں اور سرگوشیوں کو جانتے ہیں۔ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ (اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کے پاس موجود ہیں جو لکھ رہے ہیں) لہٰذا ایسا خیال کرنا کہ چپکے چپکے جو باتیں کر لیں گے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں یہ جہالت کی بات ہے اللہ تعالیٰ کو ظاہر کا اور باطن کا زور کی آواز کا اور آہستہ کی آواز کا سب کا علم ہے اور وہ اپنی حکمت کے موافق سزا دے گا۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ

آپ فرما دیجئے کہ اگر رحمٰن کے کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا آسمانوں اور زمین کا رب جو عرش کا بھی رب ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے جو

عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝ وَهُوَ

یہ لوگ بیان کرتے ہیں سو آپ ان کو چھوڑیئے باتوں میں لگیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ اس دن سے ملاقات کر لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ اور اللہ وہ ہے

الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے، اور وہ حکمت والا ہے اور علم والا ہے اور بابرکت ہے وہ ذات جس کے لئے ملک ہے آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ

وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہاں جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے ہیں اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ یہی کہیں گے کہ انہیں

اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ

اللہ نے پیدا کیا سو یہ لوگ کدھر سے بہکائے جا رہے ہیں (۸۷) اور رسول کی اس بات کی وجہ سے (بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے) کہ آپ ان سے اعراض کیجئے اور کہہ دیجئے کہ

سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

سو سلام ہے سو عنقریب یہ جان لیں گے

اللہ جل شانہٗ کی صفاتِ جلیلہ کا بیان اور شرک سے بیزاری کا اعلان

چند آیات پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اور اس سے پہلے یہ ذکر آیا تھا کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتاتے ہیں ان لوگوں کی تردید میں کردی گئی تھی یہاں مکرر تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر رحمن جل شانہ کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا رحمن تعالیٰ شانہ کے لئے کوئی اولاد نہیں ہے اس لئے صرف رحمن جل مجدہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اسی کی دعوت دیتا ہوں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بیان کی کہ وہ آسمانوں کا اور زمین اور عرش کا رب ہے وہ ان سب باتوں سے پاک ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو آپ چھوڑ دیں یہ اپنی بیہودہ باتوں میں لگے رہیں اور دنیا میں کھیلتے رہیں (ساری دنیا لہو و لعب ہے جیسا کہ سورۃ الحدید میں فرمایا اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (الآیۃ) ان لوگوں کا باطل میں لگا رہنا اور کھیل میں مشغول رہنا یہاں تک آگے بڑھتا رہے گا کہ یہ لوگ اس دن سے ملاقات کریں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے یعنی بعض حضرات نے موت کا دن اور بعض حضرات نے یوم بدر اور بعض حضرات نے یوم القیامہ مراد لیا ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی ہے یعنی معبود حقیقی وہی ہے اور مستحق عبادت بھی وہی ہے (جو لوگ اس کے علاوہ کسی کی عبادت کرتے ہیں وہ بے جگہ جبین سائی کرتے ہیں اور غلط جگہ پیشانی کو رگڑتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے یعنی بڑی حکمت والا ہے اور علیم بھی ہے یعنی بڑے علم والا ہے اس کے علاوہ کوئی ان صفات سے متصف نہیں اور اس کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں۔

پھر فرمایا وَتٰبٰرَكَ الَّذِيْ (الآیۃ) اور وہ ذات عالیشان ہے جس کے لئے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کی سلطنت ہے اور اس کے پاس قیامت کے یعنی اس کے وقت مقررہ کا علم ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے وہاں ایمان اور اعمال صالحہ کی جزا اور کفر و معاصی کی سزا سامنے آجائے گی۔

مشرکین سے جب یہ کہا جاتا تھا کہ شرک بُری چیز ہے تو شیطان کی پٹی پڑھا دینے سے یوں کہہ دیتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے نزدیک ہمارے لئے سفارش کردیں گے۔

یہ ان کا ایک بہانہ تھا اللہ تعالیٰ شانہ نے جن کو شفاعت کرنے کی اجازت نہیں دی وہ کیا سفارش کرسکتے ہیں اور بے جان کیسے سفارش کریں گے جس کی بارگاہ میں سفارش کی ضرورت ہوگی اس نے کب فرمایا کہ یہ میرے ہاں سفارشی بنیں گے اللہ تعالیٰ شانہ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اس کے نبیوں نے توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا ان کی بات نہ ماننی مشرک بنے اور جواز شرک کا حیلہ بھی تراش

لیا ان لوگوں کو واضح طور پر بتا دیا کہ جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو اور اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو یہ اللہ کی بارگاہ میں کوئی سفارش نہیں کر سکیں گے ہاں! اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے ہیں وہ شفاعت کر سکیں گے انہیں اللہ کی طرف سے اجازت دی جائے گی لیکن وہ بھی ہر شخص کی سفارش نہیں کریں گے۔ جس کے حق میں سفارش کرنے کی اجازت ہوگی اسی کی سفارش کریں گے اس مضمون کو یہاں سورۂ زخرف میں اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ میں اور سورۂ بقرہ میں مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ میں اور سورۃ الانبیاء کی آیت وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی میں بیان فرمایا ہے

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ سے حضرات ملائکہ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر (علیہم السلام) اور ان جیسے حضرات مراد ہیں گو ان حضرات کی عبادت کی گئی لیکن اس میں ان کا کوئی دخل نہ تھا یہ حضرات شفاعت کر سکیں گے لیکن کافروں کے لئے شفاعت نہ کریں گے اور نہ ہی انہیں اس کی اجازت ہوگی۔

پھر فرمایا وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ (الآیۃ) اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا؟ تو یہ لوگ یہی جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا اس بات کے بھی اقراری ہیں کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر اپنی حماقت سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اسی کو فرمایا فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ (سو یہ لوگ کہاں اُلٹے جا رہے ہیں) پیدا کیا اللہ نے اور عبادت کریں غیر اللہ کی یہ تو عقل اور فہم سے بہت دُور ہے۔

ختم سورت پر فرمایا وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ اس میں لفظ قیلہ قول سے لیا گیا ہے یعنی قاف کے کسرہ کی وجہ سے واؤ یا سے بدل گیا ہے۔ حضرت امام عاصم کی قراءت میں وقیلہ جر کے ساتھ ہے کہ ضمیر مجرور مضاف الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یہ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ میں الساعۃ (مضاف الیہ مجرور) ہے اس پر عطف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قیامت کے وقت کا بھی علم ہے اور وہ اپنے رسول کی اس بات کو بھی جانتا ہے جو انہوں نے اپنے مخاطبین کا حال بتاتے ہوئے عرض کیا کہ اے میرے رب! یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ کی درخواست کے جواب میں فرمایا فَاصْفَحْ عَنْهُمْ (سو آپ ان سے اعراض کیجئے) یعنی ان کے ایمان لانے کی امید نہ رکھئے (کمافی الروح) وَقُلْ سَلٰمٌ (اور آپ ان سے فرمائیے کہ میرا سلام ہے) یہ سلام وہ نہیں جو ملاقات کے وقت دعا دینے کے لئے کیا جاتا ہے بلکہ سلام متارکت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں اسی کو سورۃ القصص میں فرمایا وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ۔ (اور جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال تم پر سلام ہو ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے)۔

فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ○ (سو یہ لوگ عنقریب جان لیں گے) یعنی کفر و شرک کا عذاب ان کے سامنے آجائے گا۔

ولقد تم تفسیر سورۃ الزخرف والحمد للّٰہ اوّلاً وآخراً والصّلوٰۃ والسلام علی من ارسل طیّبًا وطاھرا وعلی من تبعہ باطناً وظاھراً

☆☆☆.....☆☆☆

مکی	سورۃ الدخان	۵۹ آیتیں ۳ رکوع

اٰیاتہا ۵۹ (۴۴) سُوْرَۃُ الدُّخَانِ مَکِّیَّۃٌ (۶۴) رکوعاتہا ۳

سورۃ الدخان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انسٹھ ۵۹ آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝۱ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝۲ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝۳ ع ۱۲

حٰمٓ قسم ہے کتاب مبین کی بلاشبہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ بلاشبہ ہم ڈرانے والے ہیں

فِیْہَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۝۴ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۝۵ رَحْمَۃً

اس رات میں ہر امر حکیم کا فیصلہ کیا جاتا ہے جو ہماری طرف سے بطور حکم کے صادر ہوتا ہے' بلاشبہ ہم بھیجنے والے ہیں آپ کے رب کی طرف سے

رکوع ۱ مِّنْ رَّبِّکَ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۶ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا اِنْ

رحمت کے طور پر' بلاشبہ وہ سننے والا ہے' جاننے والا ہے' وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے' اگر تم

کُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ۝۷ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ ۝۸

یقین رکھنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تم سے پہلے جو تمہارے باپ دادے گزر گئے ان کا رب ہے

بَلْ ہُمْ فِیْ شَکٍّ یَّلْعَبُوْنَ ۝۹

بلکہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔

قرآن مجید مبارک رات میں نازل کیا گیا' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے' اگلے پچھلے تمام لوگوں کا رب ہے

اللہ تعالیٰ شانہ نے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا' مبارک رات سے کون سی رات مراد ہے' اس بارے میں محققین نے فرمایا کہ اس سے شب قدر مراد ہے کیونکہ سورۃ بقرہ میں فرمایا شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ اور سورۃ القدر میں فرمایا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ اور حضرت عکرمہؒ نے فرمایا (جو حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں) کہ اس سے

شعبان کی پندرھویں شب مراد ہے جسے شب برات کہا جاتا ہے چونکہ بعض روایات حدیث میں شب برات کے بارے میں یہ آیا ہے کہ اس میں آئندہ سال کے ارزاق و آجال لکھ دیئے جاتے ہیں۔ حدیث مرفوع صحیح نہیں ہے) اس لئے بعض حضرات نے لیلۃ مبارکۃ کا مصداق شب براءت یعنی شعبان کی پندرہ تاریخ کو بتایا ہے (لیکن کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا کہ قرآن مجید شب براءت میں نازل کیا گیا اور شب براءت میں ارزاق و آجال لکھے جانے کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے)۔

یہ جو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن تو تیئس (۲۳) سال میں تھوڑا تھوڑا یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا پھر رمضان میں اور شب قدر میں نازل ہونے کا کیا معنی؟ اس کا ایک جواب تو بعض علماء نے یہ دیا کہ قرآن مجید شب قدر میں لوح محفوظ سے سماء دنیا یعنی قریب والے آسمان میں نازل کیا گیا اس کے بعد (۲۳) سال میں وقتاً فوقتاً حسب احوال نازل ہوتا رہا چونکہ شب قدر خیرات اور برکات والی رات ہوتی ہے اس لئے اسے لیلۃ مبارکۃ سے تعبیر فرمایا اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ (بلاشبہ ہم ڈرانے والے ہیں) یعنی رسول اور قرآن کے ذریعے اپنے بندوں کو اعمال صالحہ کی جزا اور برے اعمال کی سزا سے آگاہ کرنے والے ہیں تاکہ خیر کو اختیار کریں اور شر سے بچیں۔

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اس رات میں ہر امر حکیم کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے صاحب معالم التنزیل نے حکیم کو محکم کے معنی میں لیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ شب قدر میں ام الکتاب (لوح محفوظ) سے وہ چیزیں علیحدہ کر کے لکھ دی جاتی ہیں جو آئندہ پورے سال میں وجود میں آئیں گی خیر اور شر اور ارزاق و آجال سب کچھ لکھ دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص حج کرے گا اور علیحدہ لکھ کر تکوین الٰہی کے مطابق کام کرنے والوں یعنی فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ (یہ فیصلہ ہماری طرف سے امر کے طور پر صادر کیا جاتا ہے)

قال الفراء نُصب على معنى " فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ " فرقاً وامرًا ای یأمر امرًا ببیان ذلک (معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۳۹)

اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ بیشک ہم رسالت کے طور پر آپ کو اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجنے والے تھے۔

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (یعنی اس قرآن کا نازل فرمانا آپ کے رب کی طرف سے رحمت فرمانے کی وجہ سے ہے) اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنی مخلوق پر رحم فرمایا ان کی ہدایت کیلئے اپنی کتاب نازل فرمائی فی معالم التنزیل ناقلاً عن الزجاج أنزلنه فی لیلة مبرکة للرحمة)

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۚ (بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا بھی رب ہے) اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (اگر تم یقین کرنے والے ہو) تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل فرمایا۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے) رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ؕ (وہ تمہارا رب ہے اور جو تم سے پہلے باپ دادے گزرے ہیں ان کا بھی رب ہے)۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ (بلکہ یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں) نہ آخرت کے فکرمند ہیں، نہ دلائل میں غور کرتے ہیں، نہ اپنی جان کو نقصان اور ضرر سے بچانے کا دھیان ہے، بچوں کی طرح کھیل کود میں مصروف ہیں انجام کی فکر نہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ رَبَّنَا

سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان کی طرف دیکھنے والے کو واضح طور پر دھواں نظر آئے گا وہ لوگوں پر چھا جائے گا یہ دردناک عذاب ہے اے ہمارے رب!

اَكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝

ہم سے عذاب کو دور کر دیجئے' بلا شبہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ کہاں ہے ان کو نصیحت حالانکہ ان کے پاس رسول مبین آ گیا۔

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝

پھر اس سے انہوں نے اعراض کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو سکھایا ہوا دیوانہ ہے' بلا شبہ ہم عذاب کو تھوڑے وقت کے لئے ہٹا دیں گے۔ بیشک تم لوٹنے والے ہو

وقف لازم

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝

جس روز ہم بڑی پکڑ کریں گے بلا شبہ ہم انتقام لینے والے ہیں۔

اس دن کا انتظار کیجئے جبکہ آسمان کی طرف سے لوگوں پر دھواں چھا جائے گا ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے' بیشک ہم انتقام لینے والے ہیں

یہ سات آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں فرمایا کہ آپ اس دن کا انتظار کیجئے جس میں آسمان کی طرف ایک دھواں نظر آئے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا۔ اس دُخانِ مُبین سے کیا مراد ہے۔

دُخان سے کیا مراد ہے؟ ..... اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ دھواں قیامت کی نشانیوں میں سے ہوگا جب ظاہر ہوگا تو زمین میں چالیس دن رہے گا اور آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دے گا اس کی وجہ سے اہل ایمان کی کیفیت زکام جیسی ہو جائے گی اور کفار اور فجار کی ناکوں میں گھس جائے گا اور سانس لینے میں انہیں سخت تکلیف ہوگی۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور زید بن علی اور حسن اور ابن ابی ملیکہ کا یہی فرمانا ہے کہ دھواں اب تک ظاہر نہیں ہوا۔ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ صحیح مسلم میں دس نشانیوں کے ذیل میں دھوئیں کا تذکرہ موجود ہے' جس کے راوی حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ) ہیں۔ (صحیح مسلم ص ۳۹۲ ج ۲) جن حضرات نے فرمایا کہ آیت مذکورہ بالا میں جس دھوئیں کا ذکر ہے وہ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا ان حضرات کا استدلال اسی حدیث سے ہے۔

دوسرا قول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جسے حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے' جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بعض حضرات کا یہ قول نقل کیا گیا کہ مذکورہ دخان سے قرب قیامت کا دھواں مراد ہے تو حضرات ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سن کر ناگواری ہوئی اور فرمایا کہ جسے علم ہو وہ علم کی بات بتا دے اور جسے علم نہ ہو وہ یوں کہہ دے کہ اللہ کو معلوم ہے (کیونکہ نہ جاننے کا اقرار کرنا علم ہی کی بات ہے) اس کے بعد فرمایا کہ جب قریش مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کو بددُعا دیدی اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلَیْھِمْ بِسَبْعٍ کَسَبْعِ یُوْسُفَ (اے اللہ! ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما اور ان پر سات سال تک قحط بھیج دے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط آیا تھا) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی جب قحط پڑا اور قریش مصیبت میں مبتلا ہوئے تو ان کی ہر چیز ختم ہو گئی یہاں تک کہ وہ مُردار اور ہڈیاں کھانے لگے بھوک کی مصیبت کی وجہ سے ان کا یہ حال ہو گیا تھا کہ آسمان کی طرف دیکھتے تو دھواں نظر آتا تھا اسی کو اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا تھا فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ جب قریش مکہ عذاب میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے دعا کی رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ (اے ہمارے رب! عذاب

دور فرما دیجئے بلاشبہ ہم ایمان لے آئیں گے)۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّکُمْ عَآئِدُوْنَ تک تلاوت کی پھر فرمایا کیا قیامت کے دن کا عذاب بھی دور کر دیا جائے گا؟ یعنی آیت کریمہ میں تو عذاب کے دور کرنے کا ذکر ہے اور قیامت کے دن کا عذاب دور نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ سورۃ الدخان میں دخان مبین سے قیامت کے دن کا عذاب مراد نہیں ہے' اس کے آگے قصہ یہ ہے کہ جب قریش مکہ بہت زیادہ مصیبت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت ابوسفیان کو بھیجا (وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) انہوں نے عرض کیا کہ اے محمد! آپ صلہ رحمی کا حکم کرتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ اس عذاب کو ہٹا دے۔ آپ ﷺ نے دعا کر دی' اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش بھیج دی گئی اور وہ لوگ اچھی حالت میں ہو گئے لیکن کفر پر ہی باقی رہے جسے اِنَّکُمْ عَآئِدُوْنَ میں بیان فرمایا ہے جب کفر پر ہی جمے رہے تو آیت کریمہ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْکُبْرٰی ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ نازل ہوئی (جس دن ہم پکڑیں گے بڑی پکڑ' بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں) بڑی پکڑ سے غزوۂ بدر مراد ہے ان لوگوں نے وعدہ تو کیا تھا کہ ہم عذاب دور ہونے پر مؤمن ہو جائیں گے لیکن عذاب ٹل جانے کے باوجود ایمان نہ لائے اس لئے فرمایا اَنّٰی لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ کہاں ہے ان کو نصیحت اور حال یہ ہے کہ ان کے پاس رسول آ چکا ہے' جس کی دعوت اور دلائل سب واضح ہیں ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ (الایۃ) پھر انہوں نے اس کی طرف سے روگردانی کی اور اعراض کیا اور کہنے لگے کہ اس کو دوسروں نے سکھایا ہے اور یہ دیوانہ ہے) یعنی رسول مبین کی واضح دعوت اور دلائل سے اعراض کر چکے ہیں اور اس کے بارے میں کہہ چکے ہیں کہ دوسروں کا پڑھایا ہوا ہے اور دیوانہ ہے تو ان سے یہ امید کرنا کہ عذاب چلے جانے پر ایمان لے آئیں گے بے جا امید ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۝ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور ان کے پاس رسول کریم آیا کہ تم اللہ کے بندوں کو میرے حوالہ کر دو

اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّىْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

بلاشبہ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو بلاشبہ میں تمہارے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں

وَاِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۝ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِىْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝

اور بلاشبہ میں اپنے رب اور تمہارے رب سے اس بات کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کر دو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ رہو۔

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۝ فَاَسْرِ بِعِبَادِىْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝ وَاتْرُكِ

پھر موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم قوم ہیں' سو تم میرے بندوں کو رات کو لے کر روانہ ہو جاؤ' بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور سمندر کو سکون

الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ

کی حالت میں چھوڑ دینا بلاشبہ یہ لشکر غرق کر دیا جانے والا ہے' ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور اچھے مکانات

كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝

اور عیش کے سامان چھوڑ دیئے جن میں وہ خوشی کی حالت میں رہا کرتے تھے اور ہم نے ان چیزوں کا دوسرے لوگوں کو وارث بنا دیا

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا ع

سو نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین اور ان کو مہلت نہ دی گئی اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی جو فرعون کی طرف سے تھا بیشک وہ بڑا سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۝

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں انعام تھا واضح طور پر

قومِ فرعون کے پاس اللہ تعالیٰ کا رسول آنا اور نافرمانی کی وجہ سے ان لوگوں کا غرق ہونا، بنی اسرائیل کا فرعون سے نجات پانا اور انعاماتِ ربانیہ سے نوازا جانا

ان آیات میں فرعون کی نافرمانی کا اور بطور سزا لشکروں سمیت سمندر میں ڈوب جانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان سے یعنی قریش مکہ سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا ان کے پاس رسول کریم یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم اور معظم تھے انہوں نے فرعون سے اور اس کی جماعت سے کہا کہ بنی اسرائیل کو تم دکھ تکلیف دیتے ہو، انہیں مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ان اللہ کے بندوں کو تم میرے حوالہ کر دو اور میرے ساتھ بھیج دو، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، میں اس کا رسول امین ہوں میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ سرکشی نہ کرو، اللہ کے مقابلہ میں مت آؤ، اس کی اطاعت کرو، میں تمہارے پاس واضح دلیل (یعنی معجزات کثیرہ) لے کر آیا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ فرمائی اور حق بات پہنچائی تو فرعون اور اس کی جماعت نے ان کے قتل کے مشورے شروع کر دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کرو یعنی مجھے پتھروں سے مار کر ہلاک کرو۔ مزید فرمایا کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو کم از کم یہ کرو کہ مجھ سے دور رہو مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف مت پہنچاؤ کیونکہ اس سے تمہارا جرم اور زیادہ شدید ہو جائے گا وہ لوگ ہدایت پر نہ آئے اور سرکشی کرتے رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم ہیں ان کو سزا دی جائے اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہو جاؤ آبادی سے نکل جاؤ اور سمندر کی راہ لو جب تم روانہ ہو جاؤ گے تو تمہارا پیچھا کیا جائے گا یعنی فرعون اور اس کا لشکر تمہارے پیچھے سے آ پہنچے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت روانہ ہو گئے فرعون کو پتہ چلا تو وہ بھی اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چل دیا اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے سے ہی ہدایت کر دی تھی کہ جب سمندر پر پہنچو تو سمندر میں اپنی لاٹھی مار دینا اس کا معجزہ والا اثر یہ ہوگا کہ پانی رک جائے گا، جگہ خشک ہو جائے گی اور اس میں راستے نکل آئیں گے تم سمندر کو اس کی حالت پر ٹھہرا ہوا چھوڑ کر پار ہو جانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں راستے بن گئے، جگہ خشک ہو گئی حضرت موسیٰ علیہ

السلام اپنی قوم کے ساتھ ان راستوں میں داخل ہوئے اور سمندر اپنی ہیئت اور حالت پر سکون کے ساتھ تھم اہوا رہ گیا۔ پیچھے سے فرعون اپنے لشکروں کو لے کر آیا اور بنی اسرائیل کے پیچھے اپنی فوجیں ڈال دیں۔ بنی اسرائیل پار ہو گئے اور فرعون اپنے لشکروں سمیت ڈوب گیا سمندر میں راستے بن جانے کی وجہ سے جو قرار اور سکون ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا پانی آپس میں مل گیا جیسا کہ پہلے ہی فرما دیا تھا جو راستے بن گئے تھے ختم ہو گئے اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا اسی کو فرمایا واترك البحر رهوا انهم جند مغرقون۔

اہل دنیا کو اپنی دنیا اور دولت پر کھیتوں اور باغوں پر مکانوں اور خزانوں پر بہت غرور اور گھمنڈ ہوتا ہے۔ فرعونیوں کو بھی بڑا گھمنڈ تھا جب ڈوب گئے تو سب پھا ہو گیا فرمایا کم تركوا من جنت وعيون ۝ (اور وہ لوگ کتنے ہی باغ اور کتنے ہی چشمے اور کتنی ہی کھیتیاں اور کتنے ہی عمدہ مکانات اور کتنے ہی آرام کے سامان چھوڑ گئے جن میں وہ خوش ہو کر رہا کرتے تھے كذلك (یہ اسی طرح ہوا) واورثها قوما اخرين (اور ان چیزوں کا وارث ہم نے دوسری قوم کو بنا دیا) دوسری قوم سے بنی اسرائیل مراد ہیں جیسا کہ سورۃ الشعراء میں واورثنا بنی اسرآءیل فرمایا ہے اس کے بارے میں ضروری بحث سورۂ شعراء کی آیت بالا کی تفسیر میں دیکھ لی جائے۔

پھر فرمایا فما بكت عليهم السمآء والارض وما كانوا منظرين ۝ (سو ان پر آسمان اور زمین کو رونا نہ آیا اور وہ مہلت دیے جانے والے نہ تھے) یعنی اللہ تعالیٰ نے مغضوب اور مقہور ہونے کی وجہ سے ہلاک فرما دیا اور یہ لوگ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے مغضوب تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بھی ان سے بغض تھا تکوینی طور پر بامر الٰہی ان پر بارش بھی ہوتی تھی اور زمین بھی ان کا رزق اگاتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کی عظیم مخلوق (آسمان و زمین) ان سے راضی نہ تھے لہٰذا ان کے بیک وقت غرق ہو جانے پر انہیں ذرا بھی ترس نہیں آیا اور ان کی ہلاکت کی وجہ سے وہ ذرا بھی نہ روئے۔

مؤمن کی موت پر آسمان و زمین کا رونا: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مؤمن بندہ ہے اس کے لئے (آسمان میں) دو دروازے ہیں ایک دروازے سے اس کا عمل اوپر جاتا ہے اور ایک دروازے سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے جب اس کی موت ہو جاتی ہے تو وہ دونوں دروازے اس پر رونے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسی کو فرمایا فما بكت عليهم السمآء والارض وما كانوا منظرين (رواہ الترمذی فی تفسیر سورۃ الدخان)

بنی اسرائیل پر انعام اور امتحان: اس کے بعد بنی اسرائیل پر امتنان فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی یعنی فرعون سے اور یہ بھی فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے دنیا جہان والوں پر فوقیت دی یعنی ان کے زمانے میں جو لوگ تھے ان سب کے مقابلہ میں انہیں برتری عطا فرمائی۔ (فی معالم التنزیل علی عالمی زمانهم)

مزید فرمایا کہ ہم نے انہیں اپنی قدرت کی ایسی بڑی بڑی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا یعنی وہ ایسی چیزیں تھیں جو ان کے لئے نعمت تھیں اور قدرت الٰہیہ کی بھی بڑی نشانیاں تھیں مثلاً انہیں فرعون کے چنگل سے نکالنا جو ان کے لڑکوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کے لئے سمندر کو پھاڑ دینا اور بادلوں کا سایہ کرنا اور من وسلویٰ نازل کرنا پھر انہیں زمین میں اقتدار بخشنا ان میں انبیاء اور ملوک پیدا فرمانا۔

إِنَّ هَٰؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ۝ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ۝ فَأْتُوا بِآبَآئِنَآ

بلاشبہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس یہی ہماری پہلی موت ہے اور ہم دوبارہ زندہ کے جانے والے نہیں ہیں سو تم ہمارے باپ دادوں

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ

کو لے آؤ اگر تم سچے ہو' کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے' ہم نے انہیں

اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝

ہلاک کر دیا بلاشبہ وہ مجرم تھے اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں

مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ

ہم نے ان کو نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے' بلاشبہ فیصلہ کا دن ان سب

اَجْمَعِيْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا

کا وقت مقرر ہے جس دن کوئی تعلق رکھنے والا کسی تعلق رکھنے والے کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی مگر

ع ۱۵ مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

جس پر اللہ رحم فرمائے بیشک وہ عزیز ہے رحیم ہے۔

منکرینِ قیامت کی کٹ حجتی' یہ لوگ قوم تبع سے بہتر نہیں ہیں جو ہلاک کر دیئے گئے

ان آیات میں اول تو منکرین بعث کا قول نقل فرمایا ہے پھر ان کی بات کی تردید فرمائی ہے' منکرین نے یہ کہا کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ مرنا ہے اور مر کر پھر جی اٹھنا ہے اور حساب و کتاب ہے یہ ہم نہیں مانتے ہمارے نزدیک بس یہی بات طے شدہ ہے کہ ہم پہلی بار جو مریں گے تو بس مر گئے اس کے بعد دوبارہ زندہ ہونے والی بات نہیں مانتے' ان لوگوں نے مزید یوں بھی کہا کہ تم دوبارہ زندہ ہونے کی خبر دیتے ہو چلو ہمارے باپ دادوں کو لا کر دکھا دو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو (کہ دوبارہ اٹھنا ہے اور قیامت قائم ہونی ہے) ان کی تردید میں فرمایا اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم بہتر تھی اور جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بہتر تھے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ وہ مجرم تھے) یعنی یہ جو ایسی باتیں کر رہے ہیں کہ اللہ کے رسول کی رسالت اور دعوت کے منکر ہیں اپنے کو دنیاوی طور پر بڑی قوت والا سمجھ رہے ہیں اور اسی بنیاد پر منکر ہو رہے ہیں یہ سوچنا اور سمجھنا بالکل ہی غلط ہے ان کی کیا حیثیت ہے ان سے پہلے (یمن کے بادشاہ) تبع کی قوم گزر چکی ہے اور ان میں بھی بہت سی قومیں گزری ہیں جنہیں اپنی قوت اور شوکت پر بڑا گھمنڈ تھا' رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے جب ان پر عذاب آیا تو شوکت و قوت نے کچھ بھی کام نہ دیا سورۂ سبا میں فرمایا وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (اور ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا اور حال یہ ہے کہ یہ لوگ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دیا تھا سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا سو کیسا تھا میرا عذاب)

تبع کون تھے؟:۔ یہ تبع کون تھا جس کی قوم کا تذکرہ فرمایا ہے اس کے بارے میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ صاحب معالم التنزیل ص ۱۵۳ ج ۴ نے اس پر لمبا مضمون سپرد قلم فرمایا ہے اتنی بات تو تقریباً سبھی نے لکھی ہے کہ تبع یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا جیسے قیصر و کسریٰ اور نجاشی اپنے اپنے علاقوں کے بادشاہوں کے القاب تھے اسی طرح یمن کے بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا یہ کون سا تبع تھا جس کا آیت

بالا میں ذکر ہے؟ اس کا نام اسعد بن ملیک اور کنیت ابو کرب لکھی ہے' محمد بن اسحاق (صاحب السیر ۃ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ تبع مدینہ منورہ کے راستے سے گزر رہا تھا اس نے اہل مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا جب اہل مدینہ کو اس کا پتہ چلا تو یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ میں سے دو عالم کعب اور اسد نامی اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اے بادشاہ! تو ایسا نہ کر اگر تو ہماری بات نہیں مانتا تو تو جان ہمیں ڈر ہے کہ تجھ پر جلد ہی عذاب نازل ہو جائے گا کیونکہ یہ ایک نبی کا دار الہجرت ہے وہ قریش سے ہوں گے' نام محمد ہوگا ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی' یہ سن کر وہ اپنے ارادہ سے باز آ گیا پھر ان دونوں عالموں نے اسے اپنے دین کی دعوت دی اس نے ان کا دین قبول کر لیا' یعنی یہودیت کو اپنا دین بنا لیا' اس کے بعد وہ مدینہ منورہ سے چلا گیا۔ اس کے ساتھ کچھ یہودی جن میں وہ دونوں عالم بھی تھے (جنہوں نے اسے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے سے روکا تھا) یمن جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستے میں قبیلہ بنی ہذیل کے کچھ لوگ ملے انہوں نے تبع سے کہا کہ ہم تمہیں ایک ایسا گھر بتاتے ہیں جس میں موتی زبرجد اور چاندی کا خزانہ ہے' اس نے سوال کیا کہ وہ کونسا گھر ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ گھر مکہ معظمہ میں ہے بنی ہذیل کا مقصد اس کی خیر خواہی نہ تھی بلکہ اسے ہلاک کروانا مقصود تھا وہ جانتے تھے کہ اس بیت پر جس نے بھی حملہ کا ارادہ کیا وہ ضرور ہلاک ہوا۔

تبع نے لوگوں کی بات سن کر یہودی علماء سے مشورہ لیا' جو اس کے ساتھ تھے' ان لوگوں نے کہا کہ تو اس پر حملہ آور مت ہو ہمارے علم میں صرف یہی ایک گھر جس کی اللہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو وہاں نماز بھی پڑھ' قربانی بھی کر اور سر بھی مونڈ' یہ لوگ تیری دشمنی کیلئے ایسا مشورہ دے رہے ہیں' علماء یہود نے جب اسے ایسا مشورہ دیا تو اس نے بنی ہذیل کے چند لوگوں کو پکڑ کر ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے اور اندھا کرنے کیلئے ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی اور انہیں سولی پر چڑھا دیا مکہ معظمہ پہنچ کر اس نے کعبہ شریف کو پردہ پہنایا اور وہاں جانور ذبح کئے' وہاں چند دن قیام بھی کیا۔ طواف بھی کیا اور حلق بھی کیا۔ جب تبع مکہ معظمہ سے جدا ہوا اور یمن کے قریب پہنچا تو قبیلہ بنی حمیر کے لوگ آڑے آ گئے (تبع اسی قبیلہ سے تھا) اور کہنے لگے کہ تو ہمارے پاس ہرگز نہیں آ سکتا کیونکہ تو ہمارے دین سے جدا ہو گیا' تبع نے انہیں اپنے دین کی دعوت دی اور ان سے کہا کہ میں نے جو دین اختیار کیا ہے تمہارے دین سے بہتر ہے پھر انہوں نے آگ کو حکم (یعنی فیصلہ کرنے والی چیز) بنایا اس پر آگ نے اہل یمن کے بتوں کو اور جو کچھ انہوں نے بتوں پر چڑھاوے چڑھائے تھے ان سب کو جلا دیا اور یہودی علماء کو دیکھ کر آگ پیچھے ہٹ گئی یہاں سے یمن میں دین یہودیت پھیلنے کی ابتداء ہوئی' تبع نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی بعثت سے (۷۰۰) سال پہلے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تقریباً سو سال پہلے ایمان قبول کیا' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ تبع کو برا نہ کہو وہ نیک آدمی تھے' اس کے بعد صاحب معالم التنزیل نے حضرت سہل بن سعدؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تبع کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ (یہ حدیث مسند احمد ص ۳۴۰ ج ۵ میں مذکور ہے۔) پھر بحوالہ مصنف عبدالرزاق حدیث نقل کی ہے (جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا غیر نبی۔

ان روایات میں یہ تو ثابت ہوا کہ تبع اچھے آدمی تھے لیکن ان کی قوم کب اور کیسے ہلاک ہوئی اس کا پتہ نہیں چلتا جبکہ سورۂ قٓ میں اور سورۂ دخان میں قوم تبع کے ہلاک کئے جانے کی تصریح ہے' اگر معالم التنزیل کے بیان سے یہ سمجھ لیا جائے کہ باوجود یکہ آگ نے فیصلہ کر دیا تھا پھر بھی تبع کی قوم ایمان نہ لائی اور کفر پر جمی رہی اور اس کی وجہ سے ہلاک ہوئی تو یہ قرین قیاس ہے۔ یہاں تک لکھنے کے بعد تفسیر ابن کثیر میں دیکھا انہوں نے اس تبع کا نام اسعد بتایا ہے اور کنیت ابو کریب لکھی ہے اور باپ کا نام ملکیکو لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس

نے تین سو چھبیس سال تک حکومت کی اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی قوم نے اس کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن جب اس کی وفات ہوگئی تو وہ لوگ مرتد ہوگئے۔ آگ کی اور بتوں کی پوجا کرنے لگے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا فرما دیا جیسا کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے۔ مفسر ابن کثیر کا فرمانا ہے کہ قوم تبع اور سبا ایک ہی قوم کا مصداق ہے (ابن کثیر ص ۱۴۳ و ص ۱۴۴ ج ۴) واللّٰہ تعالٰی اعلم بحقیقة الحال۔

پھر فرمایا وما خلقنا السّمٰوٰتِ والارض وما بینھما لعبین اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں

ما خلقنٰھمآ الّا بالحقِّ ولٰکنّ اکثرھم لا یعلمون (ہم نے ان دونوں کو حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) ان کے بنانے میں جو حکمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اس سے ان کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کریں سورۂ یٰسٓ میں فرمایا اولیس الّذی خلق السّمٰوٰتِ والارض بقٰدرٍ علٰٓی ان یّخلق مثلھم ط بلٰی وھو الخلّٰق العلیم (کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے جیسے پیدا فرما دے، ہاں وہ قادر ہے اور بہت پیدا کرنے والا ہے بڑے علم والا ہے)۔

قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا:۔ انّ یوم الفصل میقاتھم اجمعین ط (بلاشبہ فیصلوں کا دن ان سب کا وقت مقرر ہے) یہ مانیں یا نہ مانیں بہر حال قیامت اپنے مقررہ وقت پر آ جائے گی اور حساب کتاب ہوگا یوم لا یغنی مولًی عن مّولًی شیئًا (اس دن کوئی تعلق والا کسی تعلق والے کو کچھ بھی نفع نہ دے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) الّا من رّحم اللّٰہ (ہاں! مگر جس پر اللہ رحم فرمائے) اہل ایمان کا تعلق ایک دوسرے کو نفع دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا آپس میں ایک دوسرے کی سفارش کر دیں گے انّہٗ ھو العزیز۔ بیشک وہ زبردست ہے (اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے) الرّحیم (وہ مومن بندوں پر رحم فرمانے والا ہے)

لفظ مَولٰی وَلِیَ یَلِیْ سے ماخوذ ہے آپس میں جن دو آدمیوں میں دوستی ہو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مولیٰ ہوتا ہے۔ دنیاوی تعلقات قیامت کے دن ختم ہو جائیں گے کوئی کسی کی مدد نہیں کرے گا دوستی اور قریبی تعلق کچھ کام نہ دے گا ہاں! اللہ کی رحمت جس پر ہو جائے اسی کے لئے خیر ہوگی اور وہ صرف اہل ایمان کیلئے مخصوص ہے اس دن کوئی کافر کسی کافر کو نفع نہیں پہنچا سکتا ساری دوستیاں ختم ہو جائیں گی اہل ایمان میں سے جسے اور جس کے لئے شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی اسی کو نفع پہنچ جائے گا۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ کَالْمُھْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾

بلا شبہ زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا وہ پیٹوں میں ایسا کھولے گا

خُذُوْہُ فَاعْتِلُوْہُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِہٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾

جیسے گرم پانی کھولتا ہے، اس کو پکڑو پھر اسے گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ، پھر اس کے سر پر گرم پانی کے عذاب سے ڈال دو،

ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ ھٰذَا مَا کُنْتُمْ بِہٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

تو چکھ لے بیشک تو معزز مکرم ہے۔ یہ وہی عذاب ہے جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے۔

دوزخیوں کے لئے طرح طرح کا عذاب ہے، زقوم ان کا کھانا ہوگا، سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا

گزشتہ آیات میں منکرین قیامت کا انکار ذکر فرمایا پھر قیامت کا اثبات فرمایا' قیامت قائم ہونے پر جو کافروں کی دوزخ میں بدحالی ہو گی ان آیات میں اس کو بیان فرمایا دوزخیوں کو جہنم میں سخت بھوک لگے گی اور وہ کھانے کے لئے طلب کریں گے' انہیں کھانے کیلئے جو چیزیں دی جائیں گی ان میں سے زقوم کا درخت بھی ہوگا' سورۂ صٰفّٰت میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ درخت دوزخ کے درمیان سے نکلے گا اس کے گچھے ایسے ہوں جیسے سانپوں کے پھن ہوتے ہیں یہ بہت زیادہ کڑوا ہوگا۔ جب ان کو کھانے کو دیا جائے گا تو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو گا (کسی بوتل وغیرہ میں ایک عرصہ تک تیل رکھا جائے اور تیل میں دوسری کسی چیز کے ذرات تیل کے گاڑھے حصے میں جم جائیں اسے تلچھٹ کہتے ہیں)

زقوم دیکھنے میں بھی بہت زیادہ بدنما ہوگا اور مزے میں بھی بہت زیادہ بُرا ہوگا لیکن بھوک کی مجبوری میں دوزخیوں کو کھانا ہی پڑے گا وہ پیٹ میں پہنچ جائے گا تو وہاں جا کر تیز گرم پانی کی طرح سے کھولے گا' اس سب کے باوجود پیٹ بھر کر کھائیں گے جیسا کہ سورۃ الواقعہ میں فرمایا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپک جائے تو دنیا والوں کی کھانے کی چیزوں کو بگاڑ کر رکھ دے اب غور کرلو کہ اس کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا زقوم ہوگا۔ (ترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۸۰)

اہل دوزخ کو دوزخ میں جو زقوم کھانے کو ملے گا وہ پیٹ میں جا کر گرم پانی کی طرح کھولے گا پھر اوپر سے ان کے سر پر گرم پانی ڈالنے کا حکم ہوگا یہ گرم پانی ڈالا جانا مستقل عذاب ہوگا یہاں فرمایا ہے ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ اور سورۂ حج میں فرمایا يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (ان کے سروں کے اوپر سے گرم پانی ڈالا جائے گا جو کاٹ دے گا ان چیزوں کو جو ان کے پیٹوں میں ہوگی اور ان کے چمڑوں کو)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اسے پکڑ لو پھر دوزخ کے بیچ والے حصہ میں گھسیٹ کر لے جاؤ پھر اس کے سر پر گرم پانی کا عذاب ڈال دو یعنی گرم پانی ڈال دو جو سراپا عذاب ہے۔

قال القرطبی والعتل ان تاخذ بتلابیب الرجل فتعتله ان تجره الیک لتذهب به الی حبس اوبلیة عتلت الرجل اعتله واعتله عتلاً اذا جذبته جذبا عنیف.

(علامہ قرطبی کہتے ہیں عُتُل کا معنی یہ ہے کہ تو کسی آدمی کو اس کے گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچے تاکہ اسے جیل میں یا آزمائش میں لے جائے، عتلت الرجل اَعتلہٗ واَعتلہ عتلاً جب تو اسے سختی کے ساتھ کھینچے)

دنیا کی بڑائی کا انجام:۔ دوزخی وہاں ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہوگا حالانکہ دنیا میں بڑا عزت والا سمجھا جاتا تھا اس کا بڑا نام تھا اور شہرت تھی۔ بادشاہ تھا' صدر تھا یا وزیر تھا' بڑے بڑے القاب تھے وہ اپنے کو بڑا آدمی سمجھتا تھا' دوزخ میں سخت عذاب کی وجہ سے اس کا برا حال ہو گا۔ اس کی دنیا والی حالت یاد دلانے کے لئے (جس کو بہت بڑی کامیابی سمجھتا تھا) کہا جائے گا ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (تو یہ عذاب چکھ لے دنیا میں تو بڑی عزت والا اور بڑے اکرام والا سمجھا جاتا تھا) اس چند دن کی بڑائی اور چہل پہل پر جو لوگ جان اور دل سے فدا ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔

اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۝ (اہل دوزخ سے یہ بھی کہا جائے گا کہ یہ وہی عذاب ہے جسکے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے)۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ

بے شبہ متقی لوگ امن والی جگہ میں ہونگے' باغوں اور چشموں میں ہوں گے' وہ سندس اور استبرق کا

وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ

لباس پہنے ہوں گے' آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے' یہ بات اسی طرح سے ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کردیں گے وہ لوگ اس میں اطمینان سے

فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ

ہر قسم کے میوے منگائیں گے' پہلی موت جو انہیں دنیا میں آ چکی تھی اس کے سوا موت کو نہ چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

عذاب سے بچا لے گا جو آپ کے رب کی طرف سے فضل ہو گا یہ بڑی کامیابی ہو گی۔

متقیوں کے انعامات' باغ اور چشمے، لباس اور ازواج، ہر قسم کے پھل اور حیاتِ ابدی

دوزخیوں کا عذاب بتانے کے بعد اہل جنت کے بعض انعامات ذکر فرمائے۔

اولاً تو یہ فرمایا کہ متقی لوگ امن وامان کی جگہ میں ہوں گے یعنی جنت ایسی جگہ ہے کہ جہاں ہر قسم کا خوف' ہراس' بے اطمینانی، بے چینی نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے' انہیں کبھی کوئی خوف یا غم نہ ہوگا نہ وہاں سے نکالے جانے کا خطرہ ہوگا۔

ثانیاً یہ فرمایا کہ متقی لوگ باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے اور ثالثاً یہ فرمایا کہ سندس اور استبرق کا لباس پہنیں گے' سُنْدُس باریک ریشم کو اور اِسْتَبْرَق موٹے ریشم کو کہتے ہیں رابعاً یہ فرمایا کہ آپس میں مقابل ہو کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ مفسرین نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے یعنی لایری بعضھم قفا بعض یعنی اس ترتیب سے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کہ کسی کی پشت کسی طرف نہ ہوگی خامساً یہ فرمایا کہ ہم حورعین سے ان کا نکاح کردیں گے لفظ حور وحراء کی جمع ہے (اگرچہ اردو استعمال میں حور کو مفرد سمجھا جاتا ہے) حوراء گورے رنگ کی عورت کو کہتے ہیں۔ جس کا رنگ خوب آنکھوں میں جچ رہا ہوں اور اچھا لگ رہا ہو اور عین عیناء کی جمع ہے اس کا معنی ہے بڑی آنکھوں والی عورت' اللہ تعالیٰ حورعین کو اہل جنت کے نکاح میں دے دیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے اگر کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان اور زمین کے درمیان کو روشن کردے اور ان دونوں کے درمیان کو خوشبو سے بھر دے اور فرمایا کہ یہ واقعی بات ہے کہ اس کے سر کا دوپٹہ دنیا سے اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے۔ (رواہ البخاری)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ ہر جنتی کی کم از کم (قال الحافظ فی الفتح والذی یظھر ان المراد ان اقل مالکل واحد منھم زوجتان۔) دو بیویاں ہوں گی۔ ان میں سے ہر ایک ستر ۷۰ جوڑے پہنے ہوئے ہوگی اس کی پنڈلی کا گودا باہر سے نظر آئے گا۔ (رواہ البخاری)

سادہ سا بیان فرمایا کہ اہل جنت ہر قسم کے میوے طلب کریں گے۔ سابقاً یوں فرمایا کہ وہاں انہیں کبھی موت نہیں آئے گی دنیا میں جو موت آ گئی تھی اس کے بعد اور کسی موت کا خطرہ نہ ہوگا ثانیہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دوزخ سے بچا لے گا۔ عذاب دوزخ سے بچانا اور جنت میں داخل فرمانا یہ سب محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا (اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی کا کچھ واجب نہیں ہے یہ اس کا فضل ہے کہ اس نے ایمان پر اور اعمال صالحہ پر جنت دینے کا اور دوزخ سے محفوظ فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

آخر میں فرمایا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یہ جو کچھ مذکور ہوا بڑی کامیابی ہے) اس میں اہل دنیا کو تنبیہ ہے کہ تم جس چیز کو کامیابی سمجھ رہے ہو وہ فانی چیزیں ہیں جنت کی طرف رخ کرو اور اس کے اعمال میں لگو وہاں جو ملے گا وہ بڑی کامیابی ہے۔

ع ۳

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۵۸ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝۵۹

سو بات یہی ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں سو آپ انتظار کیجئے، بلاشبہ وہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

ہم نے قرآن کو آپ ﷺ کی زبان پر آسان کر دیا ہے، آپ انتظار کریں، یہ لوگ بھی منتظر ہیں

یہ سورۃ الدخان کی آخری دو آیتیں ہیں یہ سورت قرآن کریم کی قسم کھانے اور مبارک رات میں نازل فرمانے کے ذکر سے شروع ہوئی تھی آخر سورت میں پھر قرآن کا تذکرہ فرمایا کہ ہم نے اس کو آپ ﷺ کی زبان پر آسان کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کی زبان عربی ہے یہ بھی عربی ہے آپ اسے پڑھیں اور ان کے سامنے بیان کریں تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں نیز یہ فرمایا کہ آپ ﷺ انتظار فرمائیں یہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں یعنی اگر یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کرتے اور اس انتظار میں ہیں کہ آپ ﷺ کو تکلیف پہنچ جائے تو آپ سمجھ لیں کہ ان کے انتظار اور آرزو سے پہلے ہونے والا انہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔ جیسا کہ سورۃ الطور میں فرمایا اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ (بلکہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کے بارے میں موت کے حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ فرما دیجئے تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

وھذا آخر ماوفق اللّٰہ تعالی فی تفسیر سورۃ الدخان والحمد للّٰہ الرحمٰن المنان، والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان سید ولد عدنان، وخیر الانس والجان وعلی الہ وصحبہ أصحاب العلوم والعرفان، ومن تبعھم باحسان الی ان یتناوب الملوان ویتعاقب النیران. (وکان ذلک فی الیوم الرابع من الشھر الثالث من ۱۳۱۸ھ)

☆☆☆ ..... ☆☆☆

مکی	سورۃ الجاثیہ	۳۷ آیتیں ۴ رکوع

آیاتہا ۳۷ (۴۵) سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۶۵) رکوعاتہا ۴

سورۃ الجاثیہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ۳۷ آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ○ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ○ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ

حٰمٓ۔ اتارنا ہے کتاب کا اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے، حکیم ہے۔ بلاشبہ آسمانوں میں اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ○ وَ فِیْ خَلْقِکُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ○ وَ اخْتِلَافِ

مومنین کیلئے اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جو چوپائے اللہ تعالیٰ پھیلاتا ہے' انکے پیدا کرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں ور رات اور دن

الَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا

کے آگے پیچھے آنے میں اور جو رزق اللہ نے آسمان سے اتارا ہے' پھر اس کے ذریعہ زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ فرما دیا

وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ○ تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ ۚ

اور ہواؤں کے پھیرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں'

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ○

سو یہ لوگ اللہ کے اور اس کی آیات کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

یہ کتاب عزیز و حکیم کی طرف سے ہے' آسمان و زمین' انسان کی تخلیق' لیل و نہار کے اختلاف اور بارش کے نزول میں معرفتِ الٰہیہ کی نشانیاں ہیں

ان آیات میں اوّل تو یہ فرمایا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ وہ عزیز بھی ہے' حکیم بھی ہے اس کے بعد توحید کی نشانیاں بیان فرمائیں' ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں اہل ایمان ان کو دیکھتے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں' پھر فرمایا کہ تمہارے پیدا کرنے میں اور جو چوپائے اللہ نے زمین میں پھیلا رکھے ہیں' ان سب میں ان لوگوں کے لئے

نشانیاں اور دلائل ہیں جو لوگ یقین رکھتے ہیں اسی طرح رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو آسمان سے رزق نازل فرمایا یعنی بارش جس کے ذریعہ زمین کو اس کے مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ فرمایا یعنی اس کی خشکی کو دور فرما کر اس میں پھلتی ہوئی کھیتیاں اور سبزیاں پیدا فرما دیں اور ہواؤں کو بھیج کر مختلف کاموں میں لگایا جو کبھی پورب کو جاتی ہے اور کبھی پچھم کو کبھی گرم ہے اور کبھی ٹھنڈی کبھی نفع دینے والی ہے کبھی ضرر پہنچانے والی ان سب چیزوں میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں عقل والے دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ سب امور قادر مطلق جل شانہ کی مشیت اور ارادہ سے وجود میں آتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ آیات ہیں جن کو ہم حق کے ساتھ آپ پر تلاوت کرتے ہیں، جو وحی کے ذریعے آپ تک پہنچتی ہے یہ آپ (فرشتہ سناتا ہے) پھر آپ ﷺ کے ذریعہ آپ کے مخاطبین کو پہنچتی ہے لیکن یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ان آیات کو سننے کے بعد انہیں کس چیز کا انتظار ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل سامنے آگئے اس کی آیات جو وحی کے ذریعے آپ تک پہنچیں آپ سے ان لوگوں نے سنیں ان پر وہ ایمان لائے اس سب کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ

بڑی خرابی ہے۔ جھوٹے کے لئے جو نافرمان ہے اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اس کے روبرو پڑھی جاتی ہے پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اصرار کرتا ہے گویا کہ

لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ

اس نے ان کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو آپ دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی کو جان لیتا ہے تو ان کا مذاق بناتا ہے ان لوگوں

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ

کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ان کے آگے دوزخ ہے انہوں نے دنیا میں جو کچھ کمایا اور اللہ کے

لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ

سوا انہوں نے جو کارساز بنا رکھے ہیں ان میں سے نہیں وہ بھی کچھ نفع نہیں دے گا اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے یہ ایک بڑی ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ ع ۷

آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لئے عذاب ہے سخت والا دردناک۔

ہر جھوٹے، گناہگار اور متکبر اور منکر کے لئے عذاب الیم ہے

قریش مکہ میں سے جو لوگ ایمان نہیں لائے ان میں بعض لوگ کفر و شرک کے سرغنہ بنے ہوئے تھے جو خود بھی اسلام قبول نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی قبول نہیں کرنے دیتے تھے ان میں سے ابوجہل بھی تھا اور نضر بن حارث بھی معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ عجمیوں کی باتیں (قصے کہانیاں) خرید کر لاتا تھا اور لوگوں کو سناتا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جائیں اور قرآن شریف نہ سنیں (جس کا کچھ بیان سورۂ لقمان کے پہلے رکوع میں آیت کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ کے ذیل میں گزر چکا ہے صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ شان نزول

خواہ کسی ایک شخص کے بارے میں ہو لیکن الفاظ کا عموم ہر اس شخص کو شامل ہے جو اپنے عمل اور کردار سے آیت کے مفہوم کا مصداق ہو اور ارشاد فرمایا کہ ہر اَفَّاكٍ یعنی خوب جھوٹ بولنے والے اور ہر اَثِیْمٍ یعنی بڑے گنہگار کے لئے وَیْلٌ ہے یعنی خرابی اور بربادی اور ہلاکت ہے (جس شخص کے بارے میں آیت نازل ہوئی وہ چونکہ بہت جھوٹا اور بہت بڑا گنہگار تھا اس لئے یہ دونوں لفظ لائے گئے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تھوڑا جھوٹ اور تھوڑے گناہ جائز ہیں)۔

اس بڑے جھوٹے اور بڑے گنہگار کی صفت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا یَسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَیْهِ. (یہ اللہ کی آیات کو سنتا ہے جو اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا (پھر وہ اپنے کفر پر اور شرارت پر اور گنہگاری پر اصرار کرتا ہے اس کا یہ اصرار تکبر کرنے کی حالت میں ہے كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا. (وہ تکبر کرتے ہوئے اس طرح بے رخی اختیار کر لیتا ہے کہ گویا اس نے اللہ کی آیات کو سنا ہی نہیں فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ. (سو آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں) یہ شخص یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں بڑا ہوں سردار بنا ہوا ہوں ہمیشہ اسی حال میں رہوں گا۔ یہ دنیا فانی ہے تھوڑی سی ہے مرنا بھی ہے موت کے بعد اللہ کے رسول اور کتاب کو جھٹلانے والے دردناک عذاب میں داخل ہوں گے۔

اَفَّاكٍ اور اَثِیْمٍ (جس کا ذکر اوپر ہوا) اس کی مزید بیہودگی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا. (یعنی ہماری آیات میں سے کوئی آیت اس کے پاس پہنچ جاتی ہے تو وہ اس کا مذاق بناتا ہے یعنی تمسخر کرتا ہے) اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ. ان لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے) مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ (ان کے آگے دوزخ ہے اپنے شرک کی وجہ سے اس میں داخل ہوں گے) وَلَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ (اور انہوں نے جو کچھ بھی کمایا وہ انہیں کچھ بھی نفع نہ دے گا اور اللہ کے سوا جو انہوں نے اپنے خیال میں اولیاء یعنی کارساز بنا رکھے تھے وہ بھی کچھ نفع نہ دیں گے وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے)۔

هٰذَا هُدًى (یہ قرآن سراپا ہدایت ہے۔ اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا لازم ہے)۔

مذکورہ صفات سے متصف ہونے والوں کیلئے تینوں طرح کا عذاب بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ (الایۃ) اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے ساتھ سخت عذاب کا بڑا حصہ ہوگا جو دردناک ہوگا۔ وہاں کا عذاب اَلِیْمٌ بھی ہے یعنی دردناک اور مُهِیْنٌ بھی ہے یعنی ذلیل کرنے والا اور عظیم یعنی بڑا بھی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کے فضل سے

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ

تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو اور جو چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے تمہارے لئے مسخر بنا دیا

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں۔

تسخیر بحر اور تسخیر فی السموت والارض میں فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور دلائل توحید بیان فرمائے ہیں۔

اولاً سمندر کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر تمہارے لئے مسخر فرمایا یعنی تمہاری ضرورتوں میں کام آنے والا بنادیا اس تسخیر کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلتی ہیں ان کشتیوں میں سفر کرتے ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سامان بھی لے جاتے ہو اور اللہ کا فضل بھی تلاش کرتے ہو تجارت کے ذریعہ مدد اٹھاتے ہو سمندر میں غوطے مارتے ہو موتی نکالتے ہو شکار پکڑتے ہو یہ سب اللہ کا فضل ہے تمہیں چاہئے کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔

ثانیاً فرمایا کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں جو چیزیں ہیں اللہ نے ان کو تمہارے کام میں لگا دیا یعنی ان چیزوں کو تمہارے کام میں آنے والا بنا دیا یہ چیزیں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے مسخر ہیں اللہ کی مشیت اور ارادہ کے مطابق تمہارے منافع کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں بعض منافع آخرت سے متعلق ہے اور بعض دنیا سے متعلق ہیں آخر میں فرمایا کہ یہ جو سب کچھ مذکور ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں فکر کرنے والے لوگوں کے لئے (جو لوگ فکر کرتے ہیں وہ عبرت حاصل کرتے ہیں)۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا

آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ ہر قوم کو اس کی جزا دے جو وہ کماتے ہیں

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۚ

جو شخص نیک کام کرے سو وہ اپنے ہی لئے کرتا ہے اور جو شخص برا کام کرے اس کا وبال اسی کے نفس پر ہے

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝

پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آپ ﷺ اہل ایمان سے فرمادیں کہ منکرین سے درگزر کریں ہر شخص کا نیک عمل اسی کیلئے ہے اور برے عمل کا وبال بھی عمل کرنے والے پر ہے۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یَغْفِرُوْا جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے تقدیر عبارت یوں ہے۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا یعنی آپ ﷺ اپنے ایمان والوں سے فرمادیں کہ درگزر کریں وہ اس پر عمل کرتے ہوئے ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں کرتے یعنی کافر لوگ جنہیں اس کا خیال نہیں کہ اللہ تعالیٰ دنوں کو پلٹ دیتا ہے، ہمیشہ یکساں زمانہ نہیں رہتا، وہ دشمنوں سے انتقام لے لیتا ہے صاحب روح المعانی نے اس کی دوسری تفسیر حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے یوں نقل کی ہے کہ ان لوگوں سے درگزر فرمائیں جنہیں ان اوقات کی امید نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ثواب دینے کیلئے مقرر فرمائے ہیں جن میں مومنین کو کامیابی حاصل ہوگی یعنی وہ لوگ آخرت کو مانتے ہی نہیں ان سے درگزر کریں پھر صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ یہ آیت قتال کا حکم نازل ہونے سے پہلے نازل ہوئی تھی جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور بعض حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ چھوٹی چھوٹی باتیں جو دشمنوں کی طرف سے

ہوتی رہتی ہیں جن سے ایذاء پہنچتی ہے یا وحشت ہوتی ہے ان باتوں سے درگزر کرنا مراد ہے۔

لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (یعنی آپ ایمان والوں کو درگزر کرنے کا حکم دیں وہ درگزر کریں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی انہیں جزا دے گا اور کافروں کے عمل کی کافروں کو سزا دے گا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ. (جو شخص نیک عمل کرے سو وہ اسی کی جان کے لئے ہے) وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا (اور جس نے برے کام کئے ان کا وبال اسی پر ہوگا) ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ (پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) اہل ایمان کو ایمان کا اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا ثواب ملے گا اور ان کے مخالفین کافرین اور مشرکین اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی اور حکم عطا کیا اور نبوت دی اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْأَمْرِ ۖ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا

اور جہانوں پر فضیلت دی اور ہم نے دین کے بارے میں انہیں کھلی کھلی دلیلیں عطا کیں۔ سو انہوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد

جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا

کہ ان کے پاس علم آ گیا آپس کی ضد ضدی کی وجہ سے بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان امور میں ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن میں

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٧﴾

وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے۔

بنی اسرائیل پر طرح طرح کے انعامات، کتاب حکم اور نبوت سے سرفراز فرمانا، طیبات کا عطیہ اور جہانوں پر فضیلت

یہ دو آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی اور حکم دیا بعض حضرات نے حکم کا ترجمہ فقہ فی الدین سے کیا ہے اور بعض حضرات نے اس سے حکمتیں مراد لی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت بھی دی یعنی ان میں کثرت سے نبی بھیجے سورہ مائدہ میں فرمایا وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ. (اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! تم اللہ کے اس انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بہت سے پیغمبر بنائے اور تم کو صاحب ملک بنایا اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا والوں میں سے کسی کو نہیں دیں)۔

وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ (اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزیں دیں) یعنی عمدہ اور حلال اور لذت والی چیزیں عطا فرمائیں وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ. (اور ہم نے انہیں جہانوں پر فضیلت دی) یعنی ان کے زمانہ میں جو لوگ تھے بنی اسرائیل کو ان پر فضیلت عطا فرمائی۔

وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْأَمْرِ (اور ہم نے انہیں دین کے بارے میں کھلے ہوئے واضح دلائل عطا فرمائے) جن میں سے حضرت موسیٰ

علیہ السلام کے معجزات بھی تھے صاحب روح المعانی نے بعض حضرات کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی نشانیاں مراد ہیں یہودیوں کو آپ کی بعثت کی نشانیاں معلوم تھیں لیکن جب آپ تشریف لائے تو یہ لوگ جانتے ہوئے اور آپ کی بعثت اور رسالت کا یقین ہوتے ہوئے منکر ہو گئے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ. (پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو وہ پہنچانتے ہیں تو اس کا انکار کر بیٹھے)۔

فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ط (سو انہوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا آپس کی ضد اضدی کی وجہ سے)۔

بَغْيًا کا ایک مطلب تو یہی ہے کہ آپس کی ضد اضدی کی وجہ سے اختلافات میں لگ گئے دلائل واضحہ سامنے ہوتے ہوئے حق سے منہ موڑا اور ریاست اور چودھراہٹ کی وجہ سے اختلافات میں پڑ گئے اور ایک معنی یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حسد کرتے ہوئے آپس میں اختلاف کیا پہلے تو آپ کی آمد کے منتظر تھے جب آپ تشریف لے آئے تو کہنے لگے کہ عرب میں سے کیسے کوئی شخص نبی ہو سکتا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا گیا ہے کہ تم میں سے ہمیشہ نبی آتا رہے گا ان میں سے صرف چند ہی آدمی مسلمان ہوئے اور آج تک اسلام اور مسلمان کے خلاف ان کی سرگرمیاں جاری ہیں۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے دنیوی ریاست اور چودھراہٹ کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے بغاوت کی اور انبیاء کرام کو قتل کر دیا۔ یہی حال آپ کے زمانہ کے مشرکین کا ہے ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں آ گئی ہیں لیکن دنیوی ریاست کے چلے جانے کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کرتے اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ) بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان امور کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے)۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

پھر ہم نے آپ کو ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اس کا اتباع کیجئے اور ان لوگوں کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے جو نہیں جانتے

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ

بلاشبہ وہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں کچھ نفع نہیں دے سکتے اور بیشک ظلم کرنے والے ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ متقیوں کا دوست ہے

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

یہ قرآن لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں۔

ہم نے آپ ﷺ کو مستقل شریعت دی ہے کفار آپ کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے
وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور اللہ متقیوں کا ولی ہے

یہ تین آیت کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بعد ہم نے آپ کو ایک شریعت دی ہے جو دین سے متعلق ہے (قال القرطبی ای علی مہاج واضح من امر الدین یشرع بک من الحق) (علامہ قرطبی فرماتے ہیں یعنی آپ کو دین حق کی جو شریعت (قانون) دی ہے اس کے واضح راستے پر چلتے رہیں) سو آپ اس کا اتباع کریں اور

ان لوگوں کا اتباع نہ کریں جو نہیں جانتے' یعنی قریش مکہ جو آپ کا دین قبول کرنے کے بجائے اپنے باپ دادوں کا دین قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں ان کا اتباع نہ کیجئے۔

دوسری آیات میں فرمایا کہ یہ لوگ آپ ﷺ کو اللہ کے مقابلے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتے یعنی اگر آپ نے ان کے دین کا اتباع کرلیا اور اس پر اللہ کی طرف سے گرفت ہوگئی تو یہ لوگ ذرا بھی آپ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ. (ظالم لوگ یعنی کفار و مشرکین اور منافقین اور یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی نیت رکھتے ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ (اور اللہ متقیوں کا ولی ہے) وہ دنیا میں بھی مدد فرماتا ہے اور آخرت میں بھی مدد فرمائے گا۔

تیسری آیت میں قرآن مجید کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا ذریعہ ہے اس میں غور کریں تو بصیرت کی باتیں پائیں گے' مزید فرمایا کہ یہ قرآن ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

جن لوگوں نے برے کام کئے کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ

سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ع ۱۸

کئے کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے' یہ برا فیصلہ کرتے ہیں اور اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ

وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝

اور تاکہ ہر جان کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

کیا گناہگار یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں اہل ایمان اور اعمال صالحہ والوں کے برابر کر دیں گے

یہ دو آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں اہل باطل کے اس گمان کی تردید فرمائی کہ جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے ہم سے بڑھ کر درجہ والے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمیں مال دیا ہے آخرت میں بھی ہمیں نعمتیں دی جائیں گی جیسا کہ سورۂ حٰمٓ السجدہ میں بعض لوگوں کا قول نقل کیا ہے۔ وَلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّیْۤ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى (اور اگر میں اپنے رب کی طرف واپس کر دیا گیا تو بلاشبہ میرے لئے اچھی حالت ہوگی)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجرمین کفار و مشرکین یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم میں اور ان لوگوں میں کوئی فرق نہیں جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے' ان کا یہ خیال غلط ہے یہ بات نہیں کہ ہم دونوں فریق کی زندگی اور موت کو برابر کر دیں گے دنیا میں مؤمنین کی زندگی اور ہے وہ فرمانبردار ہیں، مؤحد ہیں، اللہ کے دین پر ہیں اگرچہ مال نہ ہو اور کافر منکر ہیں اپنے خالق کے باغی اور نافرمان ہیں۔ پھر موت کے بعد مؤمن کو نعمتیں ملیں گے۔ جنت میں داخل ہوں گے اور کافر عذاب میں مبتلا ہوں گے، دوزخ میں جائیں گے لہٰذا نہ دونوں کی زندگی برابر ہے اور نہ موت برابر ہے۔ مؤمن دنیا میں بھی کافر سے بہتر ہے اور آخرت میں بھی کافر سے بہتر ہوگا۔ کافروں کا یہ خیال کرنا کہ موت کے بعد بھی ہم مؤمنین سے اچھی حالت میں رہیں گے یہ ان کی جہالت کی بات ہے، جھوٹا اور غلط خیال ہے' اسی کو فرمایا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۔

(برابر ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں) قال صاحب الروح قالہ عزوجل سواء بدل من الکاف بناء علی انها بمعنی مثل وقوله تعالی مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ فاعل سواء اجری مجری مستو کما قالوا مررت برجل سواء هو والعدم ۱۲. (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں سواء بدل ہے کاف سے اس بنیاد پر کہ کاف مثل کے معنی میں ہے۔ اور مَحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ، سواءٌ کا فاعل ہے جو کہ مُستو کا قائم مقام ہے جیسا کہ کہتے ہیں مررت برجل سواء هو والعدم میں ایسے آدمی کے پاس سے گذرا کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے) دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو حق (یعنی حکمت) کے ساتھ پیدا فرمایا اور اس لئے پیدا فرمایا کہ انہیں دیکھنے والے یہ سمجھ لیں کہ ہر نفس کو اس کے اپنے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو دیکھنے والے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کریں اور یہ سمجھ لیں کہ جس ذات پاک نے ان کو پیدا فرمایا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ فرمادے اور حساب کتاب کے لئے حاضر کردے اور ان کے اعمال کی جزاء سزا دیدے۔ سور الاحقاف میں فرمایا اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے کیوں نہیں! بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

وقوله تعالی وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ معطوف علی لفظة بالحق ای خلقها ليدل سُبحانه وتعالی بها علی قدرته وليعلم الناس انه تعالی يجزی كل نفس بما كسبت فان الخالق جل مجدهٗ لم يخلق السموت والارض عبثا بلا حكمة ولا الانس والجان عبثاً بل خلقهم ليجز يهم باعمالهم قال تعالی اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ. (اللہ تعالیٰ کے قول ولتجزی کل نفس بما کسبت کا عطف لفظ بالحق پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ انہیں دیکھنے والے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر استدلال کریں نیز یہ بھی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اس کے کئے کا بدلہ دیں گے کیونکہ خالق جل مجدہ نے آسمانوں اور زمینوں کو بدون حکمت بیکار پیدا نہیں کیا اسی طرح انسانوں اور جنوں کو بھی بیکار پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے" یعنی تمہارا یہ گمان کرنا کہ تمہیں بیکار پیدا کیا گیا ہے بالکل غلط ہے)۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر

جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا

مہر لگا دی اور اس کے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا' سوکون ہے جو اللہ کے بعد اس شخص کو ہدایت دے گا۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے' اور ان لوگوں نے

مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ

کہا کہ نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا والی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو ہلاک نہیں کرے گا مگر زمانہ' اور انہیں اس کا کچھ بھی

عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾

علم نہیں' یہ لوگ صرف گمان کرتے ہیں اور جب ان کے اوپر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی حجت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ

اَنِ ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ

ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو' آپ فرما دیجئے کہ تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر موت دیتا ہے

ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع ۳ ۱۶

پھر تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اے مخاطب! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا

تفسیر ان آیت میں مشرکین کی گمراہی بتائی کہ وہ غیر اللہ کی بھی عبادت کرتے ہیں اور وقوع قیامت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کی خواہش ہی کو معبود بنا رکھا ہے' جس کی عبادت کرنے کو جی چاہتا ہے اسی کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں کبھی اس پتھر کے سامنے جھکے عاجزی کر رہے ہیں' کبھی اس پتھر کو سجدہ کئے ہوئے نظر آتے ہیں' علامہ قرطبیؒ نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ عرب کے مشرکین کا یہ طریقہ تھا کہ کسی پتھر کو پوجنے لگتے تھے پھر جب اس سے اچھا پتھر نظر آجاتا تھا تو پہلے پتھر کو پھینک دیتے تھے اور دوسرے پتھر کو پوجنے لگتے تھے یعنی ان کا معبود نفس کی خواہش کے مطابق ہوتا تھا' آیت کا دوسرا معنی مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ آپ نے انہیں دیکھا جو اپنے نفس کے پابند ہیں؟ انہیں ہدایت سے کوئی محبت نہیں اور گمراہی سے کوئی نفرت نہیں جو نفس چاہتا ہے وہی کہتے ہیں اور وہی کرتے ہیں یہ تفسیر پہلے مفہوم کو بھی شامل ہے۔ عربی میں ھوی خواہش کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن کریم میں جتنی جگہ بھی ھوٰی کا ذکر ہے مذمت کے ساتھ ہی ہے سورۃ القصص میں فرمایا وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کا اتباع کیا)۔

اتباع ھوٰی کے بارے میں ضروری تنبیہ: ۔ جیسا کہ نفس کی خواہش کفر پر جما کر رکھتی ہے اور اسلام قبول کرنے سے باز رکھتی ہے اسی طرح بہت سے مدعیان اسلام بھی نفس کے پابند ہونے کی وجہ سے بڑھ چڑھ کر گناہ کرتے ہیں جو نفس کی خواہش ہوتی ہے وہی کرتے ہیں نمازیں بھی چھوڑتے ہیں' زکوتیں بھی حساب کر کے نہیں دیتے حرام مال بھی کماتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں، دشمنوں کی طرح شکل وصورت بناتے ہیں اور ان کے جیسا لباس پہنتے ہیں اور طرح طرح کے گناہوں کے مرتکب رہتے ہیں' اتباع ہوٰی یعنی نفس کی خواہش پر چلنا برباد کر دینے والی چیز ہے اور نفس کی مخالفت کرنا کامیابی کا راستہ ہے' سورۃ النازعات میں فرمایا وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (اور لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کی خواہش سے رکا تو بیشک جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔

مومن بندہ پر لازم ہے کہ نفس کی خواہش سے خبردار رہے۔ جائز اور حلال خواہش پوری کرنے کی اجازت ہے لیکن اگر نفس کی خواہش پورا کرنے کے پیچھے پڑا تو نفس تباہ کر کے چھوڑے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو کرے اور

موت کے بعد کیلئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے لگا دیا اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھتا رہا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں نجات دینے والی چیزیں یہ ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۱)

۱۔ پوشیدہ اور ظاہر طریقے پر اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا۔

۲۔ رضامندی اور ناراضگی میں حق بولنا۔

۳۔ مالداری اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کرنا۔

۔ ۔ ۔ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہلاک کرنے والی یہ ہیں۔

۱۔ نفس کی خواہش جس کا اتباع کیا جائے۔

۲۔ کنجوسی جس کی اطاعت کی جائے۔

۳۔ انسان کا اپنے نفس پر اترانا۔ اور یہ ان میں سب سے زیادہ سخت ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۴۔)

مومن پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی خواہش کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے تابع کر دے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰) البتہ اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے، نفس کو دبانا پڑتا ہے اور اسے خیر کے لئے آمادہ کرنا پڑتا ہے۔

وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ (اور اسے اللہ نے علم والا ہوتے ہوئے گمراہ کر دیا) وَخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشَاوَةً یہ تینوں جملے پہلے جملہ پر معطوف ہیں چاروں جملوں کا ترجمہ یوں ہوا کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنے معبود اپنی خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ فرما دیا اور اس کے کانوں پر اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ (سو اللہ کے گمراہ کرنے کے بعد اسے کون ہدایت دے گا) اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے) در حقیقت نفس کی خواہشوں کے پیچھے چلنا انسان کی بربادی کا سب سے بڑا سبب ہے اتباع ہوی کرتے کرتے اور جی چاہی زندگی پر چلتے چلتے قبول حق کی استعداد ختم ہو جاتی ہے پھر علم بھی کام نہیں دیتا، جانتے اور سمجھتے ہوئے حق کو قبول نہیں کرتا، کان بھی حق سننے کو تیار نہیں اور دل بھی قبول نہیں کرتا اور آنکھوں پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے اتنی دور کی گمراہی میں پڑ جانے کے بعد ہدایت پر آنے کی کوئی بھی اُمید نہیں رہتی۔

قولہ تعالیٰ عَلٰی عِلْمٍ یجوز ان یکون حالا من الفاعل أی اضله اللّٰه علما بانه من اهل الضلال فی سابق علمه ویجوز ان یکون حالا من المفعول أی أضله عالما بطریق الهدی. (یعنی لفظ "عَلٰی عِلْمٍ" یا تو فاعل سے حال ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا درانحالیکہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے ہی معلوم تھا کہ یہ گمراہوں میں سے ہوگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مفعول سے حال ہو اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا درانحالیکہ گمراہ ہونے والا ہدایت کے راستہ سے واقف تھا)۔

وقوله تعالیٰ: فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ای من بعد اضلال اللّٰه ایاه وقیل معناه فَمَنْ یَّهْدِیْهِ غیر اللّٰه (اور فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کر دینے کے بعد کون ہے جو اس کی راہنمائی کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کون اسے ہدایت دے سکتا ہے)

دہریوں کی جاہلانہ باتیں اور ان سے ضروری سوال: اس کے بعد مشرکین کے انکار قیامت کا تذکرہ فرمایا وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا (الآیۃ) ان لوگوں نے کہا کہ جس کا نام زندگی ہے وہ ہماری اس دنیا والی زندگی کے سوا کچھ نہیں ہے ہمیں ایک ہی بار یہ زندگی ملی ہے۔ مرنے کے بعد پھر جی اٹھنا نہیں نَمُوْتُ وَنَحْیَا موت وحیات کا یہ سلسلہ جاری ہے، ہم مر جائیں گے اور ہماری اولاد اس دنیا میں پیچھے زندہ رہ جائے گی پھر وہ بھی مر جائیں گے اور ان کی اولاد زندہ رہ جائے گی یہ قیامت کا آنا اور حساب کتاب کا ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آتا وَمَا یُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ (اور ہمیں ہلاک نہیں کرے گا مگر زمانہ) عموماً منکرین اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ زمانہ ہی سب کچھ کرتا ہے دنیا میں آتے ہیں مر جاتے ہیں قیامت اور حساب کتاب کچھ نہیں۔ ان میں بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بھی قائل ہیں لیکن موت اور حیات اور انقلابات اور حوادث اور مصائب کو زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جب تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ زمانہ نے ایسا کیا اور زمانہ کو جو برا کہتے ہیں۔ یہ برا کہنا اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچتا ہے کیونکہ سب کچھ حوادث اور انقلابات اسی کی مشیت اور ارادہ سے وجود میں آتے ہیں اور زمانہ خود اسی کی مخلوق ہے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کو نہیں مانتے اور ہر نشیب و فراز کو زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں نہ عالم کی ابتداء کے قائل ہیں اور نہ انتہاء کے، ان کو عرف عام میں دہریہ کہا جاتا ہے ان لوگوں سے اسباب کی جانچ کرو زمانہ تو رات دن گزرنے کا نام ہے اس میں کوئی تاثیر نہیں پھر زمانہ میں تو خود تغیرات ہیں وہ فاعل مختار کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ مخلوق کی انواع و اقسام ہیں اور آپس میں امتیازات ہیں انسانوں میں قلب ہے اور جوارح ہیں درخت ہیں ان کے پھل مختلف ہیں مزے مختلف ہیں جانوروں کی صورتیں اور ان کے اعمال مختلف ہیں اور اس طرح کے ہزاروں امتیازات ہیں یہ صرف رات دن کے گزرنے سے وجود میں آگئے، آم کا پھل بڑا اور جامن کا پھل چھوٹا کیوں ہے، کھجور کا تنا لمبا کیوں ہے، اس کے پھل چھوٹے کیوں ہیں بڑے بڑے سمندروں کا پانی شور کیوں ہے میٹھا کیوں نہیں، کسی کے اولاد ہوتی ہی نہیں، کسی کے صرف لڑکے ہوتے ہیں، کسی کے صرف لڑکیاں ہوتی ہیں تو ان سب باتوں کے جواب سے دہریے عاجز رہ جاتے ہیں۔

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ (اور انہوں نے یہ جو کچھ کہا ہے اس کے بارے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے) اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۔ (بس اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں) ان لوگوں کی ان باتوں کی وجہ سے قیامت رک نہ جائے گی وہ ضرور واقع ہوگی جو اس کے منکروں کے لئے عذاب شدید کا باعث بنے گی۔

منکرین قیامت کی حجت بازی: وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ (الآیۃ) اور جب ان کے اوپر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جن میں قیامت واقع ہونے کا بھی تذکرہ ہوتا ہے اور اس کے امکان اور وقوع کے دلائل دیئے جاتے ہیں تو اصل دلیل سے عاجز ہو کر کٹ حجتی پر اتر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت آنے کی جو خبر دے رہے ہو اگر تمہارا یہ خبر دینا سچا ہے تو ہمارے باپ کو سامنے لے آؤ جنہیں مرے ہوئے زمانہ دراز گزر چکا ہے۔ اگر وہ لوگ زندہ ہو کر سامنے آجائیں تو ایک تو ہمیں موت کے بعد زندہ ہونے کا یقین آجائے گا دوسرے ہم ان سے پوچھ لیں گے کہ موت کے بعد کیا کیا ہوا اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ (آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں زندگی دیتا ہے یعنی بے جان نطفہ سے پیدا فرماتا ہے) ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ (پھر تمہیں موت دے گا) ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ۔ پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں) یعنی تم مانو یا نہ مانو ایسا ہونا ہی ہے اللہ تعالیٰ کسی کا پابند نہیں جو تمہارے کہنے کے مطابق تمہارے باپ دادو کو زندہ فرمائے اس نے وقوع قیامت کی خبر دیدی امکان اور وقوع کے دلائل بیان فرما دیئے سب پر حجت پوری ہوگئی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (اور بہت سے لوگ نہیں جانتے) کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے نبیوں نے جو وقوع قیامت کی خبر دی ہے وہ سچ ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَتَرٰى

اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ میں پڑ جائیں گے اور اے مخاطب! تو

كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ؕ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

ہر امت کو دیکھے گا کہ وہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَاَمَّا

یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے بارے میں حق کے ساتھ بولتی ہے بیشک ہم لکھوا لیتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے سو جو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝

لوگ یعنی ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا یہ کھلی ہوئی کامیابی ہے،

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝

اور جن لوگوں نے کفر کیا کیا تمہارے پاس میری آیات نہیں آئیں جو تم پر پڑھی جاتی تھیں؟ سو تم نے تکبر کیا اور تم مجرم قوم تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ

اور جب کہا گیا کہ بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم نے کہا ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے ہم تو بس یوں ہی

نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

خیال کرتے ہیں اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں۔ اور جو عمل انہوں نے کئے تھے ان کے برے نتیجے ظاہر ہو گئے اور جس چیز کی وہ مذاق بنایا کرتے تھے

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ

وہ ان پر نازل ہو گئی اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھولتے ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی ملاقات کو بھول گئے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ

اور تمہارے لئے کوئی مددگار نہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیات کو مذاق بنا لیا اور دنیا والی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ

سو آج وہ اس میں سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے یوں کہا جائے گا کہ راضی کرلو سو اللہ ہی کے لئے تعریف جو رب ہے آسمانوں کا

الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع ۴

اور رب سارے جہانوں کا اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

قیامت کے دن اہلِ باطل خسارہ میں ہوں گے، ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی اور اپنی اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی، اہلِ ایمان رحمت میں اور اہلِ کفر عذاب میں ہوں گے

یہ سورۃ الجاثیہ کے آخری رکوع کی آیات ہیں اول تو یہ فرمایا کہ آسمانوں کا اور زمین کا ملک صرف اللہ ہی کے لئے ہے اسی نے سب پیدا فرمایا، وہی خالق ہے اور مالک ہے اور بادشاہ ہے ملک اور ملکوت سب اسی کا ہے پھر آخری دو آیتوں میں بھی اس مضمون کو دہرایا ہے درمیان میں قیامت کے احوال واہوال بیان فرمائے اور مؤمنین اور کافرین میں جو قیامت کے دن امتیاز ہوگا اس کا تذکرہ فرمایا اور مجرمین سے جو گفتگو ہوگی اس کو بتایا۔

ارشاد فرمایا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ. (اور جس دن قیامت قائم ہوگی باطل والے یعنی مجرمین، منکرین، مشرکین اور کافرین نقصان میں پڑ جائیں گے) ان لوگوں نے دنیا میں بہت کچھ کمایا، مال حاصل کیا، جاہ اور شہرت کے لئے کوششیں کیں اپنی دنیاوی اغراض کے لئے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور اس انداز سے زندگی گزاری جیسے ہمیشہ اسی دنیا میں رہیں گے۔ جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو تنہا ہوں گے، نہ اولاد ہوگی نہ اصحاب ہوں گے، نہ احباب ہوں گے۔ جو جرم کئے تھے ان کی سزا ملے گی جو کچھ کمایا تھا وہ دنیا میں دھرا رہ گیا، اب جرم ہی جرم ہے، خسارہ ہی خسارہ ہے، بربادی ہی بربادی ہے۔

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً (اور جو بھی امتیں دنیا میں گزریں ان میں سے ہر امت گھٹنوں کے بل پڑی ہوگی یعنی ہر شخص خائف اور پریشان ہو کر مذکورہ صورت اور حالت میں ہوگا (یہ جاثیہ کا لفظی ترجمہ ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جاثیہ بمعنی مُجْتَمِعَةٌ ہے یعنی سب امتیں جمع ہوں گی۔

كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا (ہر امت کو اس کی کتاب یعنی اعمالنامے کی طرف بلایا جائے گا جو پہلے فرشتوں نے لکھ رکھے ہوں گے) یہ بلانا ہر ایک کا اعمالنامہ ہاتھ میں دینے کیلئے ہوگا جس کے بعد حساب کتاب شروع ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمان ہوگا اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (آج تمہیں ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے مزید ارشاد ہوگا هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ یہ ہماری کتاب ہے (یعنی تمہارے اعمالنامے ہیں) جو تمہارے بارے میں ٹھیک ٹھیک بول رہے ہیں یعنی اعمال کے بارے میں بالکل صحیح گواہی دے رہے ہیں اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (بے شک ہم لکھوا لیتے تھے جو تم کرتے تھے) جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور تھے بندوں کے اعمال لکھنا ان کے سپرد تھا یہ انھیں کے لکھے ہوئے اعمال نامے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔

فائدہ:۔ لفظ جاثیۃ کا ترجمہ اگر مُجْتَمِعَةٌ ہو تو اس میں تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا اور اگر یہ معنی لئے جائیں کہ حساب کے وقت سب ادب سے دوزانوں بیٹھے ہوں گے تو اس پر بھی کوئی اشکال نہیں، اگر یہ معنی لئے جائیں کہ حساب کے ڈر اور گھبراہٹ کی وجہ سے سب گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں کے صالحین کو ان میں سے عام مخصوص منہ البعض کے طور پر مستثنیٰ مان لیا جائے تب بھی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اگر لفظ كُلُّ کا مصداق سب ہی کو لیا جائے تو یہ بظاہر وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ کے معارض معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کیفیت کی مدت اور مقدار بیان نہیں کی گئی اس لئے ذرا دیر کو صالحین کی بھی یہ کیفیت ہو جائے تو یہ بھی معارض نہیں ہے۔

اس کے بعد اہل ایمان کی جزا بیان فرمائی فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الآیۃ) (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں یعنی جنت میں داخل فرمائے گا، جہاں رحمت ہی رحمت ہوگی، یہ جنت اور رحمت کھلی ہوئی کامیابی ہے۔ پھر کافرین کی سزا کا تذکرہ

فَيُقَالُ لَهُمْ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (اور تم جرم کرنے والے لوگ تھے) تم نے تکبر کیا، حق کو ٹھکرایا، مجرمانہ زندگی، اختیار کی آج تمہارے لئے اسی جرم کی سزا کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ان سے مزید خطاب ہوگا کہ دنیا میں تمہارا یہ حال تھا کہ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، قیامت ضرور آئے گی، اس میں شک نہیں تو جواب یوں دے دیتے تھے۔

مَا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ (ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے) اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا (ہم خیال نہیں کرتے مگر تھوڑا سا) مطلب یہ تھا کہ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ قیامت قائم ہوگی تم لوگوں کے کہنے سے یوں ہی چلتا ہوا خیال دل میں آجاتا ہے وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ (اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں)

یہ لوگ قیامت کا صرف انکار ہی نہیں کرتے تھے۔ اس کا مذاق بھی بناتے تھے اسی لئے فرمایا وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا (انہوں نے جو برے کام کئے تھے ان کے برے نتائج وہاں ان کے سامنے آجائیں گے) وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اور ان پر وہ عذاب نازل ہو جائے گا جس کا استہزاء اور تمسخر کیا کرتے تھے) جب ان سے کہا جاتا تھا کہ قیامت پر ایمان لاؤ اور برے اعمال سے بچو تو حق کی دعوت کا مذاق بناتے تھے اس کا نتیجہ سامنے آگیا۔

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ (اور مجرمین سے کہا جائے گا آج ہم تمہیں بھلا دیتے ہیں) یعنی تمہیں عذاب میں ڈال کر چھوڑ دیتے ہیں جیسے کوئی چیز بھول بھلیاں کر دی جاتی ہیں یہ نہ سمجھنا کہ کبھی عذاب سے چھٹکارہ ہو جائے گا) جیسے تم نے آج کے دن کو بھلایا ایسے ہی ہمیشہ کیلئے تمہیں رحمت سے محروم کر دیا گیا اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔

مجرمین سے مزید خطاب ہوگا کہ یہ جو کچھ نتیجہ (عذاب کی صورت میں) تمہارے سامنے ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق بنایا تھا اور تمہیں دنیا والی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا تھا آج یہاں دوزخ میں ڈال دیئے گئے تو نہ عذاب سے نکالے جاؤ گے اور نہ یہ موقعہ دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو۔ یہ موقعہ دنیا میں تھا وہاں توبہ کر سکتے تھے اور اپنے رب کو راضی کر سکتے تھے جب موت آئی اور اس کے بعد میدان حشر میں پہنچ گئے تو کوئی طریقہ خالق و مالک جل مجدہ کے راضی کرنے کا نہیں رہا۔

اللہ ہی کے لئے رحمت ہے اور اسی کے لئے کبریائی ہے:۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (اِلٰی اٰخر السورۃ) سو اللہ ہی کے لئے حمد ہے جو آسمانوں کا بھی رب ہے اور زمین کا بھی رب ہے اور سارے جہانوں کا رب ہے اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ عزیز بھی ہے اور حکیم بھی (اس کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں)

وهذا اخر تفسير سورة الجاثية، والحمد لله رب كل راكبة وماشية والسلام على من علم اعمالا لها أجورٌ باقية وعلى اله واصحابه الذين جاهد واكل باغية وطاغية

☆☆☆.....☆☆☆

(پارہ نمبر ۲۶)

مکی	سورۃ الاحقاف	۳۵ آیتیں ۴ رکوع

اٰیاتُھا ۳۵ | (۴۶) سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ (۶۶) | رُکُوْعَاتُھَا ۴

سورۃ الاحقاف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پینتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الحزب ۲۶

حٰمٓ ۚ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ

حٰمٓ یہ کتاب اتاری ہوئی اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے حکمت والا ہے۔ ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے ساتھ

اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَیْتُمْ

اور ایک میعاد معین کے لئے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کئے ہوئے ہیں جس سے ڈرائے گئے۔ آپ فرما دیجئے

مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۙ اِیْتُوْنِیْ

کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو ان کے بارے میں بتاؤ مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کے اجزاء میں سے کیا پیدا کیا یا ان کیلئے آسمانوں میں کوئی ساجھا ہے آؤ میرے

بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ

پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے ہو یا کوئی ایسا علم لے آؤ جو منقول ہو کر آیا ہو اگر تم سچے ہو۔ اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوا

دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ

ایسے کو پکارتا ہو جو قیامت کے دن تک اس کا جواب نہ دے اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں۔ اور جب لوگوں کو جمع کیا

کَانُوْا لَھُمْ اَعْدَآءً وَّ کَانُوْا بِعِبَادَتِھِمْ کٰفِرِیْنَ ۝ وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ

جائے گا تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے اور جب ان پر واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے

کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ ۙ ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

کفر کیا وہ حق کے بارے میں کہتے ہیں جب ان کے پاس آ گیا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔

مشرکین کے باطل معبودوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا وہ جن کو پکارتے ہیں قیامت تک بھی جواب نہ دیں گے!

یہاں سے سورۃ الاحقاف شروع ہو رہی ہے اس سورت کے تیسرے رکوع میں احقاف کا ذکر ہے اس لئے یہ سورت اس نام سے موصوف اور مشہور ہوئی' اوپر جن آیات کا ترجمہ کیا گیا اس میں تنزیل قرآن اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' اس کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ان سب کی تخلیق حکمت کے ساتھ ہے اور اجل مسمی' یعنی مقررہ وقت تک کے لئے ہے جب مقررہ میعاد پوری ہو جائے گی تو یہ چیزیں فنا ہو جائیں گی قال فی معالم التنزیل یعنی یوم القیامة وھو الاجل الذی تنتھی الیه السموٰت والارض' وھو اشارة الی فنائھا (معالم التنزیل میں ہے "یعنی قیامت کا دن ہی مقررہ وقت ہے جس پر آسمان و زمین اپنے انتہا کو پہنچ جائیں گے اور یہ ان کے فناء ہونے کا اشارہ ہے")، یہ سب کچھ توحید کے دلائل میں سے ہیں اس کے بعد مشرکین کی حماقت اور ضلالت بتائی کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں سے ان چیزوں کو پکارتے ہیں جو قیامت تک ان کا جواب نہیں دے سکتیں بلکہ انہیں خبر بھی نہیں ہے کہ ہمیں کوئی پکار رہا ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں اور انہیں اپنی حاجات کے لئے پکارتے ہیں' ان سے دریافت کیجئے کہ بتاؤ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا؟ کیا زمین کا کوئی حصہ انہوں نے پیدا کیا ہے، یا زمین میں جو چیزیں ہیں ان میں سے کوئی چیز پیدا کی ہے؟ آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں کیا ان کا آسمانوں میں کوئی ساجھا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ نہ انہوں نے زمین میں کچھ پیدا کیا اور نہ آسمانوں میں ان کی شرکت ہے پھر وہ لائق عبادت کہاں سے ہو گئے؟ ان میں سے کوئی خالق نہیں اس کو تو تم بھی مانتے ہو اور خالق تعالیٰ شانہ کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔ اس کو تو تمہاری عقل بھی تسلیم کرے گی اگر اسے کام میں لاؤ گے' عقل کے علاوہ کسی بات کے ماننے کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ تمہارے پاس کوئی کتاب ہو جو قرآن سے پہلے تمہارے پاس آئی ہو' جس نے غیر اللہ کی عبادت کی تعلیم دی ہو یا تمہارے پاس کوئی بات اکابر و اسلاف سے نقل در نقل پہنچی ہو جس نے شرک کی تعلیم دی ہو۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہے۔ پھر شرک کرنا انتہا درجہ کی گمراہی ہوئی یا نہیں۔ قوله تعالیٰ اَوْ اَثٰرَةٍ من علم فی معالم التنزیل ای بقیة من علم یوثر عن الاولین ای یسند الیھم قال مجاھد وعکرمة ومقاتل روایة عن الانبیاء وقال قتادة خاصة من علم واصل الکلمة من الاثر وھو الروایة (معالم التنزیل میں ہے "یعنی باقی رہا ہوا علم جو پہلے لوگوں سے روایت کیا جائے یعنی جس کی سند اولین تک پہنچتی ہو عکرمہ، مجاہد اور مقاتل نے کہا مراد ہے انبیاء کرام سے روایت، قتادہ کہتے ہیں مخصوص علم اور اس کلمہ کی اصل اثر سے ہے جو کہ روایت ہی کو کہتے ہیں) اس کے بعد فرمایا وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ (الآیة) اور جب قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے تو یہ عبادت کرنے والے اپنے معبودوں کے دشمن ہو جائیں گے۔ یہ مفہوم اس صورت میں ہے جبکہ کانوا کی ضمیر مرفوع عابدین کی طرف اور لھم کی ضمیر معبودین کی طرف راجع ہو اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ اس کا عکس مراد ہو اور مطلب یہ ہو کہ معبودین اپنے عابدوں کے دشمن ہو جائیں گے جیسا کہ سورۂ قصص میں ہے۔ تَبَرَّاْنَآ اِلَیْكَ مَا كَانُوْٓا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ.

منکرین قرآن کی ایک جاہلانہ بات:۔ اس کے بعد منکرین قرآن کی ایک جاہلانہ بات نقل فرمائی اور وہ یہ کہ جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو قرآن کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے' جب دلیل کا جواب دلیل سے نہ دے سکے اور قرآن کے مقابلے میں کوئی سورت بنانے سے عاجز رہ گئے تو اسے جادو بتا دیا' یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' حضرات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ

والسلام کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ سورۃ الذاریات میں فرمایا كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ . (اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے پاس جو بھی کوئی رسول آیا اس کے بارے میں یہ ضرور کہا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے)۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسکو اپنی طرف سے بنالیا آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے اسکو اپنی طرف سے بنایا ہو تو تم مجھے خدا سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے وہ خوب جانتا ہے

تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ

جن باتوں میں تم رہتے ہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے وہ بڑی مغفرت والا ہے اور بڑی رحمت والا ہے آپ فرما دیجئے کہ

بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ

میں رسولوں میں سے کوئی نرالا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا میں صرف اسکا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں صرف واضح

اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ

طور پر ڈرانے والا ہوں آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم اس سے منکر ہو گئے اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ع

اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آئے اور تم تکبر کرو بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

قریش مکہ کی اس بات کا جواب کہ آپ ﷺ نے قرآن اپنے پاس سے بنالیا ہے

قریش مکہ کے سامنے جب قرآن مجید پڑھا جاتا تھا تو طرح طرح کی باتیں بناتے تھے ان میں سے ایک یہ بات بھی تھی کہ یہ قرآن مجید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے بنالیا ہے اور اس کی نسبت اللہ کی طرف کر دی ہے، یہ اللہ پر افتراء ہے، اللہ تعالیٰ نے کچھ نازل نہیں کیا (العیاذ من ذلک) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر میں نے اپنی طرف سے بنالیا ہے تو اللہ تعالیٰ میرا مواخذہ فرمائے گا اور مجھے اس کی سزا دے گا (جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں فرمایا (وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ) میں صحیح راستہ پر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر وحی بھیجی ہے وہی سناتا ہوں اگر میں اس کا حکم نہ پہنچاؤں اور تمہیں راضی رکھنے کے لئے اس کی نافرمانی کروں تو تم مجھے اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتے جب مجھے تم سے کوئی نفع پہنچ ہی نہیں سکتا تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ تمہیں راضی کرو۔ هذا ماظهر لی فی معنی الآیة الکریمة قال صاحب الروح المعانی جواب ان فی الحقیقة محذوف وهو عاجلنی وماذکر مسبب عنه اقیم مقامه أو تجوز به عنه. (یہ وہ ہے جو آیت کریمہ کے معنی میں مجھ پر واضح ہوا، صاحب المعانی فرماتے ہیں درحقیقت ان کا جواب محذوف ہے اور وہ عاجلنی ہے اور جو مذکور ہے وہ اسکا مسبب ہے جسے محذوف کا قائم مقام بنایا گیا ہے یا اس مذکور کیوجہ سے محذوف سے صرف نظر کیا ہے)

هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (وہ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جن میں تم لگے رہتے ہو) یعنی اللہ کی وحی کے بارے میں جو تم باتیں

بات ہو بھی سکتی ہے جا دو بات ہو بھی نہ ہو تو بھی اللہ اسے تغیر کرتے ہوئے ان سب باتوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے یہ نہ سمجھو کہ یہ صرف باتیں ہیں خوب سمجھ لو ان کا بدلہ تمہارے کارنامے کی جزا سزا ملے گی۔

کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم (میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے) وہ میرے بارے میں اس بات کا گواہ ہے کہ میں اس کا رسول ہوں اور اس کی کتاب یا میں اور تمہارے بارے میں اس کا گواہ ہے کہ تم حق کو جھٹلا رہے ہو اور اس کے قبول کرنے سے انکاری ہو فیما بینی وبینکم کا بدلہ تمہارے انکار کی تذلیل کی سزا تمہیں ملے گی وھو الغفور الرحیم ○ (وہ غفور بھی ہے رحیم بھی ہے) تم توبہ کرو ایمان لاؤ وہ بخش دے گا۔ وہ تم کو ساتھ تمہیں رزق مل رہا ہے اور زندگی گزر رہی ہے یہ اس کی رحمت ہے اگر وہ رحم نہ فرماتا تو تمہیں بدلی سزا دے دیتا۔

قل ما کنت بدعا من الرسل (آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی رسولوں میں سے انوکھا رسول نہیں ہوں) مجھ سے پہلے بھی رسول آئے جن کے بارے میں تمہیں علم ہے اور تواتر کے ساتھ ان کی خبریں پہنچی ہیں توحید کی جو دعوت انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والسلام نے دی ہے وہی دعوت میں تمہیں دیتا ہوں۔ ان سے بھی معجزات ظاہر ہوئے تم نے بھی میرے معجزات دیکھے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے۔ ان دونوں کے تجویز کردہ معجزات کا ظہور ہونا ان کے نبی ہونے کے لئے شرط تھا، نہ میری نبوت کے ثبوت کیلئے شرط ہے اگر تم غیب کی خبریں پوچھنا چاہتے ہو تو میں غیب دانی کا مدعی نہیں ہوں اور نہ غیب کا جاننا نبوت اور رسالت کے لئے شرط ہے وما ادری مایفعل بی ولا بکم اور چونکہ میں غیب نہیں جانتا اس نے مجھے یہ علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا یعنی دنیا میں کیا حالات پیش آئیں گے اور میں نہیں جانتا کہ میری تکذیب کرنے کی وجہ سے تمہارا کیا حال بنے گا۔ گزشتہ امتیں مختلف مذاہبوں کے ذریعہ ہلاک کی گئیں کہ تم میری مخالفت پر قائم رہے ایمان نہ لائے تو تمہیں دنیا میں کیا سزا ملے گی میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ان اتبع الا ما یوحی الی (میں تو بس اسی کا اتباع کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے) وما انا الا نذیر مبین (اور میں تو صاف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں) میں نے حق واضح کر دیا دلائل پیش کر دیئے اب نہ مانو تو تم جانو۔

قل ارایتم ان کان من عند اللہ (الایۃ) (آپ فرما دیجئے کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب کے صدق پر گواہی دے کر ایمان لے آئے اور تم تکبر ہی میں رہو) بلاشبہ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا) اس آیت میں مشرکین مکہ سے ایک سوال فرمایا گیا ہے اور اس میں غور کرتے اور جواب کے لئے فکرمند ہوتے تو انہیں ایمان لانے کا راستہ مل جاتا اور کفر پر نہ جمے رہتے اس آیت سے پہلے گذر چکا ہے کہ مشرکین یوں کہتے تھے کہ یہ قرآن انہوں نے خود بنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صرف اس کی نسبت کر دی ہے اس آیت میں ان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تم اس قرآن کے منکر ہو رہے ہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس کی گواہی دے دی کہ اس جیسی کتاب اللہ کی طرف سے ہو سکتی ہے اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم تکبر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کفر پر ہی اڑے رہے تو کیا یہ گمراہی نہیں ہے گمراہی پر جمے رہنا اور بڑی گمراہی ہے اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا تم اپنے انکار و تکذیب کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہو۔ عذاب آجائے گا تو پچھتاؤ گے ہذا سحر مبین اور غور کرو ایمان لے آؤ مزید تشریح یہ ہے کہ اے منکرو! تمہارے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثابت کرنے اور قرآن کے اللہ کی کتاب ہونے کی بہت سی دلیلیں آچکی ہیں سب ایک امر بات تمہارے سامنے پیش کی جا رہی ہے اور وہ یہ کہ بنی اسرائیل یعنی یہودی توریت شریف کے حامل تھے توریت شریف کو گم کرنے کے باوجود اس کے حفظ تھے کہ عرب میں سے ایک نبی تشریف لائیں گے ان میں سے کئی آدمی ایمان لے چکے ہیں

اور وہ گواہی دے رہے ہیں کہ قرآن جیسی کتاب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو سکتی ہے اپنی اس معرفت کی وجہ سے انہوں نے اسے قبول کیا تم مانتے ہو کہ یہودی اہل علم ہیں اور ان سے پوچھ کر سوالات بھی کر چکے ہو مثلاً یہ کہ روح کیا ہے؟ اصحاف کہف کون تھے اور ذوالقرنین کون تھے؟ تمہیں ان سوالات کے جواب بھی مل گئے۔ بنی اسرائیل میں سے جو لوگ ایمان لائے انہوں نے بھی ان جوابوں کی تصدیق کی۔ اب تمہیں ایمان سے روکنے والی کیا چیز ہے یہ روکنے والی چیز تکبر ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اس تکبر کو چھوڑو اور ایمان قبول کرو ورنہ تمہارا انجام ہوگا۔ جب حق سامنے آ گیا تو بنی اسرائیل کے نیک دل افراد نے اسلام قبول کر لیا تمہیں بھی قبول کرنا چاہئے اگر پرچے رہے حق کو نہ مانا تو اسی پر مرجاؤ گے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر نہ آئے تو گمراہی کی سزا ملے گی۔

قال صاحب الروح ای وشهد شاهد عظیم الشان من بنی اسرائیل الواقفین علی شئون اللہ تعالی واسرار الوحی بما أوتوا من التوراۃ علی مثل القرآن من المعانی المنطویۃ فی التوراۃ التوحید والوعد والوعید وغیر ذلک فانها فی الحقیقۃ عین مافیه کما یعرب عنه قوله تعالی (وانه لفی زبر الاولین) علی وحد وکذا قول سبحانه (اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی) (صاحب روح المعانی نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے عظیم شان گواہ نے گواہی دی، بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی شانوں اور وحی کے اسرار سے توراۃ ملنے کی وجہ سے واقف تھے توراۃ میں قرآن کریم کے مضامین تھے مثلاً توحید، وعدہ وعید وغیرہ بلکہ توراۃ کے مضامین بعینہٖ قرآن کریم کے مضامین میں تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے بیان فرمایا کہ وانہ لفی زبر الاولین جیسا کہ یہ ارشاد الٰہی ہے کہ ان ہذا لفی الصحف الاولیٰ)

علی مثلہ کے بارے میں صاحب معالم التنزیل نے لکھا ہے کہ لفظ مثل زائد ہے اور مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے گواہی دے دی کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے اور ان کان من عند اللہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ محذوف ہے وهو ایس قد ظلمتم یدل علی هذا المحذوف قوله ان اللہ لایهدی القوم الظالمین (اور وہ ایس قد ظلمتم ہے جو محذوف ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ دلالت کرتی ہے)

اس کے بعد حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ اس کی جزا محذوف ہے اور وہ فمن اضل منکم ہے جیسا کہ سورہ مومن کی آیتوں سے پہلے فرمایا ہے قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ کَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ (آپ فرما دیجئے کہ بتاؤ اگر یہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے ہو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو دور دراز کی مخالفت میں پڑ گیا ہو)۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ

اور کافروں نے ایمان والوں کے بارے میں یوں کہا کہ اگر یہ بات اچھی ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے نہ بڑھ جاتے اور جب انہوں نے قرآن سے ہدایت نہیں پائی

فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهٖ کِتٰبُ مُوْسٰٓی اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا

تو اب یہ کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔ اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو پیشوا تھی اور رحمت تھی اور یہ

کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا

کتاب ہے جو تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور خوشخبری ہے اچھے کام کرنے والوں کے لئے بے شک جن لوگوں نے یہ کہا

رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ

کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر نہ کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے' یہ جنت والے ہیں وہ اس پر ہمیشہ

فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

رہیں گے' ان کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔

کافروں کی کٹ حجتی کی تردید، توریت شریف کا امام اور رحمت ہونا، اہل ایمان اور اہل استقامت کا انعام الٰہیہ سے سرفراز ہونا

انسانوں میں چھوٹائی بڑائی کو دیکھنے کا مزاج ہے' مالدار لوگ اپنے کو غریبوں سے بہتر اور زیادہ سمجھدار سمجھتے ہیں' اسی طرح بعض قبائل اپنے قبیلے کو دوسرے قبیلے سے برتر جانتے ہیں' اسی سلسلہ کی ایک بات اللہ تعالیٰ نے یہاں نقل فرمائی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید پر جب لوگ ایمان نہ آئے تو جو لوگ کفر پر جمے رہے انہوں نے کہا کہ عقل وفہم اور احوال دنیاویہ کے اعتبار سے ہم ان لوگوں سے بہتر ہیں، ہم ہر خیر کے مستحق ہیں اگر یہ دین بہتر ہوتا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں تو ہم اس کی طرف سبقت کرتے جب ہم اس کی طرف آگے نہ بڑھے اور یہ لوگ آگے بڑھ گئے جو دنیاوی احوال کے اعتبار سے پھسڈی ہیں اور ہم سے پیچھے ہیں' تو معلوم ہوا کہ جس دین کو ان لوگوں نے قبول کیا ہے وہ بہتر نہیں ہے' کوئی شخص ہم سے خیر میں آگے بڑھ جائے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جن کافروں نے یہ بات کہی انہوں نے اپنی جانوں کو بہت بڑا سمجھا' تکبر نے ان کا ناس کھو دیا اور ہدایت پر نہ آنے دیا' اپنی جہالت اور حماقت سے کفر پر ہی جمے رہے اور ایمان قبول کرنے والوں کو حقیر سمجھا' جب قرآن کے ذریعہ ہدایت کا راستہ نہ پایا تو قرآن کے بارے میں کہہ دیا کہ یہ پرانا جھوٹ ہے' وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ پرانے لوگوں کی باتیں ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوالی ہیں۔)

یہ سب کچھ عناد کے طور پر تھا۔ قرآن کے چیلنج فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کا جواب تو نہ دے سکے البتہ اساطیر الاولین کہہ کر کفر میں مزید ترقی کر لی' دوسری آیت میں توریت شریف کا تذکرہ فرمایا کہ قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی تھی' جسے اللہ تعالیٰ نے مخاطبین کے لئے امام یعنی پیشوا اور رحمت بنایا تھا یہ کتاب یعنی قرآن گزشتہ کتب الٰہیہ کی تصدیق کرنے والا ہے' عربی زبان میں ہے اس آیت کریمہ کا یہ مطلب لکھا ہے کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ یہ قرآن پرانا جھوٹ ہے تمہارا یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ تم یہ مان چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل ہوئی اور قرآن اس کی تصدیق کرنے والا ہے دونوں کے مضامین متحد ہیں۔ جیسے توریت شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی قرآن بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب تسلیم کرنے سے کیا چیز مانع ہے جبکہ وہ عربی زبان میں ہے اس کے مضامین کو سمجھتے ہو اس جیسا بنا کر لانے سے عاجز ہو چکے ہو (اھ مع زیادۃ شرح من ھذا العبد الفقیر)

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہو اور یہ مطلب ہو کہ اس کتاب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام پر بھی کتاب نازل ہوئی تھی وہ پیشوا تھی اور رحمت تھی' اس کو ماننے والے بھی تھے اور عمل کرنے والے بھی اور ان کے مخالفین بھی تھے' اسی طرح آپ پر جو کتاب نازل کی گئی اس کے ماننے والے بھی ہیں اور منکرین بھی' پس منکرین ومکذبین کی طرف سے جو ایذا پہنچے مثلاً اس کتاب کو پرانا جھوٹ بتائیں تو آپ صبر کریں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے صبر کیا۔

اس کے بعد اصحاب استقامت کے بارے میں فرمایا کہ جن لوگوں نے رَبُّنَا اللّٰهُ کہا اللہ تعالیٰ کو رب ماننے کا اقرار کیا اور یہ اقرار زبانی نہیں تھا' دل سے تھا اور محض وقتی طور پر نہ تھا اس پر وہ استقامت کے ساتھ جمے رہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے ان لوگوں کے لئے وعدہ ہے کہ انہیں کوئی خوف لاحق نہ ہوگا اور رنجیدہ بھی نہ ہوں گے درحقیقت استقامت بہت بڑی چیز ہے' حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اسلام کے احکام تو بہت ہیں۔ مجھے آپ ایک بتا دیں جسے میں مضبوطی سے تھامے رہوں آپ نے فرمایا قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ کہ تم اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ (میں اللہ پر ایمان لایا) کہہ دو (پھر اس پر جمے رہو)

ان حضرات کو بشارت دیتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ جنت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے دنیا میں جو نیک اعمال کرتے تھے۔ انہیں ان کا بدلہ دیا جائے گا۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ

اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے اسے مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور مشقت کے ساتھ اس کو جنا' اور اس کا حمل میں رہنا

وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ

اور دودھ چھڑانا تیس ماہ کی مدت میں ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ تو کہنے لگا کہ اے میرے رب! مجھے اس بات پر قائم رکھئے

اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ

کہ میں آپ کی نعمت کا شکر ادا کروں جس کا آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمایا ہے اور اس بات پر بھی مجھے قائم رکھئے کہ میں نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہوں اور میری اولاد

لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ

میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا فرما دیجئے' بیشک میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے کاموں کو

اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا

ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر کر دیں گے۔ جنت والوں میں شامل کرتے ہوئے سچے وعدہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ

يُوْعَدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ

کیا جاتا تھا' اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اف ہے تمہارے لئے کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے امتیں

قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۖ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ

گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لے آ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچ ہے' اس پر وہ کہتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کی لکھی

الْاَوَّلِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ

ہوئی باتیں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکے ہیں'

اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

(شبہ یہ لوگ خسارہ والے ہیں اور ہر ایک کے لئے درجات ہیں ان کے عملوں کے سبب تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے عمل کی پوری جزا دیدے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

والدین کے بارے میں وصیت، نیک بندوں کی دعا اور انکا اجر، نافرمانوں کا عناد و انکار اور ان کی سزا

تفسیر یہ پانچ آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ یہ مضمون سورۃ العنکبوت رکوع اول اور سورۂ لقمان رکوع دو میں بھی گزر چکا ہے۔ ماں باپ چونکہ ظاہری طور پر دنیا میں آنے کا سبب ہیں اور اپنے بچہ کی دیکھ بھال پرورش اور پرداخت میں جان و مال لگاتے ہیں اپنا آرام کھوتے ہیں ان کے لئے مشقت برداشت کرتے ہیں ان کے لئے ان کی اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔

انسان کی والدہ جو تکلیف اٹھاتی ہے اس کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا انسان کو اس کی والدہ مہینوں پیٹ میں رکھتی ہے حمل کے زمانے کی مشقت برداشت کرتی ہے پھر جب بچہ پیدا ہونے لگتا ہے تو عموماً وہ بھی مشقت اور تکلیف کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ بچہ جننے والی ماں کو درد زہ کی تکلیف بھی برداشت کرنی پڑتی ہے اور عین ولادت کے وقت بھی مصیبت کو سہنا پڑتا ہے۔

اس کے بعد یہ فرمایا کہ انسان کا ماں کے پیٹ میں رہنا پھر پیٹ سے باہر آکر دودھ پینا اس میں تیس ۳۰ مہینے لگ جاتے ہیں یہ عام حالات کے اعتبار سے ہے۔

دودھ پلانے کے زمانہ میں بھی والدہ کو دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے باپ ضرورت کی چیزوں کا اہتمام کرتا ہے مال کما کر لاتا ہے یہ دن بھی ماں باپ کے مشقت اور تکلیف سے گزرتے ہیں۔

اس کے بعد ان انسانوں کا حال بیان فرمایا جو اہل ایمان ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی احساس ہے اور ماں باپ کی خدمتوں کا بھی ان کے بارے میں فرمایا کہ جب یہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتے ہیں اور جوانی سے آگے بڑھ کر چالیس (۴۰) سال کی عمر ہو جاتی ہے (جو ہوش گوش سمجھ کے اعتبار سے بہت اچھی عمر ہوتی ہے نہ اس میں جوانی کی بہکانے والی امنگیں ہوتی ہیں اور نہ بڑھاپے والا ضعف ہوتا ہے) ایسے نیک آدمی کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے اس بات کا پابند رکھیئے اور استقامت دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر ادا کروں جن سے آپ نے مجھے بھی نوازا ہے اور میرے والدین کو بھی (والدین کے نوازنے سے ظاہری اسباب کے طور پر میں وجود میں آیا) اور مجھے یہ بھی توفیق دیجئے اور اس پر قائم رکھئے کہ میں ایسے عمل کروں جن سے آپ راضی ہوں اور (یہ نیک عمل کرنا جن میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی ہے مجھ ہی تک محدود نہ رہے) میری ذریت میں بھی میرے نفع کے لئے صلاحیت پیدا فرما دیجئے (اس میں اولاد کے لئے اور اپنے لئے دنیا اور آخرت کی خیر کی دعا ہے اولاد میں صلاحیت ہوگی تو نیک عمل کریں گے جن سے ماں باپ کی خوشی ہوگی اور ماں باپ کی جو خدمت کریں گے اس سے انہیں راحت ہوگی) اولاد مومن نیک صالح ہو گی (جن کے نیک بنانے میں ماں باپ کو بھی دخل ہوگا) تو آخرت میں بھی ان کے اعمال کا ثواب ماں باپ کو ملے گا (جبکہ اولاد کے ثواب میں کچھ کمی نہ آئے گی) نیز صالح اولاد ماں باپ کے لئے نیک دعا بھی کرتی ہے والدین کو اس کا نفع بھی پہنچے گا۔ لفظ اَصْلِحْ لِیْ میں جو لام ہے اس کے معنی کی طرف یہ تھوڑا سا اشارہ ہے۔

نیک انسان اللہ تعالیٰ سے نیک عمل کی بھی دعا کرتا ہے اور نیک اولاد کی بھی اور اللہ کے حضور میں توبہ بھی کرتا رہتا ہے نیز اپنی فرمانبرداری کا بھی اقرار کرتا رہتا ہے اسی کو ان الفاظ میں نقل فرمایا انی تبت الیک وانی من المسلمین (اے رب! بے شک میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور بے شک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں)

جن مومن بندوں کا اوپر تذکرہ ہوا ان کو خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ما عملوا (یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے کاموں کو ہم قبول کریں گے) ونتجاوز عن سیاتھم (اور ان کی برائیوں سے درگزر کردیں گے) فی اصحب الجنۃ (یہ لوگ جنت والوں میں شمار ہوں گے)۔

قال صاحب الروح: کائنین فی عدادھم منتظمین فی سلکھم (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اہل جنت کے شمار میں ہوں گے اور انہیں کے نظم سے وابستہ ہوں گے)، وعد الصدق الذی کانوا یوعدون ان کا یہ جنت کا داخلہ اس وعدہ کے مطابق وموافق ہوگا جو وعدہ ان سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبانی کیا جاتا تھا یہ وعدہ اللہ کی طرف سے تھا۔ سچا تھا پورا ہونا ہی تھا۔

فائدہ اولیٰ: آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی جوانی میں اور خاص کر جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ یوں تو ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے لیکن ہوش گوش اور قوت وطاقت کے زمانہ میں اس طرف توجہ کرنا اور زیادہ ضروری ہے۔ جو نعمت اپنی ذات پر ہے اور جو نعمت والدین پر ہے اس کا بھی شکر ادا کرے اور اپنی اولاد کی اصلاح اور فلاح کے بارے میں فکرمند ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لئے دعاگو رہے۔

فائدہ ثانیہ: آیت کریمہ میں مدت حمل اور مدت رضاع (یعنی دودھ پلانے کا زمانہ) تیس (۳۰) ماہ بتایا ہے۔ عامۃ الفقہاء نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ اس میں چھ ماہ حمل کے اور چوبیس (۲۴) ماہ دودھ پلانے کے زمانہ کے ہیں۔ لہٰذا حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینہ اور دودھ پلانے کی مدت زیادہ سے زیادہ چوبیس ماہ یعنی دو سال ہوئی دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے اس کے بارے میں سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے والوالدٰت یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ (اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال پورے دودھ پلائیں (یہ) اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے) نیز سورۂ لقمان میں فرمایا ہے حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصلہ فی عامین (اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے) اس میں بھی یہ بتایا کہ دودھ پلانے کا زمانہ دو (۲) سال ہے۔

قرآن حکیم میں حمل کی اکثر مدت نہیں بتائی۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو (۲) سال ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے استدلال کیا ہے کہ بچہ پیٹ میں دو (۲) سال سے زیادہ نہیں رہتا اگرچہ تکلہ کے سایہ کے برابر ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول امام دارقطنی نے روایت کیا ہے لیکن جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ بات کون کہتا ہے؟ یہ ہماری پڑوسن ہے اس کا بہ بچہ چار سال میں پیدا ہوتا ہے خود حضرت امام مالک کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تین سال رہے وہیں ان کے دانت نکل آئے تھے لہٰذا اس مسئلہ اور مسائل میں سے کوئی مسئلہ موقوف نہیں ہے اس لئے زیادہ بحث میں پڑنے کی ضرورت بھی نہیں۔

مدت حمل جو چھ ماہ بتائی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چھ ماہ سے زیادہ حمل نہیں رہ سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ چھ ماہ پورا ہونا ضروری ہے اس سے زیادہ بھی حمل کی مدت ہو سکتی ہے جیسا کہ عام طور سے نو ماہ میں بچے پیدا ہوتے ہیں۔

حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اس پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور تاریخ نکاح سے (چاند کے حساب سے) چھ ماہ پورے ہونے سے پہلے اس عورت کے بچہ پیدا ہو گیا تو یہ بچہ اس مرد کا نہیں مانا جائے گا اور اس شخص کی میراث کا مستحق نہیں ہوگا۔

فائدہ ثالثہ: كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا (کہ ماں نے مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور مشقت کے ساتھ جنا) پھر اس کے بعد دودھ پلانے کا ذکر فرمایا وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ دودھ پلانا اور اس زمانے میں بچہ کی خدمت کرنا یہ بھی ماں پر پڑتا ہے۔ باپ کا کام اتنا ہے کہ پیسے کما کر لے آئے اور تھوڑی بہت بچے کی دیکھ بھال کر لیا کرے اور ماں کو بہت دیکھنا سنبھالنا پڑتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ماں کی خدمت کرنے کی زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ارشاد فرمائیے میری حسن مصاحبت (اور خدمت) کے اعتبار سے سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیری والدہ اس نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری والدہ! اس نے کہا پھر کون؟ فرمایا کہ تیری والدہ! سائل نے کہا پھر کون؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا باپ (صحیح بخاری ص ۸۸۳)۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ تین بار ماں کا حق اس لئے بیان فرمایا کہ وہ تین تکلیفیں اٹھاتی ہے جن کا اوپر ذکر ہوا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مال خرچ کرنے میں والدہ کا زیادہ خیال رکھنا لازم ہے۔

نیک بندوں کا جو اپنے والدین سے حسن تعلق ہونا چاہیے اس کا تذکرہ کرنے کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جن میں بغاوت کی شان ہوتی ہے بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو نہ صرف یہ کہ والدین کی نافرمانی کرتے ہیں بلکہ ایمان ہی نہیں لاتے۔ جب والدین ان میں سے کسی سے کہتے ہیں کہ تو اللہ پر اور قیامت کے قائم ہونے پر ایمان لا تو وہ بُرے انداز میں انہیں جواب دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تف ہے تم دونوں پر کیا باتیں کرتے ہو تم مجھ سے، کہہ رہے ہو کہ میں قیامت کے دن قبروں سے نکالا جاؤں گا، یہ بھی کوئی ماننے کی بات ہے مجھ سے پہلے کتنی امتیں گزر چکی ہیں ان کو بھی تمہارے جیسے لوگوں نے یہی کہا تھا کہ مر کر زندہ ہو جاؤ گے، آج تک تو ان میں سے کوئی زندہ ہو انہیں میرے نزدیک تو یہ صرف باتیں ہی باتیں ہیں اس کی یہ بات سن کر ماں باپ اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ اسے ایمان کی توفیق دے اور اس سے کہتے ہیں وَيْلَكَ اٰمِنْ (تیرے لئے ہلاکت ہے ایمان لے آ) یعنی ان باتوں سے تو ہلاکت کے دھانہ پر کھڑا ہے ایمان لے آ تا کہ ہلاکت سے بچ جائے۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے) اس نے جو بتایا ہے اور پیشگی خبر دی ہے کہ مُردے زندہ ہوں گے، قبروں سے اٹھیں گے۔ یہ وعدہ حق ہے، ضرور پورا ہوگا، قیامت ضرور آئے گی، قبروں سے نکلنا ہوگا، پیشی ہوگی، حساب ہوگا، یہ جو تو کہتا ہے کہ بہت سی امتیں گزر گئیں کوئی زندہ ہو کر نہیں آیا یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ شانہ نے اس کا جو وقت مقرر فرمایا ہے وہ اسی وقت آئے گی اس کے واقع ہونے میں دیر لگنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ آنی ہی نہیں۔ یہ بات سن کر وہ شخص کہتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت قائم ہونے کی باتیں پرانے لوگوں کی باتیں ہیں۔ نقل در نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ سچائی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں (العیاذ باللہ) ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی بات ثابت ہو گئی) یعنی ان کا عذاب میں مبتلا ہونا لازم ہو گیا) فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (یہ لوگ جنات اور انسانوں کی اس جماعت میں شامل ہیں جن کو عذاب میں مبتلا ہونا ہے) اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ (بلاشبہ یہ لوگ خسارہ والے ہیں) ایمان لاتے تو جنت میں جاتے اور نعمتیں ملتیں اور کامیابی کی زندگی گزارتے، جب ایمان نہ لائے تو عذاب نار کے مستحق ہوئے، ان کے لئے

خسارہ ہی خسارہ ہے۔

پھر فرمایا ولکلٍ درجاتٌ مّمّا عملوا (اور ہر ایک کے لئے درجات ہیں اہل ایمان کو ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے جنت عالیہ میں درجات ملیں گے اور اہل کفر کو دوزخ کے طبقات سافلہ میں جانا ہوگا۔

قال فی الجلالین فدرجات المؤمن فی الجنة عالیة و درجات الکافر فی النار سافلة ولیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ (تفسیر جلالین میں ہے کہ جنت میں مؤمن کے درجات اوپر سے اوپر کو ہوں گے اور جہنم میں کافر کے درجات نیچے سے نیچے ہونگے) (اور ان کیلئے درجات اس لئے مقدار اور مقرر کر دیئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں انکے اعمال کی جزا پوری پوری دیدے) وهُمْ لا یُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا) نہ کسی مؤمن کی نیکی ضائع جائے گی اور نہ کسی مجرم کو سزا دی جائے گی۔

وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ

اور جس دن کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا ان سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذتوں کو اپنی دنیا کی زندگی میں ختم کر لیا اور ان سے نفع

بِهَا ۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ

حاصل کر لیا سو آج تمہیں سزا کے طور پر ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس سبب سے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے

الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝

تھے اور اس سبب سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔

کافروں سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذت کی چیزیں دنیا میں ختم کر دیں آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا

اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ قیامت کے دن جب کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا یعنی دوزخ میں داخل کرنے کے لئے آگ کے سامنے لایا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ اب تمہارے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔ تمہیں یہاں آنے کا یقین نہیں تھا، دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے، دنیا ہی کے لئے جیے، اسی کے لئے مرے، لذت کی چیزوں کے پیچھے پڑے، انہیں کو سب کچھ سمجھا حلال سے، حرام سے نفس کی ہر لذت پوری کی اب تمہارے لئے لذت کی چیزوں سے کچھ نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی دعوت دیتے تھے اور قیامت پر ایمان لانے کو فرماتے تھے تو تم ایمان لانے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے اور برابر نافرمانی کرتے چلے جاتے تھے زمین میں ناحق تکبر کرنے اور نافرمانیوں میں بڑھتے چلے جانے کی وجہ سے آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ دنیا میں کفر پر جمے رہنے میں اپنی عزت سمجھی۔ آج اس کے عوض تمہارے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

علامہ بغویؒ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی توبیخ فرمائی کہ انہوں نے دنیا میں لذتوں سے استمتاع کیا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور دیگر نیک بندوں نے دنیا کی لذتوں سے بچنے ہی کو ترجیح دی تاکہ آخرت میں ثواب ملے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک

چٹائی پر لیٹے ہوئے اس پر کوئی بستر نہ تھا آپ کے جسم مبارک میں چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے آپ چمڑے کے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے تا کہ آپ کی امت کو وسعت دیدے۔

فارس اور روم کے لوگوں کو مالی وسعت دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے' یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن خطاب! کیا تم اب تک اسی میں ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی مزے کی چیزیں دنیا ہی میں دی گئی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ تو اس پر راضی نہیں ہے کہ ان کو دنیا مل جائے اور ہمیں آخرت مل جائے۔ (رواہ البخاری ومسلم کذا فی المشکوٰۃ ص ۴۴۷)

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پینے کیلئے کچھ طلب کیا لہٰذا آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا جس میں شہد ملا ہوا تھا حضرت عمرؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہے تو عمدہ چیز لیکن میں اسے پیوں گا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ شانہ نے خواہشیں پوری کرنیوالی قوم کی خواہشوں کا برا انجام بتا دیا ہے ان سے کہا جائے گا اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (تم نے اپنی مزے کی چیزوں کو دنیا میں ختم کر دیا اور ان سے نفع حاصل کر لیا) لہٰذا میں لذت کی چیزیں استعمال کرنے سے ڈرتا ہوں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں دنیا ہی میں دے دی جائیں یہ فرمایا اور اس شہد ملے ہوئے پانی کو نہیں پیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ میں گوشت دیکھا تو فرمایا اے جابر! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا گوشت کھانے کی خواہش ہوئی تھی لہٰذا میں نے گوشت خریدا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا ہر وہ چیز خریدو گے جس کے لئے جی چاہے گا کیا تم اس آیت سے نہیں ڈرتے۔ (اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا) (معالم التنزیل)

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ

اور قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجئے جبکہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور حال یہ ہے کہ ان سے پہلے اور پیچھے ڈرانے والے گزر چکے ہیں' یہ کہ

اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بلاشبہ میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں وہ لوگ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۫ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ

سو تو جس (عذاب) سے ہمیں ڈراتا ہے اسے لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ علم اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں وہ بات پہنچاتا ہوں جو دے کر مجھے

بِهٖ وَ لٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ

بھیجا گیا ہوں اور لیکن میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ جہالت کی باتیں کر رہے ہو۔ سو جب انہوں نے بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کے سامنے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہے

مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا

جو ہم پر بارش برسائے گا' بلکہ یہ وہی چیز ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔ ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ وہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر دے گی۔

فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ

سو وہ اس حال میں ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کوئی دکھائی نہ دیتا تھا' ہم ایسے ہی مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں' اور ہم نے

اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۫ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ

نہیں ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے انکو سننے کی قوت دی اور آنکھیں بھی اور دل بھی سو نہیں فائدہ نہ دیا انکے کانوں نے

اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور نہ ان کی آنکھوں نے اور ان کے دلوں نے کچھ بھی اس سے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور گھیرا جس کا

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

وہ مذاق کرتے تھے۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جو تمہارے آس پاس تھیں اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ لوٹ آئیں

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ

اللہ کے سوا ان لوگوں کی انہوں نے کیوں مدد نہیں کی جنہیں انہوں نے تقرب حاصل کرنے کیلئے معبود بنا رکھا تھا بلکہ وہ لوگ ان سے غائب ہو گئے اور ان کا بہتان

اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

بات ہے اور وہ بات ہے جس کو وہ جھوٹ بناتے تھے۔

قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت، قوم کا انکار اور تکذیب، پھر ہلاکت اور تعذیب

یہ پورے ایک رکوع کا ترجمہ ہے اس میں قوم عاد کے کفر و عناد کا اور حضرت ہود علیہ السلام کے تبلیغ کرنے کا پھر عاد کے ہلاک ہونے کا تذکرہ ہے اس قوم کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام تھے جن کا یہاں احقاف کے عنوان سے ذکر ہے چونکہ حضرت ہود علیہ السلام عاد ہی کی قوم میں سے تھے اس لئے احقاف فرمایا لفظ الاحقاف 'حقف' کی جمع ہے۔ قوم عاد کا رہنا سہنا اور بود و باش یمن میں تھی جس علاقہ میں یہ لوگ رہتے تھے۔ وہاں ریت کے پہاڑ تھے اس لئے اسے احقاف سے تعبیر فرمایا۔ حقف اس پہاڑی کو کہتے ہیں جو گولائی لئے ہوئے ہو اور نیچے کو جھکی ہوئی ہو ریت کی پہاڑیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ چونکہ ریت میں مضبوطی سے ٹھہرنے اور قرار پانے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لئے ڈھلتا چلا جاتا ہے۔

اذ انذر قومہ بالاحقاف جبکہ ہود علیہ السلام نے احقاف کے علاقہ میں اپنی قوم کو ڈرایا اور انہیں سمجھایا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ان سے پہلے بھی اللہ کی طرف سے پیغمبر آئے تھے جنہوں نے اپنی قوموں کو تبلیغ کی توحید کی دعوت دی اور انکار پر عذاب کی وعید سنائی حضرت ہود علیہ السلام کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے اسی کو وقد خلت النذر من بین یدیہ ومن خلفہ سے تعبیر فرمایا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں) یعنی اگر تم نے حق کو قبول نہ کیا تو تم پر بڑا عذاب آئے گا۔

قالوا اجئتنا لتافکنا عن الھتنا ۔ (الایۃ کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہمارے جو معبود ہیں ہم ان کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور تم ہمیں ان کی عبادت سے ہٹا دو تم ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہو کہ میری دعوت پر عمل نہ کیا تو عذاب آ جائے گا تم نے عذاب کی بڑی رٹ لگا لی ہے تمہارا یہ ڈرانا صحیح ہے اور واقعی تمہاری بات ہے کہ نہ ماننے پر ہم عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے تو بس لے آؤ اگر قول سچا ہے تو دیر کیا

ضرورت ہے؟۔

قال انما العلم عند اللہ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے وہی جانتا ہے کہ کسی قوم پر کب عذاب آئے گا اور کب ہلاک ہوگی میرا کام عذاب لانا نہیں ہے مجھے اللہ نے جو پیغام دے کر بھیجا ہے میں تو اس کے پہنچانے کا پابند ہوں اور تمہیں اسی کی تبلیغ کرتا ہوں میں تو تمہیں حق کی دعوت دیتا ہوں اور تم جہالت کی باتیں کرتے ہو۔

فلما رأوہ عارضا مستقبل اودیتھم (الآیۃ) ان لوگوں پر عذاب آنے کی یہ صورت ہوئی کہ سخت گرمی کی وجہ سے گھروں کو چھوڑ کر باہر میدان میں آ گئے اسی حال میں انہیں ایک بادل آتا ہوا نظر آیا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ بادل تو ہم پر پانی برسائے گا وہ پانی برسانے والا بادل کہاں تھا وہ تو وہی عذاب تھا جس کی جلدی مچا رہے تھے وہ عذاب ہوا کی صورت میں آ گیا۔ یہ ہوا بہت سخت تھی جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کرتی جا رہی تھی۔

سورۂ ذاریات میں فرمایا ما تذر من شیء اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم (وہ ہوا جس چیز پر پہنچتی تھی اسے ایسا بنا کر رکھ دیتی تھی جیسے چورا ہو) سورۃ الحاقہ میں فرمایا واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ ○ سخرھا علیھم سبع لیال و ثمانیۃ ایام حسوما فترى القوم فیھا صرعى كانھم اعجاز نخل خاویۃ ○ فھل ترى لھم من باقیۃ (اور لیکن عاد سو وہ ہلاک کئے گئے تیز ہوا کے ذریعہ اللہ نے ان پر اس ہوا کو سات دن اور آٹھ رات لگاتار مسخر فرما دیا۔ اے مخاطب! تو دیکھے قوم کو کہ اس ہوا میں پچھاڑے ہوئے پڑے ہیں گویا کہ وہ گری ہوئی کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں' کیا تو ان میں دیکھتا ہے کوئی باقی رہا)

فاصبحوا لا یرى الا مساکنھم' نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اس حال میں ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا کذلک نجزی القوم المجرمین (ہم اسی طرح مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آسمان میں کوئی بادل دیکھتے تھے تو آپ کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کبھی اندر جاتے اور کبھی باہر آتے' جب بارش ہو جاتی تو آپ کی کیفیت جاتی رہتی تھی۔ میں نے اس بات کو پہچان لیا اور اس بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! میں ڈرتا ہوں ایسا نہ ہو جیسا قوم عاد نے بادل کو دیکھ کر کہا جو ان کی وادیوں کی طرف آ رہا تھا کہ یہ بارش برسانے والا ہے (لیکن بارش برسانے والا بادل نہ تھا) بلکہ ہوا کی صورت میں عذاب تھا جو ان پر نازل ہوا۔ (رواہ مسلم ج ۱ ص ۲۹۴/۲۹۵)

قوم عاد کی ہلاکت کا تذکرہ کرنے کے بعد اہل مکہ کو توجہ دلائی۔ ولقد مکنّٰھم (الآیۃ) اور اور ہم نے قوم عاد کو ان چیزوں کی قوت دی تھی' جن کی قوت و قدرت تمہیں نہیں دی' ان کے پاس جو مالی اور جسمانی قوتیں تھیں وہ تم سے کہیں زیادہ تھیں جب وہ کفر پر جمے رہنے کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟ وہ لوگ نہ تو بہرے تھے، نہ اندھے تھے، نہ بادُلے تھے، نہ بے وقوف تھے' ہم نے انہیں کان بھی دیئے تھے اور آنکھیں بھی اور دل بھی' لیکن جب ان پر عذاب آیا ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی نہ ان کے حواس ظاہرہ بچ سکے اور نہ کسی تدبیر سے عذاب سے محفوظ ہو سکے، جس کا دل اور دماغ سے ادراک ہوتا ہے۔ یہ عذاب کا ابتلا اور عدم امن الجوارح والا معاملہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے (کوئی دنیاوی مصیبت عام حالات میں آ جائے تو کچھ حواس ظاہرہ سے اور کچھ عقل و فہم کے ذریعہ سوچ بچار کر کے اور کوئی تدبیر نکال کر کبھی کبھار مصیبت سے نکلنے کا کچھ راستہ نکل آتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے کی وجہ سے عذاب آتا ہے تو آنکھ، کان، سوچ، سمجھ کچھ چیز فائدہ نہیں دیتی۔

وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون (اور ان پر وہ عذاب نازل کیا گیا جس کا مذاق بناتے تھے) یعنی اللہ کے نبی حضرت ہود علیہ

اسلام سے جو ٹھٹھہ کرتے تھے اور کہتے تھے کیا عذاب عذاب کی رٹ لگاتے ہو عذاب آنا ہے تو نے آ کر اپنی اس بات کا نہوں نے نتیجہ دیکھ لیا، عذاب میں مبتلا ہوئے اور بالکل برباد ہو گئے۔

اس کے بعد اہل مکہ سے مزید خطاب کرتے ہوئے وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى (ہم نے تمہارے چاروں طرف کی بستیاں ہلاک کر دیں) اس سے یمن اور شام کی بستیاں مراد ہیں یمن کی بستیاں تو وہی عاد والی بستیاں تھیں اور جب اہل مکہ تجارت کے لئے ملک شام جاتے تھے تو قوم ثمود کی بستیوں پر اور حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کو دیکھا کرتے تھے ان کی تباہی اور بربادی سے عبرت حاصل کرنا ضروری تھا لیکن عبرت نہیں لیتے تھے وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (اور ہم نے انہیں بار بار نشانیاں بتا دی تھیں تاکہ وہ باز آ جائیں) لیکن وہ باز نہ آئے بالآخر وہ ہلاک ہو گئے یہ ہلاک ہونے والے مشرک تھے اللہ کے سوا انہوں نے معبود بنا رکھے تھے اور ان کے تقرب کو اپنی مشکلات دور ہونے کا ذریعہ سمجھتے تھے جب عذاب آیا تو انہوں نے ذرا بھی مدد نہ کی بلکہ ان سے غائب ہو گئے ان دونوں کی یہ بات کہ یہ معبود ہیں، ان سے ہمیں فائدہ پہنچے گا جھوٹ تھی اپنی تراشی ہوئی تھی جھوٹ سے کچھ فائدہ نہ پہنچ سکا فرمایا فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۔ اللہ کے سوا جن جن چیزوں کو انہوں نے تقرب حاصل کرنے کیلئے اپنا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (بلکہ وہ سب ان سے غائب ہو گئے اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات تھی)

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ

اور جب ہم نے آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو پھیرا جو قرآن سنے گئے سو جب یہ لوگ قرآن سننے کی جگہ میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ چپ رہو پھر جب قرآن پڑھا جا چکا

وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا

تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر پہنچے گئے کہنے لگے اے ہماری قوم بیشک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ ان کتابوں کی تصدیق

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا

کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں وہ حق کی طرف اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے والی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے

بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ

آؤ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں سخت عذاب سے بچا دے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں

بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ

کرنے والا نہیں اور اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی ولی نہ ہو گا۔ یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ

اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ

اللہ آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کرنے سے نہیں تھکا وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے ہاں اسے ضرور قدرت ہے۔ بیشک وہ

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَی النَّارِ ؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ

جو چیز پر قادر ہے۔ اور جس روز کافر لوگ دوزخ پر پیش کئے جائیں گے کہ کیا یہ حق نہیں ہے؟

قَالُوْا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

وہ کہیں گے کہ ہمارے رب کی قسم بیشک حق ہے۔ ارشاد ہوگا تو چکھو عذاب اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

جنات کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا پھر واپس جا کر اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینا!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول الثقلین تھے یعنی آپ انسانوں کی طرف مبعوث تھے اور جنات کی طرف بھی یہاں سورۃ الاحقاف میں اور سورۃ الجن میں جنات کا خدمت عالی میں حاضر ہونا اور آپ سے قرآن مجید سننا مذکور ہے۔ علمائے حدیث نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی آبادی میں تشریف لے گئے اور انہیں احکام دینیہ کی تبلیغ فرمائی' محدثین کی اصطلاح میں اس کو وسیلۃ الجن کہتے ہیں۔ حضرات محدثین کرام نے فرمایا ہے کہ یہ واقعہ جن کا واقعہ چھ (۶) مرتبہ پیش آیا' معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۷۴ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ جنات کو تبلیغ کریں انہیں ایمان لانے کی دعوت دیں اور قرآن سنائیں پھر اللہ تعالیٰ نے نینوا بستی کے رہنے والے جنات میں سے ایک جماعت کو آپ کے پاس بھیج دیا آپ تشریف لے جانے لگے تو حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ ساتھ چلے گئے یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم چلتے چلتے شعب الحجون پہنچ گئے (المعلی کے محلہ کا پرانا نام حجون ہے) وہاں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط کھینچ کر میرے لئے جگہ تجویز فرمادی اور ارشاد فرمایا کہ میرے واپس آنے تک اسی جگہ رہنا آپ مجھے چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے وہاں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ آپ کے آس پاس گدھوں جیسی چیزیں جمع ہوئیں اور میں نے طرح طرح کی سخت آوازیں سنیں یہاں تک کہ مجھے آپ کی جان کا خطرہ ہوگیا۔ آپ کی آواز بھی مجھ سے اوجھل ہوگئی پھر میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح واپس جا رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فارغ ہو کر فجر کے بعد تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہیں نیند آگئی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے نیند کیا آتی مجھے تو آپ کی جان عزیز کا خیال آرہا تھا بار بار خیال ہوا کہ میں دوڑ کر جاؤں تاکہ آپ کا حال معلوم کروں۔ فرمایا اگر تم اپنی جگہ سے چلے جاتے تو اس کا کچھ اطمینان نہیں تھا کہ ان میں سے تمہیں کوئی اچک لیتا' پھر فرمایا کیا تم نے کچھ دیکھا۔ عرض کیا کہ میں نے کالے رنگ کے لوگوں کو دیکھا جو سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ یہ شیاطین کے جنات تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لئے کچھ بطور خوراک تجویز فرمادیجئے' ہڈیاں کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو ہمارے لئے بہت عمدہ خوراک ہے اور گوبر جانوروں کے لئے خوراک ہے' میں نے ان کے لئے ہڈی اور گھوڑے وغیرہ کی لید' نیز اونٹ اور بکری وغیرہ کی مینگنی تجویز کر دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان چیزوں سے ان کا کیا کام چلے گا؟ فرمایا وہ جو بھی کوئی ہڈی پائیں اس پر گوشت ملے گا جتنا اس دن تھا جس دن اس سے گوشت چھڑایا گیا' اور جو بھی لید پائیں گے نہیں اس پر وہ دانے ملیں گے جو جانوروں نے کھائے تھے (جن کی لید بن گئی تھی) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے سخت آوازیں سنیں یہ کیا بات تھی؟ فرمایا جنات میں ایک قتل ہوگیا تھا وہ اسے ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے۔ وہ میرے پاس فیصلہ کرانے کے لئے آئے تھے میں نے ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا۔

بعض روایت میں ہے کہ ہڈی کو جنات کی خوراک اور مینگنی ان کے جانوروں کی خوراک تجویز کیا اور اس کی وجہ سے ان سے استنجا کرنے کی ممانعت فرمادی۔

ایک روایت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان یوں بھی نقل کیا گیا ہے کہ لیلۃ الجن کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار حرا کی طرف سے تشریف لائے ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! صبح سے بھر آپ کو ڈھونڈتے پھرے آپ سے ملاقات نہ ہو سکی فکر اور غم میں ہم نے پوری رات گزاری۔ آپ نے فرمایا کہ جنات کی طرف سے ایک بلانے والا میری طرف آیا تھا میں اس کے ساتھ چلا گیا اور ان کو قرآن مجید کو سنایا۔

جنات نے قرآن مجید سنا تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو جب آپ نے تلاوت ختم فرمائی تو جنات واپس ہو گئے اور ساتھ ہی مبلغ و رہنما بھی بن گئے۔ واپس ہو کر انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے یہ کتاب واقعی اللہ کی کتاب ہے جو کتابیں اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئیں ان کی تصدیق کرنے والی اور حق کی طرف اور راہ مستقیم کی طرف ہدایت دیتی ہے (اس سے بعض مفسرین نے یہ بات ثابت کی ہے کہ یہ جنات جنہوں نے آپ سے قرآن مجید سنا پھر واپس ہو کر اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دی یہ لوگ یہودی تھے) جنات کی مذکورہ با جماعت نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ اللہ کے داعی یعنی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات مانو اس پر ایمان لاؤ جب ایمان لے آؤ گے اللہ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے گا۔

جو جنات ایمان لے آئے ان کا اجر و ثواب یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمادے گا اور عذاب سے محفوظ فرمادے گا اس میں داخلہ جنت کا ذکر نہیں ہے چونکہ مومن جنات کے جنت میں داخل ہونے کا کسی آیت کریمہ میں واضح اور صریح تذکرہ نہیں ہے اور کوئی حدیث مرفوع صحیح صریح بھی اس بارے میں نہیں ملتی۔ اس لئے مسئلہ اختلافی ہو گیا ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے ایمان کا صدقہ یہی ہے کہ دوزخ سے محفوظ کر دیئے جائیں اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ جیسے کہ جانوروں کے لئے یہی ارشاد ہوگا۔ بہذا وہ مٹی ہو جائیں گے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں توقف فرمایا ہے جنت میں داخل ہونے نہ ہونے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ (مزید تفصیل کیلئے سورۃ الرحمن کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ومن لا یجب داعی اللہ (الایۃ) یہ جنات کے کلام کا تتمہ ہے یا جملہ مستانفہ ہے؟ دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اس میں یہ اعلان فرمادیا کہ جو کوئی شخص اللہ کے داعی کی بات نہ مانے یعنی ایمان نہ لائے تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور عذاب میں گرفتار ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب گرفت ہوگی تو کہیں بھاگ کر نہیں جا سکے گا اور اللہ کے سوا کوئی مدد نہ کر سکے گا جس نے اللہ کے داعی کی نافرمانی کی وہ واضح گمراہی میں ہے۔

جو لوگ توحید کے منکر ہوتے ہیں وقوع قیامت کے بھی قائل نہیں ہوتے لہٰذا دعوت توحید کے بعد وقوع قیامت کا بھی تذکرہ فرمایا اور منکرین کا استبعاد دور کرتے ہوئے فرمایا کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اس کو تو تم مانتے ہو اتنی بڑی بڑی چیزوں کو پیدا فرمایا اور اسے ذرا بھی تھکن نہیں ہوئی جس نے ان کو پیدا فرمادیا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ انسانوں کو اور دوسری چیزوں کو موت دے کر دوبارہ زندہ فرمائے؟ تم تو غور ہی نہیں کرتے اگر غور کرو گے تو یہ بات آسانی سمجھ میں آجائے گی۔ بلٰی ہاں وہ ضرور

دوبارہ پیدا کر سکتا ہے مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے)

اس کے بعد کافروں کو یاد دہانی فرمائی کہ قیامت کے دن جب اہل کفر آگ پر پیش کیے جائیں گے یعنی اس میں داخل ہونے لگیں گے تو ان سے کہا جائے گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ (دنیا میں جب تم سے کہا جاتا تھا کہ کفر کی سزا دوزخ ہے تو تم اسے نہیں مانتے تھے اور جو حضرات اس بات کی خبر دیتے تھے تم اس کا مذاق بناتے تھے۔ اب بولو کیا کہتے ہو کیا یہ آگ جو تمہارے سامنے ہے اس کے سامنے ہونا اور تمہارا اس میں داخل ہونا حق ہے یا نہیں ہے؟ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا وہ اس پر کہیں گے کہ ہاں واقعی یہ حق ہے ہم مانتے ہیں، تصدیق کرتے ہیں، وہ اس بات کو قسم کھا کر کہیں گے لیکن اس وقت اقرار اور قسم سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ارشاد ربانی ہوگا کہ اپنے کفر کی وجہ سے عذاب چکھو۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ

سو آپ صبر کیجئے جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا اور ان لوگوں کے لیے جلدی نہ کیجئے جس دن یہ لوگ وعدہ کی

مَا یُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ

چیز کو دیکھیں گے گویا دنیا میں وہ صرف دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔ یہ پہنچا دینا ہے سو ہلاک نہیں ہوں گے مگر نافرمانی

الْفٰسِقُوْنَ ۝

کرنے والے ہی۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور صبر کی تلقین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور محبت اور جدوجہد برابر جاری رہی، آپ کے مخاطبین انکار وعناد پر تلے ہوئے تھے اس سے آپ کو رنج تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کیلئے فرمایا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (سو آپ صبر کیجئے جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا) وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (اور ان لوگوں کیلئے جلدی نہ کیجئے) یعنی ان پر جلدی عذاب آجانے اس فکر میں نہ پڑیے كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ (جس دن یہ لوگ وعدہ کی چیز کو دیکھیں گے گویا دنیا میں یہ گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے) یعنی عذاب میں جو دیر لگ رہی ہے وہ اس کی وجہ سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ عذاب نہیں آئے گا لیکن جب عذاب آجائے گا تو وہ یوں سمجھیں گے کہ دنیا میں جو زندگی گزاری وہ صرف ایک گھڑی ہی تھی دنیا کی لمبی زندگی کو جس میں خوب مزے کئے اسے شدت عذاب کی وجہ سے بھول جائیں گے۔ بَلٰغٌ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی یہ جو کچھ تمہیں بتایا گیا سنایا گیا نصیحت اور موعظت کے اعتبار سے کافی ہے بعض حضرات نے فرمایا کہ هٰذَا جو محذوف ہے اس کا مشار الیہ قرآن مجید ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم نے اللہ کی طرف سے تمہیں حق پہنچا دیا ثواب کی چیزیں بھی بتا دیں گناہ کے کاموں سے بھی آگاہ کر دیا تبلیغ کا حق ادا کر دیا اب عمل نہ کرو گے تو عذاب میں گرفتار رہو گے۔

فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ (سو عذاب کے ذریعہ فاسق لوگ ہی ہلاک ہوں گے) جو اللہ کے باغی ہیں اس کی فرمانبرداری

سے دور ہیں۔

فائدہ:۔ آیت کریمہ میں جو اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ فرمایا ہے بعض حضرات کے نزدیک من بیانیہ ہے اور ان حضرات کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام رسول اولوالعزم یعنی ہمت اور حوصلہ والے تھے جیسے ان حضرات نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجئے اس تفسیر کی بنا پر تمام انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم الصلاۃ والسلام اولوالعزم کی صفت سے متصف تھے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مِن تبعیضیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسول بھیجے تھے ان میں جو اولوالعزم تھے آپ ان کا اتباع کیجئے جب یہ تفسیر کر دی گئی تو یہ سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان حضرات میں کون کون اولوالعزم تھے پھر ان حضرات کے نام تجویز کئے گئے کسی نے صرف حضرت یونس علیہ السلام کا استثناء کیا اور کہا کہ وہ اہل عزم نہیں تھے کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے جانے میں جلدی کی تھی اور اللہ تعالیٰ شانہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ فرمایا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اولوالعزم سے وہ حضرات مراد ہیں جو سورۂ انعام کی آیات وَتِلْكَ حُجَّتُنَا (الآیت) میں مذکور ہیں اور یہ اٹھارہ ہیں ان کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی سو آپ ان کی ہدایت کا اتباع کیجئے) اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اولوالعزم سے وہ حضرات مراد ہیں جو اصحاب شرائع تھے یعنی حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام یہ چار ہیں پانچویں صاحب شریعت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب قال العبد الفقیر ان القول الاول اصح لان سیاق الکلام یدل علی کثرتھم لاعلی عدد قلیل فتدبر، (بندہ عاجز کہتا ہے کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ سیاق کلام ان کی کثرت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ قلت پر بس غور کرنا چاہئے)۔

وھٰذا اٰخر تفسیر سُورۃ الاحقاف انعم اللّٰہ بتمامہ وحسن ختامہ وصلی اللّٰہ علی سید رسلہ محمد المصطفٰے وعلٰی اٰلہ وصحبہ اولی الاحلام والنھٰی

☆☆☆..... .... ☆☆☆

مدنی	سورۂ محمد (ﷺ)	۳۸ آیتیں ۴ رکوع

آیاتہا ۳۸ | (۴۷) سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِیَّۃٌ (۹۵) | رکوعاتہا ۴

سورہ محمد آسمانی سورتوں کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جس میں ۳۸ آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے عملوں کو ضائع فرما دیا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے

وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ○ ذٰلِكَ

اور جو کچھ محمد پر نازل کیا گیا اور وہ ان کے رب کی طرف سے برحق ہے اللہ نے ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور ان کے حال کو درست فرما دے گا۔ یہ اس

بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ

وجہ سے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے رب کی طرف سے ہے اللہ اسی طرح

یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ○

اللہ لوگوں کے لئے ان کے احوال بیان فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والوں کی بربادی اور اہل حق پر انعام کا اعلان

آیات مذکورہ بالا میں اہل کفر اور اہل ایمان کے درمیان فرق واضح فرمایا ہے۔ اور اہل کفر کی سزا اور اہل ایمان کی جزا بیان فرمائی ہے۔ اول تو یہ فرمایا کہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے کفر و شرک پر تو کسی خیر کی امید رکھنے کا کوئی سوال ہی نہیں اہل کفر جو بعض مرتبہ صلہ رحمی یا خدمت خلق کے کام کرتے ہیں آخرت میں ان چیزوں کا بھی کچھ نہیں ملے گا اعمال ضائع کرنے کا سبب کفر ہی بنا ہے پھر اوپر سے جنہوں نے اللہ کے راستے سے روکنے کا جو کام کیا یہ ان کے اعمال ضائع ہونے کا ایک مزید سبب بن گیا۔

مؤمنین کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرما دے گا) آیت کریمہ میں ایمان کی تعریف فرماتے ہوئے وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ فرمایا اس میں یہ بتایا کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد کسی کا ایمان اس وقت تک معتبر نہیں جب تک کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور ساتھ ہی وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ فرمایا جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے اللہ کی طرف سے اس کے اتارے جانے کی تائید اور تصدیق فرمائی اور یہ بتایا کہ آپ کا دعوی رسالت اور دعوی نزول کتاب من اللہ تعالیٰ حق ہے اور صحیح ہے

پھر ارشاد فرمایا کہ یہ جو اہل کفر کی بدحالی ہوئی اور اہل ایمان کے حال کو اللہ تعالیٰ سدھارے گا یہ اس وجہ سے ہے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا اور اہل ایمان نے حق کا اتباع کیا اتباع حق کے ساتھ لفظ مِنْ رَّبِّهِمْ بھی فرمایا اس میں یہ بتادیا کہ حق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو (اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیے)

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ (اللہ تعالیٰ اس طرح لوگوں کے لئے امثال بیان فرماتا ہے) صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ امثال سے احوال مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ مومنین اور کافرین کے احوال بیان فرماتا ہے۔ مومنین کو حق پر بتایا ہے اور اسکے نتیجہ میں فلاح اور فوز کی بشارت دیتا ہے اور کافروں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ باطل کا اتباع کرتے ہیں جس کا نتیجہ خیبت اور خسران ہے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا

(سو جب تم ان سے جہاد میں مڈبھیڑ ہو جائے تو گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کر چکو (اور بہت سے کافر قتل کر دیئے جائیں) تو (باقی کو) مضبوط قید میں جکڑ لو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا ہے

فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ

(جب تک کہ لڑائی والے اپنے ہتھیار رکھ دیں یہ (تمہیں) حکم (دیا گیا) ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے (خود) انتقام لے لیتا (تم میں قتال کا حکم اس لئے دیا)

بِبَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝

(تاکہ تم میں بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائے اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کئے گئے سو اللہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہ فرمائے گا۔ وہ انہیں راستہ پر لگائے گا۔ اور انکا حال درست فرمادے گا

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝

(اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا جس سے انہیں واقف کر رکھا ہے۔ اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝

(اور جن لوگوں نے کفر کیا سو ان کے لئے ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال ضائع فرمائے گا یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل فرمائی سو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

(کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لئے

اَمْثَالُهَا ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ

(ان جیسی اور بھی تباہیاں ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ مومنوں کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں ہے بلاشبہ جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا

یعنی اے اور جنھوں کام سے اللہ نہیں ہے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں

تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ

جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہے اور کتنی ہی بستیاں تھیں جو زور میں بڑھی ہوئی تھیں آپ کی بستی سے جس نے آپ کو نکالا ہے ہم نے

اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ۝

ان بستیوں کا کوئی مددگار نہ ہونے دیا جو آپ کو نکالنے کے درپے تھیں کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو وہ ان لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے جن کے لئے ان کے برے اعمال خوشنما کر دیئے گئے ہیں اور جو اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں۔

جہاد و قتال کی ترغیب قیدیوں کے احکام مجاہدین اور مقتولین کی فضیلت

یہ آیات متعدد مضامین پر مشتمل ہیں جہاد اور قتال کے بعض مسائل بتائے ہیں اور فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کی فضیلت ظاہر فرمائی ہے اور کافروں کی بدحالی اور بربادی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے اور قتل و قتال کی نوبت ہو جائے تو دشمنان اسلام کے قتل کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرو ان میں سے جو قتل ہو جائیں ان کے علاوہ جو زندہ ہوں ان کو قید کرو اور اچھی طرح کس کے ان کو باندھو ان کے بعد ان کو احسان کے طور پر یا اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے بدلہ ان کو چھوڑ دو۔

اس کی تشریح اور تفسیر یہ ہے کہ جب دو قوموں میں جنگ ہوتی ہے تو جنگ کرنے والے مقتول بھی ہوتے ہیں اور ایک فریق دوسرے فریق کے افراد کو قید بھی کر لیتا ہے مجاہدین اسلام دشمن کے افراد کو قید کر لیں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اس کے بارے میں یہاں سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دو حکم بیان فرمائے ہیں اول یہ کہ ان پر احسان کر دیا جائے یعنی بغیر کسی معاوضہ کے چھوڑ دیا جائے یا دوم یہ کہ اپنے قیدیوں کے بدلہ میں انہیں چھوڑ دیں۔ یعنی امیر المومنین اپنے قیدی ان سے واپس لے لے اور ان کے بدلہ کافر قیدیوں کو واپس کر دے تیسری صورت یہ ہے کہ مالی عوض لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا اور چوتھی صورت یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ قتل کرنا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینا سورۂ انفال میں مذکور ہے۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ انہیں غلام باندی بنا کر مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا اور ایک صورت یہ ہے کہ ان قیدیوں کو ذمی بنا کر دار الاسلام میں رکھ لیا جائے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بالکل ہی بطور احسان کے چھوڑ دینا کہ نہ قیدیوں کا تبادلہ ہو اور نہ مال لیا جائے اور نہ ذمی بنایا جائے یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص احکام القرآن (ص ۳۹۲ ج ۲) میں لکھتے ہیں کہ سورۂ انفال سورۂ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد نازل ہوئی سورۂ محمد میں جو مَنّ اور فداء کی اجازت ہے اس کو سورۂ براءت کی آیات فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ اور قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ نے منسوخ کر دیا۔ لہٰذا فداء اور منّ کی اجازت نہیں رہی۔ فوجب ان یکون الحکم المذکور فیھا نسخا للفداء المذکور فی غیرھا۱ھ (پس ضروری ہے کہ اس میں مذکورہ حکم فدیہ کے اس حکم کیلئے ناسخ ہو جو دوسری جگہ مذکور ہے) کافر قیدیوں کو یا عوض مالی یا مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لئے بطور مبادلہ چھوڑ دیا جائے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

علیہ نے اس کو جائز قرار نہیں دیا اور حضرات صاحبینؒ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا درست ہے رہی یہ بات کہ کافر قیدیوں کو مال لے کر چھوڑ دینا جائز ہے یا نہیں اس کے بارے میں حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ بھی جائز نہیں۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیر کبیر'' میں لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں کو مال کی حاجت ہو تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ (اور اگر اللہ چاہے تو کافروں سے انتقام لے) یعنی کسی طرح کا کوئی بھی عذاب دے کر ہلاک فرما دے وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ اور لیکن تاکہ تم میں سے بعض کا بعض کے ذریعہ امتحان فرمائے یعنی تمہیں جو جہاد کا حکم دیا اس میں تمہارا امتحان ہے کہ وہ کون ہے جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں مقتول بھی ہو سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانتا ہے اور جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے اور اس میں کافروں کا بھی امتحان ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں آ کر مقتول ہونے اور شکست کھانے اور مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا معاملہ دیکھ کر حق کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

پھر فرمایا وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اللہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہ فرمائے گا)۔ اس میں یہ بتا دیا کہ جہاد میں امتحان کی حکمت کے ساتھ ساتھ تمہارا فائدہ بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤ گے تو یہ صرف امتحان کی کامیابی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تمہارے اعمال کے عوض بڑے بڑے انعامات ملیں گے شہادت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔

سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ (اللہ انہیں منزل مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کا حال درست فرما دے گا) قبر حشر اور تمام مواقع میں ان کا حال درست فرما دے گا۔ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ اور انہیں جنت میں داخل فرما دے گا جو ان کی منزل مقصود ہے عَرَّفَهَا لَهُمْ (اللہ نے انہیں جنت کی پہچان کرا دی ہے) یعنی دنیا میں اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ انہیں جنت کی پہچان کرا دی ہے جنت کی پہچان کرانے کا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ جب جنت میں داخل ہونے لگیں گے تو اپنے اپنے مقرر کردہ مقام کو وہ اس طرح جانتے ہوں گے جیسے اپنے دنیا والے گھروں میں اس کو پہچانتے تھے بلکہ ان سے زیادہ اپنی جنت والی مقررہ جگہ کے راستے کو پہچانتے ہوں گے۔ (کما ورد فی الحدیث)

اس کے بعد مسلمانوں سے مدد کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اس میں یہ بتا دیا کہ تم اللہ کی مدد کرو گے یعنی اس کے دین کی بلندی کے لئے کوششوں میں لگو گے (جس کا وہ محتاج نہیں ہے) تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور ثابت قدم رکھے گا۔

مومنین کا انعام بیان کرنے کے بعد کافروں کی بدحالی بیان فرمائی وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ (اور جن لوگوں نے کفر کیا ہلاکت ہے ان کے لئے اور اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے) دنیا میں بھی مومنین کے ہاتھوں ان کی تباہی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے ہلاکت یعنی عذاب شدید اور دائمی ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (ان لوگوں کی یہ ہلاکت اور اعمال کا حبط ہونا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اس کو ناپسند کیا جو کچھ اللہ نے نازل کیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال حبط فرما دیئے)۔

دنیا میں چل پھر کر عبرت حاصل کریں: اس کے بعد منکرین کو تنبیہ فرمائی کہ اپنی دنیا اور ساز و سامان اور عمارات سے دھوکہ نہ کھائیں ان سے پہلے بھی قومیں گزر چکی ہیں جو ہلاکت و بربادی کا منہ دیکھ چکی ہیں ارشاد فرمایا اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو ان لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے پہلے تھے) دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (اللہ نے ان کو ہلاک فرما دیا) وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا (اور کافروں کے لئے ایسی کئی چیزیں ہیں) یعنی موجودہ جو

کفار ہیں اور انکے بعد جو بھی کافر ہوں گے ان کے لئے دنیا میں اسی طرح عذاب ہوگا اور ہلاک کر دیئے جائیں۔ اور آخرت میں شدید اور دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مولی ہے: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (یہ جو کچھ مذکور ہوا یعنی اہل ایمان کا جنت میں داخل ہونا اور اہل کفر کا دنیا و آخرت میں برباد ہونا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مولی ہے یعنی ان کا ولی ہے مددگار ہے کارساز ہے وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (اور کافروں کا کوئی کارساز مددگار نہیں)۔

اہل ایمان کا انعام اور کفار کی بدحالی: اس کے بعد اہل ایمان کا انعام اور کافروں کا طرز زندگی (دنیا میں) اور انکا عذاب بیان فرمایا جو آخرت میں ان کے لئے تیار کیا گیا۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (بلاشبہ اللہ داخل فرمائے گا ایمان والوں کو اور جنہوں نے نیک عمل کیے ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ (اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ نفع حاصل کرتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں (یہ ان کا دنیاوی حال ہے) وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے)۔ کفر کے سامنے دنیا ہی ہے اسی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اس لئے کسی بھی طرح کی دنیاوی لذت اور دنیاوی طمع اور دنیاوی ترقی اور دنیاوی مال حاصل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے کیونکہ انہیں صرف دنیا مطلوب ہے اس لئے کمانے میں اور کھانے پینے میں ہر طرح کی لذت حاصل کرنے میں کوئی حیا و شرم انسانیت و مروت ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی، جس طرح جانور اور چوپائے کھانے پینے میں ہر جگہ منہ مار لیتے اور جنسی لذت حاصل کرنے کے لئے سب کے سامنے سب کچھ کر لیتے ہیں اسی طرح یہ دنیاوی لذتوں کے متوالے سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں دیکھو قانونی طور پر عورت اور مرد کے میل ملاپ کے لئے نکاح کی شرط کو ختم کر دیا گیا اور دوستانہ زندگی کا رواج پیدا ہے عورت اور مرد دوست (فرینڈ) بن کر گھومتے پھرتے ہیں، کبھی اس سے جوڑ بیٹھ گیا کبھی دوسرے سے دوستی ہوگئی، پارکوں میں، ہوٹلوں میں بلکہ سڑکوں پر مرد عورت آپس میں لطف اندوز ہوتے ہیں حرام حلال کا اور شرم و حیا کا کوئی دھیان نہیں اور اب تو قانونی طور پر ان کی بعض حکومتوں نے مرد کا مرد سے استمتاع اور استلذاذ جائز قرار دے دیا ہے اب یہ لوگ یہاں تک اتر آئے ہیں کہ آدمیت اور انسانیت باقی نہ رہی تو کیا حرج ہے مزہ تو مل رہا ہے انسانیت اور شرافت کو دیکھیں تو بہت سی لذتوں سے محروم ہونا پڑتا ہے لہٰذا وہ ایسی انسانیت سے بھر پائے جس سے مزہ میں فرق آئے اور لذت کو بٹہ لگے یہ یورپ اور امریکہ کے کافروں کے احساسات ہیں ایشیا والوں نے بھی ان کی راہ اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔

جس طرح جنسی لذت کے لئے کافر لوگ دیوانے ہو رہے ہیں اسی طرح مال کمانے اور کھانے پینے میں جانوروں کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں حلال و حرام سے کوئی بحث نہیں جو ملا کھا لیا سور اور شراب تو ان کی روزانہ کی غذا ہے قرآن کریم میں ان کی اس دنیا وی زندگی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے وَيَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ سے تعبیر فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اس مضمون کو سورۂ زمر میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ (آپ فرما دیجئے کہ تو اپنے کفر سے تھوڑا سا نفع حاصل کر لے بے شک تو دوزخ والوں میں سے ہے)۔

اہل مکہ کو تنبیہ: اس کے بعد اہل مکہ کو تنبیہ فرمائی اس میں خطاب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ آپ کو اس میں تسلی دی ہے ورنہ منکرین کو بھی ہے تاکہ وہ عبرت حاصل کریں ارشاد فرمایا وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ (الآیۃ) (اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کے رہنے

والے آپ کی اس بستی کے رہنے والوں سے قوت میں زیادہ سخت تھے جس نے آپ کو نکال دیا ہے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا کوئی بھی ان کا مددگار نہ تھا۔ ان کو بھی اپنی قوت اور طاقت پر غرور کرنے کا کوئی مقام نہیں۔

اہل ایمان اور اہل کفر برابر نہیں ہو سکتے: ..... پھر فرمایا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (الآیۃ) جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو گا کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کا برا عمل اس کے لئے مزین کر دیا گیا ہے (اس نے کفر کو اچھا سمجھا اور شرک کو اختیار کیا) یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان جن کے پاس ان کے رب کی طرف سے دلیل موجود ہے اور کافر لوگ جن کے برے اعمال کفر اور معاصی انہیں اچھے لگتے ہیں اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہ دونوں فریق یعنی مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہیں جس میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا

طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ

مزہ نہ بدلا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو خالص ہوں گی اور ان میں

كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ

ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی کیا یہ لوگ ایسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو

اَمْعَآءَهُمْ ۝

کاٹ ڈالے گا۔

اہل جنت کے مشروبات طیبہ اور اہل نار کا مشروب ماء حمیم

اس آیت میں بھی مومنین کے انعامات اور کافروں کی سزا بیان فرمائی ہے اول تو جنت کا حال بیان فرمایا جس کا متقیوں سے وعدہ ہے جنت میں بہت سی نعمتیں ہیں ان میں نہریں بھی ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو متغیر نہ ہوگا اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ بدلا نہ ہوگا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے سراپا لذت ہوگی اور بالکل صاف شہد کی نہریں ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں سو (۱۰۰) درجے ہیں جنہیں اللہ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے سو تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا سب سے افضل اور اعلیٰ درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور اسی سے نہریں جاری ہیں۔ (صحیح بخاری ص ۳۹۱)

یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اس میں یوں ہے۔ منها تفجر انهار الجنة الاربعة یعنی جنت الفردوس سے چاروں نہریں جاری ہیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں لکھتے ہیں یہی وہ چار نہریں ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں یعنی پانی اور دودھ اور شراب اور شہد کی نہریں اس حدیث شریف کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ جنت الفردوس سے

چار نہریں نکلتی ہیں ان کا منبع اور مرکز جنت الفردوس ہے (پھر ان کی شاخیں پھوٹتی ہوئی دوسری جنتوں میں بھی پہنچتی ہے) اس میں جو شراب کی نہریں بتائی ہیں ان کے ساتھ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ بھی فرما دیا یعنی یہ بتایا کہ یہ شراب سراپا لذت ہوگی اس کو پینے سے نشہ نہ آئے گا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی سورۃ الصافات میں فرمایا يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا۔ سفید ہوگی پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی نہ اس میں دردِ سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا) اور سورۃ الواقعہ میں فرمایا يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ (ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت کیا کریں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے دردِ سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا)۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جنت میں جو کچھ پینے پلانے کے لئے دیا جائے گا۔ اس میں لذت ہی لذت ہوگی نہ عقل میں فتور آئے گا نہ نشہ ہوگا نہروں کا تذکرہ فرمانے کے بعد فرمایا وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (اور ان کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔)

اس کے بعد فرمایا كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ (الایۃ) یہاں عبارت حذف ہے یعنی من کان فی ھذا النعیم کمن ھو خالد فی النار (جو شخص ان مذکورہ بالا نعمتوں میں ہوگا کیا ان لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے جو ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہیں گے اور جنہیں کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا دوزخیوں کو (اتنی زبردست) بھوک لگا دی جائے گی جو اکیلی ہی اس عذاب کے برابر ہوگی جو ان کو بھوک کے علاوہ ہو رہا ہوگا لہٰذا وہ کھانے کے لئے فریاد کریں گے۔ اس پر ان کو ضریع کا کھانا دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے نہ بھوک دفع کرے پھر دوبارہ کھانا طلب کریں گے تو ان کو طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (گلے میں اٹکنے والا کھانا) دیا جائے گا جو گلوں میں اٹک جائے گا۔ اس کے اتارنے کے لئے تدبیریں سوچیں گے تو یاد کریں گے کہ دنیا میں تھے تو گلے میں اٹک جانے والی چیزوں کو اتارنے کیلئے پینے کی چیز پیا کرتے تھے۔ لہٰذا پینے کی چیز طلب کریں گے چنانچہ کھولتا ہوا پانی لوہے کے سنڈاسیوں کے ذریعہ ان کے سامنے کر دیا جائے گا۔ وہ سنڈاسیاں جب ان کے چہروں کے قریب ہوں گی تو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور بالآخر پاخانے کے مقام سے باہر نکل جائے گا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں (اول آیت سورۂ محمد ﷺ یعنی) وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (دوسری سورۂ کہف کی آیت یعنی وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۳ از ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ کے بارے میں فرمایا کہ ماء صدید (پیپ کا پانی) جب دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا تو وہ اس سے نفرت کرے گا پھر اور قریب کیا جائے گا تو چہرے کو بھون ڈالے گا اور بالآخر پاخانے کے مقام سے باہر نکل جائے گا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ

اور مجھ آدمی ہیں کہ وہ آپ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات

اٰنِفًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى

فرمائی تھی؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے چل رہے ہیں اور جو لوگ ہدایت پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے

وَاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَاۗءَ اَشْرَاطُهَا ۚ

اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں وہ ان پر اچانک آجائے سو اس کی علامتیں تو آچکی ہیں سو جب قیامت کے

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَاۗءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۝ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

سامنے آجائے گی تو اس وقت ان کو نصیحت ماننا کیا مفید ہوگا تو آپ یہ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیے اور مسلمان مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۝ ع ۲

اور سب عورتوں کے بھی اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔

منافقین کی بعض حرکتیں ان کے قلوب پر مہر ہے یہ لوگ اپنی خواہشوں کے پابند ہیں

یہ چار آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں منافقین کی ایک خصلت بد کا تذکرہ فرمایا ہے منافقین ظاہر میں اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے تھے اور اندر سے کافر تھے جس کسی کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو اس کے رنگ ڈھنگ چال ڈھال سے اس کی دورنگی معلوم ہو جاتی ہے اس سلسلے کی یہ ایک کڑی ہے کہ منافقین جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر ہوتے تھے تو آپ کی باتوں کی طرف بظاہر کان لگا کر ایسے بیٹھتے تھے جیسے بڑے دھیان سے سن رہے ہیں یہ طریقہ صرف دھوکہ دینے کے لیے تھا دلوں سے بالکل متوجہ نہیں ہوتے تھے جب مجلس سے باہر آتے تو دوسرے حضرات یعنی اہل علم صحابہ سے کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابھی ابھی کیا فرمایا؟ پہلی منافقت تو یہ تھی کہ جھوٹ موٹ کان لگا کر بیٹھے اور دھیان سے باتیں نہ سنیں اور دوسری منافقت یہ تھی کہ مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کا اشتیاق ہے یہ معلوم کرتے تھے کہ آپ نے ابھی ابھی کیا فرمایا اللہ تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ اپنی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں انہیں راہ حق پر آنا نہیں ہے۔

دوسری آیت میں اہل ایمان کے انعام کا تذکرہ فرمایا کہ جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہدایت دیتا ہے (جیسے جیسے احکام نازل ہوتے ہیں وہ ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور عمل کرتے جاتے ہیں) اور اللہ ان کو تقویٰ نصیب فرماتا ہے (احکام پر بھی عمل کرتے ہیں اور جن افعال و اعمال سے منع فرمایا ہے ان سے بھی بچتے ہیں)۔

تیسری آیت میں منکرین اور منافقین کو تنبیہ فرمائی کہ ان لوگوں کا طور طریق ایسا ہے کہ بس قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں (نہ ایمان لاتے ہیں نہ اعمال خیر میں مشغول ہوتے ہیں نہ گناہوں سے بچتے ہیں اور نہ انذار و تبشیر ان کے حق میں مفید ہوتا ہے نہ عذاب کی وعید سے متاثر ہوتے ہیں نہ جنت کی بشارت کا یقین کرتے ہیں۔ اب کیا رہا؟ بس قیامت کا آنا باقی ہے اس کے انتظار میں ہیں کہ وہ

اچانک آ جائے اور قیامت آ جائے تو نصیحت حاصل کریں) سو قیامت کی علامتیں آ چکی ہیں خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا بھی علامات قیامت میں سے ہے اور معجزہ شق القمر بھی علامات قیامت میں سے ہے جسے سورۃ القمر کی پہلی آیت میں بیان فرمایا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ جب قیامت آ جائے گی تو اس وقت سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے کا نہ موقعہ ہوگا نہ اس سے کچھ فائدہ ہوگا۔ اس مضمون کو فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ میں بیان فرمایا یہ مضمون سورۃ الفجر کی آیت کریمہ وَجِایْٓءَ یَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى میں بیان فرمایا ہے (کہ جس دن جہنم لائی جائے گی اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب کہاں ہے نصیحت حاصل کرنا یعنی اب اس کا فائدہ نہیں۔

توحید پر جمے رہنے اور استغفار کرنے کی تلقین چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اپنے اس علم اور یقین پر جمے رہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کریں اس میں آنحضرت نبی امی علیہ وسلم کو مخاطب بنایا ہے اور آپ کے واسطہ سے دیگر اہل ایمان کو بھی خلاف شان نبوت جو کوئی امر آپ سے سرزد ہوا ہے اسے لدنی سے تعبیر فرمایا جیسا کہ خطاء اجتہادی سے بھی ایسا واقع ہوا معصیت حقیقت کا صدور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں ہو سکتا۔

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں امر بالاستغفار مع انه مغفور له لیستن به امته (یعنی آپ کو استغفار کا حکم دیا حالانکہ آپ کا سب کچھ بخش دیا گیا ہے تاکہ امت آپ کا اتباع کرے) آپ نے فرمایا کہ بیشک میرے دل پر میل سا آ جاتا ہے اور بیشک میں اللہ سے روزانہ سو دفعہ استغفار کرتا ہوں اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ہر مجلس میں ستر مرتبہ استغفار فرماتے ہیں۔

صاحب معالم التنزیل مزید لکھتے ہیں هذا اکرام من الله تعالیٰ لهذه الامة حیث امر نبیهم ان یستغفر لذنوبهم وهو الشفیع المجاب فیه (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کا اکرام ہے کہ ان کے نبی کو حکم فرمایا کہ ان کے گناہوں کے لئے استغفار کریں۔ آپ کی ذات گرامی کو اللہ نے شفاعت کرنے والا بھی بنایا اور شفاعت قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔ (معالم التنزیل ص ۱۸۳ ج ۴)

مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ کی تفسیر مفسرین کرام نے اس کے متعدد معنی بیان کئے ہیں پہلے ترجمہ غور سے پڑھئے (اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے) یہ ترجمہ مفسر ابن جریر کے قول کے مطابق ہے جسے علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں نقل کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مُتَقَلَّبَكُمْ سے دنیاوی اعمال میں مشغول رہنا اور اس میں چلنا پھرنا مراد ہے اور مَثْوٰىكُمْ سے ہر ایک کا آخرت کا ٹھکانہ مراد ہے اور حضرت مکرمہ نے فرمایا ہے کہ مُتَقَلَّبَكُمْ سے ارحام امہات کی طرف منتقل ہونا اور مَثْوٰىكُمْ سے زمین میں ٹھہرنا مراد ہے اور ابن کیسان سے نقل کیا ہے کہ مُتَقَلَّبَكُمْ سے لیٹتے وقت پلٹیاں کھانا اور مَثْوٰىكُمْ سے قبروں میں ٹھہرنا مراد ہے۔ (معالم التنزیل ص ۱۸۳ ج ۴) (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی سو جس وقت کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں

الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ

جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان دونوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی

الْمَوْتِ ۚ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۚ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۚ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ

حاضر ہوئی ہو سو مخلوق ان کی کم بختی ہے ان کی اگلی اطاعات اور بات چیت معلوم ہے پھر جب مضبوطی کے ساتھ حکم آیا تو ریا و نفاق سے سچا معاملہ کرتے تو ان کے

خَيْرًا لَّهُمْ ۝ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝

بہت ہی بہتر ہوتا سو اگر تم والی بن جاؤ تو آیا تم سے یہ بات بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچاؤ اور آپس میں قطع رحمی کرو

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا سو یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے

قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝

یا دلوں پر ان کے قفل ہیں۔

منافقین کی بدحالی اور نافرمانی

ان آیات میں اہل ایمان کا شوق جہاد اور منافقین کا حکم جہاد سن کر گھبراہٹ اور پریشانی میں پڑنے کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کوئی نئی سورت کیوں نازل نہ ہوئی یہ احکام مجددہ کے نازل ہونے اور ان پر عمل کرنے کے اشتیاق میں کہہ دیتے تھے جب کوئی بھی سورت نازل ہوتی تو ایمان والے خوش ہو جاتے تھے لیکن جو منافقین تھے وہ نزول احکام سے ڈرتے رہتے تھے خصوصاً جب کسی سورت میں قتال کا حکم نازل ہوتا تو بس ان کا برا حال ہو جاتا تھا ان کے دلوں میں مرض یعنی نفاق تھا نہ سچے دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے تھے، نہ قرآن کو مانتے تھے، نہ وقوع قیامت کا یقین رکھتے تھے لہٰذا جہاد والی سورت کا مضمون سن کر گھبراہٹ اٹھتے تھے اور ان کا اثر ان کے چہروں سے ظاہر ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی تک نظروں سے اس طرح دیکھتے تھے جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو جائے یہ لوگ سمجھتے تھے اب رکھ رکھاؤ کے لئے جہاد میں جانا ہی پڑے گا، دل چاہتا نہیں لیکن شریک ہونا ہی ہے بددلی کی شرکت تو مستقل عذاب ہے اور اگر میدان جہاد میں مقتول ہو تو یہ اس سے بڑا عذاب ہو گیا اسی کو فرمایا فَاَوْلٰى لَهُمْ کہ عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے صاحب معالم التنزیل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اولی لک ای ولیک وقار بک ماتکرہ۔ (یہ "اولی لھم" کا ایک مطلب ہے اس صورت میں طاعۃ وقول معروف مبتدا محذوف کی خبر ہوگا اور ایک صورت یہ ہے اولی لھم مبتدا ہو اور طاعۃ اس کی خبر ہو کما ذکر العوفی فلیتدبر۔)

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ یعنی منافقین کو چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہو تو تنگ دل ہونے کی بجائے یوں کہیں کہ ہمارا کام تو فرمانبرداری کرنا اور اچھی بات کہنا یعنی دل سے اور زبان سے تسلیم کرنا ہے قال صاحب معالم التنزیل ای لو اطاعوا و قالوا قولا معروفا کان امثل و احسن، ثم قال و قیل ھو متصل بما قبلہ واللام بمعنی الباء فاولی بھم طاعۃ اللہ ورسولہ و قول معروف بالاجابۃ و ھذا قول ابن عباس فی روایۃ عطاء (صاحب معالم التنزیل فرماتے ہیں یعنی اگر وہ اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے تو بہت ہی درست اور بہتر ہوتا پھر کہا کہ بعض نے کہا ہے یہ جملہ ماقبل سے متصل ہے اور لام باء کے معنی میں ہے یعنی ان کے لائق یہی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور قبول کر کے اچھی بات کہتے اور یہ عطاء کی روایت کے مطابق

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے۔)

فاذا عزم الامر فلو صدقوا اللہ لکان خیرا لھم پھر جب مضبوطی کے ساتھ حکم آ گیا، یعنی جہاد کرنے کا واقعی حکم ہو گیا تو اسوقت یہ لوگ اپنے دعوی ایمان اور دعوی فرماں برداری میں سچے ثابت ہوتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم (سو کیا یہ صورت پیش آنے والی ہے کہ اگر تم والی بن جاؤ تو زمین میں فساد کرو اور آپس میں قرابت کے تعلقات کو قطع کر دو۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ منافقین کو خطاب ہے جسے استفہام کی صورت میں لایا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے جو احوال معلوم ہیں یعنی دنیا پر حرص کرنا اور جہاد کی بات سے گھبرانا اور شرکت جہاد سے کترانا اس بات کو جاننے کے بعد کیا کوئی شخص تم سے سوال کر سکتا ہے کہ اگر تمہیں ولایت فی الارض مل جائے یعنی عامۃ الناس کے والی اور متولی بنا دیئے جاؤ اور تمہیں اقتدار سپرد کر دیا جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتہ داریوں کو کاٹ پیٹ کر رکھ دو گے یعنی تمہارا فساد اتنا آگے بڑھے گا کہ تمہیں رشتہ داریوں کی پاسداری بھی نہ رہے گی اور آپس کے تعلقات کو ختم کر ڈالو گے یعنی تم سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے اور سائل کا یہ سوال کرنا درست ہے۔

قال صاحب الروح فالمعنی انکم لما عھد منکم من الاحوال الدالۃ علی الحرص علی الدنیا حیث امرتم بالجھاد الذی ھو وسیلۃ الی ثواب اللہ تعالی العظیم فکرھتموہ وظھر علیکم ماظھر حق بأن یقول لکم کل من ذاقکم وعرف حالکم یاھنولاء ماترون ھل یتوقع منکم ان تولیتم ان تفسد وافی الارض الخ.

(صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ دنیا پر تمہاری حرص کے جو حالات ظاہر ہو چکے ہیں کہ تمہیں جہاد کا حکم ہوا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب عظیم کا ذریعہ ہے تو تم نے اسے ناپسند کیا اور تمہاری جو حالت ہوئی سو ہوئی لہٰذا جو آدمی تمہیں جانتا ہو اور تمہارے حالات سے آگاہ ہو تو وہ تمہیں کہہ سکتا ہے کہ اے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہیں والی بنایا جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے)

یہ ترجمہ اور تفسیر اس صورت میں ہے جبکہ تولیتم کا ترجمہ والی اور صاحب اقتدار ہونے کا لیا جائے اور بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ اعرضتم لیا ہے صاحب بیان القرآن نے اسی کو اختیار کیا ہے انہوں نے اس کو استفہام تقریری قرار دیا ہے اور مطلب یہ لکھا ہے کہ اگر تم جہاد سے کنارہ کش رہو تو تم کو یہ احتمال بھی چاہئے کہ تم دنیا میں فساد مچاؤ گے اور آپس میں قطع قرابت کر دو گے یعنی اگر جہاد کو چھوڑ دیا جائے تو مفسدین کا غلبہ ہو جائے گا اور کوئی باقی نہ رہے گا جس میں تمام مصلحتوں کی رعایت ہو اور ایسا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے فساد ہوگا اور حقوق کی اضاعت ہوگی۔

پھر فرمایا اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم (یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے رحمت سے دور فرما دیا سو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا بندا ان سے قبول حق کی اور راہ حق پر چلنے کی کوئی امید نہ کی جائے۔

تدبر قرآن کی اہمیت اور ضرورت:۔ افلا یتدبرون القرآن (کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے) ام علی قلوب اقفالھا (یا ان کے دلوں پر قفل ہیں) اس میں توبیخ ہے اور منافقوں کے حال کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ انہیں قرآن میں تدبر کرنا چاہئے تھا۔ قرآن کے اعجاز اور معانی اور دعوت حق کے بارے میں غور کرتے تو نہ تو منافق ہوتے اور نہ وہ حرکتیں کرتے جو ان سے صادر ہوتی رہی ہیں ان کے تدبر نہ کرنے کا انداز یہ ہے کہ جیسے ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

قال صاحب الروح واضافۃ الاقفال الیھا للدلالۃ علی انھا اقفال مخصوصۃ بھا مناسبۃ لھا غیر محاسۃ

لطائف الاقمال المعهودة (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں افعال کی ان کی طرف اضافت اس بات پر دلالت کرنے کے لئے ہے کہ یہ مخصوص تالے ہیں جو انہیں کے مناسب ہیں مشہور معروف تالوں کی طرح نہیں ہیں)

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ

بے شک جو لوگ پشت پھیر کر پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی تھی شیطان نے ان کے لئے

لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ

(برائیاں) خوشنما بنا دیں اور (لمبی) امیدیں دلائیں یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کی نازل کردہ چیز کو ناپسند کیا کہا کہ ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کریں گے

الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ

اور اللہ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے سو ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جانیں قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور

وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾

پیٹھوں پر مارتے ہوں گے یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جس نے اللہ کو ناراض کیا اور اس کی رضا کو ناپسند کیا سو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے

ع ۴

مرتدین کے لئے شیطان کی تسویل اور موت کے وقت ان کی تعذیب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان آیات میں بھی منافقین کا ذکر ہے ان سے جو مخلصانہ اور باغیانہ حرکتیں ظاہر ہوئیں ان کی وجہ سے ان کے لئے دعوائے اسلام پر باقی رہنے کا بھی کوئی راستہ نہ رہا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے اہل کتاب مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اوصاف کو دیکھ کر پہچان لیا جو اپنی کتابوں میں پاتے تھے پھر بھی کفر پر تلے رہے (اس کو ارتدوا علیٰ ادبارھم سے تعبیر فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے دعویٰ کیا کرتے تھے کہ ہم ضرور اتباع کریں گے۔ اس دعوے کے مطابق جو کچھ کرنا تھا اس سے پھر گئے) آیات کا نزول جن لوگوں کے بارے میں بھی ہوا الفاظ کا عموم ہر طرح کے مرتدین کو شامل ہے ارشاد فرمایا کہ بیشک جو لوگ پشت پھیر کر دین حق سے پھر گئے حالانکہ ان پر ہدایت واضح ہو گئی تھی شیطان نے ان کا ناس کھویا اس نے کفر اور ارتداد کو اور برے اعمال ان کے سامنے اچھا کر کے پیش کیا اور حقیقت کو چھپاتے ہوئے دنیا کی ظاہری زینت کو انہوں نے ترجیح دی شیطان نے مزید یہ کیا کہ ان کو یہ بتایا کہ دیکھو کہ ابھی دنیا میں تمہیں بہت رہنا ہے اور زیادہ جینا ہے اسلام قبول کر کے یہ لمبی زندگی آرام سے کیسے گزارو گے؟ دیکھو جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں کتنی تکلیفوں میں پڑ جاتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ط اس میں ذلک کا مشار الیہ اور انہم کی ضمیر کا مرجع کیا ہے اور الذین کرھوا سے کون لوگ مراد ہیں اور بعض الامر سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین نے متعدد اقوال لکھے ہیں بانھم کی با کو سببیہ لینے کی صورت میں وہی قول قرین قیاس ہوگا جس سے ذلک کا مشار الیہ مسبب اور با ماقبل سبب بن سکتا ہو۔ علامہ قرطبیؒ نے ذلک کا مشار الیہ املی لھم کو قرار دیا ہے اور مطلب یہ بتایا ہے کہ شیطان کا انہیں لمبی عمر والی باتیں سمجھانا اس سبب سے ہے کہ انہوں نے یعنی منافقوں اور یہودیوں نے مشرکین سے کہا جن کو اللہ کا نازل فرمودہ ناگوار ہے کہ ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کر

میں گے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں (مثلاً) آپ سے دشمنی رکھنے میں اور جہاد میں شرکت نہ کرنے میں اور دین اسلام کو کمزور کرنے میں ہم تمہاری بات مان لیں گے۔ تمہاری سب باتوں کی اطاعت کا وعدہ نہیں کرتے یہ لوگ کافر تو پہلے ہی سے تھے مزید صفت کفریہ کا اظہار اور اعلان بھی کر دیا اس لئے شیطان کو انہیں ڈھیل دینے اور کفر میں آگے بڑھانے کا موقع مل گیا۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۵۰ ج ۱۶)

معالم التنزیل میں بھی یہ تفسیر لکھی ہے لیکن ذلک کا مشار الیہ متعین نہیں کیا صاحب روح المعانی اس سے متفق نہیں کہ ذلک کا اشارہ اُملی لھُمْ ہے لیکن احقر کے نزدیک تمام احتمالات میں یہی راجح ہے صاحب بیان القرآن نے ذلک کا مشارٌ الیہ ارتداد علی الادباد کو لیا ہے اور سنُطیعُکُمْ فی بعض الامر کا یہ مطلب لیا ہے کہ منافقین نے روٴسا یہود سے کہا کہ یہ عدم اتباع ظاہرا کرنے کے بارے میں تمہارا حکم نہیں مانیں گے کیونکہ وہ ہماری مصلحت کے خلاف اور عدم اتباع باطناً کا جو حکم دیتے ہو ہم اس میں تمہارا اتباع کر لیں گے کیونکہ ہم اس میں تمہارے ساتھ ہی ہیں۔

موت کے وقت کافر کی مار پیٹ: پھر فرمایا فکَیْف اذا توفّتھُمُ الْملٰٓئکۃُ (الایۃ) اس میں منافقین کی موت کے وقت بدحالی کا بیان ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا میں ان کو عذاب نہ ہوتو یہ نہ سمجھیں کہ وہ عذاب سے محفوظ ہو گئے، ہر کافر کو عذاب ہونا ہی ہے جو موت کے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے ارشاد فرمایا کہ ان منافقین کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کر رہے ہوں گے اور ان کے چہروں اور پشتوں کو مار رہے ہوں گے صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ دنیا میں یہ لوگ جہاد سے بچ رہے ہیں ان کا یہ بچاؤ کتنے دن چلے گا بالآخر مریں گے اور موت کے وقت سے ہی ان کی پٹائی شروع ہو جائے گی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو کوئی بھی شخص گناہگاری کی حالت میں مرتا ہے فرشتے اس کی موت کے وقت اس کے چہرہ پر اور پچھلے حصہ پر مارتے رہتے ہیں اس مار پیٹ کو حاضرین محسوس نہیں کرتے مگر ایسا ہوتا ضرور ہے جیسا کہ برزخ کے احوال مرنے والے پر گزرتے ہیں اور دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتے۔ سورۃ انفال میں فرمایا: وَلَوْ تَرٰی اذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝ ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝ (اور اگر آپ دیکھیں جب کہ فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہوئے انکے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جلنے کا عذاب چکھ لو۔ یہ ان اعمال کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے)۔

ذٰلک بانّھُمُ اتّبعُوْا (ان کی یہ سزا اس لئے ہے کہ انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے اور اس کی رضا مندی کو اچھا نہ جانا سو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے) یعنی انہوں نے کفر کو اختیار کیا (جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے) اور ایمان قبول نہ کیا (جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے) اللہ کو راضی کرنے والے عمل سے ان کو نفرت اور کراہت تھی ان کو موت کے وقت یہ سزا ملے گی (اور اس کے بعد بھی برابر عذاب ہی عذاب ہے) اور انہوں نے دنیا میں جو کوئی عمل ایسا کیا تھا جس پر ثواب دیا جا سکے ان اعمال کو بھی اللہ نے اکارت کر دیا یعنی آخرت میں ان اعمال کا کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ اَضْغَانَھُمْ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ

کیا ان لوگوں نے خیال کیا ہے جن کو دلوں میں مرض ہے کہ اللہ ان کے کینوں کو نکالے گا اور اگر ہم چاہتے تو آپ کو

لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝

ہمیں ضرور دیتے تو آپ انہیں ان کی نشانی سے پہچان لیتے اور آپ انہیں ضرور بات کرنے کے ڈھنگ سے پہچان لیں گے اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝

اور بلاشبہ ہم ضرور تم کو آزمائیں گے تاکہ ہم تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تاکہ ہم تمہارے احوال کو جانچ لیں۔

منافقین کے دلوں میں مرض ہے' طرز کلام سے ان کا نفاق پہچانا جاتا ہے!

جو لوگ منافقین تھے انہیں اسلام سے اور مسلمانوں سے دشمنی تھی' بظاہر دوست بنے ہوئے تھے اور اندر سے دشمن تھے اس دشمنی کا کسی نہ کسی طرح ظہور ہوتا رہتا تھا۔ لیکن ان کا دعویٰ یہی تھا کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تم میں سے ہیں اور یوں سمجھتے تھے کہ ہمارا باطن پوشیدہ رہے گا اور اسی طرح اپنے کفر کو چھپا کر مسلمانوں کے ساتھ چلتے رہیں گے اور ان سے جو منافع متعلق ہیں حاصل کرتے رہیں گے' یہ ان کا خیال تھا' منافق اپنے نفاق کو چھپاتا ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ بڑا ہوشیار اور چالاک ہوں' اللہ تعالیٰ شانہ نے ایک عرصہ تک اشخاص کی تعیین کر کے ان کی پہچان نہیں کرائی ہاں ان کے احوال اور اعمال بیان فرما دیئے سورۂ برأت میں ان کے تفصیلی احوال بیان فرمائے ہیں اسی لئے اس سورت کا ایک نام فاضحہ (یعنی رسوا کرنے والی) بھی ہے بعض دوسری سورتوں میں بھی انکی حرکتیں اور ان کے اعمال بیان فرمائے ہیں ولو نشآء لاریناکھم فلعرفتھم بسیماھم ولتعرفنھم فی لحن القول (اور اگر ہم چاہیں آپ کو واضح طور پر ان منافقین میں سے ہر ایک کی الگ الگ پہچان کرادیں (مگر اس کی ضرورت نہیں ہے) آپ ان کے رنگ ڈھنگ سے انہیں پہچان لیں گے' ان کا لب ولہجہ اور بات کرنے کا ڈھنگ بتادے گا کہ یہ منافق ہیں اندر سے مؤمن نہیں ہیں کیونکہ غیر مخلص کا طریقہ کار اور طرز زندگی اور میل جول اور بول چال کا ڈھنگ مخلصین سے مختلف ہوتا ہے بلاوجہ قسمیں کھانا رک رک کر بات کرنا سوچ سوچ کر جواب دینا تاکہ الفاظ اور طرز گفتگو سے مخاطب کو بدعقیدگی کا پتہ نہ چل جائے۔ یہ منافقین کے ڈھنگ ہوتے ہیں۔ ایک عرصہ تک تو ایسا ہی رہا پھر بالآخر ایک دن وہ آیا کہ وہ لوگ سختی اور ذلت کے ساتھ مسجد نبوی سے نکال دیئے گئے جس کی تفصیل سیرت ابن ہشام جلد ثانی کے اوائل میں مذکور ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ (اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے) اسے اہل ایمان کے اخلاص کا اور اہل نفاق کی منافقت اور مکر وفریب کا علم ہے، منافقین یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم مسلمانوں سے اپنی منافقت کو چھپا کر اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں گے' اگر مؤمنین مخلصین کو پتہ نہ چلا تو اللہ تعالیٰ کو تو سب کچھ علم ہے اس کے عذاب اور عقاب سے کیسے مطمئن ہو گئے؟

ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم (الآیۃ) یعنی اعمال شرعیہ جہاد وغیرہ کے جو احکام نافذ کئے جاتے ہیں ان کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی جاتی ہے ہم ضرور بالضرور تمہاری آزمائش کریں گے تاکہ مخلص مجاہدین اور صابرین کا خارجی طور پر علم ہو جائے ونبلوا اخبارکم (اور تاکہ تمہارے احوال کو جانچ لیں)۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کے لیے

الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ

ہدایت ظاہر ہو چکی یہ لوگ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور وہ عنقریب ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ

اور اطاعت کرو رسول کی اور باطل نہ کرو اپنے اعمال بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا پھر وہ اس حال میں

مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۝ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ ۖ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ ۚ

مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ہرگز اللہ ان کی مغفرت نہ فرمائے گا سو تم سست نہ ہو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم غالب رہو گے

وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۝

اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

کافر لوگ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے' ان کے اعمال حبط کیے جائیں گے

اوپر چار آیات کا ترجمہ کیا گیا ہے پہلی آیت میں فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اور ہدایت ظاہر ہونے کے بعد اس سے پھر گئے ایسے لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے (یہ لوگ اپنی ہی جانوں کو نقصان پہنچائیں گے اور انہیں قیامت کے دن بربادی کا سامنا ہوگا) دنیا میں انہوں نے کوئی عمل ایسا کیا تھا جس پر اللہ کی طرف سے اہل ایمان کو ثواب ملتا ہے قیامت کے دن کافروں کو اس کا کچھ بھی ثواب نہ ملے گا یہ اعمال بالکل اکارت چلے جائیں گے۔

دوسری آیت میں یہ حکم فرمایا کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو اعمال صالحہ سابقہ ایمان میں شک کرنے اور کفر و شرک اختیار کرنے اور بعض بڑے گناہوں کی وجہ سے باطل ہو جاتے ہیں یعنی ان کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ صاحب روح المعانی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ لا تبطلوا بالریاء والسمعۃ کہ ریا کاری اور شہرت کی طلب کے ذریعے اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ آیت عام ہے اس کے مفہوم میں ہر وہ چیز داخل ہے جس سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ ہم یعنی صحابہ کرام یہ سمجھتے تھے کہ بعض گناہ ضرور مقبول ہوتی ہے جب آیت کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم نازل ہوئی تو ہم نے کہا کہ وہ کیا چیز ہے جو ہمارے اعمال کو باطل کرتی ہے پھر ہم نے سمجھ لیا کہ اس سے بڑے گناہ اور فواحش مراد ہیں (یعنی ان سے اعمال صالحہ باطل ہو سکتے ہیں) اس کے بعد جب ہم کسی کو یہ کہتے تھے کہ کوئی گناہ میں فحش کام اس سے سرزد ہو گیا تو ہم کہتے تھے کہ یہ شخص تو ہلاک ہو گیا یہاں تک کہ آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء نازل ہوئی تو اس کے بعد ہمارا طریقہ یہ ہوا کہ جب کوئی شخص کبیرہ گناہ کرتا تھا تو اس کے بارے میں مواخذہ کا خوف رکھتے تھے (یعنی اس کا مواخذہ یقینی نہیں جانتے تھے) اور جس سے کبیرہ گناہ سرزد نہ ہوتا اس کے بارے میں بخشش کی امید

رکھتے تھے۔ (ذکرہ صاحب الروح ص ۷۹ ج ۲۶)

تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا پھر حالت کفر میں مر گئے اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا ہاں اگر کسی کافر نے اسلام کی مخالفت کی اور اللہ کے دین سے روکتا رہا پھر توبہ کر لی یعنی اسلام قبول کر لیا پھر حالت اسلام میں ہی مر گیا تو اس کے زمانہ کفر کا سب کچھ معاف ہو جائے گا۔ اسی بات کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اما علمت یا عمرو ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ (اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو (زمانہ کفر میں کئے) ختم کر دیتا ہے۔

نفلی نماز، روزہ فاسد کرنے کے بعد قضا واجب ہونا:۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز یا نفل روزہ شروع کر کے توڑ دے تو اس کی قضا واجب ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۲ از مسلم۔) اس کے دلائل بھی لکھے ہیں ان میں سے آیت بالا کو بھی دلائل میں پیش کیا ہے تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے اعمال کو باطل نہ کرو جب کسی نے ایک رکعت پڑھ لی یا گھنٹہ دو گھنٹہ روزہ رکھ لیا پھر توڑ دیا تو اس سے وہ عبادت بیچ میں رہ گئی جس کو شروع کیا گیا تھا۔ پوری عبادت کر کے کسی عمل سے باطل کر دے یا پوری کرنے سے پہلے ہی باطل کر دے دونوں طرح سے ابطال کی ممانعت پر آیت کریمہ کی دلالت ہوتی ہے شیخ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں قال تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم وھو اعم من ابطالھا قبل اتمامھا بالا فساد او بعدہ بفعل مایحبطہ ونحوہ۔

کمزور نہ بنو اور دشمنوں کو صلح کی دعوت نہ دو:..... چوتھی آیت میں فرمایا۔ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ (اے مسلمانو! تم ہمت مت ہارو اور اپنے دشمنوں کو صلح کی طرف مت بلاؤ) اس میں یہ ارشاد فرمایا کہ جب کافروں سے جنگ ٹھن جائے تو تم جنگ پر آمادہ رہو اور جہاد فی سبیل اللہ میں کمزوری نہ دکھاؤ کمزور پڑ جانے میں یہ بھی داخل ہے کہ خود سے دشمنوں کو صلح کی دعوت دی جائے اگر دشمن صلح کی بات اٹھائیں تو بعض احوال میں صلح کر لینا جائز ہے جس میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع ہو۔ جب کہ سورۂ انفال میں فرمایا وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ مزید توضیح کیلئے سورۂ انفال کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

تم ہی بلند رہو گے اگر مؤمن ہو:۔ پھر فرمایا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ یہاں صرف یہی الفاظ ہیں اور سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ اس میں یہ وعدہ فرمایا کہ تم غالب رہو گے اگر تم مؤمن ہو لہٰذا صفات ایمان تقویٰ حب آخرت اور فکر آخرت، امانت داری ادائے فرض وواجبات، ترک معاصی کی صفات سے متصف رہیں اگر ایسا ہو گا تو مسلمان ہی غالب رہیں گے اگر ایمانی صفات کھو بیٹھیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دشمنوں پر غلبہ پانے کا وعدہ نہیں۔ بعض حالات میں قلت عدد کی وجہ سے جو ترک قتال کی اجازت ہے وہ اس کے معارض نہیں اس بات کے سمجھنے کے لئے آیت کریمہ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

پھر فرمایا وَاللّٰهُ مَعَكُمْ (اور اللہ تمہارے ساتھ ہے) لہٰذا جم کر پوری قوت کے ساتھ دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کریں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور اخلاص کے ساتھ اللہ کے دین کی مدد کرنے کی نیت سے قتال کریں۔ اسی سورت کے پہلے رکوع میں گزر چکا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی یعنی اس کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا)۔

پھر فرمایا: وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا) وہ ہر عمل صالح کا ثواب دے گا بشرطیکہ اسے باطل

نہ کر دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ پر وعدہ فرمایا ہے کہ ایک عمل کا ثواب کم از کم دس گنا دیا جائے گا اور اس سے زیادہ جتنا چاہے اپنے فضل و رحمت سے عطا فرمائے گا۔ لمن یؤمن ربہ فلا یخاف بخسا ولا رھقا۔

قال القرطبی فی تفسیرہ ولن یترکم اعمالکم ای لن ینقصکم عن ابن عباس وغیرہ ومنہ الموتور الذی قتل لہ قتیل فلم یدرک بدمہ تقول منہ وترہ یترہ وترا وترۃ ومنہ قولہ علیہ السلام "من فاتتہ صلاۃ العصر فکانما وتر اھلہ ومالہ" ای ذھب بھما (علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں ولن یترکم اعمالکم یعنی تمہارے اعمال میں کمی نہ ہوگی حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے اور اس سے موتور ہے وہ شخص جس کا کوئی آدمی قتل ہو گیا اور اس کا خون بہا اسے نہ ملا ہو تم کہتے ہو وتر، وترہ اور اسی سے حضور کا ارشاد ہے جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی گویا اس کا اہل اور مال ہلاک ہو گیا۔)

اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ وَ لَا یَسْـَٔلْکُمْ

دنیا والی زندگی بس لہو و لعب ہے اور اگر تم ایمان پر ثابت رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو وہ تمہیں تمہارے اجور عطا فرما دے گا اور وہ تم سے تمہارے مال طلب نہ

اَمْوَالَکُمْ ۝ اِنْ یَّسْـَٔلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ ۝ ھٰۤاَنْتُمْ ھٰۤؤُلَآءِ

فرمائے گا اگر وہ تم سے مال طلب کرے پھر اتنا زیادہ تنگ طلب فرمائے تو تم بخل کرنے لگو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی ناگواری کو ظاہر فرما دے گا

تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ ؕ

خبردار تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے سو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے

وَ اللّٰہُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْۤا

تو وہ اپنی جان ہی کی طرف سے بخل کرتا ہے اور اللہ غنی ہے تم محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے

اَمْثَالَکُمْ ۝ ع

نہ ہوں گے۔

دنیوی زندگی لہو و لعب ہے، کنجوسی کا وبال بخل کرنے والے پر ہی ہے، اللہ غنی ہے اور تم فقراء ہو!

گزشتہ آیت میں مومنین سے خطاب تھا کہ سست نہ بنو اور کافروں سے صلح کرنے کی طرف نہ جھکو اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ تمہارے اعمال کو ضائع نہ فرمائے گا ان آیات میں مسلمانوں کو چند تنبیہات فرمائی ہیں کچھ عام احوال سے اور کچھ فی سبیل اللہ اموال خرچ کرنے سے متعلق ہیں اول تو یہ فرمایا کہ دنیا کیا ہے نفوس کو بہلانے والی چیز ہے سورۃ العنکبوت میں بھی یہ مضمون ہے وہاں یہ بھی فرمایا وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان (اور بلاشبہ آخرت والا گھر ہی زندگی ہے) کھیل کود سے مقاصد حقیقیہ حاصل نہیں ہوتے مقصد حقیقی یعنی ہمیشہ نعمتوں اور فرحتوں اور لذتوں میں رہنا یہ موت کے بعد دار آخرت ہی میں نصیب ہوگا اسی کے لئے کوشش کرنا لازم ہے، انہیں اعمال میں مشغول ہو جو وہاں کام آئیں پھر فرمایا وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم اجورکم اور اگر تم ایمان پر جمے رہے اور تقویٰ اختیار کیا (جس میں فرائض اور واجبات کی ادائیگی اور ترک معاصی سب داخل ہے) تو اللہ تمہارے اعمال کے اجور عطا فرمائے گا مفسر قرطبی نے اس کے

کئی معنی لکھے ہیں اول یہ کہ اللہ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا کہ پورے اموال زکوۃ میں دے دو اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تمہارے اموال کو اپنی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کا ثواب تمہیں کو مل جائے گا اور ایک یہ مطلب لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کسی جگہ مال خرچ کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ تمہارے اموال کا سوال نہیں ہے وہ تو اسی کا مال ہے اسی نے تم کو عطا فرمایا وہی مالک حقیقی ہے اپنی رضا کے لئے جو مال بھی خرچ کرنے کا حکم فرمائے اس پر راضی رہنا چاہئے کیونکہ اس نے اپنا مال طلب فرمایا۔ (لَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ کا ترجمہ ان تو سوا پر جیسا کہ اس کے جز ہونے کا مقتضا ہے بایں معنی نہیں ہے کہ اگر ایمان نہ لاؤ تو تمہارا مال لے لے گا بلکہ بایں معنی ہے کہ ایمان نہ لانے والے سے ہماری کوئی خصوصیت ہی نہیں کہ اس میں تو سوال اموال کا اتنا ہی نہیں۔ البتہ شاید ایمان لانے کی صورت میں ذرا تو کہ کہیں دوستی میں فرمائشیں نہ ہونے لگیں جیسا کہ اکثر دنیا میں مشاہدہ کیا جاتا ہے)

اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ (اگر وہ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور انتہاء درجہ تک طلب فرمائے تو تم بخل کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری کو ظاہر فرما دے گا (یعنی تم اس صورت میں مال خرچ نہ کرو گے اور خرچ کرنے کا حکم ہوتے ہوئے خرچ نہ کرنے کی ظاہری بے عملی سے تمہارے اندر کی ناداری ظاہر ہو جائے گی اور یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ حکم کے مطابق عمل کرنے پر دل سے راضی نہیں ہے (مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی کے طور پر 1/40 خرچ کرنے کا حکم ہے اسے خرچ کرنے سے بھی جان چھڑاتے ہیں دینداری کے دعویدار بھی پورا حساب کر کے پوری زکوۃ دینے کو تیار نہیں اگر پورے اموال کا خرچ کرنے کا حکم ہوتا تو کیا حال ہوتا خوب سمجھ لیا جائے) اس مضمون کے بعد والی آیت میں بیان فرمایا ارشاد ہے ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ (خبردار تم ایسے لوگ ہو کہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو تم میں سے بعض وہ ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں)

وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ (اور جو شخص بخل اختیار کرے گا کنجوس بنے گا تو وہ خود اپنے ہی سے بخل کرتا ہے یعنی اپنی ہی جان کو خرچ کرنے کے منافع سے محروم رکھتا ہے خرچ نہ کرنے کا ضرر خود اسی کو پہنچتا ہے۔

وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (اور اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو) اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرماتا ہے اسے نہ حاجت ہے نہ ضرورت ہے وہ بے نیاز ہے تم سب اس کے محتاج ہو اس نکتہ فہمی میں کوئی نہ رہے کہ شرعی قوانین کے مطابق جو اموال خرچ کرنے کا حکم ہے اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی نفع ہے۔ (العیاذ باللہ)

اگر تم دین سے پھر جاؤ تو اللہ دوسری قوم کو لے آئے گا: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ (اور اگر تم تو روگردانی کرو دین اسلام کی طرف سے بے رخی اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے بدلہ میں دوسری قوم کو لے آئے گا۔

ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ (پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے) اس میں ان مسلمانوں کو جو نزول آیت کے وقت تھے خصوصاً اور تمام بعد میں آنے والے مسلمانوں کو عموماً تنبیہ فرما دی کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ دین اسلام کی نصرت اور اس کے اعمال و انفاق مال اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ مجھ پر یا میری قوم پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ خالق اور مالک بھی ہے، غنی بھی ہے۔ قادر مطلق بھی ہے جس کو چاہے جس کام میں چاہے استعمال فرما سکتا ہے۔

عجمی اقوام کی دینی خدمات:۔ سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر ہم لوگ روگردانی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے بدلہ ان کو اختیار فرما دے گا پھر وہ ہمارے جیسے نہ ہوں گے؟ اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ موجود تھے آپ

ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مونڈھے پر اور بعض روایت میں ہے کہ ان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ شخص اور اس کی قوم اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اور ان کے اصحاب قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا (ستاروں) پر بھی اٹکا ہوتا تو فارس کے بہت سے لوگ اس کو حاصل کر لیتے۔ (من ترمذی ابواب تفسیر سورہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

درحقیقت ایسا ہی ہوا جب اہل عرب کا اسلامی خدمت کی طرف توجہ نہ رہی تو اللہ شانہ نے فارس کے شہروں اور بستیوں سے ایسے افراد پیدا فرمائے جنہوں نے خوب بڑھ چڑھ کر علوم اسلامیہ کی خدمت کی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کو لے لو جن کا علم اور تقویٰ اور شان تفقہ عوام اور خواص سب کو معلوم ہے کچھ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پڑھ لو اور کلی بن ابراہیم کا ترجمہ بھی پڑھ لو جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے ان سے امام بخاری نے بہت سے ثلاثیات کی روایت کی ہے ابوعبید قاسم بن سلام ہروی نعیم بن حماد مروزی اسحاق بن ابراہیم مروزی زہیر بن حرب قتیبہ بن سعید بلخی ابوجعفر محمد بن مہران رازی ابوزکریا یحیی بن موسیٰ البلخی الجستانی حافظ زکریا بن یحیی بجلی امام ابوزرعہ رازی امام ابوحاتم الرازی امام ابوداؤد (صاحب السنن) سلیمان بن اشعث السجستانی صاحب السنن امام ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ صاحب السنن امام احمد بن شعیب النسائی امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری الحافظ الکبیر محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسا پوری ای حافظ ابوعبداللہ محمد بن یحیی بن منده الاصبہانی یہ سب فارس کے رہنے والے تھے حضرت امام مسلم بن الحجاج (صاحب الصحیح) بھی نیسا پوری تھے ان کو قشیری بھی کہا جاتا ہے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ یہ قبیلہ بنی قشیر کی طرف منسوب ہے جو عرب کا ایک قبیلہ تھا۔ اگر وطن کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اہل عجم کی فہرست میں ان کا اسم گرامی بھی ذکر کیا جا سکتا ہے۔

یہ چند اسماء محدثین کرام کے ہم نے حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ سے منتخب کر کے لکھے ہیں مزید مطالعہ کیا جائے تو فارس کے محدثین کی بڑی تعداد سامنے آجائے گی حافظ جلال الدین سیوطی نے جو تذکرۃ الحفاظ کا تکملہ لحظ الحاظ کے نام سے لکھا ہے اس سے بھی انتخاب کر لیا جائے حافظ ابوالقاسم طبرانی صاحب المعاجم اور حافظ ابوحاتم محمد بن حبان البستی اور ابن السنی ابوبکر دینوری اور حافظ ابونعیم اصبہانی اور صاحب السنن امام بیہقی کا اضافہ تو کر ہی لیں۔

ہم نے چند محدثین کرام کے اسماء گرامی لکھے ہیں جو بلاد فارس کے رہنے والے تھے دوسرے بلاد عجم کے محدثین ان کے علاوہ ہیں اہل مغرب کے جن حضرات نے کتاب وسنت کی خدمت کی ہے ان کو بھی فہرست میں لے لیا جائے حضرت امام ابوعمرو دانی امام شاطبی امام ابن الجزری کے اسماء گرامی کو بھی فہرست میں لکھ لیں۔ مفسرین حفاظ اور فقہائے کرام کا تذکرہ باقی ہے ان کی بھی فہرست بنا لی جائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ کو آگے بڑھانے والے تو اہل فارس ہی تھے جنہیں علمائے ماوراء النہر کے نام سے یاد رکھا جاتا ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد تاتاریوں نے جو اسلام کی خدمات انجام دی ہیں اور ترکوں نے جو صلیبی جنگیں لڑی ہیں ان کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ کے عموم میں تمام غیر عرب اقوام آجاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور مثال فارس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

وھذا اخر الکلام فی تفسیر سورۃ محمد علیہ الصلوۃ والسلام وعلی الہ وصحبہ البررۃ الکرام والحمد للّٰہ تعالی علی التمام

☆☆☆ ☆☆☆

مدنی	سورۃ الفتح	۲۹ آیتیں ۴ رکوع

(۴۸) سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۱) رُكُوْعُهَا ۴ اٰيَاتُهَا ۲۹

سورۂ فتح مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۲۹ آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ○ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ

بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی تاکہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ○ هُوَ الَّذِيْٓ

پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر چلائے اور اللہ آپ کی زبردست مدد فرمائے وہ ایسا ہے جس نے

اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

جس نے مؤمنین کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور اللہ ہی کے لشکر ہیں

وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے تاکہ اللہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا

ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی

عَظِيْمًا ○ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ

کامیابی ہے۔ اور تاکہ اللہ منافق مردوں منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں

بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ

برے خیال رکھتے ہیں ان پر برائی کی مصیبت پڑنے والی ہے اور اللہ ان پر غصہ ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کی

وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

اور برا ٹھکانہ ہے اور اللہ ہی کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

فتح مبین کا تذکرہ، نصر عزیز اور غفرانِ عظیم کا وعدہ

تفسیر یہ سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات کا ترجمہ کیا گیا ہے اس سورت میں فتح مبین کا اور صلح حدیبیہ کا اور فتح خیبر کا تذکرہ ہے اور آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی توصیف اور تعریف ہے' سورت کا ابتدائی حصہ سفر میں نازل ہوا' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ منورہ کے لئے تشریف لا رہے تھے اور حضرات صحابہؓ کے دلوں میں اس بات کا رنج تھا کہ عمرہ نہ کر سکے اس وقت سورۃ الفتح نازل ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے جب آپؐ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ پڑھ کر سنائی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مبارک ہو اس میں تو آپؐ کے بارے میں فرمایا کہ ایسا ایسا ہوگا' سوال یہ ہے کہ ہمارا کیا بنے گا اس کا بھی پتہ چلنا چاہیے اس پر آیت کریمہ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ نازل ہوئی (ذکرہ البغوی فی معالم التنزیل ص ۱۸۸ ج ۴ وھو فی صحیح البخاری مختصراً ص ۲۰۰ ج ۲)

حضرت زید بن اسلمؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے ایک روز رات کے وقت ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کچھ سوال کیا آپ ﷺ نے جواب نہ دیا پھر سوال کیا آپ ﷺ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی پھر تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ تیری ماں تجھے گم کرے (پریشانی کے وقت اہل عرب اپنے بارے میں یہ کلمات بول دیا کرتے تھے) تو نے تین بار سوال کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں ڈالا تین بار سوال کیا آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا یہ سوچتے ہوئے میں جلدی سے اپنے اونٹ کو حرکت دے کر سب مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا اور میں اس بات سے ڈرنے لگا کہ میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیت نازل نہ ہو جائے' تھوڑی ہی دیر میں ایک آواز سنی ایک شخص زور سے پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے عمر! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ میں ڈرا کہ واقعۃً میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو سلام کیا آپؐ نے فرمایا کہ اس رات میں مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے پھر آپ ﷺ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا تلاوت فرمائی۔ (صحیح بخاری ص ۶۰۰ ص ۷۱۶)

صلح حدیبیہ کا مفصل واقعہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ نے بہت زیادہ تکلیفیں دی تھیں حتی کہ آپؐ کو اور آپؐ کے صحابہؓ کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا' ذی قعدہ ۶ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لئے اپنے پیچھے نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے اور آس پاس کے دیہات کے باشندوں کو بھی سفر میں چلنے کے لئے فرمایا۔ آپؐ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور حضرات صحابہؓ نے بھی' تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ آپ کا مقصد جنگ کرنا نہیں صرف بیت اللہ کی زیارت کرنا مقصود ہے۔ آپؐ اپنے ساتھ ہدی کے جانور بھی لے گئے تھے (جو حج و عمرہ میں حرم مکہ میں ذبح کئے جاتے ہیں) جب آپؐ مقام عسفان میں پہنچے تو بشر بن سفیان کعبی سے ملاقات ہوئی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! قریش مکہ کو آپ کی روانگی کا پتہ چل گیا ہے وہ

مقام ذی طوی میں جمع ہو گئے ہیں اور قسمیں کھا کھا کر یہ عہد کر رہے ہیں کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور خالد بن ولید (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) اپنے سواروں کو لے کر کراع الغمیم (ایک مقام کا نام ہے) میں پہنچ چکے ہیں آپ نے یہ سن کر راستہ بدل لیا اور داہنی ہاتھ کی طرف روانہ ہو گئے یہ باقاعدہ راستہ نہیں تھا گھاٹیاں تھیں دشوار گزار مقامات سے گزرنا پڑا یہاں تک کہ نرم زمین میں پہنچ گئے اور مقام حدیبیہ کے راستہ پر پڑ گئے حدیبیہ مکہ اور جدہ کے درمیان ہے حرم کے حدود وہاں ختم ہو جاتے ہیں (عسفان سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے حدیبیہ واقع نہیں ہوتا لیکن چونکہ قریش کے آڑے آجانے کا امکان تھا اس لئے آپ راستہ بدل کر حدیبیہ پہنچ گئے)۔

جب قریش کے سواروں کو پتہ چلا کہ آپ نے راستہ بدل دیا ہے تو واپس قریش کے پاس مکہ معظمہ چلے گئے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مقام حدیبیہ میں پہنچ گئے وہاں پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی صحابہ نے کہا یہ تو آگے بڑھنے سے ہٹ کر نہیں دی آپ نے فرمایا ہٹ کرنا اس کی عادت نہیں ہے اسے اسی ذات پاک نے روک دیا جس نے ہاتھی والوں کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا کیونکہ قریش مکہ کے آڑے آجانے اور مکہ معظمہ کے داخلہ میں رکاوٹ ڈالنے کا گمان تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگر آج قریش نے مجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کیا جو صلہ رحمی کی بنیاد پر ہو تو میں اس میں ان کی موافقت کر لوں گا اور بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ اگر مجھے کسی ایسی بات کی دعوت دیں گے جس میں ان چیزوں کی حرمت کا مطالبہ ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے معظم قرار دیا ہے تو ان کی بات مان لوں گا۔

حدیبیہ میں قیام فرما لیا لیکن وہاں پانی بہت ہی کم تھا حضرات صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں تو پانی نہیں ہے۔ نہ وضو کر سکتے ہیں، نہ پینے کا انتظام ہے بس یہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ ﷺ کے پیالہ میں ہے آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پیالہ میں رکھ دیا آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے پانی پیا وضو کیا کسی نے دریافت کیا کہ آپ حضرات کی کتنی تعداد تھی تو حضرات جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ پندرہ سو تھے اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی سب کے لئے کافی ہو جاتا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (آیت کریمہ میں جو فتح کا ذکر ہے آپ لوگ اس سے فتح مکہ مراد لیتے ہیں اور ہم بیعت رضوان کو فتح کا مصداق شمار کرتے تھے جو حدیبیہ کے موقع پر ہوئی۔ ہم تعداد میں چودہ سو یا کچھ زیادہ تھے حدیبیہ کے ایک کنوئیں میں تھوڑا سا پانی تھا ہم نے سارا پانی کھینچ کر استعمال کر لیا اور اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ تشریف لائے اور اس کنوئیں کے کنارے بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ اس میں سے نکالا ہوا ایک ڈول پانی لاؤ وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا اور ایک روایت میں ہے کہ وضو فرمایا اور کلی کی اور اس کنوئیں میں پانی ڈالا پھر فرمایا اسے کچھ دیر چھوڑ دو کچھ دیر کے بعد اس میں سے پانی لینا شروع کیا اور تمام حاضرین اپنی سواریوں سمیت سیراب ہو گئے اس میں اختلاف کی بات نہیں ہے چودہ سو سے اوپر جو افراد تھے ان کو بعض صحابہ نے پندرہ سو بتا دیا اور بعض نے چودہ سو بتا دیا سو کا اعتبار نہیں کیا اور اس میں بھی کوئی تعارض نہیں کہ پیالہ میں دست مبارک رکھنے سے چشمے جاری ہو گئے اور کنوئیں میں بھی آپ نے لعاب مبارک ڈال دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرمایا تو قریش نے یکے بعد دیگرے بدیل بن ورقاء اور مکرز بن حفص اور حلیس بن علقمہ اور عروہ بن مسعود ثقفی کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا آپ ﷺ نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں لڑائی ہمارا مقصد نہیں ہے۔

حضرات صحابہ کی محبت اور جانثاری: عروہ بن مسعود حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے عجیب منظر دیکھا حضرات صحابہ کی

محبت اور جانثاری دیکھ کر آنکھیں پھٹی رہ گئیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے جو پانی آپ کے اعضاء سے جدا ہوتا حضرات صحابہ اسے گرنے نہ دیتے تھے فوراً ہی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے تھے جب آپ ناک کی ریزش ڈالتے تھے اسے بھی جلدی سے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے تھے اور آپ کا اگر کوئی بال گرتا تو اسے بھی گرنے سے پہلے ہی اچک لیتے تھے۔

عروہ بن مسعود ثقفی نے واپس ہو کر قریش مکہ سے کہا دیکھو میں کئی بار کسریٰ قیصر اور نجاشی کے پاس گیا ہوں (یہ تینوں بادشاہ تھے) میں نے کسی بادشاہ کے ایسے فرمانبردار نہیں دیکھے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں اگر تم نے جنگ کی تو یہ لوگ کبھی بھی انہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے اب دیکھ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ سے فرمایا کہ تم مکہ معظمہ جاؤ وہاں قریش کو بتا دو کہ ہم جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معذرت پیش کر دی کہ قریش کو معلوم ہے کہ میں ان کا سب سے بڑا دشمن ہوں اور میرے قبیلہ بنی عدی میں سے وہاں ایسے افراد نہیں ہیں جو میری حفاظت کر سکیں میں آپ کو رائے دیتا ہوں کہ آپ عثمان بن عفانؓ کو بھیج دیں۔ قریش کے نزدیک وہ مجھ سے زیادہ معزز ہیں چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قریش کے پاس بطور نمائندہ بھیج دیا تاکہ وہ قریش کو بتا دیں کہ آپ جنگ کے ارادہ سے تشریف نہیں لائے بلکہ صرف بیت اللہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش کو پیغام پہنچا دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہ بات ماننے کو تیار نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیں البتہ تم چاہو تو طواف کر سکتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ میں تنہا طواف نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف کریں گے تو میں بھی کروں گا حضرت عثمانؓ کو قریش مکہ نے روک لیا اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے۔

بیعت رضوان کا واقعہ: جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اب ہم تو یہاں سے نہیں ہٹیں گے جب تک قریش سے جنگ نہ کر لی جائے چونکہ بظاہر جنگ لڑنے کی فضا بن گئی تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہؓ سے بیعت لینا شروع کی اور ایک شخص کے علاوہ آپؐ کے تمام اصحاب نے اس بات پر بیعت کر لی کہ ہم جم کر جنگ میں ساتھ دیں گے اور راہ فرار اختیار نہ کریں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود ہی بیعت کر لی اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے ملایا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے (یہ بیعت ایک درخت کے نیچے ہوئی تھی جو مقام حدیبیہ میں تھا اور اس کے بارے میں آیت کریمہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ نازل ہوئی۔ اس لئے اس بیعت کا نام بیعۃ الرضوان معروف ہو گیا اور بیعت کرنے والوں کو اصحاب الشجرہ کہا جانے لگا (شجرہ عربی میں درخت کو کہتے ہیں)۔

اس سے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط ہے لیکن اس خبر کی وجہ سے جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت کی اس کا ثواب بھی مل گیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا تمغہ بھی نصیب ہو گیا جس کا قرآن مجید میں اعلان ہو گیا جو رہتی دنیا تک برابر پڑھا جاتا رہے گا۔

اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو کو مقرر کرنے کے لئے بھیجا اور یوں کہا کہ محمد علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے صلح کی گفتگو کرو لیکن صلح میں اس سال عمرہ کرنے کی بات نہ آئے اگر ہم اس سال انہیں عمرہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں تو عرب میں ہماری بدنامی ہوگی اور اہل عرب یوں کہیں گے کہ دیکھ لو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوت اور زور سے مکہ میں داخل ہو گئے۔ سہیل ابن عمرو نے خدمت

عالی میں حاضر ہو کر لمبی گفتگو کی پھر آپس میں صلح کی شرطیں طے ہو گئیں (صحیح بخاری (باب اشروط فی الجہاد) ص ۳۷۷ ج ۱ اور جمع معالم التنزیل ص ۱۹۹ تا ص ۲۰۳ ج ۴۔) جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ذکر کی جائیں گی۔

صلح حدیبیہ کا متن اور مندرجہ شرائط۔ صحیح بخاری (ص ۳۷۱ ص ۳۷۲) اور صحیح مسلم (ص ۱۰۴ ج ۲) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صلح نامہ لکھنے لگے تو اس میں انہوں نے بطور عنوان یہ عبارت لکھ دی **ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللّٰہ**" ۔اس پر سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا اقرار ہی نہیں کرتے اگر ہم اس کو مانتے ہوتے تو آپ کو عمرہ کرنے سے کیوں روکتے؟ آپ محمد بن عبداللہ لکھئے آپ نے فرمایا میں رسول اللہ بھی ہوں محمد بن عبداللہ بھی ہوں پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کو مٹا دو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ میں تو کبھی بھی آپ کی اس صفت کو نہیں مٹاؤں گا (یہ نافرمانی کی قسم نہیں ہے' ناز و انداز کی بات ہے) اس کے بعد صلح نامہ کے شروع میں" **ھذا ما قاضی علیہ محمد بن عبداللّٰہ**" لکھا گیا۔

صحیح مسلم (ص ۱۰۵ ج ۲) میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم اس پر سہیل بن عمرو نے کہا کہ یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا ہے؟ ہم اس کو نہیں جانتے۔ بلکہ وہ لکھو جو ہم پہلے لکھتے ہیں اور وہ **باسمک اللّٰھم** ہے (آپ نے اس کو بھی منظور فرما لیا کما ذکرہ النووی)

البدایہ والنہایہ (ص ۱۲۸ ج ۴) میں صلح نامہ کا متن جو نقل کیا ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

ھذا ما صالح علیہ محمد بن عبداللّٰہ سھیل بن عمرو ' اصطلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یأمن فیھن الناس ویکف بعضھم عن بعض' وعلی انہ من أتی محمدا من قریش بغیر اذن ولیہ ردہ علیہ' ومن جاء قریشا ممن مع محمد لم یردوہ علیہ وان بیننا عیبۃ مکفوفۃ' وانہ لااسلال ولا اغلال' وانہ من احب ان یدخل فی عقد محمد وعھدہ دخل فیہ ' ومن احب ان یدخل فی عقد قریش وعھدھم دخل فیہ ' وانک ترجع عامک ھذا فلاتدخل علینا مکۃ وانہ اذا کان عام قابل خرجنا عنک فدخلتھا باصحابک فاقمت بھا ثلاثا معک سلاح الراکب السیوف فی القرب لاتدخلھا بغیرھا

ترجمہ:۔ یہ وہ صلح نامہ ہے جس کی محمد بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی ان باتوں پر صلح کی گئی۔

۱۔ دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے ان دس (۱۰) سالوں میں لوگ امن وامان سے رہیں گے اور ایک دوسرے (پر حملہ کرنے) سے رکیں گے۔

۲۔ قریش میں سے جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد علیہ السلام کے پاس آجائے گا اسے واپس کرنا ہوگا۔

۳۔ اور محمد علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس آجائے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

۴۔ اور ایک یہ بات ہے کہ ہمارے درمیان گٹھڑی بند رہے گی (یعنی آپس میں جنگ نہ کریں گے) (لڑائی والی بات کو گٹھڑی کی طرح باندھ کر ڈال دیں گے) اور بعض حضرات نے گٹھڑی بند رکھنے کا یہ معنی بتایا ہے کہ جو کچھ ہم نے صلح کی ہے وہ سچے دل سے ہے دل گٹھڑیوں کی طرح ہیں جن میں راز کی چیزیں رکھی جاتی ہیں لہٰذا ہماری یہ گٹھڑی نہ کھلے گی اور کوئی فریق دھوکہ یا خیانت کا کام نہیں کرے گا۔

۵۔ نہ کوئی ظاہری طور پر چوری کرے گا اور نہ خیانت کے طور پر کسی کو تکلیف دے گا (ظاہر اور باطن کے اعتبار سے ہر شرط کی پابندی کی جائے گی)۔

۶۔ اور جو شخص محمد علیہ السلام کے ساتھ کوئی معاہدہ اور معاقدہ کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے۔

۷۔اور جو جماعت قریش سے کوئی معاہدہ و معاقدہ کرنا چاہے اسے اس کا اختیار ہے۔

۸۔آپ اس سال واپس ہو جائیں مکہ معظمہ میں داخل نہ ہوں۔

۹۔اور آئندہ سال اپنے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کے لئے آئیں اس وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوں اور صرف تین دن رہیں

۱۰۔اس وقت جب عمرہ کے لئے آئیں تو آپ کے ساتھ مختصر سے ہتھیار ہوں جنہیں مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے تلواریں نیاموں میں ہوں گی۔اس کا لحاظ کرتے ہوئے داخل ہو سکیں گے۔

جب یہ شرطیں لکھی گئیں تو شرط نمبر ۲ کے مطابق بنو خزاعہ نے اعلان کیا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں ہیں اور بنو بکر نے اعلان کر دیا کہ ہم قریش کے عہد میں ہیں (پھر یہی معاہدہ فتح مکہ کا سبب بن گیا کیونکہ قریش مکہ نے بنو بکر کی مدد کر دی جب بنو خزاعہ سے ان کی جنگ چھڑی) معاہدہ کی شرطیں اور مذکور ہوئیں ان میں سے بعض صحیح بخاری (صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد ص ۳۷۲ ج ۱ و صحیح مواہب اللدنیہ ص ۹۹ تا ص ۲۰۳ ج ۲) میں اور بعض صحیح مسلم میں مذکور ہیں اور بعض سنن ابی داؤد میں بھی مروی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تردد اور سوال و جواب۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض شرطوں کا قبول کرنا ناگوار ہوا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا قریش مکہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں! پھر سوال کیا کیا ہمارے مقتولین جنت میں نہیں ہیں اور ان کے مقتولین دوزخ میں نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور ان کے مقتولین دوزخ میں ہیں۔عرض کیا پھر کیوں ہم اپنے دین میں ذلت گوارا کریں اور ہم کیوں اللہ کے فیصلے کے بغیر جو ہمارے ان کے درمیان (قتال کے ذریعہ) ہو واپس جائیں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں اور وہ میری مدد فرمائے گا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں نے اسی سال کے بارے میں کہا تھا؟ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے بھی ان کا یہی سوال و جواب ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح کر لی اور پورا صلح نامہ لکھ دیا گیا اور ابو جندل نے مسلمانوں سے کہا کہ دیکھو میں مسلمان ہو کر آیا ہوں مشرکین کی طرف واپس کیا جا رہا ہوں مجھے بڑی بڑی تکلیفیں دی گئی ہیں مجھے اپنے ساتھ لے چلو لیکن مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے تھے صلح کی جو شرطیں آپؐ نے منظور فرما لی تھیں سب کے مطابق عمل کرنا لازم تھا' بالآخر حضرت ابو جندلؓ کو وہیں چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہمارا بن کر ہم کو چھوڑ دے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کو ہم سے دور فرما دے گا (اس کی ہمیں ضرورت نہیں) اور جو شخص ان میں سے ہو گا اور ہمارا بن کر آئے گا (پھر ہم شرط کے مطابق اسے واپس کر دیں گے تو) اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی راستہ نکال دے گا۔ (صحیح مسلم ص ۱۰۵ ج ۲)

حلق رؤس اور ذبح ہدایا:۔ جب صلح نامہ لکھا جا چکا تو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنے ہدایا کو ذبح کر دو اور سر منڈا لو یہ بات سن کر کوئی بھی کھڑا نہ ہوا (کیونکہ حضرات صحابہؓ اس امید میں تھے کہ شاید کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ وقت سے پہلے احرام کھولنا نہ پڑے اور عمرہ کرنے کا موقع مل ہی جائے) آپؐ کے تین بار ارشاد فرمانے کے بعد بھی جب کوئی کھڑا نہ ہوا تو آپؐ اپنی اہلیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے پوری صورت حال بیان کی (کہ میں ہدایا کے ذبح کرنے کا اور سر مونڈنے کا حکم دے چکا لیکن صحابہ اس پر عمل نہیں کر رہے ہیں) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپؐ چاہتے ہیں

کہ یہ لوگ ذبح اور حلق والا کام کر گزریں تو آپ باہر تشریف لے جا کر کسی سے بات کئے بغیر اپنے اونٹوں کو ذبح فرما دیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے سر کے بال منڈوا دیں' آپ باہر تشریف لائے اور ایسا ہی کیا جب آپ کو حضرات صحابہؓ نے دیکھا کہ آپ ہدایا ذبح فرما رہے ہیں اور حلق کروا لیا ہے تو سب اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ہدایا کو ذبح کر دیا اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ (صحیح بخاری ص ۳۸۰)

حضرت ابو بصیر اور ان کے ساتھیوں کا واقعہ: وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اہل مکہ میں سے جو شخص ہمارے پاس آئے گا اور اسے شرط کے مطابق واپس کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی راستہ نکال دے گا۔ اس کے مطابق اس کا حل یہ نکلا کہ حضرت ابو بصیرؓ ایک صحابی مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ منورہ پہنچ گئے مکہ والوں نے ان کو واپس کرنے کے لئے دو آدمی بھیجے' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرط کے مطابق ان کو واپس کر دیا جب ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں میں سے جو انہیں لینے آئے تھے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ کر مدینہ منورہ میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ ضرور اسے کوئی خوفناک بات پیش آئی ہے' اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ساتھی قتل کیا جا چکا ہے اور میں بھی قتل ہونے والا ہوں۔ پیچھے سے حضرت ابو بصیرؓ بھی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی ذمہ داری تھی وہ تو اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی آپ نے مجھے واپس کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دے دی' آپ نے فرمایا کہ یہ لڑائی کو بھڑکانے والا ہے کاش اسے کوئی سمجھانے والا ہوتا یہ سن کر حضرت ابو بصیرؓ نے سمجھ لیا کہ آپ مجھے پھر واپس کر دیں گے بہذا وہ مدینہ منورہ سے نکل گئے اور سمندر کے کنارہ پر پڑاؤ ڈال لیا جب حضرت ابو جندل کو اس کا پتہ چلا تو وہ بھی ابو بصیرؓ کے پاس پہنچ گئے اور اب جو بھی کوئی شخص قریش مکہ میں سے مسلمان ہوتا حضرت ابو بصیرؓ کے پاس پہنچ جاتا یہاں تک کہ وہاں کے سمندر کے کنارہ ایک جماعت اکٹھی ہو گئی' قریش کا جو قافلہ شام کی طرف جاتا تھا یہ لوگ اسے روک لیتے اور قافلہ کے آدمیوں کو قتل کر دیتے تھے اور ان کے اموال چھین لیتے تھے' جب یہ صورت حال سامنے آئی تو قریش مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ان لوگوں کو بلا لیں اور اب ہم اس شرط کو واپس لیتے ہیں کہ ہمارا کوئی شخص آپ کے پاس جائے تو اسے واپس کرنا ہوگا جو بھی شخص ہم میں سے آپ کے پاس پہنچے گا اسے واپس کرنے کی ذمہ داری آپ پر نہ ہوگی اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو پیغام بھیج دیا کہ واپس آ جائیں۔ (صحیح بخاری ص ۳۸۰' ص ۳۸۱ ج ۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بصیرؓ کے نام خط لکھ دیا کہ مدینہ منورہ آ جائیں جب گرامی نامہ پہنچا تو وہ سیاق موت میں تھے ان کی موت اس حالت میں ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی ان کے ہاتھ میں تھا حضرت ابو جندلؓ نے انہیں دفن کر دیا اور وہاں ایک مسجد بنا دی' پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ میں حاضر ہو گئے اور برابر وہیں رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شام کی طرف چلے گئے اور وہیں جہاد میں شہید ہو گئے۔ (فتح الباری ص ۳۵۱ ج ۵)

صلح حدیبیہ کی تفصیل کے بعد اب آیت بالا کا ترجمہ دوبارہ پڑھ لیجئے ان میں فتح مبین کی خوشخبری ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اگلی پچھلی تمام لغزشوں کی معافی کا اور تکمیل نعمت کا اور صراط مستقیم پر چلانے کا اور نصر عزیز کا اعلان کیا۔

اہل ایمان پر انعام کا اعلان اور اہل نفاق اور اہل شرک کی بدحالی اور تعذیب کا بیان

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے دلوں میں سکون و اطمینان نازل فرما دیا تا کہ ان کا ایمان اور زیادہ بڑھ جائے اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی برکت سے اہل ایمان کو مرد ہوں یا عورت ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' جن میں وہ ہمیشہ

رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے گا۔ ان کے بارے میں پانچ باتیں بتائیں اول اَلظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (کہ یہ لوگ اللہ کے ساتھ برا گمان رکھتے ہیں) اس برے گمان میں یہ بھی داخل ہے کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے رسول کی تکذیب کرتے ہیں کہ مؤمنین مغلوب ہوں گے اور کافروں کے حملہ سے محفوظ ہو کر واپس مدینہ نہ آئیں گے چونکہ اپنے قلبی جذبات میں اور اعتقادات میں منافق عورتیں اور مشرک عورتیں بھی اپنے مردوں کے ساتھ ہوتی ہیں اس لئے انہیں بھی وعید میں شریک کرلیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ بتائی کہ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (کہ ان پر برائی کی چکی گھومنے والی ہے) یعنی دنیا میں مقتول اور ماخوذ ہونے اور اسلام کی ترقی ان کے قلبی احساسات کے لئے سوہان روح بنی رہے گی۔

تیسری اور چوتھی یہ بات بتائی وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ (اور اللہ ان پر غصہ ہوا اور ان پر لعنت کردی) اور پانچویں بات بتائی وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ (کہ ان کے لئے جہنم تیار کردیا) اور آخر میں اس مضمون کو وَسَآءَتْ مَصِيْرًا پر ختم فرمایا کہ جہنم برا ٹھکانہ ہے۔

پھر فرمایا وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں کے اور زمینوں کے لشکر) ان آیات میں یہ مضمون دو مرتبہ بیان فرمایا ہے اس میں یہ بتادیا کہ آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے لشکر ہیں وہ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے اس میں کافروں کو بھی تنبیہ ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان تھوڑے سے ہیں ہم انہیں دبالیں گے چونکہ ان کے علاوہ بھی اللہ کے لشکر ہیں اس لئے ان کی تعداد کو نہ دیکھیں اللہ اپنے دوسرے لشکروں سے بھی کام لے سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کے لئے تذکیر ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ کے بہت سے لشکر ہیں۔ وہ تمہاری تائید کیلئے اور کافروں کو زک دینے کیلئے اپنی دوسری مخلوق کو بھی استعمال فرما سکتا ہے۔

فائدہ:۔ ان آیات میں ایک جگہ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ایک جگہ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا فرمایا ہے اس میں بتادیا کہ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اسے اپنے دوستوں کا بھی علم ہے دشمنوں کا بھی وہ سب کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور وہ عزیز بھی ہے یعنی زبردست ہے اس کے فیصلے اور ارادہ کو کوئی پلٹ نہیں سکتا اور وہ حکیم بھی ہے اپنی حکمت کے بعد جسے چاہتا ہے انعام دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عقاب وعذاب میں مبتلا فرمادیتا ہے۔

فائدہ: آیت کریمہ میں جو لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فرمایا ہے باجماع امت اس سے گناہ حقیقی واقعی مراد نہیں ہیں کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور نہیں ہوسکتا بلکہ بعض وہ امور مراد ہیں جن میں خطا اجتہادی ہوئی اور اس پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو متنبہ فرمایا جیسا کہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے میں آپؐ نے فدیہ لینے والوں کی رائے سے موافقت فرمائی اور جیسا کہ بعض منافقین نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے اجازت فرمادی جسے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ میں بیان فرمایا ہے اور جیسا کہ حضرت ابن ام مکتومؓ نابینا صحابی کے آنے پر آپؐ کو خیال ہوا کہ اس وقت نہ آتے تو اچھا تھا اور اس کا اثر آپؐ کے چہرہ انور پر ظاہر ہوگیا کیونکہ آپؐ اس وقت کافروں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اس پر عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى نازل ہوئی۔ اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپؐ کا سب کچھ معاف فرمایا پھر بھی آپؐ بہت زیادہ عبادت کرتے تھے آپؐ رات کو نماز تہجد میں لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کے قدموں مبارک پر ورم آجاتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ پاؤں پھٹنے لگے تھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپؐ یہ کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپؐ کا سب کچھ معاف فرمادیا؟ آپؐ نے فرمایا تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (صحیح بخاری ص ۱۵۲ ج ۱ ص ۱۶۷ ج ۲)

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا بڑا کرم فرمایا تو اس کا تقاضا یہ تو نہیں ہے کہ جہاد میں احسان مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اور زیادہ عبادت میں لگ جاؤں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ

بے شک ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور

وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۹﴾

اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کرو۔

رسول اللہ ﷺ شاہد، مبشر اور نذیر ہیں

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین بڑی صفات بیان فرمائیں اول شاہد ہونا دوسرے مبشر ہونا تیسرے نذیر ہونا عربی میں شاہد گواہ کو کہتے ہیں قیامت کے دن آپ اپنی امت کے حال ہونے کی گواہی دیں گے جیسا کہ سورۃ البقرہ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور سورۃ النحل لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ میں بیان فرمایا ہے۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ آپ مبشر ہیں جس کا معنی ہے بشارت دینے والا اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ آپ نذیر ہیں یعنی ڈرانے والے ہیں تبشیر یعنی ایمان اور اعمال صالحہ پر اللہ کی رضا اور اللہ کے انعامات کی بشارت دینا اور کفر پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب سے ڈرانا یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کام تھا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے پورے اہتمام کے ساتھ انجام دیا اور احادیث شریفہ میں آپ کے انذار اور تبشیر کی سینکڑوں روایات موجود ہیں اور ترغیب وترہیب کے عنوان سے علماء امت نے بڑی بڑی کتابیں تالیف کی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ صفات توریت شریف میں بھی مذکور ہیں۔

آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ صفات بیان فرمانے کے بعد اہل ایمان سے خطاب فرمایا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (کہ ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے دین کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔ اس کے موصوف بالکمالات ہونے کا عقیدہ رکھو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ عقیدۃً تعظیم کے ساتھ عیوب اور نقائص سے اس کی تسبیح اور تقدیس میں بھی لگے رہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے سو جو شخص عہد توڑے اس کا توڑنا

يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع

اسی کی جان پر ہوگا اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے جو اس نے اللہ سے باندھا ہے سو اللہ اس کو اجر عطا فرمائے گا

رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ ہی سے بیعت کرنا

جس وقت مقام حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھا اور حضرات صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے اس وقت مکہ والوں کے آڑے آجانے کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سے کچھ ایسی فضا بن گئی تھی کہ جیسے جنگ کی ضرورت پڑ سکتی ہے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لی جس میں یہ تھا کہ جم کر جہاد کریں گے۔ پشت پھیر کر نہ بھاگیں گے' بیعت کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ آپؐ سے جو بیعت کر رہے ہیں ان کی یہ بیعت اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں، اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں اور دعوت قبول کرنے والوں کو خود بھی اللہ کے دین پر چلاتے ہیں' جو آپ کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے۔

اس بیعت میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار بھی آجاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا بھی' قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی ذکر ہے۔ سورۃ النساء میں واضح طور پر فرمایا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ.

بیعت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر ہی ہو زبانی اقرار عہد و پیمان بھی بیعت ہے لیکن چونکہ حدیبیہ کے موقع پر آپؐ نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرمائی تھی اور بیعت اسی طرح مروج تھی (اور اب بھی اسی طرح مروج ہے) اس لئے ارشاد فرمایا يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہیں) اللہ تعالیٰ شانہ اعضا اور جوارح سے تو پاک ہے لیکن بیعت کی ذمہ داری کو واضح فرمانے کے لئے اور اس بات کو مؤکد کرنے کیلئے کہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فرمایا۔

چونکہ بیعت کرنے والے کی اندرونی حالت کو وہ شخص نہیں جانتا جس سے بیعت کی جا رہی ہو اس لئے بیعت کرنے والے کی ذمہ داری بتانے کیلئے فرمایا فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ. (کہ جو شخص بیعت کو توڑ دے اس کے توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا) معاہدہ کر کے توڑ دینا تو ویسے بھی گناہ کبیرہ ہے پھر جبکہ معاہدہ کو بیعت کی صورت میں مضبوط اور مؤکد کر دے تو اور زیادہ ذمہ داری بڑھ جاتی ہے جب اللہ کے رسول سے بیعت کر لی تو اس کو پورا کرنا ہی کرنا ہے

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (اور جو شخص اس عہد کو پورا کر دے جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

فائدہ:۔ اصحاب طریقت کے یہاں جو سلسلہ جاری ہے یہ مبارک و متبرک ہے اگر کسی متبع سنت شیخ سے مرید ہو جائے تو برابر تعلق باقی رکھے لیکن شیخ خلاف شریعت کسی کام کا حکم دے تو اس پر عمل کرنا گناہ ہے' اگر کسی فاسق یا بدعتی پیر سے بیعت ہو جائے تو اس بیعت کو توڑنا واجب ہے۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ

عنقریب دیہات کے وہ لوگ جو پیچھے ڈال دیئے گئے آپ سے کہیں گے کہ ہمارے مالوں نے اور اہل و عیال نے ہمیں مشغول رکھا سو آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا

وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے' آپ فرما دیجئے' سو وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچانے کیلئے کسی بھی چیز کا اختیار رکھتا ہو

اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ بَلْ

اگر وہ تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے' بلکہ بات

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

یہ ہے کہ تمہارا خیال تھا کہ رسول اور مومنین کبھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین کر دی گئی

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ

اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ

کافروں کیلئے دوزخ تیار کر رکھا ہے' اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا' وہ بخش دے جسے چاہے' اور عذاب

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

دے جسے چاہے' اور اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔

آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں نہ جانے والے دیہاتیوں کی بدگمانی اور حیلہ بازی کا تذکرہ

معالم التنزیل (صفحہ ۱۹۱ ج ۴) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جس سال صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے آس پاس دیہاتوں میں یہ منادی کرادی کہ ہم عمرہ کیلئے روانہ ہو رہے ہیں' مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ عمرہ بھی کرلیں اور قریش مکہ سے کوئی جنگ کی صورت پیدا ہو جائے یا وہ بیت اللہ سے روکنے لگیں تو ان سے نمٹ لیا جائے' آپ نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی بھی ساتھ لی تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ آپ جنگ کے ارادہ سے روانہ نہیں ہوئے اس وقت ایک بڑی جماعت آپ کے ساتھ روانہ ہوگئی (جس کی تعداد چودہ سو یا اس سے کچھ زیادہ تھی) اس موقع پر دیہات میں رہنے والوں میں سے بہت سے لوگ پیچھے رہ گئے اور آپ کے ساتھ سفر میں نہ گئے ابھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس نہیں پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں پہلے سے آپ کو خبر دی اور فرمایا سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا کہ دیہاتیوں میں سے جو لوگ پیچھے ڈال دیئے گئے (جس کی شرکت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی) وہ شرکت نہ کرنے کا عذر بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمارے مالوں اور ہمارے اہل وعیال نے ہمیں مشغول رکھا ہم ان کی ضروریات میں لگے رہے (پیچھے گھروں میں چھوڑنے کیلئے بھی کوئی نہ تھا) لہٰذا آپ ہمارے لئے اللہ سے درخواست کر دیجئے کہ وہ ہماری مغفرت فرما دے۔ جب آنحضرت سرور عالم مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے تو یہ لوگ حاضر ہوگئے اور انہوں نے ساتھ نہ جانے کا وہی عذر بیان کر دیا کہ ہمیں بال بچوں سے متعلق کام کی مشغولیتوں نے آپ کے ساتھ جانہ نے دیا اب آپ ہمارے لئے استغفار کر دیں' اللہ جل شانہ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے' یعنی ان کا یہ کہنا کہ ہمارا شریک ہونے کا ارادہ تو تھا لیکن گھر کی مشغولیت کی وجہ سے نہ جا سکے اور یہ کہنا کہ آپ ہمارے لئے استغفار کر دیں یہ ان کی زبانی باتیں ہیں جو ان کے قلبی جذبات اور اعتقادات کے خلاف ہیں نہ ان کا شریک ہونے کا ارادہ تھا اور نہ استغفار کی ان کے نزدیک کوئی حیثیت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی نہ لائے پھر گزشتہ اور ثواب اور استغفار کی باتوں کا

کیا مفہوم ہے؟

[illegible] اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی ضرر یا نفع پہنچانا چاہے تو وہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے آنے والے کسی فیصلہ کے بارے میں کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ جب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے کا حکم ہو گیا تو ساتھ جانا ضروری تھا آپ کے ساتھ نہ جانے کی صورت میں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرر پہنچ جائے تو اس کو کوئی بھی دفع نہیں کر سکتا؟ بات وہ نہیں ہے جو تم بطور معذرت پیش کر رہے ہو اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے تم تو یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اہل ایمان جو سفر میں جا رہے ہیں یہ کبھی بھی واپس نہیں آئیں گے دشمن ان کو بالکل ختم کر دیں گے۔ یہ بات تمہارے سے شیطان نے مزین کر دی اور تمہارے دلوں میں بیٹھ گئی اور تم نے برا خیال کر لیا کہ یہ لوگ ہلاکت کی راہ پر جا رہے ہیں اگر کسی کے جانے کا ارادہ بھی تھا تو تم نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ کہاں جا رہے ہو ذرا انتظار کرو دیکھو ان کا کیا حال ہوتا ہے؟

وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا اور تم اپنے اس گمان کی وجہ سے اور ساتھ نہ جانے کی وجہ سے بالکل تباہ و برباد ہو گئے)۔ (معالم التنزیل)

قولہ تعالیٰ وکنتم قوما بورا قال صاحب الروح ای ھالکین لفساد عقیدتکم وسوء نیتکم مستوجبین سخطہ تعالیٰ وعقابہ جل شانہ وقیل فاسدین فی انفسکم وقلوبکم ونیاتکم اھ یقال "قوم بور" ھلکی وھو جمع بائر مثل حائل وحول وقد بار فلان ای ھلک وأبارہ اللّٰہ ای اھلکہ ومنہ قولہ تعالیٰ تجارۃ لن تبور وقولہ

تعالیٰ واحلوا قومھم دار البوار (راجع مفردات الراغب وتفسیر القرطبی) (صاحب روح المعانی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا کا مصداق یہ ہے کہ تم ہلاک ہونے والے تھے اپنے عقیدے کے فاسد ہونے اور اپنی نیتوں کے بد ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عتاب کے مستحق تھے بعض نے کہا تم اپنے نفسوں اور دلوں میں فاسد تھے، کہا جاتا ہے "قوم بور" یعنی ہلاک شدہ یہ لفظ بائر کی جمع ہے جیسے حائل کی جمع حول ہے بار فلان کا معنی ہے فلاں ہلاک ہو گیا اور ابارہ اللہ کا معنی ہے اللہ نے اسے ہلاک کر دیا اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول وَتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ اور واحلوا قومھم دار البوار)

اس کے بعد کافروں کے لئے وعید بیان فرمائی وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے سو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کیا ہے)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی شان مالکیت اور مغفرت اور مواخذہ کا تذکرہ فرمایا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا) يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (وہ مغفرت فرمائے جس کی چاہے اور عذاب دے جسے چاہے) وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی اور کفر پر جمے رہے اور جھوٹے منہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے استغفار کیجئے اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دے گا کافر کی توبہ بغیر ایمان کے قبول نہیں ہوتی۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ

جب تم لوگ غنیمت لینے کیلئے چلو گے تو وہ لوگ کہیں گے جو پیچھے ڈال دیئے گئے کہ ہمیں چھوڑ دو کہ تمہارے پیچھے چلیں وہ لوگ چاہتے ہیں

اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ

کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ چلو اللہ نے پہلے سے یہی فرمایا ہے سو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم ہم

تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

سے حسد کرتے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا سا۔

جو لوگ حدیبیہ والے سفر میں ساتھ نہ گئے تھے ان کی مزید بدحالی کا بیان!

صلح حدیبیہ کے بعد تھوڑی سی مدت ہی کے بعد خیبر فتح ہو گیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ قریب ہی کا حدیبیہ کو اموال غنیمت ملیں گے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے اموال غنیمت شرکاء حدیبیہ کیلئے مخصوص فرما دیئے تھے تاکہ ان اموال کی محرومی کی تلافی ہو جائے جو انہیں اہل مکہ سے جنگ کر کے بطور غنیمت حاصل ہو سکتے تھے اللہ تعالیٰ شانہ نے پہلے سے خبر دے دی تھی کہ جب تم لوگ مغانم خیبر کے لئے چلو گے یعنی جنگ خیبر کے لئے روانہ ہونے لگو گے جس کا نتیجہ فتح اور اموال غنیمت حاصل ہونے کی صورت میں پھوقتاں ظاہر ہوگا تو یہ لوگ جو صلح حدیبیہ کی شرکت سے قصداً رہ گئے تھے یوں کہیں گے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے پھوقتاں میں حصہ لے لیں گے اور اموال غنیمت میں بھی شریک ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ان سے فرما دیں کہ ہرگز ساتھ نہ جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ حکم فرما دیا ہے درمیان میں یہ بھی فرمایا يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے کہ مخلفین کو ساتھ نہ لیں اس کو بدلنا چاہتے ہیں اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ مغانم خیبر جو صرف اہل حدیبیہ کیلئے مخصوص کر دیئے گئے تھے اس حکم کو بدلنا چاہتے ہیں چونکہ ان لوگوں کا مقصد مال حاصل کرنا تھا اور یہ سمجھ رہے تھے کہ ذرا سی محنت سے اموال غنیمت حاصل ہو جائیں گے اس لئے سفر خیبر میں ساتھ لگنے کی خواہش ظاہر کر رہے تھے۔

قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا یہ خبر بمعنی النہی ہے (اور مطلب یہ ہے کہ تم لوگ سفر خیبر میں ہرگز ہمارے ساتھ نہ جاؤ گے یعنی ہم تمہیں ساتھ نہ لیں گے۔) (فامر اللہ ان لا یأذن لھم فی ذلک معاقبۃ لھم من حسن ظنھم (ابن کثیر ص ۱۸۹ ج ۴)۔)

پھر فرمایا فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا (کہ جب تم ان سے یوں کہو گے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے تو وہ یوں کہیں گے کہ اللہ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہے بلکہ تم یہ نہیں چاہتے کہ ہمیں اموال غنیمت میں شریک کرو تمہارا یہ جذبہ اور قول و فعل حسد پر مبنی ہے۔ تم ہم سے حسد کرتے ہو اسی لئے یہ بات کہہ رہے ہو۔)

بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (اے مسلمانو! بات یہ نہیں ہے کہ تم حسد کر رہے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ وہ بس تھوڑی سی سمجھ رکھتے ہیں (صرف دنیاوی امور کو سمجھتے ہیں) نصرت دین اور فکر آخرت سے ان کے قلوب خالی ہیں۔

یہاں جو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے اموال غنیمت میں سے بعض مہاجرین کو بھی اموال عطا فرمائے تھے پھر اہل حدیبیہ کا استحقاق اور اختصاص کہاں رہا؟ حضرات مفسرین کرام نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ اول یہ کہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خمس یعنی ۱/۵ میں سے دیا تھا۔ جس میں مجاہدین غانمین کا حق نہیں ہوتا وہ ۴/۵ کے مستحق ہوتے ہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غانمین سے اجازت لے کر ان حضرات کو اپنی صوابدید کے مطابق کچھ مال عطا فرما دیا۔ (راجع معالم التنزیل ۱۹۲ ج ۴ وروح المعانی ص ۱۰۱ ج ۲۶)

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ

آپ ان دیہاتیوں سے فرما دیجئے جو پیچھے ڈال دیئے گئے تھے کہ تمہیں ایک بڑی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت قوت والے ہوں گے تم ان سے قتال کرو گے

اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ

یا وہ مسلمان ہو جائیں گے' سو اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا عوض عطا فرمائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا کہ اس سے پہلے

مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

روگردانی کر چکے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

حدیبیہ کی شرکت سے بچھڑ جانے والے دیہاتیوں سے مزید خطاب

اس آیت سے اللہ جل شانہ نے بطور پیش گوئی ان دیہاتیوں کو بتایا ہے جو حدیبیہ کی شرکت سے پیچھے رہ گئے تھے کہ عنقریب ایسی قوم سے جنگ کرنے کے لئے تمہیں بلایا جائے گا جو بڑی قوت والے ہوں گے، سخت جنگ جو ہوں گے (خیبر کی جنگ میں تمہیں نہ لے جایا گیا جو حدیبیہ میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے تمہارے لئے ایک قسم کی سزا ہے) جنگ لڑنے کے اور بھی مواقع آئیں گے آنے والی قوموں سے تم لڑتے رہو گے یا وہ فرمانبردار ہو جائیں گے، جب تمہیں ان سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے بلایا جائے گا تو اس وقت اطاعت کرو گے (یعنی دعوت دینے والے امیر کی فرمانبرداری کرو گے) اللہ تعالیٰ تمہیں اجر حسن یعنی نیک عوض عطا فرما دے گا اور اگر تم نے اس وقت روگردانی کی جہاد سے پشت پھیری جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر پیچھے رہ چکے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

جن مواقع میں اعراب مذکورین کو قتل کے لئے دعوت دی گئی یہ مواقع کب پیش آئے اور جس قوم سے جنگ کرنے کیلئے حکم دیا گیا وہ کون سی قوم تھی؟ اس بارے میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس آیت کو پڑھتے تو تھے لیکن یہ پتہ نہ تھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ جب قبیلہ بنو حنیفہ سے جنگ کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دعوت دی تو سمجھ میں آ گیا کہ آیت کا مصداق یہی بنو حنیفہ سے جنگ کرنا ہے، بنو حنیفہ یمامہ کے رہنے والے تھے اور مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس قوم سے فارس اور روم مراد ہیں جن سے جنگ کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعوت دی تھی اور لشکر بھیجے تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی ہوازن مراد ہیں جن سے غزوہ حنین میں جہاد ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے رومی کفار مراد ہیں جن کے حملہ کرنے کی خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک تشریف لے گئے تھے، صاحب روح المعانی نے یہ اقوال لکھے ہیں ان میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت مراد ہونا اقرب ہے کیونکہ انہوں نے جو قتال بنی حنیفہ کے لئے دعوت دی تھی وہ امیر المؤمنین ہونے کی حیثیت سے تھی اور امیر المؤمنین کی اطاعت نہ کرنے پر عذاب کی وعید دی گئی ہے اور ساتھ ہی يُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ بھی اس پر صادق آتا ہے کیونکہ مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں سے جنگ ہوئی تو اس کے ساتھیوں میں سے بہت سوں نے اسلام قبول کر لیا تھا (وھذا علی ان تکون لفظۃ او للتنویع والحصر کما ھو الظاھر) اور یہ اس وقت ہے جبکہ لفظ او تنویع اور حصر کیلئے ہو جیسا کہ مفہوم ہو رہا ہے۔

قبیلہ بنی ہوازن سے جنگ کرنے کے لئے مدینہ منورہ میں دعوت نہیں دی گئی فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین تشریف لے گئے تھے جہاں بنی ہوازن مقابلہ کے لئے جمع ہوئے تھے اور غزوہ تبوک کی شرکت بھی مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ وہاں قتال نہیں ہوا اور نہ رومی مسلمان ہوئے (کیونکہ وہ سامنے ہی نہیں آئے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فارس اور روم کے جہادوں کے لئے دعوت دی تھی چونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ وہ جہاد فرض عین تھا اس لئے اس کو ترک وعید کا مصداق نہیں بنایا جا سکتا امیر کا جو حکم جہاد فرض کفایہ کے

ے ہو وہ ایجابی نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ اَوْ یُسْلِمُوْنَ کا ایک ترجمہ تو یہ کیا گیا ہے کہ وہ اسلام قبول کریں گے اور ایک ترجمہ یہ ہے کہ وہ فرمانبردار ہو جائیں گے یعنی جزیہ دے کر جھک جائیں گے اگر قتال بنی حنیفہ مراد لیا جائے تو پہلا معنی اقرب الی السیاق ہے کیونکہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں بنی حنیفہ کے قتال کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے کہ بنی حنیفہ میں سے دس گیارہ ہزار آدمی مارے گئے اور بہت سوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے دعوت دینے پر اسلام قبول کر لیا اور یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر بھی ہو گئے البدایہ والنہایہ (ص ۳۶۵ ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ

نابینا پر کوئی گناہ نہیں اور لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ

رسول کی فرمانبرداری کرے وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص روگردانی کرے وہ اسے

عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

دردناک عذاب دے گا۔

معذوروں سے کوئی مؤاخذہ نہیں، فرمانبرداروں کے لئے جنت اور روگردانی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے

تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب آیت کریمہ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا نازل ہوئی (جس میں حکم جہاد دن کر روگردانی کرنے والوں کے لئے عذاب کی وعید ہے) تو جو لوگ اپاہج قسم کے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا کیا بنے گا ہم تو جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے؟ اس پر آیت کریمہ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى (آخر تک) نازل ہوئی جس میں یہ بتا دیا کہ جو لوگ مجبوری کی وجہ سے جہاد میں نہ جا سکے مثلاً نابینا ہوں یا لنگڑے ہوں یا بیمار ہوں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ مضمون سورۃ التوبہ میں بھی گزرا ہے وہاں فرمایا لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ

اس کے بعد ایک قاعدہ کلیہ بیان فرما دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل فرما دے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روگردانی کرے گا یعنی بنے گا اور بچے گا اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب دے گا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے سو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا

ع ۴۰ النصف

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ

اللہ تعالیٰ نے ان پر تسلیاں نازل فرمائیں اور ان کو جلد ہونے والی فتح دے دی اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں

اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ

اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کو تم لے رہے ہو سو اس نے تم کو یہ غنیمت جلد دیدی ہے اور لوگوں کے

اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى

ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ یہ مسلمانوں کے لئے نشانی ہو جائے اور تاکہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے اور ایک اور

لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ

اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی اللہ تعالیٰ نے اس کو احاطہ علمی میں لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر کافر لوگ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ

تم سے جنگ کرتے تو پیٹھ پھیر دیتے پھر نہ کوئی کارساز پاتے اور نہ کوئی مددگار یہ اللہ کا

مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

طریقہ ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور تم اللہ کے طریقہ میں تبدیلی نہ پاؤ گے

بیعتِ رضوان والوں کی فضیلت' ان سے فتح و نصرت اور اموالِ غنیمت کا وعدہ

ان آیات میں بیعت رضوان کا ذکر' حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت اس بات پر لی تھی کہ جنگ ہونے کی صورت میں ہم جہاد سے آپ کا ساتھ دیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے جم کر لڑیں گے اللہ جل شانہ نے اعلان فرما دیا کہ جن مؤمنین نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ ان حضرات کے لئے اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا تمغہ مل رہا ہے' قیامت تک کے لئے قرآن پڑھنے والے تمام اشخاص و افراد کے سامنے بار بار یہ اعلان سامنے آتا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بیعت کرنے والوں سے راضی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ دوزخ میں ان لوگوں میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوگا جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی۔ (صحیح مسلم)

رضامندی کا اعلان فرماتے ہوئے فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی حالت کو جان لیا' جس سے ان کے قلب معمور تھے پھر اپنی مزید نعمت کا خبر فرمایا فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ (کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تسلینہ نازل فرمادی) ان کے قلوب کو پوری طرح اطمینان ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ مصالحت کی ہے اور قریش مکہ سے جو معاہدہ فرمایا ہے یہ بالکل صحیح ہے درست ہے اہل یمان کیلئے باعث خیر ہے اور مبارک ہے پھر فتح قریب کی بھی بشارت دی مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ اس سے خیبر کی فتح مراد ہے ۷ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی تھی اس کے دو ماہ بعد خیبر فتح ہو گیا جہاں یہود بنی نضیر مدینہ منورہ سے جلاوطن کئے جانے

کے بعد آباد ہو گئے تھے وہاں بھی انہوں نے شرارتیں جاری رکھیں ہذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر تشریف لے گئے خیبر فتح ہو گیا اور یہود کے اموال بھی غنیمت کی صورت میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو مل گئے۔

اس مضمون کے ختم پر وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غلبہ والا ہے۔ وہ سب پر غالب ہے وہ جس کو چاہتا ہے غلبہ دیتا ہے) اور حکمت والا بھی ہے (اس کا ہر فیصلہ جلدی ہو یا دیر سے ہو سب کچھ حکمت کے مطابق ہوتا ہے)۔

اس کے بعد فرمایا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا (اللہ نے تم سے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے) فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (سو یہ اموال غنیمت جو تمہیں خیبر سے ملے ان کو جلدی عطا فرما دیا) (اور ان کے علاوہ اور بہت سے مال غنیمت ملیں گے)۔

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ (اور لوگوں کے ہاتھوں کو تمہاری جانب سے روک دیا یعنی جن لوگوں نے تم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا ان کی دست درازی سے تمہیں محفوظ فرما دیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے گئے اور وہاں اہل خیبر کا محاصرہ فرمایا تو یہاں قبیلہ بنی اسد اور قبیلہ بنی غطفان کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ اس وقت مدینہ منورہ میں مسلمان تھوڑے سے ہیں اکثر غزوۂ خیبر کے لئے گئے ہیں۔ لہٰذا مدینہ منورہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کے اہل عیال اور بال بچوں کو لوٹ لیا جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے ارادہ کو ارادہ تک ہی رکھا ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے مدینہ منورہ چڑھائی کرنے کیلئے نہ آ سکے۔ (معالم التنزیل)

روح المعانی (ص ۱۰۹ ج ۲۶) میں یوں لکھا ہے کہ یہودی لوگ مسلمانوں کے پیچھے ان کے اہل وعیال پر حملہ کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں باز رکھا اور ارادہ کے باوجود وہ حملہ نہ کر سکے ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی اسد اور بنی غطفان اہل خیبر کی مدد کے لئے نکلے تھے پھر واپس ہو گئے اور حضرت مجاہد تابعی نے وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ کا مخاطب یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صورت پیدا فرما کر اہل مکہ کے ہاتھوں کو روک لیا جو اہل ایمان سے جنگ کرنے کے لئے تیار تھے۔

وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ اموال غنیمت عطا فرما دیئے تاکہ تم اس سے نفع حاصل کرو اور تاکہ یہ اموال مؤمنین کے لئے اس بات کی نشانی بن جائیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے اور اس سے ایمان مزید مؤکد ہو جائے۔

وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور تاکہ اللہ تمہیں صراط مستقیم پر چلائے یعنی ہمیشہ اللہ پر بھروسہ رکھنے والا بنا دے قال فی الروح فعجل لکم هذه وکف ایدی الناس عنکم لتنتفعوا بذلک ولتکون اٰیة (وفیه ایضا) والآیة الامارة ای ولتکون امارة للمؤمنین یعرفون بها انهم من الله تعالی بمکان اویعرفون بها صدق الرسول فی وعده ایاهم فتح خیبر وماذکرمن المغانم وفتح مکة ودخول المسجد الحرام. وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا هو الثقة بفضل الله تعالیٰ والتوکل علیه فی کل ماتاتون وتذرون.

(روح المعانی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ جلدی دیدی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا تاکہ تم اس صورت حال سے نفع حاصل کرو اور یہ نشانی بنے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ آیہ کہتے ہیں امارہ کو یعنی یہ مؤمنین کیلئے نشانی ہے اس سے انہیں پتہ چلتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک مقام پر فائز ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح خیبر غنیمت اور فتح مکہ اور مسجد حرام میں داخلہ کے بارے میں [illegible] کا ان سے وعدہ سچا تھا۔

ویهدیکم صراطاً مستقیماً، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح راہ نما ہے اور ہر کام کرنے یا چھوڑنے [illegible] ہے)

وَاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا اور ان کے علاوہ بھی فتوحات ہوں گی جن پر تم قادر نہیں ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے وہ فتوحات مراد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کو نصیب ہوئیں مثلاً فارس اور روم فتح ہوئے اور ان کے علاوہ بھی بہت سے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے فتح مکہ مراد ہے اور حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے فتح حنین مراد ہے اور حضرت مجاہد نے فرمایا ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کو جو بھی فتوحات نصیب ہوں گی وہ سب مراد ہیں یہ اقوال مفسر قرطبی نے لکھے ہیں۔

لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا ظاہری معنی تو یہ ہے کہ اس وقت تم کو ان پر قدرت حاصل نہیں ہوئی اور بعض حضرات نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ لن تکونوا ترجوھا تمہیں ان کے فتح ہونے کی امید نہ تھی بعض حضرات نے اسی کا اردو ترجمہ یوں کیا ہے کہ وہ فتوحات تمہارے خواب وخیال میں بھی نہ تھیں۔

قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ تم انہیں فتح کرو گے اس نے مقدر فرما دیا ہے کہ ان پر تمہارا قبضہ ہوگا۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ تعالیٰ جب چاہے جسے چاہے ملک اور مملکت نصیب فرمائے۔

اس کے بعد فرمایا وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ (اور اگر کفار تم سے جنگ کرتے تو پشت پھیر کر چلے جاتے) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے کفار قریش مراد ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بنی غطفان اور بنی اسد مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیبر تشریف لے جانے کے بعد مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (پھر وہ کوئی اپنا دوست اور مددگار نہ پاتے)۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ (یہ پہلے سے اللہ کی عادت رہی ہے کہ کار خیر کے ساتھ انجام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں رہا ہے اپنے اولیاء کی اس نے مدد فرمائی ہے اور دشمنوں کو مغلوب کیا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا (اور تم اللہ کی عادت میں تبدیلی نہ پاؤ گے) صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اچھا انجام ہمیشہ حضرات انبیاء کے حق میں ہی ہوا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب کبھی بھی کافروں سے قتال ہوا تو کافروں پر غلبہ ہوا ہو ولعل المراد ان سنته تعالی ان تکون العاقبة للانبیاء علیهم السلام لانهم کلما قاتلوا الکفار علبوهم وهزموهم اھ (شاید مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ انجام کار فتح انبیاء ہی ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ جب بھی کفار سے لڑائی ہو تو یہ ان پر غالب آ جائیں اور انہیں شکست دیدیں)۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ

اور اللہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں ہوتے ہوئے روک دیا اس کے بعد کہ تمہیں ان پر

عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝

قدرت دیدی تھی اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور کافروں کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رکھا

علامہ قرطبیؒ نے اپنے تفسیر میں آیت بالا کا سبب نزول بتاتے ہوئے متعدد اقوال لکھے ہیں صحیح مسلم میں ایک واقعہ حضرت سلمہ بن

اکوع رضی اللہ عنہ سے اور دوسرا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور دونوں کو آیت ہذا کا سبب نزول بتایا ہے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہمارے اور اہل مکہ کے درمیان صلح ہوگئی تو میں ایک درخت کے نیچے کانٹے ہٹا کر لیٹ گیا اس وقت اہل مکہ میں سے چار مشرکین وہاں پہنچ گئے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ناشائستہ کلمہ کہنے لگے مجھے برا لگا اور جگہ چھوڑ کر دوسرے درخت کے نیچے چلا گیا۔ ان لوگوں نے اپنے ہتھیار اٹکا دیئے اور لیٹ گئے میں نے اپنی تلوار لی اور ان چاروں آدمیوں کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اور ان سے کہا کہ بھیو قسم اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عزت بخشی ہے اگر تم میں سے کوئی شخص سر اٹھائے گا اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا اس کے بعد میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا اور میرے چچا ۷۰ آدمی قید کر کے لائے جن کا نام عامر تھا ان کے گرفتار کردہ لوگوں میں مکرز نامی بھی ایک شخص تھا۔ اس کے ساتھ اور افراد بھی تھے جو مشرکین میں سے تھے جن کی تعداد ستر تھی آپ نے ان کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (الآیۃ) نازل فرمائی۔ (صحیح مسلم ص ۱۱۳ ج ۲)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یوں روایت کی ہے کہ اہل مکہ میں سے اسی ۸۰ آدمی جبل تنعیم سے اتر کر آ گئے یہ لوگ ہتھیار پہنے ہوئے تھے ان کا ارادہ یہ تھا کہ غفلت کا موقع پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر حملہ کر دیں آپ نے ان لوگوں کو پکڑ لیا وہ لوگ قابو میں آ گئے تو اپنی جانوں کو سپرد کر دیا آپ نے ان کو زندہ چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے آیت مذکورہ بالا نازل فرمائی (صحیح مسلم ص ۱۱۶ ج ۲) مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے مومن بندوں پر احسان جتایا ہے کہ اس نے مشرکین کے ہاتھوں سے تمہیں محفوظ رکھا اور ان کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچنے دی اور مؤمنین کے ہاتھوں کو بھی مشرکین تک نہ پہنچنے دیا۔

اس کے بعد آیت کا ترجمہ دوبارہ پڑھ لیجئے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ کس کس طرح حفاظت فرمائے اور مخالف کے قبضہ ہونے کے بعد اس کے حملہ سے کس طرح بچائے اور قلوب کو جس طرح چاہے پلٹ دے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن لوگوں سے نرمی کا معاملہ فرمایا اور معاف کر دیا عموماً وہ لوگ بعد میں مسلمان ہی ہو گئے۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو روک دیا جو رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ

اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی انکے یوں جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بے خبری میں ضرر پہنچ جاتا

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ

تو بے تصد مچے کر دیا جاتا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے یہ مسلمان مرد عورت جدا ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو عذاب دیتے جو قتل اور

عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ

میں سے کافر تھے۔ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار و حمیت دی اور عار بھی جاہلیت کی تھی

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ

سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق تھے

بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۝

اور اس کے اہل تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

ع ۱۱

کافروں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا' ان پر حمیت جاہلیہ سوار ہوگئی' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر سکینہ نازل فرمائی اور انہیں تقویٰ کی بات پر جمادیا!

ان آیات میں چند امور بیان فرمائے ہیں اول مشرکین کی مذمت فرمائی کہ انہوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام تک پہنچنے سے روک دیا اور وہ جو قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے ان کو ان کے موقع ذبح میں نہ جانے دیا (ان کی حرکتوں کا تقاضا یہ تھا کہ ان سے جنگ کی جاتی اور انہیں سزا دے دی جاتی)۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ہدی کے جانور جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے گئے تھے ان کی تعداد ستر (۷۰) تھی۔ عمرہ کر کے انہیں مکہ معظمہ میں ذبح کیا جانا تھا' قریش آڑے آئے لہٰذا حدیبیہ ہی میں حلق کرنا پڑا اور ہدی کے جانور وہیں ذبح فرما دیئے۔

دوسرے یہ فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایسے مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں موجود تھیں جن کا تمہیں علم نہ تھا ہو سکتا تھا کہ تم بے علمی میں اپنے قدموں سے انہیں روند ڈالتے اور اس کی وجہ سے تم کو ضرور پہنچ جاتا اللہ تعالیٰ نے ضعیف اور مؤمنین اور مؤمنات کی وجہ سے صلح کی صورت پیدا فرما دی اگرچہ قریش مکہ کی حرکت ایسی تھی کہ ان سے جنگ کی جاتی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ لولا کا جواب محذوف ہے۔

وجواب لولا محذوف لدلالة الكلام عليه والمعنى على ماسمعت اولا لولا كراهة ان تهلكوا اناسا مؤمنين بين ظهرانى الكفار جاهلين بهم فيصيبكم باهلاكهم مكروه لما كف ايديكم عنهم وحاصله انه تعالى لو لم يكف ايديكم عنهم لانحرالا مرالى اهلاك مؤمنين بين ظهرانيهم فيصيبكم من ذالك مكروه وهو عزوجل يكره ذلك.

(لولا کا جواب محذوف ہے۔ اس بنا پر معنی یہ ہے کہ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ ان جانے میں تم کافروں کے درمیان مؤمن لوگوں کو قتل کرو گے اور ان کی ہلاکت سے تمہیں تکلیف ہوگی تو ان سے تمہارے ہاتھ نہ روکے جاتے حاصل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سے تمہارے ہاتھ نہ روکتا تو معاملہ کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کافروں کے درمیان رہنے والے مؤمن ہلاک ہوتے اور اس سے تمہیں تکلیف ہوتی اور اللہ تعالیٰ بھی اس بات کو ناپسند کرتے ہیں)

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ جو فرمایا اس میں لفظ معرۃ وارد ہوا ہے اس کا ترجمہ ضرر اور مکروہ اور مشقت اور گناہ کیا گیا ہے بعض حضرات نے اس کی تشریح کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے کہ اگر جنگ ہوتی تو مؤمن مرد اور عورتیں اس کی زد میں آجاتے تو اہل ایمان کو رنج پہنچتا اور دکھ ہوتا اور کافروں کو یوں کہنے کا موقع مل جاتا کہ دیکھو مسلمانوں نے اپنے اہل دین ہی کو قتل کر دیا' بعض حضرات نے یہ مطلب بتایا ہے کہ ان کے قتل کرنے سے گناہ میں مبتلا ہو جاتے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ دیت واجب ہو جاتی' لیکن صاحب روح المعانی نے ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں قول ضعیف ہیں طبری کا قول ہے کہ اس سے قتل خطا کا کفارہ مراد ہے۔

تیسرے لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اہل ایمان کو جنگ کرنے سے بچا دیا تاکہ وہ اس کے ذریعے جنگ کے بغیر جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرما دے یعنی اس نے اہل ایمان کو جنگ سے بھی بچا لیا اور انہیں اپنی رحمت میں داخل فرما دیا جو ضعیف مؤمن اور مؤمنات مکہ میں تھے ان کے پر امن رہنے کی بھی صورت نکل آئی اور مشرکین کی طرف سے جو انہیں ضعیف سمجھ کر تکلیفیں دی جاتی تھیں ان سے بھی چھٹکارہ حاصل ہو گیا اور پوری طرح عبادات کرنے کے مواقع بھی نکل آئے بعض حضرات نے فرمایا کہ مَنْ يَّشَآءُ سے اہل ایمان بھی مراد ہیں جنہیں امن کی رحمت شامل حال ہو گئی اور مشرکین بھی مراد ہیں کیونکہ انہیں سوچنے اور سمجھنے اور اسلام قبول کرنے کا موقعہ دے دیا گیا۔ (از روح المعانی ص ۱۰۱ ج ۲۶)

چوتھے یہ فرمایا لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (اگر مومنین و مومنات کافروں سے علیحدہ ہو جاتے جو مکہ معظمہ میں موجود تھے (اور ضعف کی وجہ سے ہجرت نہیں کر سکتے تھے) تو ہم کافروں کو دردناک عذاب دیتے یعنی کافر مقتول ہوتے اور قیدی بنائے جاتے۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ جو مؤمن مرد و عورت مکہ معظمہ میں موجود تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو جنگ سے محفوظ رکھا یہ نو افراد تھے جن میں سات مرد اور دو عورتیں تھیں۔

پھر فرمایا اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الآیۃ) (کہ ان لوگوں نے تمہیں ایسے وقت میں روکا جبکہ اپنے دلوں میں انہوں نے حمیت کو جگہ دے دی) یہ جاہلیت کی حمیت تھی جس کسی چیز کو انسان اپنے لئے عار اور عیب سمجھے پھر اس کی بنیاد پر اپنی جان کو بچانے کے لئے کوئی حرکت یا کوئی بات کرے اسے حمیت کہا جاتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ عمرہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے اور قریش مکہ کو اس کا پتہ چل گیا تو ان پر جہالت سوار ہوئی اور حمیت جاہلیہ سامنے آ گئی انہوں نے طے کر لیا کہ آپ کو عمرہ کرنے نہیں دیں گے ورنہ عرب میں مشہور ہو جائے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے آدمیوں کی رضامندی کے بغیر زبردستی مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے سطرح سے اہل عرب ہمیں طعنے دیں گے ان لوگوں نے حمیت جاہلیہ کی وجہ سے صلح نامہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ لکھنے دیا اور محمد رسول اللہ جو لکھ دیا گیا تھا اس کی جگہ محمد بن عبداللہ کھوانے کی ضد کی۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (سو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر طمینان نازل فرما دیا) انہوں نے لڑائی نہ کرنے پر اور اسی سال عمرہ کرنے پر ضد نہ کی وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (اور اللہ نے تقویٰ کا کلمہ ان کے ساتھ لازم فرما دیا) وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا (اور یہ لوگ کلمۃ التقویٰ کے زیادہ حق دار تھے اور اس کے اہل تھے) وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے) کلمۃ التقویٰ سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں امام ترمذی نے بروایت ابی بن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اس سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ مراد ہے اس کو تقویٰ کا کلمہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ شرک سے اور کفر سے اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے کلمہ والا پایا اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے سے ان کا ساتھی بنا دیا اب یہ اس کے ذریعہ اللہ کو بھی یاد کرتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ یہ مکہ اس کلمہ کے حق تھے اور اہل تھے اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ یہ لوگ کلمہ قبول کریں گے اور اس کے تقاضوں پر چلیں گے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان کا مزاج قبول حق کا بنا دیا تھا اسی مزاج اور طبیعت کے مطابق وہ اس کی طرف آگے بڑھے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے) وہ اپنی حکمت کے مطابق جسے چاہتا ہے اہل بناتا ہے اور جو اہلیت کے مطابق محض اپنے فضل سے خیر اور رشد و ہدایت پر جما کر رکھتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ

فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا، اس نے آپ کو ہدایت اور حق کے ساتھ بھیجا

مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ والے سفر میں روانہ ہونے سے پہلے ہی مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خواب دکھایا گیا تھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ امن وامان سے مسجد حرام میں داخل ہوں گے اور وہاں کچھ لوگ سر مونڈیں گے اور کچھ لوگ بال کتروائیں گے آپ نے یہ خواب صحابہ کو بتایا تھا صحابہ کرام خواب سن کر بہت خوش ہوئے اور اس امید پر روانہ ہو گئے کہ اس سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ نصیب ہوگا جب حدیبیہ میں پہنچے اور مشرکین مکہ آڑے آ گئے جس کی وجہ سے صلح کر لی گئی اور مکہ معظمہ میں داخل ہوئے بغیر واپس آ گئے گو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کرنے کو حق جانتے ہوئے اور مانتے ہوئے طبعی طور پر اس بات سے صحابہ کو رنج ہو رہا تھا کہ ہم مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے بلکہ صلح کے وقت ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا کہ آپ نے تو یہ خبر دی تھی کہ مکہ معظمہ میں داخل ہوں گے یہ تو اس کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اس کا جواب دیدیا تھا اس جواب سے حضرت عمرؓ مطمئن ہو گئے تھے۔ (صحیح مسلم فضائل نفسہ ص ۱۰۶ ج ۲)

اطمینان عقلی کے ہوتے ہوئے طبعی طور پر جو رنج تھا اس کو دور فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آیت بالا نازل فرمائی جس میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو خواب دکھایا تھا کہ تم ان شاء اللہ مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے وہاں کوئی بال مونڈے گا اور کوئی بال کتروائے گا اور کسی کسی کا ذکر نہیں ہوگا یہ خواب اللہ تعالیٰ نے صحیح دکھایا تھا واقعہ کے مطابق جس کا آئندہ سال مظاہرہ ہوگا اور چونکہ خواب میں اسی سال داخل ہونے کی خبر نہیں دی گئی تھی اس لئے خواب سچا ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑا اس میں جو لفظ ان شاء اللہ فرمایا ہے یہ شک کیلئے نہیں ہے بلکہ تحقیق اور تاکید کے لئے اور ابو عبیدہ کا قول ہے کہ ان یہاں اذا کے معنی میں ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ چاہے داخل ہو جاؤ گے۔

اور یہ جو فرمایا فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحا قريبا (سو اللہ نے جان لیا جو تم نے نہیں جانا) اس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ کے داخل ہونے میں جو تاخیر کی گئی اس میں جو اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اس کا تمہیں علم نہ تھا بعض حضرات نے فرمایا کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اسی عمرہ کرنے کی ضد کرتے اور مشرکین مکہ سے قتل وقتال کیا جاتا ہے اور

صلح نہ ہوتی تو دو ڈھائی مہینے بعد جو خیبر فتح ہوا اس کے لئے سفر کرنا مشکل ہو جاتا اور اگر سفر میں چلے جاتے تو یہ خطرہ رہتا کہ اہل مکہ کہیں پیچھے مدینہ منورہ پر حملہ نہ کر دیں پس صلح کرنے میں اور دخول مکہ کی تاخیر میں جو فائدہ پہنچا اس کا تمہیں علم نہیں تھا فجعل من دون ذلك فتحا قريبا (سو اللہ نے مکہ معظمہ کے داخل ہونے سے پہلے قریب ہی ایک فتح دیدی) یعنی خیبر کو فتح فرمایا اور وہاں کے اموال غنیمت شرکاء حدیبیہ کو مل گئے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو دوسرے تمام دینوں پر غالب کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا فرما دیا اس مضمون کی آیت سورہ توبہ میں بھی گزر چکی ہے وہاں تفسیر اور تشریح دیکھ لی جائے۔

وكفى بالله شهيدا (اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے) مشرکین نے صلح نامہ میں جو هذا ما صالح عليه محمد رسول الله لکھنے سے انحراف کیا تو اس کی وجہ سے آپ کی نبوت و رسالت کے بارے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۹۲ ج ۶)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو انہیں دیکھے گا کہ وہ کبھی رکوع میں ہیں کبھی سجدہ میں ہیں اور

يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ

اللہ کے فضل اور رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں ان کی شان یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں ان کی یہ شان

فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى

توریت میں ہے اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی ہو جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسے قوی بنایا پھر وہ کھیتی موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر

عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

سیدھی کھڑی ہوئی جو کاشتکاروں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ اللہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلائے اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے

مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور منقبت

اس سورت میں جگہ جگہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف بیان فرمائی ہے پھر یہاں سورت کے ختم پر ان کی مزید توصیف و تعریف بیان فرمائی ہے' اولاً ارشاد فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں اس مضمون کو سورۂ مائدہ میں اذلة على المؤمنين اعزة على

معانقہ ۱۵

ع ۳

الکافرین میں بھی بیان کیا ہے۔ اہل ایمان کی یہ شان ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں سخت رہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کریں۔ یہ صفت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں بہت زیادہ نمایاں تھی' آج کل دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان دشمنان اسلام کے آگے پیچھے جاتے ہیں اور ان سے ڈرتے ہیں ان سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ سختی کرتے ہیں ان پر رحم نہیں کرتے دنیاوی محبت نے اس پر آمادہ کر رکھا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا (اے مخاطب تو ان کو اس حال میں دیکھے گا کہ کبھی رکوع کئے ہوئے ہیں، کبھی سجدہ کئے ہوئے' اس میں کثرت سے نماز پڑھنا اور نمازوں پر مداومت کرنا' نوافل کا اہتمام کرنا، راتوں کو نمازوں میں کھڑا ہونا سب داخل ہے۔

تیسری صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (یہ حضرات اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی تلاش کرتے ہیں) جو اعمال اختیار کرتے ہیں ان کے ذریعہ کوئی دنیاوی مقصد سامنے نہیں ہے' ان کے اعمال اللہ کا فضل تلاش کرنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہیں۔

چوتھی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ اس کا مطلب بتاتے ہوئے صاحب معالم التنزیل نے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں' جن میں سے ایک یہ بھی ہے جو ظاہری لفظوں سے سمجھ میں آرہا ہے کہ مٹی پر سجدہ کرنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر کچھ مٹی لگ جاتی ہے اور بعض حضرات سے یہ نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے ان کے ذریعہ پہچانے جائیں گے کہ یہ لوگ نماز پڑھنے میں زیادہ مشغول رہتے تھے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے اچھی عادت اور خصلت اور خشوع و تواضع مراد ہے' جو لوگ کثرت سے نماز پڑھتے ہیں انہیں جو نماز کی برکات حاصل ہوتی ہیں' انہیں سے ایک بہت بڑی صفت خوش خلقی اور تواضع بھی ہے' ان کے چہروں سے ان کی یہ صفت واضح ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ (ان کی مذکورہ صفت توریت میں بھی بیان کی گئی ہے) پھر انجیل میں جو ان کی صفت بیان کی گئی ہے اس کو بیان فرمایا ارشاد ہے وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ (الی اخرہ) کہ انجیل میں ان لوگوں کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسان نے نرم زمین میں بیج ڈالا اس زمین سے کھیتی کی سوئی نکلی ہلکا بہت پتلا تناظاہر ہوا' پھر وہ آگے بڑھا تو اس میں قوت آگئی پھر اور آگے بڑھا تو موٹا ہو گیا' ان حالتوں سے گزر کر اب یہ ٹھیک طریقے سے اپنی پنڈلی پر اچھی طرح کھڑا ہو گیا' اب یہ ہرا بھرا بھی ہے اندر سے نکل کر بڑھ بھی چکا ہے اور اس کا تنا اپنی جڑ پر کھڑا ہے' کسان لوگ اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔

اس مثال میں یہ بتا دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہؓ اولاً تھوڑے سے ہوں گے پھر بڑھتے رہیں گے اور کثیر ہو جائیں گے اور مجموعی حیثیت سے وہ ایک بڑی قوت بن جائیں گے' چنانچہ ایسا ہی ہوا' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پہلے تھوڑے سے تھے پھر بڑھتے بڑھتے ہزاروں ہو گئے' زمانہ نبوت ہی میں ایک لاکھ سے زیادہ ان کی تعداد ہو گئی۔ پھر انہوں نے دین اسلام کو خوب پھیلایا' قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے' ان کے مقابلے میں کوئی جماعت جم نہیں سکتی تھی۔

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو بڑھایا چڑھایا قوت و طاقت سے نوازا تاکہ ان کے ذریعہ کافروں کے دل کو جلا دے۔ کافروں کو یہ گوارا نہیں تھا اور نہ اب گوارا ہے کہ اسلام اور مسلمان پھلیں پھولیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بھی بڑھایا اور مسلمانوں کو بھی قوت دے دی جیسا کہ سورۃ الصف میں فرمایا يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○

(یہ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ اللہ وہ ہے جس نے رسول کو ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب پر غالب فرمادے۔ اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہو) یہ دوسری آیت هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ سورۃ توبہ اور سورۃ الفتح میں بھی ہے جسکا ترجمہ گزر چکا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کی مغفرت ہوگی اور انہیں اجر عظیم دیا جائے گا۔) یہ بات بطور قاعدہ کلیہ بیان فرمائی ہے الفاظوں کا عموم حضرات صحابہ کو بھی شامل ہے اور ان کے بعد آنے والے اعمال صالحہ والے مومنین کو بھی۔

فائدہ: سورۃ الفتح حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی کئی جگہ تعریف فرمائی ہے۔ اول فرمایا هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ پھر فرمایا لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا پھر فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ پھر فرمایا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فعلم مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا پھر فرمایا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا پھر فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الایۃ)

پھر فرمایا لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ پھر فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا اور سورۂ توبہ میں فرمایا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (الایۃ)

قرآن مجید کی ان تصریحات کو دیکھ لو اور روافض کی دشمنی کو دیکھو باوجود تین صحابہ کے علاوہ باقی سب کو کافر کہتے ہیں اس فرقہ کی بنیاد ہی بغض صحابہؓ پر ہے جو لوگ حضرات صحابہ کرامؓ کو کافر کہتے ہیں وہ قرآنی تصریحات کے منکر ہونے کی وجہ سے خود کافر ہیں قرآن کے جھٹلانے کی وجہ سے جب ان لوگوں پر کفر عائد ہو گیا تو کہنے لگے کہ یہ قرآن ہی وہ نہیں ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے یہ کہنا خود کفر ہے۔ اور قرآن نے بھی ان لوگوں کو کافر بتایا جن کے دل میں صحابہؓ کی طرف سے بغض ہوگا لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کو بار بار پڑھ لیا جائے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے حضرات صحابہؓ کی شان میں کچھ کہہ دیا اس پر ارشاد فرمایا کہ جس کسی کے دل میں کسی صحابی کی طرف سے بغض ہوگا آیت کریمہ کا عموم اس کو شامل ہوگا (یعنی وہ آیت کا مصداق ہوگا (یعنی اس پر کفر عائد ہوگا) (تفسیر قرطبی)

بعض شیعوں نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے ساتھ جو مِنْهُمْ کا اضافہ فرمایا ہے اس میں من تبعیضیہ ہے یہ ان لوگوں کی جہالت ہے حضرات صحابہؓ کے بغض میں یہ بات کہہ رہے ہیں اور مزید کفر کی چادر میں لپٹ رہے ہیں سیاق کلام سے واضح ہو رہا ہے کہ من بیانیہ ہے اگر بالفرض من تبعیضیہ ہو تو کیا آیات قرآنیہ سے دو تین صحابہؓ کا ایمان ثابت ہوتا ہے جن کے ایمان کے روافض قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (فرمایا ہے کیا اس سے ان چودہ پندرہ سو صحابہؓ کا ایمان اور وعدہ رضوان ثابت نہیں ہوتا جنہوں نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جن میں حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی تھے جن کے بغض میں شیعہ جل کر خاک ہوئے جا رہے ہیں اور سورۂ توبہ میں جو مہاجرین اور

انصار اور ان کے متبعین (اہل السنۃ والجماعۃ) سے رضامندی کا اعلان فرمایا ہے اس میں تو کہیں بھی ابہام نہیں ہے۔

یاد رہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی سابقین اولین میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور شیعہ اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں جو حضرات انصار اور مہاجرین سے راضی ہے۔ جو شخص قصداً قرآن کو جھٹلائے ایمان سے منہ موڑے اس سے کیا بات کی جا سکتی ہے؟ شیعوں کا عقیدہ ہے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مومن نہیں تھے۔ شیعوں کو خود اپنے ایمان کی فکر نہیں ہے کہ بغض صحابہ انہیں کچھ سوچنے نہیں دیتا۔ عامۃ المسلمین سے ہمارا خطاب ہے کہ ان آیات میں غور کریں تاکہ شیعوں کے کفر میں کوئی شخص شک نہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو (دو بار فرمایا) میرے بعد تم انہیں نشانہ نہیں بنا لینا' سو جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا ہے تو اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی' اور جس نے اللہ کو اذیت دی قریب ہے کہ وہ اسے پکڑ لے گا۔ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا کہہ رہے ہیں تو کہہ دو کہ تم پر اللہ کی لعنت ہے تمہارے شر کی وجہ سے۔ (ایضاً)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہؓ کو برا نہ کہو کیونکہ (ان کا مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ) تم میں سے کوئی شخص اگر احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کر دے تو یہ (ثواب کے اعتبار سے) ان میں سے کسی کے ایک مد یا نصف مد کو بھی نہیں پہنچے گا۔ (کذا فی المشکوٰۃ ص ۵۵۴ عن البخاری ومسلم)

اس زمانہ میں غلہ ناپنے کا ایک برتن ہوتا تھا اسے مد کہتے تھے (نئے اوزان کے اعتبار سے ایک مد کا وزن سات سو گرام کے لگ بھگ بنتا ہے۔۱۲)۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ روافض کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ وھو الھادی الی سبیل الرشاد'

هذا آخر تفسير سورة الفتح' الحمد لله الذى فتح علينا اسرار القران وجعلنا ممن يدخل الجنان والصلاة والسلام على خير رسله محمد سيد ولد عدنان' وعلى اله وصحبه ما طلع النيران وتعاقب الملوان

☆☆☆.. ... .☆☆☆

مدنی	سورۂ حجرات	۱۸ آیتیں ۲ رکوع

آیاتہا ۱۸ | (۴۹) سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۰۶) | رکوعاتہا ۲

سورۂ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات ۲۰۱۰ (۲) رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اے ایمان والو تم اللہ اور اس کے رسول سے پہلے سبقت مت کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ

بعض بعض سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا

عَظِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ

اجر ہے۔ بیشک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے ہیں اور اگر وہ صبر کرتے

صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

یہاں تک کہ آپ ان کی طرف نکلتے تو ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور خدمتِ عالی میں حاضری کے احکام و آداب کی تلقین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جن گھروں میں رہتی تھیں انہیں حجرات سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ یہ گھر چھوٹے چھوٹے تھے اور پختہ عمارتیں بھی نہ تھیں، کھجوروں کی ٹہنیوں سے بنا دی گئی تھیں۔ چونکہ اس سورۃ کے پہلے رکوع میں ان حجروں کا ذکر ہے اس لئے یہ

سورت سورۃ الحجرات کے نام سے موسوم ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے توقیر اور احترام کی تلقین فرمائی اور اس سلسلے میں چند آداب ارشاد فرمائے ہیں۔

اول تو یہ فرمایا کہ اے ایمان والو تم اللہ اور رسول ﷺ سے سبقت مت کرو یہ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کا ترجمہ ہے ان الفاظ میں بڑی جامعیت ہے۔ حضرات مفسرین نے اس کے متعدد معنی لکھے ہیں۔ حضرت مجاہد نے فرمایا کہ تم پہلے سے کوئی بات اپنی طرف سے نہ کہہ دو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرو وہ اپنے رسول کی زبانی جو فیصلہ فرما دے اس کے مطابق عمل کرو۔ حضرت سفیان ثوری نے بھی تقریباً یہی مطلب بتایا ہے۔ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو یوں کہا کرتے تھے کہ اس بارے میں کچھ حکم نازل ہو جاتا اور فلاں مسئلہ میں کوئی قانون نازل ہو جاتا تو اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی بات پسند نہ آئی اور فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سبقت نہ کرو۔ (معالم التنزیل ص ۲۰۹ ج ۴ ابن کثیر ص ۲۰۵ ج ۴)

ساتھ ہی وَاتَّقُوا اللّٰهَ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بیشک اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے بواسطہ عبداللہ بن الزبیر نقل کیا ہے کہ بنی تمیم کا ایک قافلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور انہوں نے عرض کیا کہ کسی شخص کو ہمارا امیر بنا دیجئے (ابھی تک آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا تھا کہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن معبد کو امیر بنانے کا مشورہ دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس کے امیر بنانے کی رائے پیش کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارا اس کے علاوہ کچھ مقصد نہیں کہ میری مخالفت کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی مخالفت کے طور پر رائے پیش نہیں کی اس پر جھگڑا ہونے لگا جس سے دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس پر آیت کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا (آخر تک) نازل ہوئی (ص ۷۱۸)

معالم التنزیل میں ہے کہ اس موقع پر شروع سورت سے لے کر اجر عظیم تک آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ اور رسول کے حکم سے آگے بڑھنے کی اور آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے آوازیں بلند کرنے کی ممانعت فرما دی اور یہ حکم فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرو تو ادب کا خیال رکھو اور اس طرح اونچی آواز سے بات نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر تمہاری آواز بلند ہو جائے اور اس کی وجہ سے تمہارے اعمال حبط ہو جائیں یعنی تمہاری نیکیاں ختم کر دی جائیں اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ ہو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آیت مذکورہ نازل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اتنا آہستہ بولتے تھے کہ پوچھنا پڑتا کہ یہ کہہ رہے ہیں۔ (صحیح بخاری ص ۷۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس صحابی رضی اللہ عنہ کو اپنی مجلس سے غیر حاضر پایا تو آپ کو اس کا احساس ہوا ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کا پتہ چلاتا ہوں وہ حضرت ثابت کے پاس آئے اور انہیں اس حال میں دیکھا کہ اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں دریافت کیا کہ آپ کو کیا ہوا ہے؟ جواب دیا کہ میری آواز بلند ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کر چکا ہوں (جو اپنی عادت کے طور پر تھی) لہٰذا میں اہل نار میں سے ہوں

اس نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جا کر بتائی آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ انہیں بتا دو کہ وہ اہل نار میں سے نہیں ہیں۔ اہل جنت میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری ۵۱۰ ص ۷۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آیت بالا نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس طرح پست آواز سے بات کرتے تھے کہ جیسے کوئی شخص راز کی باتیں کر رہا ہو اور حضرت ابن زبیرؓ نے بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ بات کرتے تھے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سن سکیں حتیٰ کہ بعض مرتبہ آپؐ سوال فرماتے تھے کہ کیا کہا؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی نازل فرمائی۔

(بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خاص کر دیا ہے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے)۔

اِمْتَحَنَ لفظ اِمْتِحَان سے ماضی کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ جانچ کرنا کیا گیا ہے۔ صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں' امتحن اخلص کے معنی میں ہے جس طرح سونے کو پگھلا کر خالص کر دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے قلوب کو تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے ان کے قلوب میں تقویٰ ہی تقویٰ ہے) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب و احترام کو دیکھو اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کو اور مدح اور توصیف کو دیکھو اور شیعوں کے بغض اور دشمنی کو دیکھو وہ کہتے ہیں کہ تین چار صحابہؓ کے علاوہ سب کافر تھے۔ (العیاذ باللہ)

فائدہ:۔ حضرات علماء کرام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کے سامنے بھی آواز بلند کرنا مکروہ ہے جیسا کہ آپؐ کی زندگی میں ایسا کرنا مکروہ تھا کیونکہ آپ کا احترام اب بھی واجب ہے اور آپؐ کو برزخی حیات حاصل ہے۔

جب خدمت عالی میں سلام پیش کرنے کیلئے حاضر ہو تو دھیمی آواز میں پیش کرے اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (الآیہ) اس آیت کے سبب نزول میں صاحب معالم التنزیل نے متعدد قصے لکھے ہیں جو حضرت ابن عباس' حضرت جابر اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ حضرت زید بن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ عرب کے کچھ لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ آج اس شخص کے پاس چلیں جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اگر وہ واقعی نبی ہیں تو ہمیں سب لوگوں سے آگے بڑھ کر ان پر ایمان لا کر سعادت مند ہونا چاہئے اور اگر وہ نبی نہیں ہیں بلکہ انہیں بادشاہت ملنے والی ہے تو ہمیں ان کے زیر سایہ زندگی گزارنی چاہئے (بہر حال ان سے تعلق قائم کرنے میں فائدہ ہے) اس کے بعد حاضر ہوئے تو یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ کہہ کر آوازیں دینے لگے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قبیلہ بنی عنبر کے آدمی دوپہر کے وقت آئے انہوں نے پکارا یا محمد اخرج الینا (کہ ہماری طرف نکلئے) دوپہر کا وقت تھا آپؐ آرام فرما رہے تھے ان لوگوں کی چیخ و پکار سے آپؐ کی آنکھ کھل گئی

حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ یہ لوگ قبیلہ بنی تمیم کے تھے جنہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر آپؐ کو باہر آنے کے لئے پکارا اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (بیشک جو لوگ آپؐ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ (اور اگر وہ لوگ صبر کر لیتے یہاں تک کہ آپؐ خود ہی ان کی طرف نکلتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا) وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) جس کسی

سے جو بھی کوئی خطا سرزد ہوئی ہو توبہ کر کے معاف کرالے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو

فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

پھر اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

کوئی فاسق خبر دے تو اچھی طرح تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو

معالم التنزیل (ص ۲۱۲ ج ۴) میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی واقعہ یوں پیش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو قبیلہ بنی المصطلق کی زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا جب ان لوگوں کو پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص ہمارے قبیلہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے پہنچ رہا ہے تو لوگوں نے آبادی سے باہر آ کر آکر مکرم کے طور پر ان کا استقبال کیا چونکہ زمانہ جاہلیت میں ولید بن عقبہ اور قبیلہ مذکورہ کے درمیان عداوت تھی اس لئے شیطان کو ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالنے کا موقع مل گیا کہ یہ لوگ تمہیں قتل کرنے کیلئے آ رہے ہیں انہوں نے شیطانی وسوسہ کو حقیقت پر محمول کر لیا اور راستہ ہی سے واپس ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کر دیا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور مجھے قتل کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت ناگواری ہوئی آپ نے ان سے جہاد کرنے کا ارادہ فرما لیا جب آپ کے ارادہ کا ان لوگوں کو علم ہوا تو خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں معلوم تھا کہ آپ کا قاصد پہنچا ہے ہم بطور استقبال آکر مکرم کے لئے باہر نکلے تھے ہمارا ارادہ تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کے موافق زکوٰۃ کے اموال آپ کے قاصد کے سپرد کر دیں لیکن آپ کے قاصد نے واپس ہو کر مناسب جانا ہمیں اندیشہ ہوا کہ آپ نے ناراض ہو کر کوئی خط لکھ کر انہیں واپس بلا لیا ہو ہم اللہ کے غصہ سے اور اللہ کے رسول کے غصہ سے پناہ مانگتے ہیں آپ نے ان لوگوں کی بات پر بھروسہ نہ کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خفیہ طور پر بھیج دیا اور فرمایا کہ جاؤ اگر وہ لوگ ایمان پر باقی ہیں تو ان کے اموال کی زکوٰۃ لے لینا اور اگر دوسری کوئی صورت ہے تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جو کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو انہیں فرمانبردار پایا ہذا ان سے اموال زکوٰۃ وصول کر لئے اور واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صورت حال سے باخبر کر دیا اس پر آیت کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ (الآیۃ) نازل ہوئی جس میں ایمان والوں کو یہ بتا دیا کہ ہر خبر بھروسہ کرنے کی نہیں ہوتی اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی بات سن کر کوئی اقدام نہ کریں بلکہ پہلے خوب اچھی طرح تحقیق کر لیں اور چھان بین کرنے کے بعد کوئی قدم اٹھائیں۔ ایسا نہ ہو کہ صرف خبر سن کر تحقیق کئے بغیر کسی قوم پر حملہ کر بیٹھیں پھر بعد میں انکے بے قصور ہونے کا پتہ چلے تو ندامت اٹھانی پڑے اور بے جا اقدام کرنے کا نتیجہ بھگتنا پڑے۔

واقعہ تو ایک جزئی تھی لیکن قرآن حکیم میں ایمان والوں کو ہمیشہ کیلئے نصیحت فرما دی اور متنبہ فرما دیا کہ ہر خبر سچی نہیں ہوتی خبر کی تحقیق

ضروری ہے اور تحقیق کے بعد ہی کوئی اقدام کیا جا سکتا ہے' آیت کے عموم نے بتا دیا کہ یہ ہدایت اور امور دنیا اور امور آخرت سب سے متعلق ہے' اس لئے احادیث شریف کی روایت میں سچے اور متقی آدمی کی روایت قبول کی جاتی ہے جس راوی کا حال معلوم نہ ہو اسے مستور الحال کہتے ہیں اور اس کی روایت قبول کرنے میں توقف کرتے ہیں' حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس آیت کو ذکر کیا ہے اور اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ فاسق کی خبر ساقط ہے مقبول نہیں ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ

اور تم جان لو کہ بیشک تمہارے اندر اللہ کے رسول موجود ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ ان میں تمہاری بات مان لیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ اور لیکن اللہ نے ایمان کو

اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

تمہارے لئے محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے قلوب میں مزین کر دیا اور کفر اور فسوق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ بنا دیا ہے

هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

یہ لوگ ہدایت والے ہیں اللہ کی طرف سے فضل و نعمت کی وجہ سے اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

اللہ نے اپنے فضل وانعام سے تمہارے دلوں میں ایمان کو مزین فرما دیا اور کفر وفسوق اور عصیان کو مکروہ بنا دیا

ان آیات میں اللہ جل شانہٗ نے امت مسلمہ کو اپنا ایک بہت بڑا انعام یاد دلایا اور فرمایا کہ دیکھو تمہارے اندر اللہ کا رسول موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ تمہارے اندر اپنے رسول کو مبعوث فرما دیا' وھذا کقولہ تعالیٰ لقد منّ اللّٰہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم دوسری بات یہ بتائی کہ ہمارا رسول جو عمل کرتا ہے اور تمہیں حکم دیتا ہے اس میں ان کی اپنی مصلحت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی مدد بھی ہوتی ہے' بعض مواقع پر تم مشورہ بھی دیتے ہو تمہارے بہت سے مشورے نتائج کے اعتبار سے ٹھیک نہیں ہوتے بنا بر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے مطابق عمل نہیں کرتے تم اس سے دلگیر نہ ہو اگر وہ تمام امور میں تمہاری رائے پر چلیں تو بہت سی باتیں ایسی ہوں گی ان کے بارے میں تمہاری رائے قبول کر لی جائے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور تمہیں اس کا نقصان پہنچ جائے گا۔

تیسری بات یہ فرمائی (جو بطور امتنان ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اسے تمہارا محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین فرما دیا' تمہارے دل نور ایمان سے منور ہیں اور اس کی جگمگاہٹ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سچا مومن بندہ کسی قیمت پر بھی ایمان کی نعمت سے محروم ہو جانے پر راضی نہیں ہوتا' مزید انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے دلوں میں کفر اور فسوق کو اور نافرمانی کو مکروہ بنا دیا۔ تمہیں کفر سے بھی نفرت ہے اور گناہوں سے بھی۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تین چیزیں جس کے اندر ہوں وہ ایمان کی مٹھاس پا لے گا۔

۱۔ جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوں۔

۲۔ دوسرا وہ شخص جو کسی بندہ سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔

۳۔ جب اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا دیا اب وہ کفر میں واپس جانے کو اتنا ہی برا جانتا ہے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو مکروہ جانتا ہے۔ (رواہ البخاری ص ۷ ج)

جن لوگوں کے دلوں میں ایمان محبوب اور مزین ہو گیا اور نافرمانی سے نفرت ہو گئی انکے بارے میں فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (یہ لوگ راہ ہدایت پر ہیں) فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً (اور اللہ تعالیٰ کی یہ بخششیں فضل اور انعام کے طور پر ہیں (اللہ کے ذمہ کسی کا کوئی واجب نہیں ہے وہ جسے جو بھی نعمت عطا فرمائے وہ اس کا فضل ہی فضل ہے اور انعام ہی انعام ہے) آخر میں فرمایا وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ علیم ہے اسے سب کا ظاہر باطن معلوم ہے، رحیم بھی ہے وہ اپنی حکمت کے مطابق انعام سے نوازتا ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ

الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا

پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ سو اگر وہ رجوع کرے تو ان دونوں کے درمیان

بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا

انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں

بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

الحجرات ع ۲

مؤمنین کی دو جماعتوں میں قتال ہو تو انصاف کے ساتھ صلح کرا دو، سب مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جاتے تو اچھا ہوتا (عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اسلام کے اور مسلمانوں کے خلاف خود یہ اور اسکے ساتھی کچھ نہ کچھ حرکتیں کرتے رہتے تھے) جس شخص نے اس کے پاس آنے کی رائے دی تھی اس کا مطلب ظاہر یہ تھا کہ آپ خود ہی اس کے پاس تشریف لے جائیں گے تو ممکن ہے اس کا مخالفانہ جذبہ ختم ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مسلمان ہی ہو جائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور آپ کے ساتھ دیگر مسلمان بھی تھے جو پیدل چل رہے تھے آپ ایک شور زمین سے گزرے جب عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا اجی تم مجھ سے دور رہو تمہارے گدھے کی بدبو سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ اس کے جواب میں ایک انصاری صحابی نے کہا کہ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گدھا خوشبو کے اعتبار سے تجھ سے بڑھ کر ہے یہ بات سن کر عبداللہ بن ابی کی قوم میں سے ایک آدمی کو غصہ آ گیا اور دونوں میں گالم گلوچ ہونے لگی اور دونوں میں سے ہر شخص کے ساتھیوں کو غصہ آ گیا جس کی وجہ سے ٹہنیوں اور ہاتھوں اور چپلوں سے کچھ مار پیٹ ہو گئی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آیت کریمہ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا واقعہ مذکورہ کے بعد نازل ہوئی یہ صحیح بخاری (ص ۳۷۰ ج ۱) کی روایت ہے صاحب درمنثور نے آیت کا سبب نزول بتاتے ہوئے دوسری روایات بھی نقل کی ہیں (اس میں کوئی اشکال کی بات

نہیں ہے کیونکہ کسی آیت کے اسباب نزول ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں)۔

آیت کریمہ میں مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دینے کا اور اگر صلح ہو جانے کے بعد دونوں جماعتوں میں سے کوئی جماعت زیادتی کرے تو اس سے جنگ کا حکم دے دیا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے یعنی لڑائی کو چھوڑ دے اور اللہ کے دین کے مطابق جینے کا فیصلہ کرے اور صلح کرانے والوں کو بتا دے اور یقین دلا دے کہ اب ہمیں لڑنا نہیں ہے۔

بغاوت کو دبانے کے لئے جو جنگ لڑی جائے اس میں جو فریق زیادتی پر اتر آیا تھا وہ اپنے ارادہ سے باز آ گیا تو یہ صحیح کرانے والے ان رجوع کرنے اور لڑائی چھوڑ دینے والوں کو نہ مانیں حق اور ناحق کو دیکھیں اور عدل وانصاف کے ساتھ دونوں فریقوں کے درمیان صلح کرا دیں انصاف بہت بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والے کو پسند فرماتا ہے محض جنگ کو رکوا دینا کافی نہیں ہے آپس میں صحیح بھی کرا دی جائے اور جو بات مابہ النزاع ہے اس کو ختم کرا دیا جائے ورنہ آئندہ پھر لڑائی کا امکان رہے گا۔ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہونے لگے تو امام المسلمین پر واجب ہے کہ ان کے درمیان صلح کرا دے اور دونوں فریق کو کتاب وسنت کے احکام قبول کرنے پر آمادہ کرے اگر کوئی جماعت امام المسلمین ہی سے باغی ہو جائے تو امام ان سے گفتگو کرے ان کی شکایت سنے ان کو کوئی شبہ ہے یا غلط فہمی ہے تو اس کو دور کرے۔ اگر یہ باغی جماعت امام اور امیر کی مخالفت کی ایسی وجوہ پیش کرے جن سے امام کا ظالم ہونا یقینی طور پر ثابت ہو تو عامۃ مسلمین اس جماعت کی مدد کریں جو امام کی اطاعت سے منحرف ہو گئی تا کہ امام اپنے ظلم سے باز آ جائے اگر باغی فرقہ ایسی وجوہ نہ بتا سکے جن سے امام المسلمین کا ظالم ہونا ثابت ہوتا ہو اور یہ باغی جماعت سمجھانے سے بھی باز نہ آئے اور امام المسلمین سے جنگ کرنے پر ہی تلی رہے تو امام المسلمین اور عامۃ المسلمین اس جماعت سے قتال کریں تا کہ امام المسلمین کے باغی لوگ اطاعت میں آ جائیں اس سلسلہ کی تفصیلات ہدایہ اور دیگر کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

آخر میں فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کہ سارے مؤمن آپس میں ایمانی رشتہ کی وجہ سے بھائی بھائی ہیں (اول تو انہیں خود ہی بھائی بھائی ہونے کا لحاظ رکھنا لازم ہے آپس میں لڑائی نہ کریں میل محبت سے ساتھ رہیں، کسی کی طرف سے کوئی خطا ہو جائے حقوق کی ادائیگی میں بھول چوک ہو جائے تو درگزر کرتے رہیں (خط اخوۃ میں اس بات کو واضح فرما دیا) اور اگر دو جماعتوں میں کوئی بگاڑ ہو جائے اور کوئی فریق درگزر کرنے کو تیار نہ ہو جس سے جنگ وجدال کی نوبت آ سکتی ہے تو دوسرے مسلمان اس وقت کے اہم تقاضے پورا کریں یعنی دونوں فریق کے درمیان باہمی صلح کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ان دونوں کی اصلاح اور صلاح اور ان کے درمیان صلح کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں اس کے لئے تدبیریں سوچیں اور آپس میں جوڑ بٹھا دیں اور آپس میں تعلقات استوار کرا دیں ان ساری کوششوں میں اور زندگی کے ہر موڑ میں اللہ سے ڈرتے رہیں اگر خوف خدا ہوگا تو حدود شرعیہ کی رعایت کر سکیں گے اصلاح کی کوشش اور اللہ تعالیٰ کا خوف اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لانے والی چیزیں ہیں اسی لئے آخر میں لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ فرمایا۔

سورۃ النساء میں فرمایا ہے لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۭ (نہیں ہے کوئی بھلائی ان کے بہت سے مشوروں میں مگر جو شخص صدقے کا یا اچھی باتوں کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دے اور جو شخص یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے گا سو ہم اس کا بڑا اجر دیں گے) آیت میں فرمایا کہ صدقہ کا حکم اور امر بالمعروف (بھلائی کا حکم دینا) اور لوگوں کے درمیان صلح کرا دینا ان کاموں کا مشورہ ہونا چاہئے اصلاح بین الناس یعنی لوگوں کے درمیان موافقت پیدا کرا دینا، ان کی رنجشیں دور کر دینا اور ان کے دلوں کے جوڑنے کی

کوشش کرنا' روٹھے ہوئے دوستوں کو منا دینا' میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کرا دینا بہت بڑی ثواب کی چیزیں ہیں' حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم کو نفلی روزوں اور صدقہ دینے اور نفلی نماز پڑھنے کے درجے سے بھی افضل چیز نہ بتا دوں؟ ہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے' آپ نے فرمایا کہ یہ چیزیں آپس میں صلح کرا دینا ہے (پھر فرمایا کہ بغض (یعنی آپس کا بگاڑ) مونڈ دینے والا ہے (رواہ ابوداؤد والترمذی وقال ہذا حدیث صحیح)

دوسری روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بغض بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ وہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۸ از حمد و ترمذی)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ

اے ایمان والو! نہ تو مرد، مردوں کی ہنسی اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں' اور نہ عورتیں عورتوں

مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ

کی ہنسی اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں' اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ' اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرو۔

الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے' یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں' اے ایمان والو! بہت

اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ

سے گمانوں سے بچو۔ بلا شبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں' اور تجسس نہ کرو اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں'

بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ

کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے' سو تم اس کو برا سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے، مہربان ہے۔

رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ

اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے' اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیئے' تاکہ آپس میں شناخت کرو

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

بیشک تم میں سے سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے' بیشک اللہ جاننے والا ہے، باخبر ہے۔

باہم مل کر زندگی گزارنے کے چند احکام

ان آیات میں اہل ایمان کو چند نصیحتیں فرمائی ہیں اولاً تو یہ فرمایا کہ لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ کہ ایک دوسرے کا مذاق نہ بنائیں اور کوئی کسی کے ساتھ تمسخر نہ کرے' چونکہ مردوں کا آپس میں زیادہ ملنا جلنا رہتا ہے اور عورتوں کا عورتوں سے زیادہ میل جول رہتا ہے' اس لئے طرز خطاب یوں اختیار فرمایا کہ مرد مردوں کا اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ بنائیں' یہ مطلب نہیں ہے کہ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کے مذاق اڑانے کی اجازت دی گئی ہے' ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہنسی کرنے والوں کو اس کا کیا حق ہے کہ کسی کا مذاق بنائیں' اصل برائی ایمان اور اعمال

صدقہ سے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہونے سے ہے کوئی شخص دوسرے آدمی کے اعمال اور باطنی جذبات' اخلاص وحسن نیت کو نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے یا نہیں؟ موت کے بعد کون کس سے افضل ہوگا اس کا بھی علم نہیں' ہوسکتا ہے کہ جس کی مذاق بنائی جارہی ہے وہ مذاق بنانے والے سے بہتر ہو' مردوں میں بھی یہی بات ہے اور عورتوں میں بھی۔ اگر موت کے بعد اپنے اچھے حال کا اور جس کا مذاق بنا رہے ہیں' اس کی بدحالی کا یقین ہو جاتا تب تو تمسخر کرنے کی کوئی وجہ بھی تھی' لیکن جب اپنے ہی بارے میں علم نہیں کہ میرا کیا بنے گا' دوسرے کا مذاق بنانے کا کیا مقام ہے؟ کسی کی مذاق بنانے میں ایک تو تکبر ہے کیونکہ مذاق بنانے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ ہے' اگر اپنے حالات کا استحضار ہو تو کبھی کسی کی برائی اور غیبت کرنے اور کسی کا مذاق بنانے کی نہ ہمت ہو نہ فرصت ملے' دوسرے کا مذاق بنانے میں ایذاء رسانی بھی ہے اس سے اس کو قلبی تکلیف ہوتی ہے' جس کا مذاق بنایا گیا ایذاء دینا حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور اس سے مذاق نہ کر (جس سے اسے تکلیف پہنچے) اور اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴)

خوش طبعی کے طور پر جو آپس میں مذاق کیا جائے جسے عربی میں مزاح کہتے ہیں وہ درست ہے مگر جھوٹ بولنا اس میں بھی جائز نہیں ہے' اگر مزاح سے کسی کو تکلیف ہوتی ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی مزاح فرما لیتے تھے آپ نے فرمایا کہ میں اس موقع پر بھی حق بات ہی کہتا ہوں (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۶)

یاد رہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مذاق زبان سے ہی ہو' آنکھ سے یا ہاتھ سے یا سر سے اشارہ کر کے کسی کا مذاق بنانا اسے معلوم ہو یا نہ ہو یہ سب حرام ہے۔ سورۃ الھمزہ میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ فقال اللہ تعالیٰ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔

دوسری نصیحت یہ فرمائی وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (اور اپنی جانوں کو عیب نہ لگاؤ) یہ بھی بہت جامع نصیحت ہے کسی کو طعنہ دینا اس کے جسم میں' بول چال میں' قد میں عیب ظاہر کرنا' زبان سے ہو یا اشارہ سے ہو یا خط لکھ کر یا مضمون شائع کر کے لفظوں کے عموم میں یہ سب باتیں آگئیں' اگر کسی میں کوئی عیب موجود ہو تب بھی عیب ظاہر کرنے کے طور پر بیان کرنا حرام ہے کسی دراز قد کو لمڈھیک یا لمبو یا پستہ قد کو ٹھگنا بتا دیا' کسی کے ہکلے پن کی نقل اتار دی' جس کی چال میں فرق ہے اسے لنگڑا کہہ دینا' نابینا کو اندھا کہہ کر پکارنا' سیدھے آدمی کو بدھو کہنا' یہ سب عیب لگانے کے زمرے میں آتا ہے' یہ سب اور اس طرح کی جو باتیں عام طور پر رواج پذیر ہیں ان سب باتوں سے پرہیز کرنا لازم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کہہ دیا کہ صفیہ کا قد بس اتنا سا ہے۔ (اور یہ بطور عیب لگانے کے کہا) آپ نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ بولا ہے کہ اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی خراب کر کے رکھ دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴)

یاد رہے کہ وَلَا تَلْمِزُوْٓا غَيْرَكُمْ نہیں فرمایا بلکہ **وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ** فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک ہی ہیں کسی کو کچھ کہیں گے تو وہ الٹ کر جواب دے گا اس طرح سے اپنا عمل اپنی ہی طرف لوٹ کر آجائے گا دوسرے کو عیب لگانے والا خود اپنی بے آبروئی کا سبب بنے گا۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرو) ایک دوسرے کو برا لقب دینے اور برے القاب سے یاد کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مثلاً کسی مسلمان کو فاسق یا منافق یا کافر کہنا یا کسی اور ایسے لفظ سے یاد کرنا جس سے برائی ظاہر ہوتی ہو اس سے منع فرمایا' کسی کو کتا یا گدھا یا خنزیر کہنا کسی نومسلم کو اس کے سابق دین کی طرف منسوب کرنا یعنی یہودی یا نصرانی کہنا یہ

سب تنابز بالالقاب میں آتا ہے یہ بھی حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پہلے یہودی دین پر تھیں ان کا وقت مریض ہو گیا تو آپ نے اپنی دوسری اہلیہ حضرت زینت بنت خزیمہ سے فرمایا کہ اسے ایک اونٹ دے دو انہوں نے کہا کیا میں اس یہودی عورت کو اونٹ دے دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے اس جواب کی وجہ سے غصہ ہو گئے اور ذی الحجہ اور محرم اور چھ ماہ صفر کا حصہ یہ سمجھ کر کہ آپ نے حضرت زینب سے تعلقات نہیں رکھے (رواہ ابوداؤد ص ۷۶ ج ۲)

مسند احمد (ص ۳۳۷، ۳۳۸ ج ۶) میں ہے کہ یہ واقعہ سفر حج کا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت میں تنابز بالالقاب سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ کا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہو گیا اس کے بعد اس کو اس عمل کے عنوان سے پکارا جائے مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ کہہ دیا جائے (معالم التنزیل) ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عیب دار یعنی عیب لگایا تو یہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک خود اس گناہ کو نہ کر لے۔ (مشکوٰۃ مصابیح ص ۴۱۴)

پھر فرمایا بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ (اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مومن ہوا کر کسی کا مذاق بناؤ گے عیب لگاؤ گے، برے لقب سے یاد کرو گے تو یہ فسق کا کام ہوگا کہنے والے کہیں گے کہ دیکھو وہ آدمی فاسق ہے مسلمان ہو کر فسق اور گناہگاری کا کام کرتا ہے اپنی ذات کو برائی سے موصوف اور معروف کرنا بری بات ہے کوئی شخص مومن ہو اور اس کی شہرت گناہگاری کے ساتھ ہو یہ بات اہل ایمان کو زیب نہیں دیتی جب اسلام کو اپنا دین بنا لیا تو اسلام ہی کے کاموں پر چلیں اور صالحین میں شمار ہوں۔ فاسقین کی فہرست میں کیوں شمار ہوں۔ تفسیر قرطبی میں بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ کا معنی یہ لکھا ہے کہ جب کسی شخص نے گناہ کر لیا تو بہر لی تو اس کو فسق کے نام سے یاد کرنا بری بات ہے مثلاً نومسلم کو کافر بتانا یا سابق گناہ کی وجہ سے زانی یا سارق یا چور کہنا بری بات ہے یعنی جس کے حق میں یہ بات کہہ رہے ہو۔ اس کو برے لقب سے کیوں یاد کر رہے ہو؟ اس کی آبرو کے خوف لقب کیوں دے رہے ہو۔

چوتھی نصیحت، پھر فرمایا وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور جو گناہوں سے توبہ نہ کرے سو یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں) ان کا ظلم ان کی جانوں پر ہے۔ تمام گناہوں سے توبہ کریں۔ عموم حکم ان تینوں گناہوں سے توبہ کرنے کو بھی شامل ہے۔ جن کا آیت بالا میں ذکر گزر رہا ہے۔

پانچویں نصیحت، پھر فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ (اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو) ساتھ ہی یہ بھی فرمایا اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (بعض گمان گناہ ہوتے ہیں) بات یہ ہے کہ بدگمانی بہت سے گناہوں کا پیش خیمہ ہوتی ہے بہت سے لوگوں میں وہ بات ہوتی ہی نہیں جسے محض اٹکل اور گمان سے طے کر لیا جاتا ہے اور پھر اپنے گمان کے مطابق تہمتیں لگاتے ہیں اور غیبتیں کرتے ہیں بدگمانی کی بنیاد پر جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ آگے بڑھتی ہیں اس سے آپس میں فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے حالانکہ گمان اپنا ایک ذاتی خیال ہوتا ہے خیال کا صحیح ہونا ضروری نہیں اسی لئے سورۃ النجم میں فرمایا اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (گمان حق کے بارے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا) مومنین سے اچھا گمان رکھیں اور بدگمانی سے پرہیز کریں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ (یعنی گمان سے بچو کیونکہ گمان سب باتوں سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ (مشکوٰۃ مصابیح ص ۴۲۷)

یاد رہے کہ اگر کسی شخص سے کچھ نقصان کا اندیشہ ہو تو اس سے میل جول میں احتیاط کرنا اور اسکے شر سے بچنے کیلئے یہ خیال کرنا کہ

ممکن ہے کہ یہ مجھے کوئی تکلیف پہنچا دے یہ اس گمان میں نہیں آتا جو گناہ ہے اپنی احتیاط کرے غیبت نہ کرے اور گمان کو یقین کا درجہ بھی نہ دے۔

آیت کریمہ میں فرمایا کہ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بعض گمان گناہ نہیں ہوتے بلکہ محمود اور مستحسن بھی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ اچھا گمان رکھے کہ وہ بخش دے گا، معاف فرما دے گا اور ساتھ ہی گناہوں سے بھی پرہیز کرتا رہے۔ نیز مسلمانوں کے ساتھ بھی کہ جو مومنین صالحین ہوں اچھا گمان رکھا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ کہ حسن ظن عبادت کی ایک صورت ہے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۹ از احمد و ابو داؤد)

البتہ مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ ایسے احوال اور ایسے مواقع سے بچیں جن کی وجہ سے دیکھنے والوں اور ساتھ رہنے والوں کو بدگمانی ہو سکتی ہو۔ اپنے اعمال و احوال چال ڈھال اور اقوال میں ایسا انداز اختیار نہ کرے جس سے لوگوں کی بدگمانی کا شکار ہو جائے کیونکہ لوگوں کی نظروں میں برا بن کر رہنا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

چھٹی نصیحت یوں فرمائی وَلَا تَجَسَّسُوْا (اور تجسس نہ کرو) یعنی لوگوں کے عیبوں کا سراغ نہ لگاؤ اور اس تلاش میں نہ رہو کہ فلاں شخص میں کیا عیب ہے اور تنہائی میں کیا عمل کرتا ہے؟ یہ تجسس کا مرض بھی بہت برا ہے۔ بہت سے لوگ اس میں مبتلا رہتے ہیں حالانکہ اس کا وبال بہت بڑا ہے دنیا اور آخرت میں اس کی سزا مل جاتی ہے اور تجسس کرنے والا ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے بہت سی مرتبہ تجسس میں بدگمانی کا استعمال کرنا پڑتا ہے جس کی ممانعت ابھی معلوم ہوئی مومن کا کام یہ ہے کہ اگر اپنے مسلمان بھائی کا کوئی عیب دیکھے تو اس کو چھپائے نہ یہ کہ کسی کے عیب کے پیچھے پڑے اور ٹوہ لگائے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کی کوئی ایسی چیز دیکھ لی جس کے ظاہر ہونے کو اچھا نہیں سمجھتا تھا پھر اس کو چھپا لیا تو اس کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ جیسے کسی نے زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو زندہ کر دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۶)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ اے وہ لوگو! جو زبانی طور پر مسلمان ہو گئے اور ان کے دلوں میں ایمان نہیں پہنچا مسلمانوں کو تکلیف نہ دو انہیں عیب نہ لگاؤ ان کے پیچھے چھپے ہوئے حالات کی تلاش میں نہ لگو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے پوشیدہ عیب کے ظاہر ہونے کے پیچھے پڑتا ہے اللہ تعالیٰ شانہ اس کے چھپے ہوئے عیب کا پیچھا کرتا ہے یہاں تک کہ اسے رسوا کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو (رواہ الترمذی)

ساتویں نصیحت یہ فرمائی وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو مزید فرمایا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو) یعنی غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا گوارا نہیں اسی طرح غیبت کرنا بھی ناگوار ہونا لازم ہے بات یہ ہے کہ غیبت بہت بری بلا ہے نمازی اور تقویٰ کے دعویدار اور اپنی بزرگی کا گمان رکھنے والے تک اس میں مبتلا ہوتے ہیں دنیا میں کچھ محسوس نہیں ہوتا قیامت کے دن جب اتنی چھوٹی سی زبان کی کھینچیاں کانی پڑیں گی اس وقت احساس ہوگا کہ ہائے ہم نے کیا کیا لیکن اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہ دے گا اب اس بات کو سمجھیں کہ غیبت کیا چیز ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال فرمایا کہ تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ

جاننے والے ہیں آپ نے فرمایا ذکرک أخاک بما یکرہ کہ تمہارا اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنا کہ اسے برا لگے یہ غیبت ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جو بات میں بیان کر رہا ہوں اگر وہ میرے بھائی کے اندر ہو تو اسے بیان کرنے کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا اگر تیرے بھائی کے اندر موجود ہے جسے تو بیان کر رہا ہے تب ہی تو غیبت ہوئی اور اگر تو نے کوئی ایسی بات بیان کی جو اس کے اندر نہیں ہے تب تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔ (رواہ مسلم ص ۳۲۳ ج ۲)

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی کا واقعی عیب یا گناہ بیان کرنا ہی عیب ہے اگر جھوٹی بات کسی کے ذمہ لگا دی تو وہ تو تہمت دھرنا ہوا اس میں دو گناہ ہیں۔ ایک گناہ تہمت دھرنے کا دوسرا غیبت کرنے کا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ اپنے بھائی کو ایسے طریقہ پر یاد کرنا جس سے اسے ناگواری ہو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ سامنے کہنا بھی غیبت ہے اور تہمت دھرنا بھی غیبت میں شامل ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں سننے والے کو ناگوار ہوتی ہیں غیبت کی بنیاد یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں کچھ کہا جا رہا ہے وہ اسے برا لگے سامنے ہو یا پیچھے جو لوگ غیبتیں کرتے ہیں پھر یوں کہہ دیتے ہیں کہ غلط نہیں کہہ رہا ہوں میں اس کے منہ پر کہہ سکتا ہوں حدیث بالا سے ان کی جرأت بے جا کا پتہ چلا ایسے لوگ نفس اور شیطان کے دھوکے میں ہیں گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں جس کا عذاب اور وبال بہت بڑا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم گناہ سے بری ہیں اللہ تعالیٰ شانہ سمجھ دے۔

غیبت کا تعلق چونکہ حقوق العباد سے بھی ہے اس اعتبار سے غیبت سے بچنے کا اہتمام کرنا بہت زیادہ ضروری ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص زنا کر لیتا ہے تو پھر توبہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے اور اگر کوئی شخص غیبت کرے تو اس وقت تک اس کی مغفرت نہ ہو جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۵)

بات یہ ہے کہ غیبت کرنے میں حق اللہ اور حق العبد دونوں کا ضائع کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے چونکہ غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے اس لئے غیبت کرنا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور چونکہ بندہ کی بھی بے آبروئی کی ہے اس لئے اس کا حق بھی ضائع کیا اس کا نام احترام سے لیا جاتا یا کم از کم اس کی برائی نہ کی جاتی جب غیبت کرے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی مانگ لے البتہ بعض اکابر نے یہ فرمایا ہے کہ اگر اسے اطلاع پہنچ گئی ہو تو معافی مانگ لے اور اگر اطلاع نہ پہنچی ہو تو اس کے لئے اتنی بار مغفرت کی دعا کرے کہ دل یہ گواہی دے دے کہ غیبت کی تلافی ہوگئی ایک حدیث میں ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تو اس کے لئے استغفار کرے جس کی غیبت کی ہے اور یوں دعا کرے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ اے اللہ! ہماری اور اس کی مغفرت فرما دے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات کو مجھے معراج کرائی گئی ایسے لوگوں پر میرا گزر ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے اور ان کے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی بے آبروئی کرتے تھے (رواہ ابو داؤد ص ۳۱۳ ج ۲) غیبت کرنے والے آیت کریمہ اور احادیث شریفہ کے مضامین پر اور اس کی وعید پر غور کریں۔

جس طرح غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح غیبت سننا بھی حرام ہے اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کر رہا ہو تو سننے والے پر لازم ہے کہ اس کی کاٹ کرے اور جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرے۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے اپنے بھائی کی طرف سے دفاع کیا جس کی غیبت کے ذریعہ گوشت کھایا جا رہا تھا

تو اللہ کے ذمہ ہے کہ اسے دوزخ سے آزاد کردے اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرے اللہ تعالیٰ شانہ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس سے دور رکھے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت کریمہ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ تلاوت فرمائی۔ (ذکرہ صاحب المشکوٰۃ ص ۴۲۴)

اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی منافق کی باتوں سے کسی مؤمن کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کا گوشت دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا اور جس کسی شخص نے مسلمان میں کوئی عیب ظاہر کیا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کے پل پر روک دے گا جب تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نہ نکل جائے یعنی معافی مانگ کر اسے راضی نہ کرے جس کو عیب دار بتایا تھا۔ (رواہ ابوداؤد ص ۳۱۳ ج ۲)

اور حضرت جابر اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی مسلمان کی کسی جگہ بے حرمتی کی جارہی ہو اور اس کی آبرو کھائی جارہی ہو اور وہاں جو شخص موجود ہو اس کی مدد نہ کرے (یعنی برائی کرنے والے اور اس کے عمل سے نہ روکے) اللہ تعالیٰ ایسی جگہ میں اسے بغیر مدد کے چھوڑ دیگا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا اور جس کسی نے مسلمان کی ایسی جگہ مدد کی جہاں اس کی آبرو کھائی جارہی ہو اور بے حرمتی کی جارہی ہو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا۔ (مشکوٰۃ مصابیح ص ۴۲۴)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ غیبت کرنا بھی حرام ہے اور غیبت سننا بھی حرام ہے اگر کسی کے سامنے کوئی شخص کسی کی غیبت کرنے لگے تو اس کا دفاع کرے۔

یہ جو ارشاد فرمایا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ اس بارے میں حدیث شریف میں ایک واقعہ مروی ہے اور وہ یہ کہ ایک صحابی نے زنا کرلیا تھا جن کا نام ماعز رضی اللہ عنہ تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے ایسا کیا ہے پھر ان کو سنگسار کردیا گیا۔ ایک شخص نے اپنے ساتھی سے راہ چلتے ہوئے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی لیکن اسے رہا نہ کیا یہاں تک کہ کتے کی طرح اس کی رجم کی گئی یعنی پتھروں سے مارا گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی اور خاموشی اختیار فرمائی پھر کچھ دور آگے بڑھے تو ایک مردہ گدھے پر گزر ہوا جو اوپر کو ٹانگ اٹھائے ہوئے تھا آپ نے فرمایا فلاں فلاں کہاں ہے؟ (ایک بات کہنے والا دوسرا بات سننے والا) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں فرمایا تم دونوں اترو اور اس مردار گدھے کی نعش سے کھاؤ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس میں سے کون کھا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جو ابھی ابھی تم نے اپنے بھائی کی بے آبروئی کی ہے وہ اس گدھے کی نعش کھانے سے زیادہ سخت ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (رواہ ابوداؤد ص ۲۵۲ ج ۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ شخص کی غیبت کرنا بھی حرام ہے جیسا کہ زندہ کی غیبت کرنا حرام ہے۔

فائدہ:۔ یہ ضروری نہیں کہ زبان سے جو غیبت کی جائے وہی غیبت ہو آنکھ کے اشارہ سے، ہاتھ کے اشارہ سے، نقل اتارنے سے بھی غیبت ہوتی ہے۔ کسی کی اولاد میں عیب نکالے کسی کی بیوی کا کوئی عیب بیان کردے اس میں دگنا غیبت ہے باپ کی بھی اور اولاد کی بھی اور بیوی کی بھی اور شوہر کی بھی بہت سے لوگوں کو غیبت کا ذوق ہوتا ہے جس سے ملتے ہیں جہاں ملتے ہیں کسی نہ کسی کا برائی سے تذکرہ کر

دیتے ہیں اور آخرت کے عذاب سے بچنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔

آٹھویں نصیحت: پھر فرمایا واتقوا اللّٰہ (اور اللہ سے ڈرو) اس میں سب گناہوں سے بچنے کا حکم فرما دیا ساتھ ہی اِنَّ اللّٰہ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ بھی فرمایا کہ بلاشبہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے جس کسی سے جو گناہ ہو گیا اس سے توبہ کرے اور کسی بندہ کا کوئی حق مارا ہو فضیحت کی ہو آبروئی کی ہو اس سے بھی معاف کرا لے اللہ تعالیٰ مہربانی فرمانے کا معاف فرما دے گا۔

نویں نصیحت: ..... اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے چھوٹے بڑے قبیلے بنا دیئے تاکہ آپس میں جان پہچان ہو کہ یہ فلاں قبیلہ کا ہے اور یہ فلاں خاندان کا ہے آدمی ہونے میں برابر ہو کیونکہ سب آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں لہٰذا آدمیت میں کسی کو کوئی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور اصل فضیلت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر ہے اور وہ فضیلت تقویٰ سے ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے اس آیت کریمہ میں فضیلت اور عزت کا معیار بتا دیا ہے اس کے برخلاف لوگوں کا یہ حال ہے کہ بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں نمازوں کے بھی تارک ہیں زکوٰتیں بھی نہیں دیتے فسق و فجور میں مبتلا ہیں حرام کھاتے ہیں اور کھلاتے ہیں لیکن نسب کی بڑائی بگھارتے ہیں۔ سید اور ہاشمی اور صدیقی اور فاروقی عثمانی علوی انصاری شیخ ملک چودھری اور دیگر نسبتوں کے بغیر اپنا نام ہی نہیں بتاتے آ رہے ہیں سید صاحب ڈاڑھی مونڈی ہوئی ہے پتلون پہنے ہوئے ہیں۔ ٹائی لگی ہوئی ہے بینک کے منیجر ہیں اپنے نانا جان سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعمال سے کچھ بھی نسبت نہیں ظاہر اور باطن دشمنوں کے ہاتھ بکا ہوا ہے اور ہیں سید صاحب یہی حال دوسری نسبتیں استعمال کرنے والوں کا ہے یہ لوگ جن قوموں کو کم تر جانتے ہیں ان کے علم و صلاح نمازی اور متقی حضرات کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کچھ لوگ سفید اور سرخ رنگ ہونے کی وجہ سے اور کچھ لوگ عربی ہونے کی وجہ سے اپنی فضیلت کی خام خیالی میں مبتلا ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لیک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوی** (بے شک تو کسی گورے اور کالے سے بہتر نہیں ہے الا یہ کہ تو تقویٰ میں بڑھ جائے) رواہ احمد فی مسندہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ (۵/۱۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صفا پر چڑھ کر قریش سے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ اپنی جان کو دوزخ سے بچا لو میں قیامت کے دن تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا بنی کعب، بنی مرۃ، بنی عبد شمس، بنی عبد مناف، بنی ہاشم، بنی عبد المطلب اے جماعت بنی قریش سب سے الگ الگ خطاب فرمایا اور ان سے یہی فرمایا **انقذ وا انفسکم من النار** کہ اپنی جانوں کو دوزخ سے بچا دو اپنے چچا عباس بن مطلب اور پھوپھی صفیہ اور اپنی بیٹی فاطمہ سے بھی خاص طور سے یہ خطاب فرمایا (رواہ بخاری و مسلم کذا فی مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۶۰)

نسبت کی بنیاد پر نجات نہیں ہوگی ایمان کی بنیاد پر نجات ہوگی اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر رفع درجات ہوگا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت بھی ایمان ہی کے لئے ہوگی۔

جزوی طور پر جو نسبی شرف کسی کو حاصل ہے اس کے بل بوتہ پر گناہ کرتے چلے جانا اور اپنے کو دوسری قوموں کے متقی لوگوں سے برتر سمجھنا یہ بہت بڑے دھوکہ کی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت (یعنی متکبرانہ مقابلہ بازی) کو اور باپوں پر فخر کرنے کو ختم کر دیا ہے اب تو بس مؤمن متقی ہے یا فاجر شقی ہے۔ انسان سب آدم کے بیٹے ہیں آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ ص ۴۱۸)

دسویں نصیحت: ..... اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (بیشک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے)

استحضار ہے کیونکہ اللہ علیم وخبیر ہے کس کا کیا درجہ ہے، کون ایمان دار ہے، کون بے ایمان ہے، کون گناہوں میں لت پت ہے اور آخرت میں کس کا کیا انجام ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ سب تقویٰ اختیار کرنے کیلئے فکر مند ہوں تاکہ متقیوں میں حشر ہو اور ان کا جیسا معاملہ ہو۔

لتعارفوا کی تشریح کرتے ہوئے صاحب بیان القرآن فرماتے ہیں "تعارف کی مصلحتیں متعدد ہیں مثلاً: ایک نام کے دو (۲) شخص ہیں خاندان کے تفاوت سے دونوں میں تمیز ہو سکتی ہے اور یہ کہ اس سے دور کے اور نزدیک کے رشتوں کی پہچان ہوتی ہے اور بقدر قرب و بعد نسب کے ان کے حقوق شرعیہ ادا کئے جاتے ہیں اور مثلاً اس سے عصبات کا قرب و بعد معلوم ہوتا ہے تو حاجب اور محجوب متعین ہوتا ہے اور مثلاً یہ کہ اپنا خاندان ہوگا تو اپنے کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب نہ کرے گا جس کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔ آیت کریمہ میں لفظ شعوب اور لفظ قبائل مذکور ہے۔ شعب خاندان کی جڑ کو یعنی اوپر والے خاندان کو اور قبیلہ اس کی شاخ کو کہتے ہیں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ
بدو لوگ نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم فرمانبردار ہو گئے اور ابھی یوں تمہارے دلوں میں
قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
داخل نہیں ہوا اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا بیشک اللہ بخشنے
رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
والا مہربان ہے۔ ایمان والے وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں
وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
اور جانوں سے جہاد کیا یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو اپنا دین بتا رہے ہو اور اللہ
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ
جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے وہ آپ پر احسان رکھتے ہیں
اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ
کہ اسلام لے آئے آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے دی
صٰدِقِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۲ ۱۴
اگر تم سچے ہو بیشک اللہ آسمان اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔

محض زبانی اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو تنبیہ

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قبیلہ بنی اسد کے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ لوگ

مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ خشک سالی کا زمانہ تھا ان لوگوں نے ظاہر کیا کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے حالانکہ دل سے مؤمن نہ تھے انہوں نے مدینہ منورہ کے راستوں کو گندگیوں ڈال کر خراب کر دیا اور مالوں کے بھاؤ بھی مہنگے کر دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں صبح و شام جاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کے پاس عرب کے لوگ اپنی جانوں کو لے کر آ گئے اور ہم اپنا سارا سامان اور بال بچوں کو لے کر آ گئے اور ہم نے آپ سے جنگ نہ کی جیسا کہ فلاں فلاں قبیلے نے آپ سے جنگ کی یہ باتیں کہہ کر کہ آپ پر احسان رکھتے تھے اور صدقات کے اموال آپ سے طلب کرتے تھے اللہ تعالیٰ شانہ نے آیت ہذا نازل فرمائی ارشاد فرمایا قالت الاعراب اٰمنا دیہات کے لوگوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے یعنی دل سے ہم نے آپ کی تصدیق کر لی اور آپ کے دین کو مان لیا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان نہ لائے (یہ تمہارا زبانی دعویٰ ہے) وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (لیکن تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے ظاہری طور پر بات مان لی ہے اور فرمانبرداری کا اعلان کر دیا ہے۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (اور تمہارے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا) محض زبانی اقرار اور ظاہری طور پر اعمال اسلام اپنا لینے سے بندہ مؤمن نہیں ہوتا اسم مصدیق قلبی کا نام ہے منافقین کے بارے میں ارشاد ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ مؤمن نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے رسول کو دل سے سچا جاننے اور ماننے سے مؤمن ہوتا ہے اگر یقین نہ ہو یا یقین تو ہو لیکن تسلیم نہ ہو یعنی مانتا نہ ہو تو مؤمن نہیں ہوتا جیسا کہ فرعون کی قوم کے بارے میں فرمایا وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (اور انہوں نے ان آیات کا انکار کیا حالانکہ انہیں ان کے سچا ہونے کا یقین تھا یہ انکار ظلم اور تکبر کی وجہ سے تھا)۔

بہت سے لوگ دنیاوی اغراض کے لئے یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن اندر سے تصدیق نہیں کرتے مسلمان انہیں ظاہری دعویٰ کی وجہ سے مسلمان سمجھ میں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن نہیں ہوتے۔

پھر فرمایا وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے دل و جان سے ظاہر سے بھی باطن سے بھی لوگوں کے سامنے بھی تنہائیوں میں بھی تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے کوئی کمی نہ فرمائے گا یعنی تمہارے اعمال کا پورا پورا ثواب دے گا بلکہ کم از کم دس گنا بڑھا کر دے گا۔ اس میں یہ بات بتا دی کہ ایمان اعمال صالحہ پر آمادہ کرتا ہے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی آخرت میں کام آئیں گے۔ طلب دنیا کے لئے یہ کہنا کہ ہم مؤمن ہیں اور ظاہری طور پر ایمان قبول کر لیا آخرت میں مفید نہیں ہے وہاں کی نجات اور اجر و ثواب ایمان حقیقی پر موقوف ہے، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے) اگر سچے دل سے ایمان قبول کر لو گے تو اس سے پہلے جو کیا ہے اس سب کی معافی ہو جائے گی۔

قوله تعالى . لا يلتكم قرأ أبو عمرو يالتكم بالالف كقوله تعالى وما التناهم والأخرون بغير الف وهما لغتان ومعناهما لا ينقصكم يقال ألت يالت ألتاً ولات يليت ليتاً اذانقص (معالم التنزیل میں ہے لَا يَلِتْكُمْ اسے ابو عمرو نے يَالِتْكُمْ پڑھا ہے، الف کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ اور دوسروں نے بغیر الف کے پڑھا ہے، اور دونوں صورتوں میں معنی ہے، تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا کہا جاتا ہے الت يالت التاً ولات يليت ليتاً جب نقصان ہو جائے)

(ذكره في معالم التنزيل)

اس کے بعد فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الآیۃ) اس آیت میں یہ بتایا کہ واقعی اور سچے مؤمن وہی ہیں جو اللہ

پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے یعنی انہوں نے سچے دل سے تصدیق کی ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا (پھر انہوں نے شک نہیں کیا) وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا) اس میں کافروں سے اور اپنے نفس سے جہاد کرنا اور اپنے کو غیر شرعی کاموں سے اور اپنے خاندان اور دیگر افراد کو شریعت اسلامیہ پر چلانے کے سلسلہ میں محنت اور کوشش کرنا سب داخل ہے اپنے نفس کو دینی تقاضوں پر لگانا اس بارے میں مال و جان خرچ کرنا بڑے مجاہدہ کی بات ہے نفس پر قابو پانے کیلئے فکر مند رہنا لازم ہے صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فی طاعة اللّٰه عزوجل علی تکثر فنونها من العبادات البدنیة المحضة والمالیة الصرفة والمشتملة علیهما معًا کالحج والجهاد (فی سبیل اللہ کا مطلب ہے کہ مختلف شکلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خواہ وہ محض عبادت بدنی ہو خواہ مالی و بدنی دونوں قسم کی ہو جیسے جہاد اور حج)

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں) یعنی ان کا دعوی ایمان سچا ہے وہ دیہاتی لوگ جنہوں نے اوپر کے دل سے دنیا سازی کے لئے اٰمنا کہہ دیا یہ لوگ مؤمن نہیں ہیں لفظ اولئک جو حصر پر دلالت کرتا ہے اس سے یہ معنی مفہوم ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ آیت بالا میں ان لوگوں کو مؤمن بتایا ہے جو اللہ پر بھی ایمان لائیں اور اس کے رسولوں پر اور انہیں اپنے ایمان میں شک بھی نہ ہو اس میں واضح طور پر بتا دیا کہ محض اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور توحید کا قائل ہو جانا ایمان نہیں ہے جو اللہ کے یہاں معتبر ہے اور جس پر نجات کا وعدہ ہے مؤمن ہونے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی فرض ہے اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو وحدت ادیان کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ بس اللہ کو مان لینا آخرت کی نجات کے لئے کافی ہے یہ ان کی گمراہی ہے۔

معالم التنزیل اور روح المعانی میں لکھا ہے کہ جب آیت بالا نازل ہوئی تو وہ دیہاتی لوگ جنہوں نے اٰمنا کہا تھا خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ واقعی ہم سچے دل سے اسلام لائے ہیں آیت کریمہ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا (الایۃ) نازل ہوئی یعنی وہ آپ پر اس بات کا احسان دھرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان مت جتاؤ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دیدی اگر تم واقعی ایمان میں سچے ہو) جس کا اب دوبارہ دعوی کر رہے ہو تو تمہیں اللہ کا احسان ماننا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ظاہر اور باطن سب کا پتہ ہے تمہارا دین کا بھی علم ہے اللہ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارا دین اسلام ہے اگر سچے مسلمان ہو گے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں مسلمان شمار ہو جاؤ گے پھر وہ اس کی جزا دے گا تمہیں اپنے دلوں کی تلاشی لینی چاہئے کہ واقعی مؤمن ہیں یا نہیں؟

آیت میں یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا فرمایا ہے اس کے بارے میں یہ سوال ہوتا ہے کہ انہوں نے تو اٰمنا کہا تھا ان کی بات کو اسلموا سے تعبیر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کے بارے میں ایک بات تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے جو اٰمنا کہا تھا ان کا پہلی بار بھی دعوائے ایمان صحیح نہ تھا اور دوبارہ جو انہوں نے یوں کہا کہ واقعی ہم سچے دل سے اسلام لائے ہیں یہ بھی اوپر کی دل سے تلفظ اسلموا سے اس بات کو ظاہر کر دیا اور ایک بات اور سمجھ میں آتی وہ یہ کہ اس میں احسان دھرنے والوں کو تنبیہ ہے کہ جب سچے اللہ پر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسان دھرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

اس میں رہتی دنیا تک آنے والوں اور دین اسلام قبول کرنے کا دعوی کرنے والوں کو تنبیہ کر دی گئی کہ جو شخص اسلام قبول کرتا ہے اگر سچے دل سے قبول کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام کا ماننے والا فرد تسلیم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ یہ بات بھی بتا دی کہ جو شخص

اسلام قبول کرتا ہے وہ اپنے بھلے کے لئے قبول کرتا ہے وہ مسلمانوں پر احسان نہ دھرے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں بذا تم لوگ میرے لئے چندہ کرو اور روٹی رزق کا انتظام کرو۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس کی مدد کریں لیکن اسے چاہئے کہ مسلمانوں پر احسان نہ دھرے اور نہ ان سے کچھ طلب کرے خود مرنے جانے آخر زمانہ کفر میں بھی تو کسب کرتا تھا۔ آخر میں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور بیشک اللہ جانتا ہے آسمان اور زمین کے غیب کو) یعنی چھپی ہوئی باتوں اور چھپی ہوئی چیزوں کو وہ خوب جانتا ہے وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے)۔

وھذا اٰخر تفسیر سورۃ الحجرات ' والحمد للّٰہ الذی بعزتہ و نعمتہ تتم الصالحات وقد فرغت منہ فی اللیلۃ السابعۃ من شھر شعبان فی ۱۴۱۸ ھجریۃ والحمد للّٰہ اولا واٰخرا وباطنا وظاھرا۔

☆☆☆ ..... ☆☆☆

مکی	سورۂ ق	۴۵ آیتیں ۳ رکوع

آیاتُھا ۴۵ (۵۰) سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ (۳۴) رکوعاتھا ۳

سورۂ ق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْمَنْزِل ۷

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا

ق تم ہے قرآن مجید کی بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرسنانے والا آگیا سو کافر لوگ کہنے لگے

شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ○ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ

یہ تو عجیب بات ہے کیا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا (دوبارہ) زندہ ہوں گے یہ لوٹنا (زندہ ہونا) تو بہت ہی بعید بات ہے۔ ہم کو معلوم ہے جو کچھ زمین جس زمین

مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ○ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ○

ان میں سے کم کرتی ہے اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے بلکہ یہ لوگ بات کو جھٹلا رہے ہیں جب ان کے پاس حق آیا سو یہ لوگ مختلف حالت میں ہیں۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ○ وَالْاَرْضَ

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ نہیں اور زمین کو

مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ○ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ

ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیزیں اگائیں جو (ہمارے) بندوں کو بینائی کا اور نصیحت کا باعث ہوتی ہیں رجوع ہونے والے

عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ○ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ○ وَالنَّخْلَ

بندے کے لئے اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ کاٹے اور (پیدا کئے) کھیتی کا غلہ اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جن

بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ○ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ○

کے گچھے خوب گندے ہوئے ہوتے ہیں بندوں کو رزق دینے کیلئے اور ہم نے اس سے (ذریعہ سے) مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح نکلنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ تخلیق کا بیان، نعمتوں کا تذکرہ، منکرین بعث کی تردید

یہاں سے سورۂ ق شروع ہو رہی ہے۔ اس میں دلائل توحید اور وقوع قیامت اور قیامت کے دن کے احوال اور مؤمنین و کافرین کا انجام بتایا ہے، زمین میں باقی اور ماضی قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

قٓ یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس کا معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ۔ قسم ہے قرآن مجید کی کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اور قیامت کے دن حاضر ہوگے یہ جواب قسم لَتُبْعَثُنَّ محذوف کا ترجمہ ہے۔

پھر فرمایا بَلْ عَجِبُوْٓا (الایات الثلاث) بل کا عطف کس پر ہے اس کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں فکانہ قیل ما اسر لساہ لقدرہ الناس فلم یؤمنوا بہ بل جعلوا کلام المنذر والمنذر بہ عرضۃ للتکذیر والتعجب (یعنی ہم نے یہ قرآن نازل کیا تاکہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائیں لیکن وہ لوگ اس پر ایمان نہ لائے انہوں نے ڈرانے والے کو بھی جھٹلایا اور جس چیز سے ڈرایا اس کو بھی جھٹلایا، حق کو نہ ماننا طے اختیار کیا اور تعجب کرنے لگے) کہ کیا ہم ہی میں سے ڈرانے والا آ گیا اور کہنے لگے کہ یہ تو عجیب چیز ہے انہوں نے یہ بھی کہا کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے پھر زندہ ہو کر اٹھیں گے۔ یہ تو بہت ہی بعید بات ہے ہماری سمجھ سے باہر ہے، ہمارے نزدیک تو ایسا نہیں ہو سکتا ان لوگوں نے جو موت کے بعد واپس ہونے کو بعید کہا اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ کہ ہم جانتے ہیں زمین جوان کے اعضاء کو کم کرتی ہے یعنی ان کے گوشتوں کو ہڈیوں کو اور بالوں کو زمین جو کم کرتی ہے ہمیں اس سب کا علم ہے وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ اور ہمارے پاس کتاب ہے جس نے ان چیزوں کو محفوظ کر رکھا ہے (زمین نے جو جو کم کیا ہڈیوں کی مٹی بن گئی (جانوروں کی غذا ہوگئی) ان سب کا ہم کو پتہ ہے جب صور پھونکا جائے گا تو یہ چیزیں زندہ ہو جائیں گی اجسام تیار ہو کر روح میں داخل ہو جائیں گی اور مردے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے، جو پیدا کرنے والا ہے وہی موت دینے والا ہے وہی موت کے بعد زندہ فرمائے گا اس کو سب علم ہے اور دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ دفن کئے جاتے ہیں ان کی سب چیزیں گل جاتی ہیں یعنی مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتی ہیں۔ سوائے ایک ہڈی کے وہ باقی رہ جاتی ہیں یعنی ریڑھ کی ہڈی کا تھوڑا سا حصہ قیامت کے دن اسی سے نئی پیدائش ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۱)

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ (بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جبکہ ان کے پاس آ گیا) موت کے بعد زندہ ہونا ان کی سمجھ میں نہیں آتا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج دیا اور آپ کی نبوت کے دلائل اور معجزات سامنے آ گئے تو وہ اس کے بھی منکر ہو گئے وقوع قیامت کا انکار بھی گمراہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات شریف سامنے ہوتے ہوئے معجزات و دلائل کو دیکھتے ہوئے آپ کی نبوت کو نہیں مانتے یہ بھی گمراہی ہے اور شناعت و قباحت میں پہلے تعجب سے بڑھ کر ہے۔

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (سو یہ لوگ ایک متزلزل حالت میں ہیں) کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ بشر نبی ہو ہی نہیں سکتا، کبھی کہتے ہیں مدار اور قوم کا بڑا آدمی ہونا چاہئے، کبھی صاحب نبوت کو جادوگر بتاتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کا تعجب دور کرنے کے لئے مزید فرمایا اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ (الآیۃ) کیا انہوں نے اپنے اوپر

آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اسے کیسا بنایا ہے (بغیر کسی ستون کے کھڑا ہے) اور ہم نے اسے زینت دی ہے یعنی ستاروں کے ذریعہ اس کو مزین کر دیا ہے۔

وما لها من فروج (اور آسمانوں میں شگاف نہیں ہے)

والارض مددنها (اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا) والقينا فيها رواسي (اور ہم نے زمین میں بوجھل چیزیں یعنی پہاڑ ڈال دیئے) وانبتنا فيها من كل زوج بهيج ۝ (اور ہم نے زمین میں ہر قسم کے پودے اور درخت پیدا کر دیئے ہیں جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں) تبصرة وذكرى لكل عبد منيب (ہم نے ان چیزوں کو بصیرت اور نصیحت کا ذریعہ بنا دیا جو بھی بندہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو وہ اس کے مظاہر قدرت میں غور و فکر کر کے اللہ کی معرفت حاصل کرے گا)۔

ونزلنا من السماء ماء مباركا (سو ہم نے اس کے ذریعہ باغیچے اگا دیئے اور ایسی کھیتی اگا دی جسے پک جانے کے بعد کاٹ کر دانے نکالے جاتے ہیں) والنخل باسقت لها طلع نضيد. (اور ہم نے کھجور کے درخت اگائے جو لمبے ہیں اپنے تنہ پر کھڑے ہیں۔ ان کھجوروں کے درختوں سے گچھے نکلتے ہیں جو ترتیب سے دیکھنے میں ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں رزقا للعباد (یہ سب چیزیں بندوں کے رزق کے لئے پیدا فرمائی ہیں) واحيينا به بلدة ميتا (اور ہم نے اس بارش کے ذریعہ زمین کے مردہ ٹکڑوں کو زندہ کر دیا)۔

كذلك الخروج (اسی طرح قبروں سے نکلنا ہوگا) یعنی اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکال دے گا جیسا کہ مُردہ زمین کو زندہ فرما کر اس سے مذکورہ بالا چیزیں نکالتا ہے اس آخری جملہ سے پوری آیت کا سابق سے ارتباط سمجھ میں آ گیا یعنی منکرین بعث وقوع قیامت کو نہیں مانتے حالانکہ انکے سامنے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر ہیں جیسے وہ ان چیزوں پر قادر ہے ایسے ہی مُردوں میں جان ڈال کر اور قبروں سے نکال کر میدان حشر میں جمع کرنے پر بھی قادر ہے سورۂ الروم میں فرمایا فانظر الى اثار رحمت الله كيف يحي الارض بعد موتها ان ذلك لمحي الموتى وهو على كل شيء قدير (سو اللہ کی رحمت کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے)۔

كذبت قبلهم قوم نوح واصحب الرس وثمود ۝ وعاد وفرعون واخوان لوط ۝ واصحب

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور اصحاب رس نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور لوط کی قوم نے اور ایکہ والوں

الايكة وقوم تبع كل كذب الرسل فحق وعيد ۝ افعيينا بالخلق الاول بل هم في لبس

نے اور تبع کی قوم نے جھٹلایا سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید ثابت ہوئی کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پیدائش

من خلق جديد ۝ ع ۱۵

کی طرف سے شبہ میں ہیں۔

اقوام سابقہ ہالکہ کے واقعات سے عبرت حاصل کریں

ان آیات میں قرآن کریم کے مخاطبین کو تنبیہ فرمائی ہے اور انہیں بتایا ہے کہ اپنے کفر اور تکذیب کے باوجود یہ لوگ مطمئن ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں ہم صحیح راہ پر ہیں اور ہمارا مواخذہ نہ ہوگا یہ ان لوگوں کی غلطی ہے ان سے پہلے کتنی قومیں گزر چکی ہیں جنہوں نے رسولوں کو

تمہید (جس میں وقوع قیامت کا انکار کرنے والوں کو یہ بتایا ہے کہ تم سے پہلے کے) جن لوگوں کی ہلاکت و بربادی کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے ان کی ہلاکت کے تفصیلی حالات متعدد سورتوں میں ذکر کیے ہیں۔ سب سے پہلے اس کا تذکرہ سورۃ فرقان میں اور اصحاب الایکہ کا تذکرہ سورۃ الشعراء میں اور قوم تبع کا ذکر سورۃ الدخان میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ کُلٌّ کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ (ان لوگوں نے نبیوں کو جھٹلایا لہٰذا ان پر میری وعید ثابت ہوگئی) یعنی ان کو جو ہلاکت متعلق فرمائی تھی کہ ایمان نہ لانے پر مبتلائے عذاب ہوں گے۔ اس وعید کے مطابق ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

یہ لوگ جو کہتے تھے کہ ہم مر کھپ جائیں گے اور ہڈیاں اور گوشت پوست مٹی بن جائے گا تو پھر کیسے زندہ ہوں گے؟ ان کے تعجب کو دفع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اَفَعَیِینَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط (کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے) مطلب یہ ہے کہ جس نے تمہیں اور دوسری مخلوقات کو پیدا کیا جس میں زمین و آسمان بھی ہے وہ قادر مطلق کیا پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گیا ہے؟ ہرگز نہیں وہ ہرگز نہیں تھکا اسے ہمیشہ سے پوری قدرت ہے جس نے پہلی بار پیدا فرمایا وہی دوبارہ بھی پیدا فرمائے گا۔ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے شبہ میں ہیں)۔

دلائل عقلیہ تو ان کے پاس ہیں نہیں جن کی بنیاد پر دوبارہ پیدا کرنے کے عدم وقوع ثابت کر سکیں ان کے پاس بس شبہ ہی شبہ ہے اس شبہ کو انکار بن کر انکار کرتے رہتے ہیں جس کا ازالہ بار بار کیا جا چکا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اور ہم جانتے ہیں جو وسوسے اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں

اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ۝ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ

جب دو لینے والے لیتے ہیں داہنی طرف سے اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں نہیں کہتا کوئی بات مگر

رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ ۝

اس کے پاس نگہبان تیار ہے اور آ پہنچی موت کی بیہوشی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا

اللہ انسان کے وساوس نفسانیہ سے پوری طرح واقف ہے اور انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے

یہ چار آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو وسوسے آتے رہتے ہیں (جو بہت ہی زیادہ مخفی چیز ہے) ہم ان سب کو جانتے ہیں پھر فرمایا کہ انسان کی جو شہ رگ ہے ہم انسان سے اس سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم انسان کے تمام احوال سے باخبر ہیں اس کی کوئی بھی حالت جو پوشیدہ سے پوشیدہ ہو اور اس کی بات جو آہستہ سے بھی آہستہ ہو اس میں سے کچھ بھی ہم پر پوشیدہ نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم کو بیان فرمایا ہے۔ حَبْلِ الْوَرِیْدِ گردن کی رگ کو کہا جاتا ہے یہ وہ رگ ہے جس کے کٹ جانے سے انسان کی زندگی باقی نہیں رہتی۔

انسانوں پر عمل لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں: دوسری آیت میں اعمال نامے لکھنے والے فرشتوں کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس میں یہ بتایا کہ انسان کی طبیعت اور حواس اللہ تعالیٰ جانتا تو ہے ہی اس علم کے ساتھ ساتھ اس نے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے بھی مقرر

فرماتے ہیں جو انسان کے اعمال لکھتے ہیں جب بھی بات کرتا ہے یا دن میں کرتا ہے اسے یہ فرشتے لکھ لیتے ہیں ایک فرشتہ دائیں طرف رہتا ہے وہ اچھائیاں لکھتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ﴿ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (اور یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے افعال جانتے ہیں) یہ اعمال نامے جو فرشتے تیار کرتے ہیں قیامت کے دن انسان کے سامنے آجائیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا ﴿ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ﴾ (یہ ہمارا لکھوایا ہوا نوشتہ ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتا ہے) ﴿ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (بے شک ہم لکھواتے تھے جو تم کرتے تھے)۔

تیسری آیت میں فرمایا کہ انسان جو بھی کوئی لفظ بولتا ہے اس کے پاس انتظار کرنے والا فرشتہ تیار رہتا ہے جو منہ سے نکلتے ہی لکھ لیتا ہے اگر کلمہ خیر ہو تو دائیں طرف والا فرشتہ لکھتا جاتا ہے اور اگر شر ہو تو بائیں طرف والا فرشتہ لکھ لیتا ہے الفاظ کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل لکھا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس وغیرہ سے منقول ہے کہ فرشتے خیر اور شر دونوں باتیں لکھتے ہیں جن پر عقاب و ثواب کا دارومدار ہوتا ہے مباحات نہیں لکھتے اور حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ لکھا سب کچھ جاتا ہے پھر ہر جمعرات کو برکات الٰہی میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں خیر اور شر دونوں باقی رہ جاتا ہے باقی مباحات مٹا دیے جاتے ہیں اس کے بعد انہوں نے سورۂ رعد کی آیت ﴿ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ﴾ تلاوت فرمائی آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹانے کے بعد بھی لکھے جاتے ہیں۔ صاحب روح معانی نے یہ باتیں لکھی ہیں پھر شر ہو تو ٹل جاتا ہے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دائیں بائیں والے فرشتے مقرر نہیں ہیں۔ جنات پر فرشتے مقرر ہیں یا نہیں؟ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان پر بھی مقرر ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی بات منقول نہیں ہے۔ (روح معانی ۱۰ ص ۴۶)

موت کی سختی کا تذکرہ چوتھی آیت میں موت کی سختی کا تذکرہ فرمایا ہے ﴿ وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ﴾ (اور حق کے ساتھ موت کی سختی آجائے گی)

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ فرمایا کہ لوگ جو موت سے بھاگتے ہیں ان سے کہا جائے گا دیکھو یہ وہ موت ہے جس سے تم بچتے اور بھاگتے تھے آخر اس نے تمہیں پکڑ ہی لیا اللہ تعالیٰ نے جو موت آنے کا فیصلہ فرمایا ہے اس سے کوئی چھٹکارہ نہیں اس کے بعد جو برزخ اور قبر کے احوال ہیں وہ بھی انسانوں پر گزریں گے ان سے بھی چھٹکارہ نہیں آئندہ آیت میں ایسی قیامت کے بعض مظاہر بیان فرمائے ہیں۔

﴿ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ۝ لَقَدْ
كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝ وَ قَالَ قَرِيْنُهٗ
هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۝

الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ۝ قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ

جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کر لیا سو اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ اس کا ساتھی کہے گا کہ اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا

وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍۢ بَعِیْدٍ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ۝

لیکن یہ دور کی گمراہی میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا میرے سامنے جھگڑا مت کرو اور میں نے تمہارے پاس پہلے سے وعید بھیج دی تھی،

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝

میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں

ع ۱

نفخ صور اور میدانِ حشر میں حاضر ہونے والوں کا ذکر

ان آیات میں نفخ صور اور اس کے بعد کے بعض حالات ذکر فرمائے ہیں ارشاد فرمایا وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ (اور صور پھونکا جائے گا) ذٰلِكَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ (یہ وہ دن ہوگا جس میں وعید کا ظہور ہوگا یعنی دنیا میں جو وعیدیں بتادی گئی تھیں آج انکا ظہور ہوگا۔ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِیْدٌ (اور ہر شخص اس حالت میں حاضر ہوگا کہ اس کے ساتھ ایک سائق اور ایک شہید ہوگا) سائق ساتھ لانے والا فرشتہ اور شہید گواہی دینے والا فرشتہ۔

صاحب روح المعانی نے یہ تفسیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور حافظ ابونعیم کی کتاب حلیۃ الاولیاء سے حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو اعمال نامے لکھا کرتے تھے ان میں سے ایک سائق اور ایک شہید ہوگا۔

اس دن اُسے خطاب کر کے کہا جائے گا لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا (تو اس دن کے واقع ہونے کی طرف سے غافل تھا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خطاب کافر کو ہوگا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ (سو آج تیری نظر تیز ہے) دنیا میں جو کچھ ایمان کی طرف دعوت دی جاتی تھی اور کفر و شرک سے روکا جاتا تھا اور معاصی کا عذاب بتایا جاتا تھا تو متوجہ نہیں ہوتا تھا اور غفلت کے پردوں نے تجھے ڈھانپ رکھا تھا آج وہ پردے ہٹ گئے جو کچھ سمجھایا بتایا جاتا تھا سامنے آ گیا۔

وَقَالَ قَرِیْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ (اور اس کا ساتھی کہے گا کہ یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے) قرین یعنی ساتھی سے کون مراد ہے؟ اس کے بارے میں حضرت حسن (بصری) نے تو یہ فرمایا ہے کہ اس سے برائیوں کا لکھنے والا کاتب مراد ہے وہ اپنے لکھتے ہوئے صحیفہ کی طرف اشارہ کر کے کہے گا کہ یہ اس کے اعمال نامہ کا بچہ ہے جو میرے پاس لکھا ہوا ہے تیار ہے اور حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اس سے وہ شیطان مراد ہے جو ہر انسان کے ساتھ لگا دیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس کا ایک ساتھی جنات میں اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے آپؐ نے فرمایا ہاں! میرے ساتھ بھی اسی طرح تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا وہ مجھے صرف خیر کا حکم کرتا ہے اس قول کی تائید سورہ حم سجدہ کی آیت شریفہ وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ سے بھی ہوتی ہے اور آئندہ آیت بھی اس کی مؤید ہے۔

ہر ضدی کافر کو دوزخ میں ڈال دو: مزید ارشاد فرمایا اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ

مُرِیْبٍ ۙ الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ یعنی ہر کافر کو ضرور دوزخ میں ڈال دو جو حق کو قبول نہیں کرتا تھا خیر روکنے والا تھا۔ (یعنی دوسرے لوگوں کو اسلام لانے سے روکتا تھا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ نہیں دیتا تھا) حد سے بڑھ جانے والا تھا، شک میں ڈالنے والا تھا، اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں اس کے دین کے بارے میں اور قیامت واقع ہونے کے بارے میں لوگوں کو شک میں ڈالتا تھا اور مشرک بھی تھا جس نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود اور شریک ٹھہرا رکھا تھا فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ (سو اسے ضرور ضرور سخت عذاب میں ڈال دو) قال صاحب الروح خطاب من اللّٰه تعالی للسائق والشهید بناء علی انهما اثنان لاواحد جامع للوصفین اوللملکین من حزنة النار' اولواحد علی ان الالف بدل من نون التوکید علی اجراء الوصل مجری الوقف وابد بقراءة الحسن (القیٰ) بنون التوکید الخفیفة' وقیل ان العرب کثیرا مایرافق الرجل منهم اثنین فکثر علی السنتهم ان یقولوا خلیلی وصاحبی قفا واسعدا ونحو ذلک فخاطبوا الواحد خطاب الاثنین' وما فی الایة محمول علی ذلک کما حکی عن الفراء اوعلی تنزیل تثنیة الفاعل منزلة تثنیة الفعل بان یکون اصله الق الق ثم حذف الفعل الثانی وابقی ضمیره مع الفعل الاول فثنی الضمیر للدلالة علی ماذکر.

(یعنی صیغہ تثنیہ سے خطاب سائق و شہید دو فرشتوں کو ہے یا جہنم پر مامور فرشتوں میں سے دو فرشتوں کو ہے یا خطاب تو ایک ہی فرشتہ کو ہے لیکن نون تاکید کے بدلے الف زیادہ کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عرب لوگ عموماً اپنے ساتھ دو آدمیوں کو رکھتے تھے جس کی وجہ سے ان کی زبانوں پر تثنیہ کے صیغے مثلاً خلیلی وصاحبی' قفا اور اسعدا وغیرہ کثرت سے جاری ہو گئے یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کو بھی تثنیہ کے صیغہ سے مخاطب کرنے لگے لہٰذا آیت میں جو تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا وہ بھی اسی پر محمول ہے)

قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَیْتُهٗ کافر کو جب دوزخ میں داخل کئے جانے کا حکم ہوگا تو اس کا قرین یعنی اس کا ساتھی (جس کے ساتھ رہنے اور برے اعمال کو مزین کرنے کی وجہ سے گمراہ ہوا اور دوزخ میں جانے کا مستحق ہوا) یوں کہے گا کہ اے میرے رب! میں نے اسے گمراہ نہیں کیا یعنی میں نے اسے جبراً و قہراً زبردستی کافر نہیں بنایا بلکہ بات یہ ہے کہ یہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا اگر اس کا مزاج گمراہی کا نہ تھا اور اس کو گمراہی پسند نہ ہوتی تو میری مجال نہ تھی کہ میں اس کو کفر پر ڈالتا اور جمائے رکھتا' جب یہ گمراہ تھا میں نے اس کی گمراہی پر مدد کر دی۔

قال صاحب الروح :فاعنته علیه بالا غواء والدعوة الیه من غیر قسر ولا الجاء فهو نظیر وماکان لی علیکم من سلطان. (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں پس میں نے اس کو گمراہ کر کے اور کفر کی دعوت دیکر اس کے کفر پر اس کی مدد کی بغیر کسی جبر و اکراہ کے اور یہ جملہ وما کان لی علیکم من سلطان کی طرح کا ہے)

کافر جو قرین ہوگا وہ بھی کافر ہی تھا وہ دوزخ سے بچ جائے اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پھر اس کے مَآ اَطْغَیْتُهٗ کہنے کا کیا مقصد ہوگا؟ اس کے بارے میں بعض اکابر نے فرمایا کہ وہ یہ چاہے گا کہ میری گمراہی کا اثر صرف مجھ پر پڑے اور مزید فرد جرم مجھ پر نہ لگے اور دوسروں کی گمراہی کی وجہ سے عذاب میں اضافہ نہ ہو لیکن ایسا نہ ہوگا' دوسروں کو گمراہ کرنے کی سزا بھگتنی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ (میرے سامنے جھگڑا نہ کرو) وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ (اور میں نے تو پہلے ہی ہر کافر اور کافر گر کے بارے میں وعید بھیج دی تھی کہ یہ سب دوزخ کے مستحق ہیں' ابلیس کو خطاب کر کے اعلان کر دیا تھا لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ (میں ضرور ضرور تجھ سے اور تیری اتباع کرنے والے سے دوزخ کو بھر دوں گا)۔

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں) اب

وعید کے مصداق تمہیں نہ ہونا چاہئے۔

فائدہ: شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض فرمائی تھیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے پر بار بار اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر درخواست کی تو بیچ رہ گئیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ گنتی میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی رہیں گی کیونکہ میرا کا ثواب دس (۱۰) گنا کر دیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما یبدل القول لدی (میرے سامنے بات نہیں بدلی جاتی) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۲۹۱ عن البخاری)

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝

دوزخ سے اللہ تعالیٰ کا خطاب کیا تو بھر گئی؟ اس کا جواب ہوگا کیا کچھ اور بھی ہے؟

ان آیات میں جنت اور دوزخ کا حال بتایا ہے دوزخ کی وسعت اور بے پناہ چوڑائی اور گہرائی بطور تشبیہ کے اتنی زیادہ ہوگی کہ کروڑوں افراد جنات میں سے اور انسانوں میں سے داخل کئے جانے کے بعد بھی خالی ہی رہے گی اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا ھل امتلأت (کیا تو بھر گئی) اس کا جواب ہوگا کچھ اور بھی ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت اور دوزخ میں آپس میں مباحثہ ہوا دوزخ نے (فخر کے طور پر) کہا کہ تکبر والے جبار میرے اندر داخل ہوں گے اور جنت نے کہا کہ کیا بات ہے کہ میرے اندر صرف کمزور اور گرے پڑے اور بھولے بھالے لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں تیرے ذریعہ رحم کروں گا اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں عذاب دوں گا اور تم دونوں سے بھر دینے کا وعدہ ہے۔ (رواہ ابن ابی عاصم فی السنۃ کما فی المشکوٰۃ ص ۵۰۵)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں برابر دوزخی ڈالے جاتے رہیں گے اور وہ ھل من مزید کہتی رہے گی (یعنی یوں کہتی رہے گی کیا کچھ اور بھی ہے کچھ اور بھی ہے) یہاں تک کہ رب العزت تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دیں گے اور وہ سمٹ جائے گی اور کہے گی بس بس میں آپ کی عزت و کرم کا واسطہ دیتی ہوں اور جنت میں بھی برابر جگہ خالی پڑی رہے گی اسے بھرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نئی مخلوق پیدا فرمائے گا اور اس خالی جگہ میں ان کو آباد فرمائے گا۔

یہ جو اللہ تعالیٰ شانہ کے قدم کا ذکر آیا ہے یہ متشابہات میں سے ہے اس کا معنی سمجھنے کی فکر میں نہ پڑیں اللہ تعالیٰ شانہ اعضاء و جوارح سے پاک ہے۔

وقد استشكل بعض العلماء بان الله تعالى قال لابليس "لأملئن جهنم منك وممن تبعك منهم اجمعين"

فاذا امتلأت بھولاء فکیف تقی خالیا" وقد الھمنی اللہ تعالی جواب ھذا الاشکال انہ لیس فی الآیۃ انھا تمتلأ کلھا بالناس والحق فان الملا لایستلزم ان یکون کاملا لجمیع اجزاء الاناء (جس مدعا نے یہ اشکال کیا ہے کہ اللہ تعالی نے ابلیس سے فرمایا ہے کہ میں جہنم کو تجھ سے اور تیرے تابعین سے تمام انسانوں کا تو جب جہنم ان سے بھر گئی تو وہ خالی کہاں سے رہے گی؟ اللہ تعالی نے مجھے اس اشکال کا یہ جواب الھام فرمایا کہ آیت میں یہ نہیں کہ جہنم پوری کی پوری جن وانس سے بھر دی جائے گی کیونکہ کسی شے کو کسی برتن میں بھرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شے اس برتن کے جمیع اجزاء سے متعلق ہو جائے)۔

یہ جو جنت میں خالی جگہ بچنے کی وجہ سے مخلوق پیدا کرکے بسائی جانے کی اس کے بارے میں بعض کا یہ کہنا کہ وہی مزے میں رہنے کے لئے پیدا ہوتے ہی جنت میں چلے گئے۔ انہوں نے فرمایا نہیں جنت کا یہ مزہ آپ کا نہیں نے دنیا نہیں چکھی تکلیف نہیں جھیلی مصیبتیں نہیں دیکھیں انہیں وہاں کے راحت و آرام کی یہ قدر ہوگی مزہ تو ہمیں آئے گا آرام کی قدر ہم کریں گے جو دنیا کی تکلیفوں سے دوچار ہوئے اور مشقت و دکھ تکلیف کو دیکھا اور سہا جھیلا اور بھگتا۔

جنت اور اہل جنت کا تذکرہ:۔ اس کے بعد جنت کا تذکرہ فرمایا کہ وہ متقیوں سے قریب کر دی جائے گی کچھ دور نہ رہے گی پھر وہ جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں اور رحمتیں ہی وہ چیز ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا ہے یہ وعدہ ہر اس شخص سے تھا جو اواب یعنی اللہ تعالی کی طرف خوب رجوع کرنے والا اور حفیظ یعنی اللہ تعالی کے اوامر کا خاص دھیان رکھنے والا تھا۔ اللہ تعالی کی فرمانبرداری میں لگا رہتا تھا اہل جنت کی مزید صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ بن دیکھے اللہ سے ڈرتے تھے دنیا میں اس حالت پر رہے اور یہاں جو پہنچے تو قلب منیب لے کر آئے اس کا مال اللہ تعالی کی طرف رجوع رہتا تھا اللہ تعالی کی یاد میں اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی فکر میں رہتے تھے اور متقیوں سے کہا جائے گا کہ اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ آج وہ دن ہے جس میں ہمیشگی کا فیصلہ کر دیا گیا یعنی تم لوگ اس جنت میں ہمیشہ کیلئے جا رہے ہو۔

جنت میں دیدار الٰہی:۔ پھر فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے والوں کیلئے وہاں سب کچھ ہوگا جس کی نہیں خواہش اور چاہت ہوگی اور نہ صرف ان کی خواہش کے مطابق نعمتیں ملیں گی بلکہ ان کی خواہشوں سے زیادہ انہیں وہ نعمتیں ملیں گی جہاں ان کی خواہش بھی نہ پہنچے گی۔ علامہ قرطبیؒ نے حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مزید سے باری تعالی شانہ کا دیدار مراد ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے جو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالی سوال فرمائیں گے کیا تم اور کچھ چاہتے ہو جو میں تمہیں مزید دے دوں؟ یہ سن کر اہل جنت کہیں گے کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں فرما دیئے، کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی (ہمیں اور کیا چاہئے) اس کے بعد پردہ اٹھا دیا جائے گا پھر وہ کہ اللہ تعالی کے دیدار میں مشغول ہو جائیں گے اپنے رب کے دیدار سے بڑھ کر انہیں عطا کی گئی چیزوں میں سے کوئی چیز محبوب نہ ہوگی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سورۃ یونس کی آیت کریمہ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ تلاوت فرمائی (مشکوۃ ص ۴۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل پر ان کا گزر ہوا۔

پھر فرمایا کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ (سو کسی شخص کو علم نہیں کہ ان لوگوں کے لئے

آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ وجعلنا اللّٰہ من اھلھا وادخلنا فیھا

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝

اور ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا جو گرفت کرنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں سو وہ شہروں میں چلتے پھرتے رہے یہ بھاگنے کی کوئی جگہ ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا جو پوری حالت میں ہو کہ کان لگائے ہوئے حاضر ہو اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۡ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰي

آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکن نے چھو تک نہیں سو آپ ان باتوں پر

مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ

صبر کیجئے جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح تحمید بیان کیجئے اور رات کے حصہ میں بھی تسبیح

وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝

بیان کیجئے اور سجدوں کے بعد بھی۔

گزشتہ امتوں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا حکم

اول تو ان آیات میں گزشتہ اقوام کی بربادی کا تذکرہ فرمایا کہ ہم نے قرآن کے مخاطبین سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا وہ لوگ گرفت کرنے میں ان لوگوں سے زیادہ سخت تھے جیسا کہ قوم عاد کے بارے میں فرمایا واذا بطشتم بطشتم جبارین (اور جب تم پکڑتے ہو تو بڑے جابر بن کر پکڑتے ہو)۔

اور سورۂ محمد میں فرمایا وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہیں ہوا)

فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (سو وہ لوگ شہروں میں چلتے پھرتے رہے جب ہلاک ہونے کا وقت آیا تو ان کی قوت اور سیر و سیاحت نے انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچایا عذاب آنے پر کہنے لگے کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے) لیکن بھاگنے کا کوئی موقع نہیں ملا اور بالآخر ہلاک ہو گئے۔ صاحب روح المعانی نے ایک قول یہ لکھا ہے کہ فَنَقَّبُوْا کی ضمیر اہل مکہ کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ سے پہلے جو قومیں ہلاک ہو چکی ہیں یہ لوگ اپنے اسفار میں اپنے تباہ شدہ شہروں سے گزرتے ہیں کہ ہم بھی انہیں کی طرح راہ فرار حاصل کر لیں گے (یعنی ایسا نہیں ہے) جب ایسا نہیں ہے تو یہ لوگ کفر پر کیوں جمے ہوئے ہیں؟

اس کے بعد فرمایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ (یہ جو کچھ سابق مضمون بیان کیا گیا

اس میں اس شخص کے لئے نصیحت ہے جس کے پاس دل ہو جو سمجھتا ہو اور حقائق سے آگاہ ہو یا ایسی حالت میں کان لگاتا ہو کہ وہ اپنے دل سے حاضر ہو) یہ بطریق مانعۃ الخلو ہے' جو لوگ نصیحت حاصل کرنے والے دل نہیں رکھتے اور صحیح طریقہ پر حضور قلب کے ساتھ بات نہیں سنتے ایسے لوگ عبرت اور نصیحت حاصل کرنے سے دور رہتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان دوسری مخلوق ہے ان سب کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ذرا سی بھی تھکن نے ہمیں نہیں چھوا' جو کمزور ہوتا ہے وہ کام کرنے سے تھک جاتا ہے' اللہ جل شانہ قوی قادر مقتدر ہے اسے ذرا بھی تھکن نہیں پہنچ سکتی' صاحب روح المعانی نے حضرت قتادہؓ کا قول نقل کیا ہے' اس میں جاہل یہودیوں کی تردید ہے جو یوں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سنیچر کے دن سے پیدا فرمانا شروع کیا اور جمعہ کے دن فارغ ہوا اور سنیچر کے دن آرام کیا (العیاذ باللہ) یہ ان لوگوں کی جہالت ہے اور کفر ہے۔

فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ہ (اور اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو سورج نکلنے اور سورج چھپنے سے پہلے) مفسرین نے فرمایا کہ اس سے فجر اور عصر کی نماز مراد ہے ان دونوں نمازوں کی حدیث شریف میں خاص فضیلت وارد ہوئی ہے' حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایسا شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو سورج نکلنے سے پہلے اور چھپنے کے بعد نماز پڑھی ہو (مشکوٰۃ المصابیح ص ۶۲)۔

ومن اللیل فسبحہ (اور رات کو اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے) علماء نے فرمایا کہ اس سے قیام اللیل یعنی رات کو نماز پڑھنا مراد ہے وادبار السجود (اور سجدوں کے بعد اللہ کی تسبیح بیان کیجئے) اس سے فرض نماز کے بعد نفل پڑھنا مراد ہے اور بعض حضرات نے نماز کے بعد تسبیحات پڑھنا مراد لیا ہے۔

صاحب روح المعانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قبل طلوع سے نماز فجر اور قبل الغروب سے ظہر اور عصر اور من اللیل سے مغرب اور عشاء اور ادبار السجود سے فرضوں کے بعد کے نوافل مراد ہیں۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ

اے مخاطب! اس بات کو سن لے کہ جس دن پکارنے والا قریب ہی جگہ سے پکارے گا جس روز سب کو حق کے ساتھ سنیں گے یہ نکلنے

الْخُرُوْجِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ

کا دن ہوگا بے شک ہم زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں اور ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے' جس دن زمین انکے اوپر سے پھٹ جائے گی جبکہ دوڑتے ہوں گے'

ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

یہ جمع کرنا ہم پر آسان ہے' ہم خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے

مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝

جو میری نصیحت سے ڈرتا ہے۔

ع ۱۶ ۱۷

وقوع قیامت کے ابتدائی احوال اور رسول ﷺ کو تسلی

ان آیت میں اولاً وقوع قیامت کے ابتدائی احوال بیان فرمائے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ معاندین کی باتوں سے دلگیر نہ ہوں ہمیں ان کی سب باتوں کی خبر ہے وَاسْتَمِعْ (اور اے مخاطب سن لے) یعنی آئندہ جو قیامت کے احوال بیان ہونے والے ہیں انہیں دھیان سے سن یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ (جس دن پکارے گا) یعنی حضرات اسرافیل علیہ السلام صور پھونک دیں گے صور کی یہ آواز دور اور قریب سے سنی جائے گی یعنی ہر جگہ ہر سننے والے کو ایسا معلوم ہوگا کہ یہیں قریب سے پکارا جا رہا ہے۔ پوری زمین کے رہنے والے زندہ اور مردے سب کے سب یکساں سنیں گے۔

پہلے زمانہ میں تو لوگ اس کو سن کر کچھ تامل کرتے تھے اور سوچتے تھے کہ ایک آواز کو پوری دنیا میں اور آسمانوں میں یکساں کیسے سنا جا سکتا ہے۔ لیکن آج کے حالات اور آلات نے بتا دیا کہ اس میں کچھ بھی اشکال کی بات نہیں ہے آلات تو بہت ہیں ایک ٹیلی فون ہی کو لے لو بآسانی اس کے ذریعہ ہلکی سی آواز بھی ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں سنی جا سکتی ہے دور اور نزدیک میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ (جس دن حق کے ساتھ چیخ کو سنیں گے) اس سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے اور بالحق فرما کر یہ بتا دیا کہ اس چیخ کو یقین کے ساتھ سنیں گے جس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہ ہوگی یہ جو دنیا میں کسی کو آواز پہنچتی ہے کسی کو نہیں پہنچتی ایسا نہ ہوگا۔

ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ (یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا) اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ (بے شک ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم موت دیتے ہیں) وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ (اور ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے) کہیں کسی کو بھاگ جانے اور جان بچانے کا موقع نہیں ملے گا یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا (جس روز زمین ان پر سے کھل جائے گی جبکہ وہ دوڑتے ہونگے) ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ (ہمارے نزدیک یہ جمع کرنا آسان ہے) نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ (جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں) فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ. (سو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہیں جو میری وعید سے ڈرتا ہے)۔

آپ کی تذکیر تو عام ہے جو قبول کرنے والوں اور نہ قبول کرنے والوں کیلئے برابر ہے تاہم جو لوگ وعید کو سنتے ہیں پھر ڈرتے ہیں ان کی طرف خاص توجہ فرمائیے یوں زبردستی منوا لینا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔

لقد تم تفسیر سورۃ ق بفضل اللہ و برحمتہ

☆☆☆..... .....☆☆☆

مکی	سورۃ الذاریات	۶۰ آیتیں ۳ رکوع

آیاتہا ۶۰ (۵۱) سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۶۷) رکوعاتہا ۳

سورۃ الذاریات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ

قسم ہے ہواؤں کی جو (غبار وغیرہ کو) اڑانے والی ہیں' پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں' پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں' پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں' تم سے جس کا وعدہ کیا

لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝

جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور جزاء ضرور ہونے والی ہے' قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو۔

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝ يَسْـَٔلُوْنَ

اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے' غارت ہو جائیں گے اٹکل پچو باتیں کرنیوالے جو جہالت میں بھولے ہوئے غارت ہو جائیں۔ پوچھتے ہیں کہ

اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ

روز جزا کب ہو گا۔ جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے' اپنی اس سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم

بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

جلدی مچایا کرتے تھے۔

قیامت ضرور واقع ہوگی' منکرین عذاب دوزخ میں داخل ہوں گے

یہاں سے سورۃ الذّاریات شروع ہو رہی ہے' اس میں الذّاریات' اور الحاملات اور الجاریات اور المقسمات کی قسم کھائی ہے' اس میں ذَرْوًا اور یُسْرًا تو مفعول مطلق ہیں۔ اور وقرًا اور امرًا مفعول بہ ہیں۔

صاحب روح المعانی نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر نقل کی ہے جو ترجمہ میں لکھ دی گئی ہے' چاروں چیزوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ تم سے جو وعدہ کیا جا رہا ہے وہ سچ ہے اور جزاء یعنی اعمال کا بدلہ ضرور ملنے والا ہے' یعنی قیامت ضرور قائم ہوگی' بنی آدم

میدان حشر میں حاضر ہوں گے اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے جن چیزوں کی قسم کھائی ہے ان میں فرشتے ہیں جو آسمان میں رہنے والی مخلوق ہے اور بادل ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان ہوتے ہیں اور ہوائیں ہیں جو زمین کے اوپر چلتی ہیں اور اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر آتی جاتی ہیں اور کشتیاں ہیں جو سمندر اور نہروں میں چلتی ہیں ان چیزوں کے جاننے والے اور دیکھنے والے غور و فکر کریں گے تو یہ سمجھ میں آجائے گا کہ قیامت قائم ہونے میں شک کرنا غلط ہے جس ذات پاک کے یہ قسمیں کھائی ہیں اس کیلئے قیامت قائم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے اس نے وقوع قیامت کی خبر اپنے رسولوں اور پیغمبروں کے ذریعہ دی ہے یہ خبر سچی ہے

اس کے بعد آسمان کی قسم کھائی اور فرمایا وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ کہ قسم ہے آسمان کی جس میں (فرشتوں کے آنے جانے کے) راستے ہیں تم لوگ ایک ایسی گفتگو میں لگے ہوئے ہو جس میں اختلاف ہو رہا ہے کوئی قیامت کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی جھٹلاتا ہے اس میں جو لوگ قول حق کے مخالف ہیں یعنی وقوع قیامت کی تکذیب کر رہے ہیں وہ اس قول سے ہٹائے جا رہے ہیں یعنی جس کو بالکل ہی خیر سے اور حق سے محروم ہونا ہے وہی اس قول حق سے ہٹتا اور بچتا ہے۔

پھر فرمایا قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ لعنت ہو جائیں اٹکل پچو باتیں کرنے والے (یعنی جھوٹے لوگ) جو قرآن کو جھٹلاتے ہیں دلائل سامنے ہوتے ہوئے ان میں غور نہیں کرتے اپنی جاہلانہ اٹکل کو سامنے رکھ کر تکذیب کرتے ہیں۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ (جو جہل عظیم میں پڑے ہوئے ہیں غافل ہیں)

يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ (تعجب ہے پوچھتے ہیں کہ کب ہوگا جزا کا دن)

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (یہ بدلہ کا دن اس دن ہوگا جس دن یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے) ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے) دنیا میں تم باتیں بناتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ بدلہ کا دن کب ہوگا کب ہوگا؟ اب یہ دن آ گیا انکار کی سزا بھگتو اور جلدی مچانے کا مزہ چکھ لو۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝

بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ان کے رب نے جو انہیں عطا فرمایا اسے لینے والے ہوں گے بلاشک یہ لوگ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

یہ لوگ رات کو کم سوتے تھے اور رات کے آخری وقت میں استغفار کرتے تھے ان کے مالوں میں حق تھا سوال کرنے والے

لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝

کیلئے اور محروم کے لئے۔

متقی بندوں کے انعامات کا اور دنیا میں اعمال صالحہ میں مشغول رہنے کا تذکرہ

مذنبین کی سزا بتانے کے بعد مؤمنین متقین کا انعام بتایا اور فرمایا کہ متقی لوگ باغوں میں چشموں میں ہوں گے ان کے رب کی طرف سے انہیں وہاں جو کچھ دیا جائے گا اس کو (بڑی خوشی سے) لینے والے ہوں گے دنیا میں یہ حضرات گناہوں سے تو بچتے ہی تھے جس کی وجہ سے انہیں متقین کے لقب سے سرفراز فرمایا اعمال صالحہ بھی بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے اور اس کی وجہ سے انہیں محسنین کے لقب

سے ملقب فرمایا' ان کے نیک کاموں میں ایک بڑا قیمتی عمل یہ تھا کہ رات کو بہت کم سوتے تھے' نمازیں پڑھتے رہتے تھے' دنیا سوتی رہتی اور یہ لوگ جاگتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ سے لو لگاتے تھے۔

قال صاحب الروح: ناقلاً عن الحسن: كابدوا قيام الليل لاينامون منه الاقليلاً وعن عبدالله بن رواحة رضى الله عنه هجعوا قليلاً ثم قاموا

(صاحب روح المعانی حسنؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے رات کے قیام میں بڑی مشقت جھیلی کہ رات کو بس تھوڑی دیر ہی سوتے تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے مروی ہے کہ وہ بہت تھوڑا سوتے تھے پھر کھڑے ہو جاتے تھے)

یہ لوگ راتوں کو نماز پڑھتے اور راتوں کے آخری حصہ میں استغفار کرتے تھے (انہیں راتوں رات نماز پڑھنے پر غرور نہیں تھا) اپنے اعمال کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کے لائق نہیں سمجھتے تھے کوتاہیوں کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔ اہل ایمان کا یہ طریقہ ہے کہ نیکی بھی کرے اور استغفار بھی کرے تاکہ کوتاہی کی تلافی ہو جائے۔

ان حضرات کی جسمانی عبادت کا تذکرہ فرمایا' ان کے مالوں میں حق ہے' سوال کرنے والوں کے لئے اور محروم کے لئے یعنی اپنے مالوں کا جو حصہ اہل حاجت کو دیتے ہیں اس کے دینے کا ایسا اہتمام کرتے ہیں جیسے ان کے ذمہ واجب ہو اس لئے اس کو حق سے تعبیر فرمایا۔

لفظ سائل کا ترجمہ تو معلوم ہی ہے محروم کا کیا مطلب ہے؟ مفسرین نے اس کے کئی معنی لکھے ہیں' بعض حضرات نے فرمایا کہ سائل کے مقابلہ میں ہے' یعنی جو شخص سوال نہیں کرتا وہ محروم ہے جو سوال نہیں کرتا اس لئے محروم رہ جاتا ہے کہ لوگ اس کا حال جانتے نہیں اور وہ خود بتاتا نہیں ہنداد دینے والے اس کی طرف دھیان نہیں کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک لقمہ اور دو لقمہ اور ایک کھجور اور دو کھجور لئے لئے پھرتے ہوں لیکن مسکین وہ ہے جس کے پاس حاجت پوری کرنے کیلئے کچھ بھی نہ ہو اور لوگوں کو اس کا پتہ بھی نہ چلے۔ (پتہ چل جاتا تو صدقہ کر دیتے) اور وہ سوال کرنے کے لئے کھڑا بھی نہ ہوتا (رواہ البخاری ج ۱)

یعنی وہ اسی طرح اپنی حاجت دبائے ہوئے وقت گزار دیتا ہے' صاحب روح المعانی نے حضرت ابن عباسؓ سے محروم کا یہ معنی لکھا ہے کہ وہ کمانے کی تدبیر تو کرتا ہے لیکن دنیا اس سے پشت پھیر لیتی ہے اور وہ لوگوں سے سوال بھی نہیں کرتا۔ پھر حضرت زید ابن اسلمؒ سے نقل کیا ہے کہ محروم وہ ہے جس کے باغوں کا پھل ہلاک ہو جائے اور ایک قول یہ لکھا ہے کہ جس کے مویشی ختم ہو جائیں جن سے اس کا گزارا تھا' واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے' اور تمہاری جانوں میں' کیا تم نہیں دیکھتے' اور آسمان میں تمہارا رزق ہے' اور جس کا تم

تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝

ع ۱۳ ۱۸

سے وعدہ کیا جاتا ہے' سو قسم آسمان اور زمین کے رب کی بے شک وہ حق ہے جیسا کہ تم بول رہے ہو۔

زمین میں اور انسانوں کی جانوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت اور رازقیت بیان فرمائی ہے' ارشاد فرمایا کہ زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں

ہیں۔ اور تمہاری جانوں میں بھی نشانیاں ہیں۔ ان میں غور کرنے سے تمہاری سمجھ میں یہ بات آ سکتی ہے کہ اپنی مخلوق میں جو ایسے ایسے تصرفات کرنے والا ہے وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے بصیرت کی آنکھوں سے دیکھنے والا اس بات کو کچھ سمجھ سکتا ہے کہ قیامت قائم کرنا اس ذات کیلئے کچھ مشکل نہیں جس کے یہ تصرفات ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاھَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی اور اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی میں اس مضمون کو بیان فرمایا ہے)

پھر فرمایا کہ آسمانوں میں تمہارا رزق ہے اور جو کچھ وعدہ کیا جاتا ہے وہ بھی ہے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رزق سے بارش مراد ہے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور وہ انسانوں کی خوراک یعنی کھانے پینے کی چیزیں پیدا ہونے کا سبب بنتی ہے اور وَمَا تُوْعَدُوْنَ کے بارے میں حضرت مجاہدؒ نے نقل کیا ہے کہ اس سے خیر و شر مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ثواب اور عقاب مراد ہے یہ دونوں مقرر ہیں اور مقدور ہیں۔

اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ پھر فرمایا کہ آسمان اور زمین کے رب کی قسم یہ اسی طرح حق ہے جیسے تم باتیں کرتے ہو تمہیں اپنی باتیں کرتے وقت اس بات میں کوئی شک نہیں ہوتا کہ ہم بول رہے ہیں اور یہ بات بہت واضح ہے اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے اس کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ رزق کی طرف یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یا قرآن کی طرف یا دین (جزاء) کی طرف راجع ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ابتداء سورت سے لے کر یہاں تک جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے سب حق ہے لیکن ثواب اور عقاب کی طرف راجع ہونا زیادہ اوفق اور اظہر ہے ان دونوں کا تعلق چونکہ یوم جزاء سے ہے اس لئے ان کے مراد لینے سے یوم الدین کے واقع ہونے کا تذکرہ مزید مؤکد ہو جاتا ہے جس کے وقوع کا مخاطبین انکار کرتے تھے۔

وقف لازم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ

کیا ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ کو پہنچی ہے' جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا' ابراہیم نے بھی کہا سلام ہو'

مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ فَاَوْجَسَ

نجان لوگ ہیں۔ پھر اپنے گھر والوں کی طرف چلے تو ایک موٹا بچھڑا لے آئے۔ پھر اسے انکے پاس لا کر رکھا' کہنے لگے کیا تم نہیں کھاتے؟ پھر ان کی طرف

مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ

سے دل میں ڈر محسوس کیا انہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور انہوں نے ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دی' اور پھر ان کی بیوی زور سے پکارتی ہوئی آئی پھر اس نے اپنے

وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ۝ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ۝

ماتھے پر ہاتھ مارا' کہنے لگی بڑھیا ہوں' بانجھ ہوں' فرشتوں نے کہا کہ تمہارے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے بیشک وہ حکمت والا ہے' علم والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کا آنا اور صاحبزادہ کی خوشخبری دینا' اور آپ کی بیوی کا تعجب کرنا

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آبائی وطن سے (جو بابل کے آس پاس تھا) ہجرت فرما کر فلسطین میں قیام فرما لیا تھا' آپ کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام بھی ہجرت کر کے ملک شام میں

آ کر بس گئے تھے انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت سے نوازا تھا' حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جن بستیوں میں رہتی تھی وہ شام کے علاقہ میں نہر اردن کے آس پاس تھی' یہ لوگ بڑے نافرمان تھے' بُرے کام میں لگے رہتے تھے۔ مردوں سے قضاء شہوت کیا کرتے تھے' حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا لیکن یہ لوگ ایمان نہ لائے نہ اپنی حرکتوں سے باز آئے' اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کرنے کیلئے فرشتوں کو بھیجا' یہ فرشتے انسانی شکل میں اولاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے چونکہ یہ حضرات اللہ کے مقرب اور مکرم بندے تھے اس لئے یوں فرمایا کہ کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ یہ حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو سلام کیا' انھوں نے سلام کا جواب دے دیا لیکن چونکہ ان حضرات سے ابھی ابھی نئی ملاقات ہوئی تھی' اس لئے قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ فرمایا یعنی آپ حضرات بے جان پہچان کے لوگ ہیں۔ ابھی آئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اندر اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لے گئے اور بھنا ہوا فربہ بچھڑا لے کر باہر تشریف لائے اور مہمانوں کے پاس رکھ دیا اور کھانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا آپ حضرات نہیں کھاتے' زبان سے کہنے پر بھی انہوں نے ہاتھ نہیں بڑھایا' یہ ماجرا دیکھا تو مزید توحش ہوا' یہاں سورۃ الذاریات میں ہے فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً فرمایا کہ ان کی طرف سے دل میں خوف محسوس کیا اور سورۃ الحجر میں ہے کہ زبان سے اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ فرمادیا کہ ہم آپ سے خوف زدہ ہو رہے ہیں' مہمانوں نے کہا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ کہ آپ نہ ڈریئے ہم آپ کو ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں' اب مجھے کیسی بشارت دے رہے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی وہیں کھڑی تھی ان کو خوشخبری سنائی کہ تمہارا ایک بیٹا اسحاق ہوگا اور اس کا بھی ایک بیٹا ہوگا وہ کہنے لگیں ہائے خاک پرے کیا میں اب جنوں گی اور حال یہ ہے کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور اتنا ہی نہیں بلکہ یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں یہ تو عجیب بات ہے۔ یہ مضمون سورۂ ہود میں مذکور ہے۔ یہاں سورۃ الذاریات میں فرمایا ہے فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ کہ ان کی بیوی بولتی ہوئی پکارتی ہوئی آئیں فَصَكَّتْ وَجْهَهَا انہوں نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ اور کہنے لگیں میں بڑھیا ہوں' بانجھ ہوں۔ یہاں سورۃ الذاریات میں لفظ عقیم یعنی بانجھ کا بھی اضافہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی بوڑھے تو تھے ہی اس سے پہلے اس خاتون سے کبھی اولاد بھی نہیں ہوئی تھی۔ فرشتوں نے کہا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ تیرے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے بیشک وہ جب چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے' فرشتوں کی بشارت کے مطابق لڑکا پیدا ہوا اور اس بیٹے کا بیٹا یعقوب بھی وجود میں آیا' جس کا لقب اسرائیل تھا اور سب بنی اسرائیل ان کی اولادیں ہیں۔

☆☆☆.....☆☆☆

(پارہ نمبر ۲۷)

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ

ابراہیم نے کہا کہ اے بھیجے ہوئے لوگو! تم کو کیا بڑا کام کرنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بیشک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں' تاکہ ہم ان پر ایسے پتھر

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ

برسائیں جو مٹی سے بنائے گئے ہوں' جن پر آپ کے رب کے پاس سے خاص نشان بھی ہے۔ ان کیلئے جو حد سے گزرنے والوں میں سے ہیں۔ سو ان میں جتنے ایمان والے تھے'

فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً

نہیں ہم نے نکال دیا' سو اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا' اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں

لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ یقین کرلیا کہ یہ فرشتے ہیں اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تو سوال فرمایا کہ آپ حضرات کیا مہم لے کر آئے ہیں؟ تشریف لانے کا کیا باعث ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں یہ مجرم لوگ ہیں' ہمیں ان کو ہلاک کرنا ہے' ان کی ہلاکت کا یہ طریقہ ہوگا کہ ہم ان پر آسمان سے پتھر برسادیں گے۔ یہ پتھر مٹی سے بنائے ہوئے ہوں گے (جن کا ترجمہ کھنکھر کیا گیا ہے) ان پر نشان لگے ہوئے ہوں گے' بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ پتھروں پر نام لکھے ہوئے تھے' جس پتھر پر جس کا نام لکھا ہوا تھا' اسی پر گرتا تھا' یہ مُسَوَّمَةً کا مطلب ہے (وفیہ اقوال اُخر) فرشتوں نے کہا کہ یہ پتھر مُسْرِفِيْنَ یعنی حد سے گزر جانے والوں کیلئے تیار کئے گئے ہیں سورۃ العنکبوت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرشتوں نے کہا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (بے شک ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں' بلاشبہ اس بستی کے رہنے والے ظالم ہیں) جب فرشتوں نے بستی کا نام لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام فکرمند ہوئے قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا. (کہ اس بستی میں تو لوط علیہ السلام بھی ہیں) فرشتوں نے جواب میں کہا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا (ہمیں ان لوگوں کا خوب پتہ ہے جو اس بستی میں ہیں) لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ (ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دے دیں گے سوائے اس کی بیوی کے) یہ سورۂ عنکبوت کا مضمون ہے اور یہاں سورۃ الذاریات میں ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اس بستی میں جو اہل ایمان ہیں ان کو ہم نے مجرمین سے علیحدہ کردیا ہے) یہ لوگ ہمارے علم میں ہیں' جو تھوڑے ہی سے ہیں' جس گھر کا تذکرہ فرمایا یہ گھر حضرت لوط علیہ السلام کا تھا' جس میں ان کے آل واولاد تھے جو مؤمن تھے' ہاں ان کی بیوی مسلمان نہ ہوئی تھی۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے یعنی لوطًا وابنتیہ یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو بیٹیاں تینوں افراد نجات پا گئے اور عذاب سے بچا لئے گئے۔ روح المعانی میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ اہل ایمان میں تیرہ افراد تھے اگر اس بات کو لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ باقی دس افراد حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں جمع ہو گئے تھے۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں پہنچے اور حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ دیا کہ آپ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے کسی حصہ میں بستی سے نکل جائیں اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور اپنی بیوی کو ساتھ لے کر نہ جانا اسے بھی عذاب پہنچنے والا ہے جو دوسرے مجرمین کو پہنچے گا۔ جب یہ حضرات رات کو بستی سے باہر نکل گئے تو سورج نکلتے وقت ان کی قوم کو ایک چیخ نے پکڑ لیا اور ان کا تختہ الٹ دیا گیا یعنی اوپر کا حصہ نیچے کر دیا گیا اور ان پر کھنکھر کے پتھر برسا دیئے گئے یہ تینوں عذاب سورۃ الحجر میں مذکور ہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ جو لوگ اس علاقہ میں موجود تھے ان کو چیخ نے بھی پکڑا اور زمین کا تختہ بھی الٹ دیا گیا اور جو لوگ ادھر اُدھر باہر نکلے ہوئے تھے وہ اسی پتھروں کی بارش سے ہلاک ہو گئے۔ آخر میں فرمایا وترکنا فیھا آیۃ للذین یخافون العذاب الالیم (اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں) واقعہ کا تذکرہ عبرت دلانے کیلئے ہے لیکن لوگوں نے ان کی ہلاکت شدہ بستیوں کو سیر و سیاحت کی جگہ بنا رکھا ہے۔ ان بستیوں کی جگہ بجرمیت کھڑا ہے لوگ تفریح کے طور پر سفر کرتے ہیں عبرت حاصل نہیں کرتے سارے انسانوں پر لازم ہے کہ سابقہ امتوں کے واقعات سے عبرت لیں اور نصیحت حاصل کریں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا واقعہ سورۂ انعام ع ۱۰/ اور سورۂ ہود ع ۷/ اور سورۂ الحجر ع ۴/ ع ۵/ اور سورۃ النمل ع ۵/ اور سورۃ الانبیاء ع ۵/ اور سورۃ العنکبوت ع ۳/ ع ۴/ میں بھی مذکور ہے۔

وَفِیْ مُوْسٰٓی اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰی بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

اور موسیٰ کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس کھلی سند کے ساتھ بھیجا۔ سو فرعون نے اپنی جماعت کے ساتھ روگردانی کی اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾

ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا پھر ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اور وہ ملامت کیا ہوا تھا۔ اور عاد کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر بے خیر ہوا بھیجی تھی۔

مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۴۳﴾

جس چیز پر بھی گزرتی تھی اسے ایسی بنا دیتی تھی جیسے وہ گلی گزری ہو جائے۔ اور ثمود کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا کہ تھوڑے سے وقت تک نفع حاصل کر لو۔

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا

سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ سو وہ کھڑے نہ ہو سکے اور نہ بدلہ

مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

لے سکے اور ان سے پہلے نوح کی قوم کا یہی حال ہوا بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔

فرعون اور قوم عاد و ثمود کی بربادی کا تذکرہ

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت اور بربادی کا تذکرہ فرمانے کے بعد فرعون اور عاد اور ثمود کی سرکشی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی عبرت ہے ہم نے انہیں کھلی ہوئی دلیل دے کر بھیجا یعنی انہیں متعدد معجزات دیئے انہیں دیکھ کر ہر صاحب عقل فیصلہ کر سکتا تھا کہ یہ شخص واقعی اپنے دعوائے نبوت میں سچا ہے اور اس کا حق کی دعوت دینا اور خالق اور مالک جل مجدہ کی توحید اور عبادت کی طرف بلانا حق ہے لیکن فرعون نے حق سے اعراض کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور انہیں جادوگر اور دیوانہ بتایا اس نے جو یہ حرکت کی یہ اس بنیاد پر تھی کہ اس کے ساتھ اس کی جماعت کے لوگ اور درباری سردار تھے غرور اور تکبر اسے لے ڈوبا وہ بھی ڈوبا اس کے ساتھ اس کے لشکری بھی ڈوبے اس نے ایسی حرکتیں کی تھیں جس کی وجہ سے اس پر ملامت آ گئی اپنے نفس کی طرف سے بھی مستحق ملامت ہوا اور اپنے عوام کی طرف سے بھی۔

فرعون کی ہلاکت اور بربادی اور ڈوبنے کا قصہ کئی سورتوں میں گزر چکا ہے اور سورۃ نازعات میں بھی آ رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد قوم عاد کی ہلاکت کا تذکرہ فرمایا سورۂ انعام' سورۂ ہود' سورۃ الشعراء اور سورۂ حم سجدہ میں ان کی ہلاکت کا تذکرہ گزر چکا ہے اور سورۃ الحاقہ میں بھی آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا تھا' ان لوگوں نے سرکشی کی اور کبر اور طاقت کے گھمنڈ میں یہاں تک کہہ گئے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (ہم سے بڑھ کر طاقت میں کون ہے) اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت تیز ہوا بھیج دی جو سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی' ہوا میں خیر ہوتی ہے جو بارش لے کر آتی ہے لیکن جو ہوا ان پر بھیجی گئی' وہ بالکل ہی ہر خیر سے خالی تھی اسی لئے اسے یہاں سورۃ الذاریات میں "اَلرِّیْحَ الْعَقِیْمَ" فرمایا' عربی میں عقیم بانجھ کو کہتے ہیں جیسے بانجھ عورت سے کوئی بھی اولاد پیدا نہیں ہوتی اسی طرح سے وہ ہوا برباد کرنے والی ہوا میں کچھ بھی خیر نہ تھی۔ سورۃ الحاقہ میں فرمایا کہ جب ہوا چلی تو وہ لوگ ایسے گرے ہوئے پڑے تھے جیسے کھجور کے درخت کے وہ تنے پڑے ہوئے ہوں جو اندر سے خالی ہوں یہاں سورۃ الذاریات میں اس ہوا کی سختی بتاتے ہوئے فرمایا کہ وہ جس چیز پر بھی گزرتی اسے رَمِیْمٌ یعنی چورا چورا بنا کر رکھ دیتی تھی' جو ہڈیاں گل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں یا گھانس پھونس دبدا کر گھس پٹ کر بھوسہ بن جائے اس کو رمیم کہا جاتا ہے۔

قال صاحب الروح ماقلاعن الراغب یختص الرم بالفتات من الخشب والتبن والرمة بالکسر تختص بالعظم البالی" (صاحب روح المعانی امام راغب سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ الرم ٹوٹی پھوٹی ہوئی لکڑیوں اور گھاس کے لئے خاص ہے اور الرمۃ بوسیدہ ہڈیوں کے لئے خاص ہے)

معلوم ہوتا ہے کہ ان کے افراد تو کھجوروں کے تنوں کی طرح گر گئے تھے اور باقی چیزیں (جانور وغیرہ) ریزہ ریزہ ہو گئی تھیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے جثے بھی بعد میں ریزہ ریزہ ہو گئے ہوں یہ ہوا کہ پچھم کی طرف سے آنے والی تھی' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ. (مشکوۃ المصابیح ص ۵۳۲ عن البخاری)

بادِ صبا کے ذریعہ میری مدد کی گئی (جو خندق کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے بھیج دی تھی)

اور دبور کے ذریعہ قوم عاد ہلاک کی گئی۔ صبا وہ ہوا جو مشرق کی طرف سے چل کر آئے اور دبور وہ ہوا جو مغرب کی طرف سے چل کر آئے۔

اس کے بعد ثمود کی بربادی کا ذکر فرمایا ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے انہوں نے انہیں توحید کی دعوت دی'

سمجھا لیکن وہ لوگ اپنی ضد پر اڑے رہے ان کا تذکرہ بھی ان سورتوں میں گزر چکا ہے جن کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ بطور معجزہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پہاڑ سے اونٹنی برآمد فرمائی تھی اور ان لوگوں کو بتا دیا کہ یہ اونٹنی ایک دن تمہارے کنویں کا پانی پئے گی اور ایک دن تمہارے مویشی پئیں گے' یہ بات ان لوگوں کو ناگوار ہوئی اور اونٹنی کو قتل کرنے کا مشورہ کیا' حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور تم اسے برائی کے ساتھ نہ چھونا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا) وہ لوگ نہ مانے بالآخر اس اونٹنی کو قتل کر ہی دیا' اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ (تم اپنے گھروں میں تین دن تک نفع اٹھالو) یعنی زندہ رہ لو اور کھا پی لو، اسکے بعد تمہاری بربادی اور ہلاکت ہے ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ (یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہے بالکل سچا ہے) چنانچہ ان پر عذاب آیا اور انہیں ہلاک کر کے رکھ دیا' اس عذاب کو یہاں الصّٰعِقَة فرمایا اور سورۂ حٰمٓ سجدہ میں صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ سے تعبیر فرمایا ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ صاعقہ ہر عذاب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کا اصل لغوی معنی وہ عذاب ہے جو بجلی کے گرنے یا بادلوں کے گرجنے سے ہو۔ سورۂ ہود اور سورۂ قمر میں ان کے عذاب کو صَيْحَةٌ سے تعبیر کیا ہے وہ چیخ کے معنی میں ہے۔ بہرحال ان لوگوں پر تین دن بعد عذاب آیا اور لوگ دیکھتے ہی رہ گئے اسی کو فرمایا فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔ سورۂ ہود میں فرمایا فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا کہ وہ گھٹنوں کے بل اپنے گھروں میں ایسے گرے گویا کہ وہ ان گھروں میں رہے ہی نہیں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو عذاب کو دفع نہیں کر سکے' کسی سے مدد نہیں لے سکے اللہ تعالیٰ سے انتقام نہیں لے سکے وَمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ میں اسی کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت: اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی بربادی کا تذکرہ فرمایا یعنی ان لوگوں سے پہلے قوم نوح بھی عذاب میں گرفتار ہو چکی ہے یہ لوگ بھی فاسق یعنی نافرمان تھے قال فی معالم التنزیل.

"وقوم نوح" قرأ ابو عمرو وحمزة والكسائي "وقوم" بجر الميم اى وفى قوم نوح وقرأ الاخرون بنصبها بالحمل على المعنى وهو ان قوله "فاخذناه وجنوده فنبذناهم فى اليمّ" معناه اغرقناهم كانه واغرقنا قوم نوح "من قبل" اى من قبل هولاء وهم عاد و ثمود وقوم فرعون اھ (وقوم نوح ابوعمرو، کسائی اور حمزہ نے قوم میم کے کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وفی قوم نوح اور قوم نوح میں اور دیگر حضرات نے معنی پر محمول کرتے ہوئے میم کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہم نے اسے پکڑا اور اس کے لشکروں کو اور ہم نے انہیں دریا میں پھینکا یعنی ہم نے انہیں غرق کیا گویا کہ یہاں بھی یہی معنی ساتھ لگتا ہے کہ ہم نے قوم نوح کو غرق کیا اس سے پہلے یعنی ان لوگوں عاد، ثمود اور قوم فرعون سے پہلے)

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝ وَمِنْ

اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ پیدا فرمایا اور بے شک ہم وسیع قدرت والے ہیں اور زمین کو ہم نے فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ

سے ہم نے دو قسمیں بنائی ہیں تا کہ تم سمجھو۔ سو تم اللہ کی طرف دوڑو بیشک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا

مُّبِيْنٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ

ڈرانے والا ہوں اور اللہ کیساتھ دوسرا معبود قرار نہ دو بے شک میں تمہیں کھلی طرف سے ڈرانے والا ہوں اسی طرح اس سے پہلے رکھے پاس کوئی

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝

رسول نہیں آیا جسے انہوں نے دیوانہ یا جادوگر نہ کہا ہو کیا وہ لوگ آپس میں اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

سو آپ ان کی طرف سے اعراض کیجئے آپ پر ملامت نہیں ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔

آسمان وزمین کی تخلیق کا ذکر اور اللہ کی طرف دوڑنے کا حکم

ان آیات میں آسمان اور دوسری مخلوقات کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور موحد بننے اور توحید پر قائم رہنے کا حکم فرمایا اولاً آسمان کی تخلیق کا ذکر فرمایا والسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ (اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ پیدا فرمایا) یعنی ہماری قوت اور قدرت بہت زیادہ ہے اپنے ارادہ کے مطابق جو چیزیں کر سکتے ہیں اتنے بڑے آسمان کا پیدا فرمانا ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں ہے یہ وہی بات ہے جو سورۂ قٓ کی آیت وما مسنا من لغوب میں مذکور ہے۔ حضرت حسنؒ سے لَمُوْسِعُوْنَ کا ترجمہ یہ منقول ہے کہ ہم رزق میں وسعت دینے والے ہیں۔

ثانیاً زمین کا تذکرہ فرمایا کہ زمین کو ہم بچھانے والے ہیں۔ زمین کے بچھونے پر انسان لیٹتے ہیں، سوتے ہیں اسی کو سورۃ الغاشیہ میں فرمایا وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (اور کیا زمین کو نہیں دیکھتے کیسے بچھادی گئی)

ثالثاً: یہ فرمایا کہ ہم نے ہر قسم سے دو چیزیں بنائی ہیں حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اس سے متقابلات مراد ہیں یعنی رات دن اور شقاوت وسعادت اور ہدایت وضلال اور آسمان وزمین اور سردی وسفیدی وصحت اور مرض وغیرہ لعلکم تذکرون (تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) یعنی ہماری ان نعمتوں کو دیکھ کر رب ذوالجلال قدرت کی طرف متوجہ ہو اور اس کی عبادت میں لگو۔

رابعاً: فرمایا ففروا الی اللّٰہ (سو تم اللہ کی طرف دوڑو) اسکی عبادت بھی کرو اور نافرمانی سے بھی باز رہو۔

خامساً: فرمایا انی لکم منہ نذیر مبین (کہ اے رسول آپ ان سے فرمادیں کہ میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور ہوں۔

سادساً: فرمایا ولا تجعلوا مع اللّٰہ الٰھا اٰخر (اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت قرار دو)۔

سابعاً: انی لکم منہ نذیر مبین کو پھر دوہرایا۔

ثامناً: یہ فرمایا کہ اے رسول تمہارے بارے میں جو کچھ مخالفین کہتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کذلک ما اتی الذین من قبلھم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون (اسی طرح ان سے پہلے ان لوگوں کے پاس جو بھی کوئی رسول آیا اس کے بارے میں انہوں نے یہ ضرور کہا کہ یہ جادوگر یا دیوانہ ہے (جس طرح ان حضرات نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں)

تاسعاً: فرمایا اتواصوا بہ (کیا آپس میں ایک قوم نے دوسری قوم کو وصیت کی تھی کہ ہمارے طرح تم بھی ایسی ایسی باتیں کرنا) یہ

استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو وصیت تو نہیں کی لیکن چونکہ سرکشی میں سب ہی مشترک ہیں اس لئے دور حاضر کے مکذبین اور ان سے پہلے معاندین سب ہی کو ان کی طغیانی اور سرکشی نے رسولوں کی تکذیب پر ابھارا اور آمادہ کیا۔

۱۰ شرا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا فَتَوَلَّ عَنْهُمْ آپ ان کی طرف سے اعراض کریں۔ آپ کا کام پہنچا دینا ہے آپ نے پہنچا دیا محنت کر لی جو شخص ان میں سے ایمان نہ لائے وہ اس کی شقاوت کی بات ہے فَمَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ ان کو مسلمان کیوں نہیں بنایا۔

آخر میں وعظ اور نصیحت کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے) یعنی جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان مقدر فرما دیا ہے آپ کا نصیحت کرنا ان کے لئے نفع مند ہوگا اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید بصیرت حاصل ہوگی اور یقین میں قوت حاصل ہوگی (از روح المعانی ص)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور یہ نہیں چاہتا کہ مجھے کھلائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ

بلاشبہ اللہ ہی رزق دینے والا ہے قوت والا ہے نہایت ہی قوت والا ہے سو جو لوگ ان میں سے ظلم یعنی کفر پر جمے ہوئے ہیں ان کے لئے عذاب کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کا حصہ تھا سو وہ مجھ

فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۲

سے جلدی نہ کریں۔ سو کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے
وہ بڑا رزق دینے والا ہے کسی سے رزق کا طالب نہیں

یہ پانچ آیات ہیں پہلی آیت میں نہایت واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ ہم نے جنات کو اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جنہیں عقل اور فہم سے نوازا ہے ان میں فرشتے بھی ہیں اور جنات و انسان بھی ہیں انسان اور جنات کا اختیار اور اقتدار بھی بہت زیادہ ہے۔ ان دونوں قوموں کے لئے فرمایا کہ ہم نے انہیں صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے لیکن ان میں عبادت کرنے والے کم ہیں شرارت اور سرکشی والے زیادہ ہیں حالانکہ انہی کا سب سے زیادہ فرمانبردار عبادت گزار ہونا لازم ہے ایک طرف تو انہیں متوجہ فرما دیا کہ تم صرف عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور دوسری طرف نافرمانی کی سزا بھی بتا دی سورۂ ہود میں فرمایا لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ انسانوں اور جنات پر۔ زمانہ کہ خالق جل مجدہٗ کی عبادت اختیار کریں۔ فسق اور کفر سے بچیں اور اپنے کو دوزخ میں جانے والا نہ بنائیں۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلائیں، اس میں شان بے نیازی کا اظہار فرمایا کہ جس طرح دنیا والے اپنے خادموں سے سب اور کمائی چاہتے ہیں اور ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ ہمیں کما کر دیں تاکہ ہمارا رزق کا

کام چلے یہ صرف اہل دنیا کی خواہشیں اور تقاضے ہیں میں نے جو جن اور انس کو عبادت کا حکم دیا ہے اس میں میرا کوئی فائدہ نہیں میں ان سے رزق کا امیدوار نہیں ہوں۔

پھر فرمایا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ (بلاشبہ اللہ بہت زیادہ رزق دینے والا ہے وہ قوت والا ہے اور نہایت ہی قوت والا ہے) وہی سب کو رزق دیتا ہے وہ قوت والا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی قوت والا نہیں پھر بھلا وہ بندوں سے رزق کا کیا امیدوار ہو سکتا ہے۔

اسکے بعد ظالموں کے عذاب کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ظالموں کے لئے عذاب کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ ان سے پہلے ان جیسے لوگوں کا حصہ تھا لہٰذا عذاب آنے کی جلدی نہ مچائیں کفر کے باعث ان پر عذاب آنا ہی ہے دیر لگنے کی وجہ سے عذاب سے چھٹکارہ نہ ہو جائے گا۔

لفظ ذنوب بھرے ہوئے ڈول کے لئے استعمال کیا جاتا ہے بطور استعارہ یہاں نصیب کی معنی میں آیا ہے آخر میں فرمایا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِھِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ. (سو کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے اس دن کے آنے سے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے) بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے بدر کا دن مراد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ قیامت کا دن مراد ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

وقد انتھی تفسیر سورۃ الذاریات بفضل الملیک الحنان المنان والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الانسان والجان وعلی من تبعہ باحسان الی یوم یدخلہ فیہ المؤمنون الجنان ویحارون من عذاب النیران

☆☆☆.....☆☆☆

مکی	سورۃ الطور	۴۹ آیتیں ۲ رکوع

آیاتھا ۴۹ (۵۲) سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ (۷۶) رکوعاتھ ۲

سورۃ الطور مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انچاس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝

قسم ہے طور کی اور کتاب مسطور کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے اور بیت معمور کی اور سقف مرفوع کی،

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ

اور بحر مسجور کی، بلا شبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے، اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں، جس دن آسمان

مَوْرًا ۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ

تھرتھرانے لگے گا، اور پہاڑ چل پڑیں گے، سو اس دن بڑی خرابی جھٹلانے والوں کے لئے جو بیہودگی میں لگے

يَّلْعَبُوْنَ ۝ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝

رہتے ہیں، جس دن انہیں دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دیئے جائیں گے۔ یہ وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا

کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھتے، اس میں داخل ہو جاؤ صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے تمہارے حق میں نہیں

تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

انہی اعمال کی جزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے۔

قیامت کے دن منکرین کی بدحالی، انہیں دھکے دے کر دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض ایسی چیزوں کی قسم کھائی ہے جس کی بڑی اہمیت ہے اس کے بعد فرمایا ہے کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے قیامت کو جھٹلانے والے اس کے وقوع کے منکر ہیں ان کے شک اور انکار کو رد کرنے کے

سے اللہ تعالیٰ نے بار بار قسمیں کھائی ہیں۔ سورۃ الذاریات کا افتتاح اور سورۃ النازعات کی ابتدا بھی اسی طرح ہے۔ ان آیات میں اول طور پہاڑ کی قسم کھائی یہ وہی پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا اس کے بعد کتاب مسطور کی قسم کھائی مسطور بمعنی مکتوب ہے یعنی لکھی ہوئی کتاب۔ صاحب روح المعانی نے اس کی تفسیر میں چند اقوال نقل کئے ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے بندوں کے اعمال نامے مراد ہیں جو قیامت کے دن کسی کو داہنے ہاتھ میں اور کسی کو بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے اور بعض حضرات نے اس سے قرآن کریم مراد لیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے لوح محفوظ مراد ہے۔ کتاب مسطور کی صفات بتاتے ہوئے فی رق منشور فرمایا رق جلد رقیق یعنی پتلے چمڑے کو کہا جاتا ہے جب دنیا میں کاغذ نہیں تھے تو اس میں لکھا کرتے تھے اور منشور کا معنی ہے کھلا ہوا پڑا جن حضرات نے کتاب مسطور سے اعمال نامے مراد لئے ہیں ان کے قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ سورۃ الاسراء میں قیامت کے بارے میں ونخرج له يوم القيامة كتابا يلقاه منشورا فرمایا ہے۔

اس کے بعد بیت معمور کی قسم کھائی شب معراج میں اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عالم بالا میں دیکھا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ بیت معمور ہے اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جب اس سے نکل کر واپس جاتے ہیں تو ان کی باری دوبارہ کبھی نہیں آتی (صحیح مسلم ص ۹۴ ج ۱)

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ آسمان میں بیت المعمور کی حرمت وہی ہے جو زمین میں کعبہ معظمہ کی حرمت ہے اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اس کا طواف کرتے ہیں اور اس میں نماز پڑھتے ہیں پھر کبھی ان کے دوبارہ داخل ہونے کی نوبت نہیں آتی۔

اس کے بعد السقف المرفوع یعنی بلند چھت کی قسم کھائی روح المعانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے عرش الٰہی مراد ہے جو جنت کی چھت ہے۔

اس کے بعد البحر المسجور کی قسم کھائی جس کا ترجمہ ہے وہ سمندر جو دھکایا گیا یعنی خوب اچھی طرح تنور کی طرح جلایا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر منقول ہے سورۃ التکویر میں قیامت کے احوال میں واذا البحار سجرت جو فرمایا ہے اس کی تفسیر میں مفسرین نے سجرت بمعنی اوقدت لکھا ہے کہ جب سمندروں کو جلایا جائے گا اور البحر المسجور کا ایک ترجمہ البحر المملوء یعنی بھرا ہوا سمندر بھی کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سمندر کا سفر صرف وہ آدمی کرے جو حج یا عمرہ کیلئے یا جہاد فی سبیل اللہ کی طرف روانہ ہو کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔ (رواہ ابوداؤد ص ۳۳۷ ج ۱)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے چند امور کی قسم کھائی ہے کہ اول کوہ طور کی قسم کھائی جو وادیٔ مقدس ہے پھر کتاب مسطور کی قسم کھائی جس میں بندوں کے اعمال درج ہیں اس کے بعد بیت المعمور کی قسم کھائی جو فرشتوں کے طواف کی جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول ہونے کا مقام ہے پھر السقف المرفوع کی قسم کھائی جو فرشتوں کے رہنے کی جگہ ہے وہاں سے آیات نازل ہوتی ہیں اور جنت بھی وہیں ہے پھر البحر المسجور کی قسم کھائی جو آگ کی جگہ ہے۔

ان کی قسموں کے بعد فرمایا ان عذاب ربك لواقع (بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے) مالہ من دافع (اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں) یہ جواب قسم ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو پیدا فرمایا ہے جو عظیم الشان ہیں اور کائنات

میں بڑی چیزیں ہیں اس کی قدرت سے یہ باہر نہیں ہے کہ صالحین کو ثواب اور منکرین کو عذاب دینے کیلئے قیامت قائم کرے جب قیامت قائم ہوگی تو اسے کوئی بھی دفع کرنے والا نہیں ہوگا۔ حضرت جبیر بن معظم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کروں (اس وقت یہ مسلمان نہیں ہوئے تھے) میں آپ کے قریب پہنچا تو آپ مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور مسجد کے باہر آپ کی آواز آ رہی تھی میں نے والطور سے لے کر مالہ' من دافع تک آپ کی قراءت سنی تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسا میرا دل پھٹا جا رہا ہے' میں عذاب نازل ہونے کے ڈر سے مسلمان ہو گیا۔ میں ایسا خوفزدہ ہوا کہ یوں سمجھنے لگا کہ گویا یہاں سے اٹھنے سے پہلے ہی عذاب میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ (معالم التنزیل ص ۳۳۷ ج ۴)

اس کے بعد قیامت کے بعض احوال بیان فرمائے یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا) وَتَسِیْرُ الْجِبَالُ سَیْرًا (اور پہاڑ چل پڑیں گے) یعنی اپنی جگہ چھوڑ کر روانہ ہو جائیں گے اس کو سورۂ تکویر میں یوں فرمایا وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ اور سورۂ نمل میں فرمایا وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (اور تو پہاڑ کو دیکھ کر خیال کر رہا ہے کہ وہ اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں اور حال یہ ہوگا کہ وہ بادلوں کی طرح گزریں گے)

اور سورۃ الواقعہ میں فرمایا اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا (اور جس دن زمین کو سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، سو وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے) اس کے بعد جھٹلانے والوں کی بدحالی بیان فرمائی فَوَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (سو اس دن بڑی خرابی ہے یعنی بربادی ہے اور عذاب میں گرفتاری ہے ان لوگوں کیلئے جو حق کو جھٹلاتے ہیں) الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ (جو بیہودہ باتوں میں گھسے ہوئے ہیں اور اس شغل کو انہوں نے کھیل کے طور پر اختیار کر رکھا ہے) صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں یخوضون فی الباطل یلعبون غافلین لاهین یعنی یہ لوگ باطل چیزوں میں گھستے ہیں' حق کے خلاف بولتے ہیں اور مشورے کرتے ہیں' غافل ہیں' اپنے شغل کو کھیل بنا کر رکھا ہے، یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا یہاں ان کا یہ حال ہے اور قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا کہ جب دوزخ کے قریب لے جائے جائیں گے تو فرشتے انہیں دھکے دے دے کر اس میں داخل کر دیں گے ان کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے ہوں گے اور موزے تو کر سروں کو قدموں سے ملا دیا ہوگا۔ سورۃ الرحمٰن میں ہے کہ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ (مجرم لوگ اپنے حلیہ سے پہچانے جائیں گے سو سر کے بال اور پاؤں پکڑ لئے جائیں گے۔

ان سے کہا جائے گا هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ.

(یہ وہ آگ ہیں جسے تم دنیا میں جھٹلاتے رہے) جب تمہارے سامنے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق کی دعوت پیش کرتے تھے اور قیامت قائم ہونے کی خبر دیتے تھے اور معجزات پیش کرتے تو تم کہتے تھے کہ انہوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ۔ اب یہ دوزخ تمہارے سامنے ہے' کیا یہ جادو ہے؟ اب بھی دیکھ رہے ہو یا نہیں؟

قال صاحب الروح ام انتم عمی عن المخبر به كما كنتم فی الدنیا عمیا عن الخبر، (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں. یعنی تم مخبر بہ سے بھی اندھے ہو جیسا کہ تم دنیا میں اس کی خبر سے اندھے تھے) ان سے مزید کہا جائے گا اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا (تم اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ پھر چاہے صبر کرو یا نہ کرو) سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ (تمہارے لئے دونوں چیزیں برابر ہیں) نہ جبر سے عذاب دفع ہوگا اور نہ بے صبری سے' دنیا میں جو مصیبت پر صبر کرنے سے کبھی کبھی تکلیف دور ہو کر آرام مل جاتا تھا' یہاں وہ بات نہیں ہے۔

انما تجزون ما کنتم تعملون.

(تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جائیگا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے کسی قسم کا کوئی ظلم نہ ہوگا)

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِیْمٍ ۙ﴿۱۷﴾ فٰکِهِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۱۸﴾

بے شک متقی لوگ باغوں میں ہوں گے اور نعمتوں میں ہوں گے خوش ہو رہے ہوں گے جو کچھ ان کے رب نے انہیں دیا ہوگا اور جو کچھ ان کے رب نے انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا ہوگا

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ

(ان سے کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے سے بدلہ اس کا جو تم عمل کرتے تھے یہ لوگ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو برابر بچھے ہوں گے اور ہم گورے رنگ والی بڑی بڑی آنکھوں والی عورتوں

بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۲۰﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ

سے ان کا بیاہ کر دیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان سے ان کا اتباع کیا تو ہم انکی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور انکے عمل

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ﴿۲۱﴾ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾

میں سے ولی چیز بھی کم نہیں کریں گے ہر شخص اپنے کئے ہوئے کی وجہ سے گروی ہوگا اور ہم ان کو میوے اور گوشت بڑھا بڑھا کر دیتے رہیں گے جس کی انہیں خواہش ہوگی۔

یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَ لَا تَاْثِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾

وہ اس میں جام پر جام چھینا جھپٹی کریں گے نہ اس میں بیہودہ گوئی ہوگی اور نہ بے ہودہ بات اور ان کے لڑکے انکے پاس آتے جائے رہیں گے گویا وہ چھپے ہوئے موتی ہیں

وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ

اور یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سوال کریں گے وہ کہیں گے کہ بے شک ہم پہلے اپنے اہل وعیال میں رہتے ہوئے ڈرتے تھے سو اللہ نے

اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ﴿۲۸﴾ ع

ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ سے بچا لیا' بلاشبہ ہم پہلے اس سے دعا میں مانگا کرتے تھے' بے شک وہ بڑا محسن ہے' مہربان ہے۔

متقی بندوں کی نعمتوں کا تذکرہ' حور عین سے نکاح' آپس میں سوال و جواب!

تکذیب کرنے والوں کی سزا کا تذکرہ فرمانے کے بعد متقیوں کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔ اول تو یہ فرمایا کہ تقوی والے بندے باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ ان میں ان کا رہنا فرحت اور لذت کے ساتھ ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں عطا ہوں گی ان میں مشغول رہیں گے اور محظوظ ہوتے رہیں گے' ان پر جو نعمتوں کا انعام ہوگا' دائمی ہوگا اور ہمیشہ کیلئے انہیں دوزخ سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم دنیا میں جو نیک عمل کرتے تھے ان کے بدلے خوب کھاؤ پیو' یہ کھانا پینا تمہارے لئے مبارک ہے' اس سے کوئی تکلیف نہ ہوگی اور کھانے پینے سے دنیا میں جو شکایتیں پیدا ہو جاتی تھیں' ان میں سے کوئی بھی پیش نہیں آئے گی' کھانا بھی مبارک' پینا بھی مبارک ہر طرح سے خیر ہی خیر ہوگی۔

متقی حضرات کی نعمتیں بتاتے ہوئے مزید فرمایا کہ یہ لوگ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو برابر قطار میں بچھے ہوئے ہوں

گئے سورۃ الدخان میں سورۃ الواقعہ میں فرمایا ہے معلوم ہوا کہ یہ تخت قطار سے بھی لگے ہوئے ہوں گے اور آمنے سامنے بھی ہوں گے۔ اس کے بعد زوجیت کی نعمت کا تذکرہ فرمایا اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کے جوڑے کے لئے حضرت حوا کو پیدا فرمایا پھر ان دونوں سے نسل چلی اور دنیا میں زن و شوہر کا تعلق چلتا رہا چونکہ قطعی طور پر ان دونوں میں یہ بات کی مشابہت رہتی ہے کہ اس والفت کے لئے بیویاں بھی ساتھ ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہاں بھی اہل جنت کے جوڑے بنا دیئے جائیں گے دنیا والی عورتیں بھی ان کے پاس ہوں گی اور نئی مخلوق میں سے حور عین بھی ان کی زوجیت میں دے دی جائیں گی لفظ حور حوراء کی جمع ہے جس کا ترجمہ گورے رنگ والی عورت کیا گیا ہے اور عین عیناء کی جمع ہے جس کا معنی ہے بڑی آنکھوں والی عورت۔

اہل ایمان کی ذرّیت: اس کے بعد ایک مزید انعام کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ اہل ایمان جو جنت میں جائیں گے ان کی ایمان والی ذریت یعنی اہل و اولاد بھی جنت میں ان کے درجات میں پہنچا دی جائے گی اگرچہ وہ لوگ یعنی اہل و اولاد اعمال کے اعتبار سے اپنے آباؤ سے کم ہوں بڑوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کیلئے چھوٹوں کو بھی ان کا درجہ دے دیا جائے گا اور یہ جو کچھ دیا جائے گا محض انعام اور فضل ہوگا۔ بڑوں کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہ کی جائے گی ان کا پورا پورا اجر اور انعام دیتے ہوئے اگلی ذریت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہوگی۔

روح المعانی میں بحوالہ مستدرک حاکم اور سنن بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مؤمن بندہ کی ذریت کو اس کے درجہ میں بلند فرما دے گا اگرچہ اس سے عمل میں کم ہوں تاکہ اہل ایمان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اس کے بعد آیت بالا تلاوت فرمائی۔

اس کے بعد بحوالہ طبرانی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہو جائے گا تو وہ اپنے ماں باپ، بیوی اور اولاد کے بارے میں سوال کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں؟ جواب میں کہا جائے گا کہ وہ عمل کے اعتبار سے تیرے درجہ کو نہیں پہنچے اس پر وہ دعا کرے گا تو اللہ پاک کی طرف سے حکم ہوگا کہ انہیں بھی اسی کا درجہ دے دیا جائے۔

اس کے بعد اہل ایمان کے ایک اور انعام کا تذکرہ فرمایا ارشاد ہے وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہوگا بڑھا کر دیتے رہیں گے) اس میں اہل جنت کو فَاكِهَةٌ یعنی میوے پیش کئے جانے کا تذکرہ فرمایا ہے سورۃ الزخرف میں فرمایا لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ (تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے تم کھا رہے ہو) اور سورۂ مرسلات میں فرمایا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ (پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں مرغوب میووں میں ہوں گے) اور سورۂ واقعہ میں فرمایا وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور وہ میوے جن کو وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا) سورۂ واقعہ میں فرمایا کہ ان کے لئے ایسے میوے ہوں گے جن کو وہ خود اپنے اختیار سے چن چن کر کھائیں گے اور سورۃ المرسلات میں وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ فرمایا جس میں یہ بتا دیا کہ جن میووں کی خواہش ہوگی ان میں سے کھائیں گے، سورۃ الطور میں وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ فرمایا جس میں مطلق تم (گوشت) مذکور ہے اور سورۂ واقعہ میں وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ فرمایا دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ پرندوں کے علاوہ بھی دوسری انواع کے گوشت ہوں گے اور جو بھی نعمت وہاں پیش کی جائے گی مرضی کے مطابق پیش کی جائے گی دنیا میں بعض چیزیں خلاف طبیعت اور خواہش کے خلاف کسی مجبوری کی وجہ سے کھانی پڑتی ہیں وہاں ایسا نہ ہوگا۔

جام کی چھینا جھپٹی:۔ اسکے بعد اہل جنت کے جام کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا یتنازعون فیھا کاسا لالغو فیھا ولا تاثیم (کہ یہ لوگ جنت میں دل لگی کے طور پر آپس میں جو مشروب کی چھینا جھپٹی کریں گے وہاں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی یہ چھینا جھپٹی بطور دل لگی ہوگی، کاس بھرے ہوئے جام کو کہا جاتا ہے یہ جام مخمور بھرے ہوئے ہوں گے جنہیں سورۂ نبا میں وکاسا دھاقا سے تعبیر فرمایا اور ہر شخص کے لئے وقت کی خواہش کے مطابق بھرے ہوئے ہوں گے اسکو سورۂ دھر میں قدروھا تقدیرا میں بیان فرمایا ہے۔ ان جاموں میں تسنیم زنجبیل کافور کی آمیزش ہوگی۔ اس شراب کو پینے کی وجہ سے نشہ نہیں آئے گا اس کو لالغو فیھا میں بیان فرمایا دنیا میں شراب پی کر نشہ آجاتا ہے اور اول فول بکتے ہیں اور بے ہودہ باتیں کرتے ہیں وہاں کی شراب میں یہ بات نہ ہوگی۔ یہ شراب چونکہ بطور انعام ملے گی اور اس میں نشہ بھی نہ ہوگا (جو دنیا میں اس کے حرام ہونے کا سبب ہے) اس لئے اس کے پینے میں کوئی گناہ بھی نہ ہوگا جسے ولا تاثیم فرما کر بیان فرمادیا۔

مذکورہ جام شراب لانے والے اور پیش کرنے والے نوعمر لڑکے ہوں گے۔ ارشاد فرمایا ویطوف علیھم غلمان لھم (اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے۔ کانھم لؤلؤ مکنون جو خوبصورتی اور رنگت کی صفائی ستھرائی میں ایسے ہوں گے جیسے محفوظ رکھا ہوا چھپا ہوا موتی ہو) سورۃ الدھر میں فرمایا ویطوف علیھم ولدان مخلدون اذا رایتھم حسبتھم لؤلؤا منثورا (اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اے مخاطب! اگر تو ان کو دیکھے تو یوں سمجھے جیسے بکھرے ہوئے موتی ہوں) واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون (اور اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال و جواب کریں گے (آپس میں یہ پوچھیں گے کہ ہم بھی یہاں آنے کا کیا سبب بنا اور ہم لوگ کیسے پہنچ گئے؟ وجہ تو سبھی کو معلوم ہوگی لیکن پرانی باتیں یاد کرنے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور انعام الٰہی یاد کرنے کی تجدید کے لئے سوال کریں گے اور جواب میں مشغول ہوں گے۔

جن سے سوال ہوگا ان کا جواب یوں نقل فرمایا قالوا انا کنا قبل فی اھلنا مشفقین وہ جواب دیں گے بے شک ہم اس سے پہلے جو اپنے گھر بار اور اہل و عیال میں رہتے تھے وہ ہمارا رہنا اور بسنا ڈرتے ڈرتے تھا یعنی ہم ڈرتے رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہ ہو جائے جو اس کی ناراضگی کا سبب بنے آخرت کی پیشی اور محاسبہ و مواخذہ کی فکر تھی۔ اس مضمون کو سورۂ الحاقہ میں یوں بیان فرمایا انی ظننت انی ملاق حسابیہ (مجھے یقین تھا کہ میرا حساب میرے سامنے آئے گا) آخرت کا یقین اور وہاں کے لئے فکرمند ہونا یہی مؤمن کی اصل پونجی ہے جسے یہ دولت مل گئی وہ وہاں پار ہو جائے گی۔

فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم (سو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور دوزخ کے عذاب سے بچا لیا) مؤمن آدمی جتنا بھی عمل کرے اسے اپنے ہنر کا کمال نہیں سمجھتا دل کی گہرائی سے وہ یہی جانتا ہے کہ اعمال صالحہ ایمان اور تقویٰ پرہیزگاری اور آخرت کی فکر یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا انعام ہے اس نے جنت میں داخل فرمایا اور دوزخ کے عذاب سے بھی بچا لیا۔

شکر خدا کن کہ موفق شدی بخیر ز فضل وانعامش معطل نہ گزاشتت

انا کنا من قبل ندعوہ (بے شک ہم دنیا میں اللہ کو پکارتے تھے اور اس سے دعائیں کیا کرتے تھے) اس نے ہماری دعائیں قبول فرمائیں۔

انہ ھو البر الرحیم (واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے) اسی کے احسان اور اسی کی مہربانی کی وجہ سے ہم یہاں پہنچے ہیں۔ فللہ المنة ومنه النعمة.

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ

سو آپ سمجھاتے رہیں کہ بفضل آپ کے خدا کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنوں ہیں۔ یا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کی موت کے حادثہ کا

الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ

انتظار کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے تم انتظار میں رہو میں تمہارے ساتھ تمہارے انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ یا ان کی عقلیں انہیں اس کا حکم دے رہی ہیں یا یہ ایسے لوگ

قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝

ہیں جو سرکش ہیں۔ کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بات بنا لی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے سو اس طرح کا کوئی اور کلام لے آئیں اگر سچے ہیں

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ

یا وہ کسی خالق کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے کیا ان کے

عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ

پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ غلبہ والے ہیں یا کیا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس سے یہ لوگ سنتے ہیں سو ان کا سننے والا

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝

کوئی واضح دلیل لے آئے کیا ان کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں کیا آپ ان سے کسی معاوضہ کا سوال کرتے ہیں سو وہ تاوان سے گراں بار ہو رہے ہیں

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝

یا ان کے پاس غیب ہے جسے لکھ لیتے ہیں کیا وہ لوگ کسی چال کا ارادہ رکھتے ہیں سو جن لوگوں نے کفر کیا وہ خود ہی اپنی چال میں گرفتار ہوں گے

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

کیا ان کا کوئی معبود ہے اللہ کے سوا اللہ پاک ہے اس چیز سے جو شرک کرتے ہیں۔

منکرین اور معاندین کی باتوں کا تذکرہ اور تردید

ان آیات میں ابتدائی خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے پھر اسی ذیل میں اہل مکہ سے سوال و جواب ہے گویا آپ کے واسطہ سے ان لوگوں سے بات ہو رہی ہے ارشاد فرمایا کہ آپ نصیحت حق فرماتے رہیں دشمنوں کی باتوں کی طرف دھیان نہ دیں یہ لوگ آپ کو کاہن اور دیوانہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل و انعام ہے آپ نہ کاہن ہیں نہ دیوانہ ہیں نیز ان منکرین کا کہنا یہ بھی ہے کہ آپ شاعر ہیں اور ساتھ ہی یوں بھی کہتے ہیں کہ ہمیں انتظار ہے کہ ان کی موت کا حادثہ ہو جائے تاکہ ان سے ہمارا چھٹکارہ ہو جائے اور ہم سے جو خطاب کرتے ہیں اور اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں وہ بند ہو جائے جیسے بہت سے شاعر دنیا میں آئے شاعری کی اور دنیا سے گزر گئے ان کا بھی یہی حال بننے والا ہے نہ ان کا کوئی ماننے والا رہے گا نہ جاننے والا نہ ان کی راہ پر چلنے والا ارشاد فرمایا قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ

مَنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ (آپ فرما دیجئے کہ تم لوگ انتظار کرتے رہو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں) دیکھو تمہارا کیا حال بنتا ہے وہ حق قبول کرنے سے پہلوتہی کرنے پر کیسے عذاب میں مبتلا ہوتے ہو میری محنتوں کا انجام فلاح اور کامیابی ہے اور تمہارا انجام ناکامی و بربادی اور ہلاکت ہے۔

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ اس سے مشرکین کا غزوۂ بدر میں مقتول ہونا مراد ہے۔

پھر فرمایا کہ آپ ان سے پوچھ لیجئے کیا ان کی عقلیں ان کو یہ بتا رہی ہیں کہ شرک میں مبتلا رہیں جو باطل چیز ہے اور دعوت وتوحید کو قبول نہ کریں جو حق ہے اپنی عقل کو بہت بڑی سمجھتے ہیں حالانکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ باطل کو ترک کریں اور حق کو قبول کریں۔ اگر غور وفکر کرتے تو حق کو نہ ٹھکراتے وہاں تو بس شر ہے اور شرارت ہے اسی کو اپنائے ہوئے ہیں۔

پھر فرمایا کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ قرآن انہوں نے خود ہی بنا لیا ہے اور اپنی طرف سے بنا کر یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے ان کا یہ قول شرارت پر مبنی ہے ایمان نہیں لاتے ایسی باتیں کر کے دور ہوتے چلے جاتے ہیں یہ لوگ عربی جانتے ہیں فصیح و بلیغ ہونے کے دعویدار ہیں اگر اپنی بات میں سچے ہیں تو اس جیسا کلام بنا کر لے آئیں ان کو چیلنج کیا جا چکا ہے کہ قرآن جیسی ایک سورت بنا کر لے آئیں لیکن نہیں لائے اور نہ لا سکیں گے (لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا) منکرین قرآن پر یہ بہت بڑی مار ہے ڈیڑھ ہزار سال سے چیلنج ہے کوئی بھی آج تک اس کے مقابلہ میں کچھ نہ کر کے لا سکا اور نہ لا سکے گا۔

پھر فرمایا اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ (کیا یہ لوگ یوں ہی بغیر خالق کے پیدا کر دیئے گئے ہیں) ظاہر ہے کہ انہیں خود اقرار ہے کہ ہمارا کوئی خالق ہے اور ہم مخلوق ہیں اگر یوں کہیں کہ ہمارا کوئی خالق نہیں تو پھر بتائیں یہ کیسے پیدا ہوئے؟ کیا انہوں نے اپنی جانوں کو خود پیدا کر لیا؟ ظاہر ہے کہ ایسا بھی نہیں ہے کیونکہ جو شخص موجود نہ ہو نہ وہ اپنی ذات کو پیدا کر سکتا ہے نہ اور کسی کو جب مخلوق ہیں تو اپنے خالق پر ایمان بھی لائیں اس کی توحید کا بھی اقرار کریں اور اس پر ایمان بھی لائیں۔

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (کیا ان لوگوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے) یہ استفہام انکاری ہے یعنی انہوں نے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا ان چیزوں کو بھی اسی نے پیدا فرمایا جس نے ان لوگوں کو پیدا کیا یہ سب باتیں ظاہر ہیں۔ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ (بلکہ ان باتوں کو جانتے اور مانتے ہیں یقین نہیں کرتے کفر اور شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں)۔

پھر فرمایا اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ (کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں) اگر ان کے پاس رحمت الٰہیہ کے خزانے ہوتے تو جسے چاہتے نبوت دے دیتے۔

اس آیت میں مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ اگر نبی اور رسول بنانا ہی تھا تو محمد بن عبداللہ کو کیوں بنایا مکہ معظمہ اور طائف میں بڑے بڑے مالدار اور سردار پڑے ہیں ان میں سے کسی کو نبوت ملنا چاہئے تھی بطور سوال ان کا جواب دے دیا (جو استفہام انکاری کے طور پر ہے)

اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ کیا ان کے پاس حکومت اور طاقت اور ایسا غلبہ ہے کہ اپنے اختیار سے کسی کو نبوت دلا دیں جب یہ دونوں باتیں نہیں ہیں تو انہیں کیا اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول کی رسالت پر اعتراض کریں اور اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو نبوت ملنے کے لیے پیش کریں۔

سورۃ الانعام میں فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (اللہ خوب جانتا ہے جہاں چاہے کر دے اپنی رسالت کو)

پھر فرمایا اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ (کیا ان کے پاس زینہ ہے جس میں وہ باتیں سنتے ہیں فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (سو ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل لے کر آئے) علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں احجة بينة ان هذا الذي هم عليه حق مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب پیش کرتے ہیں اس کا کتابیں ہونا تو اسی سے ثابت ہو گیا کہ تم اس جیسی کتاب بنا کر لانے سے عاجز ہو اب تم اپنے دین حق کو ثابت کرو اس کو ثابت کرنے کے لئے کوئی واضح دلیل ہونی چاہئے ہے۔ وہ کون سا زینہ ہے جس پر چڑھ کر تمہارا کوئی شخص اپنے دین کے حق ہونے کی حقانیت معلوم کر چکا ہے جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطریق وحی کلام حاصل کرتے ہیں پھر تمہیں سناتے ہیں اور حق کی تبلیغ کرتے ہیں اور دلائل پیش کرتے ہیں تم بھی دلیل پیش کرو۔

پھر فرمایا اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ (کیا اس کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے) قریش مکہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے تھے اور فرشتوں کو بنات اللہ کہتے تھے اور جب ان کے سامنے ان کے اپنے ہاں بیٹیاں پیدا ہونے کی بات آتی تھی تو اس کو برا مانتے تھے اس آیت میں ان کی بیوقوفی بتادی کہ جس چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اسے اللہ کے لئے تجویز کرتے ہو جن لوگوں کی سمجھ کا یہ حال ہے کیا انہیں یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کریں کہ ہماری سمجھ کے مطابق کسی کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا نیز یہ لوگ وقوع قیامت کا انکار کرتے ہیں، یہ بھی ان کی بیوقوفی ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سفه احلامهم توبيخا لهم وتقريعا اى اتصفون الى الله البنات مع أنفتكم منهن ومن كان عقله هكذا حلا يستعد مه انكالى البعث. (اللہ تعالیٰ نے ان کے عقلمندوں کو بیوقوف کہا ہے انہیں ملامت کرنے اور بیدار کرنے کے لئے یعنی تم لڑکیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہو باوجود یہ کہ تم خود اپنی طرف ان کی نسبت کو ناپسند کرتے ہو تو جن کی عقل اس طرح کی ہو انہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے کے انکار کا کیا حق ہے)

پھر فرمایا اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ (کیا آپ ان سے کسی معاوضہ کا سوال کرتے ہیں ان پر اس تاوان کی ادائیگی بھاری پڑ رہی ہے) اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان لے آئے تو کیا کچھ دینا پڑے گا تو یہ ان کا غلط خیال ہے ان کی دنیا سے ذرا سا بھی سوال نہیں اور ان کے آخرت کے نفع کے لئے ان کو ایمان و اعمال صالحہ کی دعوت دی جا رہی ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایمان سے منہ موڑیں قال فى معالم التنزيل اثقلهم دلك المغرم الذى تسالهم فمعهم دالك عن الاسلام (تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ انہیں اس قرض نے بوجھل کر دیا ہے جو آپ ان سے طلب کرتے ہیں پس اس نے انہیں اسلام لانے سے روک رکھا ہے)

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ یعنی یہ جو کہہ رہے ہیں کہ ہمیں انتظار ہے کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام موت کے حادثہ میں دنیا سے رخصت ہو جائیں گے جسے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ان کی اس بات کی بنیاد کیا ہے۔ کیا ان کے پاس غیب کا علم اور انہیں پتہ ہے کہ داعی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موت ہمارے سامنے ہوگی اور یہ خود اس کے بعد زندہ رہیں گے اور آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ نہ یہ رہے گا نہ ان کا دین رہے گا۔ (ذکرہ القرطبی)

پھر فرمایا اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ (کیا وہ لوگ کسی بری تدبیر کا ارادہ رکھتے ہیں سو جن لوگوں نے کفر کیا وہ خود ہی تدبیر کی زد میں آنے والے ہیں)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ آیت بالا نازل ہونے کے کئی سال بعد اس پیشینگوئی کا ظہور ہوا جس کا اس آیت میں اظہار فرمایا ہے مشرکین مکہ مشورہ لے کر بیٹھے تھے کہ محمد رسول اللہ کے ساتھ کیا کریں اس پر تین باتیں آئیں جن کو سورۂ انفال کی آیت کریمہ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں بیان فرمایا ہے ان لوگوں کی سب تدبیریں دھری رہ گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح سلامت

مدینہ منورہ پہنچ گئے آپ کا مدینہ منورہ تشریف لانا غزوۂ بدر کا سبب بنا اور غزوۂ بدر میں قریش مکہ میں سے ستر ۷۰ افراد مقتول ہوئے جن میں ان کے بڑے بڑے سردار بھی تھے مکر اور تدبیر والے خود ہی مکر کی زد میں آ گئے۔ (روح المعانی ص ۲۹ ج ۲۷)

هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ای الذین یلحق بهم کیدهم ویعود علیه وباله لامن ارادوان یکیدوه وکان وباله فی حق اولئک قتلهم یوم بدر فی السنة الخامسة عشر من النبوة. (مکر کیے ہوئے خود یہی ہیں یعنی یہی ہیں جنہیں ان کا مکر گھیر لے گا اور اس کا وبال خود انہیں پر پڑے گا۔ جن کے ساتھ دھوکہ کا انہوں نے ارادہ کیا ہے ان پر نہیں پڑے گا اور سن ۵ نبوی میں بدر والے دن ان کے قتل کی صورت میں ان کے حق میں ان کے مکر کا وبال ثابت ہو گیا)

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ (کیا ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟) سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اللہ اس سے پاک ہے جو وہ شرک کرتے ہیں)

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ

اور اگر آسمان سے کسی ٹکڑے کو دیکھیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو کہیں گے کہ یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے سو آپ انہیں چھوڑیے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں جس میں وہ

فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

بے ہوش ہو جائیں گے' جس دن ان کی کوئی تدبیر انکے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور انکی کچھ بھی مدد نہ کی جائے گی' بلا شبہ جن لوگوں نے ظلم کیا

عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

ن کیلئے عذاب ہے۔ اس سے پہلے لیکن بہت سے لوگ جانتے اور آپ رب کی تجویز پر صبر کیجئے' سو بے شک آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں اپنے رب کی

حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع ۲

تسبیح و حمد کیجئے اور رات کے حصہ میں بھی اس کی تسبیح بیان کی جائے اور ستاروں کے چھپنے کے بعد بھی۔

قیامت کے دن منکرین کی بدحالی اور بدحواسی

ان آیات میں معاندین کی بدحالی اور سرکشی بتائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمائی ہے اور آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی سرکشی کا یہ حال ہے کہ اگر آسمان کا ٹکڑا اوپر سے گرتا ہوا دیکھیں گے جو ان کو عذاب دینے کے لئے گرتا چلا آ رہا ہو تب بھی متاثر نہ ہوں گے اور ایمان نہ لائیں گے۔ حالانکہ خود ہی ایمان لانے کی شرطوں میں آسمان کا ٹکڑا گرنے کی بھی شرط یہ لگائی تھی حیث قالوا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا (اور یوں کہیں گے کہ اجی یہ نہ تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہے اور نہ ہی ان کے کہنے سے اتر رہا ہے بلکہ یہ تو بادل ہے بادل پر بادل جم کر موٹا ہو جاتا ہے اور اوپر نیچے ہو جاتا ہے نہ یہ کوئی عذاب کی بات ہے اور نہ آپ کی نبوت کا معجزہ ہے (العیاذ باللہ)

سورۃ الحجر میں ان کے اسی عناد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (اور اگر ہم ان کے لئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت چڑھ

جائیں تب بھی یوں کہہ دیں گے ہماری نظر بند کر دی گئی تھی بلکہ ہم لوگوں پر تو جادو کر رکھا ہے)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ (آپ ان کو چھوڑیں ان کی طرف التفات نہ فرمائیں یہاں تک کہ وہ دن آجائے گا جس میں یہ لوگ بے ہوش ہو جائیں گے) بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے یوم بدر مراد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا نفخہ اولیٰ مراد ہے (یعنی جب صور پھونکا جائے گا) اس میں جو بے ہوشی ہوگی اس دن تک انہیں چھوڑ رکھئے يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (جس دن ان کی کوئی تدبیر ان کے کام نہ آئے گی) وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی)

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ (اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لئے اس سے پہلے عذاب ہے) اس عذاب سے کون سا عذاب مراد ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے یوم بدر مراد ہے اور حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ وہ قحط مراد ہے جو سات سال تک مکہ معظمہ کے مشرکین کو پیش آیا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے کہ بطور وعید جس عذاب کا تذکرہ کیا جا رہا ہے محض دھمکی نہیں ہے بلکہ واقعی ہو جانے والی چیز ہے)

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے) ان کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دی جا رہی ہے۔ اس پر صبر کیجئے انتقام کے لئے جلدی نہ کیجئے وقت معین پر مبتلائے عذاب ہوں گے فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (سو بیشک آپ ہماری حفاظت میں ہیں) آپ کے خلاف ان کی تدبیریں کامیاب نہ ہوں گی وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ (اور آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو جب آپ کھڑے ہوں)

صاحب روح المعانی حضرت عطاء اور مجاہد سے اور ابن جریج سے اس کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ جب بھی کسی مجلس سے کھڑے ہوں اللہ کی تسبیح و تحمید بیان کیجئے اس واقعہ پر ایک حدیث بھی نقل کی ہے جو حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجلس سے کھڑے ہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ وہ کلمات ادا فرماتے ہیں جو اس سے پہلے آپ کے معمول میں نہیں تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمات ان سب باتوں کا کفارہ ہے جو مجلس میں ہوئی ہوں (رواہ ابوداؤد)

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (اور رات کے حصہ میں اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے اور ستاروں کے چھپنے کے بعد) اس میں رات کے اوقات میں تسبیح بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ستاروں کے غروب ہو جانے کے بعد بھی۔ بعض حضرات نے ومن الیل فسبحہ سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد لی ہے اور ادبار النجوم سے فجر کی دو رکعتیں مراد لی ہیں اور بعض حضرات نے ومن الیل سے رات کو نفل پڑھنا مراد لیا ہے۔

وباللّٰہ التوفیق وھو خیر عون وخیر رفیق

☆☆☆ .... ☆☆☆

مکی	سورۃ النجم	۶۲ آیتیں ۳ رکوع

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۵۳) (۲۳) رُكُوْعَاتُهَا ۳ آیاتُهَا ۶۲

سورۂ نجم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس کی باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ

قسم ہے ستاروں کی جب وہ غروب ہونے لگے تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا ہے اور نہ بھٹک رہا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا۔ وہ نہیں ہے مگر جو اس کی جانب

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۙ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۭ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ

ہے اس کو سکھایا ہے بڑے طاقت والے نے وہ طاقتور ہے پھر وہ اصلی صورت میں نمودار ہوا اور وہ بلند کنارہ پر تھا پھر وہ اس جانب میں تھا کہ دونوں کمانوں

قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۭ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۭ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰي

کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا پھر اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی بھیجی جو بھیجی وحی بھیجی دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں بولا تم اس چیز میں جھگڑتے

مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۭ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ

ہو جو کچھ اس نے دیکھا اور یہ تحقیقی بات ہے کہ اس نے اس کو ایک اور بار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جس کے قریب جنت الماویٰ ہے جبکہ سدرۃ المنتہیٰ کو وہ چیز چھا رہی تھی۔

مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

جس نے ڈھانپ رکھا تھا نہ تو نگاہ پھٹی نہ بڑھی یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح راہ پر ہیں، اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، وحی کے مطابق اللہ کا کلام پیش کرتے ہیں، آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو دو بار ان کی اصلی صورت میں دیکھا

یہاں سے سورۃ النجم شروع ہے اس کے پہلے رکوع کے اکثر حصہ میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور وحی کی حفاظت اور وحی لانے والے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قوت اور ان کی رؤیت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ارشاد فرمایا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (قسم ہے ستاروں کی جب غروب ہونے لگے)

مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰى (تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا ہے اور نہ غلط راستہ پر پڑا ہے)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا)۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے)

آیت شریفہ میں جو لفظ النَّجْم وارد ہوا ہے بظاہر یہ صیغہ مفرد کا ہے لیکن چونکہ اسم جمع ہے اس لئے تمام ستارے مراد ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے ثریا مراد ہے جو سات ستاروں کا مجموعہ ہے ستارے چونکہ روشنی دیتے ہیں اور انکے ذریعہ لوگ ہدایت پاتے ہیں اس لئے ان کی قسم کھا کر نبوت اور رسالت اور وحی کو ثابت فرمایا ہے کیونکہ یہ چیزیں قلوب کے منور ہونے کا ذریعہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو کبھی بھی مشرک نہ تھے نبوت سے پہلے بھی موحد تھے اور نبوت کے بعد بھی آپ کا موحد ہونا توحید کی دعوت دینا قریش کو ناگوار تھا اور وہ یوں کہتے تھے کہ انہوں نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے صحیح راہ سے بھٹک گئے ہیں اور آپ کو کاہن یا ساحر یا شاعر کہتے تھے۔ ستارہ کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ تمہارے ساتھی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ بتاتے ہیں اور جو دعوت دیتے ہیں وہ سب حق ہے۔ ان کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ وہ راہ سے بھٹک گئے اور غیر راہ پر پڑ گئے ان کا دعوائے نبوت اور توحید کی دعوت اور وہ تمام امور جن کی دعوت دیتے ہیں یہ سب حق ہیں سراپا ہدایت ہیں ان میں کہیں سے کہیں تک بھی راہ حق سے ہٹنے کا نہ کوئی احتمال ہے اور نہ یہ بات ہے کہ انہوں نے یہ باتیں اپنی خواہش نفسانی کی بنیاد پر کہی ہوں ان کا یہ سب باتیں بتانا صرف وحی سے ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ان پر وحی کی گئی اس کے مطابق سب باتیں بتا رہے ہیں ان کا فرمانا سب سچ ہے جو انہیں اللہ کی طرف سے بطریقہ وحی بتایا گیا ہے اور چونکہ ستاروں کے غروب ہونے سے صحیح سمت معلوم ہو جاتی ہے اس لئے والنجم کے ساتھ اذاھوی بھی فرمایا یعنی جس طرح ستارہ ہدایت بھی دیتا ہے اور صحیح سمت بھی بتاتا ہے اسی طرح تمہارے ساتھی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اور سمجھایا حق ہے اور راہ حق کے مطابق ہے ان کا اتباع کرو گے تو صحیح سمت پر چلتے رہو گے یہ شخص تمہارا ساتھی ہے بچپن سے اس کو جانتے ہو اور اس کے اعمال صادقہ اور احوال شریفہ سے واقف ہو ہمیشہ اس نے سچ بولا ہے جانتے پہچانتے ہوئے اس کی تکذیب کیوں کرتے ہو (اس نے مخلوق سے کبھی جھوٹی باتیں نہیں کیں وہ خالق تعالیٰ شانہٗ پر کیسے تہمت رکھے گا)

اس کے بعد وحی لانے والے فرشتہ کا تذکرہ فرمایا عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى (اس کو سکھایا ہے بڑی طاقت والے نے) ذُوْمِرَّةٍ (وہ طاقتور ہے)

یعنی جبریل فرشتہ نے آپ کو یہ قرآن سکھایا جو بڑی قوت والا ہے طاقتور ہے اس میں اس احتمال کی تردید فرما دی ہے کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر چلے ہوں اور درمیان میں کوئی دوسری مخلوق شیطان وغیرہ پیش آ گیا اور اس نے صحیح طور پر وحی پہنچانے سے باز رکھا ہو ارشاد فرما دیا کہ وحی لانے والا فرشتہ بڑی قوت والا ہے پوری قوت والا ہے اس کے پیغام پہنچانے میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا۔

پہلی بار رؤیت: اس کے بعد ارشاد فرمایا فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (کہ وہ فرشتہ ایک مرتبہ افق اعلیٰ میں نمودار ہوا) یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور آپ نے اس کو اس کی اصلی صورت میں دیکھ لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے اور وحی سنا دیتے تھے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمائش کی کہ آپ مجھے اپنی اصل صورت دکھا دیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایسے وقت اپنی اصل صورت میں ظاہر ہوئے جبکہ

آپ حراء پہاڑ میں تھے (اور بعض روایات میں ہے کہ مکہ معظمہ کے محلہ اجیاد میں تشریف فرما تھے) آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو مشرقی اُفق میں دیکھا ان کے چھ سو بازو تھے ہر اس قدر پھیلے ہوئے تھے کہ مغربی اُفق تک وُسیع رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر بیہوش ہو کر گر پڑے اسی وقت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں آپ کے پاس پہنچے اور آپ کو لپٹا لیا اور آپ کے چہرۂ انور سے غبار صاف کر دیا اس نزدیک آنے کو ثُمَّ دَنا فتدلّٰی میں بیان فرمایا ہے (پھر وہ قریب آیا پھر وہ نیچے آیا)

فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ (اور اتنا قریب ہو گیا جیسا دو کمانوں کے درمیان قرب ہوتا ہے) اہل عرب کا طریقہ تھا کہ جب آپس میں معاہدہ کرتے تھے تو دونوں کمانوں کی تانت کو خوب اچھی طرح ملا دیتے تھے اور اس طرح سے ایک دوسرے کو باور کراتے تھے اور یقین دلاتے تھے کہ اب تم ایک ہو گئے آپس میں کوئی بعد نہیں رہا۔

اَوْ اَدْنٰی اس میں یہ بتا دیا کہ دو کمانوں کے درمیان جو نزدیکی ہوتی ہے قرب کے اعتبار سے اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا جو اتحاد روحانی اور قلبی پر دلالت کرتا ہے۔ پھر جب آپ کو افاقہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی جسے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی میں بیان فرمایا ہے۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اس موقع پر وحی فرمائی تھی وہ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی سے لے کر وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ تھی یہ حضرت سعید بن جبیرؓ کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس وقت یہ وحی فرمائی کہ جب تک آپ جنت میں داخل نہ ہوں گے کوئی نبی داخل نہ ہوگا اور جب تک آپ کی امت اس میں داخل نہ ہوگی کسی امت کو داخلہ نہ ملے گا۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی یعنی قلب نے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہیں کی یعنی جو کچھ دیکھا صحیح دیکھا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی (کیا تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں جھگڑا کرتے ہو) انہوں نے جو دیکھا ہے صحیح دیکھا اس میں کسی انکار اور مجادلہ کا موقع نہیں۔ قال فی معالم التنزیل قرأ حمزہ والکسائی ویعقوب افتمرونہ بفتح التاء بلاالف ای افتجحدونہ تقول العرب مریت الرجل حقہ اذا جحدتہ وقرأ الاخرون افتمارونہ بالالف وضم التاء علٰی معنی افتجادلونہ علی مایری. (تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ حمزہ کسائی اور یعقوب نے اسے افتمرونہ پڑھا ہے تاء کی زبر کے ساتھ الف کے بغیر یعنی کیا پس تم اس کا انکار کرتے ہو، عرب کہتے ہیں مریت الرجل حقہ جب تو نے اس کے حق کا انکار کر دیا ہو اور دیگر حضرات نے اسے افتمارونہ پڑھا ہے الف کے ساتھ اور میم کے ضمہ کے ساتھ معنی یہ ہے کہ کیا پس تم اس پر اس سے جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا ہے)

دوسری بار رؤیت:۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی (اور بلاشبہ انہوں نے اس فرشتے کو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا) اس میں دوسری مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رؤیت کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں اصلی صورت میں دیکھا تھا اس کے بعد ایک مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اصلی صورت میں دیکھا۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی. (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے قریب جنت الماویٰ ہے جبکہ سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں)

اس میں یہ بتایا کہ دوسری بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو عالم بالا میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جنت الماویٰ ہے اس وقت سدرۃ المنتہیٰ کو عجیب عجیب حسین چیزیں لپٹ رہی تھیں۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی آپ نے جو دیکھا ٹھیک دیکھا صحیح دیکھا آپ کی نظر مبارک دیکھنے کی جگہ سے دائیں بائیں نہیں ہٹی اور جن چیزوں کو دیکھنا تھا ان سے آگے نہ بڑھی۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا) آیت کبریٰ سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں صحیح مسلم (ص ۹۸ ج ۱) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دیکھنا مراد ہے ان کو وہاں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا ان کے چھ سو (۶۰۰) پر تھے (جیسا کہ زمین والی رویت میں بھی یہی بات دیکھی تھی)

سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟: سدرہ عربی میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور المنتہیٰ کا معنی ہے انتہاء کی جگہ عالم بالا میں جَنَّةُ الْمَاْوٰی کے قریب سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی ہے یعنی بیری کا وہ درخت جس کے پاس چیزیں آ کر منتہی ہو جاتی ہیں یعنی ٹھہر جاتی ہیں۔ زمین سے جو کچھ اعمال وغیرہ اوپر جاتے ہیں وہ پہلے وہاں ٹھہرتے ہیں پھر اوپر جاتے ہیں اوپر سے جو کچھ نازل ہوتا ہے پہلے وہاں ٹھہرایا جاتا ہے پھر نیچے اترتا ہے۔ (راجع تفسیر القرطبی ص ۹۴ ج ۹)

حدیث شریف کی کتابوں میں معراج شریف کا واقعہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے۔ اس میں سدرۃ المنتہیٰ کا بھی تذکرہ فرمایا ہے صاحب معراج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے کہ ہجر بستی کے مشکیزے ہوتے ہیں اور اس کے پتے اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان اس درخت کو سونے کے پتنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا دوسری روایت میں ہے کہ اسے ایسے الوان (یعنی رنگوں) نے ڈھانپ رکھا تھا جنہیں میں نہیں جانتا اور ایک روایت ہے کہ جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ان چیزوں نے ڈھانپ لیا جنہوں نے ڈھانپا تو وہ بدل گیا (یعنی پہلی حالت نہ رہی) اس میں بہت زیادہ حسن آ گیا اس وقت اس کا حسن کا یہ عالم تھا کہ اللہ کی مخلوق سے کوئی بھی اس کے حسن کو بیان نہیں کر سکتا۔ (صحیح مسلم ص ۹۳ ج ۱)

چونکہ اس کے حسن اور سونے کے پتنگوں اور الوان کے ڈھانپنے کی وجہ سے اس کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی اس لئے تفخیما للشان اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی فرمایا۔

جنة المأوٰی کیا ہے؟: آیت کریمہ میں فرمایا کہ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جنة المأوٰی ہے مأوٰی ٹھکانہ پکڑنے کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ یہاں جنة المأوٰی سے کیا مراد ہے؟ علامہ قرطبیؒ نے اس کے بارے میں متعدد اقوال لکھے ہیں۔ حضرت حسنؒ سے نقل کیا ہے کہ اس سے وہ جنت مراد ہے جس میں متقی حضرات داخل ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس جنت میں شہداء کی ارواح پہنچتی ہیں یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ وہ جنت ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام قیام پذیر تھے اور ایک قول یہ ہے کہ تمام مؤمنین کی روحیں جنت ماویٰ میں ٹھہرتی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام ان کی طرف ٹھکانہ پکڑتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اور اگر رویت ہوئی تو وہ بصری تھی یا رویت قلبی تھی یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں نے دیدار کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رویت کا انکار کرتی تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ المعراج میں باری تعالیٰ شانہ کا دیدار کیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس بارے میں توقف کیا جائے نفی یا اثبات کے بارے میں کوئی

فیصلہ نہ کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ان کے شاگرد حضرت مسروقؒ نے آیت کریمہ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ، اور وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی تلاوت کی اور اس سے رؤیت باری تعالیٰ پر استدلال کیا یعنی یہ ثابت کیا کہ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس امت میں میری سب سے پہلی شخصیت ہے جس نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا آپؐ نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل کو ان کی اصلی صورت پر صرف دو مرتبہ دیکھا (صحیح مسلم ص ۹۸ ج ۱)۔ نیز حضرت مسروق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے آیت کریمہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی بھی پیش کی۔ انہوں نے اس بارے میں بھی یہی فرمایا کہ اس سے جبرئیل علیہ السلام کی رؤیت مراد ہے وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آیا کرتے تھے اس مرتبہ اپنی اصلی صورت میں آئے اس وقت انہوں نے آسمان کے افق کو گھیر رکھا تھا۔ (صحیح مسلم ص ۹۸ ج ۱)

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کلام طویل کے بعد لکھا ہے:

فالحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم رای ربہ بعینی راسہ لیلۃ الاسراء لحدیث ابن عباس وغیرہ مما تقدم واثبات ھذا لایاخذونہ الابالسماع من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھذا مما لا ینبغی ان یتشکک فیہ۔ (مطلب یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کا سر کی آنکھوں سے دیدار کیا ہے اس کی دلیل ابن عباسؓ وغیرہ کی احادیث ہیں اور چونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی لازماً ان حضرات نے یہ بات آپؐ سے سنی ہوگی اس لئے اس میں شک کرنا مناسب نہیں ہے) (شرح مسلم ص ۹۷ ج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اکثر علماء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دی ہے۔ روایت میں غور کرنے سے اور سورۃ النجم کی آیات کے سیاق سے اور ضمائر کے مراجع پر نظر کرنے سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رؤیت مراد ہے رؤیت اولیٰ جس کا ذکر وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں ہے اس سے بلا تاویل یہی بات واضح ہوتی ہے کہ اس سے جبرئیل مراد ہے اور مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا رای جبرئیل لہ ستمائۃ جناح (صحیح مسلم ص ۹۷ ج ۱) اس کے بعد فرمایا ولقد راٰہ نزلۃ اخری اس کی ضمیر منصوب اسی کی طرف راجع ہے جس کی رؤیت پہلے ہو چکی تھی اس کے بعد جو لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی فرمایا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو پڑھ کر بھی رای جبرئیل فی صورتہ ستمائۃ جناح فرمایا (صحیح مسلم ص ۹۸ ج ۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی کی تلاوت فرمائی اور فرمایا رای جبرئیل علیہ السلام (صحیح مسلم ص ۹۱ ج ۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد حضرت مسروقؒ نے جو ان سے سوال کیا تو انہوں سورۃ النجم میں ذکر فرمودہ دونوں رؤیتوں کو جبرئیل علیہ السلام کی رؤیت قرار دیا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ اثبات رؤیت کا جو انہوں نے دعویٰ کیا ہے بظاہر وہ سماع پر ہی مبنی ہے یہ بات محل نظر ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپؐ نے فرمایا کہ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی میں جبرئیل کی رؤیت مذکور ہے اور حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے جواب مذوی نے فرمایا کہ ظاہر ہے کہ انہوں نے سنا ہی ہوگا یا ایک محض حسن ظن پر مبنی ہے پھر حضرت ابن عباسؓ نے بھی رؤیت بصری کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ فرمایا رآہ بفؤادہ مرتین (صحیح مسلم ص ۹۹ ج ۱)

پوری طرح غور و فکر کرنے اور روایات کو دیکھنے سے شب معراج میں رؤیت باری تعالیٰ ثابت کا مضبوط ثبوت نہیں ہوتا لہٰذا تیسرا قول یعنی توقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (ص ۶۰۹ ج ۸) میں لکھتے ہیں:

وقد اختلف السلف فی رؤیة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ربه فذهبت عائشة وابن مسعود الی انکارها واختلف عن ابی ذر وذهب جماعة الی اثباتها وحکی عبدالرزاق عن معمر عن الحسن انه حلف أن محمدا رأی ربه وأخرج ابن خزیمة عن عروة بن الزبیر اثباتها وکان یشتد علیه اذا ذکرله انکار عائشةؓ وبه قال سائر اصحاب ابن عباس وجزم به کعب الاحبار والزهری وصاحبه معمر واخرون وهوقول الاشعری وغالب اتباعه ثم اختلفوا هل راه بعینه او بقلبه وعن احمد کالقولین قلت جاءت عن ابن عباس اخبار مطلقة واخری مقیدة فیحب حمل مطلقها علی مقیدها فمن ذلک ماأخرجه النسائی باسناد صحیح وصححه الحاکم أیضا من طریق عکرمة عن ابن عباس قال اتعجبون ان تکون الخلة لابراهیم والکلام لموسی والرؤیة لمحمد؟ واخرجه ابن خزیمه بلفظ ان اللّٰہ اصطفی ابراهیم بالخلة الحدیث واخرج ابن اسحق من طریق عبداللّٰہ ابی سلمة ان ابن عمر ارسل الی ابن عباس هل رأی محمد ربه؟ فارسل الیه ان نعم. ومنها ماأخرجه مسلم من طریق ابی العالیة عن ابن عباس فی قوله تعالی(ماکذب الفؤاد مارای) ولقد راه نزلة اخری) قال: رأی ربه بفؤاده مرتین، وله من طریق عطاء عن ابن عباس قال راه بقلبه واصرح من ذلک ماأخرجه ابن مردویه من طریق عطاء ایضا عن ابن عباس قال لم یره رسول اللّٰہ علیه وسلم بعینه انما راه بقلبه، وعلی هذا فیمکن الجمع بین اثبات ابن عباس ونفی عائشة بأن یحمل نفیها علی رؤیة البصر واثباته علی رؤیة القلب، ثم المراد برؤیة الفؤادرؤیة القلب لا مجرد حصول العلم، لانه صلی اللّٰہ علیه وسلم کان عالما باللّٰہ علی الدوام بل مراد من اثبت له أنه راه بقلبه أن الرؤیة التی حصلت له خلقت فی قلبه کما یخلق الرؤیة بالعین لغیره، والرؤیة لا یشترط لها شیء مخصوص عقلا ولو جرت العادة بخلقها فی العین، وروی ابن خزیمة باسناد قوی عن انس قال رای محمد ربه، وعند مسلم من حدیث ابی ذرانه سأل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عن ذلک فقال نور انی اراه، ولا حمد عنه، قال ورأیت نورا، ولا بن خزیمة عنه قال راه بقلبه ولم یره بعینه وبهذایتبین مراد ابی ذر بذکره النور أی النور حال بین رؤیته له ببصره، وقدرجع القرطبی فی(المفهم) قول الوقف فی هذه المسالة وعزاه لجماعة من المحققین، وقواه بانه لیس فی الباب دلیل قاطع، وغایة مااستدل به للطائفتین ظواهر متعارضة قابلة للتاویل، قال ولیست المسالة من العملیات فیکتفی بالدلالة الظنیة، وانما هی من المعتقدات فلا یکتفی فیها الا بالدلیل القطعی، وحنح ابن خزیمة فی(کتاب التوحید) الی ترجیح الاثبات واطنب فی الاستدلال له بما یطول ذکره، وحمل ماورد عن ابن عباس علی أن الرؤیاوقعت مرتین مرة بعینه وفیما اورده من ذلک مقنع وممن اثبت الرؤیة لسیدنا صلی اللّٰہ علیه وسلم الامام احمد فروی الخلال فی(کتاب السنة) عن المرزوی قلت لاحمد انهم یقولون ان عائشة

قالت: من زعم ان محمد ارأی ربه فقد اعظم علی اللّٰه الفریة ' قبای شی 'یدفع قولها" قال بقول الی صلی اللّٰه علیه وسلم رأیت ربی قول الی صلی اللّٰه علیه وسلم اکثر من قولها. وقد انکر صاحب الهدی علی من زعم ان احمد قال رأی ربه بعینی رأسه قال وانما قال مرة رای محمد ربه وقال بفؤاده وحکی عنه بعض المتأخرین راه بعینی رأسه وهذامن تصرف الحاکی ' فان نصوصه موجودة انتهی

قلت ' وهذاالذی روی عن الامام احمد رحمه اللّٰه تعالی انه یدفع قولها بقوله صلی اللّٰه علیه وسلم رأیت ربی فانه اذاثبت بسند صحیح دل علی الرؤیة منه صلی اللّٰه علیه وسلم یحتاج الی روایة صحیحة صریحة دالة علی الرؤیة الحقیقة فی الیقظةسواء کان فی الیلة الاسراء اوغیرها فاما ماحمل ابن حزیمة ماوردعن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما علی ان الرؤیة وقعت مرتین مرة بعینه ومرة بقلبه فهو خلاف ماعن علیه ابن عباس رضی اللّٰه عنهما نفسه انه رآه بفؤاده مرتین کمارواه مسلم)

(سلف حضرات کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن رب کو دیکھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ پس حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما رویت کے انکار کی طرف گئے ہیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اختلاف مروی ہے، اور ایک جماعت اس کے اثبات کی طرف ہے اور عبدالرزاق نے معمر سے، انہوں نے حسن سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور ابن خزیمہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اثبات نقل کیا ہے اور جب حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے روایت کا انکار نقل کیا جاتا ہے تو اس پر شدت سے نکیر کرتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام اصحاب اسی طرف ہیں۔ اور کعب احبار، زہری اور ان کے شاگرد معمر اور دیگر حضرات کا اعتقاد اسی پر ہے اور اشعری اور ان کے اکثر اتباع کا قول بھی یہی ہے پھر ان کا اختلاف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یا دل سے اور امام احمد سے تو دونوں صورتوں کے مطابق اقوال منقول ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے اس بارے میں مطلق روایات بھی ہیں اور مقید بھی پس ان سے مطلق روایت کو مقید پر محمول کرنا ضروری ہے۔ انہیں میں سے ایک وہ ہے جو امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کی ہے اور امام حاکم نے بھی عکرمہ عن ابن عباس کے طریق سے اس کی تصحیح کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ خلیل اللہ ہونے کا مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہو اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہو اور اللہ تعالیٰ کی زیارت کا شرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہو؟ اور ابن خزیمہ نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت کے لئے منتخب فرمایا ہے الخ اور ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی سلمہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف یہ سوال بھیجا کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو انہوں نے جواب بھیجا کہ ہاں دیکھا ہے اور ان روایتوں میں سے ایک وہ ہے جو مسلم نے ابوالعالیہ عن ابن عباس کے طریق سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ما کذب الفؤاد ما رای ولقدرآه نزلة اُخرٰی کے بارے میں نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا ہے اور مسلم ہی میں عطا عن ابن عباس کے طریق سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا حضور نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا اور اس سے زیادہ صریح وہ روایت ہے جو ابن مردویہ نے حضرت عطاء عن ابن عباس سے ہی نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہیں

دیکھا بلکہ اپنے دل سے دیکھا ہے۔ اس بناء پر حضرت عبداللہ بن عباس کے اثبات رؤیت اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انکار رؤیت کو جمع کیا جا سکتا ہے اس طرح کی نفی سے مراد آنکھوں سے دیکھنے کی نفی ہے اور دیکھنے سے مراد دل سے دیکھنا ہے پھر دل سے دیکھنے سے مراد واقعہ کا دیکھنا ہی ہے صرف علم کا حاصل ہو جانا مراد نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا علم تو وحی کے وقت تھا بلکہ جس نے دل کی رؤیت کو مانا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آنکھوں سے کسی کو دیکھا جاتا ہے اس طرح کی کیفیت دل میں پیدا کی گئی کیونکہ دیکھنے کے لئے عقلاً کوئی چیز مخصوص نہیں ہے اگرچہ عام قاعدہ یہ ہے کہ دیکھنے کا کام آنکھیں کرتی ہیں اور ابن عباس نے قوی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور مسلم میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک نورانیت میں نے دیکھی ہے اور امام احمد نے حضرت ابوذر سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور میں نے نور دیکھا ہے اور ابن خزیمہ نے حضرت ابوذر کے حوالہ سے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دل سے دیکھا ہے آنکھوں سے نہیں دیکھا اور اس قول سے حضرت ابوذر کے سابقہ قول میں نور کے ذکر کی مراد واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی آنکھوں سے دیکھنے کے سامنے نور مانع ہو گیا۔ اور امام قرطبی نے المفہم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کے قول کو ترجیح دی ہے اور اسی کو محققین کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا ہے اور اس قول کو اس سے مضبوط کیا ہے کہ اس بارے میں کوئی قطعی دلیل تو ہے نہیں۔ دونوں حضرات کے جو مستدلات ہیں وہ متعارض رواتیوں کے ظاہر الفاظ ہیں جن میں تاویل ہو سکتی ہے اور یہ مسئلہ عملیات کا نہیں ہے کہ جس میں ظنی دلائل پر اکتفاء کیا جائے یہ مسئلہ تو اعتقادات میں سے ہے اس میں قطعی دلیل ہی کی ضرورت ہے اور ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں رؤیت کے اعتبار کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے اور اس قدر طویل دلائل پیش کئے کہ یہاں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو مروی ہے اسے اس پر محمول کیا ہے کہ رؤیت دو دفعہ ہوئی ہے ایک دفعہ دل سے اور ایک دفعہ آنکھوں سے اور اس بارے میں میں نے جو ذکر کیا ہے اور حضور ﷺ کے لئے رؤیت کو ثابت کرنے والوں میں امام احمد بھی ہیں۔ چنانچہ خلال نے کتاب السنّت میں مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جس کا خیال ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے اپنے رب پر بہت بڑا جھوٹ باندھا پس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول کس دلیل سے رد کیا جاتا ہے۔ امام احمد نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے پس حضور ﷺ کا ارشاد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے بڑا ہے اور صاحب ھدی نے اس کے قول کا انکار کیا ہے جس کا خیال ہے امام احمد نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو سری آنکھوں سے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ہے اور فرمایا اپنے دل سے دیکھا ہے اور بعض متاخرین نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو سری آنکھوں سے دیکھا ہے یہ حکایت کرنے والے کا تصرف ہے کیونکہ امام احمد سے نصوص موجود ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ جو امام احمد سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کا حضور اکرم ﷺ کے قول رأیت ربی سے جواب دیا جاتا ہے یہ بھی جب صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو نگاہوں سے دیکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ سورۃ النجم کے سیاق سے ثابت نہیں ہوتا۔ پس حضور ﷺ سے رؤیت کا اثبات صحیح وصریح روایت کا محتاج ہے جو کہ بیداری میں آنکھوں سے دیکھنے پر دلالت کرتی ہو خواہ یہ رؤیت معراج کی رات ہوئی ہو یا کسی اور وقت، اور ابن خزیمہ نے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال کو اس بات پر محمول کیا

ہے کہ رؤیت دو دفعہ ہوئی ہے ایک دفعہ آنکھوں سے اور ایک دفعہ دل سے یہ احتمال حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صراحت کے خلاف ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا ہے جیسا کہ مسلم نے روایت کیا ہے۔)

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝

کیا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے منات کے بارے میں غور کیا ہے کیا تمہارے لئے مذکر ہو اور اللہ کے لئے مؤنث ہے یہ قسمت تو بڑی ظالمانہ ہے

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

یہ تو بس کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں' اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی' صرف گمان کی اور نفسوں کی خواہشوں کا

وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ

تابع کرتے ہیں اور بلاشبہ ان کے پاس انکے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے کیا انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ آرزو کرے' سو اللہ ہی کے ہے آخرت ہے

وَالْاُوْلٰى ۝ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـــًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ ع

اور اولیٰ ہے' اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں ان کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہ دے گی' مگر اس کے بعد جس کے لئے اللہ اجازت

يَّشَاۗءُ وَيَرْضٰٓى ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰۗىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ وَمَا لَهُمْ بِهٖ

دے اور راضی ہو' بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام مؤنث کے نام پر رکھتے ہیں' حالانکہ انہیں اس کا کچھ

مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۝

بھی علم نہیں' صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کے بارے میں ذرا بھی فائدہ نہیں دیتا۔

مشرکین عرب کی بت پرستی' لات' عزیٰ اور منات کی عبادت' اور ان کے توڑ پھوڑ کا تذکرہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اہل عرب مشرک تھے اہل مکہ بھی شرک اختیار کئے ہوئے تھے حالانکہ یہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی اولاد تھے' جنہوں نے توحید کی دعوت دی اور مکہ معظمہ میں کعبہ شریف بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی واجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (اے رب! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانا) ان کی اولاد میں ایک عرصہ تک موحدین مخلصین کا وجود رہا' پھر شدہ شدہ عرب کے دیگر قبائل سے متاثر ہو کر اہل مکہ بھی مشرک ہو گئے۔ اہل عرب نے بہت سے بتوں کو معبود بنا رکھا تھا' خود تراشتے تھے' پھر انہیں معبود بنا لیتے تھے' ان بتوں میں تین بت زیادہ معروف تھے' جن کا آیت بالا میں تذکرہ ہے ایک کا نام لات تھا اور ایک نام عزیٰ تھا اور ایک کا نام منات تھا۔

لات و منات اور عزیٰ کیا تھے؟ فتح الباری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ لات طائف میں تھا اور اسی کو اصح بتایا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مقام نخلہ میں اور ایک قول کے مطابق عکاظ میں تھا نیز فتح الباری میں یہ بھی لکھا کہ لات لت یلت سے اسم فاعل کا صیغہ ہے ایک شخص طائف کے آس پاس رہتا تھا' اس کی بکریاں تھیں آنے جانے والوں کو ان کے دودھ کا حریرہ بنا کر کھلاتا تھا

اور ستوگھول کر پلاتا تھا' اس وجہ سے اسے لات کہا جاتا تھا' کثرت استعمال کی وجہ سے ت کی تشدید ختم ہوگئی' کہا جاتا ہے کہ اس کا نام عامر بن ظرب تھا اور اہل عرب کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا' جس شخص کو حریرہ پلا دیتا تھا وہ موٹا ہو جاتا تھا جب وہ مرگیا تو عمرو بن لحی نے لوگوں سے کہا کہ وہ مرا نہیں ہے پتھر کے اندر داخل ہوگیا' لہٰذا لوگ اس کی عبادت کرنے لگے اور اسکے اوپر ایک گھر بنالیا۔ (فتح الباری ص ۷۱۲ ج ۸)

علامہ قرطبیؒ نے عزّٰی کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سفید پتھر تھا' اس کی جگہ بطن نخلہ بتائی ہے' ظالم ابن اسعد نے اس کی عبادت کا سلسلہ شروع کیا اس پر لوگوں نے گھر بنایا تھا' اس میں سے آواز آیا کرتی تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ عزّٰی ایک شیطان عورت تھی وہ بطن نخلہ میں ببول کے تین درختوں کے پاس آتی جاتی تھی۔

مشرکین مکہ میں ایک بت ھُبل بھی تھا ان کے یہاں اس کی بھی بڑی اہمیت تھی' غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کو ظاہری شکست ہوگئی تو ان کے لشکر کے سردار ابوسفیان نے پکار کر جیکارہ لگایا اُعلُ ھُبل (اے ھبل تو اونچا ہو جا) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس کا جواب دو عرض کیا کیا جواب دیں؟ فرمایا یوں کہو اَللّٰہُ اَعلٰی و اَجلُّ (کہ اللہ سب سے بلند ہے اور سب سے بڑا ہے) ابوسفیان نے کہا لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ (ہمارے لئے عزّٰی ہے تمہارے لئے کوئی عزّٰی نہیں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو یوں جواب دو اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ (اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں) شرک نے ان کا ایسا ناس کھویا تھا کہ خالص موحدین جب اللہ کی عظمت بیان کرتے تھے تو اس کے مقابلہ میں یہ لوگ اپنے بتوں کی دہائی دیتے تھے۔ (تفسیر قرطبی ص ۹۹' ۱۰۰ ج ۱۷)

تیسرا بت (جس کا آیت بالا میں تذکرہ فرمایا) منات تھا یہ بھی عرب کے مشہور بتوں سے میں تھا۔ تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ اس کا نام منات اس لئے رکھا گیا کہ تقرب حاصل کرنے کیلئے اسکے پاس کثرت سے خون بہائے جاتے تھے یہ بت بنی ہذیل اور بنی خزاعہ کا تھا۔

اور اسکے نام کی دھائی دیتے تھے مقام مشلل میں اس کی عبادت کرتے تھے۔ مشلل قدید کے قریب ایک جگہ ہے (جو آج کل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان راستہ میں واقع ہے' نسبت مدینہ منورہ کے مکہ معظمہ کے قریب ہے) نیز فتح الباری میں لکھا ہے کہ عمرو بن لحی نے منات کو ساحل سمندر پر قدید کے قریب نصب کر دیا تھا' قبیلہ ازد اور غسان اس کا حج کرتے تھے اور اس کی تعظیم کرتے تھے جب بیت اللہ شریف کا طواف کر لیتے اور عرفات سے واپس آجاتے اور منیٰ کے کاموں سے فارغ ہو جاتے تو منات کے لئے احرام باندھتے تھے (سیرت ابن ہشام (ذکر وفد ثقیف و اسلامھا)) مذکورہ تینوں بتوں کی عرب قبائل میں بڑی اہمیت اور شہرت تھی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی (کیا تم نے لات اور عزّٰی اور تیسرے نمبر کے منات کو دیکھا) یعنی تم نے غور کیا تو کیا سمجھ میں آیا؟ کیا انہوں نے کوئی نفع دیا یا ضرر دیا؟ جب ایسا نہیں تو وہ شریک فی العبادۃ کیسے ہوگئے اور تم ان کی عبادت کیسے کرنے لگے؟ جب اسلام کا زمانہ آیا تو ان تینوں کا ناس کھو دیا گیا۔

لات کی بربادی: جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ لات طائف میں تھا وہاں قبیلہ بنی ثقیف رہتا تھا اس قبیلے کے افراد مدینہ منورہ میں آئے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ وہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارا سب سے بڑا بت یعنی لات تین سال تک باقی رہنے دیا جائے' آپ نے انکار کر دیا اور حضرت ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا' انہوں نے بت کو گرایا اور توڑ تاڑ کے رکھ دیا' بنی ثقیف کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی کہا تھا کہ بتوں کو اپنے ہاتھوں سے نہیں توڑیں گے اور ہم سے نماز پڑھنے کے لئے بھی نہ کہا جائے' آپ نے فرمایا کہ بتوں کو تم اپنے ہاتھوں

سے نہ توڑ یہ بات تو ہم مان لیتے ہیں' رہی نماز تو (وہ تو پڑھنی ہی پڑے گی) اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہیں (سیرت ابن ہشام، ذکر وفد ثقیف واسلامھا)۔

عُزّٰی کی کاٹ پیٹ اور توڑ پھوڑ: عزّٰی کے بارے میں فتح الباری ص ۶۱۲ ج ۸ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام الفتح یعنی فتح مکہ کے سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے اسے گرا دیا تفسیر قرطبی میں لکھا ہے عزّٰی (جنی) عورت تھی بطن نخلہ میں تین ببول کے درختوں کے پاس آتی جاتی تھی' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور بتلایا کہ بطن نخلہ میں جاؤ وہاں ببول کے تین درخت ہیں' پہلے درخت کو کاٹ دو' انہوں نے اس کو کاٹ دیا' جب واپس آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے کچھ دیکھا؟ عرض کیا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا۔ فرمایا اب دوسرے درخت کو کاٹ دو وہ واپس گئے اور دوسرے درخت کو کاٹ دیا' پھر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے پھر وہی سوال فرمایا' عرض کیا میں نے تو اب بھی کچھ نہیں دیکھا۔ فرمایا جاؤ تیسرے درخت کو بھی کاٹ دو۔ جب تیسرے درخت کے پاس آئے اور اسے کاٹ دیا تو ایک حبشی عورت کو دیکھا جو اپنے بال پھیلائے ہوئے تھی اور اپنے ہاتھوں کو مونڈھے پر رکھے ہوئے تھی اور اپنے لمبے لمبے دانتوں کو گھما رہی تھی' اس کے پیچھے اس کا مجاور بھی تھا' جس کا نام دُبیہ تھا' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس شیطان عورت کے سر پر ضرب ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا اور مجاور کو قتل کر دیا' واپس آ کر پورا واقعہ عرض کر دیا' آپ نے فرمایا یہی عورت عزّٰی تھی' آج کے بعد کبھی بھی اس کی عبادت نہیں کی جائے گی۔ (تفسیر قرطبی ص ۱۰۰ ج ۹)

البدایہ والنہایہ ص ۳۱۶ ج ۴ میں ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک ننگی عورت بال پھیلائے ہوئے بیٹھی ہے' اپنے چہرے اور سر پر مٹی ڈال رہی ہے' اسے انہوں نے تلوار سے قتل کر دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر قصہ سنایا تو آپ نے فرمایا یہ عورت عزّٰی تھی۔

(یہ جو اشکال ہوتا ہے کہ پہلے تو عزّٰی کو سفید پتھر بتایا تھا اور اس روایت سے ثابت ہوا کہ یہ جنی عورت تھی؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جنات مشرکین کے پاس آتے تھے اور اب بھی آتے ہیں' بری بری ڈراؤنی صورتیں لے کر لوگوں کے پاس پہنچتے ہیں' وہ ان کی صورتوں کے مطابق بت بناتے ہیں' پھر ان کی پوجا کرتے ہیں' جنات اسے اپنی عبادت سمجھ لیتے ہیں' بت خانوں میں اور مشرکین کے استھانوں میں ان کا رہنا سہنا آنا جانا ہوتا ہے اور مشرکین کو بیداری میں اور خواب میں نظر آتے ہیں)

منات کی بربادی اور تباہی: اب رہی یہ بات کہ منات کا انجام کیا ہوا تو اس کے بارے میں تفسیر ابن کثیر (ص ۴۵۴) میں لکھا ہے کہ اس کے توڑنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا' جنہوں نے اس کا تیا پانچا کر دیا' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کام کے لئے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو بھیجا تھا' اہل عرب کے اور بھی بہت سارے بت تھے' ان میں ایک ذی الخلصہ تھا یہ قبیلہ دوس اور خثعم کا بت تھا اس کو کعبہ یمانیہ کہتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے منہدم کرنے کیلئے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کو روانہ فرمایا جنہوں نے اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

مشرکین کی ضلالت اور حماقت: مشرکین کے بڑے بڑے بتوں کی عاجزی اور محتاجی اور نفع ضرر پر قدرت نہ رکھنے کی حالت بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى (کیا تمہارے لئے نر ہو اور اللہ کے لئے مادہ ہو) اول تو یہ گمراہی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کر دی پھر جو اولاد تجویز کی تو بیٹیاں تجویز کر دیں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتا دیا حالانکہ اپنے لئے بیٹے پسند کرتے تھے' اسی کو سورۃ الاسراء میں فرمایا: اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا

عطیٰ (کیا تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کر دیا اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا؟ بے شک تم بڑی بات کہتے ہو) سورۂ نحل میں فرمایا فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ سو ان لوگوں سے پوچھئے کہ کیا اللہ کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے۔ خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی تخم تراشی سے کہتے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں پسند کیں' تم لوگوں کو کیا ہو گیا' کیسا حکم لگاتے ہو)

ان لوگوں کی اسی تجویز باطل کے بارے میں فرمایا تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (قوله تعالى تلك اذا قسمة ضيزى قال الراغب فى مفردات القرآن اى ناقصة اصله فعلى فكسرت الضاد للياء وقيل ليس فى كلامهم فعلى (اى بالياء) وفى مجمع البحار قسمة ضيزى جائرة ضازه يضيزه نقصه واصله ضوزى وزكره المحد فى القاموس فى المهموز حيث قال وقسمه ضارى کہ یہ تقسیم بڑی ظالمانہ ہے' بھونڈی ہے' باطل ہے' خود غور کرنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ جس چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ کے لئے کیسے تجویز کیا؟

مشرکین نے اپنے لئے خود معبود تجویز کئے اور ان کے نام بھی خود ہی رکھے: مشرکین نے جو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے تھے خود ہی تجویز کئے تھے' خود ہی ان کے نام رکھے تھے' اسی کو فرمایا اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ (یہ صرف نام ہی نام ہے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں اور انہیں معبود تجویز کر لیا ہے) یہ مستحق عبادت ہو ہی نہیں سکتے غیر معبود کو تم معبود کہنے لگے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ (اللہ تعالیٰ نے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی) اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ یہ لوگ صرف بے اصل خیالات اور محض گمان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور نفسوں کی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں جو جی میں آیا کہہ دیا اور تجویز کر لیا اور جو اصحاب اھواء نے بتا دیا (جن میں ان کے باپ دادا بھی ہیں) اسی کو مان لیا۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى (اور حال یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے) اپنی اٹکل پر اور نفس کی تجویز پر ضد کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو واقعی اور یقینی ہدایت آئی ہے اس کو نہیں مانتے۔ ہدایت ربانی سے اللہ کی کتاب قرآن مجید اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتا دیا ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس نے منحرف ہو رہے ہیں۔

پھر فرمایا اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى (کیا انسان کے لئے وہ سب کچھ ہے جس کی وہ تمنا کرے) یہ استفہام انکاری ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان کی ہر آرزو پوری نہیں ہوتی' مشرکین نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہم جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں ان سے دنیا میں ہماری حاجتیں پوری ہوں گی اور آخرت میں یہ معبود ہماری سفارش کریں گے اور بخشوا دیں گے یہ ان کی صرف اپنی آرزو اور تمنا ہے جو پوری ہونے والی نہیں' دنیا میں خود دیکھتے ہیں کہ ہر ایک انسان کی ہر تمنا پوری نہیں ہوتی' پھر اس بات کا یقین کیسے کئے بیٹھے ہیں کہ ان معبودوں سے فائدہ پہنچے گا جب کہ انہیں خود ہی معبود تجویز کر لیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں نازل کی گئی۔

فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى (سو اللہ ہی کے لئے آخرت ہے اور اولیٰ ہے) اُولیٰ نے دنیا اور اُخریٰ سے آخرت مراد ہے'

مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو کچھ تجویز کرنے اور طے کرنے کا اختیار نہیں' دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے اور آخرت میں اس کی بادشاہت ہوگی' وہ اپنے قوانین تشریعیہ اور تکوینیہ کے مطابق فیصلہ فرمائے گا' کافروں کی سب امیدیں اور آرزوئیں ضائع ہیں اور رائیگاں ہیں۔

مشرکین کا خیال باطل کہ ہمارے معبود سفارش کریں گے: مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے ان معبودوں میں بت بھی تھے اور فرشتے بھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے اور ہمیں اللہ سے قریب کردیں گے۔ یہ شیطان نے انہیں سمجھایا تھا' مطلب ان لوگوں کا یہ تھا کہ ہم جو شرک کرتے ہیں یہ اللہ کی رضا حاصل کرنے ہی کے لئے کرتے ہیں' قرآن مجید نے ان لوگوں کی تردید فرمائی بت تو بیچارے کیا سفارش کریں گے وہ تو خود ہی بے حس بے روح اور بے جان ہیں' اپنے نفع ضرر کو نہیں جانتے جو انہیں توڑنے لگے اس سے بچ نہیں کرسکتے وہ کیا سفارش کریں گے' فرشتے اور انبیاء کرام اور اللہ کے دوسرے نیک بندے اللہ کی بارگاہ میں شفاعت تو کردیں گے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو کہ فلاں فلاں کی سفارش کرسکتے ہو۔

آیت کریمہ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ (الایۃ) میں اسی مضمون کو بتایا ہے کہ آسمانوں میں بہت فرشتے ہیں ان کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی' ہاں اللہ تعالیٰ جس کے لئے اجازت دے اور جس سے راضی ہو اس کی سفارش سے فائدہ پہنچ سکے گا۔

اور چونکہ کافر اور مشرک کی بخشش ہی نہیں ہونی اس لئے ان کے لئے شفاعت کی اجازت ہونے کا کوئی تصور ہی نہیں ہوسکتا' سورۃ انبیاء میں ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد بتاتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے اور ان کی شفاعت کی امید رکھتے تھے ارشاد فرمایا: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ؕ (اور ان لوگوں نے کہا کہ رحمن نے اولاد بنائی ہے وہ پاک ہے بلکہ وہ معزز بندے ہیں وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کرسکتے اور وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں' وہ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتے ہیں اور وہ سفارش کرسکتے ہیں مگر جس کے لئے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔

مشرکین نے اپنی طرف سے فرشتوں کا مادہ ہونا تجویز کیا: مشرکین جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد بتاتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس کے بارے میں فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ؕ (بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو مؤنث یعنی لڑکی کے نام سے نامزد کرتے ہیں) ان کی یہ سب بری حرکتیں ہیں اور برے عقیدے ہیں اور ان کے یہ جو خیالات ہیں فکر آخرت نہ ہونے کی وجہ سے ہیں اگر آخرت پر ایمان لاتے اور یہ فکر ہوتا کہ موت کے بعد ہمارا کیا بنے گا ایسا تو نہیں کہ ہمارے عقائد اور اعمال ہمیں عذاب میں مبتلا کردیں تو بغیر قطعی دلیل کے فرشتوں کو نہ عورت بناتے اور نہ ان کو اللہ کی اولاد بتاتے' اپنی عقل کو کام میں نہ لائے ساری باتیں محض گمان سے کرتے رہے نہ دلیل نہ حجت محض اٹکل پچو باتیں بناتے رہے اور خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے رہے۔ اسی کو فرمایا وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ (اور ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں) اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (صرف بے اصل خیالات اور محض گمان کے پیچھے چلتے ہیں۔ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا (اور بلاشبہ گمان حق کے بارے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا) گمان کا اتباع کرنے کا تذکرہ دوبارہ فرمایا ہے پہلی جگہ باطل معبود تجویز کرنے سے متعلق ہے اور دوسری جگہ ان کو شفاعت والا سمجھنے سے متعلق ہے۔

ایمان اور فکر آخرت کی ضرورت: ... اللہ جل شانہ نے جو اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ (الآیۃ) فرمایا ہے اس میں ایک اہم مضمون کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ شرکیہ باتیں کرتے ہیں معلوم ہوا کہ آخرت پر یقین نہ ہونا کفر و شرک اختیار کرنے اور اس پر جمے رہنے کا بہت بڑا سبب ہے۔ آخرت پر یقین نہیں اور اگر آخرت کا تصور ہے تو یوں ہی جھوٹا سا دھندلا سا ہے پھر ان کے دینی ذمہ داروں نے یہ سمجھا دیا ہے کہ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو یہ تمہیں قیامت کے دن سفارش کر کے عذاب سے بچالیں گے، لہٰذا تھوڑا بہت جو آخرت کا ڈر اور فکر تھا وہ بھی ختم ہوا، مشرکین تو کافر ہیں ہی ان کے علاوہ جو کافر ہیں ان کی بہت سی قسمیں اور بہت سی جماعتیں ہیں، ان میں بعض تو ایسے ہیں جو نہ اللہ تعالیٰ شانہ کے وجود کو مانتے ہیں نہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا کوئی خالق ہے اور نہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان کے عقیدہ میں جب کوئی خالق ہی نہیں تو کون حساب لے گا اور کون دوبارہ زندہ کرے گا یہ ملحدین کا اور دہریوں کا عقیدہ ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کسی دین اور دھرم کے قائل ہیں اللہ تعالیٰ کو بھی خالق اور مالک مانتے ہیں لیکن شرک بھی کرتے ہیں اور تناسخ یعنی واگون کا عقیدہ رکھتے ہیں آخرت کے مؤاخذہ اور مسءلہ اور عقاب کا تصور ان کے یہاں نہیں ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کرتے ہیں، یعنی یہود و نصاریٰ یہ لوگ دوسرے کافروں کی نسبت آخرت کا ذرا زیادہ تصور رکھتے ہیں، لیکن دونوں قوموں کو عناد اور ضد نے برباد کر دیا، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر ایمان نہیں لاتے یہودیوں کی آخرت سے بے فکری کا یہ عالم ہے کہ یوں کہتے ہیں لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً ط (ہمیں ہرگز آگ نہ پکڑے گی مگر چند روز) یہ جانتے ہوئے کہ دنیاوی آگ ایک منٹ بھی ہاتھ میں نہیں لے سکتے اپنے اقرار سے چند دن کے لئے دوزخ میں جانے کو تیار لیکن ایمان لانے کو تیار نہیں ہیں۔ اور نصاریٰ کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ آخرت کے عذاب کا یقین رکھتے ہوئے اپنے دینی پیشواؤں اور پادریوں کی باتوں میں آ گئے۔ جنہوں نے یہ سمجھا دیا کہ کچھ بھی کر لو اتوار کے دن چرچ میں آ جاؤ بڑے بڑے گناہ جو کئے ہیں وہ پادری کو بتا دو وہ انہیں معاف کر دے گا اور دوسرے گناہوں کو بتانے کی بھی ضرورت نہیں، پادری کے اعلان عام میں معاف ہو جائیں گے ایسی بے وقوفی کی باتوں کو مان کر آخرت کے عذاب سے غافل ہیں اور کفر و شرکیں بتا رہیں، بے فکری نے ان سب کا ناس کھویا ہے، آخرت کے عذاب کا جو دھندلا سا تصور ذہن میں تھا اسے بھی ان کے بڑوں نے کالعدم کر دیا، دھڑلے سے کفر پر بھی جمے ہوئے ہیں اور شرک پر بھی اور کبیرہ گناہوں پر بھی، غور کرنے کی بات ہے کہ نہ فرمانی کی خالق تعالیٰ جل مجدہ کی اور معاف کر دیں بندے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

آخرت کے عذاب سے بچنے کی فکر کرنا لازم ہے: ... انسانوں کو موت کے بعد کی فکر ہی نہیں اور یہ یقین ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے اپنی طرف سے کوئی دین بھیجا ہے جس کے ماننے اور قبول کرنے پر آخرت کے عذاب سے بچ جائیں گے نہ فکر ہے نہ یقین ہے اسی لئے کفر و شرک اور گنہگاری کی زندگی میں مبتلا ہیں، فکر اور یقین بہت بڑی چیز ہے اگر کسی کو فکر لاحق ہو جائے اور کفر و شرک پر مرنے سے عذاب میں مبتلا ہونے کا یقین ہو جائے تو نیند نہ آئے اور نہ کھانے میں مزا آئے، جب تک اس دین کو تلاش نہ کر لیں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بھیجا ہے اور اس کے انکار پر دوزخ میں داخل کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے اس کی تحقیق کرنے سے پہلے نہ جینے میں مزہ آتا نہ خوشیاں مناتے نہ مستیاں کرتے۔ اگر واقعی فکر کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ سب کی سمجھ میں یہی آئے گا کہ صرف دین اسلام ہی اللہ تعالیٰ کے یہاں معتبر ہے اور اسی میں نجات ہے، اس کے خلاف کسی کی بات نہ مانیں گے نہ کسی سردار کی، نہ پیشوا کی، نہ پوپ کی، نہ پادری کی اور ہر شخص مذہب کے بڑوں کو جواب دے کہ دین کو اختیار کرنا دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لئے ہے، دنیا میں گروہ بندی کرنے کیلئے نہیں تم اپنی بڑائی باقی رکھنے اور ایک جماعت کا سردار اور پیشوا بننے کی حرص میں ہمارا ناس کیوں کھوتے ہو اور اپنے ساتھ ہمیں دوزخ

میں لے جانے کی فکر میں کیوں مبتلا ہو؟

درحقیقت آخرت پر پختہ ایمان نہ ہونا، خواہشات نفس کا اتباع کرنا اُنکل پچو اپنے لئے دین تجویز کر لیا' ان تین باتوں نے انسانوں کو دوزخ میں ڈالنے کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ بہت سے وہ لوگ جو مسلمان ہیں آخرت کا یقین بھی رکھتے ہیں لیکن خواہش نفس کا مقابلہ نہیں کر سکتے' یہ لوگ بھی اپنی جانوں کو آخرت کے عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے تیار ہیں' نمازیں چھوڑنے والے زکوٰۃ نہ دینے والے حرام کمانے والے' حرام کھانے والے اور دوسرے گناہوں میں جو لوگ پھنسے ہوئے ہیں ان کے ایمان کو خواہشات نفس نے کمزور کر رکھا ہے' فکر آخرت نہیں اس لئے گناہ نہیں چھوڑتے۔

گمان کی حیثیت:۔ آیات بالا میں گمان کے پیچھے پڑنے کی بھی مذمت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ گمان حق کا فائدہ نہیں دیتا۔ اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت اور نصیحت ہے جو قرآن و حدیث کی تصریحات کے مقابلہ میں اپنے خیال اور گمان کے تیر چلاتے ہیں اور دینی مسائل میں دخل دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یوں ہے یا یوں ہونا چاہئے جو لوگ عموماً دوسروں کے بارے میں بدگمانی کرتے ہیں اور ان کی یہ بدگمانی انہیں غیبت اور تہمت پر آمادہ کر دیتی ہے (اپنی آخرت کی فکر نہیں کرتے یہ لوگ اپنی بہت سی ایسی ہی حرکتوں کی وجہ سے رسوا بھی ہو جاتے ہیں اور آخرت میں گناہوں کا نتیجہ سامنے آ ہی جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی باتوں میں سب سے جھوٹی بات ہے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۷) عن البخاری و مسلم)

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ

سو آپ انکی طرف سے اعراض کیجئے جس نے ہماری نصیحت سے روگردانی کی اور دنیا ہی زندگی کے علاوہ اس نے کوئی مقصد نہ پایا' یہ ان کے علم کی حد ہے'

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا ع ۲

بیشک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے' جو اس کے رستہ سے بھٹکا اور وہ اسے خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی اور اللہ ہی کیلئے ہے جو آسمانوں میں ہے

فِى الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ

اور جو زمین میں ہے تاکہ وہ بدلہ دے برے عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کا اور جن لوگوں نے اچھے کام کئے' ان کی اچھائی کا بدلہ دے وہ لوگ ایسے ہیں

كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ

جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں مگر ہلکے گناہ' بے شک آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے' وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں

الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ ع ۲

زمین سے پیدا فرمایا اور جب تم ماؤں کے پیٹوں میں تھے سو تم اپنی جانوں کو پاک باز نہ بتاؤ وہ تقوے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔

اہل دنیا کا علم دنیا ہی تک محدود ہے' اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو اور گمراہوں کو خوب جانتا ہے

یہ چند آیات کا ترجمہ ہے' ان میں اولاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ جس شخص نے ہماری نصیحت سے اعراض کیا

آپ اس کی طرف سے اعراض فرمائیں بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے پیچھے نہ پڑیں اور ان کی حرکتوں سے دلگیر نہ ہوں ان کو دنیا میں جھٹلانے اور انکار کرنے کی سزا مل جائے گی اور آخرت میں تو ہر کافر کے لئے عذاب ہے ہی اس سے چھٹکارہ نہیں۔ جن لوگوں نے قرآن سے اعراض کیا ان کی ایک صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا (کہ اس نے صرف دنیا والی زندگی کا ارادہ کیا) اس میں یہ بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اعراض کرنے والوں کی یہ صفت بھی ہوتی ہے کہ صرف دنیا ہی کو چاہتے ہیں دنیا ہی ان کا مقصود اور مطلوب ہوتی ہے اور اسی کے لئے کھاتے ہیں اور مرتے ہیں اور اسی کے لئے جیتے ہیں اور مرتے ہیں جس نے دنیا ہی کو مقصود بنایا وہ موت کے بعد کی زندگی کے لئے اور وہاں کام آنے والے اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہی نہیں اس کا سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا دنیا ہی کے لئے ہوتا ہے ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط (یہ ہی ان کے علم کی پہنچ ہے) جتنی بھی ترقی کرلیں اور جتنا بھی پڑھ لیں اور جتنی بھی ڈگریاں حاصل کرلیں ان کا سب کچھ غور وفکر اور مقصود اور مطلوب دنیا کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا جو دنیا میں غرق ہو گیا آخرت کی فکر سے اسے واسطہ ہی نہ رہا سورۂ روم میں فرمایا یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ط (یہ لوگ دنیوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں) اصحاب دنیا کو دنیا کی محبت ایمان قبول نہیں کرنے دیتی اور جو لوگ ایمان قبول کر لیتے ہیں ان کا بھی یہی حال ہوتا ہے جتنی دنیا غالب ہوگی اسی قدر آخرت سے غفلت ہوگی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من احب دنیاہ اضر باخرتہ ومن احب اخرتہ اضر بدنیاہ فاثروا ما یبقی علی ما یفنی (جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا لہٰذا تم باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۱)

مطلب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے۔ اس کو ترجیح دینا ہوش مندی کی بات ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا حب الدنیا راس کل خطیئۃ (دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو دعائیں کیا کرتے تھے ان میں سے ایک یہ دعا بھی تھی اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا ط (اے اللہ! ہمارے دین میں کوئی مصیبت مت بھیجئے اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی فکر اور ہمارے علم کی پہنچ مت بنا دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۱۹)

پھر فرمایا اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ط (بیشک آپ کا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ خوب جانتا ہے اس شخص کو جس نے ہدایت پائی) دونوں فریقوں کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ ہر ایک کے حال کے مطابق جزا سزا دے دے گا۔

برے کام کرنے والوں کو انکے اعمال کی سزا ملے گی اور محسنین کو اچھا بدلہ دیا جائے گا: وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط (اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) اسی نے سب چیزوں کو پیدا فرمایا ہے اسی مخلوق میں بنی آدم بھی ہیں جن کیلئے ہدایت بھیجی ہے ہدایت پہنچنے کے بعد دو فریق ہو گئے ایک برے اعمال والا ہے دوسرا فریق اچھے اعمال والا ہے دونوں فریق کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا اسی بات کو لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی میں بیان فرمایا ہے پھر اچھے عمل کرنے والوں کی صفت بتاتے ہوئے الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ فرمایا ہے اس میں نیک ہونے کی سلبی صفت بیان فرمادی اور یہ بتایا کہ جیسے فرائض اور واجبات کا اہتمام کرنا اور دیگر اعمال صالحہ اور اخلاق

عالیہ کا انجام دینا نیکیوں سے متصف ہونے کی ایک صفت ہے اسی طرح اس کے مقابل بڑے گناہوں اور فحش کاموں کو چھوڑ دینا بھی اچھے بندوں کی صفت ہے کوئی شخص نیک عمل کرتا رہے اور ساتھ ہی گناہ کبیرہ کا بھی ارتکاب کرے تو یہ شخص کامل طریقہ پر اچھے بندوں میں شمار نہیں ہوگا دونوں پہلو نیکی کا جزو ہیں جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرنا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے بچنا دونوں چیزیں مل جائیں تو تب ایمان کا کمال حاصل ہوتا ہے اور بندہ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا کا مصداق بنتا ہے بہت سے لوگ نفلیں زیادہ پڑھتے ہیں لیکن گناہ چھوڑنے کی طرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ گناہوں کو چھوڑنا بہت بڑی نیکی ہے بلکہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اتق المحارم تکن اعبد الناس (تو گناہوں سے بچ لوگوں میں سب سے بڑھ کر عبادت گزار ہوگا) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۰) بات یہ ہے کہ نیکی کرنا بہ نسبت گناہ چھوڑنے کے آسان ہے اور بہت سے لوگ گناہوں سے بچنے میں کوئی خاص زیادہ ثواب نہیں سمجھتے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے بچنا سب سے بڑی عبادت ہے جن گناہوں کی عادت پڑ گئی ہے انہیں کرتے ہی رہتے ہیں نیکیوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ہی گناہوں کو چھوڑنے کا اہتمام کرنا بھی لازم ہے۔

آیت شریفہ میں کبیرہ گناہوں سے اور فواحش سے بچنے والوں کو الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا کا مصداق بتایا ہے کبیرہ گناہ کون سے ہیں ان کی تفسیر سورۂ نساء کی آیت اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ کے ذیل میں لکھ چکے ہیں۔

بڑے گناہوں سے بچنے کے ساتھ فواحش سے بچنے کا بھی تذکرہ فرمایا۔ فواحش سے بچنا بھی اچھے بندوں کی صفت ہے اور فواحش کو کبائر الاثم میں داخل ہیں لیکن الگ سے بھی ان کا تذکرہ فرما دیا تاکہ ان کبیرہ گناہ سے بھی بچیں جو بے حیائی اختیار کرنے کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں مردوں اور عورتوں سے جو بے حیائی کے اعمال صادر ہوتے ہیں لفظ الفواحش ان سب کو شامل ہے دیگر گناہوں کے ساتھ بے حیائی والے اعمال سے بچنے کا خاص اہتمام کریں۔ کبائر اور فواحش کے تذکرہ کے ساتھ اِلَّا اللَّمَمَ بھی فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور کبھی کبھی ان سے گناہ صغیرہ سرزد ہو جائے تو اس کی وجہ سے الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا کی صفت میں خلل نہیں آتا جو لوگ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں ان سے کبھی کبھی صغیرہ گناہوں کا صدور ہو جاتا ہے۔ چونکہ ان کا دینی مزاج ہوتا ہے اور دل پر خوف وخشیت کا غلبہ رہتا ہے اس لئے جلدی توبہ واستغفار بھی کر لیتے ہیں اور گناہ پر اصرار بھی نہیں کرتے اور چھوٹے گناہ نیکیوں سے بھی معاف ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ سورۂ ہود میں اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ فرمایا ہے صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں کہ مطلب استثناء کا یہ ہے کہ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا کی جو محبوبیت یہاں بقرینہ مقام مدح مذکور ہے اس کا مصداق بننے کیلئے کبائر سے بچنا تو شرط ہے لیکن صغائر کا احیاناً صدور اس کے لئے موقوف علیہ نہیں البتہ عدم اصرار شرط ہے اور استثناء کا یہ مطلب نہیں کہ صغائر کی اجازت ہے نہ اشتراط کا یہ مطلب ہے کہ الذین احسنوا کا مجزی بالحسنی ہونا موقوف ہے۔ اجتناب عن الکبائر پر کیونکہ مرتکب کبائر بھی جو حسنہ کرے گا اس کی جزا پائے گا لقولہ تعالیٰ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ پس استثناء کا معنی بجزی کے اعتبار سے نہیں بلکہ تلقیب بالمحسن اور محبوبیت خاصہ کے اعتبار سے ہے جس پر عنوان اَحْسَنُوْا دال ہے اھ

بیان القرآن میں یہ جو فرمایا ہے کہ اس میں صغیرہ گناہوں کی اجازت نہیں دی گئی یہ تنبیہ واقعی ضروری ہے صغیرہ گناہ اگرچہ صغیرہ ہیں اور نیکیوں کے ذریعہ معاف ہو جاتے ہیں پھر بھی صغیرہ گناہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر کسی چھوٹے بڑے گناہ کی اجازت ہو جائے تو وہ گناہ ہی کہاں رہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! حقیر گناہوں سے بھی

بچنا کیونکہ اللہ کی طرف سے ان کے بارے میں بھی مطالبہ کرنے والے ہیں (یعنی اللہ کی طرف سے جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور ہیں وہ ان کو بھی لکھتے ہیں اور ان کے بارے میں محاسبہ اور مواخذہ ہو سکتا ہے (رواہ ابن ماجہ والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان کما فی المشکوٰۃ ص ۴۸۵)

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (بلاشبہ آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے) جو لوگ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یوں نہ سمجھیں کہ بس عذاب میں جانا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے، بڑی مغفرت والا ہے اس کی طرف رجوع کریں توبہ و استغفار کو لازم پکڑیں اور ضائع شدہ حقوق کی تلافی کریں۔ یہ بندہ کا کام ہے یوں تو اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جسے چاہے بغیر توبہ کے بھی معاف فرما دے لیکن کفر و شرک معاف نہیں ہوگا۔

- هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (وہ تمہیں خوب اچھی طرح جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔)

یہ بنی آدم کی ابتدائی تخلیق تھی اس کے بعد نسل در نسل انسان پیدا ہوتے رہے بڑھتے رہے پھر ہر انسان کی انفرادی تخلیق کو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے مرد و عورت جو اپنی ماؤں کے پیٹوں میں مختلف اطوار سے گزرتے ہیں ان کی حالتوں کا بھی اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔

اپنا تزکیہ کرنے کی ممانعت:۔ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ (پس اپنے نفسوں کو پاکیزہ نہ بتاؤ) هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (جو لوگ شرک اور کفر سے بچتے ہیں وہ انہیں خوب جانتا ہے) جسے تمہاری تخلیق سے پہلے ہی تمہارے حالات کا علم ہے اسے ہر شخص کا اور ہر شخص کے اعمال کا علم ہے اور اعمال کی خوبی اور اچھائی اور اعمال کے کھوٹ اور نقص کا بھی ہے وہ ہر شخص کو اپنے علم کے مطابق اس کے عمل کے موافق جزا دے گا۔ یہ کہتے پھرنے کی کیا ضرورت ہے کہ میں نے ایسا ایسا عمل کیا، اتنے روزے رکھے، اتنی نمازیں پڑھیں اور اتنے حج کئے اور فلاں موقع پر حرام سے بچا بندہ جیسا بھی عمل کرے وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو ہی نہیں سکتا عموماً جو متقی اور صالح بندے عمل کرتے ہیں ان میں بھی کچھ نہ کچھ پک خرابی اور کھوٹ کی ملاوٹ رہتی ہی ہے پھر اپنی تعریف کرنے کا کسی کو کیا مقام؟ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

بندہ همان به که بتقصیر خویش — عذر بدرگاه خدا آورد
ورنه سزاوار خداوندیش — کس نتواند که بجا آورد

اپنا تزکیہ کرنا اور اپنی تعریف کرنا یعنی اپنے اعمال کو اچھا بتانا اور اپنے اعمال کو بیان کر کے دوسروں کو معتقد بنانا یا اپنے اعمال پر اترانا اور فخر کرنا آیت شریفہ سے ان سب کی ممانعت معلوم ہوگئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا نام رکھنا بھی پسند نہ تھا جس سے اپنی بڑائی اور خوبی کی طرف اشارہ ہوتا ہو حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ نے بیان کیا کہ میرا نام برہ تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جانوں کا تزکیہ نہ کرو یعنی یوں نہ کہو کہ میں نیک ہوں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم میں نیکی والے کون ہیں اس کا نام زینب رکھ دو۔ (رواہ مسلم ص ۲۰۸ ج ۲)

مطلب یہ ہے کہ کسی کا نام برہ (نیک عورت) ہوگا تو اس سے جب پوچھا جائے گا کہ تو کون ہے؟ تو وہ یہ کہے گی کہ برہ یعنی میں نیک عورت ہوں اس میں بظاہر صورتاً خود اپنی زبان سے نیک ہونے کا دعویٰ ہو جاتا ہے لہٰذا اس سے بھی منع فرما دیا۔ یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح ایک لڑکی کا نام زینب رکھ دیا جس کا پہلا نام برہ تھا اسی طرح آپ نے ایک لڑکی کا نام جمیلہ رکھ دیا جس کا پہلا نام عاصیہ (گنہگار) تھا (رواہ مسلم) معلوم ہوا کہ اپنی نیکی کا ڈھنڈورہ بھی نہ پیٹے اور اپنا نام اور لقب بھی ایسا نہ کرے جس سے گناہگاری ٹپکتی ہو مؤمن نیک ہوتا ہے لیکن نیکی کو بگھاڑتا نہیں پھرتا اور کبھی گناہ ہو جاتا ہے تو توبہ کر لیتا ہے نیز اپنی ذات کے لئے کوئی ایسا

نام ولقب بھی تجویز نہیں کرتا جس سے گناہ گاری کی طرف منسوب ہوتا ہو۔ بہت سے لوگ تواضع میں اپنے نام کے ساتھ العبد العاصی یا عاصی پر معاصی لکھتے ہیں یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سے جو ثابت نہیں کھاتا۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۝ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۝ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ

اے مخاطب! کیا تو نے اسے دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا سا دیا اور بند کر دیا کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے یا اسے ان مضامین کی خبر نہیں

بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ

دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور جو ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں کہ جس نے پوری جانفشانی کی یہ کہ کوئی بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کیلئے نہیں

اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝ وَاَنَّهٗ

ہے مگر وہی جو کچھ اس نے کمایا اور یہ کہ اس کی محنت عنقریب دیکھی جائے گی۔ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ تیرے رب ہی پاس جانا ہے اور یہ کہ وہی

هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ

ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور یہ کہ اسی نے جوڑے پیدا کئے یعنی مذکر اور مؤنث نطفے

اِذَا تُمْنٰى ۝ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝ وَاَنَّهٗ

سے جبکہ وہ ڈالا جاتا ہے اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا اور یہ کہ اسی نے دولت دی اور سرمایہ باقی رکھا اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔ اور یہ کہ اسی نے

اَهْلَكَ عَادَا ِۨالْاُوْلٰى ۝ وَثَمُوْدَا فَمَاۤ اَبْقٰى ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ۝

عاد اولیٰ کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی سو باقی نہیں رکھا۔ اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو بیشک یہ لوگ خوب بڑھ کر ظالم اور سرکش تھے۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۝ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝

اور الٹی ہوئی بستیوں کو پھینک دیا سو ان بستیوں کو جو اس چیز نے ڈھانپا جو ڈھانپا تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرتا رہے گا۔

کافر دھوکہ میں ہیں کہ قیامت کے دن کسی کا کام یا عمل کام آجائے گا

روح المعانی (ص ۶۵ ج ۲۷) میں حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قراءت سنی تو متاثر ہوا اور اسلام کے قریب ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس کے اسلام کے قبول کرنے کی امید بندھ گئی پھر اسے مشرکین میں سے ایک شخص نے ملامت کی اور کہا کیا تو اپنے باپ دادوں کے دین سے ہٹ رہا ہے تو سمجھتا ہے کہ محمد علیہ السلام کا دین قبول نہ کیا تو موت کے بعد عذاب میں مبتلا ہوگا ایسا کر تو اپنے دین پر واپس آجا اور تجھے جو عذاب کا ڈر ہے تیری طرف سے میں برداشت کر لوں گا' مگر یوں ہی مفت میں نہیں شرط یہ ہے کہ تو مجھے اتنا اتنا مال دے دے۔ ولید اس پر راضی ہو گیا اور جو کچھ تھوڑا بہت ارادہ اسلام قبول کرنے کا کیا تھا اس سے باز آ گیا اور جس شخص نے اس سے یہ بات کہی تھی اسے کچھ مال دیدیا ابھی اتنا مال نہیں دیا تھا جتنے مال کی بات ہوئی تھی کہ کنجوسی سوار ہو گئی اور باقی مال جس کا وعدہ کیا تھا وہ روک لیا اللہ تعالیٰ شانہ نے آیات کریمہ نازل فرمائیں افرأیت

الَّذِیْ تَوَلّٰی (اے مخاطب! کیا تو نے اسے دیکھا جس نے روگردانی کی)

وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی (اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا) اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی (کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے) یعنی اس کو کیسے پتہ چلا کہ قیامت کے دن کوئی شخص کسی کا عذاب اپنے سر لے سکتا ہے اور کافروں نے جو کفر اور شرک کا جرم کیا ہے اس کے بجائے دوسرے کو عذاب دے دے گا ان کے پاس علم غیب تو ہے نہیں پھر قیامت کے دن کے فیصلہ کا انہیں کیسے علم ہوا؟ نہ انہیں علم غیب ہے نہ ایسا ہونے والا ہے اپنے پاس سے باتیں بناتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم جس طرح چاہیں گے اس طرح ہو جائے گا۔ (العیاذ باللہ)

اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ۙ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ۙ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۙ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۙ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ۙ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ۙ (کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں جس نے پوری بجا آوری کر دی کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہی جو کچھ اس نے کمایا اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھ لی جائے گی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا)

مشرکین مکہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد تھے اور مدینہ منورہ میں جو یہودی تھے وہ اپنے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر بتاتے تھے دونوں قوموں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا لہٰذا ان دونوں حضرات (حضرت ابراہیم و موسیٰ) کے صحیفوں کا تذکرہ فرمایا کہ ان کے صحیفوں میں تو یہ لکھا ہے کہ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا دوسرا کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہر شخص کا اپنا ایمان اور کفر کی جزا سزا ملے گی کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے عذاب بھگتنے کو تیار نہ ہوگا (وَمَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیهُمْ مِّنْ شَیْءٍ) اور نہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں یہ بات ہے کہ کسی ایک شخص کو دوسرے شخص کے بدلہ عذاب دے دیا جائے جو شخص جیسا کرے گا ویسا بھرے گا مومن ایمان کا پھل پائے گا اور کافر کو کفر کی سزا ملے گی۔ ہر شخص کی محنت اور سعی سامنے آجائے گی لہٰذا اس بل بوتہ پر کفر پر جمارہنا کہ میں دنیا میں کسی کو مال دے دیتا ہوں وہ میری طرف سے عذاب بھگت لے گا یا کسی سے یوں کہہ دینا کہ میں تیری طرف سے عذاب بھگت لوں گا۔ قانون الٰہی کے خلاف ہے۔ دنیا میں بیٹھ کر باتیں بنا لینے اور خود ہی فیصلے کر لینے سے عذاب آخرت سے چھٹکارہ نہ ہوگا۔ اس مضمون کی تفصیل کے لئے سورۃ النحل رکوع ۳ اور سورۃ العنکبوت رکوع ۱۶ کی تفسیر کی مراجعت کر لی جائے۔

یہ جو فرمایا ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (کہ ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی) اس پر جو یہ اشکال ہوتا ہے کہ پھر ایصال ثواب کا کوئی فائدہ نہ رہا کیونکہ جو شخص عمل کرتا ہے آیت کریمہ کی رو سے اس کا ثواب صرف اس کو پہنچنا چاہیے نہ کہ کسی دوسرے شخص کو۔ اس اشکال کو حل کرنے کے لئے بعض اکابر نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں جو اِلَّا مَا سَعٰی فرمایا ہے اس سے ایمان مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے ہی ایمان کا ثواب ملے گا اس بات کو سامنے رکھ کر اشکال ختم ہو جاتا ہے کیونکہ کسی شخص کا ایمان کسی ایسے شخص کو فائدہ نہیں دے سکتا جو کافر ہو اور کافر کو ایصال کرنے سے بھی ثواب نہیں پہنچتا۔ ذریت کو جو آباء کے ایمان کا ثواب پہنچے گا (جس کا سورۂ طور میں ذکر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی توجیہ میں آرہا ہے) اس میں اَتْبَعْنٰهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ کے ساتھ بِاِیْمَانٍ بھی مذکور ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آیت کا مفہوم عام نہیں ہے بلکہ عام مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ احادیث شریفہ میں حج بدل کرنے کا ذکر ہے اور حج بدل دوسرے شخص کا عمل ہے پھر بھی اس کا حج ادا ہو جائے گا جس کی طرف سے حج ادا کیا ہے بعض احادیث میں (جو سند

کے اعتبار سے صحیح ہیں) دوسرے کی طرف صدقہ کرنے کا ثواب بھی ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص ذکر یا تلاوت کا ثواب پہنچائے جبکہ ذکر تلاوت محض اللہ کی رضا کیلئے ہو کسی طرح کا پڑھنے والے کو مالی اجر نہ ہو تو اس میں ائمہ رام یہم الرحمہ کا اختلاف ہے حضرات حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک بدنی عبادات کا ثواب بھی پہنچتا ہے اور حضرات شوافع اور مالکیہ کے نزدیک نہیں پہنچتا جن حضرات کے نزدیک ثواب پہنچتا ہے وہ حج بدل اور صدقات پر قیاس کرتے ہیں اور اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی مروی ہے۔

فقد روی ابو داؤد بسنده عن ابی هریرة رضی الله عنه قال من یضمن لی منکم ان یصمن لی فی مسجد العشار رکعتین اواربعا ویقول هذه لابی هریرة سمعت حلیلی ابا القاسم صلی الله علیه وسلم یقول ان الله یبعث من مسجد العشار یوم القیامة شهداء لا یقوم مع شهداء بدر غیر هم قال ابو داؤد هذا المسجد مما یلی النهر (ای القرات ص ۲۳۶ ج ۲)

قال فی الدر المختار الاصل أن کل من اتی بعبادة ماله جعل ثوابها لغیره وان نواها عندالفعل لنفسه لظاهر الا دلة وأما قوله تعالی وان لیس للانسان الا ماسعی ای الاداوهبه له (انتهی) قال الشامی فی ردالمحتار (قوله لی جعل) ثوابها لغیره) خلافا للمعترلة فی کل العبادات ولمالک والشافعی فی العبادات البدنیة المحضة کا لصلوة والتلاوة فلا یقولان بوصولها بخلاف غیر ها کا لصدقة والحج ولیس الخلاف فی ان له ذلک اولا کما هوظاهر اللفظ بل فی انه یجعل بالجعل اولا بل یلغو جعله افاده فی الفتح ای الخلاف فی وصول الثواب وعدمه (قوله لغیره) ای من الاحیاء والاموات (بحرعن الدانع) (ص ۲۳۶ ج ۲) وقد اطال الکلام فی ذلک الحافظ ابن تیمیة فی فتاواه (۳۰۶ الی ص ۲۳۴ ج ۲۴) وقال یصل الی المیت قراءة اهله تسبیحهم وتکبیر هم وسائر ذکرهم الله تعالی واجاب عن استدلال المانعین وصول الثواب بایة سورة النجم ثم اطال الکلام فی ذلک صاحبه ابن القیم فی کتاب الروح (من ص ۱۵۶ الی ص ۱۹۲) والیک ماذکر فی فتاوی الحافظ ابن تیمیة فی آخر البحث وسئل هل القراءة تصل الی المیت من الولد أ ولا؟ علی مذهب الشافعی.

فاجاب أما وصول ثواب العبادات البدنیة کالقراءة والصوم فمذهب أحمد وأبی حنیفة وطائفة من اصحاب مالک والشافعی الی أنها تصل ومذهب اکثر أصحاب مالک والشافعی الی أنها لا تصل والله أعلم

وسئل عن قراءة أهل المیت أتصل الیه؟ والتسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر اذا اهداه الی المیت یصل الیه ثوابها ام لا؟

فاجاب یصل الی المیت قراءة أهله وتسبیحهم وتکبیر هم وسائر ذکرهم الله اذا أهدوه الی المیت وصل الیه والله أعلم (ص ۳۲۴ ج ۲۴)

وسر المسألة أن الثواب ملک للعامل فاذا تبرع به واهداه الی اخیه المسلم اوصله الله الیه فما الذی خص من هذا ثواب قراءة القران وحجر علی العبد أن یوصله الی اخیه وهذا عمل الناس حتی المنکرین فی سائر الأعصار والا مصار من غیر نکیر من العلماء اه

(ابوداؤد نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ

مسجد عشار میں جا کر دو یا چار رکعت نماز پڑھ کر کہے یہ ابو ہریرہ کے لئے ہیں کہ میں نے اپنے خلیل حضرت ابوالقاسم ﷺ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے بیشک اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن شہداء اٹھائیں گے کہ ان کے علاوہ بدر کے شہداء کے ساتھ اور کوئی نہیں اٹھایا جائے گا۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ مسجد نہر فرات کے کنارہ پر ہے۔ درمختار میں ہے اصل یہ ہے کہ جس نے کوئی مالی عبادت کی اور اس کا ثواب کسی اور کو بخش دیا اگرچہ اس عمل کے وقت اپنی نیت کی تھی (تو بھی ثواب پہنچ جائے گا) ظاہر دلائل کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وان لیس للانسان الا ماسعی اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ جب اس کو کسی نے اسے بٹہ کیا۔ شامی نے ردالمحتار میں کہا ہے کہ درالمختار والے کا جعل ثوابها لغیره اس میں تمام عبادات کے ثواب میں معتزلہ کا اختلاف ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ان عبادات کے ثواب میں اختلاف ہے جو محض بدنی ہیں جیسے نماز، تلاوت، وہ ان کے ایصال ثواب کے قائل نہیں ہیں۔ بخلاف دوسری عبادات صدقہ حج وغیرہ کے اور اختلاف اس میں نہیں ہے کہ ان اعمال کا ثواب ان کے کرنے والے کو ہے یا نہیں بلکہ اختلاف اس میں ہے کہ اس کی طرف سے ثواب منتقل کرنے سے دوسرے کو منتقل ہوتا ہے یا نہیں بلکہ اس کا انتقال ثواب کا عمل لغو ہے۔ اس اختلاف کا تذکرہ فتح الباری میں ہے۔ درمختار کا قول لغیرہ اس سے مراد خواہ زندہ ہو یا مردہ۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کی تلاوت، تسبیح وتکبیر وغیرہ تمام ذکر اللہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور سورۃ النجم کی آیت سے ایصال ثواب کے مانعین کے استدلال کا جواب دیا ہے پھر علامہ ابن تیمیہؒ کے شاگرد علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں اس بحث کے آخر میں جو مذکور ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق اولاد کی جانب سے میت کو قرأت قرآن کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا عبادات بدنیہ جیسے قراءۃ، نماز اور روزہ کے بارے میں امام احمد، امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعیؒ کے شاگردوں کی ایک جماعت رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور امام مالکؒ کے اکثر اصحاب اور امام شافعی کے اکثر اصحاب کا خیال یہ ہے کہ ان کا ثواب نہیں پہنچتا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ میت کے گھر والوں کی قرأت تسبیح، تکبیر، تہلیل وتحمید کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا میت کے گھر والوں کی قرأت، تسبیح تہلیل، تکبیر وغیرہ تمام اذکار کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس بحث کے آخر میں کہا ہے اس مسئلہ کی روح یہ ہے کہ ثواب، عمل کرنے والے کی ملکیت ہے جب وہ اس کا تبرع اور ہدیہ اپنے مسلمان بھائی کو کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پہنچا دیتا ہے پس وہ کون سی دلیل ہے کہ جس نے اس اصول سے قراءت قرآن کے ثواب کو خاص کر لیا ہے اور آدمی کو اپنے بھائی کی طرف ثواب بھیجنے سے روکتی ہے۔ نیز اس پر تو تمام شہروں میں تمام مسلمانوں کا عمل ہے حتی کہ منکرین بھی کرتے ہیں۔ علماء اس پر کوئی نکیر نہیں کرتے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آیت کریمہ کا عموم منسوخ ہے کیونکہ دوسری آیت میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آباء کے ایمان کا انکی ذریت کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ والی خراسان نے حضرت حسین بن الفضل سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ فرمایا ہے اور دوسری طرف وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى فرمایا ہے دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ حضرت حسین ابن الفضل نے فرمایا ہے کہ سورۂ نجم کی آیت میں عدل الٰہی کا تذکرہ ہے کہ جو بھی کوئی اچھا عمل کرے اس کو بقدر عمل ضرور ہی اجر ملے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اس کا استحقاق ہے اس کے اجر کو ضائع نہیں فرمائے گا اور وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ میں فضل کا بیان ہے وہ جسے جتنا چاہے زیادہ سے زیادہ دیدے اسے اختیار ہے۔

والی خراسان کو یہ جواب پسند آیا اور حضرت حسین بن الفضل کا سر چوم لیا صاحب روح المعانی نے بھی اس جواب کو پسند کیا پھر فرمایا ہے کہ حضرت ابن عطیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی صرف گناہ کے ساتھ مخصوص ہے نیکی کا ثواب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوب بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا جس کی تفصیلات حدیثوں میں آئی ہیں اور قرآن مجید میں جو وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ اعمال صالحہ سے متعلق ہے جو شخص گناہ کرے گا اس کا گناہ اتنا ہی لکھا جائے گا جتنا اس نے کیا ہے اور اسی پر مواخذہ ہوگا گناہ بڑھا کر نہیں لکھا جاتا (وھذا توجیہ حسن)

صاحب معالم التنزیل نے حضرت عکرمہؓ سے ایک جواب یوں نقل کیا ہے کہ سورۃ النجم کی آیت حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں ہے کیوں کہ یہ مضمون بھی ان حضرات کے صحیفوں میں ہے ان کی قوموں کو صرف اپنے ہی کئے ہوئے عمل کا فائدہ پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت پر اللہ تعالیٰ نے یہ فضل بھی فرمایا کہ کوئی دوسرا مسلمان ثواب پہنچانا چاہے تو وہ بھی پہنچ جائیگا۔

لیکن اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور مومنین کے لئے جو ان کے گھر میں داخل ہوں مغفرت کی دعا کی جیسا کہ سورۂ نوح کی آخری آیت میں مذکور ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کے لئے اور اپنی قوم کے لئے مغفرت کی دعا کی جو سورۂ اعراف رکوع نمبر ۱۹ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امم سابقہ میں ایک دوسرے کے لئے دعا قبول ہوتی تھی (ہاں اگر دعائے مغفرت کو مستثنیٰ کیا جائے تو یہ دوسری بات ہے)

یہ جو حدیث شریف میں فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے اور تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔

(۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو (۳) وہ صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو۔ اور بعض روایات میں سات چیزوں کا ذکر ہے) ان کا ثواب پہنچنے سے کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ یہ مرنے والے کے اپنے کئے ہوئے کام ہیں اولاد صالح جو دعا کرتی ہے اس میں والد کا بڑا دخل ہے کیونکہ اسی کی کوششوں سے اولاد نیک بنی اور دعا کرنے کے لائق ہوئی۔

وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی :۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توصیف میں اَلَّذِیْ وَفّٰی فرمایا انہوں نے مومورات الٰہیہ کو پورا کیا۔ اللہ نے جو انہیں رسالت کا کام سپرد کیا اور دعوت وارشاد کے لئے انہوں نے مامور فرمایا اور جن اعمال کے کرنے کا حکم فرمایا ان سب کو پورا کیا سورۂ بقرہ میں جو وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ فرمایا ہے اس کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا اَسْلِمْ کہ (فرمانبردار ہو جاؤ) انہوں نے عرض کیا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ (میں رب العالمین کا فرمانبردار ہو گیا) اس کے بعد اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انہیں امتحان میں ڈالا جان و مال اور اولاد میں ایسے احوال سامنے آئے جن پر صبر کرنا اور احکام ربانیہ پر قائم رہنا بڑا اہم کام تھا صاحب روح المعانی لکھتے ہیں وفی قصۃ الذبح مافیہ کفایۃ یعنی انہوں نے جو اپنے بیٹے کو اپنے رب کے حکم سے ذبح کرنے کیلئے لٹا دیا اور اپنی طرف سے ذبح کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی رب جل شانہ کے فرمان پر عمل کرنے کی مثال قائم کرنے کیلئے یہی قصہ کافی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ان کے زمانہ کے لوگ ایک شخص کو دوسرے شخص کے عوض پکڑ لیتے تھے جس شخص نے قتل نہ کیا ہو اسے اس کے باپ اور بیٹے اور بھائی اور چچا اور ماموں اور چچا کے بیٹے اور بیوی اور شوہر اور غلام کے قتل کر دینے کے عوض قتل کر

دیتے تھے جن قصاص لینے کے لئے قاتل کے کسی بھی رشتہ دار کو قتل کر دیتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں کو سمجھایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچایا کہ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۙ (کہ ایک جان دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔)

بعض مفسرین نے یہاں دو حدیثیں نقل کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام روزانہ صبح چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور انہیں اخیر تک پڑھتے رہے۔ یہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ایک حدیث یوں نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم کے بارے میں الَّذِیْ وَفّٰٓی کیوں فرمایا؟ پھر آپ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ وہ صبح شام فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ (الآیۃ) پڑھا کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی ص ۱۱۳ ج ۹)

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (اور یہ کہ تیرے رب کے پاس پہنچنا ہے) اس دنیا میں جتنی بھی زندگی گزار لے آخر مرنے بعد بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہے حسنات اور سیات کا حساب ہے یہ آیت کی ایک تفسیر ہے دوسری تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی مخلوقات میں غور کریں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں، اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کے بارے میں غور نہ کریں کیونکہ اس کا ادراک نہیں ہو سکتا صاحب روح المعانی نے اس بارے میں بعض احادیث بھی نقل کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہی ہنسایا اور رُلایا۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى (اور بلاشبہ اسی نے ہنسایا اور رلایا) ہنسنا و رونا اور اس کے اسباب سب اللہ تعالیٰ ہی پیدا فرماتا ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا (اور بلاشبہ اسی نے موت دی اور زندہ کیا) زندگی بخشنے اور موت دینے کی صفات بھی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے مخصوص ہیں اس کے علاوہ کوئی شخص کسی کو زندہ نہیں کر سکتا اور کسی کو موت نہیں دے سکتا۔

اللہ ہی نے جوڑے پیدا کئے: وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (اور بیشک اسی نے دو جوڑے پیدا کئے مذکر اور مؤنث مذکر مؤنث کے لئے اور مؤنث مذکر کیلئے جوڑا ہے مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى مرد و عورت دونوں کو نطفہ سے پیدا فرمایا وہ کہ رحم میں پہنچتا ہے تو اس سے حمل ٹھہرتا ہے۔ وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى (اور بلاشبہ اس کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا) یعنی زندگی کے بعد یوں ہی مر کر ختم نہیں ہو جانا ہے۔ دوبارہ پھر زندہ ہوں گے حساب و کتاب عذاب و ثواب کا مرحلہ درپیش ہوگا اس کو یوں ہی چٹی ہو لی بات نہ سمجھیں دوبارہ زندہ ہونا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ذمہ ضروری قرار دے رکھا ہے قال صاحب الروح المعانی فاقلا عن الحر لما کانت ھذہ النشاۃ ینکرھا الکفار بوقع لقولہ تعالیٰ علیہ کانہ تعالیٰ اوجب ذلک علی نفسہ (روح المعانی ص ۲۹ ج ۲۷)

(صاحب روح المعانی بحر سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چونکہ کافر اس اٹھنے کا انکار کرتے تھے اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ذریعہ مبالغہ کیا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ اسے واجب کر لیا ہے)

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى (اور یہ کہ اس نے غنی کیا اور سرمایہ باقی رکھا) یعنی اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا اور مالیات میں وہ چیزیں بھی عطا فرمائیں جو باقی رہتی ہیں ذخیرہ کے طور پر کام دیتی رہتی ہیں جیسے باغیچے اور عمارتیں وغیرہا۔

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى (اور یہ کہ وہ شعریٰ کا رب ہے) شعریٰ ایک ستارہ کا نام ہے جس کی اہل عرب عبادت کرتے تھے اور اس عالم میں اس کی تاثیر کے معتقد تھے روح المعانی میں لکھا ہے کہ بنی حمیر اور بنی خزاعہ نے اس کی عبادت شروع کی تھی جسے ابوکبشہ کہا جاتا تھا اللہ جل شانہ نے ان کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ شعریٰ میں کوئی تاثیر نہیں ہے اللہ تعالیٰ شانہ جیسے سب چیزوں کا رب ہے شعریٰ کا بھی رب ہے۔ لہٰذا شعریٰ کی عبادت کرنے والے غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں لگیں۔

اللہ تعالیٰ ہی نے عاد اولیٰ اور ثمود کو ہلاک فرمایا اور حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کو الٹ دیا۔ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ۙ (اور بیشک اس نے عاد اولیٰ کو ہلاک فرمایا) وَثَمُوْدَا فَمَاۤ اَبْقٰى (اور ثمود کو بھی ہلاک کیا سو ان کو باقی نہ چھوڑا)۔

ان دونوں آیتوں میں قوم عاد اور ثمود کی ہلاکت اور بربادی کا تذکرہ فرمایا ہے' قوم عاد کے لوگ کہتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقت ور ہے اور قوم ثمود کے لوگ پہاڑوں کو تراش کے گھر بنا لیتے تھے ان دونوں قوموں کی قوت اور طاقت کچھ بھی کام نہ آئی، کفر کی سزا میں ہلاک اور برباد کر دیئے گئے۔ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اور ان سے قبل نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ؕ (بیشک یہ لوگ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے) وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى (اور اللہ تعالیٰ نے الٹی بستیوں کو پھینک مارا)

اس سے حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں مراد ہیں ان کی قوم کے لوگ کافر بھی تھے اور بدکاری میں بہت زیادہ مبتلا تھے۔ مرد مردوں سے شہوت پوری کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا جس کی وجہ سے سب کافر ہلاک ہو گئے چونکہ یہ بہت سخت عذاب تھا تختہ الٹنے جانے کے ساتھ ساتھ پتھروں کی بارش بھیج دی گئی اس لئے فرمایا فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى (انہیں اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپا) اس میں عذاب کی سختی اور وحشت کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ فرعون اور اس کے لشکروں کی ہلاکت کا تذکرہ فرماتے ہوئے فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ فرمایا ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى (سو اے انسان! تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا) اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا مرد اور عورت کے جوڑے بنائے' بنایا اور رلایا' موت دی پھر زندہ فرمائے گا اس نے مال دیا ذخیرہ رکھنے کی چیزیں دیں اور سابقہ امتوں کی بربادی سے باخبر فرمایا اب بھی تو اس کی نعمتوں میں شک کرتا ہے اور عبرت حاصل نہیں کرتا قال القرطبی ای فبای نعم ربک تشک والمخاطبة للانسان المکذب۔ (علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ پس اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے ورنہ تو تم پر بھی سابقہ انبیاء کو جھٹلانے کا عذاب آئیگا۔)

فائدہ: قوم عاد کی صفت بیان کرتے ہوئے الاولیٰ فرمایا۔ صاحب روح المعانی نے الاولیٰ کا ترجمہ القدماء کیا ہے اور یوں فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد چونکہ قوم عاد ہلاک ہونے میں بعد میں آنے والی امتوں سے پہلے ہلاک کی گئی' اس لئے صفت اولیٰ لائی گئی' پھر مفسر طبری سے نقل کیا ہے کہ قبائل سابقہ میں ایک دوسرا قبیلہ تھا اسے بھی عاد کہا جاتا تھا یہ قبیلہ مکہ مکرمہ میں عمالیق کے ساتھ مقیم تھا' پھر مبرد سے نقل کیا ہے کہ عاد اولیٰ ثمود کے مقابلہ میں لایا گیا ہے کیونکہ قوم ثمود عاد اخریٰ تھی۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾

یہ ایک ڈرانے والا ہے پرانے ڈرانے والوں میں سے۔ جلدی آنے والی قریب آ پہنچی' اللہ کے سوا اس کا کوئی ہٹانے والا نہیں'

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾

کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ع

سو اللہ کو سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

ع ۲ ۷

قیامت قریب آ گئی تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور تکبر میں مبتلا ہو اللہ کو سجدہ کرو اور اسکی عبادت کرو

هٰذَا کا اشارہ رسول کریم یا قرآن عظیم کی طرف ہے مطلب یہ ہے کہ اوپر جو کچھ قرآن کریم میں بیان کیا ہے جسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور پرانے ڈرانے والوں میں سے ہی ایک ڈرانے والا ہے یعنی قرآن میں جو ڈرانے والے مضامین ہیں یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے پہلے بھی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام آتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان پر کتابیں نازل فرمائی ہیں پرانی قوم نے بھی تکذیب کی ہے اور انہیں ڈرایا گیا جب انہیں ڈرایا گیا تو ایمان نہ لائے پھر اس کی سزا میں ہلاک ہوئے اب جو قرآن کریم کے مخاطب ہیں انہیں بھی اپنا انجام سوچ لینا چاہئے قال القرطبی فان اطعتموہ افلحتم والاحل بکم بمکذبی الرسل السابقہ.

از فَتِ الْاٰزِفَةُ (جلدی آنے والی چیز یعنی قیامت قریب آ پہنچی) لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ (جب وہ آ جائے گی تو اللہ کے سوا اس کا کوئی ہٹانے والا نہیں ہوگا)۔

قال القرطبی وقد سمیت القیامة غاشیة' فاذا کانت غاشیة کان ردھا کشفاً' فالکاشفة علی ھذا نعت مؤنث محذوف' ای نفس کاشفة أو فرقة کاشفة او حال کاشفة وقیل ان کاشفة بمعنی کاشف والھاء للمبالغة مثل راویة وداھیة۔ (علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں قیامت کا نام غاشیہ رکھا گیا ہے جب قیامت غاشیہ ہے تو اس کا لوٹانا کاشفہ ہے۔ پس اس بناء پر کاشفہ مونث محذوف کی صفت ہے یعنی نفس کاشفہ یا فرقہ کاشفہ یا حال کاشفہ اور بعض نے کہا کہ کاشفۃ کاشف کے معنی میں ہے اور ھاء مبالغہ کے لئے ہے جیسے راویۃ اور داھیۃ ہے)

قیامت پر ایمان نہیں لاتے لیکن اس کا آنا ضروری ہے اور اس کا وقت قریب ہے (قرب اور بعد اضافی چیز ہے) اللہ تعالیٰ کے علم اور قضاء وقدر کے مطابق جو چیز وجود میں آنے والی ہے وہ ضرور آئے گی' کسی کے نہ ماننے سے اس کا آنا رک نہیں سکتا اور آئے گی بھی اچانک اسے کوئی بھی رد نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی کو رد کرنے کا اختیار ہے' لیکن وہ رد نہیں فرمائے گا' لہٰذا اس کے لئے فکر مند ہونا لازم ہے جھٹلانے سے اور باتیں بنانے سے نجات ہونے والی نہیں۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ (کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو) وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ (اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو) وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ (اور تم تکبر کرتے ہو)

یہ قرآن اور اس کا ڈرانا اور وقوع کی خبر دینا۔ کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو اور ساتھ ہی ہنستے بھی ہو اور روتے نہیں تمہیں تو کفر چھوڑ کر ایمان لانا لازم ہے' سابقہ زندگی پر رو و اور کفر سے توبہ کرو ایمان اور قرآن کے نام سے ہنستے ہو یہ چیز تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں بربادی کا سبب ہے' تکبر تمہیں لے ڈوبے گا۔ تکبر کی وجہ سے تم اپنے کفر پر جمے ہوئے ہو اور ایمان لانے میں اپنی ہتک محسوس کرتے ہو تمہارا یہ انکار اور ہنسنا اور تکبر کرنا، دنیا اور آخرت میں عذاب لانے کا سبب ہے سٰمِدُوْنَ کا ترجمہ متکبرون کیا گیا ہے مفسرین نے اس کے دوسرے معانی بھی لکھے ہیں۔ اس کا مصدر سُمُوْدٌ ہے جس کا معنی تکبر کی وجہ سے سر اٹھانا ہے گانا' لہو ولعب میں مشغول ہونا' غصے میں پھول جانا وغیرہا معانی بھی لکھتے ہیں۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (سو اللہ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو)۔

یہ سورۂ نجم کی آخری آیت ہے مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے حقائق بیان کر دیئے گئے اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت اور صفت علم

اور صفت قدرت تمہیں بتا دی گئی اور بعض اقوام سابقہ کی ہلاکت اور بربادی بیان کر دی گئی اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ قیامت آنی ہے اور ضرور آنی ہے۔ تو ہر عقلمند کی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تکذیب اور انکار کو چھوڑے اور قرآن کریم کی دعوت کو تسلیم کرے اور اپنے رب پر ایمان لائے لہٰذا تمام مخاطبین پر لازم ہے کہ اللہ ہی کے لئے سجدہ کریں اور اسی کی عبادت کریں۔ ایمان لانے کا سب سے بڑا تقاضا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا اور اس کی عبادت کرنا ہی ہے۔ قال صاحب الروح واذا کان الامر کذلک فاسجدوا للّٰہ تعالی الذی انزلہ واعبدوہ جل حلالہ (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں جب معاملہ اس طرح ہے تو تم اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے اتارا ہے اور اسی بزرگ و برتر ذات کی عبادت کرو۔)

بعض حضرات نے فاسجدوا کا ترجمہ اطیعوا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو۔

سورۂ النجم کی آخری آیت آیت سجدہ ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس آیت کو پڑھ کر یا سن کر سجدہ کرنا واجب ہے۔

وقد انتھی تفسیر سورۃ النجم بفضل الملیک الحنان المنان والصلوۃ والسلام علی رسولہ سید الانسان والجان وعلی من تبعہ باحسان الی یوم یدخل فیہ المؤمنون الجنان ویدخل الکفرۃ النیران.

☆☆☆.....☆☆☆

مکی	سورۃ القمر	۵۵ آیتیں ۳ رکوع

اٰیاتہا ۵۵ (۵۴) سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ (۳۷) رکوعاتہا ۳

سورۃ القمر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس کی پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَکَذَّبُوْا

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا' اور یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہو جانے والا ہے اور انہوں نے

وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِیْہِ مُزْدَجَرٌ ○ حِکْمَۃٌۢ

جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کا اتباع کیا' اور ہر بات قرار پانے والی ہے' اور بلاشبہ ان کے پاس ایسی خبریں آ چکیں جن میں بڑی عبرت ہے' یہ پوری حکمت ہے۔

بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ○

سو ڈرانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دے رہی ہیں۔

رکوع لازم

قیامت قریب آ گئی، چاند پھٹ گیا، منکرین کی جاہلانہ بات اور ان کی تردید

ان آیات میں انشقاق قمر یعنی چاند کے پھٹنے کا اور اہل مکہ کے عناد اور انکار کا تذکرہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب انہیں یہ بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو بہت سے معجزات ظاہر ہوئے ان میں وہ معجزات بھی تھے جنہیں اہل مکہ نے خود طلب کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ انہیں کوئی نشانی یعنی معجزہ دکھا دیں لہٰذا آپ نے انہیں چاند کا پھٹنا دکھا دیا۔ (صحیح بخاری ص ۲۴ ج ۲)

دوسری روایت میں یوں ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا' اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کے نیچے آ گیا آپ نے فرمایا کہ حاضر ہو جاؤ۔ (صحیح بخاری ص ۲۱ ج ۲)

سنن ترمذی (فی تفسیر سورۃ القمر) میں ہے کہ مکہ معظمہ میں چاند کے پھٹنے کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا جس پر سورۂ قمر کی شروع کی دو آیات نازل ہوئی۔ تفسیر معالم التنزیل (ص ۲۵۸ ج ۴) میں ہے کہ اس وقت تو قریش مکہ نے کہہ دیا کہ ہم پر جادو کر دیا ہے پھر جب باہر سے آنے والوں (مسافروں) نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہاں ہم نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے اس پر آیت کریمہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ نازل ہو گئی' سنن ترمذی میں ہے کہ (جب مسافروں سے تصدیق ہو گئی تو ان میں بعض مشرکین نے کہا کہ اگر ہم پر جادو کر

دیا ہے تو سارے لوگوں پر تو جادو نہیں کر دیا)۔

بہر حال چاند پھٹا حاضرین نے دیکھا مسافروں کو بھی پھٹا نظر آیا اور جو چیز انسانوں کے خیال میں نہ ہونے والی تھی وہ وجود میں آ گئی اسی سے قیامت کا وقوع سمجھ میں آ جانا چاہئے۔

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ط منکرین کا یہ طریقہ ہے کہ جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں۔ حق کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو ایک جادو ہے جس کا اثر دیرپا نہیں ہے عنقریب یہ ختم ہو جائے گا۔ وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ (اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کا اتباع کیا) اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور ان کے نفسوں میں جو باطل نے جگہ پکڑ رکھی تھی اسی کو مان بنایا اور اسی کے پیچھے چلتے رہے اور انکار نبوت پر اصرار کرتے رہے وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ (اور ہر بات قرار پانے والی ہے) یعنی حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا متعین ہو جاتا ہے اگر عناد یا کم فہمی کی وجہ سے اب نہیں سمجھتے تو کچھ عرصہ بعد سمجھ میں آ ہی جائے گا کہ یہ سحر نہیں ہے وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ کی یہ ایک تفسیر ہے اور صاحب معالم التنزیل نے حضرت قتادہؓ سے اس کی تفسیر یوں نقل کی ہے کہ خیر اہل خیر کے ساتھ اور شر اہل شر کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے خیر اہل خیر کو لے کر جنت میں اور شر اہل شر کو لے کر دوزخ میں ٹھہر جائے گا۔

اہل مکہ جو تو حید اور رسالت کے منکر تھے ان کی مزید بدحالی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ (الایۃ) یعنی ان کے پاس پرانی امتوں کی ہلاکت اور بربادی کی خبریں آ چکی ہیں جو قرآن کریم نے بیان کی ہیں ان خبروں میں عبرت ہے موعظت ہے اور نصیحت ہے یہ چیزیں غافل کو جھڑکنے والی اور چوکنا کرنے والی ہیں جو سراپا حکمت کی باتیں ہیں اور زجر و توبیخ میں کامل ہیں لیکن یہ لوگ متاثر نہیں ہوتے کفر و شرک سے باز نہیں آتے جو سنتے ہیں سب ان سنی کر دیتے ہیں ڈرانے والی چیزیں انہیں کچھ نفع نہیں دیتی ہیں۔

کما قال تعالیٰ فی سورۃ یونس علیہ السلام وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ (اور آیات اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کو فائدہ نہیں دیتی ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ہیں)۔

معجزہ شق القمر کا واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں صحیح اسانید کے ساتھ ماثور اور مروی ہے دشمنان اسلام کو محض دشمنی کی وجہ سے اسلامی روایات کے جھٹلانے اور تردید کرنے کی عادت ہو رہی ہے انہوں نے معجزہ شق القمر کے واقع ہونے پر بھی اعتراض کر دیا۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ چاند پورے عالم پر طلوع ہونے والی چیز ہے اگر ایسا ہوا ہوتا تو دنیا کی تاریخوں میں اس کا تذکرہ ہونا ضروری تھا یہ ان لوگوں کی جہالت کی بات ہے۔

اول تو اس زمانہ میں کتابیں لکھنے والے ہی کہاں تھے۔ تصنیف اور تالیف کا دور نہیں تھا پھر اگر کسی نے کوئی چیز لکھی ہو تو قرنوں گزر جانے تک اس کا محفوظ رہنا ضروری نہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ پریس اور کمپیوٹر بلکہ کاغذ کی کثرت کا زمانہ بھی نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر دوسری بات یہ ہے کہ چاند ہر وقت پورے عالم پر طلوع نہیں ہوتا کہیں دن ہوتا ہے کہیں رات ہوتی ہے تو امریکہ میں دن ہوتا ہے اور امریکہ کا ظہور تو شق القمر کے صدیوں کے بعد ہوا اسی طرح رات کے اوقات مختلف ہوتے ہیں کہیں اول رات ہوتی ہے کہیں درمیانی رات ہوتی ہے اور کہیں آخری شب ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہے کہ چاند مکہ معظمہ کے قریب منیٰ میں شق ہوا تھا یعنی وہاں کے لوگ دیکھ سکتے تھے، بہت سے لوگ اپنے کاموں میں تھے، بہت سے سو رہے تھے بہت سے گھروں میں تھے، بہت سے دکانوں میں بیٹھے ہوئے تھے اور پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ دیکھو آج رات چاند پھٹے گا ان حالات میں لوگوں کا باہر آنے اور چاند پر نظر جمانے کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ تھی چاند پھٹا تھوڑی دیر میں دونوں ٹکڑے ایک جگہ ہو گئے۔ جن لوگوں کو اس کا پھٹنا اور دکھانا مقصود تھا ان لوگوں نے دیکھ لیا اگر سارا عالم

پڑھ لیتا یا کم از کم سارا عرب دیکھ لیتا اور پھر تاریخ لکھنے والوں تک خبر پہنچ جاتی، جس پر وہ یقین کر لیتے اور ان کی کتاب محفوظ رہ جاتی تو تاریخوں میں اس کا کوئی تذکرہ مل جاتا، جنہوں نے پھٹا ہوا دیکھا تھا انہیں تو اس کا یقین نہیں آیا تھا کہ چاند پھٹا ہے اس کو انہوں نے جادو بتایا اور مسافروں کے کہنے سے کسی نے مانا بھی تو اسے پی گیا اگر تسلیم کر لیتے تو ایک صاحب بصیرت کے سمجھنے کی بات ہے اگر کسی بھی تاریخ میں اس کا تذکرہ نہ ہو تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں پھر بھی معجزہ شق القمر کا تذکرہ تاریخ فرشتہ میں موجود ہے صاحب فیض (الباری ص ۶۰ ج ۴) فرماتے ہیں۔ وقد شاهد ملک بهوپال من الهند اسمه بهوج پال ذکره الفرشته فی تاریخه دیکھئے سورج تو چند سے بہت بڑا ہے لیکن ہر وقت پورے عالم میں وہ بھی طلوع نہیں ہوتا کہیں رات ہے تو کہیں دن ہوتا ہے۔ اس کے گرہن ہونے کی خبریں بھی چھپتی رہتی ہیں کہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت فلاں ملک میں گرہن ہوگا بیک وقت پورے عالم میں گرہن نہیں ہوتا اور جہاں کہیں گرہن ہوتا ہے وہاں بھی ہزاروں آدمیوں کو خبر نہیں ہوتی کہ گرہن ہوا تھا، پہلے سے اخبارات میں اطلاع دیدی جاتی ہے اس پر بھی سب کو علم نہیں ہوتا اگر کسی سے پوچھو کہ تمہارے علاقہ میں کب گرہن ہوا تھا اور کتنی بار ہوا تو پڑھے لکھے لوگ بھی نہیں بتا سکتے اور وہ کون سی تاریخ کی کتاب ہے، جس میں تاریخ اور سورج گرہن ہونے کے واقعات لکھے ہوں۔ جب آفتاب کے گرہن کے بارے میں زمین پر بسنے والوں کا یہ حال ہے جو بار ہا ہوتا رہتا ہے تو چاند کا پھٹنا جو ایک ہی بار ہوا اور عرب میں ہوا اور عشاء کے وقت ہوا اور ذرا سی دیر کو ہوا اور اسی وقت پھٹ کر دونوں ٹکڑے مل گئے اور یہ دنیا کی تاریخوں میں نہیں آیا تو یہ کونسی ایسی بات ہے جو سمجھ سے بالاتر ہو۔

بعض لوگوں نے خواہ مخواہ دشمنوں سے مرعوب ہو کر معجزہ شق القمر کا انکار کیا ہے۔ اور یوں کہتے ہیں کہ اس سے قیامت کے دن واقع ہونے والا شق القمر مراد ہے آیت کریمہ میں جو لفظ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ فرمایا ہے یہ ماضی کا صیغہ ہے تاویل کر کے اس کو خواہ مخواہ مستقبل کے معنی میں لینا بے جا تاویل ہے اور اتباع ہوئی ہے پھر اگر آیات قرآنیہ میں تاویل کر لی جائے تو احادیث شریفہ جو صحیح اسانید سے مروی ہیں ان میں تو تاویل کی کوئی گنجائش ہے ہی نہیں۔

جس ذات پاک جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ کی مشیت اور ارادہ سے نفخ صور سبب شق القمر ہو سکتا ہے اسی کی قدرت اور اذن سے قیامت سے پہلے بھی شق ہو سکتا ہے۔ اس میں کیا بعید ہے جو خواہ مخواہ تاویل کی جائے۔

وقف لازم

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ

سو آپ ان سے اعراض کیجئے جس دن بلانے والا ایسی چیز کی طرف بلائے گا جو ناگوار ہوگی۔ نگی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی قبروں سے نکل رہے ہوں گے

كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝

جیسے ٹڈیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے کافر لوگ کہیں گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے۔

قیامت کے دن کی پریشانی، قبروں سے ٹڈی دل کی طرح نکل کر میدان حشر کی طرف جلدی جلدی روانہ ہونا

ان آیات میں اول تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بطور تسلی حکم فرمایا کہ آپ ان سے اعراض کریں یعنی ان کے انکار اور تکذیب سے دلگیر نہ ہوں (حق قبول نہ کرنے کا انجام خود ان کے سامنے آجائے گا) پھر فرمایا کہ جس دن بلانے والا بلائے گا یعنی فرشتہ صور پھونکے گا

اس دن قیامت کا ظہور سامنے آ جائے گا جو آنکھوں دیکھا ہوگا اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خبر دینے سے اس وقت نہیں مانتے لیکن جب واقع ہوگا تو ماننا ہی پڑے گا فرشتے کا صور پھونکنا قبروں سے نکلنے کے لئے ہوگا (یہ دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے سے متعلق ہے) جب صور کی آواز سنیں گے تو زندہ ہو کر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور بڑی تیزی سے میدان حشر کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور چونکہ کروڑوں افراد ہوں گے اس لئے زمین پر اس طرح پھیلے ہوئے ہوں گے جیسے ٹڈیوں کا دل نکلتا ہے اور جہاں تک نظر جا سکے پھیلا ہوا نظر آتا ہے نظریں جھکی ہوئی ہوں گی۔ کافر لوگ نہیں گے کہ یہ تو بڑا سخت دن ہے سورۂ معارج میں فرمایا یوم یخرجون من الاجداث سراعا کانھم الی نصب یوفضون ۝ خاشعۃ ابصارھم ترھقھم ذلۃ ط ذلک الیوم الذی کانوا یوعدون ۝ (جس دن قبروں سے جلدی جلدی نکل کر دوڑیں گے گویا کہ وہ کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جا رہے ہیں ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا)۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ

ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا انہوں نے ہمارے بندہ کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ دیوانہ ہے اور وہ دھتکارا گیا سو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں

فَانْتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ

پس تو بدلہ لے پس ہم نے آسمان کے دروازے خوب زیادہ برسنے والے پانی سے کھول دیئے اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے پھر پانی اس کام

عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ۝ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝

سے مل گیا جس کا حکم ہو چکا تھا اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا جو ہماری نگاہ میں چل رہی تھی یہ بدلہ تھا اس شخص کی خاطر کیا گیا

وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ

اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کا نشان بنا کر چھوڑا ہے پھر کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا سو کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور البتہ یقینی بات ہے ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝

کرنے کیلئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب' قوم کا عناد و انکار پھر قوم کی ہلاکت اور تعذیب

اہل مکہ کا انکار اور عناد بڑھتا جا رہا تھا انہیں گزشتہ اقوام کی تکذیب اور ہلاکت اور تعذیب کے واقعات بتائے گئے یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد و ثمود اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے واقعات ذکر فرمائے گئے ہیں' اولاً حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا کہ اہل مکہ سے پہلے ہمارے بندہ نوح علیہ السلام کی بھی تکذیب کی گئی ان کی قوم نے انہیں دیوانہ بتایا اور ان کی بے ادبی کرتے رہے قوم نے انہیں جھڑکا اور بے ادبی کے ساتھ مقابلہ کیا (جس کی تفصیل سورۂ اعراف' سورۂ ہود اور سورۃ الشعراء میں گزر چکی ہے اور سورۂ نوح میں بھی آ رہی ہے (انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت نوح علیہ السلام ان کے درمیان ساڑھے نو سو سال رہے انہیں توحید کی دعوت دی' حق پیش کیا' بارہا سمجھایا لیکن انہوں نے نہ

مانا بلکہ اسٹا انہیں کو گمراہ بتانے لگے (کما فی سورۃ الاعراف قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ) ان لوگوں نے ضد پکڑلی، عناد پر اتر آئے اور کہنے لگے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ کہ تم جو کچھ دھمکیاں دے رہے ہو عذاب کی باتیں کر رہے ہو اگر سچے ہو تو عذاب لے آؤ ابھی سامنے کر کے دکھاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام ان کی حرکتوں سے بہت عاجز آ چکے تھے بہت کم لوگ ان پر ایمان لائے (سورۂ ہود میں ہے وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ) ان لوگوں نے تو عذاب مانگا ہی تھا حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ان کے لئے بددعا کر دی۔ سورۃ نوح میں ہے کہ انہوں نے دعا میں عرض کیا کہ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ اور یہاں سورۂ قمر میں ہے کہ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (سو انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! میں مغلوب ہوں سو میری مدد فرما دیجئے) اور سورۂ نوح میں ہے کہ انہوں نے دعا میں عرض کیا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (اے میرے رب! کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر چلتا پھرتا مت چھوڑ۔) اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی انہیں حکم دیا کشتی بناؤ اس کشتی کو یہاں سورۃ القمر میں ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ سے تعبیر فرمایا ہے یعنی تختوں سے بنی ہوئی چیز جس میں میخیں یعنی کیلیں لگی ہوئی تھیں جب یہ کشتی تیار ہو گئی تو ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو اور دیگر اہل ایمان کو اس میں سوار کر لو جب یہ حضرات سوار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے پانی کا طوفان بھیج دیا آسمان سے بھی پانی برسا اور خوب برسا اور زمین سے بھی چشمے جاری ہو گئے دونوں پانی آپس میں مل گئے اور جو فیصلہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قضاء وقدر میں لکھا ہوا تھا اسی کے مطابق ان لوگوں کی ہلاکت و بربادی ہو گئی، کشتی پانی میں بہتی رہی اللہ تعالیٰ نے اپنی نگرانی میں اس کو جاری رکھا اور جو لوگ ان میں سوار تھے ان کی حفاظت فرمائی اور کافروں کو ڈبو دیا چونکہ ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو بہت ستایا تھا اور ان کی ناقدری کی تھی اس لئے فرمایا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ (ان لوگوں کی غرقابی اس شخص کا بدلہ لینے کیلئے تھی جس کی ناقدری کی گئی)۔

کافروں کی غرقابی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (اور بلاشبہ ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا کر چھوڑ دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا) فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ (سو کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا) مطلب یہ ہے کہ امم سابقہ کے واقعات محض حکایت کیلئے نہیں ہیں ان سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے پرانی امتوں کی جو ہلاکت ہوئی وہ یوں ہی ذرا بہت تھوڑی سی تکلیف نہیں تھی وہ تو بہت بڑا عذاب تھا پڑھنے اور سننے والے سوچیں اور غور کریں اس بھیانک عذاب کی سختی اور ہولناکی کو ذہن میں رکھیں اور ساتھ ہی یہ بھی غور کریں کہ اگر ہم برابر انکار کرتے رہے اور اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کے جھٹلانے پر کمر باندھے رہے تو ہمارا بھی ایسا ہی انجام ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کو آسان فرما دینا

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ یہ آیت کریمہ سورۃ القمر میں چار جگہ ہے پہلی بار حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے تذکرہ کے بعد ذکر فرمائی ہے نیز قوم عاد و ثمود اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کے ذکر کے بعد بھی مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی شخص نصیحت حاصل کرنے والا ہے اس میں قرآن کریم کی تسہیل اور تیسیر کا بھی ذکر ہے اور دعوت فکر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سہل کر دیا تو بندوں پر لازم ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ ذکر و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے) (هٰذه الكلمة اصلها مذتكر من الافتعال ابدلت التاء والدال كلتاهما ثم ادغم بعضها في بعض كما في سورة يوسف عليه السلام وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ) (لفظ مدکر اصل میں بات افتعال سے مذتکر کے وزن پر تھا پھر ذال اور تا دونوں کو دال سے بدل کر دال کا دال میں ادغام کر دیا گیا۔ جیسا کہ سورۂ یوسف کی آیت ادکر بعد امۃ میں کیا گیا ہے)۔

لفظ لِلذِّکْرِ میں نصیحت حاصل کرنا' عبرت لینا' سب کچھ داخل ہے۔ اور معالم التنزیل میں حضرت سعید ابن جبیرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے حفظ اور قراءت مراد ہے (قرآن کا پڑھنا اور حفظ کرنا بھی آسان ہے اور اس کے معانی اور مضامین اور احکام کا سمجھنا بھی سہل ہے' رہیں وجوہ استنباط تو ان کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا' اور قرآن میں یہ ہے بھی نہیں کہ سارے قرآن کو من کل الوجوہ ہر شخص کے لئے آسان کر دیا بہت سے وہ لوگ جو آیت شریفہ کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کا مطلب اپنے پاس سے تجویز کرتے ہیں جبکہ عربی لغت اور قواعد عربیہ کو بھی نہیں جانتے ایسے لوگ شدید گمراہی میں ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسہیل اور تیسیر ہے کہ اس نے پورے قرآن کو مؤمن بندوں کے سینوں میں بالفاظہ وحروفہ محفوظ فرما دیا' اگر بالفرض خدانخواستہ سارے مصاحف ختم ہو جائیں تو قرآن مجید پھر بھی محفوظ رہے گا ایک نو عمر حافظ بچہ کھڑے ہو کر پورا قرآن مجید لکھوا سکتا ہے' اہل کتاب نے لکھے ہوئے صحیفوں پر بھروسہ کیا اس لئے اپنی کتاب ضائع کر دی' ان کے پاس ترجمے ہیں۔ اصل کتابیں نہیں ہیں' جن سے ترجموں کا تقابل کیا جا سکے)۔

قرآن کا اعجاز اور لوگوں کا تغافل: قرآن مجید کا ایک معجزہ ہے جو سب کے سامنے ہے کہ اسے عورتیں' بوڑھے' بچے' جوان سب ہی حفظ کر لیتے ہیں' اتنی بڑی کتاب کوئی بھی شخص اپنی زبان کی لفظ بہ لفظ اور حرف بہ حرف یاد نہیں کر سکتا۔

دنیا اور دنیا کی محبت نے ایسے لوگوں کو قرآن سے اور اس کے حفظ کرنے سے اور اس کی تجوید اور قراءت سے محروم کر دیا جو خود بھی آخرت سے بے فکر ہیں اور بچوں کو بھی حالب دنیا بنا کر ان کا ناس کھوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ عموماً مسلمانوں میں نسی مسلمان رہ گئے یعنی ان کے باپ دادا مسلمان تھے یہ بھی ان کے گھروں میں پیدا ہو گئے۔ اسلام کو اس کے تقاضوں کے ساتھ نہ پڑھنا سمجھا' جیسے خود ہیں ویسے ہی اول دکو بنانا چاہتے ہیں۔ جو لوگ اصلی مسلمان ہیں وہ لوگ قرآن کو سینہ سے لگاتے ہیں' حفظ کرتے ہیں' تجوید سے پڑھتے ہیں' بچوں کو بھی حفظ کرواتے ہیں اور اس کے معانی بتاتے ہیں' عالم بناتے ہیں' علماء کی صحبتوں میں لے جاتے ہیں۔

مسلمانو! اپنے بچوں کو حفظ میں لگاؤ یہ بہت آسان کام ہے۔ جاہلوں نے مشہور کر دیا ہے کہ قرآن حفظ کرنا لوہے کے چنے چبانے کے برابر ہے۔ یہ بالکل جاہلانہ بات ہے۔ قرآن حافظہ سے یاد نہیں ہوتا معجزہ ہونے کی وجہ سے یاد ہوتا ہے۔

بہت سے جاہل کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹنے سے کیا فائدہ؟ یہ لوگ روپے پیسے کو فائدہ سمجھتے ہیں ہر حرف پر دس نیکیاں ملنا اور آخرت میں ماں باپ کو تاج پہنایا جانا اور قرآن پڑھنے والے کا اپنے گھر کے لوگوں کی سفارش کر کے دوزخ سے بچوا دینا فائدہ میں شمار ہی نہیں کرتے کہتے ہیں کہ حفظ کر کے مُلا بنے گا تو کہاں سے کھائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ حفظ کر لینے کے بعد تجارت اور ملازمت سے کون روکتا ہے مُلا بننا تو بڑی سعادت ہے جسے اپنے لئے یہ سعادت مطلوب نہیں وہ اپنے بچے کو تو حفظ قرآن سے محروم نہ کرے جب حفظ کر لے تو اسے دنیا کے کسی بھی حلال مشغلے میں لگایا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم کی برکات: ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ہم میں سے دنیا کے کام کاج کرتے ہوئے اور اسکول' کالج میں پڑھتے ہوئے بہت سے بچوں نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ بہت سے لوگوں نے سفید بال ہونے کے بعد حفظ کرنا شروع کیا' اللہ جل شانہ نے ان کو بھی کامیابی عطا کی۔ جو بچہ حفظ کر لیتا ہے اس کی قوت حافظہ اور سمجھ بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ آئندہ جو بھی تعلیم حاصل کرے ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے آگے رہتا ہے۔ قرآن کی برکت سے انسان دنیا و آخرت میں ترقی کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں کوئی قرآن کی طرف بڑھے تو قرآن کی برکات کا پتہ چلے۔

قرآن کو بھول جانے کا وبال:..... جس طرح قرآن کو یاد کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اس کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قرآن کو یاد رکھنے کا دھیان رکھو (یعنی نماز میں اور خارج نماز اس کی تلاوت کرتے رہو) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو اونٹ رسیوں میں بندے ہوئے ہوں جس طرح وہ اپنی رسیوں میں بھاگنے کی کوشش میں رہتے ہیں قرآن ان سے بڑھ کر تیزی کے ساتھ نکل کر چلا جانے والا ہے'' (رواہ البخاری و مسلم مشکوۃ المصابیح ص ۱۹۰)

بات یہ ہے کہ قرآن جس طرح جلدی یاد ہو جاتا ہے اور محبت کرنے والوں کے دل میں سما جاتا ہے اسی طرح وہ یاد رکھنے والے کا دھیان نہ کرنے والوں کے سینوں سے چلا جاتا ہے' کیونکہ وہ غیرت مند ہے جس شخص کو اس کی حاجت ہے جب وہ یاد رکھنے کی کوشش نہ کرے تو قرآن کیوں اس کے پاس رہے' جبکہ وہ بے نیاز ہے۔ قرآن پڑھ کر بھول جانے والے کے لئے سخت وعید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص قرآن پڑھتا ہے' پھر بھول جاتا ہے' وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ جزامی ہوگا (یعنی اس کے اعضا اور دانت گرے ہوئے ہوں گے) (رواہ ابوداؤد والدارمی مشکوۃ المصابیح ص ۱۹۱) اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجھ پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کئے گئے تو میں نے ثواب کے کاموں میں یہ بھی دیکھا کہ مسجد میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو اور کوئی شخص اسے نکال دے اور مجھ پر میری امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو کوئی سورت یا آیت عطا کی گئی ہو پھر وہ اس کو بھول جائے'' (رواہ الترمذی وابوداؤد مشکوۃ المصابیح ص ۶۹)

بچوں کو قرآن کی تعلیم پر لگانے والے دنیا کی چند دن چمک مہک نہیں دیکھتے بلکہ اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے آخرت کی کامیابی اور وہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے لئے فکرمند ہوتے ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا.

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝

جھٹلایا قوم عاد نے سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ بیشک ہم نے ان پر سخت ہوا بھیج دی ایسے دن میں جو نحوست والا تھا دیر تک رہنے والا تھا

تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ

وہ ہوا لوگوں کو، کھڑ کر پھینک رہی تھی کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں' سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ ع ۸

آسان کر دیا' سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

قوم عاد کی تکذیب اور ہلاکت اور تعذیب

ان آیات میں قوم عاد کی تکذیب اور تعذیب کا ذکر ہے' ان کی طرف اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کی' توحید کی دعوت دی' یہ لوگ بری طرح پیش آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے خیال میں تو تم کم عقل ہو بیوقوف ہو، ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ یہ جو تم نے عذاب عذاب کی رٹ لگا رکھی ہے یہ دھمکی ہم پر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتی اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو چلو عذاب کو بلا لو بالآخر ان پر اللہ تعالیٰ شانہ نے ہوا کا عذاب بھیج دیا' بہت سخت تیز ہوا آئی جو ان پر سات رات آٹھ دن مسلط رہی

یہ دن ان کیلئے نامبارک اور منحوس تھے۔ ہوا چلتی رہی اور یہ لوگ مرتے رہے تیز ہوا نے انہیں اٹھا اٹھا کر پھینک دیا یہ لوگ بڑی جسامت والے تھے قد آور تھے، اپنی قوت اور طاقت پر انہیں بڑا گھمنڈ تھا انکے سامنے جب دین وایمان کی بات آئی تو کہنے لگے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (ہم سے بڑھ کر قوت کے اعتبار سے کون زیادہ سخت ہوگا) اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی تو ساری شیخی دھری رہ گئی ہوا نے انہیں اپنی جگہوں سے ایسا اٹھا کر پھینکا کہ ان میں کوئی جان ہی نہ تھی یہاں سورۃ القمر میں فرمایا ہے كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (گویا کہ وہ کھجور کے درختوں کے تنے تھے جو اکھڑا کھڑ کر زمین پر گر پڑے) اور سورۃ حاقہ میں فرمایا ہے فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (سو اے مخاطب تو اس قوم کو اور ان کے دیار میں پچھاڑے ہوئے دیکھتا ہے گویا کہ وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں جو اندر سے خالی ہیں)۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (سو کیسا تھا میرا عذاب اور میرے ڈرانے)۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا)۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا سو انہوں نے کہا کیا ہم اپنے میں سے ایک آدمی کا اتباع کریں جو ہم میں سے ہے شک اس صورت میں تو ہم بڑی گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے۔ کیا ہم سب

عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ

کے درمیان سے یہی ایک پر وحی نازل کی گئی؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ جھوٹا شیخی باز ہے (عنقریب کل ہی معلوم ہو جائے گا) کہ کون ہے بڑا جھوٹا شیخی باز۔ بیشک ہم اونٹنی بھیجنے والے ہیں انکی آزمائش

فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى

کے لئے سو آپ ان کو دیکھتے رہئے اور صبر کئے اور آپ انہیں بتا دیجئے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم ہے ہر ایک اپنے پانی کی باری پر حاضر ہو کر رہے۔ سو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اس

فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝

نے حملہ کر دیا اور کاٹ ڈالا۔ سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرے ڈرانے؟ بیشک ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی سو وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ لگانے والے کا چورا ہوا

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

اور بلاشبہ یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے سو کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

قوم ثمود کی تکذیب اور ہلاکت وتعذیب

ان آیات میں قوم ثمود کی تکذیب پھر ان کی ہلاکت وتعذیب کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ لوگ قوم عاد کے بعد تھے پہاڑوں کو کاٹ کر گھر بنا لیتے تھے اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا انہوں نے ان کو توحید کی دعوت دی خیر کا راستہ دکھایا لیکن ان پر تکبر سوار ہو گیا اور کہنے لگے کہ تم بھی انسان ہو اور ہم بھی انسان ہیں پھر ہو بھی تم ہم ہی میں سے تم میں کون سی خاص بات ہے جس کی وجہ سے تم نبی بنا دئے گئے؟ ہم اپنے ہی میں سے ایک آدمی کا اتباع کریں یہ تو بڑی گمراہی کی بات ہے ہم کوئی دیوانے تو نہیں ہیں جو اتنی بات بھی نہ سمجھیں ہم اپنے ہی جیسے آدمی کا اتباع کریں یہ دیوانگی نہیں ہے تو کیا ہے؟ بس جی ہماری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ اس شخص کو

رسالت نہیں ملی اپنی بڑائی بگھارنے کے لئے اور بڑا بننے کے لئے اس نے یہ بات نکالی ہے کہ رسول ہوں نبی ہوں تاکہ قوم اس کو بڑا ماننے لگے اللہ تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ہائیں عنقریب کل پتہ چل جائے گا کہ کون ہے بہت جھوٹا شیخی بگھارنے والا یعنی خود بڑے جھوٹے ہیں اور شیخی خور ہیں اسی لئے اللہ کے نبی نہیں مانتے۔ اپنے جھوٹ کا اور شیخی بگھارنے کا انجام عنقریب دیکھ لیں گے۔

ان لوگوں نے معجزہ کے طور پر حضرت صالح علیہ السلام سے کہا تھا کہ پہاڑ سے ایک اونٹنی نکال کر دکھاؤ۔ اگر تم ایسا کر دو گے تو ہم تمہاری نبوت کے اقراری ہو جائیں گے اللہ جل شانہ نے ایک بڑی اونٹنی ظاہر فرما دی سب نے دیکھا کہ اونٹنی پہاڑ سے برآمد ہوئی۔ چونکہ اللہ کی اونٹنی جو بطور معجزہ ظاہر ہو گئی تھی اس نے خوب زیادہ کھاتی پیتی تھی سورۃ الاعراف میں فرمایا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ سو اسے تم چھوڑے رکھو۔ اللہ کی زمین میں کھاتی رہے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا)۔

ان لوگوں کا ایک کنواں تھا۔ جس سے پانی بھرتے اور اپنے مویشیوں کو پلاتے تھے اللہ کی اس اونٹنی کو بھی پانی پینے کی ضرورت تھی حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بتا دیا۔

لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (اس کے لئے پانی پینے کی باری ہے اور تمہارے پینے کیلئے باری مقرر ہے) اس مضمون کو یہاں سورۂ قمر میں یوں بیان فرمایا اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ (کہ ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں ان لوگوں کی آزمائش کیلئے (اے صالح) ان کو دیکھتے رہئے اور صبر کیجئے۔

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ اور انہیں بتا دیجئے کہ پینے پانی ان کے درمیان بانٹ دیا گیا ہے ہر ایک اپنی باری پر حاضر ہوا کرے)۔

یہ لوگ اس اونٹنی سے تنگ آ گئے اس کا اپنے نمبر پر پانی پینا ناگوار ہوا بالآخر آپس میں مشورہ کیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے ان میں سے ایک آدمی قتل کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔ لوگوں نے اسے پکارا اس نے ہاتھ میں تلوار لی اور اونٹنی کو مارنا اپنے سے ان کو بتا دیا گیا کہ اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ لگاؤ گے تو تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا جب اسے قتل کر دیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بتا دیا تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ (اپنے گھروں میں تم تین دن بسر کر لو (اس کے بعد عذاب آ جائے گا) ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ (یہ وعدہ سچا ہے جھوٹا نہیں ہے) پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ تین دن بعد عذاب آیا اور کافر ہلاک کر دیئے گئے اور مومنین عذاب سے محفوظ رہے۔

ارشاد فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ بلاشبہ ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی سو وہ سب اس طرح ہلاک ہو کر رہ گئے جیسے کھیتی کی حفاظت کے لئے باڑ لگانے والے کی باڑ کا چورا چورا ہو جاتا ہے) یعنی ان کی جانیں تو گئیں جسم بھی باقی نہ رہے چورا چورا ہو کر رہ گئے۔ یہ بات تقریباً وہی ہے جو اصحاب فیل کے بارے میں فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ فرمایا ہے انہیں ایسا بنا دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو)

سورۂ ہود اور سورۂ قمر میں فرمایا ہے کہ ان کو ہلاک کرنے کیلئے چیخ بھیجی گئی اور سورۂ اعراف میں فرمایا فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ کہ انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا چونکہ دونوں ہی طرح کا عذاب آیا تھا اس لئے کہیں چیخ کا تذکرہ فرمایا اور کہیں زلزلہ کا عذاب کا تذکرہ فرمانے کے بعد فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ فرمایا سو کیسا تھا میرا عذاب اور ڈرانا) اور آخر میں آیت کریمہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

مُدَّکِرٍ کا اعادہ فرما دیا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً

لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا بیشک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی تیز ہوا بھیجی مگر لوط کے گھر والوں کو ہم نے نہیں (بلکہ) آخری رات میں اپنے فضل سے بچا لیا۔ ہم ایسا ہی

مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ

بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو شکر ادا کرے اور لوط نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا تھا سو انہوں نے ڈرانے کی چیزوں میں جھگڑے بازی کی اور بے شک

رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ

بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے لوط کے مہمانوں کو برے ارادے سے بہلانا چاہا سو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں سو چکھو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ اور بے شک صبح سویرے ان پر عذاب قطعی آ پہنچا

ع ۲ مُّسْتَقِرٌ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

جو برقرار رہنے والا تھا سو چکھو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے سو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا

حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ کرنا اور قوم کا کفر پر اصرار کرنا اور معاصی پر جمار ہنا اور آخر میں ہلاک ہونا

ان آیات میں حضرت لوطؑ کی قوم کی نافرمانی اور ہلاکت کا ذکر ہے حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے وطن سے ہجرت کر کے آئے تھے دونوں نے ملک شام میں قیام فرمایا حضرت لوط علیہ السلام چند بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے ان میں بڑی بستی کا نام سدوم تھا ان بستیوں کے رہنے والے بُرے لوگ تھے۔ بُرے اخلاق اور بُرے اعمال میں مشغول رہتے تھے مرد مردوں سے شہوت پوری کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا توحید کی دعوت دی بُرے افعال سے روکا لیکن ان لوگوں نے ایک نہ سنی اور اپنی بدقسمتی میں مشغول رہے بالآخر ان پر عذاب آ ہی گیا۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کے جو فرشتے بھیجے وہ اولاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے کہا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ (کہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں تو لوط علیہ السلام ہیں پوری بستی کیسے ہلاک ہوگی؟ فرشتوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ اس میں کون کون ہے ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو بچا لیں گے ہاں ان کی بیوی ہلاک ہو جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی پھر وہاں سے چل کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے چونکہ یہ فرشتے انسانی صورت میں تھے اور خوبصورت شکل میں آئے تھے اس لئے ان کو دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام رنجیدہ ہوئے اور انہیں خیال آیا کہ یہ مہمان ہیں۔ خوبصورت ہیں اندیشہ ہے کہ گاؤں والے ان کے ساتھ بُری حرکت کا ارادہ نہ کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ لوگ جلدی جلدی دوڑتے ہوئے آئے اور اپنا مطلب پورا کرنا چاہا جسے وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو۔ یہ میری بیٹیاں ہیں امت کی لڑکیاں جو گھروں میں موجود ہیں ان سے کام چلاؤ یعنی نکاح کر لو۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا اور یہ بھی بتایا کہ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن وہ لوگ نہ مانے حضرت لوط علیہ

اسلام کی تکذیب کرتے رہے اور عذاب میں بھی شک اور تردد کرتے رہے' جب انہوں نے بات نہ مانی تو اولاً یہ عذاب آیا کہ ان کی آنکھوں کو مطموس کر دیا گیا یعنی ان کے چہرے بالکل سپاٹ ہو گئے' آنکھیں بالکل ہی نہ رہیں' اللہ پاک کی طرف سے اعلان ہو گیا فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ط (سو تم میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ چکھ لو)۔

جب ہلاکت دارا عذاب آنے کا وقت قریب ہوا تو فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنی بیوی کے علاوہ رات کے ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جائیں اور برابر چلتے جائیے تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے' صبح کے وقت ان لوگوں پر عذاب نازل ہو جائے گا' جب صبح ہوئی تو اللہ کا حکم آ گیا جو فرشتے عذاب کے لئے بھیجے گئے تھے انہوں نے ان بستیوں کا تختہ اٹھا کر پلٹ دیا' نیچے کی زمین اوپر اور اوپر کی زمین نیچے ہو گئی' وہ سب لوگ اس میں دب کر مر گئے اور اللہ تعالیٰ نے اوپر سے پتھر بھی برسا دیئے جو کنکر کے پتھر تھے وہ لگاتار برس رہے تھے۔ ان پتھروں پر نشان بھی لگے ہوئے تھے' بعض علماء تفسیر نے فرمایا ہے ہر پتھر جس شخص پر پڑتا تھا اس پر اس کا نام لکھا تھا' اس کو سورۂ ہود میں مُسَوَّمَةً یعنی نشان زدہ فرمایا ہے (کما ذکرہ فی معالم التنزیل وفیہ اقوال اُخر)

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اس علاقہ میں موجود تھے ان پر زمین الٹنے کا عذاب آیا اور جو لوگ ادھر ادھر نکلے ہوئے تھے ان پر پتھر برسائے گئے اور وہ پتھروں کی بارش سے ہلاک ہو گئے۔ حضرت مجاہد تابعی سے کسی نے پوچھا کیا قوم لوط میں سے کوئی رہ گیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کوئی باقی نہ رہا تھا ہاں ایک شخص زندہ بچ گیا تھا جو مکہ معظمہ میں تجارت کے لئے گیا ہوا تھا' وہ چالیس دن کے بعد حرم سے نکلا تو اس کو بھی پتھر لگ گیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔

سورۂ ہود میں ان لوگوں کی زمین کا تختہ الٹنے کا اور پتھروں کی بارش کا ذکر ہے اور یہاں سورۃ القمر میں اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا فرمایا ہے علامہ قرطبیؒ نے اولاً ابوعبیدہ سے نقل کیا کہ اس سے پتھر مراد ہیں پھر صحاح سے نقل کیا کہ الصاحب الریح الشدیدۃ التی تطیر الحصباء کہ صاحب اس ہوا کو کہا جاتا ہے جو کنکریاں اڑاتی ہوئی چلے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں پر جو پتھر برسائے گئے تھے ان پتھروں کو تیز ہوا لے کر آئی تھی۔

پھر جو فرمایا وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ میں عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ کا ترجمہ مذاب دائمی پھر کیا گیا ہے' مستقر کا اصل ترجمہ ہے ٹھہرنے والا' کافر کا عذاب موت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا' پھر اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتا' اس سے مُسْتَقِرٌّ کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت لوط علیہ السلام کے اہل کو نجات دینے کا تذکرہ کے بعد كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ فرمایا اس میں یہ مستقل قانون بتا دیا کہ مؤمن شکر گزار بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ شانہ کی خاص مہربانی ہوتی ہے مؤمن بندوں کو چاہئے کہ وہ عبادت گزار بھی رہیں اور شکر گزار بھی' پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مظاہر دیکھیں۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اَكُفَّارُكُمْ

اور یہ بات واقعی ہے کہ آل فرعون کے پاس ڈرانے والی چیزیں آئی تھیں۔ انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا' سو ہم نے انہیں پکڑ لیا' زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا کیا تمہارے کافر بہتر ہیں

خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ

ان لوگوں سے یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی معافی ہے' کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ہے جو اب رہے گی۔ عنقریب جماعت شکست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر چل

الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ ۝ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلٰلٍ وَسُعُرٍ ۝ يَوْمَ

ویں گے۔ بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے۔ بلاشبہ مجرمین بڑی گمراہی اور بڑی بے عقلی میں ہیں۔ جس دن

يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا

دوزخ میں چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے، چکھو دوزخ کا مزہ بیشک ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ہمارا حکم ایک بات ہے

وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝

جو آنکھوں کا جھپکنا اور بات کی بات ہے۔ ہم نے تمہارے جیسے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے تو کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ سب نامہ اعمال میں لکھا ہوا ہے

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ۝ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ۝

اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے سچی مجلس میں قدرت والے بادشاہ کے پاس ہوں گے۔

آل فرعون کی تکذیب اور ہلاکت وتعذیب

ان آیات میں اولاً آل فرعون کا تذکرہ فرمایا ہے یہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ شانہ کے باغی تھے۔ فرعون کی بڑی طاقت تھی اس کی جمعیت بھی تھی اسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا وہ کہتا تھا کہ میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی طرف بھیجا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا فرعون کا دبدبہ تھا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے باوجود فرعون اور اس کی قوم کے بڑے لوگ دربار کے حاضر باش اور قوم کے سردار جنہیں کئی جگہ ملاء سے تعبیر فرمایا) لوگ ایمان نہیں لاتے تھے اور عوام الناس بھی ان کا اتباع کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہیں ڈرایا دنیا کی بربادی اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہونے کی باتیں بتائیں ان کے ہاتھ پر متعدد معجزات بھی ظاہر ہوئے جن کو سورۃ الاعراف کی آیات وَلَقَدْ أَخَذْنَآ آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ (الآیات الثلث) میں تذکرہ فرمایا ہے ان لوگوں نے تمام آیات کو جھٹلا دیا بالآخر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آل فرعون اور عساکر فرعون یعنی اس کے لشکروں کو ڈبو دیا اس سے پہلے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق ہونے کا تذکرہ کئی جگہ قرآن مجید میں گزر چکا ہے۔ یہاں ان کی تکذیب اور تعذیب کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔

اہل مکہ سے خطاب تم بہتر ہو یا ہلاک شدہ قومیں بہتر تھیں:۔ اس کے بعد اہل مکہ سے خطاب فرمایا أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولٰٓئِكُمْ کہ اے اہل مکہ! حضرت نوح اور حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام کی قومیں اور فرعون اور آل فرعون یہ سب لوگ جو ہلاک کئے گئے ان کے اور اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تمہارے کافر بہتر ہیں یا وہ لوگ بہتر تھے یعنی ان کی قوت اور سامان اور تعداد زیادہ تھی یا تم ان سے قوت میں بڑھ کر ہو؟ یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ کہ وہ لوگ قوت وطاقت اور مال واسباب میں تم سے کہیں زیادہ تھے انہوں نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی تکذیب کی تکذیب اور انکار کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے تم نے اپنے بارے میں جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم پر کفر کا وبال نازل نہ ہوگا غور کرلو اور سوچ لو کیا تمہارا یہ سمجھنا صحیح ہے؟ خوب سمجھ لو یہ صحیح نہیں ہے۔ گھمنڈ میں مت رہو۔

۴۳ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ (کیا تمہارے پاس ایسی کوئی دلیل ہے جو پرانی کتابوں سے منقول ہو) جس پر بھروسہ کر کے تم یہ کہتے ہو کہ پرانی قوموں پر جو عذاب آیا وہ تم پر نہیں آئے گا اور غرے باوجود تم محفوظ رہو گے۔ یہ بھی استفہام انکاری ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس ایسی کوئی بات بھی محفوظ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی سابقہ کتب سے منقول ہو جس میں یہ لکھا ہو کہ تم کو عذاب میں مبتلا نہ ہو گے نہ قوت میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہو نہ تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو سابقہ کتب سے منقول ہو جو غرے باوجود تمہاری حفاظت کی ذمہ داری اور ضمانت لے رہی ہو جب دونوں باتیں نہیں ہیں تو غرہ پر اصرار حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

غزوۂ بدر میں اہل مکہ کی شکست اور بڑا بول بولنے کی سزا اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ (کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بے حد پنے والی) یعنی ہمارے اندر اتحاد اور اتفاق ہے۔ ہمارے سامنے جو بھی آئے گا شکست کھائے گا اور ذلیل ہو گا۔ کون ہے جو ہمیں زک دے سکے یہ ان لوگوں نے بہت بڑی بات کہی اول تو سارے عرب کے سامنے اہل مکہ کی تعداد ہی کیا تھی اس سے اتنی بات تھی کہ حرم میں ہونے کی وجہ سے لوگ ان پر حملہ نہیں کرتے تھے یعنی عرب کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہ تھی پھر بھی اتنی بڑی بات کہہ دی تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اہل مکہ نے یہ بات غزوۂ بدر کے موقع پر ہی کہی تھی ان لوگوں کو اپنی متحدہ جماعت پر گھمنڈ ہو گیا اور یہ سوچ کر جو ذات خالق اور مالک ہے وہ جتنا چاہے اور جس کے ذریعہ چاہے شکست دیدے ادھر تو ان لوگوں نے اتنا بڑا بول بولا ادھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاشورہ کی اور خوب زیادہ دعا کی اور عرض کیا کہ اے اللہ! میں آپ کے عہد اور آپ کے وعدہ کو پیش کرتا ہوں (کہ مسلمانوں کی مدد فرمائیں) اے اللہ! اگر آپ چاہیں (یہ مؤمن بندے ہلاک ہو جائیں) آج کے دن کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ بس کیجئے آپ نے اپنے رب سے بہت الحاح کے ساتھ دعا کر لی۔ اس وقت آپ ایک قبہ میں تشریف رکھتے تھے۔ یہ آیت پڑھتے ہوئے آپ قبہ سے باہر نکلے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (دشمنوں کی جماعت عنقریب شکست کھائے گی اور پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گی۔ (صحیح بخاری ص ۴۰۸ ج ۱ و ص ۷۶۲ ج ۲)

اہل مکہ نے جو غرور کا کلمہ بولا تھا اس کا نتیجہ انہوں نے بھگت لیا۔ ذلیل ہو کر خوار ہو کر ان کی ایک بڑی جماعت تھی۔ تین سو تیرہ مسلمانوں کے مقابلہ میں شکست کھا گئی مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر آدمیوں کو قیدی بنا کر مدینہ منورہ لایا گیا بڑا بول وہ بھی اللہ تعالیٰ کے رسول کے مقابلہ میں ذلیل نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔

دنیا میں ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئی اپنی شکست پر بھروسہ کر کے مقابلہ میں پھر ذلیل ہوئے ان کی جتھیں پاش پاش ہوئیں کافروں کی جتھیں جماعتیں اب بھی اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی ذلت کا منہ دیکھیں گے۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ

یوم قیامت کی سخت مصیبت اور مجرمین کی بدحالی: اس کے بعد ارشاد فرمایا بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ (بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بہت سخت مصیبت کی چیز ہے اور بہت کڑوی ہے) دنیا میں یہ لوگ شکست کھائیں گے ذلت اٹھائیں گے مقتول ہوں گے موت کی نیند سلائے جائیں گے پھر برزخ کی مصیبت ہزار گنا قیامت کے دن کی مصیبت میں مبتلا ہوں گے وہ مصیبت بہت ہی زیادہ ہو گی اور بہت ہی زیادہ کڑوی ہو گی جیسے بہت سخت کڑوی چیز کا چکھنا اور نگلنا بہت دشوار ہوتا ہے اسی طرح قیامت کی مصیبت کو سمجھو۔ اس سے قیامت کی مصیبت کا تھوڑا سا اندازہ ہو جائے گا۔ قال صاحب الروح واشد مرارة فی الذوق و هو

استعارة لصعوبتها على النفس

مزید فرمایا اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (بلاشبہ جرم کرنے والے لوگ ہلاکت میں اور جلتی ہوئی آگ میں ہوں گے یہ آیت کا ایک ترجمہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ کی تفسیر میں فی خسران وھون فرمایا ہے جس کا ترجمہ ہلاکت اور بے عقلی کیا گیا ہے۔

یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (جس دن یہ لوگ چہروں کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کے چھونے کو چکھ لو) دنیا کی آگ کا جلانا دوزخ کی آگ کے جلانے کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے وہاں کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ گرم ہے۔ یہاں کی آگ سے ذرا دیر کو بدن چھو جائے تو کیسی تکلیف ہوتی ہے۔ وہاں کی آگ کیسی ہوگی اس کا اندازہ کر لیا جائے اس آگ کا چھونا ہی بہت سخت عذاب ہوگا۔ پھر اس میں جتنا کیسا عذاب ہوگا ہر مجرم کو یہ سوچنا چاہئے۔

ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی تخلیق کے بارے میں خبر دی فرمایا اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے پر پیدا کیا ہے) یعنی ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے جو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے مخلوق کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لکھ دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش مکہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقدیر کے بارے میں جھگڑنے لگے اس پر یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ (صحیح مسلم ص ۳۳۶ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح مسلم ص ۳۳۵ ج ۲) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز مقدر ہے۔ حتی کہ عاجز ہونا اور ہوشمند ہونا بھی مقدر ہے۔ (صحیح مسلم صفحہ ۳۳۶ ج ۲)

پلک جھپکنے کے برابر: پھر فرمایا وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (اور ہمارا امر یکبارگی ہو جائے گا جیسے کہ آنکھ جھپک جاتی ہے) صاحب روح المعانی نے اس کے تین مطلب لکھے ہیں ایک تو یہ ہے کہ ہم جو کچھ کرنا چاہیں وہ محض فعل واحد کی طرح سے ہے ہمیں کوئی مشقت لاحق ہوتی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم جو بھی کچھ وجود میں لانا چاہیں اس کے لئے کلمہ واحد کن ہی کافی ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا قائم ہونا فنا یا ایسے جلدی ہو جائے گا جتنی دیر میں آنکھ جھپکتی ہے اگر یہ معنی مراد ہو تو سورۃ النحل کی آیت کریمہ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ کے مطابق ہوگا۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْیَاعَكُمْ اور تم سے پہلے جو تمہاری طرح کے لوگ کفر اختیار کئے ہوئے تھے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا (جن کے واقعات تم جانتے بھی ہو) فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا)۔

بندوں نے جو اعمال کئے ہیں صحیفوں میں محفوظ ہیں: وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ (اور لوگوں نے جو بھی کام کئے وہ سب کتابوں میں ہیں) فرشتوں نے لکھ لیا اعمال نامے میں محفوظ ہیں کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں نے جو اعمال کئے ہوا میں اڑ گئے لاشئ

بن گئے وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ (اور ہر چھوٹا بڑا عمل لکھا ہوا ہے) تفصیل کے ساتھ لوح محفوظ ہے۔

متقیوں کا انعام واکرام: اس کے بعد متقین بندوں کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (بیشک متقی لوگ باغیچوں اور نہروں میں ہوں گے۔) ان نہروں کا تذکرہ سورۂ محمد کے دوسرے رکوع میں گزر چکا ہے)۔

فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ (سچائی کی جگہ میں ہوں گے) مَقْعَدِ صِدْقٍ جو فرمایا ہے (جس کا ترجمہ عمدہ مقام اور سچائی کی جگہ کیا گیا ہے) حقیقت میں یہ استعارہ ہے۔ لفظ صدق اقوال اور اعمال اور عقائد کی سچائی کے لئے بولا جاتا ہے جو حضرات ان چیزوں میں سچے ہیں انہیں اپنی سچائی کی وجہ سے وہاں بلند مقام ملے گا جہاں بہت زیادہ خوش ہوں گے اس لئے اس کا نام مقعد صدق رکھا گیا ہے۔

ساتھ ہی عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ بھی فرمایا کہ یہ بندے عظیم القدرت بادشاہ کے جوار میں ہوں گے یعنی ان کا مرتبہ بلند ہوگا اللہ تعالیٰ شانہٗ مکان اور محل و جہت سے پاک ہے۔ قال صاحب الروح والعدية للقرب الرتبي ص ۹۶ ج ۲۷)

وقد انتهى تفسير سورة القمر بفضل المليك الحنان المنان والصلوٰة والسلام على رسوله سيد الانسان والحان وعلى من تبعه باحسان الى اواخر الدهور والازمان

☆☆☆ ..... ☆☆☆

مکی	سورۃ الرحمن	۷۸ آیتیں ۳ رکوع

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ (۹۷) (۵۵) رُكُوْعَاتُهَا ۳ آیاتُہا ۷۸

سورۂ رحمن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھہتر آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾

رحمن نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا اس کو بیان سکھایا سورج اور چاند حساب کے ساتھ ہیں

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾

اور بے تنے کے درخت اور تنے آور فرمانبردار ہیں اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو رکھ دی کہ تم تولنے میں سرکشی نہ کرو

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ

اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو اور تول کو مت گھٹاؤ اور اس نے زمین کو لوگوں کے واسطے رکھ دیا۔ اس میں میوے

وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

اور مجور کے درخت ہیں جن پر غلاف ہوتا ہے اور دانے ہیں بھوسہ والے اور خوشبو دار پھول سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

رحمن نے قرآن کی تعلیم دی، انسان کو بیان سکھایا، چاند و سورج آسمان و زمین اسی کی مخلوق ہیں، اس نے انصاف کا حکم دیا، غذائیں پیدا فرمائیں، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

یہاں سے سورۃ الرحمن شروع ہو رہی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دنیاوی اور اخروی نعمتیں اور مظاہر قدرت اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں اس میں اکتیس (۳۱) بار فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ آیا ہے اس آیت کے تکرار سے ایک بہت بڑا لفظی اور معنوی حسن پیدا ہو گیا ہے

فضائل قرآن مذکورہ بالا آیات میں چند نعمتوں کا تذکرہ فرمایا جو ایمانی روحانی اور جسمانی غذاؤں پر مشتمل ہے۔

اول تو یہ فرمایا کہ رحمن جل مجدہ نے قرآن سکھایا۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو مومنین کو عطا فرمائی پھر اس کے الفاظ بھی سکھائے اور معانی بھی بتائے اس کی فصاحت و بلاغت بھی سمجھائی، اس کا سمجھنا اور حفظ کرنا بھی آسان فرمایا یہ زمین پر رہنے والے عاجز بندے جن کے اندر خون ہی خون بھرا ہوا ہے انہیں یہ شرف عطا فرمایا کہ اللہ کا کلام ان کے دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر جاری رہتا

ہے اس کے الفاظ اور کلمات اور معانی کے بیان کے سلسلے میں سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور الحمد للہ یہ سلسلہ برابر جاری ہے' قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور اپنے بندوں کو سکھایا پھر اس کے سیکھنے کا شرف بھی عطا فرمایا' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن کی نعمت دی پھر اس نے کسی دوسری نعمت کی وجہ سے کسی کے بارے میں یہ سمجھا کہ اس کو جو نعمت دی گئی ہو اس نعمت سے افضل ہے جو مجھے دی گئی تو اس نے سب سے بڑی نعمت کی ناقدری کی (اسنادہ ضعیف شعب الایمان للبیہقی ص ۴۰۹ ج ۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (رواہ البخاری ص ۷۵۲ ج ۲)۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اشراف اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ الَّیْلِ یعنی میری امت میں سب سے زیادہ شریف لوگ وہ ہیں جو قرآن کے حاملین ہیں اور راتوں کو بیدار رہنے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہے یہ مسلمانوں کی کتنی بڑی سعادت ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ان کی زبانوں پر جاری ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بے تکلف روانی کے ساتھ پڑھتے ہیں نقشہ بہت تک یاد ہیں جنہیں قرآن مجید حفظ یاد ہے سوتے میں تلاوت کرتے چلے جاتے ہیں "تفرۂ کانما ویفطان" (رواہ مسلم فی مشکوٰۃ ص ۱۹۰)

جس دل میں قرآن نہیں ہے وہ بہت بڑا محروم ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ ۔ (بلاشبہ جس کے دل میں قرآن کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (رواہ الترمذی، الدارمی وقال الترمذی حدیث صحیح کما فی مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۶ ج ۱)

بیان کرنے کی نعمت: خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اسے بڑی بڑی نعمتیں عطا فرمائیں، انہی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسے علم دیا بولنے کی صفت سے نوازا بات کرنے کا طریقہ بتایا بیان کرنے کی صفت عطا فرمائی اظہار مافی الضمیر پر قدرت دی فصاحت اور بلاغت سکھائی، اسالیب کلام کا القاء فرمایا قرآن کریم کے الفاظ اور معانی اور احکام و مسائل بیان کرنے اور دوسروں کو اس کے مفاہیم بتانے اور قرآن مجید کے علاوہ بھی ایک دوسرے سے بولنے اور بات کرنے اور لکھنے اور سمجھنے پر قدرت عطا فرمائی پھر ایک ہی زبان نہیں اسے بہت سی زبانیں سکھائی اور طرق ادا بتائے ایک زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کی قوت بخشی۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ

چاند و سورج ایک حساب سے چلتے ہیں: اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (چاند اور سورج کیلئے جو رفتاروں کے مدار مقرر فرما دیئے ہیں انہیں کے مطابق چلتے ہیں) اپنی رفتار میں آزاد نہیں ہیں جیسے چاہیں چلیں، جدھر کو چاہیں چلیں اور جب چاہیں رک جائیں۔ یہ ان کے اختیار سے باہر ہے۔ سورۂ یٰسین میں فرمایا وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّہَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَہَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّہَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝

(اور آفتاب اپنے ٹھکانہ کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس کا جو زبردست علم والا ہے اور چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں)۔

نجم اور شجر سجدہ کرتے ہیں: وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ (اور بے تنہ والا یعنی بیلدار درخت اور تنہ والا درخت (جو کھڑا رہتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرمان بردار ہیں جس طرح سجدہ کرنے والا اپنے خالق کے لئے خوشی سے سجدہ کرتا ہے اسی طرح یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں انقیاد اور فرمانبرداری کو سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ کدو، تربوز، خربوزہ کی بیل کو النجم فرمایا اور دوسرے چھوٹے بڑے درخت جو اپنی ساق یعنی پنڈلی پر کھڑے ہوتے ہیں (جن میں موٹے درخت بھی ہوتے ہیں اور پتلے بھی) ان سب کو شجر سے تعبیر فرمایا۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن جبیرؓ سے اسی طرح مروی ہے۔

آسمان کی رفعت اور بلندی:۔ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا (اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند فرمادیا شمس وقمر کے بعد آسمان کی بلندی کا تذکرہ فرمایا اور یہ بتایا کہ آسمان کی جو بلندی ہے یہ اسے اس کے خالق جل مجدہ نے عطا فرمائی ہے جب آسمان کی بلندی اس کے خالق تعالیٰ شانہ کی دی ہوئی ہے تو دوسری مخلوق کے بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ جس کسی کو جو کسی قسم کی رفعت ہے یا مل سکتی ہے وہ خالق تعالیٰ شانہ ہی کی طرف سے ہے اور ہو سکتی ہے۔

انصاف کے ساتھ وزن کرنے کا حکم:۔ وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اور اللہ تعالیٰ نے ترازو کو رکھ دیا اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ تاکہ تولنے میں سرکشی یعنی نافرمانی نہ کرو (عدل پر قائم رہو ایسا نہ کرو کہ دوسروں سے اپنے حق میں زیادہ تلواؤ اور دوسروں کے لئے تو لو تو ڈنڈی مار دو اور گھٹ کر تولو) جیسا کہ سورۃ التطفیف کے شروع میں تولنے والوں کی زیادتی کا طریقہ بیان فرمایا ہے، سورۃ الانعام اور سورۂ بنی اسرائیل میں بھی یہی حکم ہے (کہ ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو)۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۔ (اور زمین کو رکھ دیا لوگوں کے نفع کے لئے)

زمین کو اللہ تعالیٰ نے بچھونا بنا دیا اسے نرم بنا دیا تاکہ اسے کھود سکیں۔ حوض و تالاب بنا سکیں، اس پر عمارتیں کھڑی کر سکیں، مردے دفن کر سکیں، درخت لگا سکیں، کھیتی بو سکیں، ریلیں چلائیں، گھوڑے دوڑائیں، بیچاری بے زبان ہے، کچھ بھی انکار نہیں کرتی، اسی لئے سورۃ املک میں اسے ذَلُوْلًا بتایا ہے اس کے علاوہ بھی زمین سے بنی آدم کے بہت سے فوائد اور منافع وابستہ ہیں اس کو لفظ لِلْاَنَامِ میں ظاہر فرمایا، اس کے بعد بعض فوائد کا خصوصی تذکرہ فرمایا فِيْهَا فَاكِهَةٌ (الایتین) اس میں میوے ہیں اور کھجوریں ہیں۔

اَكْمَامٌ، كُمٌّ کی جمع ہے پھلوں پر جو غلاف ہوتا ہے اسے کم کہا جاتا ہے اس سے ایک تو پھل کی حفاظت رہتی ہے دوسرے خود یہ غلاف کام آتے ہیں وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ اور زمین میں دانے ہیں (گیہوں، جو وغیرہ) جو انسان کی غذا بنتے ہیں اور ان دانوں پر بھی غلاف چڑھے ہوئے ہیں، جن کو علیحدہ کیا جاتا ہے ان دانوں کو انسان کھاتے ہیں اور ان کے اوپر جو غلاف یعنی بھوسہ ہوتا ہے اسے حیوان کھاتے ہیں وَالرَّيْحَانُ اس کا ایک ترجمہ تو خوشبودار نباتات کیا گیا ہے اور بعض حضرات نے اس کا ترجمہ پھول کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے رزق مراد ہے بطور قاعدہ کلیہ انہوں نے ارشاد فرمادیا کہ کل ریحان فی القرآن فهو رزق (قرآن کریم میں جہاں ریحان کا لفظ آیا ہے مراد رزق ہے) یہ اقوال لکھنے کے بعد صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رزق کو ریحان اس لئے کہا گیا کہ اس سے راحت ملتی ہے، زمین سے نکلنے والی جن نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ان میں وہ چیزیں بھی ہیں جن میں غذا ہے اور لذت ہے اور وہ چیزیں بھی ہیں جن میں محض غذائیت ہے اور وہ چیزیں بھی ہیں جو بہائم یعنی چوپایوں کے کام آتے ہیں، ان نعمتوں کے تذکرہ کے بعد فرمایا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ سو اے جنو اور اے انسانو! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) اوپر جو نعمتیں مذکور ہوئی

ہیں ان سے دونوں فریق نفع حاصل کرتے ہیں۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
اللہ نے پیدا کیا انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح سے تھی اور پیدا کیا جن کو خالص آگ سے سو سے جن و انس تم اپنے رب کی
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے اور جنات کو خالص آگ سے پیدا فرمایا

یہ تین آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں انسان کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا یعنی ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام جو سب سے پہلے انسان ہیں اور سب انسانوں کے باپ ہیں ان کا پتلا مٹی سے بنایا یہ پہلے صرف مٹی تھی اس میں پانی ملا دیا گیا تو طین یعنی کیچڑ بن گئی پھر اس سے پتلا بنایا گیا اور وہ سوکھ گیا تو صلصال ہو گیا جیسے فخار اس چیز کو کہتے ہیں جو کیچڑ والی مٹی سے بنائی گئی ہو جب وہ سوکھ جائے تو اس میں انگلی مارنے سے آواز نکلتی ہے اسی آواز دینے والی مٹی کو صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر مختلف ادوار گزرے تھے اس کی تفصیل کے لئے سورۃ الحجر کے تیسرے رکوع کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

جنات کا جو سب سے پہلا باپ تھا اس کے بارے میں فرمایا کہ جان کو خالص آگ سے پیدا فرمایا بعض علماء کا کہنا ہے کہ جیسے حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں ایسے ہی جان ابوالجن یعنی جنات کا باپ ہے اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ ابلیس شیطان تمام جنات کا باپ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان مٹی سے اور جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں اور ہر فریق اپنے اپنے اصل مادہ کی طرف منسوب ہے اللہ تعالیٰ نے جس کو جس طرح پیدا فرمانا چاہا پیدا فرما دیا وجود بخشا یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کے ساتھ اور بہت سی نعمتیں ہیں ان نعمتوں کا تقاضا ہے کہ انسان اور جنات اپنے خالق جل مجدہ کے شکر گزار ہوں اور نعمتوں کی قدر دانی کریں اسی لئے اخیر میں فرمایا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ فرمایا (سو تم دونوں فریق انسان اور جن اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝
وہ دونوں مغربوں اور دونوں مشرقوں کا رب ہے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اس نے دونوں سمندروں کو ملا دیا
بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ
ان کے درمیان آڑ ہے وہ دونوں بغاوت نہیں کرتے سو اے جن و انس اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان دونوں میں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں سو اے جن و انس
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـَٔاتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اور اسی کیلئے کشتیاں ہیں جو بلند کی ہوئی ہیں سمندروں میں پہاڑوں کی طرح سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

جو کچھ زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے ﴿۲۶﴾ اور تیرے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال اور اکرام والا ہے ﴿۲۷﴾ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اللہ مشرقین اور مغربین کا رب ہے، میٹھے اور نمکین دریا اسی نے جاری فرمائے، اس سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں، اسی کے حکم سے کشتیاں چلتی ہیں

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر بیان فرمائے ہیں اور اس کی نعمتیں ذکر کی ہیں اول تو یہ فرمایا کہ وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا رب ہے اسی نے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کو پیدا فرمایا اور چاند اور سورج کو مقرر فرمایا جو اپنی مقررہ رفتار پر چلتے ہیں مشرقین سے طلوع ہوتے ہیں اور مغربین میں چھپ جاتے ہیں ان کے طلوع اور غروب سے رات اور دن کا ظہور ہوتا ہے دن میں دن کے کام اور رات میں رات کے کام انجام پذیر ہوتے ہیں رات اور دن کے آگے پیچھے آنے جانے میں انسانوں اور جنات کے بڑے منافع ہیں اس لئے اخیر میں فرمایا کہ اے جن اور انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

دو مشرق اور دو مغرب سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں صاحب روح المعانی نے علمائے تفسیر کے چند اقوال لکھے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ مشرقین سے گرمی اور سردی کے دونوں مشرق اور مغربین سے سردی اور گرمی کے دونوں مغرب مراد ہیں اور حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ مشرقین سے مشرق الفجر اور مشرق الشفق مراد ہیں اور مغربین سے مغرب الشمس اور مغرب الشفق مراد ہیں۔

اس کے بعد سمندروں کا تذکرہ فرمایا کہ دونوں سمندروں کو اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا جو آپس میں ملتے ہیں یعنی نظروں کے سامنے ملے ہوئے ہیں اور حقیقت میں ان کے درمیان میں ایک قدرتی حجاب ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں اپنی جگہ چھوڑ کر دوسرے کی جگہ نہیں ملتے ان دونوں سمندروں میں ایک میٹھا ہے اور ایک نمکین ہے دونوں سمندروں سے لوگ فوائد حاصل کرتے ہیں ان فوائد کا شکر لازم ہے جنات اور انسان دونوں فریق شکر ادا کریں۔

پھر فرمایا کہ ان دونوں سمندروں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں ان دونوں کے منافع بھی ظاہر ہیں جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانے والوں پر شکر لازم ہے۔ لؤلؤ اور مرجان میں کیا فرق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لؤلؤ سے چھوٹے موتی اور مرجان سے بڑے موتی مراد ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مرجان سے سرخ رنگ کے موتگے مراد ہیں اور لؤلؤ چھوٹے اور بڑے دونوں قسم کے موتیوں کو شامل ہے (فتح المجید ص ۲۰۱ ج ۲)

دو سمندر جو آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے ان میں ایک میٹھا سمندر اور دوسرا نمکین ہیں اس بارے میں سورۃ الفرقان کے تیسرے رکوع میں لکھا جا چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

بعض لوگوں نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ موتی اور مرجان تو شور یعنی نمکین پانی والے سمندر سے نکلتے ہیں پھر منھما تثنیہ کی ضمیر کیوں لائی

گئی؟ اس کے متعدد جواب دیے گئے ہیں جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ مِنْهُمَا کا مِنْهُمَا مِنْ مَحْمُوعِهِمَا ہے اور دونوں کے مجموعہ میں بحر بیچ بھی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ موتی نکالنے والے عموماً دریائے شور ہی سے نکالتے ہیں (میٹھے سمندر سے نکالنے کی طرف توجہ نہیں کرتے (شاید اس وجہ سے کہ اس میں زیادہ مال نہیں ملتا) بہر حال اللہ تعالیٰ کا کلام صحیح ہے بندوں کا علم ہی کتنا ہے جس پر بھروسہ کر کے خالق جل مجدہٗ پر اعتراض کریں۔

اس کے بعد کشتیوں کا تذکرہ فرمایا کہ اونچی اونچی کشتیاں پہاڑوں کی طرح سمندروں میں بلند ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے قائم ہیں۔ وہی اپنی قدرت کاملہ سے ان کی حفاظت فرماتا ہے سمندر کا تلاطم اور تیز ہواؤں کے جھکوں سے محفوظ فرماتا ہے یہ کشتیاں بڑے بڑے وزن کے سامان تجارت کو اور تاجروں کو اور انسانوں کی خوراکوں اور دوسری ضروریات کو ایک بر اعظم سے دوسرے بر اعظم تک لے جاتی ہیں جیسے سورۃ البقرہ میں یوں فرمایا ہے وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ (اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو انسانوں کو نفع دیتی ہیں) عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے کشتیاں بنانے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے پھر ان کو سمندر میں جاری کرنے اور ان میں مال لاد کر لے جانے کا طریقہ بتایا یہ سب فوائد اور منافع کی صورتیں ہیں۔ یہ کشتیاں لاکھوں انسانوں کی ضروریات زندگی کو لاکھوں تک پہنچاتی ہیں بندوں پر لازم ہے کہ خالق جل مجدہٗ کی قدرت اور ان کی نعمتوں کی ناشکری نہ کریں۔

زمین پر جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ زمین پر جو کچھ بھی ہے انسان اور جنات اور حیوانات اور ہر نفع یا ضرر کی چیز سمندر اور خشکی، بحار اور انہار اور پہاڑ اور ان کے علاوہ جو کچھ بھی ہے سب فنا ہونے والا ہے اور اے نبی آپ کے رب کی ذات باقی رہنے والی ہے اس کی ذات ذوالجلال بھی ہے اور ذوالاکرام بھی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں الجلال عظمة الله وكبرياؤه یعنی جلال سے اللہ کی عظمت اور بڑائی مراد ہے اور اکرام کے بارے میں لکھا ہے ای هو اهل لان يكرم عما لا يليق به من الشرك یعنی اللہ تعالیٰ اس کا مستحق ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے اور اس کی ذات گرامی کے لائق جو چیزیں نہیں ہیں مثلاً شرک اس سے اس کی تنزیہ کی جائے۔ یہ ترجمہ اور تفسیر اس صورت میں ہے کہ اکرام مصدر متعدی للمفعول لیا جائے اور بعض حضرات نے اس کو متعدی لفظ حمل لیا ہے اور معنی یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس صفت سے متصف ہے کہ وہ انعام فرمائے یعنی اپنی مخلوق پر رحم اور کرم فرمائے یہ معنی سورۃ الفجر کی آیت فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَكْرَمَنِ سے مفہوم ہو رہا ہے۔

سورۃ الفجر کی آیت میں اکرمہ بھی فرمایا جو باب تفعیل سے ہے اور سورۃ الاسراء میں فرمایا وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اس میں باب افعال سے لفظ انعام وارد ہوا ہے۔ فیض القدیر (ص ۱۶۰ ج ۱۲) شرح الجامع الصغیر میں لکھا ہے کہ اکرام انعام سے اخص ہے کیونکہ انعام کبھی گنہگاروں پر بھی ہوتا ہے اور اکرام صرف ان لوگوں کا ہوتا ہے جن سے کبھی نافرمانی نہ ہوئی ہو اس تشریح کی صحیح میں یوں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض اعتبارات سے ہر انسان مکرم ہے انسان کا وجود ہی اس کے لئے بہت بڑی چیز ہے پھر انسان کو بہت سے اکرامات سے نوازا ہے جیسے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ میں بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو جو بھی نعمت ملی وہ انعام بھی ہے اکرام بھی ہے یہ بات الگ ہے کہ انسان خود اپنے کو اس نعمت سے محروم کر لے یہ بات کافر یا فاسق کے لئے تو ہے ہی آخرت میں جو بھی نعمتیں ملیں گی وہ ایمان والوں ہی کو ملیں گی اہل ایمان ہی معزز و مکرم ہوں

گے کافر کو تو موت کے وقت سے ذلت و خواری ملتی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہی رہے گا موت کے بعد اس کے لئے نہ انعام ہے نہ اکرام وہاں کا انعام و اکرام اہل ایمان ہی کے لئے مخصوص ہے۔

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سَنَفْرُغُ

اس سے سوال کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہے ہر دن وہ ایک شان میں ہے سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اے دونوں جماعتو!

لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ

ہم عنقریب تمہارے لئے فارغ ہوں گے سو اے انس و جن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اے جماعت جنات کی اور انسانوں کی اگر تم سے

اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ

ہو سکے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ تم بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے سو اے انس و جن!

اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفات عالیہ اور انسان اور جنات کی عاجزی بیان فرمائی ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ اس دنیا میں جو کچھ کرتے ہو یہ نہ سمجھو کہ عمل کرنے میں آزاد ہو اعمال کی پوچھ گچھ ہوگی۔ جزا و سزا کا دن آنے والا ہے تمہارے حساب و کتاب کے لئے ہم عنقریب فارغ ہوں گے یعنی تمہارا معاملہ کریں گے مخلوق کے سمجھانے کے لئے مجازاً ایسا فرمایا ورنہ حق تعالیٰ شانہ کو کوئی بھی فعل دوسرے فعل سے مانع نہیں ہو سکتا کل یوم کا ترجمہ کل وقت اس لئے کیا گیا کہ مخلوق میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے تصرفات جاری رہتے ہیں۔

حساب و کتاب کی خبر دے کر پہلے سے آگاہ فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اسی لئے فرمایا کہ اے انس و جن اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اس کے بعد انسانوں اور جنوں کی عاجزی بیان فرمائی کہ تم دونوں جماعتوں کو اگر یہ قدرت حاصل ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے نکل سکو تو نکل جاؤ اور یاد رکھو کہ یہ نکل جانا بغیر طاقت و قوت اور زور کے نہیں ہو سکتا اور تم میں یہ طاقت نہیں ہے جس طرح وقوع قیامت سے پہلے عاجز ہو اسی طرح قیامت قائم ہونے کے وقت بھی عاجز ہو گے یہ نہ سمجھنا کہ قیامت قائم ہوئی تو ہم گرفت سے بچ جائیں گے اور خالق اور مالک جل مجدہ کے ملک کی حدود سے باہر چلے جائیں گے اس بات کو جانتے ہوئے کیسے کفر اختیار کیا ہوا ہے اور گناہوں پر کیوں تلے ہوئے ہو تمہیں پہلے بتا دیا گیا ہے کہ قیامت قائم ہوگی اور حساب ہوگا یہ پیشگی بتا دینا بھی انعام عظیم ہے اس نعمت کا شکر ادا کرو سو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا سو تم سے بنا نہ سکے گی تو اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُسْـَٔلُ

پھر جب آسمان پھٹ جائے گا سو ایسا ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا ہوتا ہے جس دن اور جس وقت تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے سو اس دن کسی انسان

عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ

یا جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا تو سے جس دن اور جس وقت تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے مجرم لوگ اپنی نشانی کے ذریعہ پہچانے جائیں گے۔

فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ

سو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑ جائے گا تو سے جس دن اور جس وقت تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ جہنم ہے جسے

بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

مجرمین جھٹلاتے ہیں دوزخ کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کھائیں گے۔ سو سے نس اور جن اتم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

ع ۲ وقف لازم

قیامت کے دن کفار انس وجان کی پریشانی' مجرمین کی خاص نشانی' پیشانی اور اقدام سے پکڑ کر دوزخ میں ڈالا جانا

ان آیات میں قیامت کے دن کا کچھ حال بتایا ہے اور مجرموں کا دوزخ میں داخلہ اور وہاں جو ان کی بدحالی ہوگی اس کا تذکرہ فرمایا ہے ان حالات کی پیشگی اطلاع دینا بھی نعمت ہے تاکہ لوگ کفر سے اور بداعمالیوں سے بچیں اور قیامت کے دن بدحالی اور دوزخ کے داخلہ سے بچیں' اس لئے ہر آیت کے ختم پر فبای آلاء ربکما تکذبان فرمایا۔

اول تو یہ فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو تم دونوں پر آگ کے شعلے پھینکے جائیں گے اور دھواں بھی پھینکا جائے گا یہ دھواں بھی آگ ہی سے نکلا ہوگا' چونکہ اس میں روشنی نہ ہوگی' اس لئے اس کو نحاس یعنی دھویں سے تعبیر فرمایا۔ اس کے سخت گرم ہونے میں تو کوئی شک نہیں سورۃ المرسلات میں فرمایا۔ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب۔ لا ظلیل ولا یغنی من اللھب۔ انھا ترمی بشرر کالقصر کانہ جملت صفرہ ویل یومئذ للمکذبین (چلو ایک سائبان کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں جو سایہ والا نہیں ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے' بیشک وہ دوزخ بڑے بڑے انگارے پھینک رہا ہے' جیسے بڑے بڑے محل ہوں گویا کہ وہ کالے کالے اونٹ ہیں' اس روز جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہوگی)۔ سورۃ المرسلات کی آیت میں بتادیا کہ دوزخ سے جو دھواں نکلے گا۔ بظاہر ایک سائبان معلوم ہوگا دنیا میں جو سائبان ہوتے ہیں وہ دھوپ اور سردی سے بچنے کے لئے بنائے جاتے ہیں لیکن وہ دھواں اگرچہ تاریک ہوگا لیکن سخت گرم ہوگا اس دھویں سے بچ نہ سکو گے نہ کوئی شخص اپنی مدد کر سکے گا نہ کسی دوسرے کی۔

پھر آسمان کے پھٹنے کا تذکرہ فرمایا کہ جب وہ پھٹ جائے گا تو رنگت کے اعتبار سے ایسا سرخ ہو جائے گا جیسے لال رنگ کا چمڑا ہوتا ہے سورۃ الفرقان میں فرمایا ہے۔ ویوم تشقق السمآء بالغمام ونزل الملئکۃ تنزیلا (اور جس دن آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ پڑے گا اور بکثرت فرشتے اتارے جائیں گے) یہ قیامت کا دن ہوگا جس میں اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

پھر فرمایا اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ مجرم سے سوال کبھی تحقیق حال کے لئے ہوتا

ہے کیونکہ پوچھنے والے کو پوری طرح صورت حال معلوم نہیں ہوتی اور کبھی اسے بتانے اور جتانے کے لئے ہوتا ہے کہ تم نے یہ ایسا کیا اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے ہر چیز کی ہمیشہ سے اسے خبر ہے بندوں کو پیدا فرمانے سے پہلے ہی ان کے احوال سے باخبر ہے تو بھی مجرمین قیامت کے دن حاضر ہونگے اسے اپنے علم میں لانے کیلئے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس آیت میں اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ مجرمین سے ان کے اعمال کا سوال اس لئے نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کا جرم آجائے سورۃ القصص کی آیت وَلَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ میں بھی یہی بات بتائی اور دوسری قسم کا پوچھنا جو اقرار کرنے اور جتانے کے لئے ہوتا ہے قیامت کے دن اس کا وقوع ہوگا جیسے سورۃ الاعراف کی آیت کریمہ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ میں بیان فرمایا ہے۔

پھر فرمایا کہ مجرموں کو ان کی علامت اور نشانیوں سے پہچانا جائے گا۔ ان نشانیوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے سورۃ الاسراء میں فرمایا ہے وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا (اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا اور گونگا اور بہرا کر کے منہ کے بل چلائیں گے) اور سورۂ طٰہٰ میں فرمایا وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ (اور ہم اس روز مجرموں کو اس حالت میں جمع کریں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے) کافروں کا چہروں کے بل چلنا پھر اندھا گونگا اور بہرا ہونا اور آنکھیں نیلی ہونا یہ سب ان کی پہچان کی نشانیاں ہوں گی ان کے ذریعہ کافروں کو پہچان لیا جائے گا اور ان کے قدم اور پیشانی کے بال پکڑ کر گٹھڑی سی بنا کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

جب جہنم میں ڈالے جانے لگیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے تھے اب جب دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تو مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کئے جائیں گے دوزخ کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر لگاتے ہوں گے۔

جہنم تو آگ ہی آگ ہے اور آگ کے علاوہ بھی اس میں طرح طرح کے عذاب ہیں ان ہی عذابوں میں سے عَذَابُ الْحَمِیْمِ یعنی گرم پانی کا عذاب بھی ہے گرم پانی اگلے سروں پر بھی ڈالا جائے گا جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا یُصْبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ اور پینے کیلئے پانی طلب کریں گے تو گرم پانی دیا جائے گا جیسا کہ سورۃ الکہف میں فرمایا وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ (اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کی تچھٹ کی طرح ہوگا وہ چہروں کو بھون ڈالے گا۔

اور سورۂ محمد میں فرمایا وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (اور ان کو گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا) اور سورۃ المؤمن میں فرمایا یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ (وہ لوگ گرم پانی میں کھینچے جائیں گے پھر انہیں آگ میں جلایا جائے گا) یہاں سورۂ رحمٰن میں فرمایا یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ (وہ دوزخ کے اور سخت گرم پانی کے درمیان چکر لگائیں گے) مفسرین نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ کبھی انہیں آگ میں ڈال کر عذاب دیا جائے گا اور کبھی پانی کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَی الْجَحِیْمِ سے معلوم ہوتا ہے کہ گرم پانی پلانے کے لئے انہیں گرم پانی کی جگہ لے جایا جائے گا پھر واپس جحیم یعنی آگ کی جگہ واپس کر دیا جائے گا بعض علماء نے آیت کے ظاہری الفاظ لے کر یہ کہا ہے کہ حمیم یعنی گرم پانی کی جگہ جحیم سے باہر ہوگی لیکن چونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ دخول جہنم کے بعد پھر خروج ہو اس لئے دیگر علماء نے یہ فرمایا ہے کہ گرم پانی کی جگہ بھی دوزخ ہی کی حدود میں اندر ہوگی گرم پانی پی کر واپس اپنے ٹھکانہ پر لائے جائیں گے جو آگ ہی میں ہوگا حدود جہنم سے باہر جانا انہیں نہیں ہے (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب) [یہ مضمون کا حیفہ ہے جو حَمِیْمٌ کی صفت ہے اس کا ماء انی ہے مفسرین

نے اس کا ترجمہ بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ قد انتھی حرہ یعنی وہ انتہائی حرارت کو پہنچ چکا ہوگا۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝ فَبِاَیِّ

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے ہوں گے سو اے انس و جن تم اپنے

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں باغوں میں دو چشمے چلتے ہوں گے۔ سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوہ کی دو قسمیں ہوں گی

مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ

سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ جنتی جنتوں میں رہنے والے وہ ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جس کے استر دبیز ریشم کے ہوں

اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَى الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ

گے اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے۔ سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان باغوں میں ایسی عورتیں ہوں

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ

جن کو جنتی کے علاوہ کسی انسان نے اور جنوں میں سے کسی جن نے ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔ سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ گویا کہ وہ یاقوت

وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝

اور مرجان ہیں۔ سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ بھی ہے؟

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اہل تقویٰ کی دو جنتیں اور ان کی صفات

ان آیات میں اہل جنت کے بعض انعامات کا تذکرہ ہے اور ہر نعمت بیان کرنے کے بعد فبای آلاء ربکما تکذبان فرمایا ہے کہ اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے پہلے رکوع میں دنیاوی جنتوں کا تذکرہ فرمایا اور تیسرے رکوع میں آخرت کی جنت کا تذکرہ کیا اور دوسرے رکوع میں جنات اور انسانوں کے عذاب کا تذکر فرمایا جس میں قیامت کے دن اور اس کے بعد دوزخ میں مجرمین مبتلا ہوں گے۔

مذکورہ بالا آیات میں اول تو یہ فرمایا کہ جو شخص اپنے رب کے حضور میں کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغ ہوں گے جنت خود بہت بڑا باغ ہے پھر اس باغ میں الگ الگ باغ ہوں گے جو حسب اعمال جنتیوں کو دیئے جائیں گے جو حضرات گناہوں سے بچتے ہیں آخرت کے حساب کی فکر رکھتے ہیں اور آخرت کے دن کے حساب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے خوشخبری ہے کہ ان میں سے ہر شخص کو دو باغ ملیں گے آخرت کا خوف انسان سے گناہوں کو چھڑا دیتا ہے اور طاعات اور عبادات پر لگائے رکھتا ہے سورۃ النازعات میں فرمایا:

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی المأوی (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے

سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا سو اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا)۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ تلاوت کی پھر فرمایا کہ دو جنتیں سونے کی ہیں جو سابقین کے لئے ہیں اور دو جنتیں چاندی کی ہیں جو ان لوگوں کی ہوں گی جو ان کے تابع ہوں گے (رواہ الحاکم فی المستدرک والذہبی فی التلخیص (م) ای علی شرط مسلم)

مذکورہ بالا دونوں جنتوں کی تین صفات بیان فرمائیں۔ اول تو یہ کہ ان میں درخت ہوں گے، ان کی شاخیں زیادہ ہوں گی جو ہری بھری ہوں گی دیکھنے میں خوب اچھی اور پھیلی ہوں گی ظاہر ہے کہ جب شاخیں اور ٹہنیاں خوب زیادہ ہوں گی تو پھل بھی خوب زیادہ ہوں گے دوسری صفت یہ بتائی کہ دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے یہ چشمے روانی کے ساتھ بہتے ہوں گے دیکھنے سے آنکھیں لطف اندوز ہوں گی علماء جنت کے چشموں کا ذکر سورۃ الدھر اور سورۃ التطفیف میں بھی فرمایا ہے سورۃ الدھر میں ایک چشمہ کا نام سلسبیل بتایا ہے اور سورۃ التطفیف میں ایک چشمہ کا نام تسنیم بتایا ہے سورۃ الدھر میں یہ بھی فرمایا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا

(جو نیک ہیں وہ ایسے جام شراب سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے خاص بندے پئیں گے جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے)

متقیوں کے دونوں باغوں کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ ان میں ہر میوہ کی دو دو قسمیں ہوں گی ایک قسم معروف یعنی جانی پہچانی ہوگی جسے دنیا میں دیکھا اور دوسری قسم نادر ہوگی جسے پہلے نہیں جانتے تھے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ایک قسم رطب یعنی تازہ اور دوسری قسم یابس یعنی خشک ہوگی اور لذت میں دونوں برابر ہوں گے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ دنیا میں جتنے بھی پھل ہیں میٹھے اور کڑوے سب جنت میں موجود ہوں گے حتیٰ کہ حنظل بھی ہوگا اور جو پھل یہاں کڑوا تھا وہاں میٹھا ہوگا۔ (روح المعانی ص ۱۷ ج ۲۷)

متقی حضرات کے بستر: متقی حضرات کی مزید نعمتیں بیان کرتے ہوئے ان کے بستروں اور بیویوں کا بھی تذکرہ فرمایا۔ بستروں کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جس کا استر یعنی اندر کا کپڑا استبرق یعنی دبیز ریشم ہوگا دنیا میں جو بستر بچھائے جاتے ہیں ان میں ایک استر اوپر کا اور ایک استر نیچے کا ہوتا ہے اوپر والا نقش ونگار والا خوبصورت ہوتا ہے اور نیچے والا نقش ونگار والا نہیں ہوتا قیمتا بھی اوپر والے کی نسبت گھٹیا ہوتا ہے آیت میں اہل جنت کے بستروں کے نیچے والے حصے کے بارے میں بتایا کہ وہ دبیز یعنی موٹے ریشم کے ہوں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں جنت کے بستروں کے نیچے والے استروں کے بارے میں بتایا کہ وہ دبیز یعنی موٹے ریشم کے ہوں گے اس سے سمجھ لو کہ اوپر والے استر کیسے خوشنما اور آرام دہ ہوں گے (رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین واقرہ الذہبی فی تلخیصہ) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اندرونی بستر استبرق کے ہوں گے اور اوپر کے بستروں کا کیا حال ہوگا؟ تو اس کے جواب میں سورۃ الم سجدہ کی یہ آیت تلاوت فرمادی فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (کسی نفس کو معلوم نہیں کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپایا گیا ہے) مطلب یہ تھا کہ اس کے بارے میں دیکھے بغیر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جنت میں دیکھ کر ہی پتہ چلے گا کہ وہ کیسے ہیں؟

دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے: وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے) حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اولیاء اللہ جنت میں ہوں گے اگر چاہیں گے کھڑے ہو کر پھل توڑیں گے اور اگر چاہیں گے بیٹھے بیٹھے توڑ لیں گے اور اگر چاہیں تو لیٹے لیٹے لے لیں گے ہر حال میں درخت ان کے قریب آ جائیں گے۔ (روح المعانی)

قولہ جنی ھومایجتنی من الثمار بالالف المقصورۃ اصلہ یاء فی آخرہ ودان اسم فاعل من دنایدنو (جنی اس کا معنی ہے پھلوں سے جو چنا جائے۔ الف مقصورہ کے ساتھ اور یہ الف اصل میں یا تھی جو کہ آخر میں تھی اور دان یہ دنا یدنو فعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے)

اہل جنت کی بیویاں: ..... اس کے بعد اہل جنت کی بیویوں کا تذکرہ فرمایا یہ بیویں دنیا والی بھی ہوں گی اور وہ حور عین بھی ہوں گی، جن سے وہاں نکاح کیا جائے گا، ان سب کا حسن و جمال بھی بہت زیادہ ہوگا وہ اپنی آنکھوں کو نیچی رکھیں گی، اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کو ذرا سی نظر بھی اٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔

مزید فرمایا لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (ان کے جنتی شوہروں سے پہلے کبھی انسان یا جن نے ان کو اپنے رجولیت والے کام میں استعمال نہیں کیا ہوگا وہ بالکل بکر یعنی کنواری ہوں گی، کسی مرد نے انہیں ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا) اور ہر مرتبہ ان کے پاس جائیں گے تو کنواری ہی پائیں گے۔ **قال صاحب الروح واصل الطمث خروج الدم ولذلک یقال للحیض طمث ثم اطلق علی جماع الأبکار لمافیہ من خروج الدم ثم عمم لکل جماع وھوالمروی ھنا عن عکرمۃ والی الاول ذھب الکثیر، وقیل ان التعبیر بہ للاشارۃ الی انھن یوجدن أبکارًا کلما جومعن** (صاحب روح المعانی کہتے ہیں۔ طمث کے اصل معنی خون نکلنے کے ہیں، اسی لئے حیض کو بھی طمث کہا جاتا ہے پھر اس کا اطلاق کنواری لڑکیوں سے جماع پر ہونے لگا کیونکہ اس صورت میں بھی خون کا خروج ہوتا ہے پھر اس کا اطلاق ہر طرح کے جماع پر ہونے لگا خواہ باکرہ سے ہو یا ثیبہ سے حضرت عکرمہؒ سے اس مقام پر طمث سے یہی دوسرے معنی مراد ہونا مروی ہے۔ جبکہ دیگر بہت سے علماء کا کہنا ہے کہ یہاں پہلے معنی مراد ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس لفظ سے تعبیر کرنے کا مقصد اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ ان حوروں کے شوہر جب بھی ان کے پاس جائیں گے انہیں کنواری ہی پائیں گے) (ص ۱۱۹ ج ۲۷)

پھر ان بیویوں کا حسن و جمال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (گویا کہ وہ یاقوت ہیں اور مرجان ہیں) یہ دونوں موتیوں کی قسمیں ہیں مرجان کا تذکرہ گزر چکا ہے حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ یاقوت کی صفائی اور لؤلؤ کی سفیدی سے تشبیہ دی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چہرے کی سرخی کو یاقوت سے اور باقی جسم کو موتیوں کی سفیدی سے تشبیہ دی ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کی صورتیں ایسی ہوں گی جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ پھر جو دوسری جماعت جنت میں داخل ہوں گی ان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے کوئی خوبصورت ستارہ آسمان میں نظر آتا ہے ان میں سے ہر شخص کیلئے حور عین میں سے دو بیویاں ہوں گی ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا حسن کی وجہ سے ہڈی اور گوشت کے باہر سے نظر آئے گا۔ (صحیح بخاری کی روایت ہے۔ ص ۴۶۱ ج ۱)

اور سنن ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ ہر بیوی پر ستر (۷۰) جوڑے ہوں گی (اس کے باوجود) اس کی پنڈلی کا گودا باہر سے نظر آئے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۹۷)

حدیث بالا میں دو بیویوں کا ذکر ہے، جو کم سے کم ہر شخص کو دی جائیں گی اور ان کے علاوہ جتنی زیادہ جس کو ملیں وہ مزید اللہ تعالیٰ کا کرم

ہے۔ ترجمہ کنز العرفان: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے کم درجہ کے جنتی کو اسی (۸۰) ہزار خادم اور بہتر (۷۲) بیویاں دی جائیں گی۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۹۹ از ترمذی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ دنیا والی عورتوں میں سے دو بیویاں اور حور عین سے ستر بیویاں ملیں گی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

احسان کا بدلہ احسان: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ ہے؟) یعنی جس بندہ نے اپنی زندگی بزرگی، اچھے عمل کئے موحد رہا، شرک سے بچا، ایمان لایا، اعمال صالحہ میں اکابر رہا اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہی ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت نصیب فرمائے گا اور وہاں کی نعمتوں سے نوازے گا جن میں سے بعض کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ حدیث شریف میں احسان کے بارے میں ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک فرمایا ہے اس کے مضمون کو بھی آیت بالا کا مضمون شامل ہے (مسلم صحیح میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔)

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ

اور ان دو باغوں سے کم درجے کے اور ان میں سے ہیں جن اے جن و انس اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہیں۔ سو اے جن و انس

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تم اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں خوب جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ۝

ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان باغوں میں اچھی عورتیں ہوں گی۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ حوریں جو خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ

ان کو ان سے پہلے کسی انسان یا جن نے نہیں چھوا ہوگا۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے جنتیں سبز قالینوں پر ٹیک لگائے ہوئے

خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ

ہوں گے اور نفیس دلکش فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے بڑا بابرکت ہے آپ کے

ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

رب کا نام جو عظمت اور احسان والا ہے۔

ع ۲ ۱۳

دوسرے درجہ کی جنتوں اور نعمتوں کا تذکرہ

گزشتہ آیات میں دو جنتوں کا ذکر فرمایا۔ اب یہاں سے دوسری دو جنتوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ یہ دونوں جنتیں پہلی دو جنتوں سے مرتبہ اور فضیلت میں کم ہوں گی یہ جن بندوں کو دی جائیں گی وہ اپنے احوال اور اعمال کے اعتبار سے ان حضرات سے کم درجے کے ہوں گے جن کو پہلی دو جنتیں دی جائیں گی گو صفت ایمان سے سب متصف ہوں گے آئندہ سورت واقعہ میں سابقین اولین اور اصحاب یمین جنت میں جانے والی دو جماعتوں کا تذکرہ فرمایا ہے مفسرین نے فرمایا ہے کہ پہلی دو جنتیں سابقین اولین کیلئے اور بعد والی دو جنتیں (جن کا یہاں ذکر ہو رہا ہے اصحاب یمین کے لئے ہوں گی (جو درجہ کے اعتبار سے سابقین اولین سے کم ہوں گے)۔

لفظ مُدْهَامَّتٰنِ کی تحقیق: مُدْهَامَّتٰنِ (یہ دونوں جنتیں بہت گہرے سبز رنگ والی ہوں گی) یہ کلمہ لفظ ادھیمام باب افعیلال سے اسم فاعل مؤنث کا تثنیہ ہے جو لفظ دُهْمَة سے مشتق ہے۔ دُهْمَةٌ سیاہی کو کہتے ہیں جب سبزی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے تو سیاہی کی طرف مائل ہو جاتی ہے اسلئے مُدْهَامَّتٰنِ فرمایا جس کا ترجمہ سبز گہرے رنگ کا کیا گیا قرآن مجید میں یہی ایک آیت ہے جو کلمہ واحدہ پر مشتمل ہے۔

خوب جوش مارنے والے دو چشمے: فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (ان دونوں باغوں میں خوب جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ دونوں چشمے اہل جنت پر خیر اور برکت نچھاور کرتے رہیں گے اور حضرت ابن مسعود اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ چشمے اہل جنت کے گھروں میں خوشبوؤں کی چیزیں پہنچاتے رہیں گے جیسے بارش کی چھینٹیں ہوتی ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ان دو چشموں سے جوش مارتا ہوا پانی جاری ہوگا جو برابر جاری رہے گا۔ (معالم التنزیل)

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے) یہ سب چیزیں وہاں کی ہوں گی دنیا کی چیزوں پر قیاس نہ کیا جائے۔ بعد والی دو جنتوں کی نعمتوں کے تذکرہ میں بھی آیت کے بعد فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ فرمایا ہے۔

جنتی بیویوں کا تذکرہ فِيهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (ان چاروں جنتوں میں اچھی اور خوبصورت عورتیں ہوں گی) معالم التنزیل میں حضرت ابن سلمہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! خیرات حسان کا مطلب بتائیے آپ نے بتایا خیرات الاخلاق حسان الوجوہ یعنی وہ اچھے اخلاق والی خوبصورت چہروں والی ہوں گی مزید فرمایا حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِيَامِ (وہ عورتیں حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی) یہ خوبصورت عورتیں پردوں میں چھپی ہوئی ہوں گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی عورتوں میں سے اگر کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو زمین و آسمان کے درمیان جتنی جگہ ہے اس سب کو روشن کر دے اور سب کو خوشبو سے بھر دے۔ اور فرمایا کہ اس کے سر کا دوپٹہ ساری دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے ان سب سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۹۵ عن البخاری)

جنت کے خیموں کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں مؤمن کے لئے ایک ہی موتی سے بنایا ہوا خیمہ ہوگا جو اندر سے خالی ہوگا اس کی چوڑائی (اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی لمبائی) ساٹھ (۶۰) میل کی مسافت تک ہوگی اس کے ہر گوشے میں اس کے اہل ہوں گے جنہیں دوسرے گوشہ والے دیکھ پائیں گے۔ مؤمن بندہ اپنے اہل کے پاس آتا جاتا کرتا رہے گا۔ مؤمنین کے لئے دو جنتیں ایسی ہوں گی جن میں برتن اور ان کے علاوہ جو

کچھ ہے سب چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہیں جن کے برتن اور جو کچھ ان میں ہیں سب سونے کا ہے اہل جنت اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان صرف ردائے کبریا حائل ہوگی یہ سب کچھ جنت عدن میں ہوگا۔ (رواہ البخاری و مسلم کذا فی المشکوۃ ص ۴۹۵)

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۔ (ان سے پہلے کسی انسان یا جن نے ان حوروں کا استعمال نہ کیا ہوگا)

بیویوں کی خوبی اور ان کا حسن و جمال بیان کرنے کے بعد فرمایا مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۔ (ان جنتوں میں داخل ہونے والے لوگ سبز رنگ کے نقش و نگار والے خوبصورت بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے) لفظ عبقری کی شرح میں متعدد اقوال ہیں ایک قول کے مطابق اس کا ترجمہ نقش و نگار والا کیا گیا ہے صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو عمدہ اور بڑھیا فخر کے قابل ہو اہل عرب اسے عبقری کہتے ہیں اسی اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا فلم ار عبقریا یفری فریه ۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۔ (بڑا برکت ہے آپ کے رب کا نام جو عظمت اور احسان والا ہے) یہ سورۃ الرحمن کی آخری آیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اکرام کے بیان پر ختم ہو رہی ہے پہلے رکوع کے ختم پر بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ذوالجلال والاکرام بیان فرمائی ہے وہاں اس کی تفسیر لکھ دی گئی ہے۔

''فوائدِ ضروریہ متعلقہ سورۃ الرحمٰن''

''فائدہ اولیٰ''

سورۃ الرحمن میں اکتیس جگہ (۳۱) جگہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ فرمایا فرمایا ہے اس کے بار بار پڑھنے سے ایک کیف اور سرور محسوس ہوتا ہے ایمانی غذا بھی ملتی ہے اور تلاوت کرنے والا اور تلاوت سننے والے پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو عروس القرآن یعنی قرآن کی دلہن فرمایا ہے (مشکوۃ المصابیح ۱۹۹)

''فائدہ ثانیہ''

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ میں جنات اور انسان دونوں جماعتوں کو خطاب فرمایا ہے اور بار بار یاد دہانی ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں سے نوازا ہے سو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے اپنے صحابہ کو سورۃ الرحمن اول سے آخر تک پڑھ کر سنائی یہ لوگ خاموشی سے سنتے رہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اس سورت کو لیلۃ الجن میں جنات کو پڑھ کر سنائی وہ جواب دینے میں تم سے اچھے ثابت ہوئے میں جب بھی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پڑھتا تھا تو وہ جواب میں یوں کہتے تھے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ اے ہمارے رب! ہم آپ کی کسی بھی نعمت کو نہیں جھٹلاتے آپ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ (رواہ الترمذی)

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے سب کو ہر طرح کی چھوٹی بڑی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان نعمتوں کا انکار کر دینا کہ مجھے نہیں ملی یا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں دی میں نے اپنی کوششوں سے حاصل کی ہے یا ایسا طرز عمل اختیار کرنا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ یہ شخص نعمتوں کا اقراری نہیں ہے یہ سب نعمتوں کی تکذیب ہے یعنی ان کا جھٹلانا ہے کفرانِ نعمت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

''فائدۂ ثالثہ''

یہ جو اشکال ہوتا ہے کہ سورۃ الرحمٰن کے دوسرے رکوع میں بعض عذابوں کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ان کے بعد بھی آیت باذکر فرمائی ہے عذاب تو قہر ہے وہ نعمتوں میں کیسے شمار ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے تنبیہ کر دی گئی کہ گناہگاروں کے ساتھ ایسا ایسا ہوگا تاکہ کفر و شرک اور معصیتوں سے بچیں اس لئے پیشگی خبر دے دینا کہ ایسا کرو گے تو ایسا بھرو گے یہ بھی ایک نعمت ہے اور حقیقت میں یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

''فائدۂ رابعہ''

آیات کریمہ سے یہ واضح ہو گیا کہ جنات بھی مکلف ہیں اور مخاطب ہیں سورۃ الذاریات میں واضح طور پر فرمایا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۝ (اور میں نے جن اور انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا) اور جس طرح انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جنات پر بھی ہیں (گو انسانوں کو فوقیت حاصل ہے کیونکہ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے) دونوں فریق کے پاس اللہ تعالیٰ کی ہدایت آئیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول آئے دونوں جماعتیں اللہ کے احکام کی مکلف ہیں (گو یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ جنات میں بھی رسول آئے تھے یا نہیں بنی آدم کی طرف جو رسول بھیجے گئے تھے وہی جنات کی طرف مبعوث تھے یا ان میں سے بھی رسول مبعوث ہوتے تھے)۔

البتہ اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول الثقلین ہیں۔ یعنی رہتی دنیا تک کیلئے آپ ہی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جس طرح آپ انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے اسی طرح آپ جنات کی طرف بھی مبعوث کئے گئے۔ سورۃ الرحمٰن کی آیت سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے اور سورۃ الاحقاف میں ہے کہ جنات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واپس ہو کر انہوں نے اپنی قوم سے جا کر کہا یقومنا اجیبوا داعی اللہ وامنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم (اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کئی بار جنات کے رہنے کی جگہ تشریف لے گئے جس کا کتب احادیث میں تذکرہ ہے۔

''فائدہ خامسہ''

یہ تو معلوم ہو گیا کہ جنات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکلف ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کا حکم دیا ان کی طرف رسول بھی بھیجے ان میں مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی، کافروں کے لئے جہنم ہے خواہ انسان ہوں خواہ جنات جیسا کہ سورۂ الٓمٓ سجدہ میں فرمایا ہے ولو شئنا لاتینا کل نفس ھدھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین (اور اگر ہم دکھانا ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کی ہدایت عطا فرماتے اور لیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں سے ضرور بھروں گا)

حضرات محدثین اور مفسرین کرام نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ مؤمن جنات پر اتنی مہربانی ہوگی کہ صرف دوزخ سے بچا لئے جائیں گے یا انہیں جنت میں بھی داخل کیا جائے گا بسورۃ الرحمٰن کی آیات جن میں جنت کی نعمتیں بتائی ہیں ان میں بار بار جو فبای الاء ربکما تکذبن فرمایا ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جنات بھی جنت میں جائیں گے۔

آکام المرجان (تالیف شیخ بدر الدین شبلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ) نے چوبیسویں باب میں اس سوال کو اٹھایا ہے اور چار قول لکھے ہیں پہلا قول یہ ہے کہ مؤمن جنات جنت میں داخل ہوں گے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ وقال وعلیہ جمھور العلماء وحکاہ ابن حزم فی الملل عن ابن ابی لیلی وابی یوسف وجمھور الناس قال وبہ نقول (اور کہا ہے کہ جمہور علماء اسی پر ہیں اور ابن حزم نے

ملل میں اسے ابن ابی لیلیٰ سے اور امام ابو یوسف سے اور جمہور علماء سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم اسی کے قائل ہیں)

دوسرا قول یہ ہے کہ جنت جنت میں داخل نہ ہوں گے اس کے باوجود وہ دوزخ کے قریب رہیں گے انسان نہیں دیکھا کریں گے وہ انسانوں کو نہ دیکھیں گے۔ (علی عکس ذلک فی الدنیا)

اس قول کے بارے میں لکھا ہے کہ وھذا القول مأثور عن مالک والشافعی واحمد وابی یوسف ومحمد وحکاہ ابن تیمیۃ فی جواب ابن مری وھو خلاف ماحکاہ ابن حزم عن ابی یوسف (یہ قول امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ اجمعین سے منقول ہے اسے ابن تیمیہ نے ابن مری کے جواب میں نقل کیا ہے اور یہ اس کے خلاف ہے جو ابن حزم نے امام ابو یوسف کے حوالہ سے نقل کیا ہے)

تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اعراف میں رہیں گے اور اس بات میں انہوں نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے لیکن حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے۔

چوتھا قول توقف کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے اس کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

"فائدہ سادسہ"

سورۃ الرحمن کے پہلے رکوع کے ختم پر اور تیسرے رکوع کے ختم پر اللہ تعالیٰ کی صفت ذوالجلال والاکرام بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ عظمت والا ہے اور اکرام والا ہے یعنی اپنے بندوں کے ساتھ احسان کا معاملہ فرماتا ہے اور انعام سے نوازتا ہے۔ (اس کی تشریح گزر چکی ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے الظوا یا ذاالجلال والاکرام یعنی یاذاالجلال والاکرام میں لگے رہو اس کو پڑھتے رہو اس کے ذریعے دعا کرتے رہو۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد ص ۴۹۹ ج ۱ وقرہ الذہبی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو تین بار استغفار کرتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام (رواہ مسلم)

ترجمہ: اے اللہ تو ہی سلامت ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے اے جلال اور اکرام والے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام (اے عظمت والے اور بخشش کرنے والے) آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ تیری دعا قبول کر لی گئی لہٰذا تو سوال کر لے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس شخص نے نماز کے بعد یہ الفاظ ادا کئے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآاِلٰہَ اِلَّآاَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ۔

اے اللہ! بے شک میں آپ سے اس بات کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ بلاشبہ آپ کے لئے سب تعریف ہے کوئی معبود آپ کے سوا نہیں ہے۔ آپ بہت زیادہ دینے والے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کو بلا مثال پیدا فرمانے والے ہیں اے عظمت والے اے عطا فرمانے والے اے زندہ اے قائم رکھنے والے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہ اس شخص نے اللہ کے اس بڑے نام کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جب اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے تو عطا فرما دیتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد ص ۲۱۰)۔

مکی	سورۃ الواقعہ	۹۶ آیتیں ۳ رکوع

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۵۶) | اٰيَاتُهَا ۹۶ | رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ واقعہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ

جب قیامت واقع ہو گی اس کو جھٹلانے والا کوئی نہ ہو گا۔ وہ پست کر دینے والی بلند کر دینے والی ہے جب زمین کو سخت

رَجًّا ۝ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝

ہلایا جائے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے اور تم تین قسم ہو جاؤ گے۔

قیامت پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہے

اس سورت میں وقوع قیامت اور قیامت واقع ہونے کے بعد جو فیصلے ہوں گے اور ان کے بعد جو اہل ایمان کو انعامات ملیں گے اور اہل کفر جو عذاب میں مبتلا ہوں گے اس کی کچھ تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ درمیان میں اللہ تعالیٰ کی دینی اور دنیوی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

آیت ۱ میں ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس کا کوئی جھٹلانے والا نہ ہوگا آج تو دنیا میں بہت بڑی تعداد میں لوگ اس کے وقوع کے منکر ہیں جب وہ آ ہی جائے گی جس کی خبر اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں نے دی ہے اسے نظر سے دیکھ لیں گے اور جھٹلانے والے پریشان حال مبتلائے عذاب ہوں گے اس دن مان لیں گے اور رَاَوْا الْعَذَابَ وَسَمِعُوْا نہیں گے قیامت کی یہ خاص صفت ہوگی کہ وہ خافضۃ بھی ہوگی اور رافعۃ بھی یعنی پست کرنے والی بھی اور بلند کرنے والی بھی ہوگی بہت سے لوگ جو دنیا میں بہت اونچے تھے بادشاہ تھے امیر تھے وزیر تھے قوموں کے سردار تھے مال کی ریل پیل کی وجہ سے اہل دنیا انہیں بڑا سمجھتے تھے لیکن کافر مشرک منافق یا کم از کم فاسق تھے یہ لوگ قیامت کے دن برے حال میں ہوں گے اس دن کی گرفت دنیا والی ساری بڑائی کو ملیامیٹ کر کے رکھ دے گی اور بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں حقیر سمجھے جاتے تھے اصحاب دنیا کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہ تھی لیکن ایمان والے تھے متقی اور پرہیزگار تھے اعمال صالحہ سے مزین اور متصف تھے قیامت انہیں بلند کر دے گی بہت بڑی تعداد میں تو یہ لوگ بلا حساب جنت میں چلیں جائیں گے اور بہت سوں سے آسان حساب ہوگا اور بہت سوں سے تھوڑا بہت حساب ہو کر چھٹکارہ ہو جائے گا حضرات انبیاء عظام اور شہداء کرام اور علماء اصحاب احترام کی سفارشیں کام دے جائیں گی۔

اس کے بعد قیامت کے زلزلے کا تذکرہ فرمایا اذا رجت الارض رجا (جب زمین کو سخت زلزلہ آئے گا) وبست الجبال بسا (اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے) فکانت ھباءً منبثا (پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے)۔

قولہ اذا رجت قال المفسرون اذا ثانیۃ بدل من الاولی وقیل ظرف لخافضۃ رافعۃ علی التنازع ذکرہ صاحب الکمالین بل اقرب ان یقال اذا الثانیۃ کا لشرط وقولہ تعالی ورجت عطف علیہ وکنتم وجزاءہ محذوف ای تقسمون وتثابون حسب ایمانکم واعمالکم. (اللہ تعالیٰ کا ارشاد اذا رجت مفسرین حضرات فرماتے ہیں دوسرا اذا پہلے اذا سے بدل ہے اور بعض نے کہا یہ خافضہ رافعہ کے لئے ظرف ہے تنازع فعلین کی بناء پر یہ توجیہ صاحب کمالین نے ذکر کی ہے بلکہ زیادہ قریب یہ ہے کہ یوں کہا جائے دوسرا اذا شرط کے قائم مقام ہے اور رجت اس پر اور کنتم پر عطف ہے اور اس کی جزاء محذوف ہے یعنی تم تقسیم کے جاؤ گے اور تمہیں تمہارا ایمان واعمال کے مطابق جزا دی جائے گی)

وکنتم ازواجا ثلثۃ اور اے لوگو قیامت کے دن تم تین قسموں پر ہو گے، ان تینوں قسموں کا تفصیلی بیان آئندہ آیات میں آ رہا ہے۔

اصحاب المیمنۃ کی دو قسمیں بیان فرمائیں اول سابقین جنہیں مقربین فرمایا

دوم عام مؤمنین جنہیں اصحاب ایمین سے تعبیر فرمایا سوم تمام کفار جو اصحاب الشمال ہوں گے۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝

سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَ

اور جو آگے بڑھنے والے ہیں وہ تو آگے بڑھنے والے ہی ہیں یہ لوگ مقرب ہیں یہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے اگلوں میں سے بہت سے ہوں گے اور پچھلوں

قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ

پچھلوں میں سے بہت سے ہوں گے وہ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے سامنے بیٹھے ہوں گے ان کے پاس ایسے لڑکے

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ

جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ جنتی لوگ ایسے گلاس اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ تو اس سے سر میں درد ہوگا اور نہ اس سے

لَا يُنْزِفُوْنَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ

عقل میں فتور آئے گا اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو انہیں مرغوب ہوگا اور ان جیسی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جیسے چھپا کر

اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا

رکھا ہوا موتی یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بے ہودہ بات جس سے گناہ کی

سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝

سرزد ہونے کی راہ نکلے ہاں دعا سلام کی بات سنیں گے اور جو داہنے والے کیسے اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بتہ کیلے ہوں گے۔

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ وَّفُرُشٍ

اور لمبا لمبا سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی اور اونچے اونچے

مَّرْفُوْعَةٍ ۝ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝

فرش ہوں گے ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو پیدا فرمایا ہے وہ کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں یہ سب چیزیں داہنے ہاتھ والوں کے لئے ہیں

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝

ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلوں میں سے ہوگا۔

ع ۱۴

قیامت کے دن حاضر ہونے والوں کی تین قسمیں

ان آیات میں اصحاب المیمنہ کی دونوں قسموں یعنی مقربین اور عام مومنین کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان کے انعامات بتائے ہیں۔

اولاً اجمالی طور پر فرمایا فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (سو داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے) وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے) پہلی قسم کے افراد کو اصحب المیمنۃ (داہنے ہاتھ والے) کس اعتبار سے فرمایا؟ اس کے بارے میں صاحب روح المعانی نے دو قول لکھے ہیں اول یہ کہ ان حضرات کے صحائف اعمال (یعنی اعمال نامے) داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے دوم یہ کہ جب یہ حضرات جنت میں جانے لگیں گے تو میدان حشر سے ہٹ کر داہنے ہاتھ کو چل دیں گے۔ صاحب معالم التنزیل نے تیسرا قول یہ لکھا ہے کہ جب صلب آدم سے نکالے گئے تو یہ لوگ ان کے داہنے طرف سے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے انہیں جنت کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ لفظ یمن (بمعنی مبارک) سے ماخوذ ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات مبارک ہیں۔ ان کی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں گزری ہوں گی ان کے مقابلہ میں اصحب المشئمۃ کو سمجھ لیا جائے۔ مذکورہ اقوال میں سے ہر بات کا متقابل ذہن میں لے آنا چاہئے (یعنی اصحب المشئمۃ کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور جب ان کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے تو میدان حشر سے بائیں ہاتھ میں لے جائے جائیں گے جدھر دوزخ ہوگا اور جب انہیں آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تھا تو یہ ان کے بائیں طرف سے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے انہیں دوزخ کے لئے پیدا کیا اور یہ لوگ نامبارک یعنی بدبختی کے کام کرتے تھے اپنی عمریں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں نہیں لگاتے تھے) اس کے بعد سابقین (یعنی آگے بڑھنے والوں) کی خصوصیات کا تذکرہ فرمایا اصحب المیمنۃ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے جو صفات بیان کی گئی ہیں ان کے اعتبار سے یہ حضرات مقربین بھی اصحب المیمنۃ ہی ہیں لیکن اعمال میں سبقت لے جانے کی وجہ سے ان کو سابقین کا لقب دیا گیا ان کے انعامات بھی خوب بڑے بڑے بتائے اس اعتبار سے میدان حشر میں حاضر ہونے والوں کی مذکورہ دو قسموں (اصحاب المیمنۃ اور اصحاب المشئمۃ کے علاوہ تیسری قسم یہی مقربین کی جماعت ہوگی۔

سابقین اولین کون سے حضرات ہیں: ..... سابقین کے بارے میں فرمایا وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (اور آگے بڑھنے والے وہ آگے بڑھنے والے ہیں وہ خاص قرب رکھنے والے ہیں)۔

جن حضرات کو سابقین کا لقب دیا اور اس سبقت سے کون سی سبقت مراد ہے اس بارے میں متعدد اقوال ہیں حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جنہوں نے ہجرت کی طرف سبقت کی اور حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ اس سے اسد مقبول کرنے کی طرف سبقت کرنے والے مراد ہیں حضرت ابن سیرین نے فرمایا کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی۔

حضرت ربیع بن انس نے فرمایا کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے میں سبقت کی اور حضرت علی نے فرمایا کہ جو حضرات پانچوں نمازوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ السابقون سے وہ حضرات مراد ہیں اور حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ جو حضرات توبہ کی طرف اور نیک اعمال کی طرف سبقت کرتے ہیں وہ حضرات سابقون ہیں اللہ تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور فرمایا اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ مذکورہ ۱ اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے سب سے زیادہ جامع قول حضرت سعید بن جبیر کا ہے جو دیگر اقوال کو بھی شامل ہے۔

سابقین اولین کے لئے سب سے بڑا انعام حضرات سابقین کے بارے میں اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فرمایا ہے قرب الٰہی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ساتھ ہی فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ بھی فرمایا کہ یہ حضرات نعمت والے باغیچوں میں ہوں گے۔ پھر ان حضرات کی اجمالی تعداد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ یعنی یہ جو سابقین مقربین بندے ہوں گے ان کا ایک بڑا گروہ گلہ گلوں میں سے ہوگا اور تھوڑے سے لوگ بعد والوں میں سے ہوں گے معلوم ہوا کہ پہلی امتوں میں سے شمول حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سابقین اولین زیادہ ہوں گے جنہیں ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ سے تعبیر فرمایا، اور امت محمدیہ میں سے بھی ایک جماعت سابقین میں سے ہوگی۔ لیکن یہ لوگ تعداد میں پہلی امتوں کے سابقین سے تعداد میں کم ہوں گے (گو یہ کم تعداد بھی بہت ہی بڑی تعداد میں ہوگی یونکہ ان کو امم سابقہ کے اعتبار سے قلیل فرمایا ہے) یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ سابقہ امتوں میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملا کر سابقین اولین کی تعداد اس امت کے سابقین اولین سے زیادہ ہونے سے پوری امت محمدیہ (جس میں عوام وخواص سب ہیں) کی تعداد میں کم ہونا لازم نہیں آتا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتیوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں اسی (۸۰) اس امت کی ہوں گی اور (۴۰) سب امتوں کو ملا کر ہوں گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

سابقین اولین کی مزید نعمتیں: سابقین اولین کی مزید نعمتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ (یہ حضرات ایسے تختوں پر ہوں گے جو بنے ہوئے ہوں گے) قرآن کریم میں صرف لفظ مَوْضُوْنَةٍ ہے کس چیز سے بنے ہوئے ہوں گے اس کا ذکر نہیں ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ سونے کے تاروں سے اور جواہر سے ان کی بناوٹ ہوگی مُتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ (ان تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے ہوں گے) اہل جنت کا تختوں پر بیٹھنا اس طرح سے ہوگا کہ کوئی کسی کی پشت نہیں دیکھ پائے گا۔

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت کریں گے) بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھر جائے گا) اول تو خدام کے بارے میں فرمایا کہ وہ لڑکے ہوں گے اور ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور ہمیشہ خادم بنے رہیں گے نہ انہیں موت آئے گی اور نہ بڑھاپا، ان وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ کو سورۃ الطور میں غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ فرمایا ہے یہ وِلْدَانٌ اہل جنت کے پاس چھوٹے بڑے برتنوں میں پینے کی چیزیں لے کر آئیں گے اکواب کوب کی جمع ہے گول منہ کا پیالہ جس میں پکڑنے کا کڑا نہ ہو اسے کوب کہا جاتا ہے اور اباریق ابریق کی جمع ہے ان سے وہ برتن مراد ہیں جن میں ٹونٹیاں لگی ہوں گی۔ ان پینے کی چیزوں میں شراب بھی ہوگی جس کا سورۃ محمد کی آیت

خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ میں تذکرہ فرمایا ہے خط خمر سے کسی کو شبہ آنے کا شبہ نہ ہو اس شبہ کو دور کرتے ہوئے لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ فرمایا (نہ اس سے ان کو دردِ سر ہوگا اور نہ عقل میں فتور آئے گا)

پینے کی چیزوں کے بعد کھانے کی چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ (اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے) وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا)

کھانے کی چیزوں کے تذکرہ کے بعد اہل جنت کی بیویوں کا تذکرہ فرمایا وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ (اور ان کے لئے گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی ہو) لفظ حور حوراء کی جمع ہے (اگرچہ اردو والے اس کو مفرد ہی سمجھتے ہیں جس کا معنی ہے گوری سفید رنگت والی عورت اور عین عینا کی جمع ہے جس کا ترجمہ بڑی آنکھ والی عورت۔ ان دو لفظوں میں جنتی عورتوں کی خوبصورتی بیان فرمائی ہے۔ پھر ان کے رنگ کی صفائی بیان کرتے ہوئے كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ فرمایا یعنی وہ چھپے ہوئے موتیوں کی طرح سے ہوں گی

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا)

ناگوار کلمات نہ سنیں گے:۔ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ انسان اچھے حال میں ہے جمال بھی ہے ازواج بھی ہیں اولاد بھی ہیں لیکن بے تکی تکلیف دینے والی اور آرام میں خلل ڈالنے والی کانوں کو تکلیف دینے والی آوازیں بھی آتی رہتی ہیں اور بعض مرتبہ انسان ان کو دفع کرنے اور ناگوار آوازیں بند کرنے پر قدرت نہیں رکھتا جنت میں ایسا نہ ہوگا وہاں ناگوار بات اور لغویات نہیں سنیں گے اور اسی کو فرمایا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا (وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بے ہودہ بات)

اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی یہ سلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہوگا جیسا کہ سورہ یٰسین میں فرمایا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ اور آپس میں بھی سلام کریں گے سورہ یونس میں فرمایا تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ اور فرشتے بھی سلام کے ساتھ ملاقات کریں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ غرض یہ کہ ہمیشہ باسلامت رہیں گے اور سلام پیش کیا جاتا رہے گا۔

اصحاب الیمین کی نعمتیں:۔ اس کے بعد اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (اور داہنے ہاتھ والے کیا خوب ہیں داہنے ہاتھ والے) فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی) سدر کو محصود کے ساتھ متصف فرمایا یعنی ان کے درختوں میں کانٹے نہیں ہوں گے جیسا کہ دنیا کی بیریوں میں کانٹے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک اعرابی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک ایسے درخت کا ذکر فرمایا ہے کہ جو ایذا دینے والا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کون سا درخت ہے؟ عرض کیا وہ سدر یعنی بیری کا درخت ہے اس میں کانٹے ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ فرمایا ہے یعنی وہ بیری کے درخت ایسے ہوں گے جن میں کانٹے کاٹے ہوئے ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کے ہر کانٹے کو کاٹ دے گا اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دے گا اس میں ایسے پھل لگیں گے کہ ہر ایک پھل چھ سو قسم کا ہوگا اس میں سے بہتر رنگ کے پھل نکل آئیں گے ایک رنگ دوسرے رنگ کے مشابہ نہ ہوگا (رواہ ابن ابی حاتم فی المسند کذا فی تفسیر ابن کثیر ص ۲۴۳ ج ۴)

دوسری نعمت میں بیان کرتے ہوئے وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ فرمایا (یعنی وہ بیر کے درخت ایسے ہوں گے جن میں تہ بتہ لگے ہوئے کیلے ہوں گے) کیلوں کا مزہ اور مٹھاس اور مخصوص کیف جو یہاں دنیا میں پُر لطف ہے دنیا والے اس سے واقف ہیں۔ آخرت کے کیلوں میں جو مزہ ہوگا وہ اہل دنیا کے تصور سے باہر ہے تیسری نعمت بیان کرتے ہوئے فرمایا وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ کہ اصحاب الیمین خوب زیادہ وسیع پھیلاؤ والے سایہ میں ہوں گے جنت کا سایہ

سراسر آرام دینے والا ہوگا اور سایہ بھی اصلی ہوگا جھوٹا سایہ نہ ہوگا جیسا کہ دنیا میں دھوئیں کا سایہ ہوتا ہے اسی لئے سورۂ نساء میں فرمایا ہے وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا اور ہم انہیں گہرے سایہ میں داخل کریں گے یہ سایہ چونکہ آرام دہ ہوگا اس لئے اس میں نہ تو سردی بھی گرمی اور سردی نہ ہوگی سورۃ الدھر میں فرمایا مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (اس حالت میں کہ وہ وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش پاویں گے اور نہ سردی)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ کہ جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ سواری پر چلنے والا سو سال تک چلتا رہے مگر اس کی مسافت کو قطع نہ کر سکے گا۔ (رواہ البخاری)

مزید فرمایا وَمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ کہ اصحاب الیمین کو ماء جاری کی بھی نعمت دی جائے گی صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ یہ پانی برابر زمین پر جاری ہوگا اس میں کھدی ہوئی نہریں ندی نالے بنے ہوئے نہ ہوں گے جہاں چاہیں گے یہ پانی پہنچ جائے گا۔ ڈول اور رسی کی ضرورت نہ ہوگی۔ (ص ۱۴۰ ج ۴)

وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ اور اصحاب الیمین خوب زیادہ فواکہ یعنی میووں میں ہوں گے یہ میوے ہمیشہ رہیں گے کبھی بھی ختم نہ ہوں گے اور کبھی بھی کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے گی جب چاہیں گے کھائیں گے جتنا چاہیں گے کھائیں گے) حدیث شریف میں ہے کہ جنتی آدمی جب بھی جنت میں کوئی پھل توڑے گا اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا۔ (مجمع الزوائد ص ۴۱۴ ج ۱۰)

وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (اور اصحاب الیمین بلند، ستروں پر ہوں گے) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفرش مرفوعۃ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کی بلندی اتنی ہوگی جیسے آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے یعنی پانچ سو (۵۰۰) سال کی مسافت کے بقدر۔ (رواہ الترمذی وقال غریب کذا فی المشکوۃ ص ۴۹۷)

بوڑھی مؤمنات جنت میں جوان بنادی جائیں گی:۔ اس کے بعد جنتی عورتوں کا تذکرہ فرمایا کہ وہاں جو بیویاں ہوں گی ان میں حوریں بھی ہوں گی جو مستقل مخلوق ہے اور دنیا والی عورتیں جو ایمان پر وفات پا گئیں وہ بھی اہل جنت کی بیویاں بنیں گی یہ دنیا والی عورتیں وہ بھی ہوں گی جو دنیا میں بوڑھی ہو چکی تھی اور وہ بھی ہوں گی جو شادی شدہ یا بے شادی شدہ چھوٹی عمر میں وفات پا گئی تھیں یہ سب جنت میں اہل ایمان کی بیویاں ہوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت میں سے جو بھی کوئی چھوٹا یا بڑا وفات پا گیا ہوگا قیامت کے دن سب کو جنت میں تیس (۳۰) سال کی عمر والا بنا دیا جائے گا ان کی عمر کبھی بھی اس سے آگے نہ بڑھے گی۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۹۹)

لہٰذا بوڑھی مؤمن عورتیں جنہوں نے دنیا میں وفات پائی تھی جنت میں داخل ہوں گی تو جوان ہوں گی تیس ۳۰ سال کی ہوں گی۔ آیت بالا میں اسی کو ذکر فرمایا ہے۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ.

(ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں)

جنتی عورتیں حسن و جمال والی بھی ہوں گی محبوبات بھی ہوں گی اور ہم عمر بھی ہوں گی۔

ایک بوڑھی صحابیہ عورت کا قصہ: شمائل ترمذی میں ہے کہ ایک بوڑھی عورت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرما دے، آپ نے فرمایا کہ اے فلاں کی ماں! جنت میں بڑھیا داخل نہ ہوگی یہ سن کر وہ بڑی بی روتی ہوئی واپس چلی گئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اس سے کہہ دو کہ جنت میں جب داخل ہوگی تو بڑھیا نہ ہوگی (یعنی جنت میں بڑھاپا باقی نہ رہے گا داخل ہونے سے پہلے ہی جوان بنا دیا جائے گا) اللہ تعالیٰ شانہ کا فرمان ہے۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر ۔۔۔ یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ شانہٗ کے فرمان اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے طور پر زندگی دیں گے ان میں وہ عورتیں بھی ہوں گی جو دنیا میں چندھی تھیں اور جن کی آنکھوں میں میل اور چپڑ بھرے رہتے تھے۔ (روح المعانی فی تفسیر سورۃ الواقعہ)

چندھی اس عورت کو کہا جاتا ہے کہ جس کی آنکھیں پوری طرح نہ کھلیں عام طور پر آنسو بہتے رہتے ہیں ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (اصحاب الیمین کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا)۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ سموم میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝

ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوش حالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے۔

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ

اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ آپ کہہ

اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ

دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کیے جائیں گے ایک معین دن کے وقت پر پھر تم کو اے گمراہو

الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ

جھٹلانے والو درخت زقوم سے کھانا ہوگا۔ سو اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا

عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝

پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کی طرح ہوگا۔ ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

اصحاب الشمال کا عذاب

ان آیات میں اصحاب الشمال کے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے جنہیں شروع سورت میں اصحاب المشئمۃ سے تعبیر فرمایا تھا ارشاد فرمایا

واصحٰب الشمال ما اصحٰب الشمال (اور بائیں ہاتھ والے کیسے ہیں بائیں ہاتھ والے)۔

فی سموم (یہ لوگ سخت گرم ہوا میں ہوں گے) وحمیم (اور خوب زیادہ سخت گرم پانی میں ہوں گے) وظل من یحموم (اور ایسے سایہ میں ہوں گے جو سیاہ دھوئیں کا سایہ ہوگا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یحموم سے دخان اسود یعنی کالا دھواں مراد ہے۔ یہ حال ممدوح کے مقابلہ میں بیان فرمایا ہے اصحٰب الیمین بہت اچھے ہیں اصحٰب الشمال بہت برے ہیں۔ یہ لوگ سخت گرم ہوا میں ہوں گے اور اصحٰب الشمال اس کے برعکس سخت گرم کالے دھوئیں میں ہوں گے لا بارد ولا کریم (یہ دھواں نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا)۔

دنیا میں کافروں کی مستی اور عیش پرستی انھم کانوا قبل ذلک مترفین (اس سے پہلے یہ لوگ جب دنیا میں تھے بڑی خوشحالی میں رہتے تھے) یعنی دنیا میں خوش حالی نے انہیں تباہ برباد یا اور مستحق عذاب بنا دیا اپنے مال اور دولت اور عیش و آرام میں مست تھے ایمان قبول نہیں کرتے تھے اپنے مال اور رزق کی صرف رجوع نہیں ہوتے تھے انہوں نے دنیا والے عیش و آرام ہی کو سب کچھ سمجھا لہٰذا آج عذاب میں گرفتار ہوئے۔

وقال صاحب الروح والمعنی انھم عدوا لانھم کانوا فی الدنیا مستکثرین عن قبول ماجاء ھم بہ رسلھم من الایمان باللہ عزوجل وما جاء ھم بہ سبحانہ وقال وھو الذی اقرفہ النعمۃ اطرتہ واطغتہ (ص ۱۴۵ ج ۲۷)

(صاحب روح المعانی فرماتے ہیں انہیں عذاب دیا جانے کا اس لئے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کے ذریعہ لائی ہوئی دعوت ایمان اور وہ سب احکام سے اعراض کرنے والے تھے۔ اور بعض نے کہا یہ وہ ہے جس کو نعمتوں نے خوشحال بنایا اور خوشحالی نے اسے تکبر اور سرکشی میں ڈال دیا) صفحہ ۲۵ ج ۲)

وکانوا یصرون علی الحنث العظیم (اور یہ لوگ بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے) یعنی شرک اور کفر پر اصرار کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ ہم ایمان قبول نہیں کریں گے اور ہمیشہ کفر پر رہیں گے۔

ان لوگوں کو توحید قبول کرنے سے بھی انکار تھا اور قیامت قائم ہونے کا بھی نفی سے انکار کرتے تھے اس لئے اس کے بعد فرمایا

وکانوا یقولون ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون (اور یہ کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے یہ بات تھے ان کا مخاطب وقوع قیامت کا استبعاد بھی تھا اور انکار بھی) وہ یوں بھی کہتے تھے کہ اوابآؤنا الاولون (کیا ہمارے پہلے باپ دادے بھی اٹھائے جائیں گے ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ قیامت کی خبر دینے والے اگر یوں کہتے کہ تم مرو گے اور مرتے ہی زندہ کر دیئے جاؤ گے تو یہ ایک بات بھی تھی ممکن تھا کہ ہم اسے مان لیتے لیکن یہ تو یوں کہتے ہیں کہ تم بھی اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے باپ دادے بھی یہ تو ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ قال فی الروح والمعنی ایبعث ایضا آباء ناعلی زیادۃ الاثبات یعنون انھم اقدم فعنھم ابعد وابطل

(صاحب روح المعانی میں ہے کہ مطلب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں اگر یہ اٹھانا ممکن بھی ہو جائے تو ہمارے آباؤ اجداد بھی اٹھائے جائیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ پہلے گذر چکے ہیں پس ان کا جی اٹھنا ناممکن و غلط ہے)

وقوع قیامت کا انکار کرنے والوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا قل ان الاولین والاخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم (آپ فرما دیجئے کہ پہلے دین اور آخرین متقدمین اور متاخرین سب کے سب ایک مقرر معلوم دن کی طرف جمع کئے جائیں گے) یعنی قیامت ضرور واقع ہوگی اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کا جو وقت مقرر ہے جس وقت آگے پیچھے سب انسان اگلے پچھلے جمع ہوں گے اس دن بندوں کی پیشی ہوگی ایمان

والوں کو جنت دی جائے گی اور اہل کفر و شرک دوزخ میں جائیں گے جس طرح مختلف عذاب ہیں ان عذابوں میں سے ایک زقوم بھی ہے۔ ارشاد فرمایا ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (پھر اے گمراہو جھٹلانے والو! تم زقوم کے درخت سے کھانے والے ہو گے) جو جہنم کی زمین کے اندر ہوگا اور دیکھنے میں بہت بدصورت ہوگا۔

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (باوجود یکہ وہ بہت زیادہ بدمزہ ہوگا پھر بھی بھوک کی شدت کی وجہ سے اس میں سے کھاؤ گے اور تھوڑا بہت نہیں خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے)

فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (پھر اس زقوم کے درخت پر خوب گرم کھولتا ہوا پانی پیو گے اور یہ پانی اس طرح خوب زیادہ پیو گے جیسے پیاسے اونٹ دنیا میں پانی پیتے ہیں) هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (یہ روز جزا میں ان کی مہمانی ہوگی)۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ

ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو تم (رحم میں) ڈالتے ہو

الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ

(اس سے) آدمی تم بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت مقرر کر رکھی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری صورتیں

فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝

میں بدل دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں اور تم کو (پیدا کرنے) میں پہلی مرتبہ سے ہم نے جان لیا ہے پھر تم (اس میں) غور کیوں نہیں کرتے۔ بھلا یہ تو بتاؤ جو کچھ تم بوتے ہو

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝

اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کر دیں پھر تم

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ

(تعجب کرتے رہ جاؤ کہ) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا (بلکہ) بالکل ہی محروم رہ گئے۔ اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم

مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ

برستے ہوئے ہم برساتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو کھارا کر دیں پھر تم کیوں شکر

الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ

نہیں کرتے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم

مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

(سب کے) فائدے کے لئے ہم نے بنایا ہے۔ سو (اے پیغمبر) اپنے پروردگار عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔

ع ۲ ۱۴ الجزء

بنی آدم کی تخلیق کیسے ہوئی؟ دنیا میں ان کے جینے اور بسنے کے اسباب کا تذکرہ

بنی آدم کی تینوں قسمیں بیان فرمانے کے بعد بنی آدم کی تخلیق کو بیان فرمایا اور بعض ان چیزوں کا تذکرہ فرمایا جو جینے بسنے کے اسباب کے طور پر زندگی کا سامان ہیں خطاب کا رخ منکرین کی طرف ہے لیکن نعمتوں کی یاد دہانی سب ہی کے لئے ہے۔ ارشاد فرمایا نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ تم نے تم کو پیدا کیا (جبکہ تم کچھ نہ تھے) کما فی سورۃ الدھر وَلَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا سو تم کیوں تصدیق نہیں کرتے موت کے بعد اٹھائے جانے اور قیامت قائم ہونے پر کیوں ایمان نہیں لاتے) جس ذات پاک نے تمہیں عدم سے کالا یا وجود بخشا اس کی قدرت کے کیوں منکر ہو رہے ہو اور یہ بات کیوں سمجھ رہے ہو کہ دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتے جیسے اس کو پہلی بار پیدا کرنے پر قدرت تھی ایسے ہی اب دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت ہے اور یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ جب اس نے تمہیں پیدا فرمایا زندگی بخشی اپنے رسول بھیجے کتابیں نازل کرنے کا اختیار دیا تو ان اعمال کی جزا سزا دینے جانے کے لئے ایک وقت مقرر ہونا چاہئے اسی جزا ملنے والے دن کو قیامت کا دن کہا جاتا ہے تمہیں اس کے وقوع کی خبر دی جا رہی ہے اور اس پر ایمان لانے کو کہا جا رہا ہے تو تم اس کے ماننے سے منکر ہو رہے ہو حالانکہ اعمال کی جزا و سزا کے بارے میں یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

بنی کی تخلیق اول مٹی سے تھی اس کے بعد سلسلہ توالد و تناسل نطفہ منی کے ذریعہ ہوتا رہا ہے مردوں کی منی عورتوں کے رحم میں پہنچتی ہے اس سے حمل قرار پاتا ہے ان کو فرمایا اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ (تم یہ تو کہو کہ جس منی کو تم رحموں میں پہنچاتے ہو اس منی سے تم آدمی بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں (یعنی ماء مھین (ذلیل پانی) سے جو جیتی جاگتی تصویر وجود میں آجاتی ہے اسے کون پیدا کرتا ہے کبھی تو حمل قرار پاتا ہی نہیں اور بہت سی مرتبہ قرار پا کر ادھورا بچہ گر جاتا ہے کبھی پیٹ ہی میں مر جاتا ہے کبھی لولنگڑا اندھا بہرا گونگا پیدا ہوتا ہے اور عموماً اچھی حالت میں پیدا ہوتے ہیں یہ سب کس کے تصرفات ہیں کیا ان میں تمہارا کوئی دخل ہے کسی کا کوئی دخل نہیں ہے صرف اللہ ہی کی قدرت و اختیار سے سب کچھ وجود میں آتا ہے سب تصرفات اللہ ہی کے ہیں تم سب اسی کی مخلوق ہو اسی کی بھیجی ہوئی ہدایت کو کیوں قبول نہیں کرتے؟ اس کے رسولوں اور کتابوں کو کیوں نہیں مانتے؟

اس کے بعد موت کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ (کہ ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقدر کر دیا) وہ اپنے مقررہ وقت پر آئے گی یہ موت کا مقدر کرنا اور اس کے وقت کا مقرر فرمانا اور ہر ایک کے مقررہ وقت پر موت دے دینا یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے کوئی بھی شخص موت سے نہیں بچ سکتا اور وقت مقررہ سے آگے اس کی زندگی نہیں بڑھ سکتی۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ (الایۃ) اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہیں ہلاک کر دیں اور تمہاری جیسی دوسری مخلوق تمہارے بدلہ پیدا کر دیں اور ہم اس سے بھی عاجز نہیں کہ ہم تمہیں ان صورتوں میں پیدا کر دیں جنہیں تم نہیں جانتے یعنی ہم موجودہ صورتوں کے علاوہ دوسری صورتوں میں پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى (اور تمہیں اپنی پہلی پیدائش کا علم ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا فرمایا جب کہ تم کچھ بھی نہ تھے فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ (سو تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے) جس نے پہلی بار پیدا فرمایا وہ دوبارہ بھی پیدا فرما سکتا ہے۔ پہلی تخلیق کرنے کے بعد اس کی قدرت ختم نہیں ہو گئی جیسی تھی ویسی ہی ہے قال تعالیٰ فی سورۃ قٓ اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کے بارے میں شبہ میں ہے)

کھیتی اگانے کی نعمت: ... اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ (الایات الخمس) ان آیات میں کھیتی کا تذکرہ فرمایا جو عام انسانوں کی زندگی کا ذریعہ ہے' ارشاد فرمایا کہ تم جو کھیتی کرتے ہو یعنی ہل یا ٹریکٹر چلا کر زمین کو نرم کرتے ہو پھر اس میں بیج ڈالتے ہو اس کے بارے میں یہ بتاؤ کہ بیج ڈالنے کے بعد کھیتی کو کون اگاتا ہے؟ تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ یعنی تم بیج ڈال کر فارغ ہو جاتے ہو' اب کھیتی کا اگانا ہمارا کام ہے' اگائیں یا نہ اگائیں ہمیں اختیار ہے؟ پھر اگر کھیتی نکل بھی آئی تو اس میں دانے نکلنے تک اس کا بڑھنا ضروری نہیں پہلے بھی ہلاک ہو سکتی ہے اور اگر کھیتی پوری ہوگئی بالیں نکل آئیں تو ضروری نہیں کہ تم اس سے نفع حاصل کر سکو ہم چاہیں تو اس سب کا چورا چورا کر دیں' پھر تعجب کرتے ہوئے رہ جاؤ (ہائے ہائے یہ کیا ہوا اس مرتبہ تو) ہم پر تاوان ہی پڑ کر رہ گیا بلکہ ہم بالکل ہی محروم کر دیئے گئے یعنی بیج بھی خرچ ہوا' محنت بھی اکارت گئی اور غلہ بھی کچھ نہ ملا۔

بارش برسانے کی نعمت: ... افرءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ (الآیات الثلاث) ان آیات میں پانی کی نعمت کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا: کہ بتاؤ یہ پانی جو تم پیتے ہو تم نے اسے بادل سے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں (ظاہر ہے کہ پانی کو بادل سے اتارنے میں تمہارا کوئی دخل نہیں جب بارش نہیں ہوتی تو تم تک آسمان کی طرف دیکھا کرتے ہیں اور ناامید ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا ہے۔ کمافی سورۃ الشوریٰ

وَھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ م بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (اور اللہ وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش بھیجتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے)

مزید فرمایا کہ یہ پانی جو ہم نے بادل سے اتارا ہے اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنا دیں اگر ہم ایسا کر دیں تو تم کچھ بھی نہیں کر سکتے' یہ میٹھا پانی پیتے ہو تمہارے مویشی پیتے ہیں اس سے نہاتے دھوتے ہو تم پر اس کے پینے پلانے اور دیگر استعمال میں لانے کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔

آگ بھی نعمت ہے: ... اس کے بعد آگ کا تذکرہ فرمایا' انسانوں کے کھانے پکانے اور بہت سے کاموں میں آگ استعمال ہوتی ہے' جو اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے ارشاد ہے: اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ (سو پھر آگ کے بارے میں بتاؤ جس کو تم جلاتے ہو) ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں) نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ (ہم نے اسکو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے) ان آیات میں یہ بتا دیا کہ یہ آگ جسے تم جلاتے ہو یہ بھی تو ہماری ہی پیدا کی ہوئی ہے بتاؤ اس کا درخت کس نے پیدا کیا ہے تم نے پیدا کیا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ اہل عرب بعض درختوں سے آگ حاصل کیا کرتے تھے' اس لئے اس کا تذکرہ فرمایا (سورۂ یٰسین کے ختم پر اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ کے ذیل میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے درختوں کے علاوہ پتھروں سے بھی آگ پیدا ہوتی تھی (جنہیں پرانے زمانے میں چقماق کہتے تھے) بہر حال جس ذریعہ سے بھی آگ پیدا ہو' آگ انسانوں کے لئے نعمت ہے (اگرچہ بعض مواقع میں قہمت بھی بن جاتی ہے) آگ کے درخت کے تذکرہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ درخت ہرا بھرا ہوتا ہے اس کے اندر پانی ہوتا ہے آگ اور پانی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں' پھر بھی اللہ تعالیٰ اس میں سے آگ نکال دیتا ہے' آگ بڑی عبرت اور نصیحت کی چیز ہے اور بڑی نعمت ہے اس سے نفع حاصل ہوتا ہے اگر آگ نہ ہوتی تو کچا آٹا لئے بیٹھے رہتے اور اس آگ سے آخرت کی آگ کی طرف بھی ذہن لے جاؤ وہ تو اس سے بہت زیادہ گرم ہے' کفر و شرک اور گناہوں سے بچو۔

قال فی معالم التنزیل تذکرۃ للنار الکبری اذا رآھا الرأی ذکر جھنم قالہ عکرمۃ ومجاھد ' وقال عطاء موعظۃ یتعظ بھا المؤمن (معالم التنزیل میں ہے کہ یہ آگ بڑی آگ کو یاد دلاتی ہے جب آگ جلانے والا اس آگ کو دیکھتا ہے تو اسے جہنم یاد آتی ہے یہ عکرمہ و مجاہد کا قول ہے اور عطاء فرماتے ہیں یہ ایک نصیحت ہے جس سے مؤمن نصیحت حاصل کرتا ہے)

متاعًا لِّلْمُقْوِیْن کا معنی: آخر میں فرمایا وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ

یعنی آگ کو ہم نے مسافروں کیلئے نفع کا ذریعہ بنا دیا ہے مسافر جب کہیں جنگلوں میں ٹھہرتے ہیں تو آگ جلا لیتے ہیں روٹی سالن بھی پکاتے ہیں سردی میں تاپتے بھی ہیں اسے دیکھ کر درندے بھی بھاگتے ہیں اور جو راستہ بھول گئے ہوں وہ بھی جلتی ہوئی آگ دیکھ کر جلانے والوں کے قریب آجاتے ہیں۔

قال البغوی فی معالم التنزیل المقوی النازل فی الارض والقواء ھو القفر الخالیۃ البعیدۃ من العمران یقال قویت الدار اذا خلت من سکانھا والمعنی انہ ینتفع بھا اھل الوادی والاسفار (ص ۲۸۸ ج ۴)۔

(علامہ بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں المقوی کا معنی ہے زمین میں چٹیل والا، اور القواء کہتے ہیں آبادی سے دور افتادہ میدانوں کو جہاں پانی نہ ہو قویت الدار جب گھر رہنے والوں سے خالی ہو جائے مطلب یہ ہے کہ اس سے آبادیوں میں رہنے والے اور سفر کرنے والے نفع اٹھاتے ہیں) (صفحہ ۲۸۸: ج ۴)

مختلف نعمتوں کے تذکرہ کے بعد فرمایا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ۝ (سو اے مخاطب! اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح بیان کر) جس ذات عالی کی مذکورہ بالا نعمتیں ہیں وہ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے وہ عظیم ہے اس کی پاکی بیان کرنا لازم ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ۝

سو میں موقع ستاروں کی قسم کھاتا ہوں اور بیشک یہ بڑی قسم ہے اگر تم جانتے ہو بیشک وہ قرآن کریم ہے

فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا

محفوظ کتاب میں ہے نہیں چھوتے اس کو پاکیزہ لوگ یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے کیا تم اس

الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝

کلام کو سرسری سمجھتے ہو اور تم نے اپنا حصہ یہی تجویز کر لیا ہے کہ جھٹلاتے رہو۔

بلاشبہ قرآن کریم رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن کریم کی عظمت بیان فرمائی ہے۔ مواقع النجوم کی قسم کھا کر فرمایا کہ بلاشبہ قرآن کریم ہے یعنی عزت والا ہے عمدہ چیز ہے بندوں کو نفع دینے والا ہے (اور) محفوظ کتاب ہے مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے لوح محفوظ مراد ہے جیسا کہ ابروج کے ختم پر فرمایا ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ (بلکہ وہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں) وہ لوح محفوظ میں محفوظ ہے اس میں تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔

مَوَاقِعَ النُّجُوْمِ سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے آسمان کے ستاروں کے غروب ہونے کی جگہیں مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مطالع النجوم مراد ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نجوم سے نجوم القرآن مراد ہیں نجوم نجم کی جمع ہے جو ستارہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور قسط وار جو کوئی چیز دی جائے اس کی تھوڑی تھوڑی ادائیگی کو بھی نجم کہتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا قرآن مجید جو نازل ہو رہا ہے' جسے فرشتے لوح محفوظ سے لے کر آتے ہیں' ان نجوم اور اقساط کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن جو بالاقساط نازل ہو رہا ہے' کتاب محفوظ میں محفوظ ہے۔ اس کتاب محفوظ تک انسان اور جنات کی رسائی نہیں ہو سکتی اور ان کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ یہ جملہ معترضہ ہے جو قسم اور جواب قسم کے درمیان واقع ہے مطلب یہ ہے کہ مواقع النجوم کی قسم عظیم قسم ہے اگر تم صاحب علم ہوتے تو اس کی عظمت کو جان لیتے۔ پھر جواب قسم فرمایا کہ "اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ" "مواقع نجوم کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ کتاب جو تم پڑھتے ہو قرآن کریم ہے" فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ "جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ اس سے لوح محفوظ مراد ہے جیسا کہ سورۃ البروج میں فرمایا ہے۔ "بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ" اس لوح تک شیاطین نہیں پہنچ سکتے اور تغیر اور تبدل سے محفوظ ہے۔

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (اسے صرف پاکیزہ بندے چھوتے ہیں) ان پاکیزہ بندوں سے فرشتے مراد ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی منقول ہے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یہ قرآن کریم رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے) بندوں کا فریضہ ہے کہ قرآن پر ایمان لائیں اس کی عظمت کا حق ادا کریں' اس کو یاد کریں' پڑھیں اور پڑھائیں لیکن بہت سے لوگ (جن میں اولین مخاطب اہل مکہ تھے) قرآن کی طرف سے بے رخی اور بے توجہی اختیار کرتے ہیں اور اسے یوں ہی سرسری بات سمجھتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں کہ اس نے اپنا کلام نازل فرمایا اس کی تکذیب کرتے ہیں یعنی جھٹلاتے ہیں اور کفر اختیار کرتے ہیں۔

اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ: ..... لفظ مُدْهِنُوْنَ کا ترجمہ صاحب روح المعانی نے متہاونون کیا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ تم قرآن کو معمولی چیز سمجھتے ہو پھر لکھا ہے کہ یہ لفظ "ادھان" سے ماخوذ ہے' چمڑے کو تیل وغیرہ لگا کر جو نرم کرتے ہیں اس کو ادھان کہتے ہیں' بطور مجاز یا بطور استعارہ یہ لفظ لایا گیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ قرآن کریم کی طرف جو مضبوط توجہ ہونی چاہیے تمہارے اندر وہ توجہ نہیں ہے اور ہمزہ استفہام لا کر اس پر توبیخ فرمائی۔ "یوں ہی سرسری بات سمجھتے ہو؟" یہ اس کا حاصل ترجمہ ہے۔

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ: ..... اس کا ایک ترجمہ اور مطلب تو وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ تمہیں نزول قرآن کی نعمت پر شکر کرنا چاہئے تھا شکر کے بجائے تم نے جھٹلانے ہی کو اختیار کر لیا۔ اب تمہارا نصیب یہی رہ گیا کہ تم تکذیب کیا کرو اس صورت میں رِزْقَكُمْ بمعنی شکرکم یا بمعنی حظکم لیا جائے گا۔ قال صاحب الروح وقیل معنی الآیة وتجعلون شکرکم لنعمة القرآن انکم تکذبون به ویشیر الی ذلک ماروٰه قتاده عن الحسن بنس ماأخذالقوم لأ نفسهم لم یرزقوا من کتاب الله تعالیٰ الا التکذیب.

یہ اس صورت میں ہے جبکہ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ سے لے کر وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ تک تمام آیات کا تعلق نزول قرآن مجید ہی سے ہو' صحیح مسلم (ص ۵۹ ج ۱) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بارش ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ آج صبح کچھ لوگ شاکر ہوئے اور کچھ لوگ کافر ہوئے جن لوگوں نے

یوں کہا کہ بارش اللہ کی رحمت سے ہوئی لوگ شاکر ہوئے اور جن لوگوں نے یوں کہا کہ فلاں فلاں ستارہ کے سقوط یعنی نیچے جانے کی وجہ سے بارش ہوئی وہ لوگ کافر ہوئے اس پر فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ سے وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ تک آیات نازل ہوئیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بارش نازل فرماتا ہے جو تمہارے لئے رزق کا سبب بنتی ہے اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے تم اللہ کی نعمت نہیں مانتے' علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں شیخ ابو عمر بن الصلاح سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پانچوں آیات ستاروں ہی کے بارے میں نازل ہوئیں (جن کے سقوط اور غروب کو اہل عرب بارش کا ذریعہ سمجھتے تھے) کیونکہ پوری آیات کی تفسیر اس کی موافقت نہیں کرتی' بات یہ ہے کہ بارش کے بارے میں آیت کریمہ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ نازل ہوئی اور باقی آیات میں دوسرے مضامین بیان کئے گئے ہیں' چونکہ سب آیات بیک وقت نازل ہوئی تھیں اسلئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سب کی تلاوت کر دی۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ آیت کی یہ تفسیر کہ تم نعمت قرآن کا شکر ادا کرنے کے بجائے تکذیب کو اختیار کرتے ہو' سبب نزول کے خلاف نہیں ہیں' کیونکہ قرآن حکیم میں دنیاوی اخروی دونوں قسم کی نعمتوں کا بیان ہے۔

قرآن کریم میں جو نعمتیں بیان کی گئی ہیں' ان کو سامنے رکھ کر خالق تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کرنا لازم تھا لیکن تم شکر کے بجائے تکذیب اور انکار میں لگے ہوئے ہو اسی ناشکری میں یہ بات بھی ہے کہ بارش ہوتی ہے تو تم اسے ستاروں کی طرف منسوب کرتے ہو حالانکہ قرآن کریم میں بار بار بتایا گیا کہ تمہارا عقیدہ صحیح عقیدہ کے خلاف ہے بارش برسانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔

قال صاحب الروح :فما جاء من تفسير تكذبون بتقولون مطرنا بنوء كذا وكذا ليس المراد منه الابيان نوع اقتضاه الحال من التكذيب بالقران المنعوت بتلك النعوت الجليلة وكون ذلك على الوجه الذى يزعمه الكفار تكذيبا به ممالا ينطح فيه كبشان ' وهذالاتمحل فيه' (ص ۱۵۷ ج ۲۷)

(صاحب روح المعانی فرماتے ہیں تکذبون کی جو تفسیر یہ آئی ہے کہ تم کہتے ہو ہمیں ان ان ستاروں کی وجہ سے بارش ملی ہے اس سے مراد فقط مذکور صفات سے موصوف قرآن کریم کی تکذیب کی ایک صورت کا بیان ہے جو مشرکین کی حالت کے تقاضے سے ہے۔ اور اس کا اس طور پر ہونا کہ جسے کافر اس کی تکذیب خیال کرتے تھے) (صفحہ ۱۵۷ ج ۲۷)

قرآن مجید کو پڑھنے اور چھونے کے احکام: لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ جو فرمایا (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اسے صرف پاکیزہ بندے ہی چھوتے ہیں) چونکہ یہ صیغہ خبر ہے اس لئے مفسرین کرام نے اس سے فرشتے مراد لئے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ فرشتے گناہوں سے پاک ہیں وہی لوح محفوظ تک پہنچ سکتے ہیں اور اسکے مضامین پر مطلع ہو سکتے ہیں اور بعض حضرات نے لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کو خبر بمعنی امر لیا ہے اور اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ قرآن مجید جو تمہارے پاس لکھا ہوا موجود ہے اس کو صرف وہی لوگ چھوئیں جو حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہوں' اگرچہ یہ مسئلہ اس پر موقوف نہیں ہے کہ آیت کریمہ میں جو کلمات ہیں وہ نہی کے معنی ہی میں ہے کیونکہ احادیث شریفہ سے بھی بلا طہارت قرآن مجید چھونے کی ممانعت ثابت ہے۔

مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔ عن عبدالله ابى بكر بن حزم ان فى الكتاب الذى كتبه رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمرو بن حزم أن لايمس القران الاطاهرا. (عبداللہ ابوبکر بن حزم سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے جو خط لکھا تھا اس میں تھا کہ قرآن کریم کو کوئی نہ چھوئے مگر پاک)

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو انہیں بہت سی باتوں کی نصیحت فرمائی اور لکھ کر دیں ان میں یہ بھی تھا کہ کوئی شخص قرآن کو نہ چھوئے مگر اس حالت میں کہ پاک ہو (وبسط الکلام علی الحدیث الزیلعی فی نصب الرایة وقال روی من حدیث عمر وبن حزم ومن حدیث عمرو من حدیث حکیم بن حزام ومن حدیث عثمان بن ابی العاص ومن حدیث ثوبان)۔ (اور اس حدیث پر علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں تفصیل سے گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بات حضرت عمرو بن حزم کی حدیث سے بھی مروی ہے اور حضرت حکیم بن حزام کی حدیث میں بھی اور حضرت عثمان بن ابی العاص کی حدیث میں بھی اور حضرت ثوبان کی حدیث میں بھی مروی ہے)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لایمس القرآن الا طاھر۔ پاک ہونے میں حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونا مراد ہے' قرآن مجید کو ناپاکی کی حالت میں اور ایسے جزدان اور غلاف سے چھو سکتے ہیں' جو اس سے علیحدہ ہوتا رہتا ہے' جلد کے ساتھ مستقل سلے ہوئے کپڑے کے ساتھ اور اس کپڑے کے ساتھ چھونا جائز نہیں ہے جو پہن رکھا ہو۔ حالت حیض اور نفاس میں بھی قرآن مجید کا چھونا جائز نہیں ہے' البتہ بے وضو قرآن کو حافظہ (زبانی) سے پڑھ سکتے ہیں اگر دیکھ کر پڑھنا چاہے اور وضو نہ ہو تو کسی رومال سے یا چاقو' چھری سے ورق پلٹ کر پڑھ سکتا ہے اور حالت حیض ونفاس اور حدث اکبر میں قرآن مجید کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنابت (حدث اکبر) کے علاوہ کوئی چیز قرآن شریف پڑھنے سے روکنے والی نہ تھی (حیض ونفاس بھی جنابت کے حکم میں ہیں کیونکہ ان سے بھی غسل فرض ہو جاتا ہے۔)

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ

جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکتے رہتے ہو' اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتے ہیں' لیکن تم

لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ

سمجھتے نہیں ہو' سو اگر تمہارا حساب وکتاب ہونے والا نہیں' تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لیتے اگر تم سچے ہو' پھر

اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ

جو شخص مقربین میں سے ہو گا اس کے لئے راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے والوں

الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾

میں سے ہو گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے سلامتی ہے تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو گا

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾

سو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی ضیافت ہو گی اور وہ دوزخ میں داخل ہو گا' بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے۔

اگر تمہیں جزا ملنی نہیں ہے تو موت کے وقت روح کو کیوں واپس نہیں لوٹا دیتے

ان آیات میں اولاً انسانوں کی بے بسی ظاہر فرمائی ہے جو موت کے وقت ظاہر ہوتی ہے ثانیاً انسانوں کی انہیں تینوں جماعتوں کا عذاب وثواب بیان فرمایا ہے جن کا پہلے رکوع میں تذکرہ فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انسانوں کو پیدا فرمایا اور انہیں بہت سے اعمال کرنے کا حکم دیا اور بہت سے اعمال سے منع فرمایا تاکہ بندوں کی فرمانبرداری اور نافرمانی کا امتحان لیا جائے' سورۃ الملک میں فرمایا خلق الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (موت اور حیات کو پیدا فرمایا تاکہ وہ آزمائے تم میں اچھے عمل والا کون ہے)

لہٰذا زندگی کے بعد موت بھی ضروری ہے اور ان دونوں میں سے بندوں کو کسی کے بارے میں کچھ بھی اختیار نہیں اللہ تعالیٰ نے زندگی دی وہی موت دے گا' اس نے دونوں کا وقت مقرر اور مقدر فرما دیا ہے کسی کو اختیار نہیں کہ خود سے پیدا ہو جائے یا وقت مقرر سے پہلے مر جائے۔ خالق تعالیٰ شانہٗ کی قضاء اور قدر کے خلاف اور اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

ارشاد فرمایا فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ (الایات الخمس) کہ جب مرنے والے کی روح حلق کو پہنچ جاتی ہے تو تم وہاں موجود ہوتے ہو اسے حسرت کی آنکھوں سے ٹک ٹک کر دیکھا کرتے ہو اور اس پر ترس کھاتے ہو اور تمہاری آرزو ہوتی ہے کہ اسے موت نہ آئے اور ہم بہ نسبت تمہارے مرنے والے سے زیادہ قریب ہوتے ہیں (کیونکہ تم اس کی صرف ظاہری حالت کو دیکھتے ہو اور ہم اس کی باطنی حالت پر بھی مطلع ہوتے ہیں) لیکن تم نہیں سمجھتے اگر تم یہ سمجھتے ہو اور اپنے خیال میں سچے ہو کہ تمہیں اعمال کے بدلے دیئے جانے والے نہیں ہیں تو مرنے والے کی موت کو روک کر دکھا دو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی موت کا وقت مقرر فرمایا ہے وہ اپنے فرشتے بھیجتا ہے جو روح نکالتے ہیں۔ حاضرین بے بس ہیں کچھ نہیں کر سکتے' جس طرح یہاں بے بس ہیں اسی طرح اس وقت بھی بے بس ہوں گے' جب اللہ تعالیٰ شانہٗ اعمال کی جزا دینے کے لئے جسموں میں روحیں ڈالے گا' یہ عاجز بندے نہ دنیا میں کسی مرنے والے کی روح کو واپس کر سکتے ہیں نہ قیامت کے دن دوبارہ زندگی کو روک سکتے ہیں۔ یہ دوبارہ زندہ ہونا اور پہلی زندگی کے اعمال کا بدلہ دیا جانا خالق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے طے شدہ ہے تم قیامت ہونے اور اعمال کا بدلہ دیا جانے کے منکر ہو اور اس انکار کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اگر تمہیں موت سے بچنے بچانے کی قدرت ہوتی تو یہ کہنے کا بھی موقعہ تھا کہ ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے اور جزا و سزا کے لئے پیشی نہ ہوگی جب اسی دنیا میں اپنی عاجزی دیکھ رہے ہو تو دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کی پیشی کا انکار کس بنیاد پر کر رہے ہو جبکہ خالق جل مجدہ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر بتا دیا ہے کہ تم سب کو مرنا ہے اور اعمال کی جزا ملنی ہے

كذا فسر حكيم الامة قدس سره فى بيان القران وان رده صاحب روح المعانى وقال انه ليس بشئ' ثم فسر بتفسير اخر وجعل المدينين بمعنى مربوبين وقال التقدير فلولا ترجعونها اذا بلغت الحلقوم وحاصل المعنى انكم ان كنتم غير مربوبين كما تقتضيه اقوالكم وافعالكم فمالكم لا ترجعون الروح الى البدن اذا بلغت الحلقوم وترددونها كما كانت بقدرتكم اوبواسطة علاج للطبيعة اه والاقرب الى السياق ماذكر فى بيان القران وقال القرطبى (ص ۲۳۱ ج ۱۷) اى فهلا ان كنتم غير محاسبين ولا محزيين باعمالكم اى ولن ترجعوها فبطل زعمكم انكم غير مملوكين ولا محاسبين (ثم قال) ترجعونها جواب لقوله تعالى فلولا اذا

بلغت الحلقوم ولقوله فلولا ان كنتم غير مدينين اجيبا بجواب واحدقاله الفراء اور بما اعادت العرب الحرفين ومعنا هما واحد وقيل حذف احدهما لدلالة الآخر عليه انتهى

(حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن میں اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے اور صاحب روح المعانی نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے پھر اس کی دوسری تفسیر کی ہے اور مدینین کا ترجمہ مربوبین سے کیا ہے اور کہا ہے کہ تقدیر یوں ہے کہ جب روح حلقوم تک پہنچ جاتی ہے تو تم اسے لوٹا کیوں نہیں لیتے۔ اس معنی کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم (اللہ تعالیٰ کے) پروردہ نہیں ہو جیسا کہ تمہارے اعمال واقوال تقاضا کرتے ہیں تو پھر تمہیں کیا ہے کہ تم روح کو اس کے حلقوم تک پہنچ جانے کے وقت بدن کی طرف کیوں نہیں لوٹاتے اور واپس کیوں نہیں کرتے جیسا کہ تمہاری قدرت سے ہو سکے یا طبعی علاج کے ذریعہ اھ۔ اور سیاق آیت کے قریب وہی ہے جو بیان القرآن میں مذکور ہے اور علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارا حساب نہیں ہوگا اور تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ نہیں ملے گا اور تم روح کو بھی نہیں لوٹا سکتے تو تمہارا یہ گمان باطل ہوگیا کہ تم کسی کے مملوک نہیں ہو اور تمہارا حساب نہیں ہوگا۔ آگے علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ ''ترجعونها'' اللہ تعالیٰ کے قول ''فلو لا اذا بلغت الحلقوم'' اور ''فلولا ان كنتم غير مدينين'' کا جواب ہے دونوں کا جواب ایک ہی دیا گیا ہے۔ یہ فراء کا قول ہے۔ یا بعض دفعہ عرب دو حرف لوٹاتے ہیں ان کا معنی ایک ہوتا ہے اور بعض نے کہا ایک کو حذف کر دیا گیا اس لئے کہ دوسرا اس پر دلالت کر رہا ہے)

مقربین اور صالحین کا انعام: اس کے بعد فرمایا فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ کہ قیامت کے دن حاضر ہونے والے بندوں میں جو مقربین ہوں گے وہ بڑے آرام میں ہوں گے ان کو رزق ملتا رہے گا اور نعمتوں والی جنت میں داخل ہوں گے وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ اور جو بندے اصحاب یمین ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ اے اصحاب یمین! تمہارے لئے سلامتی ہو۔

مکذبین اور ضالین کا عذاب: پھر کافروں اور مشرکوں کا عذاب بیان فرمایا وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اور جو شخص جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوگا (یہ اصحاب الشمال میں سے ہوگا۔ اس کے لئے سخت کھولتا ہوا گرم پانی ہوگا جس کا دوسرے رکوع میں ذکر ہوا) اور دھکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ (بے شک یہ تحقیقی بات ہے)

ع ۲ ۲۲

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے

یہ آیت سورۃ الواقعہ کی آخری آیت ہے اس سے پہلا رکوع بھی انہیں الفاظ پر ختم ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دنیاوی اور اخروی بیان کرنے اور کافروں کو تذکیر و تنبیہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جو عظیم ہے ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے اس کی طرف سے جو اخبار اور تبشیر ہے سب صحیح ہے یوں تو ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کیجئے اور اس کی حمد و ثناء میں لگے رہیں لیکن جن مواقع میں خصوصیت کے ساتھ تسبیح اور تحمید کا خصوصی اہتمام کرنے کا فرمایا ہے ان مواقع میں خاص طور سے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا اجعلوها فی رکوعکم کہ اسے اپنے رکوع میں مقرر کرلو (یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہا کرو) پھر جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی نازل ہوئی تو فرمایا کہ اسے سجدہ میں پڑھنے کیلئے مقرر کرلو (یعنی سجد میں سبحان ربی الاعلی کہا کرو) (مشکوۃ المصابیح ص ۸۲)

فائدہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھ لے اسے کبھی بھی فاقہ نہ ہوگا یعنی تنگدستی لاحق نہ ہوگی' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے تھے کہ روزانہ ہر رات کو اس سورۃ کو پڑھا کریں (راجع شعب الایمان ص ۴۹۲ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مرضِ وفات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا فما تشتھی (یعنی آپ کیا چاہتے ہیں؟) فرمایا رحمة ربی (یعنی اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں) پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں آپ کے لئے کسی طبیب (معالج) کو بلالوں؟ فرمایا اَلطَّبِیْبُ اَمْرَضَنِیْ مجھے طبیب ہی نے بیمار کیا یعنی طبیب حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اسی نے مجھے بیماری دی ہے اس کے سوا کس طبیب کو بلاؤ گے) پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے کوئی عطیہ بھیج دوں فرمایا مجھے کوئی حاجت نہیں' حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ قبول کرلو اپنے گھر والوں کے لئے چھوڑ جانا' فرمایا میں نے انہیں ایک چیز سکھادی ہے اسے پڑھتے رہیں گے تو کبھی محتاج نہ ہوں گے' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ من قرء الواقعة کل لیلة لم یفتقر (جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لے گا۔ کبھی محتاج نہ ہوگا) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان ص ۱۹۴ ج ۲)

کنز العمال میں حدیث نقل کی ہے:

علموا نسائکم سورة الواقعة فانها سورة الغنی۔ (کنز العمال ص ۵۹۲ ج ۱ مسند الفردوس للدیلمی)

(کہ اپنی عورتوں کو سورۃ الواقعہ سکھاؤ' کیونکہ وہ غنی (یعنی مالداری) لانے والی سورت ہے۔

ولقد تم تفسیر سورة الواقعة بفضل الله فالحمد له اولا واخرا وباطنا وظاهرا.

☆☆☆ . . .. . .☆☆☆

مدنی	سورۃ الحدید	۲۹ آیتیں ۴ رکوع

اٰیاتہا ۲۹ (۵۷) سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ (۹۴) رُکُوْعَاتہا ۴

سورۃ الحدید مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ ہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں' اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے' اسی کیلئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی'

یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ ہُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاہِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ

وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' وہی اول ہے وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے

وَ ہُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی

اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر

عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْہَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ

مستوی ہوا۔ وہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین کے اندر ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمانوں سے اترتی ہے اور جو اس میں

فِیْہَا ؕ وَ ہُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ

چڑھتی ہے' اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے۔ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں کی

وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّہَارِ وَ یُوْلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیْلِ ؕ

اور زمین کی' اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے' وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے'

وَ ہُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اور وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے

اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے آسمانوں میں اسی کی سلطنت ہے وہ سب کے اعمال سے باخبر ہے

یہاں سے سورۃ الحدید شروع ہو رہی ہے اوپر چھ آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ان میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفات جلیلہ عظیمہ بیان فرمائی ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا ملک اسی کے لئے ہے وہ زندہ بھی کرتا ہے اور موت بھی دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ اول بھی ہے اپنی مخلوق سے پہلے بھی اور آخری بھی ہے یعنی جب مخلوق فنا ہو جائے گی تب بھی باقی رہے گا یعنی اس پر نہ عدم سابق طاری ہوا نہ عدم لاحق طاری ہوگا اور وہ ظاہر بھی ہے کہ دلائل قاہرہ سے اسے پہچانا جاتا ہے اور باطن بھی ہے کہ اس کی ذات کا ادراک نہیں کیا جا سکتا وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

اس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ جو چیزیں زمین میں داخل ہوتی ہیں اور جو چیزیں اس سے نکلتی ہیں اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ آسمان میں چڑھتا ہے وہ ان سب کو جانتا ہے اور وہ اپنے علم کے اعتبار سے تم سے دور نہیں ہے تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں کا اور زمینوں کا ملک اسی کے لئے ہے اور تمام امور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے) اس میں بندوں کے اعمال بھی ہیں جو قیامت کے دن پیش ہوں گے اور جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے کبھی دن بڑا اور کبھی رات بڑی ہوتی ہے یہ سب تصرفات اسی ذات عالی کی ہیں وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے جس کسی کے دل میں جو بھی کچھ خیال اور وسوسہ آئے اور جو بھی کوئی شخص ایمان قبول کرے یا کفر پر جما رہے اسے ان سب کی خبر ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا

تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو

لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ

سو جو تم میں سے ایمان لائے اور خرچ کیا ان کے لئے بڑا اجر ہے اور تمہارے لئے کیا وجہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اس کی طرف بلا رہے ہیں تاکہ تم اپنے رب پر ایمان

اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ

لاؤ اور اللہ نے تم سے عہد لیا تھا اگر تم کو یقین لانا ہو وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

روشنی کی طرف لے آئے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق ہے اور مہربان ہے اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ

حالانکہ آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور قتال کر چکے وہ برابر نہیں ہیں

أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ

وہ بڑے درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں' جنہوں نے بعد میں خرچ کیا' اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے'

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾ مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ ع ۱۷

اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے' کوئی شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے پھر اللہ اس کو اس کے لئے بڑھائے اور اس کے لئے

أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١١﴾

اجر پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو

یہ پانچ آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں حکم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو ساتھ ہی مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ بھی فرمایا ہے یعنی یہ مال وہ ہے جو تم سے پہلے دوسروں کے پاس تھا ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلیفہ بنا دیا اب یہ مال تمہارے تصرف میں ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ یہ خرچ کیا ہوا مال ضائع نہ ہو جائے گا فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں ان کے لئے بڑا ثواب ہے) دوسری آیت میں فرمایا کہ تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے' اللہ نے تمہارے اندر اپنا رسول بھیج دیا وہ تمہیں دعوت دیتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور مزید بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لیا تھا جس کے جواب میں تم نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا (اس سے عہد اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ مراد ہے جو سورۂ اعراف میں مذکور ہے) اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تمہیں ایمان لانا ہے تو ایمان لے آؤ کس بات کا انتظار ہے' حجتیں قائم ہو گئیں' دلائل بیان کر دیئے براہین سمجھ میں آ گئے اب ایمان لانے میں کیوں دیر کر رہے ہو؟ فی معالم التنزیل ان کنتم مؤمنین یوما فالآن اخری الاوقات ان تؤمنوا لقیام الحجج والا علام ببعثۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ونزول القرآن (ص ۲۹۴ ج ۴) (تفسیر معالم التنزیل میں ہے اگر تم نے کسی دن ایمان لانا ہے تو اب ایمان لانے کا آخری وقت ہے کیونکہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن کے سبب بہت سارے دلائل اور نشانیاں قائم ہو چکی ہیں)

تیسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا اور آپ پر آیات قرآنیہ نازل فرمانے کی نعمت کا تذکرہ فرمایا' ارشاد فرمایا کہ اللہ وہی ہے جس نے اپنے بندہ پر واضح آیات نازل فرمائیں تاکہ وہ (کفر و شرک کی) اندھیریوں سے نور ایمان کی طرف لائے (یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے) اور بلاشبہ اللہ خوب زیادہ شفقت و رحمت فرمانے والا ہے۔

چوتھی آیت میں فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ تمہیں اس بات سے کیا چیز روکنے والی ہے کہ تم اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو سب مال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے حقیقتاً وہی مالک ہے۔ مجازی مالکوں کی موت کے بعد تمہیں یہ مال ملا ہے تمہارا نہ حقیقت میں ہے نہ اب ہے اور نہ مجازی طور پر تمہارے پاس ہمیشہ رہے گا۔ قال فی معالم التنزیل ای شیء لکم فی ترک الانفاق فیما یقرب من اللہ وانتم میتون تارکون اموالکم (ص ۲۹۴ ج ۴) (معالم التنزیل میں ہے اللہ تعالیٰ کے قرب کے راستوں میں خرچ کرنے

ہے تمہیں کون سی چیز روکتی ہے حالانکہ تم اپنے مالوں کو چھوڑ کر کوچ کرنے والے ہو)

فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ حضرات بھی تھے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا تھا اور کافروں سے جنگ لڑی تھی پھر جب مکہ فتح ہو گیا کافروں کو شکست ہو گئی تو اس کے بعد مسلمانوں کے مغلوب ہونے کا ڈر ختم ہو گیا اس لئے فرمایا لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے فی سبیل اللہ مال خرچ کئے اور جہاد کیا یہ جماعت اور وہ لوگ جنہوں نے اس کے بعد مال خرچ کئے اور جہاد کیا برابر نہیں ہیں۔ پہلے فریق کے بارے میں فرمایا۔

اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا (یہ لوگ درجے کے اعتبار سے ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اموال خرچ کئے اور جہاد کیے) اگرچہ بعد میں خرچ کرنے والے اور جہاد میں شرکت کرنے والے بھی محروم نہ ہوں گے ثواب انہیں بھی ملے گا اسی کو فرمایا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی (اور اللہ تعالیٰ نے سب سے خوبی یعنی ثواب کا وعدہ فرمایا ہے) وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے) جس نے جو بھی خیر کا کام کیا اللہ تعالیٰ اس کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے صحابہؓ کے بارے میں وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی فرما کر اعلان عام فرما دیا کہ سب کیلئے حُسنیٰ یعنی مغفرت اور جنت ہے اور سورۂ توبہ کی آیت وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ (الآیۃ) میں مہاجرین وانصار کیلئے اور جو لوگ ان کا اتباع بالاحسان کریں ان کیلئے رِضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ فرما دیا اور یہ بھی فرما دیا کہ ان کیلئے جنتیں تیار فرمائی ہیں۔ (دیکھو سورۂ توبہ) اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کو دیکھو اور روافض کو دیکھو جنہیں اسلام کا دعویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو صحیح نہیں مانتے دو چار کے سوا سب صحابہ کو گمراہ اور کافر کہتے ہیں اور ان حضرات سے برأت کا اعلان کئے بغیر ان کو چین نہیں آتا یاد رہے کہ سابقین اولین میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے جن سے روافض انتہائی بغض رکھتے ہیں ذٰلِکَ ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ۔

کون ہے جو اللہ کو قرض دے: پھر فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ کَرِیْمٌ (وہ کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض پھر وہ اللہ اس کے لیے چند در چند کر کے بڑھا دے اور اس کے لئے اجر کریم ہے) اللہ تعالیٰ شانہٗ بندوں کا بھی خالق اور مالک ہے اور ان کے اموال کا بھی خالق اور مالک ہے جو بھی کوئی شخص اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرما کر اس کا نام قَرْضًا حَسَنًا رکھا یا اور جتنا بھی کوئی شخص مال خرچ کرے (بشرطیکہ اللہ کی رضا کے لئے ہو) اس کو خوب زیادہ بڑھا کر دینے کا وعدہ فرما لیا اول تو مال اسی کا ہے پھر بندوں نے خرچ بھی کیا اپنی ہم جنس مخلوق پر اللہ تعالیٰ شانہٗ غنی اور بے نیاز ہے اسے کسی مال کی حاجت نہیں اس نے فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے والوں سے بہت زیادہ ثواب عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے کم سے کم ہر صدقہ کا ثواب دس گنا تو ملتا ہی ہے اور سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا چڑھا کر ثواب دیا جاتا ہے اخلاص کے ساتھ خرچ کرنا حلال اور طیب مال خرچ کرنا نفس کی خوشی کے ساتھ خرچ کرنا یہ سب قرض حسنہ کے عموم میں داخل ہے۔

صحیح مسلم (ص ۲۵۸ ج ۲) میں ہے کہ روزانہ رات کو جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت مانگے میں اس کی مغفرت کر دوں؟ کون ہے جو ایسے کو قرض دے جس کے پاس سب کچھ ہے جو ظلم کرنے والا نہیں؟ صبح تک یوں ہی فرماتے رہتے ہیں) یہ جو فرمایا کہ کون ہے جو ایسے کو دے جس کے پاس سب کچھ ہے اس میں یہ بتا دیا کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ضرورت مند کو دے رہا ہوں بلکہ

اپنی فائدہ سمجھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور یہ جو فرمایا کہ وہ ظلم کرنے والا نہیں ہے اس میں یہ بتایا کہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے ضائع نہ جائے گا اس کے مارے جانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں

وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ

مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ انکو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو۔

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُوْنَهُمْ

پھر ان کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب عذاب ہوگا وہ ان کو پکاریں گے

اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ

کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو فتنہ میں ڈالا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور تم شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں

حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ

ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا

كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

جائے گا نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے

قیامت کے دن مؤمنین مؤمنات کو نور دیا جائے گا منافقین کچھ دور اُن کے ساتھ چل کر اندھیرے میں رہ جائیں گے

ان آیات میں مؤمنین ومؤمنات اور منافقین ومنافقات کی حالت بتائی ہے جس کا قیامت کے دن ظہور ہوگا اہل ایمان کے بارے میں فرمایا کہ اے مخاطب! تم قیامت کے دن مؤمنین ومؤمنات کو دیکھو کہ ان کا نور ان کے آگے آگے داہنی طرف دوڑ رہا ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہارے لئے ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں تم ہمیشہ رہو گے۔ ذلك هو الفوز العظيم (یہ بڑی کامیابی ہے)

قیامت کے دن حاضر تو سبھی ہوں گے مؤمن بھی منافق بھی کھلے ہوئے کافر بھی اور وہ لوگ بھی جو دنیا میں شرک کرتے تھے کافروں

اور مشرکوں کو نور ملے گا ہی نہیں وہ تو اندھیرے ہی میں رہ جائیں گے اور مسلمانوں کو نور دیا جائے گا منافقین بھی مومنین کے پیچھے پیچھے ہو لیں گے چلتے چلتے مومنین آگے بڑھ جائیں گے اور منافق مرد و عورت پیچھے رہ جائیں گے اور اتنے پیچھے رہ جائیں گے کہ بالکل اندھیرے میں رہ جائیں گے یہ لوگ مومنین سے کہیں گے کہ ذرا ہمیں بھی مہلت دو ہم بھی تمہارے ساتھ تمہاری روشنی میں چلیں ان کو جواب دیا جائے گا کہ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (کہ اپنے پیچھے لوٹ جاؤ وہیں روشنی تلاش کرو) وہ پیچھے لوٹیں گے تو ذرا بھی روشنی نہ پائیں گے اور ساتھ ہی ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جو مومنین اور منافقین کے درمیان آڑ بن جائے گی اب تو وہ لوگ نہ مومنین تک واپس پہنچ سکیں گے اور نہ مومنین کی روشنی سے استفادہ کر سکیں گے۔ منافقین مومنین سے پکار کر کہیں گے اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے) تمہاری طرح نماز پڑھتے تھے اور تمہارے ساتھ جہاد میں جایا کرتے تھے جب ہم اسلامی اعمال میں تمہارے ساتھ تھے تو آج ہمیں اندھیرے میں چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟ مومنین جواب دیں گے بَلٰى (ہاں دنیا میں تم ہمارے ساتھ تھے) یہ بات ٹھیک ہے وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ (لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنہ میں ڈالا یعنی گمراہی میں پھنسے رہے وَتَرَبَّصْتُمْ (اور تم نے انتظار کیا (کہ دیکھوں مسلمانوں پر کب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے وَارْتَبْتُمْ (اور تم اسلام کے حق ہونے میں شک کرتے تھے) وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ (اور تمہیں تمہاری آرزوؤں نے دھوکہ میں ڈالا) تم سمجھتے تھے کہ یہ اسلام اور اس کے ماننے والوں کا چند دن کا مسئلہ ہے نہ یہ دین چلنے والا ہے اور نہ اس کے ماننے والے آگے بڑھنے والے ہیں اگر تم اسلام کو سچا جانتے تو اس پر مرمٹتے لیکن تم ظاہر میں اسلام کا دعویٰ کرتے تھے اور دل سے اس دین کے مخالف تھے اس لئے اس کے مٹ جانے کی آرزو رکھتے تھے حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ (یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا) یعنی تمہیں موت آ گئی جب موت آ جائے تو توبہ بھی نہیں ہو سکتی وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور دھوکہ دینے والے یعنی شیطان نے تمہیں دھوکے میں ڈالا) اور تمہارا ناس کھو دیا اب تو تمہیں عذاب ہی میں جانا ہے آج تم اور کھلے کافر مستحق عذاب ہونے میں برابر ہو تمہارے چھٹکارے کا کوئی راستہ نہیں فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (سو آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جو کھلے کافر تھے) مَاْوٰىكُمُ النَّارُ (تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے) هِيَ مَوْلٰىكُمْ (وہ تمہاری رفیق ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور وہ برا ٹھکانہ ہے)۔

یہ تشریح اور توضیح تفسیر درمنثور کی روایات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔

نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ جو فرمایا ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اہل ایمان کے دائیں اور سامنے نور ہوگا اس سے بائیں طرف نور ہونے کی نفی نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں بائیں طرف نور ملنے کا تذکرہ ہے رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت تک بہت سی امتیں گزری ہوں گی ان کے درمیان میں آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ان کے چہرے روشن ہوں گے اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے ان کی یہ کیفیت وضو کرنے کی وجہ سے ہوگی میری امت کے علاوہ کسی دوسری امت کے لئے یہ نشانی نہ ہوگی اور میں انہیں اس طرح بھی پہچان لوں گا کہ ان کے چہروں پر سجدہ کے اثر ہوں گے اور اس طرح بھی پہچان لوں گا کہ ان کے سامنے اور دائیں بائیں تینوں طرف نور ہوگا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک ص ۴۷۸ ج ۲ وقال صحیح الاسناد ووافقہ علیہ الذہبی)

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ (سو ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا) بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ

اسکے اندر والے حصہ میں رحمت ہوگی اور باہر کی جانب عذاب ہوگا یہ کون سی دیوار ہے جسکا الفاظ بالا میں تذکرہ فرمایا ہے بعض حضرات

نے فرمایا کہ یہ دیوار اعراف ہے جو مؤمنین اور کفار (بشمول منافقین) کے درمیان حائل کر دی جائے گی۔ مفسرین نے فرمایا کہ اس سے اعراف کے علاوہ کوئی دوسری دیوار مراد ہے صاحب معالم التنزیل (ص ۹۹۶ ج ۴) لکھتے ہیں وھو حائط بین الجنة والنار یعنی وہ ایک دیوار ہوگی جو جنت اور دوزخ کے درمیان حائل ہوگی اس دیوار میں جو دروازہ ہوگا وہ کس لئے ہوگا اور کب تک رہے گا اس بارے میں کوئی تصریح واضح طور پر نہیں ملتی ممکن ہے کہ یہ وہی دروازہ ہے جسکے ذریعہ اہل جنت اہل دوزخ سے گفتگو کر سکیں گے جیسا کہ سورۃ الصافات میں فھل انتم مطلعون فاطلع فرآہ فی سواء الجحیم فرمایا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دروازہ مستقل نہ ہو مؤمنین کے جنت میں جاتے وقت (جبکہ منافقین ان سے علیحدہ ہو جائیں گے) یہ دروازہ کھلا رہے اور بعد میں بند کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

''فائدہ'': مؤمنین کے نور کا سورۃ التحریم میں بھی تذکرہ فرمایا ہے یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیء قدیر۔ (جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کی داہنی طرف اور ان کے آگے دوڑتا ہوگا وہ یوں دعا کرتے رہتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

اعمال صالحہ سراپا نور ہیں: اعمال صالحہ سراسر نور کا ذریعہ بنیں گے اور بعض اعمال کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ نور کا سبب ہونے کی خصوصی تصریح بھی احادیث شریفہ میں وارد ہوئی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ نور تام یعنی پورے نور کی خوشخبری سنا دو ان لوگوں کو جو اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چلتے ہیں قیامت کے دن (رواہ الترمذی وابوداود ورواہ ابن ماجہ عن سہل بن سعد وانس)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کی اس کے لئے قیامت کے روز نماز نور ہوگی اور (اس کے ایمان کی) دلیل ہوگی اور اس کی نجات (کا سامان) ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی اس کے لئے نماز نہ نور ہوگی نہ (ایمان کی) دلیل ہوگی نہ نجات کا سامان ہوگی اور یہ شخص قیامت کے روز قارون اور فرعون اور اس کے وزیر ہامان اور (مشہور مشرک) اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے جمعہ کے دن سورۃ الکہف پڑھی اس کے لئے دو جمعوں کے درمیان نور روشن ہوگا۔ (رواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ ص ۲۴۹ ج ۳)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سفید بال مت اکھاڑو کیونکہ وہ مسلمان ہونے کی حالت میں بوڑھا ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے بدلہ نیکی لکھے گا اور اس کے لئے اس کے بدلہ میں ایک گناہ معاف کرے گا اور اس کا ایک درجہ بلند کرے گا۔ (نیکی اور گناہ کی معافی صرف بڑھاپے کی وجہ سے ہوگی) (رواہ ابوداؤد وکذا فی المشکوٰۃ ص ۳۸۲)

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا یَكُوْنُوْا

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور جو یہ حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں

كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ

کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا سو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے

فٰسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ

فاسق تھے جان لو کہ بے شک اللہ زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد بیشک ہم نے تمہارے لئے بیان

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

کر دیں تاکہ تم سمجھو۔

کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب خشوع والے بن جائیں

اس آیت میں ان اہل ایمان کو خطاب اور عتاب فرمایا ہے کہ جن کے اعمال صالحہ میں کمی آ گئی اور جن کے دلوں میں ذکر اللہ اور کتاب اللہ کی طرف توجہ درجہ مطلوبہ میں نہیں رہی' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے وہاں کچھ اصحاب بیٹھ رہے تھے آپ نے اپنے مبارک چہرہ سے چادر ہٹائی جو سر پر ہو رہا تھا اور فرمایا کہ کیا تم ہنس رہے ہو؟ اور تمہارے رب کی طرف سے یہ امان نازل نہیں ہوئی کہ اس نے تمہیں بخش دیا؟ (اس کا تقاضا تو یہ کہ دنیا سے دل نہ لگاتے اور فسق مذاق میں وقت خرچ نہ کرتے) تمہارے ہنسنے کے بارے میں مجھ پر آیت کریمہ۔ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا نازل ہوئی ہے' صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اس ہنسنے کا کیا کفارہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس قدر ہنسے ہو اسی قدر روؤ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی اس وقت یمامہ کے رہنے والے کچھ لوگ موجود تھے وہ بہت روئے' ان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی طرح رویا کرتے تھے حتی کہ بعد میں ایسے لوگ آ گئے جن کے دل سخت ہو گئے۔ (روح معانی ۱۸۰/۱۷۹ ج ۲۷)

معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو اللہ کے ذکر میں اور قرآن کی تلاوت کرنے اور سمجھنے کی طرف پوری طرح متوجہ رہنا چاہئے' جب دل میں خشوع نہ ہو تو شدہ شدہ آہستہ دلوں میں قساوت یعنی سختی آ جائے گی۔ جب قساوت آ جاتی ہے تو دنیا ہی کی طرف توجہ رہ جاتی ہے دین پر چلنے کا اہتمام اور آخرت کی فکر نہیں رہتی نماز بھی یوں ہی چلتی ہوئی پڑھتے ہیں' ایک منٹ میں دو رکعتیں نمٹا دیتے ہیں اور نماز میں دکان کی بکری کا حساب لگاتے رہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام نہ کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ باتیں کرنا قساوت قلب یعنی دل کی سختی کا سبب ہے اور اللہ سے سب سے زیادہ دور وہی دل ہے جو سخت ہو۔ (رواہ الترمذی)

ایک تاریخی واقعہ۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں اکابر صوفیاء میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے یہ پہلے صحیح راستہ پر نہ تھے ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے اسی اثنا میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک لڑکی سے عشق ہو گیا اس لڑکی کے پاس پہنچنے کے لئے دیواروں پر چڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک تلاوت کرنے والے شخص کی آواز کان میں پڑی وہ آیت کریمہ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ پڑھ رہا تھا (کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر کے لئے ان کے قلوب جھک جائیں)۔

حضرت فضیل نے جب اس آیت کو سنا تو فوراً منہ سے نکلا۔

بلی یارب قدان (اے میرے پروردگار! ہاں وقت آ گیا) یہ کہہ کر واپس لوٹے تو ایک ویران گھر کی طرف چلے گئے وہاں کچھ مسافر ٹھہرے ہوئے تھے' ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ چلو سفر شروع کر دیں دوسرے نے کہا کہ صبح تک ٹھہرو کیونکہ یہاں کہیں فضیل ہو گا وہ ڈاکو ہے کہیں ہم پر ڈاکہ نہ ڈال دے۔ یہ سن کر حضرت فضیل اپنے دل میں کہنے لگے ارے میرا یہ حال ہو گیا ہے کہ رات بھر گناہ کے کاموں

میں گار ہتا ہوں اور مسلمان مجھ سے ڈرتے ہیں' معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آج کی رات یہاں اسی لیے بھیجا ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دوں اس کے بعد بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا اللّٰھم انی قدتبت الیک وجعلت توبتی محاورۃ البیت الحرام (سیر اعلام النبلاء ص ۴۲۳ ج ۸) (اے اللہ! میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور اپنی توبہ میں یہ بھی شامل کرتا ہوں کہ اب بیت الحرام یعنی مکہ معظمہ میں زندگی گزاروں گا)

اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں پوری زندگی عبادت میں گزار دی اور یہ حال تھا کہ جب ان کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگتے تو اتنا روتے تھے کہ پاس بیٹھنے والوں کو ان پر رحم آنے لگتا تھا۔ ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔

اقام سالیت الحرام محاوراً مع الجهد الشديد والورع الدائم والخوف الوافي والبكاء الكثير والتخلي بالو حدة ورفض الناس ' وماعليه اسباب الدنيا الى أن مات بها (تہذیب التہذیب ص ۲۹۴ تا ص ۲۹۶ ج ۸)

(مکہ معظمہ میں قیام کیا سخت مجاہدہ کے ساتھ' اور دائمی پرہیز گاری کے ساتھ اور خوب زیادہ خوف الٰہی کے ساتھ اور خوب زیادہ رونے کے ساتھ' اور تنہائی میں وقت گزارنے کے ساتھ اور لوگوں سے بے تعلق رہنے کے ساتھ' دنیا کے اسباب میں سے موت آنے تک ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ علم حدیث کا اشتغال رکھنے والوں کو دیکھا کہ آپس میں دل لگی کی باتیں کر رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں' ان کو پکار کر فرمایا کہ اے انبیاء کرام علیہم السلام کے وارثو! بس کرو' بس کرو' بس کرو تم امام ہو تمہارا اقتداء کیا جاتا ہے (تہذیب التہذیب ص ۲۹۴ تا ص ۲۹۶ ج ۸)۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ میں تجھے ایک اچھی بات سناؤں؟ اس نے کہا فرمایئے! آپ نے اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

لَاتَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ.

(اترا و نہ کر بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

اہل کتاب کی طرح نہ ہو جاؤ جن کے دلوں میں قساوت تھی:۔ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو اس سے پہلے کتاب ملی تھی (ان سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں) ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا (دونوں اپنی اپنی کتاب اور اس کے احکام سے غافل ہو گئے معاصی میں منہمک رہے اسی طرح زمانہ گزرتا چلا گیا اور توبہ نہ کی جب یہ حالت ہو گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے) جب دل سخت ہو جاتے ہیں تو نیکی بدی کا احساس نہیں ہوتا' اور دین حق پر باقی رہنے کی منفعت کا خیال باقی نہیں رہتا۔ اسی لئے بہت سے لوگ کفر اختیار کر لیتے ہیں وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (اہل کتاب کا یہی حال ہوا کہ ان میں سے اکثر فاسق یعنی کافر ہو گئے جن کا بقیہ آج بھی دنیا میں موجود ہے)

پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ دلوں کو خشوع والا بنائیں' اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں قرآن کی تلاوت میں لگیں اس کے احکام پر عمل کرتے رہیں خدانخواستہ یہود و نصاریٰ جیسا حال نہ ہو جائے قولہ تعالیٰ الم یأن للذین امنو امصارع من أنى الأمر انياً واناءً واناءً بالكسر اذا جاء اناه أى وقته أى الم يحن وقت ان تخشع قلوبهم لذكره عزوجل (ذكره فى الروح ص ۱۷۹ ج ۲۷) (اللہ تعالیٰ کا قول الم یان للذین آمنوا۔ انی الامر انیاً اور اناء، اناءً سے مضارع ہے۔ یعنی جب اس کا وقت آ گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا ابھی اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اس میں زمین کی مثال دے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قلوب قاسیہ یعنی سخت دلوں کو زندہ فرما دیتا ہے جبکہ وہ ذکر و تلاوت میں لگ جائیں جیسا کہ مردہ زمین کو بارش بھیج کر ہرا بھرا کر دیتا ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (ہم نے تمہارے لئے آیات بیان کیں تاکہ تم سمجھو)۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ان کیلئے اس کو بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے اجر کریم ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۚ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ وہ لوگ ہیں جو بڑی سچائی والے ہیں اور جو شہداء ہیں اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے ان کا اجر

وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ ع ۲ ۹ ۱۸

اور ان کا نور ہوگا اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کے اجر کریم کا وعدہ اور شہداء کی فضیلت

یہ دو آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے لئے مال خرچ کرتے ہیں یہ اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا (ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کیا) ان کا بدلہ ان کو بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا اور ان کو اجر کریم یعنی بہت پسندیدہ اجر دیا جائے گا یہ مضمون اسی سورت کے پہلے رکوع کے ختم پر گزر چکا ہے۔

قال صاحب الروح وقرء ابن كثير و ابوبكر بتخفيف الصاد من التصديق لامن الصدقة وعطف "اقرضوا" على معنى الفعل من المصدقين على ماختاره ابو على والزمخشري لان ال بمعنى الذين واسم الفاعل بمعنى الفعل فكانه قيل ان الذين تصدقوا او صدقوا على القراءتين (واقرضوا) وتعقبه ابو حيان وغيره بأن فيه الفصل بين أجزاء الصلة اذ "ال" معطوف على الصلة باجنبي وهو المتصدقات وذلك لايجوزاه. قلت تعقب أبي حيان لايصح لان الوارد في كتاب الله تعالى يرد جميع القواعد التي اسسها النحاة مع ان المصدقات ليس باجنبي اذاالنساء دخلت في المتصدقين كما في مواضع من كتاب الله تعالى. جاء بصيغة التذكير وهو يعم الصنفين ولولم يذكر هن لكان مربوطا بلا ريب، فاختصص بالذكر لاظهار ان منزلتهن في التصدق مثل الرجال اذاانفقن باخلاصهن ومثل هذاالوصل ليس بفصل

(صاحب روح المعانی فرماتے ہیں ابن کثیر اور ابوبکر نے اسے تصدیق مصدر سے نا کہ صدقہ سے ان کر صاد کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور ابوعلی و زمخشری کی ترجیح کے مطابق "اقرضوا" کا عطف المصدقین کے معنی فعل پر ہے۔ اس لئے کہ الف لام الذی کے معنی میں ہے اور اسم فاعل فعل کے معنی میں ہے۔ معنی یہ ہے کہ بے شک جن لوگوں نے تصدیق کی یا صدقہ کیا اور قرض دیا (دونوں قرآتوں کے مطابق) اور ابوحیان وغیرہ نے اس توجیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں صلہ کے اجزاء کے درمیان فصل لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ الف

لام کا عطف اجنبی صلہ پر ہے اور وہ متصد قات ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اھ میرا خیال ہے کہ ابو حیان کا یہ اعتراض درست نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں جو آیا ہے وہ نحویوں کے بنائے ہوئے قوانین کی تردید کرتا ہے۔ نیز متصد قات اجنبی بھی نہیں ہے اس لئے کہ خواتین متصد قین میں شامل ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں کئی جگہ ایسا ہے کہ مذکر کا صیغہ آیا ہے اور مذکر و مونث دونوں کو شامل ہے اگر خواتین کا ذکر یہاں نہ کیا جاتا تو بھی بلا شبہ کلام مربوط ہوتا۔ پس یہاں ان کا خصوصاً ذکر کیا گیا ہے اس اظہار کے لئے کہ تصدق میں ان کا مرتبہ مردوں جیسا ہے کہ جبکہ یہ اخلاق کے ساتھ خرچ کریں اور اس جیسا وصل، فصل نہیں ہوتا)

صدیقین کون ہیں: پھر فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ (اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ لوگ صدیق ہیں) یعنی بہت زیادہ سچائی اختیار کرنے والے ہیں جو کچی تصدیق ہو جس میں ذرا سا بھی شائبہ شک اور تردد کا نہ ہو وہ ایمان حقیقی ہے۔

پھر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قول و فعل میں صدق یعنی سچائی کا دھیان رہے اردو میں تو لفظ سچ اور سچائی عرف عام کے اعتبار سے صرف اقوال کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن عربی محاورات میں لفظ صدق اقوال اور افعال دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح جھوٹ بھی اقوال اور اعمال دونوں میں مستعمل ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے اگر میں جھوٹ موٹ (اسے جلانے کے لئے) یوں کہہ دوں کہ شوہر نے مجھے یہ کچھ دیا ہے اور حقیقت میں نہ دیا ہو تو کیا اس میں کچھ گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ المتشبع بمالم یعط کلابس ثوبی زور۔ کہ جس شخص نے جھوٹ موٹ یہ ظاہر کیا کہ مجھے یہ چیز دی گئی ہے حالانکہ وہ اسے نہیں دی گئی اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے جھوٹ کے دو کپڑے پہن لئے (یعنی سر سے پاؤں تک وہ جھوٹ ہی جھوٹا ہو گیا) اس حدیث کا مفہوم بہت عام ہے ہر قسم کے جھوٹے دعوے داروں کو شامل ہے دعوی قولی ہو یا فعلی، علمی ہو یا عملی

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (اور جو شہداء ہیں ان کے لئے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے) یہ ترجمہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ جملہ مستانفہ ہو اور اگر ماسبق پر معطوف مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ صدیقین اور شہداء اپنے رب کے یاں یعنی اس کے حکم اور علم میں صدیق اور شہید ہیں اور ان کے لئے اس کا اجر ہے اور ان کا نور ہے (معالم التنزیل ص ۲۹۸ ج ۴)

معنی کے اعتبار سے آیت کے عموم الفاظ میں وہ سب لوگ جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یعنی یہ لوگ صدیق ہیں اور شہداء ہیں۔ روح المعانی میں ابن ابی حاتم سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ تم سب صدیق ہو اور شہید ہو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اے ابو ہریرہ! آپ کیا فرما رہے ہیں؟ فرمایا کہ آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ (آخر تک پڑھ لو)

اس کے بعد صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے وہ لوگ مراد لئے جائیں جو کمال ایمان سے متصف ہوں اور یہ اس وقت متحقق ہوگا جب کوئی شخص ایسی طاعات میں لگے جو کمال ایمان والی طاعات ہوں کیونکہ جو شخص متومن ہوتے ہوئے شہوات میں منہمک ہو اور طاعات سے غافل ہو اسے صدیق اور شہید قرار دینا بعید معلوم ہوتا ہے سورۂ نساء کی آیت کریمہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیقین اور شہداء اور صالحین بڑے مرتبہ کے لوگ ہیں عام طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو ان حضرات کے ساتھ ہونے کا شرف ملے گا جو ان کے اچھے رفیق ہوں گے دونوں

آیتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ یوں تو ہر مؤمن صدیق اور شہید ہے لیکن بہت سے حضرات کو ان کے ایمان اور اعمال کی وجہ سے بڑے بڑے درجات حاصل ہوں گے اور بہت سے دوسرے اہل ایمان کو بھی ان کی معیت حاصل ہو جانے کے مواقع عطا کئے جائیں گے گو درجات میں فرق مراتب بہت زیادہ ہوگا لیکن باوجود باہمی ملاقاتوں اور زیارتوں کے جن کی تصدیق ایمان بڑے درجہ کے کمال کو پہنچی ہوئی ہوان کو خصوصی طور پر صدیق کہا گیا ہے۔ یہ بلند مرتبہ کے حضرات ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدیق کا لقب دیا۔ جب یہ اسلام کی دعوت سامنے آئی تو انہوں نے فوراً لبیک کہا اور آخری دن تک نہایت اخلاص کے ساتھ اپنی جان و مال سے آپ کی خدمت میں حاضر رہے حتی کہ ایک مرتبہ جب آپ نے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی تو سارا ہی مال لاکر خدمت عالی میں حاضر کر دیا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھ گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پہاڑ حرکت کرنے لگا تو آپ نے اس پر قدم مبارک مار کر فرمایا کہ اے احد! ٹھہر جا (اس وقت) تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق اور دو شہید ہیں (یعنی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما) (رواہ بخاری)

اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق فرمایا اور باقی دو حضرات کو شہید ہونے کی پیشین گوئی فرمائی بڑے درجہ کے مؤمنین صالحین کو صدیقین کی معیت نصیب ہوگی اس بارے میں بعض خصوصی اعمال کا تذکرہ بھی حدیث شریف میں مذکور ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچا امانت دار تاجر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔ (رواہ الترمذی فی البیوع)

سورۂ مریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں صِدِّیْقًا نَّبِیًّا فرمایا ہے اور سورۃ المائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو صدیقہ بتایا ہے (وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ) معلوم ہوا کہ صدیقیت میں فرق مراتب ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی صدیق تھے ان پر ایمان لانے والے بھی صدیق تھے (اور ان میں فرق مراتب تھا) اور عامۃ المسلمین بھی صدیق ہیں کیونکہ کمال تصدیق کے بغیر کوئی مؤمن ہو ہی نہیں سکتا۔

سورۂ نساء کی آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کے لئے صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہونے کی جو خوشخبری دی ہے اس سے اونچے درجے کے صدیقین اور شہداء اور صالحین مراد ہیں۔

شہداء سے کون حضرات مراد ہیں: یہاں سورۃ الحدید میں شہداء سے کون لوگ مراد ہیں اس کے بارے میں دو قول ہیں بعض حضرات نے فرمایا کہ ان سے جہاد اور قتال کے موقع پر شہید ہونے والے مراد ہیں ان کے بڑے اور بلند درجات ہونے کو بھی جانتے ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ شہداء سے بمعنی شاہدین گواہی دینے والے مراد ہیں قیامت کے دن بہت سی گواہیاں ہوں گی ہر نبی اپنی امت کے بارے میں گواہی دے گا۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے تبلیغ کی اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے کہ یہ سچے ہیں ان کی گواہی صحیح ہے اس کی تفصیل سورۂ بقرہ سورۂ نساء اور سورۃ الحج میں گزر چکی ہے۔ ان گواہیوں کے علاوہ دوسری گواہیاں بھی ہوں گی اور گواہی دینے والوں کو اس فضیلت سے نوازا جائے گا کہ وہ میدان آخرت میں دوسرے لوگوں کے خلاف گواہ بن کر آئیں گے۔

جب اللہ نے اتنی بڑی فضیلت دی ہے کہ قیامت کے دن گواہی دینے والے بنیں گے تو اپنے اس مرتبہ کی لاج رکھیں اور ان چیزوں سے پرہیز کریں جو مقام شہادت سے محروم کرنے کا ذریعہ بنیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ لعنت کی کثرت کرنے والے قیامت کے دن نہ شہداء ہوں گے نہ شفعاء ہوں گے (یعنی ان کو نہ گواہی دینے کا مرتبہ ملے گا نہ گنہگاروں کو بخشوانے کے لئے شفاعت کرنے کا مقام دیا جائے گا) دونوں چیزوں سے محروم رہیں گے (رواہ مسلم ص ۳۲۲ ج ۲) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدیق کے لئے لعان ہونا ٹھیک نہیں ہے (ایضاً)۔ یعنی صدیق کو اپنی زبان محفوظ رکھنی چاہیے تجھ مجھ پر اس نوں پر جو نوروں شرگردوں پر لعنت بھیجتا رہے یہ صدیق کا کام نہیں (بچوں کے بہت سے استاد اس میں مبتلا ہیں) قال البغوی فی معالم التنزیل اختلفوا فی نظم هذه الاية فمهم من قال هی متصلة بما قبلها والواو واو النسق واراد بالشهداء المؤمنين المخلصين وقال الضحاک هم الذين سمينا هم. وقال مجاهد كل مؤمن صديق وشهد وتلاهذه الاية وقال قوم ثم الكلام عند قوله (هم الصديقون) ثم ابتدأ فقال والشهداء عندربهم والواو واو الاستيناف وهوقول ابن عباس ومسروق وجماعة ثم اختلفوا فيهم فقال قوم هم الأنبياء الذين يشهدون على الامم يوم القيامة يروى ذلک عن ابن عباس وهو قول مقاتل بن حيان وقال مقاتل بن سليمان هم الذين استشهدوا فی سبيل الله (لهم اجرهم) بما عملوا من العمل الصالح (ونورهم) على الصراط

(علامہ بغویؒ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کے نظم میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آیت ماقبل سے متصل ہے اور واؤ نسق کے لئے ہے اور شہداء سے مراد مخلص مؤمنین ہیں اور ضحاک کہتے ہیں ان سے مراد یہی ہیں جن کا ہم نے نام لیا ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں ہر مؤمن صدیق بھی ہے شہید بھی اور پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہم الصدیقون پر کلام ختم ہوگیا ہے پھر نئی بات شروع کی اور فرمایا "والشهداء عندربهم" اور واؤ استیناف کے لئے ہے اور یہ قول حضرت ابن عباسؓ مسروق اور ایک جماعت کا ہے۔ پھر علما کا اس میں اختلاف ہے کہ شہداء سے کون مراد ہیں؟ ایک جماعت نے کہا ان سے مراد انبیائے کرام ہیں جو قیامت کے دن اپنی اپنی امتوں پر گواہی دیں گے یہ معنی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور مقاتل بن حیان کا قول بھی یہی ہے اور مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں وہ لوگ جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے ان کے لئے عمل صالح کا اجر ہوگا اور پل صراط پر ان کے لئے نور ہوگا)

آیت کے ختم پر فرمایا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (یعنی جن لوگوں نے کفر کیا ہماری آیت کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخ کے عذاب میں ہوں گے)۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ

تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض لہو و لعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ

وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ

بتانا ہے۔ جیسے بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو بھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سوائے مخاطب اس کو تروتازہ ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔

وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا

اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیوی زندگی محض دھوکہ کا

مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ

سامان ہے۔ تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی

وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے یہ فضل جس کو چاہے عنایت فرمائے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

دنیاوی زندگی لہو ولعب ہے اور آخرت میں عذاب شدید اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی ہے

ان آیات میں دنیا کی حالت بیان فرمائی ہے ارشاد فرمایا کہ دنیا والی زندگی لہو ولعب ہے اور ظاہری زینت ہے ٹیپ ٹاپ کی وجہ سے نظروں کو بھاتی ہے اور نفوس کو بھی جچتی ہے جن کے پاس زیادہ دنیا ہو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کرتے ہیں اور اموال واولاد کی کثرت پر مقابلہ کرتے ہیں یہ تفاخر اور تکاثر ان چیزوں کے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتا سورۂ تکاثر میں بیان فرمایا ہے اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ (کثرت پر مقابلہ کرنا تم کو غافل رکھتا ہے یہاں تک کہ قبرستان میں پہنچ جاؤ گے)

دنیا کی ظاہری تھوڑی سی تھوڑے دن کی نظروں میں بھانے والی زندگی کی ایک مثال بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ دیکھو تمہارے سامنے بارشیں ہوتی ہیں۔ ان سے زمین سرسبز ہو جاتی ہیں کھیتی اگتی ہے پودے نکلتے ہیں گھاس پھونس پیدا ہوتا ہے ہری بھری زمین دیکھنے میں بڑی اچھی لگتی ہے کاشتکار اسے دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں کچھ دن ہری بھری رہنے کے بعد وہ پیلی پڑ جاتی ہے پھر خشک ہو جاتی ہے ہرا رنگ ختم ہو جاتا ہے زردی آ جاتی ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے جو اس کھیتی کا انجام ہوتا ہے (کہ اخیر میں چورا ہو کر رہ جاتا ہے) دنیا کی یہی حالت ہے دنیا والوں کو دنیا بہت زیادہ مرغوب اور محبوب ہے لیکن اس کے انجام کی طرف سے غافل ہیں حرام سے حلال سے دھوکہ سے فریب سے خیانت سے چوری سے لوٹ مار سے اور طرح طرح کے حیلوں سے دنیا کماتے ہیں اور جمع کر کے رکھتے ہیں اگر مال حلال بھی ہو تو اس میں سے فرائض واجبات ادا نہیں کرتے نوٹوں کی گڈیاں مرغوب ہیں بھری ہوئی تجوریاں محبوب ہیں بہت کم بندے ہیں جو کمانے اور خرچ کرنے میں حلال کا خیال کرتے ہیں اور اس بارے میں گناہوں سے بچتے ہیں عموماً لوگوں کا حال یہ ہے کہ کسب دنیا کو اپنے لئے وبال ہی بنا لیتے ہیں۔ اور آخرت کے سخت عذاب کو اپنے سر لے لیتے ہیں اسی کو فرمایا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (اور آخرت میں سخت عذاب ہے) ان کے برخلاف وہ بندے بھی ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں حرام سے بچتے ہیں، حلال کماتے ہیں (اگرچہ تھوڑا سا ہو) حلال ہی کے مواقع میں خرچ کرتے ہیں اور آخرت کے اجور اور ثمرات کے لئے اپنی جیب اور تجوری سے مال نکالتے ہیں ان کا مال ان کے لئے مغفرت کا اور اللہ کی رضامندی کا سبب بن جاتا ہے یہ وہ مبارک بندے ہیں جنہوں نے فانی دنیا کو باقی رہنے والی آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنا لیا ہے اسی کو فرمایا وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (اور دنیا والی زندگی محض دھوکہ کا سامان ہے) یہ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے نہ یہ زندگی باقی رہے گی نہ اس کا کمایا ہوا اسباب وسامان باقی رہے گا جس نے اس پر بھروسہ کیا باقی رہنے والی آخرت سے غافل ہوا اور آخرت میں مارا گیا سمجھدار بندے وہی ہیں جو اس سے دل نہ لگائیں۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت کرنے کا حکم: پھر جب یہ دنیا فانی بھی ہے اور دنیاوی مال ومتاع دھوکہ کا سامان بھی ہے تو سمجھداری اسی میں ہے کہ اللہ کی مغفرت کی طرف دوڑیں اور اس کی رضا مندی کے لئے عمل کریں۔

ارشاد فرمایا سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف دوڑیں جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے)

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (یہ جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے)

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اور اللہ بڑے فضل والا ہے)

سابقوا فرما کر یہ فرمایا کہ آپس میں مسابقت کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت حاصل کرنے کیلئے خوب دوڑ دھوپ کرو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھو اعمال آخرت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا مندوب اور محبوب ہے کیونکہ اس میں کسی فریق کو نقصان نہیں ہوتا ہر شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے ایمان کا اور اعمال صالحہ کا اجر عطا فرمائے گا کسی کی محنت میں سے کٹوتی کر کے کسی دوسرے کو ثواب نہیں دیا جائے گا ہر شخص اپنا اپنا ثواب لے گا۔ ہاں اعمال میں اخلاص ہو ریاکاری کا جذبہ نہ ہو

یہاں سورۃ الحدید میں سابقوا (ایک دوسرے سے آگے بڑھو) فرمایا اور سورۂ آل عمران میں سارعوا فرمایا ہے جس کا معنی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں جلدی کرو اس میں یہ بتا دیا کہ اعمال صالحہ میں دیر نہ لگاؤ جو نیک کام کر سکتے ہو کر گزرو آج کا کام کل پر نہ ڈالو نفس وشیطان سمجھائے گا کہ یہ کام کل کر لیں گے ان دونوں کی بات نہ مانو اعمال صالحہ میں جلدی کرو آگے بڑھو موقع اور فرصت کے مطابق عمل خیر کرتے رہو کار خیر ابھی کر لو پھر کل کو بھی کر لینا یہاں عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ فرمایا ہے اور سورۂ آل عمران میں عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ فرمایا ہے انسانوں کے سامنے چونکہ آسمان وزمین ہی طول وعرض کے اعتبار سے سب سے بڑی چیز ہے اس لئے جنت کی وسعت بتانے کیلئے تقریب الی الفہم کے طور پر ارشاد فرمایا کہ جنت کی چوڑائی ایسی ہے جیسے آسمان وزمین کی چوڑائی ہے ورنہ جنت تو بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں سو درجہ ہیں سارے جہاں انسان میں سے ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو سب کے لئے کافی ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ ادنیٰ جنتی کو جو جنت دی جائے گی اس کو پوری دنیا اور اس جیسی دس گنا وسیع جنت عطا کی جائے گی (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۹۲ عن البخاری ومسلم)

جنت ایمان والوں کے لئے تیار کی گئی ہے: اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (یہ جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر) اس میں یہ بتا دیا کہ جن لوگوں نے دعوت حق کو قبول نہ کیا رسولوں کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان نہ لائے ایسے لوگ جنت سے محروم ہوں گے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے خواہ کسی رسول کے امتی ہوں سب جنت کے مستحق ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے)

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اور اللہ بڑے فضل والا ہے) اس میں یہ واضح فرما دیا کہ جن لوگوں کو جنت دی جائے گی یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا اپنا ذاتی استحقاق کسی کا نہیں ہے لہٰذا کوئی شخص اپنے اعمال پر مغرور نہ ہو۔ ایمان کی دولت سے نوازنا بھی اسی کی مہربانی ہے پھر

اعمال کو قبول کرنا بھی فضل ہے اور جنت عطا فرمانا بھی فضل ہے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم ان کو پیدا کریں یہ

ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

بات اللہ پر آسان ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اترو نہیں اور اللہ

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا جو بخیلی کرتے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

عرض کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سزاوار حمد ہے۔

جو بھی کوئی مصیبت پیش آتی ہے اس کا وجود میں آنا پہلے سے لکھا ہوا ہے

دنیا میں انسان آیا محض زندگی گزارنے کے لئے نہیں بلکہ وہ امتحان اور ابتلاء میں ڈالا گیا ہے سورۂ ملک میں فرمایا خلق الموت و الحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً (اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو پیدا فرمایا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل والا ہے) جب امتحان میں ڈالے گئے ہیں تو ان چیزوں کا پیش آنا بھی ضروری ہے جو امتحان کا ذریعہ بن سکیں امتحان والی دو چیزیں ہیں۔

اول دولت اور نعمت اور آرام و راحت دوم مشکلات و مصائب اور ناگوار چیزیں جب پہلی چیز یعنی عیش و زندگی ملتی ہے تو بہت سے انسان اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں مال والے مال کے نشہ میں اور جوانی والے جوانی کے نشہ میں مست رہنے لگتے ہیں گزشتہ آیات میں تنبیہ فرمائی کہ دنیا ہو و لعب ہے فخر بازی ہے اور مال و اولاد کی کثرت پر متکبر کرنے کا سبب ہے لیکن یہ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے جیسے کھیتی ہری بھری ہوتی ہے کسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ پیلی ہوتی ہے پھر خشک ہو جاتی ہے پھر بھوسہ بن جاتی ہے بندا اس میں لگنا سمجھداری نہیں ہے آخرت کی فکر کرنا لازم ہے دوسری چیز مصیبت اور تکلیف ہے اس کے بارے میں ان آیات میں بتادیا کہ جو بھی مصیبت پہنچ جائے وہ واقع ہونی ہی ہے کیونکہ خالق کائنات جل مجدہ نے اس کے پیدا فرمانے سے پہلے ہی لکھ دیا تھا وہ ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے یہ مصیبت خواہ زمین میں ہو مثلاً مرض لاحق ہو جانا زخمی ہو جانا لٹ جانا ٹوٹ جانا ہو جانا بہرا ہو جانا وغیرہ وغیرہ یہ سب لکھا ہوا ہے لوح محفوظ میں محفوظ ہے ان کا موجود ہونا اور پیش ہونا لازمی ہے۔ خالق کائنات جل مجدہ نے جب قطعی طور پر طے فرما دیا ہے کہ ایسا ہونا ہی ہے تو ہو کر رہے گا اس کی وجہ سے اپنے پیدا کرنے والے سے غافل ہو جانا اور اس کے ساتھ ارادت سے منہ موڑ لینا سمجھدار بندوں کا کام نہیں۔

جو کچھ فوت ہو گیا اس پر رنج نہ کرو: لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ای اخبرناکم بذلک لاتاسوا (الخ) یعنی تمہیں اس بات کی خبر دے دی گئی تاکہ تم یہاں کی تکلیف اور مصیبت اور نقصان و خسران پر توجہ نہ دو اور حسرت اور افسوس میں مبتلا نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے روک دے اور اعمال آخرت سے ہٹا دے جو مصیبت آنی ہے وہ آنی ہی تھی اس کا یقین ہو تو طبعی رنج ہو

سکتا ہے عقلی طور پر رنج نہ ہو (طبعی رنج پر مؤاخذہ نہیں) اپنے اختیار سے اس میں لگا رہنا اور اس کو بڑھاتے چلے جانا اور ایسی باتیں کرنا جن سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو یہ ممنوع ہے۔

جو کچھ آ گیا اس پر اترانا ممنوع ہے: .... **وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ** (اور تاکہ تم ان چیزوں پر نہ اترا ؤ جو اللہ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں) کیونکہ جو کچھ ملا ہے وہ مقدر ہے تمہارا کوئی استحقاق نہیں۔ جب ذاتی استحقاق نہیں تو اترانے اور مستی دکھانے کا کیا حق ہے؟ دکھ اور تکلیف اور آرام اور راحت تو سبھی کو پیش آتا ہے لیکن مؤمن بندے صبر اور شکر کے ذریعے دونوں کو نعمت بنا لیتے ہیں' حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مؤمن کا عجیب حال ہے جو اس کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے اگر اس کو خوش کرنے والی حالت نصیب ہو جاتی ہے تو شکر کرتا ہے یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے ضرر دینے والی حالت پیش آ جائے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

متکبر اور بخیل کی مذمت: ..... **وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ** (اور اللہ پسند نہیں فرماتا ہر ایسے شخص کو جو تکبر کرنے والا ہے فخر کرنے والا ہے) **الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ** (جو لوگ بخل کرتے ہیں) **وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ** (اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں) جن لوگوں کو کوئی دولت اور نعمت مل جاتی ہے اور دنیوی اعتبار سے خوشی نصیب ہو جاتی ہے' ان میں بہت سے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اس نعمت کو تکبر کا ذریعہ بنا لیتے ہیں' اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر جاننے لگتے ہیں' اور دوسروں کے مقابلہ میں فخر بھی کرنے لگتے ہیں' ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرما دی کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے نہیں ہیں۔

چونکہ مال پر فخر کرنے والے مال سے محبت بھی کرتے ہیں اور یہ محبت ان کو کنجوسی پر آمادہ کرتی ہے' اس لئے **الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ** بھی فرمایا کہ یہ لوگ بخل کرتے ہیں (جو اللہ کے نزدیک مبغوض چیز ہے) **وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ** اور یہی نہیں کہ خود بخل کرتے ہیں بلکہ لوگوں کو بھی خرچ نہیں کرنے دیتے ان کو بھی خیر کے کاموں میں خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں' دوسرے لوگ اگر اپنا مال اللہ کی رضا کے لئے خرچ کریں تو اس سے بھی کنجوس آدمی کا دل دکھتا ہے اور یہ جانتے ہوئے کہ اس کا مال مجھے نہیں مل جائے گا پھر بھی خیر کے کاموں میں خرچ کرنے سے بعض اہل خیر کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے کیشیئر اور خزانچی سے کہہ کر چلے گئے کہ فلاں مدرسے کا جو سفیر آیا ہے اس کو اتنے روپے دے دو' کیشیئر نے تجوری سے روپے تو نکال لئے لیکن اس کی انگلیاں نوٹ چھوڑنے کو تیار نہیں' ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا دکھے دل سے آگے بڑھ رہا ہے حالانکہ مال دوسرے کا ہے' جو فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم دے چکا ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (اور جو شخص روگردانی کرے اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ غنی ہے محمود ہے) ہمیشہ لائق حمد ہے کسی کے خرچ کرنے نہ کرنے سے اسے کوئی نفع یا ضرر نہیں پہنچتا جو بخل کرے گا اپنا ہی برا کرے گا جو اللہ کے لئے خرچ کرے گا اس کا اجر و ثواب پا لے گا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ عدل

بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ

پر قائم رہیں' اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں شدت ہیبت ہے' اور لوگوں کے لئے طرح طرح کے فائدے ہیں' تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بغیر دیکھے

ع

يَنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو واضح احکام دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں اور لوگوں کو انصاف کا حکم دیا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بعثت کا اور انہیں واضح احکام کے ساتھ بھیجنے کا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ کتاب جنس ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابیں مراد ہیں اور عربی میں المیزان ترازو کو کہتے ہیں' بعض حضرات نے اس کا ترجمہ ترازو ہی کیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ صحیح ناپ تول کی جاتی ہے اور آلۂ عدل وانصاف اور بعض حضرات نے اس کا ترجمہ "انصاف" کیا ہے دونوں صورتوں کا مطلب اور مآل ایک ہی ہے' ارسال رسل اور انزال کتاب اور انزال میزان کا مآل بتاتے ہوئے فرمایا لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قائم رہیں۔

لوہے میں ہیبت شدیدہ ہے اور منافع کثیرہ ہیں: اس کے بعد فرمایا وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں شدید ہیبت ہے۔ جہاد کے لئے جو ہتھیار بنائے جاتے ہیں۔ نیزہ' تلوار' خنجر' بندوق لوہے ہی سے بنتے ہیں اور ان کے علاوہ جو ہتھیار ہیں حتی کے آج کل کے میزائل' بم اور دوسرے ہتھیاروں کی تیاری میں بھی لوہے کا کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہے ان ہتھیاروں کا ڈر لوگوں پر سوار رہتا ہے اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندے ہتھیاروں کو استعمال کر کے کفر و طغیان کے سے کافروں پر حملے کرتے رہتے ہیں اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھتی ہے ساری دنیا کے کافروں کو ڈر ہے تو یہی ہے کہ مسلمان جہاد شروع نہ کر دیں۔

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (اور لوہے میں لوگوں کے لئے طرح طرح کے منافع ہیں) مشینیں تو لوہے کی ہی ہیں دوسری جتنی بھی چیزیں بنی آدم کے استعمال میں ہیں تقریباً سب ہی میں کسی نہ کسی درجہ میں لوہے کا دخل ضروری ہے' اگر لکڑی کی چیز ہے تو اس میں بھی لوہے کی کیل ٹھونکی ہوئی ہے اور وہ بھی لوہے کے ہتھوڑے سے ٹھونکی گئی ہے' تعمیرات میں لوہے کا استعمال ہے' کھیتی میں ہل اور ٹریکٹر کی خدمات ہیں' جانوروں کے مونہوں میں لوہے کی لگامیں ہیں' پانیدان بھی لوہے کے ہیں۔ پیٹرول لوہے کے آلات کے ذریعہ نکلتا ہے۔ ہوائی جہاز اور گاڑیاں لوہے سے بنتی ہیں وغیرہ وغیرہ الیٰ مالا یحصٰی۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ (یعنی ہیبت شدیدہ اور دیگر منافع کے علاوہ لوہے کے پیدا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ (بصورت ظہور) جان لے کہ بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے) یعنی اللہ کے دین کو تقویت پہنچانے اور اس کے آگے بڑھانے کے لئے اور اس کی دعوت دینے کے لئے کون تیار ہوتا ہے۔ جب جہاد کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ کے مخلص بندے یہ جانتے ہوئے کہ ہم قتل بھی ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرنے کے لئے ہتھیار لے کر نکل کھڑے ہوتے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا بھی نہیں پھر بھی جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے پھر جس جس چیز کا ظہور ہوتا ہے اس کے علم میں آتا رہتا ہے کہ یہ بھی وجود میں آیا ہے بلکہ وجود ہی وہ بخشتا ہے اس علم کو

علم ظہور کہا جاتا ہے۔

قولہ ولیعلم اللہ عطف علی محذوف ای لینفعھم ولیعلم اللہ تعالی علما یتعلق بہ الجزاء من ینصرہ ورسلہ باستعمال آلۃ الحرب من الحدید فی مجاھدۃ اعدائہ وقولہ بالغیب حال من فاعل ینصر اومن مفعولہ ای غائبامنھم أوغائبین منہ. (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ولیعلم اللہ اس کا عطف محذوف پر ہے اصل یوں ہے کہ لینفعھم ولیعلم اللہ یعنی تاکہ اللہ ان کو نفع دے اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا ایسا علم حاصل کرلے جس سے ان لوگوں کو جزاء متعلق ہو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لوہے کے آلات کے ساتھ اس کے دشمنوں سے جہاد کر کے اس اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد بالغیب: ینصر کے فاعل یا اس کے مفعول سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ ان سے غائب ہے یا اس حالت میں کہ وہ حضرات اس سے غائب ہیں) (روح المعانی صفحہ ۱۸۹: ج ۲۷)

آخر میں اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (بے شک اللہ تعالیٰ قوی ہے عزیز ہے) اس میں یہ بتادیا کہ اللہ کے دین کی مدد کا جو ذکر ہوا وہ اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے وہ تو قوی ہے اور غالب ہے' جو کچھ اس کے دین کی خدمت کرو گے اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِیْرٌ

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی' سو ان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّیْنَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اٰتَیْنٰهُ

سے ن میں نافرمان تھے' پھر ہم ان کے بعد دوسرے رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے' اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا' اور ہم نے ان کو

الْاِنْجِیْلَ ۙ وَ جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِیَّةَ ۣ ابْتَدَعُوْهَا مَا

انجیل دی' اور جن لوگوں نے ن کا اتباع کیا تھا' ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کیا' اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا' ہم نے ن پر

كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ

اس کو واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا' سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی' سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے' ہم

اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

نے ان کو ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ نافرمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر بھیجا' ان کی ذریت میں نبوت جاری رکھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی اور ان کے متبعین میں شفقت اور رحمت رکھ دی

ان آیات میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی رسالت کا تذکرہ فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ ہم نے ان دونوں کی ذریت میں

نبوت جاری رکھی۔ ان کی ذریت میں ہدایت قبول کرنے والے بھی تھے اور بہت سے فاسق یعنی نافرمان تھے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے ان کے بعد یکے بعد دیگرے رسول بھیجے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جن کو انجیل بھی عطا فرمائی' بہت سے لوگوں نے ان کا بھی اتباع کیا' ان کی لائی ہوئی ہدایت کو قبول کیا' ان کے دین پر چلتے رہے ان کو حواریین کہا جاتا تھا (جیسا کہ سورۃ آل عمران اور سورۃ الصف میں ان کا تذکرہ فرمایا) ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رحمت اور شفقت رکھ دی تھی آپس میں محبت اور دوسروں پر بھی رحم کھاتے تھے' مشہور ہے کہ ان کی شریعت میں جہاد مشروع نہ تھا' اس لئے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ والی صفت ان میں نہیں تھی۔

نصاریٰ کا رہبانیت اختیار کرنا پھر اسے چھوڑ دینا وَرَهْبَانِيَةَ ابْتَدَعُوْهَا (اور عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع کرنے والوں نے رہبانیت کو جاری کر دیا)

علامہ بغویؒ معالم التنزیل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا' آپ نے فرمایا کہ اے ابن ام عبد (یہ حضرت ابن مسعودؓ کی کنیت ہے) تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل نے رہبانیت کہاں سے اختیار کی؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ظالم بادشاہوں کا غلبہ ہو گیا اور کئی ہوں میں لگ گئے جس پر اہل ایمان ناراض ہوئے' اہل ایمان نے ان سے تین بار جنگ کی اور ہر مرتبہ شکست کھائی جب ان میں سے تھوڑے سے رہ گئے تو کہنے لگے کہ اگر اس طرح مقابلہ کرتے رہے تو یہ لوگ ہمیں فنا کر دیں گے اور دین حق کا دعوت دینے والا کوئی نہ رہے گا۔ لہٰذا ہم زمین میں منتشر ہو جائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کو بھیج دے کہ جس کی آمد کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ فرمایا ہے' چنانچہ وہ پہاڑوں کے غاروں میں منتشر ہو گئے اور رہبانیت اختیار کر لی پھر ان میں بعض دین حق پر جمے رہے بعض کافر ہو گئے اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت تلاوت فرمائی۔ وَرَهْبَانِيَةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا تلاوت فرمائی۔ (معالم التنزیل ص ۳۰۱ ج ۴)

علامہ بغویؒ نے اس روایت کی کوئی سند ذکر نہیں کی اور کسی کتاب کا حوالہ بھی نہیں دیا' اس میں یہ جو اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کے لئے قتال جائز نہیں تھا تو جنگ کیوں کی؟ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے ان پر حملہ کیا گیا ہو' جس کی وجہ سے انہوں نے مجبور ہو کر جوابی کارروائی کی ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں جو احکام تھے ان سے آگے بڑھ کر نصاریٰ نے ایسی چیزیں نکال لی تھیں جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا تھا یہ چیزیں نفس کو مشقت میں ڈالنے والی تھیں' یہ لوگ نکاح نہیں کرتے تھے' کھانے پینے میں اور پہننے میں کمی کرتے تھے' تھوڑا بہت کھاتے تھے' جس سے صرف زندہ رہا جائے پہاڑوں میں رہتے بستے لیتے تھے وہیں پر زندگیاں گزارتے تھے' ان کے اس عمل کو رہبانیت اور ان کو راہب کہا جاتا تھا۔ انہی راہبوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دی تھی اور انہی کی نشاندہی سے وہ مدینہ منورہ پہنچے تھے' جس کا ذکر سورۃ الاعراف کی آیت يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ کے ذیل میں گزر چکا ہے' ان لوگوں نے عوام سے اور ملوک سے علیحدگی اختیار کر لی تھی کیونکہ اہل دنیا ان کو مجبور کرتے تھے کہ ہماری طرح رہو۔ یہ رہبانیت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں دیا گیا تھا' انہوں نے خود رہبانیت کو اختیار کر لیا تھا اور یہ سمجھا تھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے قال السعوی فی معالم التنزیل ورهبانية ابتدعوها من قبل انفسهم ما كتبنا عليهم لابتغاء رضوان الله يعني ولكنهم ابتدعوا رضوان الله بتلك الرهبانية (ص ۳۰۰ ج ۴) وفي روح المعاني منصوب بفعل مضمر يفسره الظاهر اى وابتدعوا رهبانية ابتدعوها فهو من باب الاشتغال (علامہ بغویؒ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ تقدیری

عبارت یوں ہے ورھبانیۃ نِ ابتدعوھا من قبل انفسھم ما کتبنا علیھم لا بتغاء رضوان اللہ یعنی لیکن انہوں نے اس رہبانیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کی اور روح المعانی میں ہے کہ رھبانیۃ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر فعل ظاہر کر رہا ہے تقدیر عبارت یوں ہے۔ وابتدعو ارھبانیۃ ابتدعوھا یہ فعل اشتغال کی قبیل سے ہے۔)

راہب لوگ اپنی رہبانیت پر چلتے رہے پھر ان میں بھی دنیاداری گھس گئی' ان کے نفوس نے انگڑائی لی اور عوام الناس کی طرح یہ لوگ بھی دنیاداری پر اتر آئے' ان لوگوں کو انتظار تھا کہ آخر الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہو جائے تو ہم ان پر ایمان لائیں پھر جب آپ کی بعثت ہوگئی اور آپ کو پہچان بھی لیا تو ان پر ضد سوار ہوگئی کہ ہم اپنے ہی دین پر رہیں گے' ان میں سے تھوڑے لوگ ایمان لائے' جن کے بارے میں فرمایا فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْھُمْ اَجْرَھُمْ (سو ان میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ان کا اجر ہم نے ان کو دے دیا) وَ کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (اور ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہ لوگ دین بھی بدل چکے تھے انجیل شریف بھی گم کر چکے تھے۔ توحید کو چھوڑ کر تثلیث کا عقیدہ بنا لیا تھا۔ تین خدا ماننے لگے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بھی قائل ہو گئے تھے جبکہ اس سے پہلے یہ مانتے تھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر زندہ اٹھا لیا' جب آپ کے قتل کے قائل ہوئے تو یہ عقیدہ رکھ لیا کہ ان کا قتل ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا اس عقیدہ کی بنیاد پر ان کے پادری اتوار کے دن اپنے ماننے والوں کو چرچ میں بلا کر گناہوں کی معافی کرنے لگے' پرانے نصاریٰ کو رومن کیتھولک کہا جاتا ہے' ان میں سے ایک فرقہ علیحدہ ہوا جسے پروٹسٹنٹ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ منکرات محرمات اور معاصی کے ارتکاب میں بہت زیادہ آگے بڑھ گئے' جس کا انشاء اللہ تذکرہ ہم ابھی کریں گے۔

موجودہ نصاریٰ کی بدحالی اور گناہگاری، دنیا کی حرص اور مخلوق خدا پر ان کے مظالم

نصاریٰ نے اپنے رسول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع نہ کیا تو ان میں رحمت و شفقت نہ رہی اور نہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے اب یہودیوں کی طرح وہ بھی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں' کافر تو ہیں ہی کفر کے ساتھ ساتھ دوسرے گناہوں میں موجودہ دور کے تمام انسانوں سے بہت آگے ہیں' بلکہ دنیا بھر کے لوگوں کو یہی لوگ گناہ والی زندگی سکھاتے ہیں' ننگے پھرنا' زنا کاری' شراب خوری' جوا وغیرہ یہ سب نصاریٰ کے کرتوت ہیں چونکہ انہوں نے اپنا یہ عقیدہ بنا لیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قتل (جس کے وہ جھوٹے مدعی ہیں) ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گیا اس لئے ہر گناہ کر لیتے ہیں' ان کے ملکوں میں نکاح ختم ہوتا جا رہا ہے مردوں اور عورتوں میں دوستی کا رواج ہے۔ بے حیائی کے کام ہو رہے ہیں۔ بے باپ کے بچوں کی کثرت ہے اور بے نکاح کے مرد اور عورت کے ملاپ کو ان کے ملکوں کی پارلیمنٹ نے قانونی طور پر جائز کر رکھا ہے' بلکہ یورپ کے بعض ملکوں نے اپنے ہم جنسوں سے استلذاذ کو بھی جائز قرار دے دیا ہے۔

عجیب بات ہے کہ جو بات پارلیمنٹ پاس کر دے' پوپ اس کے خلاف ذرا سا بھی لب نہیں ہلا سکتے۔ کیا حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ زنا کو عام کر لینا اور اسے قانونی جواز دے دینا۔ یورپ اور امریکہ کے ممالک کی دیکھا دیکھی ایشیاء اور افریقہ کے ممالک بھی انہی کی راہ پر چلنے لگے ہیں۔ پوری دنیا کو گناہگاری کی زندگی سکھانے کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے نام سے اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں' حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام اس دین سے بری ہیں جو مسیحیت کے دعویداروں نے اپنا رکھا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی اور اس پر قائم رہنے کا حکم فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد ایک نبی آئیں گے ان پر ایمان لانا وہ نبی تشریف لے آئے یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسیحی ان پر ایمان نہیں لاتے یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے فرمان کی صریح خلاف ورزی کرنے والے ہیں اور جو عیسائی ہیں جو مشنریوں کا جال پھیلا رکھا ہے اور مسلمانوں کو اپنے بنائے ہوئے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی کی انجیل)

بہت سی تحریفات و تغیرات کے باوجود اب بھی انجیل یوحنا میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں بشارت موجود ہیں۔ باب نمبر ۱۴ میں ہے کہ میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔

پھر چند سطر کے بعد ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کی پیشین گوئی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔ ''اور پھر تھوڑی دیر میں مجھے دیکھ لو گے اور یہ اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں'' بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی طرف اشارہ ہے جو قرآن مجید میں سورۂ نساء میں مذکور ہے۔

پھر چند سطر کے بعد دنیا میں تشریف لانے کا ذکر ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ میں نے تم سے یہ باتیں اس لئے کہیں کہ تم مجھ میں اطمینان پاؤ۔ دنیا میں مصیبتیں اٹھاتے ہو لیکن خوش رہو میں دنیا پر غالب آیا ہوں۔

اے نصرانیو! حضرت مسیح علیہ السلام نے جو فرمایا کہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں تم ان کے سوا کسی کے پاس نہ جانا دنیا بھر میں مشنریاں قائم کر کے اس کی خلاف ورزی نہ کرو اور قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کے دنیا سے اٹھائے جانے کا اور محمد ﷺ کی حدیثوں میں ان سے ملاقات کے بعد طبعی موت سے وفات پانے کا ذکر ہے۔ موجودہ انجیل کی عبارتوں سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسیحیوں پر لازم ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی باتیں مانیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور اپنے بنائے ہوئے دین پر چلنے نہ رہیں اور مسلمانوں کو اپنے خود ساختہ دین کی دعوت نہ دیں۔ تعصب میں آ کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

یہود و نصاریٰ کا حق سے انحراف اور اسلام کے خلاف متحدہ محاذ

یہود و نصاریٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان لیا لیکن بہت کم ایمان لائے۔ یہودی مدینہ منورہ ہی میں رہتے تھے بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں اسی لئے آ کر آباد ہوئے تھے کہ یہاں آخری نبی ﷺ تشریف لائیں گے ہم ان پر ایمان لائیں گے لیکن آپ کی تشریف آوری کے بعد آپ کو پہچان لینے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ. چند ہی یہودیوں نے اسلام قبول کیا' جن میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے فرمایا عرفت ان وجهه ليس بوجه كذاب کہ میں نے آپ کا چہرہ انور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ (مشکوٰۃ مصباح ص ۵۶۹)

نصاریٰ کو آنحضرت ﷺ کی بعثت کا علم ہے حبشہ کا نصرانی بادشاہ نجاشی اور اس کے علاوہ بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے لیکن عام طور پر نصاریٰ بھی اسلام سے منحرف رہے اور آج تک منحرف ہیں۔ ہندوستان کے مشرکوں نے لاکھوں کی تعداد میں اسلام قبول کیا لیکن نصاریٰ کس سے مس ہونے کو تیار نہیں' اکا دکا افراد مسلمان ہوتے رہتے ہیں لیکن عموماً انکار پر ہی تلے ہوئے ہیں' اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں' جہاں کہیں مسلمان غریب ہوں وہاں مال تقسیم کر کے مانوس کرتے ہیں اور اسکول ہسپتال کھول کر مشنریاں قائم کر کے کفر کی دعوت دیتے ہیں (جس دین کی دعوت میں کاٹ لے دے کر ہو اس کے باطل ہونے کے لئے یہی کافی ہے) سورۃ آل عمران کی

آیت فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ کی تفسیر میں نصاریٰ کے اس وفد کا تذکرہ کیا ہے وہ لوگ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے مباہلہ کی گفتگو ہوئی ان کا جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کہ واقعی محمد نبی مرسل ہیں اگر ان سے مباہلہ کرو گے تو تمہارا ناس ہو جائے گا اگر تمہیں اپنا دین چھوڑنا نہیں ہے تو ان سے صلح کر لو اور اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ یہ سب مباہلہ پر راضی نہ ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہنے پر جانتے ہوئے کہ محمد عربی ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں ایمان نہ لائے اور یہاں سے روانی کر بیٹھے اور آج تک ان کا یہی طریقہ رہا ہے حضرات علماء کرام نے بار ہا مناظروں میں ان کو شکست دی ان کی موجودہ تثلیث میں تحریف ثابت کی بار بار ان کے دین کو مصنوعی خود ساختہ دین ثابت کر دیا لیکن وہ دنیاوی اغراض سیاسیہ اور غیر سیاسیہ کی وجہ سے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے اور دنیا بھر میں فساد کر رہے ہیں جس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی تھی اس وقت سے لے کر آج تک ان کا یہی طریقہ رہا ہے۔

یہود و نصاریٰ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دین و خط جانتے ہیں لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آپس میں گٹھ جوڑ ہے اور اسلام کے مٹانے کے لئے دونوں نے اتحاد کر رکھا ہے لیکن پھونکوں سے چراغ نہیں بجھایا جاتا وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً (اور جنہوں نے عیسیٰ بن مریم کا اتباع کیا ان کے دلوں میں ہم نے شفقت اور رحمت رکھ دی) جن لوگوں نے اتباع کیا ان میں رحمت و شفقت تھی جب ان سے جو نسبت رکھنے والوں نے کئی سو سال سے پورے عالم کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے ملک گیری کی حرص نے ان سے یہ ملک پر حملے کرائے ملکوں پر قبضے کئے ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے لوگوں کو کس طرح ظلم کا نشانہ بنایا تاریخ جانتی ہے ویتنام اور یہ وہ ہیں جنہوں نے بم پھینکا تھا کیا یہ وہی لوگ نہ تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت کرتے ہیں؟ تاریخ جانتی ہے اور انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ رسول بھیجے گا جس کا نام احمد ہوگا کچھ عرصے تک ان کی آمد کے انتظار میں رہے جب وہ تشریف لے آئے تو ان کی رسالت کا انکار کر دیا۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نصاریٰ اپنی کتاب چھوڑ بیٹھے اس میں تحریف کر دی اور بالکل ہی گم کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع بھی نہ کیا ہدایت سے بھی رہ گئے اور رحمت اور شفقت بھی دلوں سے نکل گئی اب تو تین خداؤں کا عقیدہ ہے اور کفر کا سہرا ہے اور ہر گرجہ میں لعنت پڑ رہی ہے ان میں رہبان ہیں نہ قسیسین ہیں جو ان کے مذہب کے بڑے ہیں وہ بھی ان کی حکومتوں اور سیاستدانوں کا موڈ دیکھتے ہیں کوئی حق کلمہ نہیں کہہ سکتے اور گناہوں پر نکیر نہیں کر سکتے سیدھے لفظوں میں یہ لوگ بھی اپنی حکومتوں کے آلۂ کار ہیں۔

فائدہ: رہبانیت کا اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو حکم نہیں دیا تھا لیکن انہوں نے یہ سمجھ کر اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اپنے طور پر اختیار کر لی تھی پھر اس کو نباہ بھی نہ سکے رہبانیت کو بھی چھوڑ بیٹھے اور جو شریعت انہیں دی گئی تھی اس کی بھی پاسداری نہ کی بلکہ اسے بدل دیا اعمال صحیحہ صالحہ پر تو کیا قائم رہتے توحید کے قائل نہ رہے تین خدا مان لئے پھر ان میں سے ایک خدا کے مقتول ہونے کا عقیدہ بنا لیا اور یہ سمجھ لیا کہ ان کا قتل ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔

یہ رہبانیت ان کے لئے مشروع تھی نہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے لئے مشروع ہے شریعت محمدیہ میں آسانی رکھی گئی ہے تنگی نہیں ہے۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (اور تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا)۔

اور سورۃ الاعراف میں فرمایا:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ، (رسول نبی امی ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر جو بوجھ طوق تھے ان کو دور کرتا ہے)۔

سورہ المائدہ میں فرمایا: مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ. (اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے)۔

اور سورۃ الحج میں فرمایا هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (اللہ نے تمہیں چن لیا اور تم پر کوئی تنگی نہیں ڈالی)

ان آیات میں اس بات کی تصریح ہے کہ امت محمد یہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایسے احکام مشروع نہیں کئے گئے جن میں تنگی ہو' نصاریٰ کی طرح رہبانیت اختیار کرنے کی اجازت یا فضیلت نہیں ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں خصی ہونے یعنی قوت مردانہ زائل کرنے کی اجازت دیجئے؟ آپ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں ہیں جو کسی کو خصی کرے یا خود خصی بنے' بلاشبہ میری امت کا خصی ہونا (یعنی بیوی نہ ہونے کی صورت میں شہوت کو دبانا) یہ ہے کہ روزے رکھا کریں اس کے بعد عرض کیا کہ ہمیں سیاحت (یعنی سیر و سفر) کی اجازت دیجئے؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک میری امت کی سیاحت جہاد ہے' اس کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ! رہبانیت کی اجازت دیجئے؟ آپ نے فرمایا کہ میری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھے رہا کریں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۲۹)

معلوم ہوا کہ اس امت کو نصاریٰ والی رہبانیت اختیار کرنے کی اجازت نہیں قدرت ہوتے ہوئے نکاح نہ کرنا' معاش کا انتظام نہ کرنا' مخلوق پر نظر رکھنا' مانگ کر کھانا' سردی گرمی سے بچنے کا انتظام نہ کرنا' بیوی بچوں کے حقوق ادا نہ کرنا' ان چیزوں کی شریعت محمدیہ میں اجازت نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق زندگی گزاریں' حرام مال نہ کمائیں' شریعت کے مطابق لباس پہنیں' اسراف (فضول خرچی) اور ریاکاری خودنمائی نہ ہو' کھانے پینے میں حلال و حرام کا خیال ہو' کسی کا حق نہ دبائیں' کسی طرح کی خیانت نہ کریں اگر کوئی شخص شریعت کے مطابق اچھا لباس پہن لے تو اس کی گنجائش ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

كلوا واشربوا وتصدقوا مالم يخالط اسراف ولا مخيلة. (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۷)

یعنی کھاؤ اور پیو اور صدقہ کرو اور پہنو جب تک کہ اس میں اسراف (فضول خرچی) اور شیخی گھارنا نہ ہو۔ اگر کوئی شخص سادگی اختیار کرے' معمولی لباس پہنے تو یہ بھی درست ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سادگی پسند تھی' عموماً آپ کا یہی عمل تھا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے قدرت ہوتے ہوئے خوبصورتی کا کپڑا تواضع کی وجہ سے پہننا چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا اور جس نے اللہ کے لئے نکاح کیا اللہ تعالیٰ اسے شاہانہ تاج پہنائے گا (مشکوٰۃ ص ۳۷۷)

واضح رہے کہ سادہ کپڑے لوگوں سے سوال کرنے کیلئے یا بزرگی اور درویشی کا رنگ جمانے کے لئے نہ ہوں اور اس کو طلب دنیا کا ذریعہ بنانا مقصود نہ ہو۔ مؤمن بندہ فرض اور نفل نمازیں پڑھے' فرض اور نفل روزے رکھے راتوں کو کھڑے ہو کر نفلی نمازیں پڑھے۔ یہ چیزیں رہبانیت میں نہیں آتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی سختی فرمائے گا' ایک جماعت نے اپنی جانوں پر سختی کی اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی فرما دی۔ یہ انہیں لوگوں کے بقایا ہیں جو

گرجوں میں موجود ہیں۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی رھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم (رواہ ابو داؤد ص ۳۱۶ ج ۲)

حضرت اس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اندرون خانہ عبادت کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ جب ان کو آپ کی عبادت کے بارے میں باخبر کر دیا گیا تو انہوں نے اسے کم سمجھا (ان کے دلوں میں یہ بات آئی کہ ہم کہاں اور رسول اللہ ﷺ کہاں آپ کا تو اللہ تعالیٰ نے اگلا پچھلا سب معاف کر دیا یہ تھوڑی عبادت آپ کے لئے کافی ہو سکتی ہے ہمیں تو بہت زیادہ ہی عبادت کرنی چاہئے) پھر ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ راتوں رات نماز پڑھوں گا' دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا' بے روزہ نہ رہوں گا' تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا کبھی نکاح نہیں کروں گا' یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر متقی ہوں لیکن میں (نفل) روزے بھی رکھتا ہوں بے روزہ بھی رہتا ہوں' رات (نفل) نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ سو جو شخص میری سنت سے بچے وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ (رواہ البخاری ص ۷۵۱ ج ۲)

یاد رہے کہ شریعت کے آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عمل کرنے والے اس پر عمل کر سکتے ہیں' یہ مطلب نہیں ہے کہ نفس کی خواہش کے مطابق جو چاہو کر لو۔ اگر ایسا ہوتا تو شریعت میں حلال و حرام کی تعیین ہی نہ ہوتیں' نہ نماز فرض ہوتی' نہ گرمی کے زمانوں میں رمضان کے روزے رکھنے کا حکم ہوتا' نہ جہاد کا حکم ہوتا نہ حج کا۔ خوب سمجھ لیں شریعت اسلامیہ کے آسان ہونے کا مطلب جو ملحدین نے نکالا ہے کہ جو چاہو کر لو یہ ان کی گمراہی ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کی ایک جماعت میں نکلے وہاں راستہ میں ایک غار پر گزر ہوا وہاں پانی تھا اور سبزی تھی ایک شخص کے دل میں یہ بات آئی کہ وہیں ٹھہر جائے اور دنیا سے علیحدہ ہو کر زندگی گزارے۔ اس نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ بے شک میں یہودیت اور نصرانیت لے کر نہیں بھیجا گیا لیکن میں ایسی شریعت لے کر بھیجا گیا ہوں' جو بالکل سیدھی ہے' آسان ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے ایک صبح ایک شام کو اللہ کی راہ میں چلا جانا' دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے افضل ہے اور جہاد کی صف میں تمہارا کھڑا ہو جانا ساٹھ سال کی نماز سے افضل ہے (رواہ احمد و کذا فی مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۴)

دیکھو اپنی شریعت کو آسان بھی بتایا اور ساتھ ہی جہاد کے صف میں کھڑا ہونے کی فضیلت بیان فرما دی۔ شریعت اسلامیہ میں اعتدال ہے نہ دنیا داری ہے، نہ ترک دنیا ہے۔ شریعت کے مطابق حلال چیز سے استفادہ کرنا حلال ہے۔ خباثت اور انجس سے پرہیز کریں تواضع مامور بہ ہے، سادگی مرغوب ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ

اے ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر یقین لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور عنایت فرمائے گا

نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ

کہ تم اس کو لے ہوئے چلو گے اور وہ تم کو بخش دے گا' اور اللہ غفور رحیم ہے تاکہ اہل کتاب یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے

عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

کسی چیز پر بھی دسترس نہیں اور یہ کہ اللہ کے ہاتھ میں فضل ہے وہ جسے جس کو چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ایمان لانے والے نصاریٰ سے دوحصہ اجر کا وعدہ' اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل پر کوئی دسترس نہیں رکھتے

مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھنے والوں سے متعلق ہے ان سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم اللہ سے ڈرو (کفر پر جمے نہ رہو) اللہ پر اور اس کے رسول یعنی محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ یہ تمہارا ایمان لانا تمہارے لئے بہت بڑی خیر کا ذریعہ ہوگا اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے دے گا۔

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا خبردار میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ چیزیں بتادوں جو تم نہیں جانتے جو اللہ نے مجھے آج بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کو اس حال میں پیدا فرمایا کہ وہ سب صحیح دین پر تھے ان کے پاس شیاطین آگئے سو ان کو ان کے دین سے ہٹا دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں وہ ان پر حرام کر دیں اور ان کو حکم دیا کہ میرے ساتھ شریک ٹھہرائیں جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں نازل کی' اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف دیکھا تو ان سب کو عربی ہوں یا عجمی مبغوض قرار دیا سوائے چند لوگوں کے جو اہل کتاب میں سے باقی تھے۔ (الحدیث صحیح مسلم ص ۳۸۵ ج ۲)

یہ لوگ جو بقایا اہل کتاب میں سے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور ان کی شریعت پر چلتے تھے تغیر اور تبدل سے دور تھے ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول یعنی آخر الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ جن کی بعثت کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ ایک اجر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور ان کے دین پر قائم رہنے کا' دوسرا اجر خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا جن نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی آپ پر ایمان لائے ہوئے تھے آپ تشریف لے آئے تو تصدیق پر قائم رہے اور علی الاعلان بھی تصدیق کر دی۔ سورۃ القصص میں فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے کتاب دی وہ اس پر یعنی قرآن پر ایمان لاتے ہیں' اور جب ان پر قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بے شک وہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے بلاشبہ ہم پہلے ہی سے اسے مانتے تھے (یعنی آخری نبی پر کتاب نازل ہوگی ہم اس کی تصدیق کرتے تھے) یہ وہ لوگ ہیں جن کو صبر کرنے کی وجہ سے دہرا ثواب دیا جائے گا اور وہ لوگ اچھائی کے ذریعہ برائی کو دفع کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں)۔

سورۃ القصص کی آیت شریفہ سے مؤمنین اہل کتاب کو دہرا اجر عطا فرمانے کی خوشخبری دی ہے صحیح بخاری ص ۵ ج ۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیصر روم کو دعوت اسلام کا جو خط لکھا تھا اس میں یہ بھی تھا اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ (تو اسلام لے آ' اللہ تعالیٰ تجھے دہرا اجر عطا فرمائے گا)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کے لئے دو اجر ہیں ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو وہ اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا اور دوسرا وہ غلام جو کسی کا مملوک ہو اس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے آقاؤں کا بھی اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس باندی تھی (بحق ملکیت) اس سے صحبت کرتا تھا اس نے اس کو ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا اور اسے تعلیم دی اور اچھی تعلیم دی پھر اسے آزاد کر دیا اس سے نکاح کر لیا سو اس شخص کے لئے بھی دو اجر ہیں۔ (صحیح بخاری ص ۲۰)

یہاں جو یہ اشکال ہوتا ہے کہ جو لوگ اہل کتاب نہیں تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کو مستلزم ہے ان میں اور اہل کتاب مؤمنین میں کیا فرق رہا جس کی وجہ سے اہل کتاب کو دو بار ثواب دیا گیا؟ ظاہر ہے کہ تمام مؤمنین تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے نبی پر ایمان لائے پھر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے ان کو جو دوہرا اجر ملے گا اس میں یہ نہیں بتایا کہ اس دوہرے کا آدھا آدھا کتنا کتنا ہوگا۔ دوہرا اسے کہتے ہیں جو اکہرے کا دوگنا ہو نہ کم نہ زیادہ کیونکہ دوگنا میں ہے جو اٹھائیس سے کم ہے۔ پھر آیت اور حدیث میں ضعفین کا لفظ نہیں ہے۔ مرتین کا لفظ ہے یعنی دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔ یہ دو مرتبہ کتنا کتنا ہوگا اس کی تصریح نہیں ہے۔ یہاں سورۃ الحدید میں لفظ کفلین من رحمتہ فرمایا ہے کفلین کی مقدار کیا ہے اس کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت ابوموسیٰ کی روایت میں بھی اجران فرمایا اس میں بھی ضعفین نہیں ہے۔ نیز جو اہل کتاب اپنے نبی پر ایمان لائے اور اس پر جمے رہے (جبکہ بہت سی مشکلات کا سامنا رہا اور تکلیفیں اٹھائیں (جن کو سورۃ القصص میں بما صبروا سے تعبیر فرمایا ہے) پھر آخر الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کا اجر بڑھ گیا تو کیا اشکال ہے قربانیوں اور مشقتوں کی وجہ سے فضیلت بڑھ جاتی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایمان پر جمتے ہوئے مار پیٹ برداشت کی ان کے ایمان کا ثواب ان لوگوں کے ایمان کے برابر ہو سکتا ہے جنہوں نے یہ تکلیفیں نہیں اٹھائیں ہاں کسی کے ایمان کا ثواب کسی دوسری وجہ سے بڑھ جائے تو وہ اور بات ہے۔ ھذا ما سنح لی والعلم عند اللہ الکریم الذی بیدہ الفضل یؤتیہ من یشاء

اہل کتاب کے ایمان لانے پر ایک تو دوہرے ثواب ملنے کا وعدہ فرمایا ہے جسے یُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ میں بیان فرمایا ہے اور دوسرا وعدہ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ میں فرمایا (اور اللہ تمہارے لئے ایسا نور عنایت فرمائے گا جسے لے کر تم چلتے پھرتے رہو گے) یعنی تمہارے دلوں میں ایسی روشنی ہوگی جو ہر وقت ساتھ رہے گی (جس کا اثر یہ ہوگا کہ ایمانیات پر علی وجہ البصیرت جمے رہو گے اور شرح صدر کے ساتھ اعمال صالحہ انجام دیتے رہو گے)

قال البغوی فی معالم التنزیل ناقلا عن ابن عباس ان نورہ ھو القرآن ثم ذکر عن مجاھد ھو الھدی والبیان ای یجعل لکم سبیلا واضحا فی الدین تأتون بہ (علامہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے نور سے مراد قرآن کریم ہے۔ پھر حضرت مجاہد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد ہدایت اور بیان ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں تمہارے لئے واضح راستہ متعین کر دیا ہے جس پر تم عمل کرتے ہو)

مؤمنین اہل کتاب کی تیسری نعمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور اللہ تمہاری مغفرت فرما دے گا۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

لِئَلَّا یَعْلَمَ اَھْلُ الْکِتَابِ (الی آخر السورۃ) اس سے پہلے فعل یا اعلم مقدر ہے اور لا زائدہ ہے ان مخففہ من المثقلہ ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ قیامت کے دن اہل کتاب پر اپنے بارے میں یہ واضح ہو جائے کہ ان کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں ہے اور تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اسے جس کو چاہے دیدے (بیان القرآن میں اس جگہ پر سوال و جواب لکھ دیا جائے)۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان نہیں لائے انہوں نے کہا کہ چلو جو اہل کتاب تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائیں ان کے لئے دہرا اجر ہے اور اہل کتاب کے علاوہ جو شخص ایمان لائے اس کے لئے اکہرا اجر ہے لہٰذا ہم تم برابر ہوئے تمہارے لئے بھی ایک اجر ہے اور ہمارے لئے بھی ایک اجر ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ نازل فرمائی۔

لِئَلَّا یَعْلَمَ اَھْلُ الْکِتَابِ میں یہ بتادیا کہ خود اپنے طور پر باتیں بنانے سے اور اپنے لئے ایک اجر کا دعویٰ کرنے سے آخرت میں کامیابی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جس پر فضل فرمائے گا وہی فضل سے نوازا جائے گا اور اس نے وہاں پر فضل فرمانا اہل اسلام ہی کیلئے مخصوص رکھا ہے (لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمیں بھی ایک اجر ملے گا باطل ہے) آیت کے ختم پر جو لِئَلَّا یَعْلَمَ اَھْلُ الْکِتَابِ فرمایا ہے اس میں یہود و نصاریٰ دونوں قوموں کو متنبہ فرمادیا (گو پہلے سے نصاریٰ کا ذکر تھا) کہ خود سے اپنی نجات کا عقیدہ رکھنا اور یوں سمجھنا کہ ہم ہی یا ہم بھی جنت میں جائیں گے غلط ہے اللہ تعالیٰ اپنے قانون کے مطابق جس کو نوازے گا وہی جنت میں جائے گا خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوگی خوب سمجھ لیا جائے۔ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (اور اللہ بڑے فضل والا ہے)

تم تفسیر سورۃ الحدید، والحمد للّٰہ العلی الحمید والصلاۃ والسلام علی خیر العبید، وعلی الہ وصحبہ الذین اختصوا بالاجر الجزیل والثواب المزید

☆☆☆ ☆☆☆

(پارہ نمبر ۲۸)

مدنی	سورۂ مجادلہ	۲۲ آیتیں ۳ رکوع

الجزء ۲۸

آیاتہا ۲۲ (۵۸) سُوْرَۃُ الْمُجَادِلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۰۵) رکوعہا ۳

سورۂ مجادلہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی

اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ○ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ

گفتگو سن رہا تھا بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو بس

اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○ وَالَّذِیْنَ

وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی

یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ

بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں اس سے تم

تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ

کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے پھر جس شخص کو غلام نہ ملے تو اس کے ذمہ دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو

اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ

چھوئیں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ اس لئے ہے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ حدیں

حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

حدود ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ظہار کی مذمت اور اس کے احکام و مسائل

ان آیت میں ایک صحابی خاتون رضی اللہ عنہا کے ایک واقعہ کا اور شوہر و بیوی سے متعلق ایک مسئلہ کا ذکر ہے، جس عورت کا یہ واقعہ ہے اس کے بارے میں چونکہ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا فرمایا ہے اس لئے اس سورت کا نام سورۃ المجادلۃ معروف اور مشہور ہو گیا۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ زمانہ اسلام سے پہلے اہل عرب میں لفظ طلاق کے علاوہ عورت کو اپنے اوپر حرام کرنے کے دو طریقے اور بھی تھے ایک ایلاء اور ایک ظہار ایلاء اس بات کو کہتے تھے کہ شوہر بیوی کو خطاب کر کے قسم کھا لیتا تھا کہ میں تیرے پاس نہیں آؤں گا اس کا بیان سورۃ البقرہ کی آیت لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

اور دوسرا طریقہ یہ تھا کہ یوں کہہ دیتے تھے اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ (تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی کمر ہے یعنی حرام ہے) اس کو ظہار کہا جاتا تھا چونکہ اس میں لفظ ظہر آتا تھا جو پشت کے معنی میں ہے اس لئے اس کا نام ظہار معروف ہو گیا حدیث اور فقہ کی کتابوں میں بھی اس کو ظہار ہی کے عنوان اور نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔

آیت ظہار کا شان نزول اب آیت کا سبب نزول معلوم کیجئے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورت کون تھی جس کا واقعہ یہاں ذکر فرمایا ہے قصہ یہ ہے کہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ حضرت اوس بن صامتؓ کی بیوی تھیں ایک دن ان کے شوہر نے اپنا مخصوص کام کرنے کا ارادہ کیا حضرت خولہؓ نے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ ان کے شوہر تو کلیف تھی اور شوہر کی خیر خواہی پیش نظر تھی جیسے ہی بیوی نے انکار کیا شوہر نے یوں کہہ دیا کہ اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ کہہ تو دیا لیکن بعد میں پچھتائے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ اب تو مجھ پر حرام ہو گئی ہے۔

یہ سن کر حضرت خولہؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ طلاق نہیں ہے اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے شوہر نے مجھ سے نکاح کیا تھا اس وقت میں جوان تھی مالدار تھی میرے شوہر نے میرا مال بھی کھا لیا اور میری جوانی بھی فنا کر دی اب جبکہ میرے خاندان والے منتشر ہو گئے اور میری عمر بھی بڑی ہو گئی تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا اب اسے اس پر ندامت ہے تو کیا ایسی کوئی صورت ہے کہ میں اور وہ مل کر رہتے رہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس پر حرام ہو گئی ہے حضرت خولہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ قسم اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے میرے شوہر نے طلاق کا لفظ نہیں بولا اس سے میری اولاد بھی ہے وہ مجھے سب سے محبوب بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے پھر وہی فرمایا کہ تو اس پر حرام ہو گئی حضرت خولہؓ نے کہا کہ میں اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتی ہوں میں اپنے شوہر کے ساتھ عرصہ دراز تک رہی ہوں آپ نے پھر وہی فرمایا کہ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی ہے اور تیرے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ اسی طرح اپنی بات کرتی رہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح جواب دیتے رہے آخر میں اس نے کہا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر شوہر کے پاس چھوڑوں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر اپنے پاس رکھوں تو بھوک سے مر جائیں گے یہ کہا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہنے لگیں کہ اے اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں اپنی تکلیف پیش کرتی ہوں آپ اپنے نبی پر ایسا حکم نازل فرمائیے جس سے میری پریشانی دور ہو جائے یہ زمانہ اسلام میں ظہار کا پہلا واقعہ تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خولہؓ سے کہا کہ تو اپنی بات بس کر دے دیکھتی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کیا آثار ہو رہے ہیں (اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہو گئی تھی) آپ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہلکی سی نیند میں ہوں جب وحی ختم ہو گئی تو آپ نے حضرت خولہؓ سے فرمایا کہ تو اپنے شوہر کو بلا کر لا جب وہ آ گئے تو آپ نے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ سے آیات پڑھ کر سنائیں جن میں ظہار اور کفارۂ ظہار کا حکم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ بابرکت ہے وہ جو تمام آوازوں کو سنتا ہے۔ جو عورت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہی تھی میں اس کی بعض باتیں اسی گھر میں ہوتے ہوئے نہ سن پائی جہاں بات ہو رہی تھی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس کی بات سن لی اور آیت کریمہ نازل فرما دی۔

اب پہلی آیت کا ترجمہ دوبارہ پڑھئے بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

چونکہ حضرت خولہؓ کے شوہر نے ظہار کر لیا تھا اور ان کے شوہر یوں سمجھ رہے تھے کہ طلاق ہو گئی اور وہ سمجھ رہی تھی کہ طلاق نہیں ہوئی اور اسی بات کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں اس لئے اول ظہار کی شرعی حیثیت بتائی پھر اس کا کفارہ بیان فرمایا ارشاد فرمایا اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ کہ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھتے ہیں (یعنی یوں کہہ دیتے ہیں کہ تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے ماں کی پشت مجھ پر حرام ہے) ایسا کہہ دینے سے وہ ان کی مائیں نہیں بن جاتی ہیں نہ وہ پہلے ان کی مائیں تھیں اور نہ اب ان پر ماؤں کا حکم نافذ ہوگا (جس کی وجہ سے آئندہ کے لئے حرمت آ جائے)

اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے مائیں ہونے کے اعتبار سے حرمت مؤبدہ کا تعلق انہیں سے ہے۔

ظہار کی مذمت: وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا. رہی یہ بات کہ شوہر اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ تو میرے لئے ماں کی طرح ہے تو ان کا یہ کہنا بری بات ہے اور جھوٹی بات ہے اس بات کے کہنے سے حرمت دائمی کا حکم نہیں دیا جائے گا لیکن گناہ ضرور ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے قانون کو بدلنا لازم آتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے بیوی کو شوہر کے لئے حلال کر دیا تو اب وہ کیسے کہتا ہے کہ یہ مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت ہے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے، بخشنے والا ہے) گناہ کی تلافی کر لی جائے اور ظہار کا جو کفارہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اس کی ادائیگی کر دی جائے اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دے گا۔

کفارۂ ظہار: اس کے بعد ظہار کا کفارہ بیان فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ (الی قولہ تعالیٰ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا) اس میں علی الترتیب تین چیز ذکر فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیتے ہیں پھر چاہتے ہیں کہ جو بات کہی ہے اس کی تلافی کریں سو جس کسی نے بھی ایسا کیا ہو وہ ایک غلام آزاد کرے اور غلام آزاد کرنے سے پہلے میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو نہ چھوئیں یہ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا کا ترجمہ ہے) یہ لفظ فرما کر یہ بتا دیا کہ غلام آزاد کرنے سے پہلے نہ جماع کریں نہ دواعی جماع یعنی بوس و کنار اور مس و تقبیل کے ذریعہ استمتاع اور استلذ اذ کریں ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ (یہ وہ چیز ہے جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے) یعنی یہ کفارہ گناہ معاف کرانے کا ذریعہ بھی ہے اور آئندہ کے لئے ایسے الفاظ بولنے سے روکنے والا بھی ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے) اگر کسی نے حکم کی خلاف ورزی کی کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کا ارتکاب کر لیا تو اس کی سزا مل سکتی ہے۔

پھر فرمایا فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا.

(سو جو شخص غلام نہ پائے تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنا ہے اس سے پہلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو چھوئیں یہ کفارہ

ظہار کا حکم نمبر ۲ ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی غلام کو آزاد کرنے کی قدرت نہ ہو (مال ہی نہ ہو یا غلام ہی نہ ملتے ہوں جیسے کہ آج کل شرعی جہاد نہ کرنے کی وجہ سے مسلمان غلاموں اور باندیوں سے محروم ہیں) تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے جب تک بلا ناغہ پورے دو ماہ کے روزے نہ رکھ لے دونوں میاں بیوی الگ رہیں۔

پھر فرمایا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا۔

(جو شخص مذکورہ روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے)۔

ذلک لتومنوا باللہ ورسولہ (یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) یعنی اس کے سب احکام کی تصدیق کرو اور ایمان پر جمے رہو) (اور یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے مطابق عمل کرو حد سے آگے مت بڑھو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے) جو اللہ کے احکام کی تصدیق نہیں کرتے۔

مسائلِ ضروریہ متعلقہ ظہار

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنی ماں کے پیٹ یا ران یا شرمگاہ سے تشبیہ دیدی تب بھی ظہار ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر اپنی بہن یا پھوپھی یا رضاعی والدہ کے مذکورہ بالا اعضا پشت، پیٹ، ران، شرمگاہ سے تشبیہ دیدی تب بھی ظہار ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم میری ماں کی طرح سے ہو (کسی عضو سے تشبیہ نہیں دی) تو اس کے بارے میں اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تیری نیت کیا تھا اگر یوں کہے کہ میں نے طلاق کی نیت سے کہا تھا تو طلاق بائن مانی جائے گی اور اگر یوں کہے کہ میری نیت ظہار کی تھی تو ظہار کا حکم نافذ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میری کچھ بھی نیت نہ تھی یا یوں کہا کہ میرا یہ مطلب تھا کہ جیسے میری والدہ محترمہ میں اس طرح تم بھی قابل احترام ہو تو اس سے کچھ نہ ہوگا۔

مسئلہ: غلام آزاد کرنے میں غلام کا مرد اور بالغ ہونا ضروری نہیں، مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا کافر مرد، بالغ ہو یا نابالغ ہر ایک کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا اگر اندھا دونوں ہاتھ یا دونوں پیر کٹے ہوئے نہ ہوں۔

مسئلہ: جب دو مہینے کے روزے رکھے تو اس میں رمضان کے روزے حساب میں نہیں لگ سکتے کیونکہ وہ پہلے سے فرض ہیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی روزہ ان دنوں میں نہ ہو جن میں شرعاً روزہ رکھنا منع ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کفارۂ ظہار کے روزے رکھنے کے درمیان رات کو جماع کر لیا تو نئے سرے سے روزے رکھنا لازم ہوگا (اور دن کو جماع کرنے سے تو روزہ ہی ٹوٹ جائے گا جس سے لگاتار والی شرط کا فوت ہو جانا ظاہر ہے اور چونکہ من قبل ان یتماسا کا عموم رات کے جماع کرنے کو بھی شامل ہے اس لئے جماع کرنے سے بھی لگاتار والی شرط کی مخالفت ہو جائے گی)۔

مسئلہ: اگر ظہار کرنے کے بعد عورت کو طلاق دیدی یا مر گئی تو کفارہ ساقط ہو جائے گا لیکن توبہ کرنا لازم ہے۔

قال صاحب روح المعانی والموصول مبتدأ وقولہ تعالی (فتحریر رقبۃ) مبتدأ اخر خبرہ مقدر ای فعلیھم تحریر رقبۃ او فاعل فعل مقدر ای فیلزم مھم تحریر، او خبر مبتدأ مقدر ای فالواجب علیھم (تحریر) وعلی التقادیر الثلاثۃ الجملۃ خبر الموصول ودخلتہ الفاء لتضمن المبتدأ معنی الشرط وما موصولۃ او مصدریۃ والام متعلقۃ (یعودون) وھو یتعدی بھا کما یتعدی بالی وبفی فلا حاجۃ الی تاویلہ باحدھما کما فعل الحص، والعود لما قالوا علی المشھور عند الحنفیۃ العزم علی الوطء کانہ حمل العود علی

التدارک مجازا لان التدارک من اسباب العود الی الشیء والذین یقولون ذلک القول المنکرتم یتدارکونہ بنقضہ وھو العزم علی الوطء فالواجب علیھم اعتاق رقبۃ. (صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ موصول مبتدا ہے اور فتحریر رقبۃ دوسرا مبتداء ہے۔ جس کی خبر مقدر ہے یعنی فعلیھم تحریر رقبۃ یا یہ فعل مقدر کا فاعل ہے یعنی ان پر تحریر لازم ہے (فعلیھم تحریر) یا یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یعنی فالواجب علیھم (تحریر) اور ما موصولہ ہے یا مصدر یہ ہے اور لازم یعودون کے متعلق ہے اور یعودون فعل لام کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے جیسا کہ الی اور فی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی الی یا فی کے ساتھ تاویل کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعض نے کیا ہے۔ اور حنفیہ کے ہاں مشہور قول کی بناء پر العود سے مراد یہاں وطی کا ارادہ ہے گویا کہ مجازا العود سے مراد تدارک لیا گیا ہے کیونکہ تدارک کسی شئی کی طرف لوٹنے کا سبب ہے۔ اور جو لوگ یہ منکر بات کہتے ہیں پھر اسے تو ڑ کر اس کا تدارک کرتے ہیں یعنی وطی کا عزم کرتے ہیں تو ان پر گردن کا آزاد کرنا واجب ہے)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں

وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ

اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ فرمائے گا پھر انہیں بتا دے گا جو کچھ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ رکھا ہے

وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝

اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

ع

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے ذلیل ہوں گے

ان آیات میں کافروں کو دنیا میں ذلیل ہونا اور آخرت میں ذلت کے عذاب میں مبتلا ہونا بیان فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں (جیسے کفار مکہ تھے) وہ دنیا میں ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہو چکے ہیں چنانچہ غزوات میں کفار مکہ اور ان کے ساتھی ذلیل ہوئے ان کے ذلیل ہونے کا سبب بھی بتا دیا وقد انزلنا آیات بینات (اور ہم نے کھلی کھلی واضح آیات اتاریں) انہوں نے انہیں تسلیم نہ کیا لہٰذا مستحق سزا ہوئے دنیا میں تو انہوں نے ذلت کا منہ دیکھ ہی لیا آخرت میں بھی ان کو ذلت کا عذاب ہوگا۔

قیامت کے دن سب اٹھائے جائیں گے:۔ یوم یبعثھم اللہ جمیعا (الایۃ) اس آیت میں سب کو تنبیہ فرمادی کہ دنیا میں جو کچھ عمل کرتے ہیں وہ سب سامنے آجائیں گے اللہ تعالیٰ شانہٗ انہیں ان اعمال کی خبر دے گا یعنی یہ بتا دے گا کہ تم نے ایسے ایسے اور یہ یہ اعمال کئے تھے یہ لوگ دنیا میں عمل کر کے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کے اعمال کو محفوظ رکھا اتنی بڑی زندگی کے اعمال واقوال بندوں کو یاد نہیں رہتے لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس وہ سب محفوظ ہیں کوئی شخص یہ نہ سمجھے جو کچھ کیا گزر گیا ہمیں تو یاد نہیں کہ کیا کیا۔ بات یہ ہے کہ جزا و سزا ملنے کے لئے عمل کرنے والے کو یاد رہنا ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جزا و سزا دے گا اس کے علم میں سب کچھ ہے وہ بھولنے والا بھی نہیں ہے۔ واللہ علی کل شیء شہید (اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے)

لہٰذا وہ قیامت کے دن بندوں کے اعمال کو ظاہر فرما دے گا اور جزا و سزا کے فیصلے بھی فرمائے گا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں ڈالی کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جو بھی خفیہ مشورہ تین آدمیوں کا ہوتا ہے وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے

وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ

اور جو پانچ آدمیوں کا مشورہ ہوتا ہے ان میں اللہ چھٹا ہوتا ہے اور اس سے کم آدمیوں یا زیادہ آدمیوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر وہ انہیں قیامت کے دن ان

بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

کے عمل سے باخبر فرما دے گا بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہے ہر خفیہ مشورہ کو جانتا ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بیان فرمایا ہے ارشاد فرمایا ہے کیا آپ نے نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کو اور آپ کے واسطے سے تمام انسانوں کو خطاب ہے۔ مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں کہیں بھی تین آدمی موجود ہوں جو کوئی خفیہ مشورہ کر رہے ہوں اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے یعنی اسے ان کی باتوں کا علم ہوتا ہے اور جہاں کہیں پانچ آدمی موجود ہوں تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اس سے کم افراد ہوں یا زیادہ ہوں بہر حال وہ اپنے علم کے اعتبار سے ان کے ساتھ ہے۔ جو شخص تنہا یا چھوٹی بڑی جماعت کے ساتھ جہاں کہیں بھی ہو وہ یوں نہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کو میرا حال معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے سب کے ساتھ ہے سب کو جانتا ہے دنیا والے جو بھی عمل کرتے ہیں اس کا اسے سب علم ہے قیامت کے دن ہر ایک کو سب کے عمل سے باخبر فرما دے گا وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی سے منع کیا گیا پھر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو روکا گیا اور گناہوں اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۭ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا

کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ایسے لفظ سے سلام کرتے ہیں جس سے اللہ نے سلام نہیں فرمایا اور وہ اپنے دلوں میں یوں کہتے ہیں کہ ہمارے اس

يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ

کہنے پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا دوزخ ہی ان کے لئے کافی ہے جہنم وہ اس میں داخل ہوں گے سو وہ برا ٹھکانا ہے۔ اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو

فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا

تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشیاں کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی

اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ

طرف تم سب جمع کئے جاؤ گے بات یہی ہے کہ سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کرے اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے

بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

نہیں کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتا۔ اور مؤمن بندے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

منافقین کی شرارت' سرگوشی اور یہود کی بیہودہ باتیں

یہودی مکار تو تھے ہی طرح طرح کی شرارتیں بھی کرتے تھے اور خفیہ مشورے بھی کرتے رہتے تھے لفظ نَجْوٰی خفیہ بات چیت کے لئے بولا جاتا ہے' لفظ مناجاۃ بھی اسی سے لیا گیا ہے' مؤمن بندے آہستہ آہستہ (جسے اللہ تعالیٰ ہی سنے کوئی دوسرا نہ سنے) اپنے خالق و مالک جل مجدہ سے دعا کرتے ہیں کیونکہ وہ ہر ظاہر اور خفیہ بات کو سنتا ہے اسی لئے خفیہ دعا کو مناجاۃ کہا جاتا ہے۔

یہودی اور منافقین اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن تو تھے ہی مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے بری بری حرکتیں کرتے تھے' ان کی ان حرکتوں میں یہ بات بھی تھی کہ راستوں میں کسی جگہ بیٹھ جاتے تھے جب کوئی مسلمان وہاں سے گزرتا تو گہری نظروں سے اس کو دیکھتے تھے اور آنکھوں سے اشارہ بازی کرتے تھے اور چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے تھے' منافقین بھی ان کے شریک حال تھے' مسلمانوں کو ان کی حرکتوں سے تکلیف ہوتی تھی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بات کو پیش کر دیا اور ان لوگوں کی شکایت کی' آپ نے ان لوگوں کو منع کر دیا کہ سرگوشی اور خفیہ بات چیت نہ کریں' اس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ ان لوگوں نے ہدایت پر عمل نہ کیا ممانعت کے باوجود اپنی حرکتیں کرتے رہے اس پر آیت کریمہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى (الآیۃ) نازل ہوئی' جس میں ان کی اس حرکت کا بھی تذکرہ فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ یہ لوگ گناہ کے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔

یہودیوں کی شرارت: یہودیوں کا یہ بھی طریقہ تھا جب حاضر خدمت ہوتے تھے تو "السلام علیک" کے بجائے "السام علیک" کہتے تھے زبان دبا کر رام کو کھا جاتے تھے' سام عربی میں موت کو کہتے ہیں موت کی بددعا کرتے تھے اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ ہم نے سلام کیا' ان کی اس حرکت کو بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ.

(اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ میں تحیہ کرتے ہیں یعنی سلام کی ظاہری صورت اختیار کرتے ہیں۔ جن الفاظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں بھیجا۔

ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زبان دبا کر وہی السام علیک کہہ دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محسوس فرما لیا اور آڑے ہاتھوں لیا اور جواب میں فرمایا عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فرمایا (تم پر موت ہو اور لعنت ہو)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! ٹھہرو (نرمی اختیار کرو) کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی پسند فرماتا ہے' عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے سنا نہیں' انہوں نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے نہیں سنا میں نے کیا کہا؟ میں نے ان کے جواب میں علیکم کہہ دیا یعنی (ان کی بات ان پر لوٹا دی) انہیں موت کی بددعا دے دی۔ (صحیح بخاری ص ۹۲۵ ج ۲)

دوسری روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو جواب دیا وہ تو نے نہیں سنا میں نے ان کو جو بددعا دی ہے وہ مقبول ہوگی اور انہوں نے جو مجھے بددعا دی ہے وہ قبول نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۳۹۸)

وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ یعنی یہودی برے الفاظ بھی زبان پر لاتے ہیں پھر اپنے دلوں میں یوں بھی کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں ہماری باتوں پر عذاب کیوں نہیں دیتا' مقصد ان کا یہ تھا کہ اگر یہ اللہ کے نبی اور ہم ان کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں تو

اب تک اللہ کا عذاب آ جانا چاہئے تھا جب اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب نہیں دیتا تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے نبی نہیں ہیں (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی اعلان نہیں فرمایا کہ نبی کو جھٹلانے کی اور گناہوں کی سزا اسی دنیا میں دیدی جائے گی اور جلد دے دی جائے گی۔ بہت سے کافروں کو دنیا و آخرت دونوں میں سزا ملتی ہے اور بعض کو صرف آخرت میں دی جاتی ہے یہ دلیل بنا لینا کہ چونکہ ہمیں عذاب نہیں دیا جاتا اس لئے ہمارا عمل درست ہے جہالت ہے اور حماقت کی بات ہے۔

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اس میں ان لوگوں کو جاہلانہ بات کا جواب دے دیا اور بتا دیا کہ ان کو دوزخ میں جانا ہی جانا ہے وہ برا ٹھکانہ ہے۔ اگر دنیا میں عذاب نہ دیا گیا تو یوں نہ سمجھیں کہ عذاب سے محفوظ ہو گئے۔

اہل ایمان کو نصیحت کہ یہودیوں کا طریقہ کار استعمال نہ کریں: یہود اور منافقین کی بدحالی بتا کر مؤمنین مخلصین کو نصیحت فرمائی اور ارشاد فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ.

(اے ایمان والو! جب تمہیں خفیہ مشورہ کرنا ہو (آہستہ آہستہ باتیں کرنی ہوں) تو گناہگاری اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو)

وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (اور نیکی اور تقویٰ کا مشورہ کرو)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے) یعنی آخرت کے دن میں حاضر ہوں گے۔

پھر فرمایا اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (خفیہ سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ اہل ایمان کو رنجیدہ کرے) یعنی جن لوگوں نے مسلمانوں کو تکلیف دینے کے لئے خفیہ مشورہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے اس طریقہ پر انہیں شیطان نے ڈالا ہے شیطان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو رنجیدہ کرے۔

وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (اور ان لوگوں کا یہ مشورہ اہل ایمان کو کوئی ضرر نہیں دے سکتا مگر اللہ کے حکم سے اور اہل ایمان پر بھروسہ کریں) یہ تو کل ہی اللہ انہیں متوقع ایذا رسانیوں سے محفوظ رکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسلام کامل دین ہے اس میں جیسے عبادات بتائی گئی ہیں ایسے ہی اخلاق و آداب بھی سکھائے گئے ہیں ان آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ کسی ساتھ بیٹھنے والے کو جسمانی اور روحانی تکلیف نہ دی جائے آئندہ آیت میں جسمانی تکلیف کا ذکر ہے اور روحانی تکلیف یہ ہے کہ بعض لوگ آپس میں مل کر چپکے چپکے ایسی باتیں نہ کریں جن سے دوسرے ساتھ بیٹھنے والوں کو تکلیف پہنچے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مجلس میں تین آدمی ہو تو دو آدمی تیسرے آدمی کو چھوڑ کر آپس میں چپکے چپکے باتیں نہ کریں جب تک کہ دوسرے آدمی نہ آ جائیں یہ اس لئے کہ اگر دو آدمی بات کریں گے تو تیسرے آدمی کو رنج ہوگا اور وہ سمجھے گا کہ شاید میرے بارے میں باتیں کر رہے ہیں (صحیح بخاری ص ۶۳۲ ج ۲)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو اللہ تعالیٰ تم کو بھی جگہ دے گا اور جب یہ کہا

انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ

جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو کرو جو وہ لوگ ایمان لائے تم میں سے اور جن لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جنہیں علم عطا ہوا ہے اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

کو سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

مجلس کے بعض آداب اور علماء کی فضیلت

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو دو باتوں کا حکم دیا اول یہ کہ مجلسوں میں بیٹھے ہوں تو بعد میں آنے والوں کو بھی جگہ دیا کریں اور کھل کر بیٹھ جایا کریں تاکہ مجلس میں گنجائش ہو جائے اور آنے والوں کو جگہ مل سکے جب ایسا عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے صلہ میں ان پر کرم فرمائے گا ان کے لئے اپنی رحمت اور مغفرت کو وسیع فرمائے۔

آنے والوں کو چاہئے کہ وہ کسی پہلے سے بیٹھے ہوئے شخص کو نہ اٹھائیں اور بھری ہوئی مجلس میں اندر گھسنے کی کوشش نہ کریں اور بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ آنے والوں کے لئے جگہ بنا میں اور کھل کر بیٹھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی بیٹھنے کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھ جائے ہاں کھل جایا کرو اور مجلس میں وسعت نکال لیا کرو۔ (صحیح بخاری ص ۹۲۸ ج ۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خَيْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا (سب مجلسوں میں بہتر مجلس وہ ہے جو سب سے زیادہ وسیع ہو) اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے تو جہاں جگہ مل جاتی وہیں بیٹھ جاتے تھے۔ (رواہما ابوداؤد کما فی المشکوٰۃ ص ۴۰۵)

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے ایک شخص آپ کے پاس آیا تو آپ اس کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ گئے اس نے کہا یا رسول اللہ! جگہ میں گنجائش ہے (آپ کو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں) آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ مسلمان کا یہ حق ہے کہ اس کا بھائی اسے آتا ہوا دیکھے تو اس کے لئے ہٹ جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۴)

دوسری نصیحت: یہ فرمائی وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا (جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو) اس میں یہ ادب بتایا کہ کسی مجلس میں اتنا زیادہ نہ بیٹھو کہ جس کے پاس بیٹھے ہو وہ حرج ہو جائے اول تو خود سے موقع شناس ہونا چاہئے کہ کتنی دیر بیٹھنے کا موقع ہے اور مجلس کی صورت حال کیا ہے اور وقت کا تقاضا کیا ہے اگر خود نہ اٹھے اور یہ کہہ دیا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو ضرور اٹھ جانا چاہئے اعلان ہو جانے پر بیٹھا رہنا یہ مزید تکلیف دینے والی بات ہے۔

آیت کی یہ ایک تفسیر ہے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ آخر تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا رہوں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آیت میں یہ حکم نازل فرمایا کہ مجلس سے اٹھ جانے کا حکم ہوا کرے تو اٹھ جایا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوسری حاجات بھی ہیں۔

اور ایک اور تفسیر یوں کی گئی ہے کہ نماز اور جہاد اور خیر کے لئے اٹھنے کو کہا جائے تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ.

(تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا اللہ ان کو درجات کے اعتبار سے بلند فرما دے گا) یعنی جو احکام اوپر بیان کئے گئے ان پر عمل کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے اور اہل علم کے درجات بلند فرمائے گا اگرچہ اہل علم بھی اہل ایمان میں داخل ہیں

لیکن ان کا مستقل تذکرہ فرما کر ان کی شان کو بڑھا دیا۔ آیت کریمہ میں یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان کے ذریعہ رفع درجات ہوتا ہے پھر علم کی وجہ سے مزید درجات بلند ہوتے ہیں لیکن اس سے قرآن و حدیث اور اس سے متعلقہ علوم مراد ہیں' علماء کی فضیلت نہ صرف عامۃ المسلمین پر بلکہ ان عبادت گزاروں پر بھی ہے جو جاہل میں گنے رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ عالم فرض پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے پھر لوگوں کو خیر سکھاتا ہے اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا ہے اور راتوں رات قیام کرتا ہے ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر ہے۔

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جسے اس حال میں موت آگئی کہ وہ اس لئے علم حاصل کر رہا تھا کہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (رواہ الدارمی فی مشکوٰۃ ص ۳۶)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن حضرات انبیاء پھر علماء پھر شہداء شفاعت کریں گے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے) جو بھی خیر کا کام کرلو گے اس کا پھل پاؤ گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ

اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے

لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ

اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے سو اگر تم (صدقہ دینے کی چیز) نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے

نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا

پہلے صدقات دیا کرو سو جب تم نے نہ دیا اور اللہ نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے

ع ۲

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے صدقہ کا حکم' اور اس کی منسوخی

یہ دو آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں حکم دیا کہ مؤمنین جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی بات کرنے کے لئے آئیں اور سرگوشی کے طور پر خفیہ بات کرنا چاہیں تو اس سے پہلے صدقہ دے دیا کریں اور دوسری آیت میں اس حکم کے منسوخ ہونے کا ذکر ہے۔ مفسر قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کیا کرتے تھے جب سوالات کا سلسلہ زیادہ ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاق گزرنے لگا' اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان سوالات میں تخفیف کرانے کے لئے حکم دیا کہ صدقہ کر کے آپ کی خدمت میں آیا کریں' جب ایسا ہوا تو بہت سے لوگ سوال کرنے سے رک گئے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس میں وسعت دے دی یعنی بغیر صدقہ کئے بھی حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔

اور حضرت حسنؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اس وجہ سے نازل ہوئی کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو نبی اکرم ﷺ سے خلوت میں گفتگو کرنے کی درخواست کرتے تھے جب آپ سے سرگوشی کرتے تھے تو دوسرے مسلمانوں کو خیال ہوتا تھا کہ شاید ہمارے بارے میں کوئی بات چیت ہو رہی ہے جب عامۃ المسلمین کو تنبیہ میں وقت دینے والوں کا طریقہ کار ناگوار گزرا تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حکم فرمایا کہ جنہیں سرگوشی کرنی ہو وہ صدقہ دے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کریں تاکہ خلوت میں وقت مانگنے کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ (تفسیر قرطبی ص ۳۰۱ ج ۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا میرے پاس ایک دینار تھا میں نے اس کو دس درہم میں تڑوا لیا تھا۔ جب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خفیہ مشورہ کرنے کا ارادہ کرتا تھا تو ایک درہم صدقہ کر کے آتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ فرما دیا۔ (ابن کثیر ص ۳۲۶ جلد ۴)

جن لوگوں کے پاس صدقہ دینے کو کچھ نہ تھا قال لَمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فرما کر پہلے ہی سے ان کو مستثنیٰ فرما دیا تھا سنن ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً نازل فرمائی تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے (مسلمان) ایک دینار (صدقہ کر کے آئیں گے) میں نے عرض کیا انہیں اس کی طاقت نہیں فرمایا آدھا دینار، میں نے عرض کیا انہیں اس کی بھی طاقت نہیں فرمایا پھر کتنا؟ میں نے عرض کیا ایک جَو (کے برابر سونا) ہو فرمایا تم تو بہت تھوڑے پر آ گئے اس پر آیت کریمہ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ نازل ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف فرما دی (قال الترمذی حدیث غریب حسن من ھذا الوجہ ومعنی قولہ شعیرۃ من ذھب)

صدقہ دینے کے حکم کا منسوخ ہونا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ءَاَشْفَقْتُمْ (الآیۃ) کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرو سو اگر اس پر تم نے عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی (کہ بالکل اس کو منسوخ فرما دیا) تو تم دوسرے احکام دینیہ پر پابندی سے عمل کرتے رہو نماز کے پابند رہو زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ وتاب اللّٰہ علیکم میں یہ بتا دیا کہ صدقہ دینے کا جو حکم ہوا تھا اس سے ڈرنا گناہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا اور فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اذ" ظرفیہ بھی ہو سکتا ہے اور شرطیہ بھی پھر لکھا ہے

والمعنی علی الأول انکم ترکتم ذلک فیما مضی فبدار کوہ بالمثابرۃ علی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ. یعنی جب تم نے حکم پر عمل نہ کیا تو اس کا اس طرح تدارک کرو کہ نمازوں کی خوب پابندی کرو اور زکوتیں ادا کرو۔ قلت ومعنی الشرطیۃ یؤل الی ذلک.

آخر میں فرمایا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے)۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن پر اللہ کا غضب ہوا نہ وہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے اور وہ جانتے ہوئے جھوٹ پر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ

قسم کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار فرمایا بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی قسموں

جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ

ڈھال بنا لیا سو اللہ کے راستہ سے روک دیا انہیں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ نہ تو کچھ بھی ان کے مال اور اولاد اللہ سے بچا

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ

سکیں گے یہ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جس روز ان سب کو اللہ زندہ فرمائے گا سو وہ اس کے بھی ایسی قسمیں کھائیں

لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ

جیسی قسمیں تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور وہ خیال کر رہے ہیں کہ ہم کسی اچھے حال میں ہیں خبردار بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں شیطان نے ان پر

فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ

غلبہ پایا سو انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا یہ شیطان کا گروہ ہے خبردار بیشک شیطان کا گروہ خسارے میں پڑنے والا ہے بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝

کرتے ہیں یہ لوگ بڑی ذلت والوں میں ہیں۔

منافقین کا بدترین طریق کار' جھوٹی قسمیں کھانا اور یہودیوں کو خبریں پہنچانا

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ یہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں' جنہوں نے ظاہراً اسلام کا دعویٰ کیا لیکن اندر سے یہودیوں سے دوستی جاری رکھی' مؤمنین کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے جو ان کے راز معلوم ہو جایا کرتے تھے وہ یہودیوں تک پہنچا دیا کرتے تھے اس کے بعد ایک قصہ یوں نقل کیا ہے کہ عبداللہ ابن نبتل نامی ایک یہودی تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھا کرتا تھا پھر آپ کی باتیں (جو عام کرنے کی نہ تھیں) یہودیوں کو پہنچا دیتا تھا۔ ایک دن یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے آپ نے خود ہی فرمایا کہ ابھی ایک شخص آئے گا جس کا قلب جبار ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اس شخص کی آنکھیں نیلی تھیں جب یہ پہنچ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اور تیرے ساتھی مجھے برے الفاظ میں کیوں یاد کرتے ہیں؟ وہ قسم کھا گیا کہ نہیں ایسی بات تو نہیں ہے اور اپنے ساتھی کو بھی لے کر آ گیا' وہ بھی اسی طرح جھوٹی قسمیں کھا گیا اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے یہ آیات نازل فرمائی۔

ارشاد فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں' جن پر اللہ کا غصہ ہے (ان سے یہودی مراد ہیں) ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ یہ لوگ یہودیوں سے ان کے دوست بن کر ملتے ہیں اور تمہارے پاس آ کر یہ بتاتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں اور یقینی قطعی بات یہ ہے کہ یہ لوگ نہ ان میں سے ہیں نہ تم میں سے (جو شخص مطلب کا یار ہوتا ہے وہ ظاہر میں ہر

اس شخص اور اس جماعت کا ساتھی بن جاتا ہے جس سے مفاد وابستہ ہو لیکن اخلاص کے ساتھ وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہوتا اسی کو سورۃ النساء میں فرمایا ہے۔ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ (الایۃ)

نہ وہ ان کی طرف ہیں نہ ان کی طرف جو اعمال کرتے ہیں وہ بھی دکھاوے کے لئے تاکہ ان کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ہمارے ساتھ ہیں حالانکہ وہ کسی کے ساتھ بھی نہیں ہوتے۔

ان منافقوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹی قسم کھاتے ہیں اور یہ قسم بھی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ یہ جانتے ہوئے جھوٹی قسم کھاتے ہیں کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں جھوٹی قسم کھا رہے ہیں۔

پھر فرمایا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (الایات الثلث) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا ہے یہ برے عمل کرتے تھے۔ جھوٹی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنا لیتے تھے اور اس طرح اللہ کی راہ سے روکتے تھے ان کے لئے عذاب شدید بھی ہے اور عذاب مہین بھی یعنی ذلیل کرنے والا عذاب۔ یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے جو منافقانہ طرز اختیار کی ہے اس میں ہمارے مالوں کی حفاظت بھی ہے اور ہماری اولاد کی بھی ان کا یہ سمجھنا غلط ہے جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ تو وہاں عذاب سے چھڑانے کے لئے نہ کوئی مال نفع دے گا نہ اولاد کام آئے گی جن کی حفاظت کے لئے یہ مکر و فریب اختیار کرتے ہیں اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں وہ لوگ اللہ کے عذاب سے چھڑانے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے ان کو دوزخ میں جانا ہی ہوگا اور اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

اس کے بعد ان لوگوں کی جھوٹی قسم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اتنی ہی بات نہیں ہے کہ دنیا میں تمہارے سامنے یہ جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں ان کی بدحالی کا تو یہ عالم ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ انہیں قبروں سے اٹھائے گا اور میدان حشر میں حاضر فرمائے گا اور وہاں ان سے ان کے کفر اور ان کی شرارتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں جھوٹی قسمیں کھا جائیں گے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ خوب سمجھ لیا جائے کہ یہ لوگ جھوٹے ہی جھوٹے ہیں جھوٹ بھی بولتے ہیں اور اسے کمال بھی سمجھتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ دیکھو ہم کیسے اچھے رہے جھوٹ بولا تو کیا ہے اپنا کام تو نکال ہی لیا دنیا کی مطلب پرستی کی طرف ان کا دھیان ہے آخرت کے عذابوں کی طرف کچھ دھیان نہیں۔

مخالفین پر شیطان کا غلبہ آخرت میں خسارہ اور رسوائی۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ (الایۃ) شیطان نے ان پر غلبہ پالیا سو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی) اللہ کی یاد سے غافل ہیں تو آخرت کے مؤاخذہ اور محاسبہ سے بھی غافل ہیں بس ان کے سامنے دنیا ہی دنیا ہے چونکہ شیطان کا ان پر غلبہ ہے وہ ان پر برے اعمال کو اچھا کرتے ہے اور کفر اور شرک اور معاصی میں ان کا فائدہ بتاتا ہے اس لئے یہ لوگ شیطان ہی کے ہو کر رہ گئے ہیں اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ (ان کا گروہ شیطان کا گروہ ہے) یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم کامیاب ہیں ان کی یہ غلط فہمی قیامت کے دن دور ہو جائے گی جب خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کا مصداق بنیں گے نہ کچھ مال پاس ہوگا نہ اولاد فائدہ دے گی اور اپنی جانوں کو عذاب سے چھڑانے کی کوئی راہ نہ پائیں گے بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اسی کو فرمایا اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ.

(خبردار! اس میں کوئی شک نہیں کہ شیطان کا گروہ بربادی برباد ہے)

اس کے بعد ان سب لوگوں کی بدحالی بیان فرمائی جو کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں یہ فرمایا یہ لوگ ان لوگوں میں ہوں گے جو بہت زیادہ ذلت والے ہوں گے دوزخ میں جو شخص داخل ہوگا ذلیل ہوگا۔ سورۂ آل عمران میں مؤمنین کی دعا نقل فرمائی ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ (اے ہمارے رب! تو جسے دوزخ میں داخل فرمائے گا اسے رسوا فرما دے گا) اہل دوزخ کے بہت سے گروہ ہوں گے جس درجہ کا جو شخص ہوگا اس کے لائق عذاب اور ذلت اور رسوائی میں مبتلا کیا جائے۔ منافقین کے بارے میں سورۂ نساء میں فرمایا

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (بلاشبہ منافقین آگ کے سب سے نیچے والے درجہ میں ہوں گے) بہت سے لوگ منافق نہیں ہوتے کھلے ہوئے کافر ہوتے ہیں اور اپنی دشمنی میں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر تلے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں پیشگی خبر دے دی اور مستقل قانون بتا دیا کہ یہ لوگ ذلیل ترین لوگوں میں ہوں گے۔ اعاذنا اللّٰہ من عذابہ وسخطہ۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوں گے بلاشبہ اللہ قوی ہے عزیز ہے آپ نہ پائیں گے ایسے لوگوں کو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں

يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

راتی رکھتے ہوں کسی شخص سے جو مخالفت کرتا ہو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگرچہ وہ اپنے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا کنبہ کے لوگ ہوں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے

كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اللہ نے ایمان کو لکھ دیا اور اپنی رحمت کے ذریعہ ان کی تائید فرما دی اور وہ انہیں داخل فرمائے گا ایسی بہشتوں میں جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ

فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ع ۲

رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں یہ جماعت اللہ کا گروہ ہے خبردار بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے

ایمان والے اللہ تعالیٰ کے دشمن سے دوستی نہیں رکھتے اگرچہ اپنے خاندان والا ہی کیوں نہ ہو

یہ دو آیات کا ترجمہ ہے ان سے پہلی آیت میں منافقین کی حرکتوں اور شرارتوں کا اور لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کی بدحالی اور بربادی کا ذکر تھا۔ ان آیات میں اہل ایمان کی بعض صفات خاصہ کا اور ان کی کامیابی کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ایسا نہیں کر سکتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے اس سے دوستی کریں جب اللہ پر ایمان لے آئے جو پیدا فرمانے والا ہے سب سے بڑا ہے تو اس کے مخالفوں سے دوستی کرنے کا کوئی موقع نہیں رہا سچے مؤمن کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ پر بھی ایمان لائے اور اس کے دشمنوں سے بھی دوستی کا تعلق رکھے۔ جو اللہ کا ہو گیا وہ اور کسی کا نہیں رہا اس کی دوستی دشمنی اللہ ہی کے لئے ہے وہ جئے گا اللہ کے لئے مرے گا، اللہ کے لئے تعلق رکھے گا اللہ کے لئے تعلق توڑے گا اللہ کے لئے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى

لَهٗ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ (رواہ ابو داؤد)

جس نے محبت کی اللہ کے لئے اور نفرت کی اللہ کے لئے اور دیا اللہ کے لئے اور روک لیا اللہ کے لئے اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا)

آیت بالا میں یہی فرمایا ہے جو لوگ اللہ پر اس کے رسول پر ایمان لے آئے اب وہ اس شخص سے محبت نہیں رکھ سکتے جو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا مخالف ہو اللہ کے تعلق اور محبت کی وجہ سے اگر انہیں اپنے خاص عزیزوں اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور اپنے قبیلوں سے تعلق توڑنا پڑے تو ان سے تعلق توڑ دیں گے اور نہ صرف یہ کہ تعلق توڑ دیں گے بلکہ قتل وقتال کی نوبت آئے تو قتل بھی کر دیں گے جو اللہ کا دشمن ہے اہل ایمان کا بھی دشمن ہے دینی دشمنی کے سامنے رشتہ داری کی کوئی حقیقت نہیں۔

غزوۂ بدر میں حضرات صحابہؓ نے ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کافر رشتہ داروں کو قتل کر دیا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایسے متعدد واقعات پیش آئے کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے دشمن اسلام کو یہ جانتے ہوئے قتل کر دیا کہ یہ میرا باپ ہے یا بھائی ہے یا کنبہ کا فرد ہے چنانچہ غزوۂ بدر میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اپنے باپ جراح کو قتل کر دیا تھا اور حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کو قتل کر دیا تھا۔

مفسر ابن کثیر نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں یہ مثالیں لکھی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمن نے اسلام لانے کے بعد اپنے والد سے کہا کہ ابا جان جنگ بدر کے موقع پر کئی بار ایسے موقع پیش آیا کہ میں آپ کو قتل کر سکتا تھا لیکن میں نے قتل نہیں کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرے موقع لگ جاتا تو میں قتل کر دیتا تجھے چھوڑ کر آگے نہ بڑھتا (الی قولہ من شاء)

غزوۂ بدر کے موقع پر یہ واقعہ پیش آیا کہ جب مشرکین اور مسلمین کا آمنا سامنا ہوا تو مشرکین میں سے تین آدمی آگے بڑھے۔ مشرکین نے کہا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم انصار میں سے چند آدمی ہیں انہوں نے کہنے لگے ہمیں تمہاری کوئی حاجت نہیں ہمارے بنی عم یعنی چچا زاد بھائیوں کو ہمارے سامنے لاؤ اور زور سے پکار کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے قوم میں سے ہمارے برابر کے لوگ مقابلہ کے لئے بھیجئے۔ آپ نے حضرت عبیدہؓ بن الحارث اور حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کو مقابلہ میں آنے کا حکم دیا پس میں مقابلہ ہوا تو حضرت عبیدہ بن حارثؓ نے عتبہ پر اور عتبہ نے حضرت عبیدہؓ پر حملہ کیا۔ ہر ایک کی ضرب سے ایک دوسرا یعنی جان ہو گیا (حضرت حمزہؓ نے شیبہ اور حضرت علیؓ نے ولید کو قتل کر دیا پھر ان دونوں حضرات نے عتبہ کو بھی قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ کو اٹھا کر لے آئے پھر ان کی روح پرواز کر گئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اشھد انک شھید میں گواہی دیتا ہوں کہ تم شہید ہو۔ (البدایہ ص ۳ ج ۳)

یہ واقعہ ہم نے بتانے کے لئے لکھا ہے کہ کافر اپنے کفر پر جم کر کفر کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر آگے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہیں یہ منظور نہیں کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے کسی سے جنگ کریں انہوں نے اس بات کو ترجیح دی کہ ہم اپنے چچا زاد بھائیوں کو قتل کریں گے جب اہل کفر کا یہ جذبہ ہے تو اہل ایمان اللہ و رسول کے دشمنوں کو اور ایمان کے دشمنوں کو قتل کرتے وقت یہ کیوں دیکھیں کہ ہم جسے قتل کر رہے ہیں یہ ہمارا کوئی عزیز قریب تو نہیں ہے جب اللہ ہی کے لئے مرنا ہے اور اللہ ہی کے لئے مارنا ہے تو جو لوگ اللہ کے دشمن ہیں ان پر رحم کھانے کی کوئی وجہ نہیں اور اس واقعہ پر اپنے اور پرائے میں فرق کرنے کا کوئی موقع نہیں۔

اہل ایمان اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے: اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ

(اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا) یعنی ثابت فرما دیا اور جما دیا۔

وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ.

(انہیں اپنی روح کے ذریعہ قوت دے دی)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ روح سے نور القلب مراد ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے نور ڈال دیتا ہے اس کے ذریعہ اطمینان حاصل ہوتا ہے اور معارف تحقیق پر عروج نصیب ہوتا ہے۔

وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا.

(اور انہیں داخل فرمائے گا ایسی جنتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ.

(اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں)

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ.

(یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں)

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(خبردار اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے)

وھذا آخر تفسیر سورۃ المجادلۃ والحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمُرسلین وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

☆☆☆ ... .☆☆☆

مدنی	سورۃ الحشر	۲۴ آیتیں ۳ رکوع

آیات ۲۴ (۵۹) سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۱) رکوع نمبر ۳

سورۃ الحشر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تین رکوع اور چوبیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے اللہ وہ ہے جس نے کافروں کو یعنی اہل کتاب

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ

کو پہلی بار گھروں سے نکال دیا' تمہارا گمان نہ تھا کہ وہ لوگ نکلیں گے اور انہوں نے گمان کیا تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے

مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ

سو ان پر اللہ کا حکم ایسی جگہ سے آگیا جس سے انکا خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے انکے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے

وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ

ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے۔ سو اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔ اور اگر اللہ نے انکے بارے میں جلا وطنی نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا میں عذاب دیتا

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ

اور ان کیلئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے اور اسکے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے گا

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

سو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

یہودیوں کی مصیبت اور ذلت اور مدینہ منورہ سے جلا وطنی

یہاں سے سورۃ الحشر شروع ہو رہی ہے۔ حشر عربی میں جمع کرنے کو کہتے ہیں اپنی جگہ چھوڑ کر کسی جگہ کوئی قوم جمع ہو جائے اس کو حشر کہا جاتا ہے قیامت کے دن کو بھی حشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ دنیا کے مختلف اطراف واکناف کے لوگ جمع ہوں گے۔ یہاں اول الحشر سے

وقف النبی ﷺ

یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کا مدینہ منورہ سے نکالا جانا اور خیبر میں جمع ہونا مراد ہے۔ جو مدینہ منورہ سے سو (۱۰۰) میل کے فاصلہ پر شام کے راستہ میں پڑتا ہے ان لوگوں کا یہ ترک وطن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تھا پھر دوبارہ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر سے بھی نکال دیا اور شام کے علاقہ اریحا اور تیماء اور اذرعات میں جا کر بس گئے تھے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اول الحشر سے ان کا پہلی بار مدینہ منورہ سے نکل جانا مراد ہے اور حشر ثانی سے وہ اخراج مراد ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔ لفظ (اول الحشر) کی وجہ سے اس سورۃ کو سورۃ الحشر کہا جاتا ہے اور چونکہ اس میں بنی نضیر کے اخراج کا ذکر ہے اس لئے حضرت ابن عباس اس کو سورۃ بنی نضیر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

شروع سورت میں یہ بیان فرمایا کہ آسمانوں اور زمین پر جو کچھ ہے سب اللہ کی تسبیح یعنی پاکی بیان کرتے ہیں پھر یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزیز ہے زبردست ہے غلبہ والا ہے اسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا اور حکیم بھی ہے وہ حکمت کے مطابق اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے تین قبیلے موجود تھے۔

۱۔ قبیلہ بنی نضیر ۲۔ قبیلہ بنی قریظہ ۳۔ قبیلہ قینقاع

یہ قبیلے حلیف تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو یہود نے آپ سے معاہدہ کر لیا تھا کہ آپ نہ جنگ نہیں کریں گے اور اگر کوئی فریق حملہ آور ہوگا تو آپ کے ساتھ مل کر اس کا دفاع کریں گے پھر ان لوگوں نے معاہدہ توڑ دیا (قبیلہ بنی قریظہ کے نقض عہد کا ذکر سورۃ احزاب کے رکوع نمبر ۳ میں گزر چکا ہے اور قبیلہ قینقاع کا ذکر سورۃ آل عمران کی آیت شریفہ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ کے ذیل میں گزر چکا ہے اور اسی سورت کے دوسرے رکوع میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ان کا ذکر آئے گا ان آیات میں قبیلہ بنی نضیر کا ذکر ہے۔

قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا سبب: ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کا اور ۳ ہجری میں غزوۂ احد کا واقعہ پیش آیا اور قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا واقعہ کسی نے غزوۂ احد سے پہلے اور کسی نے غزوۂ احد کے بعد لکھا ہے واقعہ یوں ہوا کہ قبیلہ بنی عامر کے دو شخصوں کی دیت کے بارے میں یہودی بنی نضیر کے پاس آپ تشریف لے گئے ان دو شخصوں کو عمرو بن امیہ نے قتل کر دیا تھا۔ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیت ادا کرنی تھی آپ نے بنی نضیر سے فرمایا کہ دیت کے سلسلہ میں مدد کرو ان لوگوں نے کہا کہ آپ تشریف رکھئے ہم مدد کریں گے ایک طرف تو آپ سے یہ بات کہی اور آپ کو اپنے گھروں کی ایک دیوار کے سایہ میں بٹھا کر یہ مشورہ کرنے لگے کہ اس سے اچھا موقع نہیں مل سکتا کوئی شخص اس دیوار پر چڑھ جائے اور ایک پتھر پھینک دے ان کی موت ہو جائے تو ہمارا ان سے چھٹکارہ ہو جائے۔ ان میں سے ایک شخص عمرو بن جحاش تھا اس نے کہا کہ یہ کام میں کروں گا وہ پتھر پھینکنے کے لئے اوپر چڑھا اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے مشورہ کی آسمان سے خبر آ گئی ان لوگوں کا ایسا ایسا ارادہ ہے آپ کے ساتھ حضرات ابوبکر عمر علی رضی اللہ عنہم بھی تھے آپ جلدی سے اٹھے اپنے ساتھیوں کو لے کر شہر مدینہ منورہ تشریف لے گئے شہر میں تشریف لا کر اپنے صحابی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کے پاس بھیجا کہ ان سے کہہ دو کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ آپ کی طرف سے تو یہ حکم پہنچا اور منافقین نے ان کی کمر ٹھونکی اور ان سے کہا کہ تم یہاں سے مت جانا اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور اگر تمہارے ساتھ جنگ ہوئی تو ہم بھی تمہارے ساتھ لڑیں گے (اس کا ذکر سورت کے دوسرے رکوع میں ہے) اس بات سے یہود بنی نضیر کے دلوں کو وقتی طور پر تقویت ہو گئی اور انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم نہیں

نکلیں گے جب ان کا یہ جواب پہنچا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو جنگ کی تیاری کا اور ان کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا آپ نے حضرت ابن مکتومؓ کو امیر مدینہ بنا کر صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور وہاں جا کر ان کا محاصرہ کر لیا۔

وہ لوگ اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دے دیا جب بنی نضیر کے پاس کھانے کا سامان ختم ہو گیا اور ان کے درخت بھی کاٹ دیئے اور جلا دیئے گئے۔ ادھر انتظار کے بعد منافقین کی مدد سے ناامید ہو گئے تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمیں جلاوطن کر دیں اور ہماری جانوں کو قتل نہ کریں اور ہتھیاروں کے علاوہ جو مال ہم اونٹوں پر لے جا سکیں وہ لے جانے دیں؟۔ آپ نے ان کی یہ بات قبول کر لی پہلے تو انہوں نے تڑی دی تھی کہ ہم نہیں نکلیں گے پھر جب مصیبت میں پھنسے تو خود ہی جلاوطن ہونا منظور کر لیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور بہادری کے دعوے اور مقابلے کی ڈینگیں سب دھری رہ گئیں آپ نے چھ دن ان کا محاصرہ فرمایا اور مؤرخ واقدی کا بیان ہے کہ پندرہ دن ان کا محاصرہ رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی کہ تین آدمی ایک اونٹ سے جائیں جس پر نمبر وار اترتے چڑھتے رہیں۔ مؤرخ ابن اسحاق نے بیان کیا کہ وہ لوگ اپنے گھروں کا اتنا سامان لے گئے جتنے اونٹ برداشت کر سکتے تھے۔ سامان ساتھ لے جانے کے لئے اپنے گھروں کو اور گھر کے دروازوں کو توڑ رہے تھے اور مسلمان بھی ان کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ اسی کو آیت کریمہ میں یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ لوگ اونٹوں پر سامان لے کر روانہ ہو گئے ان میں سے بعض لوگ خیبر میں مقیم ہو گئے اور بعض شام کے علاقوں میں داخل ہو گئے جب یہ لوگ خیبر میں داخل ہوئے تو وہاں کے لوگ بہت خوش ہوئے اور گانوں اور باجوں سے ان کا استقبال کیا یہ سب تفصیل حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھی ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ہم قلعوں میں چھپ کر اپنی جانیں بچا لیں گے۔ مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ یہ لوگ نکلنے پر راضی ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا اور خود ہی جلاوطن ہونے پر تیار ہو گئے جس کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا۔

اس تفصیل کے بعد آیات بالا کا ترجمہ دوبارہ مطالعہ کریں۔

ان لوگوں کا ایمان قبول کرنے سے منکر ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے کیلئے تیار ہو جانا ایسا عمل تھا کہ ان کو دنیا میں عذاب دے دیا جاتا جیسا کہ قریش مکہ بدر میں قتل کئے گئے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ دیا تھا کہ ان کو دنیا میں جلاوطنی کا عذاب دیا جائے گا (جس میں ذلت بھی ہے اور اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے توڑنا بھی ہے اور اپنے مالوں کو چھوڑ کر جانا بھی ہے) اس لئے دنیا میں اس وقت جلاوطنی کی سزا دی گئی اور آخرت میں بہر حال ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ اس مضمون کو وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ میں بیان کیا گیا ہے۔

پھر فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الایۃ) یعنی یہ سزا ان کو اس لئے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے گا سو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے بنی قینقاع کو پہلے جلاوطن کر دیا گیا تھا اور بنی نضیر اپنے اس معاہدہ شکنی پر جلاوطن کئے گئے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا باہمی مشورہ کر کے خفیہ پروگرام بنایا تھا۔ بنی قریظہ کا حال سورۂ احزاب کے تیسرے رکوع کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے ان لوگوں نے غزوۂ احزاب کے موقع پر قریش مکہ اور ان کے ساتھ آنے والی جماعتوں کی مدد کی تھی ان تین قبیلوں کے علاوہ یہود کے چھوٹے بڑے اور بھی قبیلے مدینہ منورہ میں آباد تھے۔ جن کے نام ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرۃ النبی ﷺ میں لکھے ہیں۔

سارے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا تھا ان میں قبیلہ بنی قینقاع اور قبیلہ بنو حارثہ بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بنی قینقاع سے تھے۔ (صحیح بخاری ص ۵۷۴ ج ۲ صحیح مسلم ص ۹۴ ج ۲)

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

تم نے جو بھی کھجوروں کے درخت کاٹ دیے یا تم نے انہیں ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو یہ اللہ کے حکم سے ہوا اور تاکہ اللہ کافروں کو ذلیل کرے۔

یہودیوں کے متروکہ درختوں کا کاٹ دینا یا باقی رکھنا دونوں کام اللہ کے حکم سے ہوئے

حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کا محاصرہ کیا اور وہ لوگ اپنے قلعوں میں اپنے خیال میں محفوظ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیدیا۔ اس پر یہودیوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم آپ تو زمین میں فساد سے منع کرتے تھے کیا یہ درختوں کا کاٹنا فساد نہیں ہے اور بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ بعض مہاجرین نے مسلمانوں کو منع کیا کہ کھجور کے درختوں کو نہ کاٹیں کیونکہ یہ مسلمانوں کو بطور غنیمت مل جائیں گے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے کی اجازت دیدی تھی۔ پھر منع فرما دیا تھا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا ان درختوں کو کاٹنے میں کوئی گناہ ہے یا ان کے چھوڑ دینے پر کوئی مؤاخذہ کی بات ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر ۳۲۳ ج ۴)

یعنی تم نے جو بھی کھجوروں کے درخت کاٹ دیئے یا انہیں ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو یہ سب اللہ کی اجازت سے ہے۔

جو کام اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اور دینی ضرورت سے ہو اس میں گناہ گار ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

ان کھجوروں کے کاٹنے میں جو دینی ضرورت تھی اس کو وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ میں بیان فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ ان درختوں کو جلانے میں بد دین یہودیوں کا ذلیل کرنا بھی مقصود ہے اپنے باغوں کو جلتا ہوا دیکھ کر ان کے دل بھی جلیں گے اور ذلت بھی ہوگی اس کی وجہ سے قلعے چھوڑ کر ہار ماننے اور صلح کرنے پر راضی ہوں گے۔

چنانچہ یہودی یہ منظر دیکھ کر راضی ہو گئے کہ ہمیں مدینہ منورہ سے جانا منظور ہے پھر وہ مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر چلے گئے جس کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے۔ دنیاوی سامان کی حفاظت ہو تخریب ہو اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو تو اس میں ثواب ہی ثواب ہے۔ گناہ کا احتمال ہی نہیں۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ

اور جو کچھ مال فیٔ ان سے اللہ نے اپنے رسول کو دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ دوڑے اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى

جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ نے جو کچھ اپنے رسولوں کو بستیوں کے رہنے والوں سے بطور فیٔ مال دلوا دیا سو یہ

فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً

اللہ کے رسول کے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کیلئے تاکہ یہ مال ان لوگوں کے درمیان دولت

بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا

بن کر نہ رہ جائے جو مال دار ہیں اور رسول جو کچھ عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اموال فئی کے مستحقین کا بیان

لفظ افاء فاء یفی ء باب افعال سے ماضی کا صیغہ ہے افاء اوناً افاءۃ اوناً چونکہ کافروں کا مال مسلمانوں کو مل جاتا ہے ان کی ملکیت ختم ہو جاتی ہیں اور مسلمانوں کی ملکیت میں آ جاتی ہیں۔ اس لئے جو مال جنگ کئے بغیر بطور صلح مل جائے اس کو فئی کہتے ہیں اور جو مال جنگ کر کے ملے اس مال کو مال غنیمت کہتے ہیں۔

مال غنیمت کے مصارف دسویں پارے کے شروع میں بیان فرما دیئے گئے ہیں اور مال فئی کے مصارف یہاں بیان فرمائے ہیں۔ بنی نضیر کے مال بطور صلح مل گئے اور اس میں کوئی جنگ لڑنی نہیں پڑی تھی لہٰذا ان اموال میں کسی کو کسی حصہ کا استحقاق نہیں تھا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ بات آئی کہ ہمیں ان اموال میں سے حصہ دیا جائے اس وسوسہ کو دفع فرما دیا اور فرمایا فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ.

(کہ تم نے اس میں اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے)

یعنی تمہیں اس میں کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑی اور کوئی جنگ نہیں لڑنی پڑی۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ.

(اور لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دے)

یعنی پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو جس پر چاہا مسلط فرما دیا اور اب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنی نضیر پر مسلط فرما دیا لہٰذا ان اموال کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو ہی ہے۔

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

چونکہ بنی نضیر کے اموال قتال کے بغیر حاصل ہوئے تھے اس لئے انہیں اموال غنیمت کے طور پر تقسیم نہیں فرمایا تھا۔ اس کے بعد اموال فئی کے مصارف بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا: مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى (الایۃ)

اللہ نے جو کچھ اپنے رسول کو بستیوں کے رہنے والوں سے بطور فئی دلوایا سو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے ہے اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے (اموال بنی نضیر کے علاوہ بعض دیگر بستیاں بھی بطور مال فئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضہ میں آ گئی تھیں جن میں سے فدک زیادہ مشہور ہے خیبر کے نصف حصہ کا اور بنی عرینہ کے اموال کا ذکر بھی مفسرین کرام نے لکھا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں مال فئی کے مصارف بتائے ہیں اول لِلّٰهِ فرمایا بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ذکر تبرک کے لئے ہے جیسا کہ خمس کے بارے میں فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ فرمایا ہے اور بعض حضرات نے اس کی یوں تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ جیسے

وقف لازم

چاہے ان کو خرچ کرنے کا حکم دے اس میں کسی کو اپنی طرف سے کچھ تجویز کرنے یا کسی کا حصہ بتانے ورثے کرنے کا کوئی حق نہیں پھر فرمایا وللرسول ما فی اللہ کے رسول کے لئے ہے یعنی ان اموال کا اختیار اللہ پاک کی طرف سے آپ کو دے دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مصرف بتا دیئے ہیں (یہ مال غنیمت کی طرح یہ مال صرف نہیں کئے جائیں گے اور نہ ان میں سے خمس نکالا جائے گا (مادھب الیہ الامام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ)

مفسرین نے لکھا ہے کہ مال فئی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مالکانہ اختیار حاصل تھا پھر ان کے جو مصارف بیان فرمائے یہ بھی طرح طرح جیسے لوگوں کو اموال کے بارے میں احکام دیئے گئے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ پر خرچ کرو تیسرا مصرف بتاتے ہوئے ولذی القربی ارشاد فرمایا۔ مفسرین نے فرمایا کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کے اہل قرابت مراد ہیں۔ اس کے بعد چوتھا اور پانچواں حصہ مصرف بتاتے ہوئے والیتامی والمساکین وابن السبیل فرمایا یعنی اموال فئی یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر بھی خرچ کئے جائیں۔

حسب فرمان باری تعالیٰ شانہ اموال فئی کو آپ اپنے ذوی القربیٰ پر اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین پر اپنی صوابدید سے خرچ کر دیتے تھے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی تھا کہ آپ مال فئی میں سے اپنے گھر والوں کے لئے ایک سال کا خرچ نکال لیتے تھے اور جو مال بچ جاتا تھا سے مسلمانوں کی عام ضروریات میں مثلاً جہاد کے لئے خرچ فرما دیتے تھے۔

گو آپ کو ان اموال پر مالکانہ اختیار حاصل تھا لیکن چونکہ آپ نے وفات سے پہلے فرمایا تھا کہ لانورث ماترکنا صدقۃ (کہ ہماری میراث میں جاری نہ ہوگی ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا (صحیح بخاری ص ۴۳۶ ج ۱) اس لئے ان اموال میں میراث جاری نہیں کی گئی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدینؓ نے بھی ان اموال کو انہیں مصارف میں خرچ کیا جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرماتے تھے۔ امام المسلمین کو جب اموال فئی حاصل ہو جائیں تو اسے مالکانہ اختیار حاصل نہیں ہوں گے۔ بلکہ حاکمانہ اختیار ہوں گے وہ مذکورہ بالا مصارف میں اور مسلمانوں کی عام ضروریات میں مثلاً جہاد کے لئے ہتھیار فراہم کرنے کے لئے، پل تیار کرنے، سڑکیں بنانے مجاہدین اور ان کے گھر والوں کی حاجتیں پوری کرنے اور علماء کرام پر خرچ کرنے اور قضاۃ اور عمال کی ضرورتیں پوری کرنے میں خرچ کرے گا۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذوی القربیٰ سے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب مراد ہیں پھر لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ ان حضرات کو اموال فئی میں سے حصہ دیا جائے گا۔

غنی ہوں یا فقیر ہوں اور سب کو مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کیا جائے اور حضرت امام مالک کا مذہب نقل کیا ہے کہ امام المسلمین جس طرح چاہے ان حضرات پر خرچ کرے اسے یہ بھی اختیار ہے کہ بعض کو دے بعض کو نہ دے پھر حنفیہ کا مذہب لکھا ہے کہ حضرات ذوی القربیٰ کا حصہ اموال فئی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہا۔ کیونکہ حضرات خلفاء راشدین نے ان کے لئے یہ حصہ نہیں رکھا۔ ہاں ان حضرات میں جو یتامیٰ اور مساکین وابن السبیل ہوں گے ان کو ان اوصاف ثلاثہ کے اعتبار سے اموال فئی میں سے دیا جائے گا اور دوسرے مستحقین پر ان کو مقدم کیا جائے گا پھر یتامیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ اموال فئی میں سے ان یتامیٰ پر خرچ کیا جائے گا۔ جو مسلمان ہیں و فقیر یا مسکین ہیں

کیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ اموال فئی کے مصارف بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ یعنی اموال فئی کے مصارف واضح طور پر بیان فرما دیئے گئے تاکہ یہ اموال تمہارے مداروں کے درمیان دولت بن کر نہ

رہ جائیں (لفظ دولت دال کے زبر کے ساتھ اور دولہ دال کے پیش کے ساتھ دونوں طرح عربی زبان کی لغت ہے) مال کو دولت کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں تداول ایدی ہوتا رہتا ہے اور ایک سے ہو کر دوسرے کے پاس جاتا رہتا ہے۔ ابتداء اردو کا محاورہ یہ ہے کہ جس کے پاس زیادہ مال ہو اسے دولت مند کہتے ہیں ان الفاظ میں تنبیہ فرما دی کہ اموال فئی کی تقسیم جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی اس میں یہ حکمت ہے کہ یہ اموال مالداروں کے ہی ہاتھوں میں آ کر نہ رہ جائیں جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں ہوتا تھا اور اب بھی ایسا ہی ہے کہ عامۃ الناس کی امداد کے لئے حوادث و مصائب کے مواقع میں بعض مالداروں اور حکومتوں کی طرف سے جو مال ملتا ہے اس میں سے تھوڑا سا اہل حاجات پر خرچ کر کے منتظمین ہی مل ملا کر کھا جاتے ہیں جو پہلے سے مالدار ہوتے ہیں۔ چونکہ تقویٰ نہیں دنیاداری غالب ہے اور مال کی محبت دلوں میں جگہ پکڑے ہوئے ہیں اس لئے ایسے مظالم ہوتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے: پھر فرمایا وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ)۔

اس میں یہ بتا دیا کہ ہر امر و نہی کا قرآن میں ہونا ضروری نہیں ہے قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام بیان فرمائے ہیں اور بہت سے احکام اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ بتائے ہیں ان میں آنحضرت ﷺ کے اعمال بھی ہیں اور اقوال بھی اور تقریرات بھی۔

یعنی کسی نے آپ کے سامنے کوئی عمل کیا اور آپ نے منع نہیں فرمایا تو یہ بھی حجت شرعیہ ہے سورۂ اعراف میں آپ کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (یعنی آپ ان کو اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور ان کے لئے خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں)۔

منکرین حدیث کی تردید: آج کل بہت سے ایسے جاہل لیڈر پیدا ہو گئے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ حدیث شریف حجت شرعیہ نہیں ہے اور اس لئے بہت سی اسلامی چیزوں کا انکار کرتے ہیں یہ بہت بڑی گمراہی ہے اور کفر ہے یہ لوگ جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن کے ماننے والے ہیں اگر قرآن کے ماننے والے ہوتے تو یہ کیوں کہتے کہ حدیث حجت شرعیہ نہیں ہے قرآن میں تو اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ. اور مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اور مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ فرمایا ہے۔ درحقیقت ایسے لوگوں کا مقصد اسلام میں تحریف کرنا ہے۔ قرآن کو ماننا نہیں ان لوگوں کو دشمنان اسلام پیسے دے کر اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں کفر پھیلائیں۔ (العیاذ باللہ)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا لعن اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ لَهُ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ

یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر اور ان عورتوں پر جو (ابرو یعنی بھنوؤں کے بال) چننے والی ہیں (تاکہ بھنویں باریک ہو جائیں) اور خدا کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو حسن کیلئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ بات سن کر ایک عورت آئی اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجتے

ہیں؟ فرمایا کہ میں ان لوگوں پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی اور جن پر اللہ کی کتاب میں لعنت آئی ہے' وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے مجھے تو یہ بات کہیں نہ ملی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تجھے ضرور یہ بات مل جاتی کیا تو نے یہ نہیں پڑھا۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.

(اور رسول تم کو جو (ہدایت) دے اسے قبول کرو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ)

یہ سن کر وہ عورت کہنے لگی کہ ہاں یہ قرآن میں ہے' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے جن کاموں سے کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے' اللہ کے رسول ﷺ ان کاموں سے منع فرمایا ہے' لہٰذا قرآن کی رو سے بھی ان کاموں کی ممانعت ثابت ہوئی کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن باتوں کا حکم دیں ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روکیں ان سے رک جاؤ۔ (صحیح بخاری ص ۷۲۵ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بلا جھجک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا اور بتا دیا کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت کی اور اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

یہ مضمون اموال فئی کی تقسیم بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس میں یہ بتا دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان اللہ تعالیٰ کے فرمان سے جدا نہیں ہے' تقسیم فئی کا جو کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے' اس میں آپ جس طرح تصرف فرمائیں وہ تصرف درست ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضاء کے موافق ہے۔ آخر میں فرمایا واتقوا اللّٰہ انّ اللّٰہ شدید العقاب.

(اور اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والے ہے)۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

فقراء مہاجرین کے لئے ہیں جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے' وہ اللہ کا فضل اور رضا مندی

وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ

طلب کرتے ہیں اور مدد دیتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی یہ وہ ہیں جو سچے ہیں۔

حضرات مہاجرین کرام کی فضیلت اور اموال فئی میں ان کا استحقاق

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اموال فئی میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے' مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے اپنے گھر بار اور اموال چھوڑ کر چلے آئے' جب مدینہ منورہ پہنچے تو حاجت مند اور تنگ دست تھے ان پر بھی اموال فی خرچ کئے جائیں۔ اموال اور گھر بار چھوڑ کر ان کا مدینہ منورہ آنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی مطلوب ہے ان کی ہجرت کسی دنیوی غرض سے نہیں ہے' وہ جو تکلیفیں ان کو پہنچی تھیں وہ اپنی جگہ ہیں' ان کے علاوہ مدینہ منورہ آ کر بھی جہاد میں شریک ہونے کا سلسلہ جاری ہے اور کافروں سے لڑتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں' یہ لوگ اپنے ایمان اور ایمان کے تقاضوں میں سچے ہیں۔

پہلی آیت میں جو یتامیٰ' مساکین اور ابن السبیل کا ذکر فرمایا ہے اس کے عموم میں فقراء مہاجرین بھی داخل ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ بھی ان کا استحقاق ظاہر فرمادیا کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں بہت تکلیفیں اٹھائی تھیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ

اور ان لوگوں کیلئے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے دار کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا۔ جو شخص ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں

صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ

میں اس مال کی وجہ سے کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں حاجت ہو اور جو شخص

يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اپنے نفس کی کنجوسی سے بچادیا گیا سو یہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کے اوصاف جمیلہ

صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مہاجرین پر عطف ہے اور ان سے حضرات انصار مدینہ مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ فئی کے جو اموال ہیں انصار بھی اس کے مستحق ہیں کہ ان پر خرچ کیا جائے۔ انصار کی تعریف کرتے ہوئے اولاً یوں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کو پہلے ہی سے اپنا ٹھکانہ بنالیا تھا' یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے برس ہا برس پہلے ہی مدینہ منورہ میں یمن سے آکر آباد ہو گئے تھے۔ جو بعد میں دارالایمان بن گیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور حج کے موقع پر منیٰ میں آپ سے ملاقات ہوگئی تو ایمان بھی قبول کرلیا وہاں تو چند آدمیوں نے قبول کیا تھا پھر سارے مدینہ منورہ والوں نے ایمان قبول کرلیا اور ایمان کو بھی ایسے چپکے کہ گویا وہ ان کا گھر ہے (جس سے کبھی بھی جدا ہونا نہیں ہے)۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جو حضرات ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں ان کے دلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ دوسرے علاقہ کے لوگ ہمارے یہاں آبسے ان کی وجہ سے ہماری معیشت پر اثر پڑے گا' یہی نہیں کہ ان کے آنے سے دلگیر نہیں ہوتے بلکہ سچے دل سے ان سے بات کرتے ہیں۔

تیسری تعریف یوں فرمائی کہ ہجرت کر کے آنے والوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس کی وجہ سے اپنے سینوں میں کوئی حاجت یعنی حسد اور جلن کی کیفیت محسوس نہیں کرتے' یعنی وہ اس کا کچھ اثر نہیں لیتے کہ مہاجرین کو دیا گیا اور ہمیں نہیں دیا گیا۔

اور چوتھی تعریف یوں فرمائی کہ حضرات انصار اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو۔

حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین کی باہمی محبت: ... حدیث شریف کی کتابوں میں حضرات انصار رضی اللہ عنہم کے حب المہاجرین اور ایثار وقربانی کے متعدد واقعات لکھے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے اور ان مہاجرین کے درمیان ہمارے کھجوروں کے باغوں کو تقسیم فرمادیجئے' آپ نے فرمایا کہ نہیں (میں ایسا نہیں کرتا) اس پر انصار نے مہاجرین سے کہا

اچھا آپ لوگ پیداوار کی محنت میں مدد کریں اور ہم آپ دونوں کو پھلوں میں شریک کریں گے۔ اس پر مہاجرین نے کہا یہ ہمیں منظور ہے۔
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ ایسا کون شخص ہے جو اس شخص کی مہمانی کرے یہ سن کر ایک انصاری صحابیؓ نے کہا کہ میں ان کو ساتھ لے جاتا ہوں چنانچہ وہ انہیں ساتھ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہمان ہے اس کا اکرام کرنا ہے بیوی نے کہا کہ ہمارے پاس تو بچوں کی خوراک کے کچھ بھی نہیں ہے۔
شوہر نے کہا کھانا تیار کرو اور بچوں کو سلا دو چنانچہ اس نے کھانا پکایا اور بچوں کو سلا دیا پھر جب کھانے بیٹھے تو عورت اس انداز سے اٹھی کہ گویا چراغ کی بتی درست کرتی ہے لیکن درست کرنے کی بجائے اس نے چراغ بجھا دیا مہمان کھاتا رہا اور یہ سمجھتا رہا کہ یہ دونوں بھی میرے ساتھ کھا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے اس کے ساتھ کھانا نہیں کھایا اور رات بھر بھوکے رہے صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضری ہوئی تو یہ میزبان صحابی حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی پسند آیا کہ تم بھوکے رہے اور مہمان کو کھلا دیا)
اس پر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آیت کریمہ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ نازل فرمائی (صحیح بخاری ص ۵۳۶ ج ۱)
یہاں جو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بچے مہمان کی بہ نسبت زیادہ مستحق تھے پھر مہمان کو ان کی خوراک کیوں کھلائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بچے اس وقت رات کا کھانا کھا چکے تھے اب خوراک کی ضرورت صبح ناشتہ کے لئے تھی اور وہ اصلی بھوکے ہوتے تو سونے سے بھی نہ سوتے۔
دوسرا اشکال یہ ہے کہ چراغ جلا کر تین آدمی جو ساتھ بیٹھے اس میں بے پردگی ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔
فائدہ:۔ یہ صحابی کون تھے جو مہمان کو ساتھ لے گئے تھے؟ اس کے بارے میں بعض علماء نے حضرت ابوطلحہ انصاریؓ اور بعض حضرات نے حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ کا نام بتایا ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دعوت کرنے والے صحابی قیس بن ثابت تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

جو بخل سے بچ گیا وہ کامیاب ہے آیت کے آخر میں فرمایا وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اور جو شخص اپنے نفس کی بخیلی سے بچا دیا گیا سو یہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں) اس میں بخیلی کی مذمت کی گئی ہے اور نفس کی بخیلی سے بچنے کو کامیاب ہونے والوں کی ایک امتیازی شان بتایا ہے بخیلی کی اضافت جو نفس کی طرف کی ہے اس میں ایک نکتہ یہ ہے کہ بعض مرتبہ دل تو خرچ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے لیکن نفس وہاں خرچ پر آمادہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔
مفسر قرطبی لکھتے ہیں کہ بعض اہل لغت کا قول ہے کہ شح بخل سے زیادہ بڑھا ہوا ہے صحاح (لغت کی کتاب) سے نقل کیا ہے کہ شح اس بخل کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ حرص بھی ہو۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن ظلم اندھیریاں بن کر سامنے آئے گا اور شح (بخیلی) سے بچو کیونکہ بخیلی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا اس نے انہیں آپس میں خون ریزی کرنے پر اور حرام چیزوں کو حلال کرنے پر آمادہ کر دیا۔ (رواہ مسلم) انسان کے مزاج میں بخیلی ہے، جسے سورۂ نساء میں وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ سے تعبیر فرمایا ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بدترین چیز جو انسان کے اندر ہے وہ بخیلی ہے جو گھبراہٹ میں ڈال دے اور بزدلی ہے جو جان کو نکال دے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ کنجوسی اور ایمان کبھی کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ دو چیزیں بندے میں جمع نہیں ہو سکتی ایک بخل اور دوسرے بدخلقی (رواہ ترمذی) انسان کا مزاج ہے کہ مال پینے کو تیار ہو جاتا ہے دینے کو تیار نہیں ہوتا اسی سے زندگی میں اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے کا زیادہ ثواب ہے۔

نفس خرچ کرنے کو نہیں چاہتا لیکن پھر بھی نفس کے تقاضوں کو دبا کر مومن تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرتا چلا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ ثواب کے اعتبار سے کون سا صدقہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ صدقہ سب سے بڑا ہے کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو تندرست ہو نفس میں کنجوسی ہو تنگدستی کا خوف ہو مالدار بننے کی امید کا رکھی ہو (پھر فرمایا) کہ تو خرچ کرنے میں دیر نہ کا یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچ جائے تو کہنے لگے کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا دینا (اب کہنے سے کیا ہوتا ہے) اب تو فلاں کا ہو ہی چکا (دم نکلتے ہی دوسروں کا ہے) (رواہ البخاری ص ۱۹۱ ج ۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ موت کے وقت سو (۱۰۰) درہم کا صدقہ کرے۔ (رواہ ابن ماجہ)

بہت سے لوگ دنیاوی ضرورتوں گناہوں اور ریاکاریوں میں تو دل کھول کر خرچ کرتے ہیں بے تحاشہ فضول خرچی میں مال اڑا دیتے ہیں لیکن مال سے متعلق فرائض و واجبات ادا نہیں کرتے زکوٰۃ کی ادائیگی کا رکھتے ہیں حج فرض ہو جاتا ہے تو اس کے لئے ہمت نہیں کرتے اور اگر ہمت کر بھی لی تو اسے دنیاداری یعنی ریاکاری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ جلدی جلدی گزرنے لگے گا عمل کم ہو جائے گا اور (دلوں میں) کنجوسی ڈال دی جائے گی اور فتنے ظاہر ہوں گے اور قتل زیادہ ہوں گے۔ (رواہ البخاری ص ۱۰۴۶)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔

۱۔ تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے تقویٰ کے تقاضوں پر چلنا۔

۲۔ رضامندی میں اور ناراضگی میں حق بات کہنا۔

۳۔ مالداری اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کرنا۔

اور ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں۔

۱۔ خواہشوں کا اتباع کیا جانا۔ ۲۔ کنجوسی (کے جذبات) کی فرمانبرداری کرنا۔

۳۔ انسان کو اپنے نفس پر گھمنڈ کرنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۳۴)

کنجوسی بری بلا ہے نفس پر قابو پائے اللہ تعالیٰ کی رضا میں مال خرچ کرے اور گناہوں میں خرچ کرنے سے بچے اور فضول خرچی سے بھی بچے یہ کامیابی کا راستہ ہے جسے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ میں بیان فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کے بعد آئے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے

بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

پہلے گزر گئے اور مت کر دے ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ ایمان والوں کے لئے اے ہمارے رب بے شک آپ رؤف ہیں رحیم ہیں۔

مہاجرین وانصار کے بعد آنے والے مسلمانوں کا بھی اموال فئی میں استحقاق ہے

اکثر علماء کے نزدیک یہ بھی المہاجرین پر معطوف ہے اور اس میں بعد میں آنے والے حضرات کا اموال فئی میں حصہ بتایا ہے اور مقصد یہ ہے کہ مہاجرین کے بعد دیگر مسلمان جو قیامت تک آئیں گے ان سب پر مال فئی میں سے خرچ کیا جائے۔ مفسر ابن کثیر نے تفسیر ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت شریفہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِیْنِ کی آخر تک تلاوت کی پھر فرمایا کہ یہ صدقات ان لوگوں کے لئے ہیں (جن کا آیت میں ذکر ہوا) اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ آخر تک تلاوت کی پھر فرمایا کہ اموال غنیمت ان لوگوں کے لئے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں' پھر آپ نے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سے وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ تک تلاوت کی اور یوں فرمایا کہ یہ آیات تمام مسلمین کو شامل ہیں جو بھی کوئی مسلمان ہوگا اموال فئی میں اس کا حق ہوگا پھر فرمایا اگر میں زندہ رہ گیا تو ایک بکریاں چرانے والا جو سرو حمیر (یہ قبیلہ کا نام جو مدینہ منورہ سے دور رہتا تھا) میں چرا رہا ہوگا اپنے حصہ کو وہیں پالے گا اس کے حاصل کرنے میں اس کی پیشانی پر پسینہ تک نہ آیا ہوگا۔ (ابن کثیر ص ۳۴۰ ج ۴)

مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت بالا کی تفسیر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ **ھؤلاء ھم الثالث ممن یستحق فقراء ھم من مال الفئی وھم المھاجرون ثم الانصار.**

یعنی اموال فئی کے مستحقین کی یہ آخری قسم ہے تینوں قسموں میں سے ان میں سے جو فقراء ہوں گے مال فئی کے مستحق ہوں گے۔ اول مہاجرین دوم انصار' تیسرے وہ لوگ جو ان کے بعد آنے والے ہیں جو صفت احسان کے ساتھ ان کا اتباع کریں (معلوم ہوا کہ اموال فئی میں روافض کا بالکل حصہ نہیں جو حضرات مہاجرین وانصار کا اتباع کیا کرتے ان سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں کافر کہتے ہیں)۔

وسیجیئ من قول الامام مالکؒ ان شاء اللّٰہ تعالٰی.

یہ تو اموال فئی کے مستحقین کا بیان ہوا آیت کریمہ میں بعد میں آنے والے مؤمنین کی دو دعاؤں کا بھی تذکرہ فرمادیا ہے پہلی دعا یہ ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بھی مغفرت فرمادے اور جو ہمارے بھائی جو ہم سے پہلے باایمان گزر گئے ان کی بھی مغفرت فرمادے۔ معلوم ہوا کہ اپنے لئے مغفرت کی دعا کرنے کے ساتھ ان مسلمان بھائیوں کے لئے بھی دعائے مغفرت کرنا چاہئے جو اس دنیا سے گزر گئے دعائے مغفرت سے مغفرت کا بھی فائدہ ہوتا ہے اور رفع درجات کا بھی۔

دوسری دعا یہ ہے کہ اے اللہ! ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کھوٹ پیدا نہ فرما' لفظ غل جس کا ترجمہ کھوٹ کیا گیا ہے بہت عام ہے' کینہ' بغض' حسد' جن یہ لفظ ان سب باتوں کو شامل ہے' اس میں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فرمایا ہے یعنی جو بھی اہل ایمان گزر گئے دنیا سے جا چکے اور جو موجود ہیں اور جو آئندہ آئیں گے اللہ تعالیٰ ان سب کی طرف سے ہمارے دلوں کو صاف اور پاک رکھ' کسی سے کینہ نہ ہو اور نہ کسی کی طرف سے دل میں برائی لائی جائے۔

حسد' بغض' کینہ اور دشمنی کی مذمت: ... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپس کے بگاڑ سے بچو، کیونکہ یہ مونڈ دینے والی چیز ہے۔ (رواہ الترمذی)

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' پھر ہر اس شخص کے بارے میں جس کے دل میں مسلمان بھائی سے دشمنی ہو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) فرمان ہوتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ آپس میں صلح کر لیں۔ (رواہ الترمذی) (یہ سب روایات مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۸ پر مذکور ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ پرانی امتوں کا مرض تمہارے اندر چل کر آ گیا ہے یہ اس زمانہ میں تھوڑا ہی سا تھا' لیکن اب تو اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں لڑائیاں بھی ہیں' حسد بھی' بغض بھی ہے' ایک دوسرے کی مخالفت بھی ہے' مارکاٹ بھی ہے اور قتل وقتال بھی' ان حالات میں سچے دل سے کیا دعا نکل سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اہل ایمان کی طرف سے کوئی کھوٹ نہ ہو' دلوں میں کھوٹ بھرا ہوا ہے اور اسے نکالنا بھی نہیں چاہتے، جب جمع ہوں گے' غیبتیں کریں گے' تہمتیں دھریں گے' مسلمانوں کے عیب اچھالیں گے' ان حالات میں سینہ کیسے صاف رہ سکتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص میرے صحابہؓ سے متعلق کوئی بات مجھے نہ پہنچائے (جس سے دل برا ہو) کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ (اپنے گھر سے) ان کی طرف اس حال میں نکل کر آؤں کہ میرا سینہ بالکل سلامت ہو۔ (رواہ الترمذی عن عبداللہ بن مسعود فی فضل ازواج النبی ﷺ)

روافض کی گمراہی: اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرات مہاجرین و انصار کے لئے دعا کرنے والوں کی مدح فرمائی لیکن روافض کا یہ حال ہے (جو قرآن کریم کو اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب مانتے ہی نہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ وہ امام مہدی کے پاس ہے جو غار میں چھپے ہوئے ہیں) کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بغض سے ان کے سینے بھرے ہوئے ہیں' اپنے ایمان کی تو فکر نہیں اور تین چار کے علاوہ باقی صحابہؓ کو کافر کہتے ہیں ان کے دلوں میں حضرات صحابہؓ سے بھی بغض ہے اور ان کے طریقہ پر چلنے والوں سے بھی۔

تفسیر ابن کثیر (ج ۵ ص ۳۳۹) میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہؓ کے لئے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا لیکن لوگوں نے انہیں برا کہنا شروع کر دیا' پھر انہوں نے آیت کریمہ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ. آخر تک تلاوت فرمائی۔

حضرت عامر شعبیؒ نے مالک بن مغول سے نقل فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ ایک بات میں یہود روافض سے بڑھ گئے جب یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تم میں سب سے بڑھ کر کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا حضرت موسیٰ کے اصحاب ہم میں سب سے بہتر ہیں اور نصاریٰ سے پوچھا گیا کہ تم میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سب سے بہتر ہیں جب روافض سے پوچھا گیا کہ تمہارے دین میں سب سے برے لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ سب سے برے ہیں' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے استغفار کرنے کا حکم ہے اور وہ انہیں برا کہتے ہیں۔ (معالم التنزیل ص ۳۲۱ ج ۴)

مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ سے کیسا اچھا استنباط کیا' انہوں نے فرمایا کہ کسی رافضی کا اموال فئی میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ قرآن کریم نے جن لوگوں کو حضرات مہاجرین اور انصار کے بعد اموال کا مستحق بتایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد دنیا میں آئے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی' روافض دعا کے بجائے ان حضرات کو برا کہتے ہیں' لہٰذا ان کا اموال فئی میں کوئی استحقاق نہیں کیونکہ ان میں وہ صفت نہیں ہے جو صفت اللہ تعالیٰ نے مستحقین فئی کی بیان فرمائی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ
لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ
اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ
نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ
بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝

یہودیوں سے منافقین کے جھوٹے وعدے

جیسا کہ ابتدائے سورت میں سبب نزول بیان کرتے ہوئے عرض کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہود بنی نضیر کو مدینہ منورہ چھوڑنے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے انکار کر دیا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے دیگر منافق ساتھیوں نے یہودیوں کو پیغام بھیجا کہ تم ہرگز نہ نکلنا ہم تمہارے ساتھ ہیں ان آیات میں اسی کا ذکر ہے

رئیس المنافقین نے یہود کی کمر ٹھونکی اور کافرانہ دوستی کو ظاہر کرتے ہوئے یہودیوں کے پاس خبر بھیجی کہ دیکھو تم اپنے گھروں سے ہرگز نہ نکلنا ہمیں تم اپنے سے علیحدہ مت سمجھو اگر تمہیں نکالا پڑا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے کوئی شخص ہم سے یوں کہے گا کہ ان کا ساتھ مت دو ہم اس کی بات نہیں مانیں گے اور نہ صرف مدینہ چھوڑ کر تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے بلکہ اگر تمہارے ساتھ جنگ کی گئی تو ہم ضرور ضرور تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں) مزید فرمایا لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ (اگر یہودی نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے) وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ (اور اگر جنگ کی گئی تو ان کی مدد نہیں کریں گے)۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان پر یہودیوں نے یہ کہلا بھیجا کہ ہم نہیں نکلیں گے اور حضور اقدس ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا جس میں جنگ کا احتمال تھا تو یہودی منافقین کی مدد کا انتظار کرتے رہے لیکن انہوں نے ان کی کچھ مدد نہ کی جب وہ ان کی مدد سے ناامید ہو گئے اور مقتول ہو جانے کی صورت سامنے آ گئی تو مجبوراً جلاوطنی پر راضی ہو گئے۔ جب وہ اپنے گھروں کو اپنے

ہاتھوں سے بربادکر کے تھوڑا بہت سامان لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے تو اس موقع پر بھی منافقین نے ان کا ساتھ نہ دیا انہوں نے یہودیوں کو یوں تسلی دلائی تھی کہ ہم تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے لیکن بالکل طوطا چشمی سے کام لیا اور جان بچا کر اپنے گھروں ہی میں جم کر رہ گئے اور اس کا موقع ہی نہ آیا کہ یہودیوں سے جنگ ہوتی تو یہ ان کی مدد کرتے بالفرض اگر جنگ ہوتی اور یہ مدد کرتے تو پشت پھیر کر بھاگ جاتے۔

کما قال تعالیٰ ولئن نصروھم لیولن الادبار ثم لا ینصرون

اس کے بعد مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

لانتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ.

کہ اے مسلمانوں! منافقین نے جو یہودیوں سے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ محض ایک زبانی وعدہ ہے وہ تمہارے مقابلہ میں نہیں آسکتے۔ جو شخص ایماندار ہو وہ تو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے لیکن منافقین کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے بہ نسبت تمہارا خوف ان کے دلوں میں زیادہ بیٹھا ہوا ہے وہ جھوٹ موٹ زبان سے کہہ دیتے کہ ہم مسلمان ہیں اور چونکہ انہیں اس کا یقین تھا کہ اگر ہم نے یہودیوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو یہودی بھی پٹ جائیں گے اور ہمارا ایمان کا دعویٰ بھی دھرا رہ جائے گا اس لئے وہ یہودیوں کا ساتھ دینے والے نہ تھے۔

ذلک بانھم قوم لا یفقھون. (اور منافقوں کا تم سے ڈرنا اور اللہ سے نہ ڈرنا اس سبب سے ہے کہ وہ سمجھتے نہیں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت و قوت نہیں سمجھتے اس کے بعد مسلمانوں کو تسلی دی کہ یہ سب لوگ بنی نضیر اور منافقین اکٹھے ہو کر بھی لڑنے کی ہمت نہیں کریں گے (الگ الگ تو کیا مقابلہ کر سکتے ہیں) ہاں جو ایسی بستیاں ہیں جو قلعوں کے طور پر بنی ہوئی ہیں ان بستیوں میں یہ دیواروں کی آڑ میں لڑ سکتے ہیں۔

چنانچہ یہود بنی قریظہ اور اہل خیبر اسی طرح مقابل ہوئے اور سب نے اپنے منہ کی کھائی اور شکست کی مصیبت اٹھائی۔

پھر فرمایا بأسھم بینھم شدید (ان کی لڑائی آپس میں شدید ہے) وہ آپس میں اپنے عقائد کے اعتبار سے مختلف ہیں۔

تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتی.

(آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہیں اور حال یہ ہے کہ ان کے دل متفرق ہیں)

ذلک بانھم قوم لا یعقلون.

(ان کے قلوب کا منتشر ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ ایسے ہیں جو عقل نہیں رکھتے (اپنی اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے رہتے ہیں)۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۵

ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ پہلے تھے انہوں نے اپنے کردار کا مزہ چکھ لیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہود کے قبیلہ قینقاع کی بے ہودگی اور جلاوطنی کا تذکرہ

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ مدینہ منورہ میں یہود کے تین بڑے قبیلے آباد تھے۔ ایک قبیلہ بنی نضیر جن کی جلاوطنی کا تذکرہ اسی سورت کے شروع میں ہوا ہے دوسرا قبیلہ بنی قریظہ تھا جن کے مردوں کے قتل کئے جانے اور عورتوں اور بچوں کے غلام بنائے جانے کا تذکرہ سورۂ احزاب کے تیسرے رکوع میں گزر چکا ہے۔

تیسرا قبیلہ بنی قینقاع تھا جن کی جلاوطنی کا قصہ اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ تینوں قبیلوں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا کہ نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے کسی دشمن کی مدد کریں گے۔ ان تینوں قبیلوں نے غدر کیا اور اس کا نتیجہ بھگت لیا۔

قبیلہ بنی قینقاع پہلا قبیلہ ہے جسے سب سے پہلے مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا۔ واقعہ یوں ہوا کہ غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ شوال میں رجب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو سوق بنی قینقاع میں انہیں جمع کیا اور فرمایا کہ اے یہود! تم اللہ سے ڈرو اور مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہارا حال بھی وہی ہو سکتا ہے جو قریش کا ہوا تم اس بات کو جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری اس بات کو اپنی کتاب میں پاتے ہو اور اللہ کا تم سے عہد ہے کہ اس نبی پر ایمان لاؤ جو تمہاری کتاب میں مذکور ہے انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اے محمد آپ اس دھوکے میں نہ رہیں کہ قریش کو شکست دینے کے بعد ہمارا کچھ بگاڑ سکیں گے وہ لوگ تو اناڑی تھے جنگ کرنا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے موقع پا کر انہیں شکست دیدی۔ اللہ کی قسم اگر ہم سے جنگ کی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم ہم ہیں۔

اسی دوران ایک یہ واقعہ پیش آ گیا کہ ایک عورت ایک یہودی سنار کے پاس دودھ بیچنے آئی یہودیوں نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی جو یہود بنی قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی ٹھن جانے کا ذریعہ بن گئی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو پندرہ دن ان کا محاصرہ فرمایا' بالآخر انہوں نے کہا کہ جو آپ فیصلہ فرمائیں وہ ہمیں منظور ہے قریب تھا کہ ان کے قتل کا حکم دیدیا جاتا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول ضد کرنے لگا اور آنحضرت کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور کہنے لگا یہ (بنی قینقاع) سات سو آدمی ہیں میری مدد کرتے رہے ہیں آپ ان کو ایک ہی صبح میں ایک ہی شام میں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ چھوڑ دو تمہاری رائے پر چھوڑ دیا' اس کے بعد مدینہ منورہ سے ان کے جلاوطن کرنے کا فیصلہ کر دیا اور ذرعات (علاقہ شام) کی طرف انہیں چلتا کر دیا گیا۔ (ابدایہ النہایہ ص ۳ وفتح الباری ص ۳۳۰ ج ۷)

اس واقعہ کو معلوم کرنے کے بعد اب آیت یا کا دوبارہ ترجمہ پڑھیں۔ مطلب یہ ہے کہ قبیلہ بنی نضیر کا وہی حال ہوا جو تھوڑا عرصہ پہلے ہی ان لوگوں کا حال ہو چکا ہے جو ان سے پہلے تھے یعنی قبیلہ بنی قینقاع ان لوگوں نے بھی عہد توڑا اور اسلام قبول نہ کیا' لٰہذا جو سزا دیئے وہ بھی جلاوطن ہوئے اور بنی نضیر بھی نکال دیئے گئے یہ تو دنیا کی تذلیل تھی' آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا' سو وہ جب کافر ہو جاتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب

الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خٰلِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ ع ۲

العالمین ہے' سو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بلاشبہ دونوں دوزخ میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے' اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔

شیطان انسان کو دھوکہ دیتا ہے پھر انجام یہ ہوتا ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے والے بن جاتے ہیں

ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ قبیلہ بنی نضیر کو جو جلاوطنی کی سزا بھگتنی پڑی اور منافقین کا ان کی پیٹھ ٹھونکنا کام نہیں آیا (کیونکہ منافقین نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا) یہ کوئی نئی بات نہیں ہے شیطان کا یہ طریقہ ہے کہ انسان کو کفر پر ابھارتا ہے جب وہ کفر اختیار کر لیتا ہے تو پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہہ کر جدا ہو جاتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں اور ساتھ ہی یوں بھی کہہ دیتا ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (غزوۂ بدر کے موقع پر شیطان نے جو بے رخی دکھائی تھی اور بیزاری کا اعلان کیا تھا۔ سورۂ انفال میں گزر چکا ہے' حالانکہ وہ

کافروں کا دوست بن کر آیا تھا۔ انوار البیان ص ۱۹۲ جلد ۴)

شیطان کی ڈھٹائی دیکھو کہ کافر بھی ہے اور لوگوں کو کفر پر ڈالتا ہے پھر یوں کہتا ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں قبیلہ بنی نضیر منافقین کی باتوں میں آ گئے جو شیطان کے نمائندے ہیں انہوں نے بنی نضیر سے وعدے کئے پھر پیچھے ہٹ گئے اور قبیلہ بنی نضیر کو جلاوطن ہونا پڑا۔

جس نے جھوٹ فریب مکر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کمر باندھ لی اس سے بڑے بڑے جھوٹ صادر ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جو لوگ دنیا دار پیر بنے ہوئے ہیں دنیا سمیٹنے کے لئے اور دنیاداری کی زندگی گزارنے کے لئے مدیں سنبھالے ہوئے ہیں اور اپنے مریدوں کے سامنے بزرگ بن کر اور اللہ والے بن کر ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے کو متقی ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کا سارا دھندہ جھوٹ، فریب اور مکر کا ہوتا ہے۔

اپنے پیر یعنی ابلیس کی طرح کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں حالانکہ سر سے پاؤں تک جھوٹے ہوتے ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے بہت دور رہیں۔

شیطان اور اس کے ماننے والے انسان کے بارے میں فرمایا کہ ان دونوں کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں دوزخ میں رہیں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ دوزخ کا دائمی عذاب ظالموں کی سزا ہے اس میں منافقین کو تنبیہ ہے کہ شیطان کو دوست نہ بناؤ اور اس کے کہنے میں آ کر کفر پر جمے ہوئے مت رہو اس کی بات مانو گے تو اس کے ساتھ دوزخ کے دائمی عذاب میں رہو گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان غور کرلے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال

تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

سے باخبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے سو اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں یہ لوگ فاسق ہیں

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ لَوْ اَنْزَلْنَا

برابر نہیں ہیں دوزخ والے اور جنت والے اہل جنت ہی کامیاب ہیں اگر ہم اس

هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ

قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اسے دیکھتا ہے کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اور یہ مضامین عجیبہ ہم لوگوں

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور آخرت کے لئے فکرمند ہونے کا حکم

ان آیات میں اہل ایمان کو موت کے بعد کے احوال درست کرنے اور وہاں کے لئے فکرمند ہونے کا حکم دیا ہے ارشاد فرمایا۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان یہ غور کرلے کہ اس نے کل کے لئے اپنے آگے کیا بھیجا ہے پھر دوبارہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا اور اللہ

ت نہ کرنے کا حکم دیا، بعض علماء نے فرمایا کہ پہلا اِتَّقُوا اللّٰہَ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے کیلئے فرمایا ہے اور دوسرا اتَّقُوا اللّٰہَ جو فرمایا ہے اس میں آئندہ گناہ کرنے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلا حکم ادائے فرائض اور واجبات کی اہمیت دلانے کیلئے ہے اور دوسرا حکم گناہوں سے بچنے کیلئے ہے۔ آیت کے ختم ہونے پر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو اس کا عموم ہر صرح کے اعمال کو شامل ہے اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے اچھے اعمال کی بھی خبر ہے اور ان کی اچھی جزا دے گا اور اسے بندوں کے برے اعمال کا بھی پتہ ہے، مشرکین وکفار اور گنہگار و بدکار یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے اعمال سے اللہ تعالیٰ شانہٗ بے خبر ہے اسے سب کچھ علم ہے اپنے علم اور حکمت کے مطابق سزا دے گا یہ جو فرمایا کہ ہر جان غور کرلے کہ اس نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے؟ یہ بہت اہم نصیحت ہے۔ لوگ دنیا میں آگے یہاں ہمیشہ رہنا نہیں ہے سب کو مرنا ہے اور یہاں سے جانا ہے۔ قیامت کے دن حاضری ہوگی، حساب کتاب ہوگا۔ اچھے برے اعمال پیش ہوں گے اور دوزخ و جنت میں جانے کے فیصلے ہوں گے۔

زندگی کی قدر کرو: ایمان والوں کو خطاب کرکے فرمایا تم غور کرلو۔ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لئے جو شخص جو بھی عمل کرلے گا اس کا بدلہ پالے گا اگر نیکیاں بھیجی ہیں اور کمر بھیجی ہیں تو اصول کے مطابق ان کا ثبوت مل جائے گا اور اگر نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے تو ان کا ثواب بھی زیادہ ملے گا جو گناہ بھیجے ہیں وہ وبال ہوں گے عذاب بھگتنے کا ذریعہ بنیں گے۔ سن اس دنیا میں آیا کھایا پیا اور یہیں چھوڑا یہ کوئی کامیاب زندگی نہ ہوئی۔ اعمال صالحہ جتنے بھی ہو جائیں اور اموال طیبہ جتنے بھی اللہ کے لئے خرچ ہو جائیں اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ فرائض اور واجبات کی ادائیگی کے بعد ذکر تلاوت عبادت سخاوت جتنی بھی ہو سکے کرتا رہے اپنی زندگی کو گناہوں میں لایعنی کاموں میں برباد نہ کرے۔

ذکر اللہ کے فضائل: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں یوں کہوں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تو مجھے یہ ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ (رواہ مسلم کذا فی مشکوٰۃ ص ۲۰۰)

معلوم ہوا کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی زندگی کے ہر منٹ اور ہر سیکنڈ کو یاد خدا میں لگائے رکھے اور زندگی کے ان سانسوں کی قدر کرے اور ان کو اپنی آخرت کی زندگی سدھارنے کے لئے صرف کرے۔ جو لوگ اپنی مجلسوں کو بیکار باتوں اور اشتہاری خرافات اور اخباری کذبات میں صرف کر دیتے ہیں اور اللہ کی یاد سے غافل رہتے ہیں یہ مجلسیں ان کے لئے سراسر خسران اور گھاٹے کے اسباب ہیں۔

عمر انسان کے پاس ایک پونجی ہے جس کو لے کر دنیا کے بازار میں تجارت کرنے کیلئے آتا ہے جہاں دوزخ یا جنت کے ٹکٹ خریدے جاتے ہیں اور ہر دن اور رات اور گھنٹہ اور منٹ اسی عمر کی پونجی کے اجزاء اور ٹکڑے ہیں جو ہر گھڑی انسان کے پاس سے جدا ہوتے جاتے ہیں۔ کوئی اس کے بدلہ جنت کا پروانہ (عمل صالح) خرید لیتا ہے اور کوئی دوزخ کا پروانہ (برا عمل) خرید لیتا ہے افسوس ہے اس شخص پر جس کی پونجی اس کی ہلاکت کا سبب ہے۔ وہاں جب نیکیوں کا اجر و ثواب ملنا شروع ہوگا تو آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور افسوس ہوگا کہ ہائے ہائے ہم نے یہ عمل نہ کیا اور وہ عمل نہ کیا، حسرت اور افسوس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بندا جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کرلیں اور یہیں کرلیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ کہے اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے (الترغیب والترہیب) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس رات مجھ کو سیر کرائی گئی (یعنی معراج کی رات) میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا تو انہوں نے فرمایا کہ اے محمد! اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینجیو اور ان کو بتلا دیجیو کہ جنت کی اچھی مٹی ہے اور میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل

میدان ہے اور اس کے پودے یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ. (مشکوۃ المصابیح)

مطلب یہ ہے کہ جنت میں اگرچہ درخت بھی ہیں، پھل اور میوے بھی مگر ان کے لئے چٹیل میدان ہے جو نیک عمل سے خالی ہیں، جنت کی ایسی مٹی ہے جیسے کوئی زمین کھیتی کے لائق ہو اس کی مٹی اچھی ہو، اس کے پاس میٹھا پانی ہو اور جب اس کو بو دیا جائے تو اس کی مٹی کی اپنی صحت اور پانی کے سینچاؤ اور قدرت خداوندی کی وجہ سے اس میں اچھے عمدہ درخت اور بہترین غلّہ پیدا ہو جائے بالکل اسی طرح جنت کو سمجھو کہ جو کچھ یہاں بو دو گے وہاں کاٹ لوگے ورنہ وہ خالی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کو سو (۱۰۰) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے اور شام کو (۱۰۰) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے اس کو سو (۱۰۰) حج کا ثواب ملے گا اور جو شخص سو (۱۰۰) مرتبہ صبح کو الحمد للہ بیان کرے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے) اور سو (۱۰۰) مرتبہ شام کو اللہ کی حمد بیان کرے تو اسے مجاہدین کو سو (۱۰۰) گھوڑے دینے کا ثواب ملے گا اور جس نے سو (۱۰۰) مرتبہ صبح کو اور سو (۱۰۰) مرتبہ شام کو لا الٰہ الا اللہ کہا اس کو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے سو (۱۰۰) غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور جس نے (۱۰۰) مرتبہ صبح کو اور سو (۱۰۰) مرتبہ شام کو اللہ اکبر کہا تو اس دن کوئی دوسرا شخص اس کے برابر عمل کرنے والا نہ ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے اس کے برابر یا اس سے زیادہ (یہ مذکورہ) کلمات کہے ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۰۲ عن الترمذی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وقال حسن غریب)

عہد نبوت کا ایک واقعہ: ..... حضرت جریر بن عبداللہؓ نے بیان کیا ہے کہ ہم ایک روز دن کے شروع حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ کے پاس ایسے لوگ آئے جن کے کپڑے نہیں تھے انہوں نے اون کی چادریں یا عبائیں پہنی ہوئی تھیں، گردنوں میں تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں، ان میں سے اکثر افراد بلکہ سب ہی قبیلہ بنی مضر میں سے تھے ان کی حاجت مندی کا حال دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، آپ اندر گھر میں تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے۔ (اتنے میں زوال ہو چکا تھا) آپ نے بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی آپ نے نماز پڑھائی اور پھر خطبہ دیا اور سورۃ النساء کی آیت یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ.

آیت کے ختم یعنی اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا تک تلاوت فرمائی اور دوسری آیت سورۃ حشر کی یعنی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ تلاوت فرمائی اور حاضرین کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا (لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا) کوئی شخص دینار لایا کسی نے درہم کا صدقہ دیا۔ کسی نے کپڑا دے دیا اور کوئی شخص گیہوں کا ایک صاع لے آیا اور کسی نے چھواروں کا ایک صاع پیش کر دیا (حسب توفیق حاضرین چیزیں لاتے رہے) یہاں تک کہ راوی نے آدھی کھجور کا تذکرہ بھی کیا یعنی بعض لوگ آدھی کھجور لے آئے۔ تھوڑی دیر میں انصار میں سے ایک شخص (درہم یا دنانیر کی) تھیلی لے کر آیا جو اتنی بھاری تھی کہ اس کا ہاتھ اٹھانے سے عاجز ہو چکا تھا پھر دیگر افراد بھی لگاتار مختلف چیزیں لاتے رہے یہاں تک کہ میں نے کھانوں کی چیزوں اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھ لئے یہ سب کچھ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ کھل اٹھا۔ گویا کہ اس پر سونے کا پانی پھیر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کر دیا اسے اس کا ثواب ملے گا اور جس نے اس کے بعد اس پر عمل کیا اسے اس کا بھی ثواب ملے گا اور دوسروں میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

(مزید فرمایا) جس نے اسلام میں برا طریقہ جاری کر دیا اور اس کو اس کے جاری کرنے کا بھی گناہ ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کا بھی اسے گناہ ہوگا۔ اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں سے کمی نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم ص ۳۲۷ ج ۱)

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ ۔ (ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے) جنہوں نے اللہ کے حکم پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اپنی من مانی زندگی اختیار کی اور غفلت میں ایسے پڑے کہ اللہ کو بھول گئے انہیں اللہ نے اس بھولنے کی یہ سزا دی کہ ان کی جانوں ہی کو بھلا دیا یعنی انہیں یہ احساس نہ رہا کہ موت کے بعد ہمارا کیا بنے گا دنیا کی لذتوں میں پڑ کر انہوں نے آخرت کی نعمتوں سے محروم ہونا منظور کر لیا اور وہاں کی لذتوں سے محروم رہ گئے (قال صاحب معالم التنزیل فانساهم انفسهم ای حظوظ انفسهم حتی لم یقدموا لها خیرا۔ (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا نفس بھلا دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے لئے کوئی بھلائی آگے نہ بھیجی)

پھر فرمایا اولئک هم الفاسقون یہ لوگ فاسق ہیں صاحب روح المعانی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے الکاملون فی الفسوق یعنی یہ لوگ فسق میں جو انتہائی درجہ کے فاسق ہیں۔

اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار برابر نہیں ہیں لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنة (دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں) میدان آخرت میں حاضر ہوں گے تو اہل جنت اپنے باغوں میں جائیں گے اور دوزخ والے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے ان کو ذلت کی سزا ملے گی۔

آخر میں فرمایا اصحاب الجنة هم الفائزون (جنت والے ہی کامیاب ہوں گے)

قرآن مجید کی صفت جلیلہ فاستقن فائزون کے مرتبہ کو کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرایته (الایۃ) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو اے مخاطب تو اسے اس حال میں دیکھتا کہ یہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔

صاحب روح المعانی (ص ۶۱ ج ۲۸) اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے انسان کی قساوت قلبی اور تعدوت قرآن کے وقت خشوع و تدبر کی پر متنبہ کیا ہے قرآن میں جو جھنجوڑنے والی آیات ہیں انسان ان کی طرف دھیان نہیں دیتا حالانکہ یہی قرآن کسی پہاڑ پر اتارا جاتا اور اسے عقل دے دی جاتی تو وہ خشوع اختیار کرتا اور پھٹ جاتا۔

صاحب معالم التنزیل (ص ۳۳۶ ج ۴) نے بھی یہی بات لکھی ہے اور یہ بات بڑھا دی ہے کہ پہاڑ اپنی سختی کے باوجود اس ڈر سے کانپ جائے۔ وہ جانتا کہ قرآن کریم کا جو حق اللہ تعالیٰ نے لازم فرمایا ہے وہ مجھ سے ادا نہ ہو سکے گا۔ یہ انسان ہی ہے جو قرآن کو پڑھتا ہے اور سنتا ہے اور اس کی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتا حالانکہ یہ مضامین مجیبہ اللہ تعالیٰ اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ فکر کریں۔

ولا حاجة ان یفرض ترکب العقل فیه لان الجمال فیها ادراک کما ذکر اللہ تعالی فی آخر سورة الاحزاب فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان وقال تعالی فی سورة البقرة وان منها لما یشقق فیخرج منه الماء وان منها لما یهبط من خشیة اللہ (اور پہاڑ میں عقل کے وجود کو فرض کرنے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ پہاڑوں میں ادراک موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب کے آخر میں ذکر فرمایا ہے کہ پہاڑوں نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا اور سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور بعض پہاڑ ایسے ہیں جو پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے گرنے لگتے ہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ

وہ ایسا اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں غیب کا اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے وہ رحمن ہے وہ رحیم ہے وہ ایسا ہے

الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ

جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں' وہ بادشاہ ہے' بہت پاک ہے' باسلامت ہے' امن دینے والا ہے' عزیز ہے' جبار ہے' بڑی عظمت والا ہے

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ

اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں' وہ اللہ ہے جو پیدا کرنے والا ہے' وجود میں لانے والا ہے' صورتیں بنانے والا ہے' اچھے اچھے نام اسی کے ہیں

یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں سب اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں' وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

ع

اللہ تعالیٰ کے لئے اسمائے حسنیٰ ہیں جو اس کی صفات جلیلہ کا مظہر ہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی شان الوہیت بیان کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو لوگ اس کی ذات وصفات میں اور اس کی شان الوہیت میں جس کسی کو بھی شریک بناتے ہیں وہ ان شرک کرنے والوں کے شرک سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے اوّلاً عالم الغیب والشھادۃ فرمایا یعنی وہ غیب کی چیزوں کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں ظاہر ہیں اس کی مخلوق کے سامنے ہیں انہیں بھی جانتا ہے' غیب کے عام مفہوم میں سب کچھ آجاتا ہے جو چیزیں پیدا ہو کر پیدا ہو گئیں اور جو آئندہ وجود میں آئیں گی۔ ازل سے ابد تک اسے ہر چیز کا علم ہے' جو چیزیں وجود میں کبھی بھی آئیں گی۔ اسے ان کا بھی علم ہے اور جو چیزیں ممتنع الوقوع ہیں اسے ان کا بھی علم ہے۔ الشہادۃ کا مفہوم بھی عام ہے مخلوق کو جن چیزوں کا علم ہے اور جن چیزوں کا مخلوق کو علم نہیں وہ انہیں بھی جانتا ہے اور ان کے نہ جاننے کو بھی جانتا ہے

غرضیکہ ہر ممتنع اور ہر موجود اور ہر غیر موجود کا اسے علم ہے' جو علم اللہ نے کسی کو دے دیا اور جتنا دیدیا اسے اسی قدر مل گیا' حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو کچھ علم غیب دیا گیا وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہی ملا اور اتنا ہی ملا جتنا اللہ تعالیٰ نے دیا۔ کما قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشآء (الآیۃ) وقال تعالیٰ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول (الآیۃ)

ثانیاً صفت رحمۃ کو بیان کیا اور فرمایا ھو الرحمٰن الرحیم کہ وہ رحمٰن بھی ہے رحیم بھی ہے۔ مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رحمۃ سے مشتق ہیں چونکہ دونوں کے معنی میں مبالغہ ہے اسی لئے ترجمہ میں بھی مبالغہ کا خیال رکھا جاتا ہے اکثر علماء فرماتے ہیں' لفظ رحمٰن میں لفظ رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے دنیا میں بھی اس کی رحمت کا بہت زیادہ مظاہرہ ہوتا رہتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا بہت بڑا مظاہرہ ہوگا۔

ثالثاً الملک فرمایا ملک بادشاہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ حقیقی بادشاہ ہے' دنیا میں جو بادشاہ ہیں وہ سب اس کے بندے ہیں اور سب اس کی مخلوق ہیں وہ ملک الملوک یعنی سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے اور سارا ملک اسی کا ہے۔ سورۂ یٰس میں فرمایا فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون

رابعاً القدوس فرمایا' یعنی وہ ہر نقصان اور ہر عیب سے بہت زیادہ پاک ہے' یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

سلم مزوں کا مدغم بھی پھیر کر تین مرتبہ زبان کو اونچی آواز سے سبحان الملک القدوس پڑھا کرتے تھے اور القدوس کی دال کے پیش کو کھینچ کر پڑھتے تھے یعنی وہ زبان جو حرف مد ہے۔ اس کے مد کو مد طبعی سے زیادہ ادا کرتے تھے۔

خامساً السلام فرمایا یہ لفظ مصدر ہے علماء نے لفظ اسلام کے کئی معنی لکھے ہیں اول یہ کہ وہ باسلامت ہے ہر طرح سالم ہے اس کی ذات وصفات میں کبھی کمی نہیں آنے والی نہیں نے بعض حضرات نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے وہ سلامتی دینے والا ہے۔

سادساً المومن فرمایا اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ امن وامان دینے والا ہے دنیا میں اپنے بندوں کو امن وامان سے رکھتا ہے۔ اہل ایمان کے قلوب واطمینان عطا فرماتا ہے نیک بندوں کو قیامت کے دن اطمینان عطا فرمائے گا جس کے بارے میں لا یحزنھم الفزع الاکبر فرمایا یہ بھی فرمایا کہ یا عبادلا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون

بعض حضرات نے المومن کا یہ معنی بتایا ہے کہ اس نے اپنی مخلوق سے وعدہ فرمالیا ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ وقال صاحب الروح معناہ ھو الذی امن من الزوال الاستحالہ علیہ سبحانہ وتعالی وفی معناہ اقوال اخری (ذکرھا صاحب الروح)

سابعاً المھیمن فرمایا اس کے معنی ہے نگران اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی ساری مخلوق کا نگران اور نگہبان ہے قال صاحب الروح (ص ۴۹) ای الرقیب الحافظ لکل شیء مفیعل من الامن بقلب ھمزتہ ھاء والیہ ذھب غیر واحدثم استعمل بمعنی الرقب والحفیظ علی الشیء۔ (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اس کا معنی ہے نگران وہی لفظ مفیعل کے وزن پر ہے الامن سے ہے ہمزہ کو ہاء سے بدلا گیا متعدد حضرات کا قول یہی ہے پھر رقیب وحفیظ کے معنی میں استعمال ہونے لگا)

ثامناً العزیز فرمایا وہ غالب ہے زبردست ہے اس کے ارادہ سے اسے کوئی چیز روکنے والی نہیں وہ جو چاہے کرے اس کو ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ ہر طرح صاحب اقتدار ہے۔

تاسعاً الجبار فرمایا یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے جو جبر سے ماخوذ ہے بعض حضرات نے اس کو معروف معنی میں لیا ہے یعنی وہ بار بار اور قہر سے وہ اپنی مخلوق میں جو بھی تصرف کرنا چاہے کر سکتا ہے اسے کوئی بھی کسی تصرف سے روک نہیں سکتا۔

اور بعض حضرات نے اس کو مصلح کے معنی میں لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خرابیوں کو درست کرنے والا ہے ٹوٹی ہوئی چیزوں کو جوڑنے والا ہے۔ احوال کی اصلاح کرنے والے ہے۔

عاشراً المتکبر فرمایا یہ باب تفعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے الکامل فی الکبریاء اسی سے اوپر اس کا ترجمہ کیا ہے کہ وہ بڑی عظمت والا ہے۔ مخلوق کے لئے یہ لفظ بولتے ہیں تو یہ باب تفعل تکلف کے معنی میں ہوتا ہے اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ فلاں شخص بڑا بنتا ہے بڑائی اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے مخلوق کو بڑائی بگھارنا جائز نہیں اگر کسی مخلوق میں کوئی بڑائی ہے تو اللہ تعالیٰ سے ہے جس نے دی ہے اس کا شکر ادا کرے نہ یہ کہ اس کی مخلوق کو حقیر جانے اور اپنے کو بڑا سمجھے۔

سورۃ ابن تیمیہ پر ختم فرمایا

وللہ الکبریاء فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم

(اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحدامنھما ادخلتہ النار (رواہ مسلم)

یعنی کبریاء اور عظمت میری خاص صفت ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی منازعت کرے گا میں اسے دوزخ میں ڈال دوں گا۔

الحادی عشر: اَلْخَالِقُ پیدا کرنے والا

الثانی عشر: اَلْبَارِئُ پیدا کرنے والا

ان دونوں کلمات کا ترجمہ قریب قریب ہے بعض حضرات نے الخالق کا معنی بالکل صحیح ٹھیک اندازے کے مطابق بنانے والا کیا ہے اور البارئ کا معنی کیا ہے کہ وہ عدم سے وجود بخشنے والا ہے۔

علامہ قرطبی نے الخالق هاهنا المقدر والبارىء النشئى والمخترع (خالق یہاں مقدر کے معنی میں ہے اور بارئ کا معنی پیدا کرنے والا اور ایجاد کرنے والا) لکھا ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔

الخالق من الخلق واصله التقدير المستقيم ويستعمل بمعنى الابداع وايجاد شئ من غير اصل كقوله تعالى .خلق السماوات والارض وبمعنى التكوين كقوله عزوجل :خلق الانسان من نطفة وقوله بمعنى انه مقدره اوموجده من اصل اومن غير اصل. (خالق خلق سے ہے اس کا اصل معنی ہے صحیح طور پر مقرر کرنا پھر اس کا استعمال ابداع اور بغیر مادہ کے کسی شئی کو پیدا کرنے کے معنی میں ہونے لگا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ خلق السماوات والارض اور خلق تکوین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ خلق الانسان من نطفة (اس کے آخر میں ہمزہ ہے یعنی وہ ذات جس نے مخلوق کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ کسی قسم کے تفاوت سے بری ہے)

اس کے بعد البارئ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ الهمزة فى آخره اى الذى. الخلق احلق برئ من التفاوت.

اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ خالق کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے بالکل ابتداء بغیر کسی اصل کے پیدا فرمایا اور یہ بھی ہے کہ اس نے پہلے سے کوئی چیز پیدا فرمائی پھر اس سے کوئی چیز پیدا فرما دی ہو اور ٹھیک اندازہ کے مطابق پیدا فرمانے کا معنی بھی ہے اور بارئ کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ پیدا فرمایا وہ تفاوت سے بری ہے۔

الثالث عشر اَلْمُصَوِّرُ یعنی تصویریں بنانے والا اجسام کی جتنی بھی تصویریں ہیں وہ سب اللہ کی بنائی ہوئی ہوتی ہیں یہ سب اس کی قدرت کاملہ کے مظاہر ہے ہیں۔ سورۃ الانفطار میں فرمایا خلقك فسوّاك فعدلك فى اى صُوْرَةٍ مَّاشَآءَ رَكَّبَكَ

(جس نے تجھ کو پیدا فرمایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دیدیا)

پھر فرمایا لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (یعنی اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں)

جن اسماء وصفات پر یہ اسماء دلالت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ ان سے متصف ہے

سورۃ الاعراف میں فرمایا۔ وللّٰه الاسمآءُ الحسنى فادعوه بها

(اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں سو ان کے ذریعہ ان کو پکارو)

اور سورۃ الاسراء میں فرمایا۔

قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن ايّامّا تدعوا فله الاسمآءُ الحسنى

(آپ فرما دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو جس نام سے پکارو اس کے لئے اچھے اچھے نام ہیں)

صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں جو شخص انہیں اچھی طرح یاد کرلے گا۔ جنت میں داخل ہوگا۔

مزید تشریح وتوضیح کے لئے انوار البیان اور علامہ جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب الحصن الحصین اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کرلیں۔ سنن ترمذی میں ننانوے نام مروی ہیں اور سنن ابن ماجہ میں بھی ہیں ان میں بعض نام وہ ہیں جو سنن ترمذی کی روایت سے زائد ہیں یعنی ان میں سے بہت سے نام وہ ہیں جو سنن ترمذی میں مروی نہیں ہیں۔

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.

(سب چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں جو آسمان میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے)

فائدہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر سورۂ حشر کی یہ آخری تین آیات پڑھ لے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادے گا جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر اس دن مرجائے تو شہید مرے گا اور جو شخص شام کو یہ عمل کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادے گا جو اس پر صبح تک رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر وہ اس رات میں مرجائے تو شہید مرے گا۔ (ترمذی)

تم تفسیر انتهی سورة الحشر والحمد لله اولاً وآخراً وباطنا وظاهرا

☆☆☆ ... ☆☆☆

مدنی	سورۃ ممتحنۃ	۱۳ آیتیں ۲ رکوع

آیاتہا ۱۳ (۶۰) سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (۹۱) رکوعاتہا ۲

سورۃ ممتحنہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا

اے ایمان والو میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان کی طرف دوستی کرتے ہو اور جبکہ وہ حق کے منکر ہو چکے ہیں جو

بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ

تمہارے پاس آیا ہے وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے

خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِيْ ۣ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۚ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ

میرے راستہ میں اور میری رضا جوئی کرنے کیلئے تم ان کی طرف پیغام سے دوستی کی باتیں کرتے ہو اور میں ان باتوں کو خوب جانتا ہوں

وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا

جنہیں تم چھپاتے ہو اور تم میں سے جو شخص یہ کرے گا سو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا اگر وہ تمہیں پائیں تو تمہارے

لَكُمْ اَعْدَاۗءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْۗءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ

دشمن ہو جائیں اور تمہاری طرف برائی کیساتھ اپنے ہاتھوں کو اور اپنی زبانوں کو بڑھائیں۔ انہیں اس بات کی خواہش ہے کہ تم کافر ہو جاؤ۔ ہرگز نہیں نفع نہ دیں گی تمہاری

اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان جدائی فرما دے گا اور اللہ تمہارے سارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنے کی ممانعت!

ان آیات کا سبب نزول ایک واقعہ ہے جو حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:۔ انہوں نے اہل مکہ کو (جو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے دشمن

تھے) ایک خفیہ خط لکھا جس کا واقعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد ص ۴۲۲ اور کتاب المغازی ص ۵۶۷ ص ۸۸۶ اور کتاب التفسیر ص ۷۲۶ میں یوں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے اور زبیر اور مقداد کو (بعض روایات میں حضرت ابو مرثد غنوی کا نام بھی ہے) (یہ چاروں حضرات گھوڑا سوار تھے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا اور فرمایا کہ تم روانہ ہو جاؤ اور چلتے رہو یہاں تک کہ روضہ خاخ تک پہنچ جاؤ وہاں تمہیں مشرکین میں سے ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب کی طرف سے مشرکین کے نام ایک رقعہ ملے گا (شراح حدیث نے لکھا ہے کہ روضہ خاخ مدینہ منورہ سے بارہ میل کی مسافت پر ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ ہم گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ مقام مذکورہ تک پہنچ گئے وہاں دیکھا کہ ایک عورت اونٹ پر جا رہی ہے ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھا دیا اور رقعہ تلاش کیا تو اس کے پاس کہیں سے برآمد نہیں ہوا۔ ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلط نہیں فرمایا۔ اس کے پاس رقعہ ضرور ہوگا۔ ہم نے کہا کہ تیرے پاس جو رقعہ ہے وہ نکال کہنے لگی کہ میرے پاس کوئی رقعہ نہیں ہے۔ ہم نے ذرا زوردار طریقہ پر کہا پرچہ نکال ورنہ ہم تجھے ننگی کر دیں گے جب اس نے یہ انداز دیکھا تو اپنی کمر باندھنے کی جگہ پر سے اور بعض روایات میں ہے کہ اپنے سر کے بالوں میں مینڈھیوں سے پرچہ نکالا یہ پرچہ حاطب ابن ابی بلتعہؓ کی طرف سے مشرکین کے نام تھا جس میں مشرکین کو یہ خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم لوگوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اس پرچہ کو لے کر مدینہ منورہ واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ کو جب اس کے مضمون کا علم ہوا تو فرمایا کہ اے حاطب! یہ کیا بات ہے؟ حاطبؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں میں نے کفر اختیار کرنے اور مرتد ہونے کے لئے یہ پرچہ نہیں لکھا۔ بات یہ ہے کہ میں قریش میں مل جل کر رہتا تھا ان کا حلیف تھا خود قریشی نہیں تھا۔ آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجرین ہیں مکہ مکرمہ میں ان کی رشتہ داریاں ہیں جن کے ذریعہ ان کے اہل و عیال و اموال محفوظ ہیں۔ مجھے یہ بات پسند آئی کہ ان سے میرا کوئی سلسلہ نسب نہیں ہے تو ان پر ایک احسان ہی دھر دوں تاکہ وہاں جو میرے متعلقین ہیں ان کی حفاظت کا ایک بہانہ بن جائے۔

(تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ حضرت حاطب اصلاً یمن کے رہنے والے تھے (ص ۵۱ ج ۱۸)

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن ماروں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاطب نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے شرکاء بدر کے بارے میں فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری بخشش کر دی ہے اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے سورۂ ممتحنہ کی ابتدائی آیات یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ تک نازل فرمائیں۔ حضرت حاطبؓ نے جو عمل کیا وہ تو غلط تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وجہ سے ان کو کوئی سزا دینا مناسب نہیں سمجھا کہ وہ شرکاء بدر میں سے تھے جن سے سوچ اور فکر کرنے میں خطا ہو گئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جوش ایمانی کی وجہ سے یہ دھیان نہ رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فرما دیا کہ انہوں نے سچ کہا ہے کہ اس کے بعد انہیں منافق کہنے اور گردن مارنے کا موقع نہیں پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکاء بدر میں ان کے شریک ہونے کی فضیلت بیان فرمائی تو حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔

البدایہ والنہایہ (ص ۲۸۴ ج ۴) میں حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ کے خط کی عبارت بھی نقل کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب ان کا مواخذہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے نفاق سے یا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیانت کی وجہ سے یہ خط نہیں لکھا تھا یہ تو میں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو غالب فرمائے گا اور اپنے دین کو مکمل فرمائے گا لہٰذا میرے لکھنے نہ لکھنے سے کوئی فرق

نہیں پڑتا۔ ہاں اتنی بات ہے کہ میں جب مکہ میں تھا تو ان کے درمیان پردیسی تھا اور میری والدہ بھی وہیں ہیں' لہٰذا میں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان ہو جائے۔ یہ ان کی ایک سوچ تھی' جس کی وجہ سے یہ خط لکھ دیا جو سورۂ ممتحنہ کی آیات کے نزول کا سبب بن گیا اور آئندہ آنے والے مسلمانوں کے لئے تنبیہ ہوگئی' جب یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے عنقریب تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ کو غلبہ ہونا ہی ہونا ہے تو چند دن کے لئے اہل مکہ پر احسان دھرنے کی ضرورت ہی نہ تھی

اللہ جل شانہٗ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے دشمن کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ' دشمنوں کی طرف دوستی پھینکنا اور ان کو یہ بتانا کہ ہم تمہارے ہمدرد ہیں اور دوست ہیں (یہ شان ایمان کی خلاف ہے جو گناہ کے کام ہیں وہ ظاہراً کرو یا پوشیدہ کرو انہیں خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ ایسی حرکت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے جو بھی کوئی شخص ایسی حرکت کرے گا سَوَآءَ السَّبِیْلِ یعنی سیدھے راستے سے ہٹ جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا راستہ ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ جو فرمایا

یہ شرط ہے اس کی جزاء محذوف ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر تم اپنے وطن کو چھوڑ کر اس لئے آئے ہو کہ میری راہ میں جہاد کرو۔ میری مرضی کے طالب ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کی طرف دوستی مت پھینکنا' مشرکین کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے حق کا انکار کر دیا' کفر پر جمے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور تم لوگوں کو اپنے شہر سے نکال دیا جبکہ تمہارا کچھ بھی قصور نہ تھا' بس اتنی بات تھی کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے۔ یہ ایمان لانا اور مؤمن بندہ بننا کوئی عیب کی بات نہیں' جس کی وجہ سے کسی کو نکالا جائے ان کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے تمہیں شہر بدر کر دیا اور ان کی یہ دشمنی پوری نہیں ہوگئی' وہ ابھی تک تمہارے دشمن ہیں ان کا یہ حال ہے کہ اگر تم کو کہیں پالیں تو ان کی دشمنی ظاہر ہو جائے گی اور دست درازی بھی کریں گے اور زبان درازی بھی' تمہیں تکلیف پہنچانے کی اور قتل کرنے کی کوشش کریں گے اور ان کی یہ تمنا اور آرزو ہے کہ تم لوگ ایمان کو چھوڑ کر پھر کفر میں داخل ہو جاؤ یہ تو ان کا حال ہے اور تمہارا حال یہ ہے کہ چھپکے سے ان کی طرف دوستی ڈالتے ہو جو سراسر شان ایمان کے خلاف ہے۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

(قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گی)

یہ ایک عام مضمون ہے ہر مسلمان سے متعلق ہے۔ خصوصی طور پر یہاں اس سے اس لئے فرمایا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جو خط بھیجا تھا اس کی معذرت کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ میں نے اپنی رشتہ داریوں کی خاطر یہ خط بھیجا ہے تاکہ قریش مکہ پر میرا یہ احسان ہو جائے اور میرے اقربا کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ رشتہ داریوں کا تو خیال رہا اور یہ دھیان نہ رہا کہ رسول اللہ کی جاسوسی کر بیٹھے۔

سورۂ لقمان میں ارشاد فرمایا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا

(اے ایمان والو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی جانب سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا۔ اور سورۂ عبس میں فرمایا

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ۔ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ۔

(پھر جس وقت کانوں کو بہرا کر دینے والا شور برپا ہوگا ہر آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی

اولاد سے بھاگے گا ان سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو کسی اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا)

جب رشتہ داروں کا یہ حال ہوگا تو دوسرے لوگ کیا کام آسکتے ہیں جس دن انسان سب اوقات اور احوال سے زیادہ حاجت مند ہوگا سب ہی اس سے دور بھاگیں گے ان سے دوستی کرنا اور انکی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی جاسوسی کرنا ایمان کے صریح خلاف ہے۔

جاسوسی کا شرعی حکم: فائدہ: حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد میں باب فی حکم الجاسوس اذا کان مسلمًا قائم کیا ہے اور اس کے ذیل میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ لکھتے اس کے بعد فی الجاسوس الذمی اور اس کے بعد تیسرا باب فی الجاسوس المستأمن قائم کیا ہے۔

جاسوس مسلم، جاسوس ذمی، جاسوس مستأمن یہ تین قسم کے جاسوس ہوئے اور چوتھا جاسوس حربی ہے۔ جس سے کوئی معاہدہ نہ ہو ان چاروں قسم کے جاسوس کے بارے میں حضرات فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں شارح مسلم امام نووی نے فرمایا کہ جاسوس حربی تو بہر صورت قتل کر دیا جائے گا اور جو جاسوس معاہد اور ذمی ہے اس کے بارے میں حضرت امام مالک اور امام اوزاعی نے فرمایا کہ جاسوسی کی وجہ سے معاہدہ ٹوٹ جائے گا اب امام المسلمین اسے غلام بنا سکتا ہے اور قتل کی بھی اجازت ہے اور جمہور علماء کا فرمان ہے کہ اس کا معاہدہ منقوض نہیں ہوگا۔ ہاں اگر معاہدہ میں یہ شرط لگائی گئی تھی کہ جاسوسی کرے گا تو معاہدہ منسوخ ہو جائے گا تو پھر شخص معہد میں ثمار ہوگا اور جو شخص مسلمانوں میں سے جاسوسی کرے اس کے بارے میں امام شافعی اور امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ اور بعض مالکیہ نے فرمایا ہے کہ امام المسلمین اس کو جو چاہے تعزیر کے طور پر سزا دیدے اور اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ امام المسلمین اجتہاد کرے اپنی رائے کے مطابق عمل کرے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ

تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے۔ ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جس کو تم

وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا

اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم

حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ إِلَّا قَوْلَ إِبْرٰهِيْمَ لِأَبِيْهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ

اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم کی اتنی بات جو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھ کو خدا سے کسی کی بات

شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کا اختیار نہیں اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار آپ ہم کو کافروں کا

وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا

فتنہ بنائیے اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں بے شک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی جس شخص کے لئے نمونہ ہے جو

اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص روگردانی کرے گا سو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور مستحق حمد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ قابل اقتداء ہے اور کافر کے لئے استغفار ممنوع ہے

ایمان اور کفر کی ہمیشہ سے لڑائی رہی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے جو اپنی قوم سے اور اپنے باپ سے مباحثے ہوئے جگہ جگہ قرآن مجید میں مذکور ہیں ان باتوں سے ایک بات یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے بغیر کسی مداہنت کے اپنی قوم کے سامنے اعلان کر دیا کہ ہم تم سے اور تم اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت کرتے ہو اس سے بھی بیزار ہیں اس اعلان کے ساتھ یہ بھی اعلان کیا کہ ہم تمہارے منکر ہیں ہم تمہارے دین کو نہیں مانتے اور ہمارے تمہارے درمیان بغض ہے اور دشمنی ہے اور یہ دشمنی ہمیشہ رہے گی جب تک تم اللہ واحد لاشریک لہ پر ایمان نہ لاؤ۔

اہل ایمان کو اسی طرح کھلے طور پر اپنے ایمان کا اعلان کرنا چاہئے کافروں کے سامنے جھکنا اور ان سے ایسی ملاقات کرنا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ان سے دوستی ہے یا یہ کہ وہ بھی دین حق پر ہیں یا یہ کہ ہمارا دین کمزور ہے (العیاذ باللہ) یہ سب باتیں ایمان کے خلاف ہیں۔ ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کر دیں کہ ہم تم میں سے نہیں کافروں سے کسی قسم کی موالات و مداہنت کا معاملہ نہ کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنے باپ سے باتیں کی تھیں ان میں سے ایک یہ بات بھی تھی لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا اور ساتھ یہ بھی کہا تھا وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔

(میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں) یعنی ایمان قبول نہ کرو گے اور کفر ہی اختیار کئے رہو گے تو میں اللہ کے عذاب سے تمہیں نہیں بچا سکتا اس میں مغفرت کی دعا کا جو وعدہ کیا تھا اس کے مطابق انہوں نے دعا بھی کی تھی جس کا سورۂ شعراء میں ذکر ہے۔ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ان کو ایمان کی توفیق دے اور مغفرت فرما سورہ توبہ میں فرمایا ہے۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ۔

(جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے یعنی یہ یقین ہو گیا کہ کفر پر باپ کی موت ہو گی تو بیزاری ظاہر کر دی)

سورۂ ممتحنہ میں جو اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم اور ان کے ساتھی جو توحید اور اعمال صالحہ میں ان کے شریک حال تھے ان میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے سوائے اس بات کے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے استغفار کرنے کا وعدہ کیا۔ اس بات میں ان کا اسوہ نہیں ہے

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی دعا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہاں قولوا مقدر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کو حکم دیا ہے کہ یوں دعا کریں اے ہمارے رب! ہم نے آپ پر بھروسہ کیا اور آپ ہی کی طرف رجوع کیا اور آپ ہی کی طرف جانا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا دیجئے) یعنی انہیں ہمارے اوپر مسلط نہ کیجئے وہ ہمیں تکلیف نہ پہنچا سکیں۔

وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا. (اور ہماری مغفرت فرما دیجئے اے ہمارے رب!)

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (بے شک آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الایۃ)

یعنی حضرت ابراہیم اور ان کے اصحاب کے طرز عمل میں اس شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کے سامنے حاضر ہونے کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ

اور جو شخص روگردانی کرے گا سو اللہ بے نیاز ہے اور حمد کا مستحق ہے (جو بھی شخص کافروں سے موالات کرے گا ان کی طرف جھکے گا اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا وہ غنی ہے، بے نیاز ہے اور حمید بھی ہے ہمیشہ تعریف کا مستحق ہے)۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

عنقریب اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان دوستی پیدا فرما دے گا جن سے تمہاری عداوت ہے اور اللہ بڑی قدرت والا ہے اور اللہ بڑی مغفرت والا ہے

رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ

گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع کرتا ہے جنہوں نے

قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھر سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا سو یہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

ہجرت کرنے کے بعد وطن سابق کے لوگوں سے تعلق رکھنے کی حیثیت

جیسا کہ معلوم و معروف ہے جو حضرات ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے مکہ معظمہ میں ان کے رشتہ دار تھے جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا، طبعی طور پر مہاجرین کے دلوں میں اس کا احساس ہونا ممکن تھا کہ ان لوگوں سے تعلقات ٹوٹ گئے۔ (لیکن ایمان و کفر کے مقابلہ کی وجہ سے تعلقات ٹوٹنا بھی ضروری تھا) اوپر جن آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے ان میں سے پہلی آیت میں اہل ایمان کو تسلی دی ہے اور امید دلائی ہے کہ ایمان کی وجہ سے جن رشتہ داروں سے تعلقات ختم ہو گئے اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے اور ان کے درمیان مودت یعنی محبت پیدا فرما دے گا (یہ محبت اس طرح وجود میں آئے گی کہ جو لوگ اب تک مسلمان نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ اسلام کی توفیق دیدے گا) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کچھ لوگ فتح مکہ سے پہلے اور کچھ اس دن اور کچھ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے جس کی وجہ سے رشتہ داریوں کے

تعلقات استوار ہو گئے ابوسفیان بن حرب، حارث ابن ہشام، سہیل ابن ہشام، سہیل ابن عمرو، حکیم بن حزام مسلمان ہو گئے ان میں ابوسفیان وہ شخص ہیں جو مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کے لشکر کی قیادت کرتے تھے اور سہیل بن عمرو وہی شخص ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کے نمائندہ بن کر آئے تھے اور صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تھا۔

کافروں کو ایمان کی توفیق دینا ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دینا۔ اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے اس لئے آیت کے ختم پر فرمایا وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ (اور اللہ قدرت والا ہے) نیز وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بھی فرمایا جس میں یہ بتایا کہ کفار جب مسلمان ہو جائیں گے تو ان کا پچھلا سب معاف کر دیا جائے گا جب اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ معاف فرما دے گا تو اہل ایمان کو ان لوگوں سے تعلقات استوار کرنے کے بارے میں یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ یہ آدمی تو کل تک دشمن تھا آج دوستی کیسے کریں جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا ان میں دو قسم کے آدمی تھے اول وہ لوگ جنہوں نے نہ جنگ میں حصہ لیا اور نہ اہل ایمان کو نکالنے میں کوشش کی اور نہ اس سلسلہ میں مدد کی اور دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے مسلمانوں سے قتال بھی کیا اور مکہ سے نکالنے پر تل گئے اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی آیت کریمہ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ پہلے گروہ کے بارے میں اور اس کے بعد والی آیت اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ دوسرے گروہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ صاحب روح المعانی نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ پہلی آیت لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عورتوں اور بچوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ایمان سے متصف نہیں ہوئے تھے، اور حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے ایمان قبول کر لیا تھا مگر ہجرت نہیں کی مہاجرین و انصار کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے پرہیز کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے فرض کے تارک تھے اور بعض علماء نے فرمایا کہ ان کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ میں رہ گئے تھے ہجرت نہ کر سکے تھے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے آیت کا سبب نزول ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب مؤمن کافر دونوں فریق امن و امان سے رہنے لگے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی والدہ مدینہ منورہ آئیں کچھ اپنی ضرورت کا اظہار کیا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو مشرک عورت پر مال خرچ کرنے میں تامل ہوا لہٰذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال پیش کر دیا اور عرض کیا کہ میری والدہ آئی ہیں۔ ان کی طرف سے کچھ حاجت مندی ظاہر ہو رہی ہے کیا میں صلہ رحمی کے طور پر انہیں کچھ دے دوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں صلہ رحمی کرو۔ راوی حدیث حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا ہے کہ اس پر اللہ جل شانہٗ نے آیت کریمہ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری ص ۸۸۴ ج ۲)

صاحب روح المعانی نے بحوالہ مسند امام احمد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے یوں حدیث نقل کی ہے کہ قیلہ بنت عبدالعزیٰ اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس کچھ ہدیہ لے کر آئیں قیلہ مشرکہ تھیں۔ حضرت اسماءؓ نے ان کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور گھر میں بھی داخل نہ ہونے دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس خبر بھیجی کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر کے بتائیں۔ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا نازل فرمائی اور ہدیہ قبول کرنے اور گھر میں بلانے کی اجازت دے دی۔

آیت کریمہ میں واضح طور پر بتا دیا کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارے میں قتال کیا اور تم کو گھروں سے نکالا اور نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ کہ جو لوگ اس قسم کے کافروں سے دوستی کا تعلق رکھیں گے وہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنی جانوں کو مستحق عذاب بنانے والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ

پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کافروں کی طرف واپس مت بھیجو نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں

وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا

اور ان کافروں نے جو خرچ کیا ہو وہ ان عورتوں کے مہر میں سے ان کو دیدو اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہوگا کہ تم ان عورتوں سے نکاح کر لو جب کہ تم

بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ

ان کے مہر ادا کر دو اور تم کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں مت روکے رہو اور جو خرچ تم نے کیا ہو وہ تم کافروں سے مانگ لو اور جو خرچ کیا ہو وہ کافر مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ

اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں میں رہ جائے پھر تمہاری نوبت آجائے تو جن کی بیویوں کے ساتھ

ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

سے نکل گئیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دے دو اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو

مؤمنات مہاجرات کے بارے میں چند احکام

۶ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں معلوم ہوا کہ مشرکین عمرہ کرنے میں رکاوٹ ڈالنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں آپؐ نے تحقیق حال کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکین کے پاس بھیجا اور خود مقام حدیبیہ میں تشریف فرما ہو گئے حضرات صحابہؓ بھی آپؐ کے ساتھ وہیں ٹھہر گئے اہل مکہ نے سہیل بن عمرو کو بھیجا (وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) باتیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ آپس میں صلح کرنے پر راضی ہو گئے۔ دس (۱۰) سال کے لئے صلح ہو گئی جس کی تفصیل سورۃ الفتح کی تفسیر میں گزر چکی ہے ان دس شرطوں میں یہ بھی تھا کہ جو بھی کوئی شخص اہل مکہ میں سے مدینہ منورہ پہنچ جائے گا گرچہ مسلمان ہو کر آئے تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور جو شخص مسلمانوں میں سے مکہ پہنچ جائے وہ لوگ اسے واپس نہیں کریں گے ابھی صلح نامہ لکھا جا رہا تھا کہ خود سہیل بن عمرو کا بیٹا جس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں یکایک مسلمان ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے اسے بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا اس نے مسلمانوں سے کہا تم مجھے لے چلو واپس نہ ہونے دو مسلمانوں کی خواہش تھی کہ انہیں واپس نہ کریں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی سہیل سے کہا کہ اسے مجھے دے دو لیکن سہیل نہ مانا (جس کا قصہ طویل ہے) جب صلح نامہ کی کتابت ہو گئی تو

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی ہدی کے جانور ذبح کر دیئے اور حلق بھی کرا لیا حلال ہو گئے اور احرام سے نکل گئے۔

اس کے بعد کچھ عورتیں آ گئیں انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں ساتھ لے چلو اس موقع پر آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ (الآیۃ) اور اس کے بعد والی آیت وَاِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ نازل ہوئی پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! جب اپنے طور پر امتحان کر لو سو اگر تم جان لو کہ وہ مؤمن ہیں تو انہیں کافروں کی طرف مت واپس کرو یہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ مرد ان کے لئے حلال ہیں (اگرچہ زمانہ کفر میں وہ میاں بیوی تھے) جب کوئی عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے آ گئی تو سابق کافر شوہر سے اس کا نکاح ختم ہو گیا۔ معاہدہ میں جو شرط تھی کہ جو شخص اہل مکہ میں سے جائے گا اسے واپس کر دیا جائے گا اس کے عموم میں تخصیص کر دی گئی اور عموم الفاظ سے مؤمنات مہاجرات کا استثناء کر دیا گیا۔ اس طرح بھی اس معاہدہ کا کوئی اشکال نقض عہد کے بارے میں وارد نہیں ہوتا۔ خصوصاً جبکہ یہ بھی فرما دیا کہ کافروں نے مؤمن عورتوں پر جو خرچ کیا ہو وہ انہیں دے دو (جیسا کہ آئندہ ذکر آ رہا ہے)۔

اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ جب عورت مسلمان ہو گئی تو وہ ہمارے پاس نہیں رہ سکتی اور مسلمانوں میں چلی جائے گی اس سے جنگ کا خطرہ بھی نہیں پھر اوپر سے ہمارے خرچ کے ہوئے پیسے بھی مل رہے ہیں اس لئے انہوں نے عورتوں کو واپس کرنے کیلئے اصرار نہیں کیا۔

ان مؤمنات مہاجرات میں حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط بھی تھیں جب وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں تو ان کے خاندان والے حاضر ہوئے اور واپس کرنے کے لئے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واپس نہیں کیا۔

صاحب روح المعانی (ص ۷۶ ج ۲۸) نے سبیعہ بنت الحارث اسیمہ بنت بشر کا نام بھی لکھا ہے یہ حضرات ایمان لا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں ان کے خاندان والوں نے واپس کرنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے واپس نہیں کیا۔

وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا اور کافروں کی جو عورتیں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آ گئیں ان کے کافر شوہروں نے ان پر جو مال خرچ کیا تھا وہ مال ان کو دے دیں (یہ حکم خاص اسی وقت کے لئے تھا کیونکہ صلح حدیبیہ میں یہ بات داخل تھی کہ جو شخص اہل مکہ میں سے آپ کے پاس آئے گا اسے واپس کرنا ہوگا پھر اس میں مہاجرات مؤمنات کا استثناء کر دیا گیا تو حکم دیا گیا کہ ان کے سابقہ شوہروں کو اتنا مال دے دیا جائے جو انہوں نے خرچ کیا تھا)۔

اس وقت جو صلح کی تھی ایک سال کے اندر قریش مکہ کی طرف سے اس کی خلاف ورزی کر دی گئی جس کی بنیاد پر مکہ معظمہ فتح کیا گیا جب صلح ہوئی تو صلح کا اثر بھی ختم ہو گیا اگر اب کوئی عورت کافروں کے ملک سے مسلمان ہو کر مسلمانوں کے ملک میں آ جائے تو اسے واپس نہ کیا جائے اور اس کے شوہر کو یا حکومت کافرہ کو کوئی مال نہیں دیا جائے گا۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ.

(اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ ان ہجرت کر کے آنے والی عورتوں سے نکاح کر لو جبکہ تم ان کے مہر ادا کر دو)

اس میں ان عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی جو مسلمان ہو کر دار الحرب چھوڑ کر دار الاسلام میں آ گئیں چونکہ وہ مسلمان تھیں اس لئے دار الاسلام کے رہنے والے مسلمان احکام شرعیہ کے مطابق ان سے نکاح کر سکتے ہیں رہی یہ بات کہ اس عورت پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر عدت لازم نہیں ہے اور عدت گزارے بغیر کسی مسلمان

سے نکاح کر سکتی ہے اور حضرات صحابہ نے فرمایا کہ اس پر عدت لازم ہے اس کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی لیکن اگر ہجرت کر کے آنے والی عورت حاملہ ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(دیکھو ہدایہ باب نکاح اہل الشرک)

اذا آتیتموھن اجورھن جو فرمایا یہ جواز نکاح کی قید نہیں ہے بلکہ اس میں اصل مہر کا تذکرہ فرمایا ہے یعنی مہر مقرر کر دیا جائے پھر اسی وقت ادا کر دیا جائے یا اس کی ادائیگی کا وعدہ کر دیا جائے۔

ولا تمسکوا بعصم الکوافر (اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی نہ رکھو) یعنی تمہاری جو کافر بیویاں دار الحرب میں رہ گئی ہیں ان کا نکاح ختم ہو چکا اب سابق نکاح کے اثر کو باقی نہ سمجھو حتی کہ دار الحرب والی کافر بیوی کی کوئی بہن دار الاسلام میں ہو تو اس سے نکاح کر سکتے ہو۔

و سئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا

(اور تم نے جو کچھ خرچ کیا ہے وہ طلب کر لو اور انہوں نے جو کچھ خرچ کیا ہے وہ طلب کریں) یعنی جو عورت دار الحرب میں کافر رہ گئی اور مسلمان ہو کر دار الاسلام نہ آئی (جس کی وجہ سے نکاح ختم ہو گیا) اس عورت پر جو تم نے خرچ کیا تھا یعنی مہر وہ دار الحرب کے کافروں سے طلب کر لو۔

اور کافروں نے جو ان عورتوں پر خرچ کیا ہے جو تمہارے پاس مسلمان ہو کر آ گئیں وہ تم سے مانگ لیں یہ احکام مبنی صلح حدیبیہ سے متعلق ہیں بعد میں منسوخ کر دیئے گئے۔

ذلکم حکم اللہ (یہ اللہ کا حکم ہے) یحکم بینکم (وہ تمہارے درمیان فیصلے فرماتا ہے) واللہ علیم حکیم (اور اللہ علیم ہے حکمت والا ہے)۔

وان فاتکم (الآیۃ) اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں میں رہ جانے کی وجہ سے تمہارے ہاتھ سے نکل گئی یعنی تمہارے ذمہ اسی طرح کا کوئی حق کسی کافر کا نکل آئے۔ تو ان مسلمانوں کو جن کی بیویاں دار الحرب میں رہ گئیں اس قدر دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا یعنی تمہارے ذمہ جو کافروں کو ان کی سابق بیویوں کو مہر دینا واجب ہے (جو مسلمان ہو گئیں اور دار الاسلام میں آ گئیں) ان مسلمانوں کو دے دو جن کی بیویاں ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں اگر برابر سرابر ہے تو کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں اگر کمی بیشی ہو تو اس کو معاملات کے طور پر سوچ لیں یعنی جو کافر کا حق ہے وہ ادا کر دیں اور جو اپنا حق باقی ہے اس کا مطالبہ جاری رکھیں۔ یہ حکم بھی صلح حدیبیہ کے ساتھ مخصوص تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔

واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون (اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو) اس میں تمام احکام کی پابندی کا حکم ہے اور خلاف ورزی پر وعید کی طرف اشارہ فرما دیا۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ

اے نبی جب آپ کے پاس مؤمن عورتیں آئیں جو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی نہ چوری کریں گی

وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ

اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لے کر آئیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے تراشیں

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور یہ کہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی سو انہیں بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت چاہئے بلاشبہ اللہ مغفرت والا ہے رحم والا ہے۔

بیعت کے الفاظ اور شرائط کا بیان

صلح حدیبیہ کے اگلے سال مکہ معظمہ فتح ہو گیا۔ اہل مکہ تو ڈر رہے تھے کہ دیکھو ہماری زیادتیوں کے بعد ہمیں ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے لیکن حضور اقدس ﷺ نے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ پڑھ کر سب کچھ معاف فرما دیا اور کچھ افراد کے سوا عموماً اہل مکہ سب ہی مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں سے بھی عہد لیا اور عورتوں سے بھی عورتوں سے جو عہد لیا تھا وہ اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ عام طور پر جو عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے ان چیزوں پر عہد لیتے تھے اور زبانی بیعت فرما کر رخصت کر دیتے تھے۔ آیت بالا میں چھ چیزیں مذکور ہیں جن پر بیعت کرنے کا حکم ہے علماء نے بتایا ہے کہ گزشتہ آیت جو فَامْتَحِنُوْهُنَّ فرمایا ہے اس میں ان چیزوں پر عہد لینا مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ہجرت کر کے آنے والی عورتوں سے قسم لیتے تھے کہ وہ اپنے شوہر کے بغض کی وجہ سے آئی ہے اور نہ کسی مسلمان کے عشق میں مبتلا ہے اور نہ کسی سرزمین سے بے رغبت ہو کر آئی ہے اور نہ کوئی ایسی حرکت کی ہے جس کی وجہ سے مؤاخذہ کی مستحق ہو اور نہ دنیا کے لئے آئی ہے بلکہ محض اسلام میں رغبت کرنے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے آئی ہے جب وہ قسم کھا کر یہ بیان دے دیتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو مشرکین کی طرف نہیں لوٹاتے تھے اور مشرکین کی طرف سے مشرکین کو مہر میں جو کچھ اس پر خرچ ہوا ہو وہ دے دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤمن عورتیں ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو ان سے آیت کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ کے ذریعہ امتحان لیتے تھے جو چیزیں آیت کریمہ میں مذکور ہیں جب وہ ان کا اقرار کر لیتی تھیں تو اسی سے ان کا امتحان ہو جاتا تھا اس اقرار کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے جاؤ میں نے تمہیں بیعت کر لیا اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا آپ صرف زبان سے بیعت فرما لیتے تھے۔ (رواہ مسلم ص ۱۳۱ ج ۲)

آیت بالا میں جن چیزوں پر بیعت لینے کا ذکر ہے بظاہر چھ چیزیں ہیں پہلی پانچ چیزوں میں منفی پہلو بیان فرمائے ہیں جن میں یہ ہے کہ ایسا نہ کریں گی اور چھٹی چیز کے الفاظ بھی بظاہر نہی کے الفاظ ہیں لیکن ان کا عموم دین کے سب کاموں کو شامل ہے اور اس میں پورے دین پر چلنے کا عہد لیا گیا ہے۔

پہلا عہد اس بات کا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں گی۔

دوسرا عہد یہ ہے کہ زنا نہ کریں گی۔ تیسرا عہد یہ ہے کہ چوری نہ کریں گی۔

چوتھا عہد یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی (یہ عہد اس زمانے میں لینا ضروری تھا کیونکہ اہل عرب اس وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ ان کو کہاں سے کھلائیں گے اور لڑکی پیدا ہو جاتی تو شرماتے ہوئے منہ چھپاتے پھرتے تھے اور اسے زندہ دفنا دیتے تھے اس کا تذکرہ سورۂ اعراف اور سورۃ الاسراء اور سورۃ النحل میں گزر چکا ہے) اولاد کو قتل کرنے میں حمل گرانا بھی داخل ہے۔

پانچواں عہد یہ تھا کہ بہتان کی اولاد نہ لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے تراش لیں یعنی جھوٹ نہ بنائیں علماء نے

اس کے دو مطلب لکھے ہیں۔

اول یہ کہ زنا سے جو حمل ٹھہرا ہوا سے شوہر کی اولاد نہ بنائیں گی۔

دوم یہ کہ کوئی بچہ کہیں پڑا مل جائے تو اس کو اٹھا لیں اور شوہر سے کہیں کہ یہ میرا بچہ ہے جو تجھ سے پیدا ہوا ہے ایسا نہ کریں جس عورتوں کے تم درمیان میں رہتے ہیں ان عورتوں والا کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں۔ مثلاً شوہر ایک سال میں آیا اور بچہ زنا سے پیدا ہوا تو اس کو بتایا کہ اس کا حمل تم سے قرار پایا تھا۔

چھٹا عہد جو عورتوں سے لیا جاتا تھا وہ یہ ہے کہ کسی معروف کام میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی لفظ معروف میں ہر وہ چیز داخل ہے جسے مسلمان آدمی کو اپنی زندگی میں اپنانا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو بھی حکم فرمائیں درجہ فرض واجب میں ہو یا درجہ مستحب و تحسین میں مؤمن مرد اور عورت کو اس پر عمل کرنا ایمان کا اہم تقاضا ہے حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی آپ نے آیت کریمہ اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا تلاوت فرمائی اور ہمیں کسی کے مرجانے پر نوحہ کرنے سے منع فرمایا (صحیح بخاری ص ۱۷۱ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں عید الفطر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ پڑھا خطبہ سے فارغ ہو کر آپ مردوں کی صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے عورتوں کے پاس تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت بلال بھی تھے آپ نے ان کے سامنے پوری آیت یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ تم سب اس پر قائم ہو؟ عورتیں خاموش رہیں صرف ایک عورت نے کہا کہ ہاں اہم اس پر قائم ہیں اس کے بعد آپ نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا حضرت بلال نے کپڑا پھیلا دیا عورتیں اس میں اپنی انگوٹھیاں ڈالتی رہیں۔ (صحیح بخاری ص ۱۳۳ ج ۱)

جن چیزوں کا عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت کرتے وقت لیتے تھے ان امور کا مردوں سے بھی عہد لینا ثابت ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ چند صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آس پاس موجود تھے آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گے اور چوری نہ کرو گے اور زنا نہ کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور کوئی بہتان کی چیز نہ لاؤ گے جسے تم اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے تراش لو اور معروف میں نافرمانی نہ کرو گے سو جو شخص ان چیزوں کو پورا کرے گا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جس شخص نے خلاف ورزی کر لی اور دنیا میں اس کی سزا دی گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جس شخص نے کوئی خلاف ورزی کی پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے معاف فرما دے اور اگر چاہے عذاب دے راوی نے روایت نقل کر کے حضرت عبادہ نے فرمایا کہ ہم نے ان باتوں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کر لی۔ (صحیح بخاری ص ۷ ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں سے بھی یہ عہد لیا کہ کوئی بہتان نہ لاؤ گے جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے تراش لیا الفاظ عورتوں کی بیعت میں بھی مذکور ہیں وہاں اس کے دو معنی بتائے ہیں ایک یہ کہ کوئی پرایا بچہ اٹھا کر اپنے شوہر کے ذمہ نہ لگائیں اور دوسرا معنی یہ کہ زنا کی اولاد کو شوہر کی اولاد نہ بنائیں۔ چونکہ یہ بات مردوں سے متعلق نہیں ہے اس لئے اس حدیث کی تشریح میں شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ کسی پر تہمت نہ تراشیں اور بہتان نہ باندھیں اور ہاتھ پاؤں کا ذکر اس سے فرمایا کہ اکثر گناہ انہیں سے وجود میں آتے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ مابین الایدی والارجل (ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان) سے قلب مراد

سے کیونکہ زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے۔ لہٰذا بہتان وافترا کو قلب کی طرف منسوب کیا گیا۔ (از روح المعانی ج ۲۸ ص ۳۰)

الفقرکی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اگر عورتوں کے بارے میں بھی یہی مطلب لیا جائے اور التقیط (گرے پڑے بچے) اور زنا کی اولاد کو شوہر کے ذمہ لگانے کو بطور مثال سمجھا جائے تو یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ ایک ہی سیاق میں واقع ہونے والے الفاظ کے معانی بیان کرنے میں تشتت نہ ہو۔

حضرت امیمہ کی روایت جو اوپر نقل کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت سرور عالم ﷺ نے عورتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ کسی میت پر نوحہ نہ کریں گی۔ یعنی رونے پیٹنے والا کام نہ کریں گی (جو اعزہ واقربا کی موت پر کیا کرتی ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ بیعت لینے میں صرف انہی چیزوں پر انحصار نہیں ہے۔ جو آیت شریفہ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ میں مذکور ہیں بلکہ بیعت کرنے والے کے حال اور احوال کے اعتبار سے بیعت کرنے کی چیزوں میں حسب موقعہ اضافہ کر دیا جائے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان شرطوں پر بیعت کی کہ آسانی اور سختی میں خوشی اور ناگواری میں آپ کی فرمانبرداری کریں گے اور اس بات پر بھی بیعت کی کہ تمہارے اوپر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی تو اس میں بھی فرمانبرداری کریں گے اور اس بات پر بھی بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور اس بات پر بھی بیعت کی کہ امراء سے جھگڑا نہیں کریں گے ہاں اگر تم دیکھو کہ امراء کھلم کھلا کفر میں مبتلا ہوئے ہیں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہو تو امراء سے منازعت کرنے کا موقع ہوگا۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۵۳ ج ۲)

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ.

(اور آپ (ﷺ) ان عورتوں کے لئے اللہ سے استغفار کیجئے)

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ.

(بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ

اے ایمان والو! اس قوم سے دوستی نہ کرو جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو وہ لوگ آخرت سے ایسے مایوس ہو گئے ہیں

مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

نا امید ہو گئے جو قبروں میں ہیں۔

(۶۰) الصف

اہل کفر سے دوستی نہ کرنے کا دوبارہ تاکیدی حکم

شروع سورت میں اور درمیان سورت میں کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت کا تذکرہ تھا یہاں اس آیت میں خصوصی طور پر یہودیوں سے دوستی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے یوں تو تمام کافروں پر اللہ کا غضب ہے لیکن بعض آیات میں چونکہ یہودیوں کے مغضوب علیہم ہونے کا خصوصی تذکرہ فرمایا ہے۔

(کما فی سورۃ البقرہ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ وکما سورۃ آل عمران وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ)

... بعض مفسرین نے یہاں قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ سے یہودیوں کو مراد لیا ہے۔ مفسر قرطبی نے لکھا ہے کہ بعض فقراء مسلمین یہودیوں و منافقین کی خبریں پہنچا دیتے تھے اور کچھ پھل مل جاتا تھا اس آیت میں ان کو منع فرما دیا اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ قَوْمًا غضب اللہ علیہم سے یہود و نصاریٰ دونوں قومیں مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ منافق مراد ہیں، درحقیقت عموم الفاظ میں تمام کافروں کو مراد لینے کی گنجائش ہے۔

قد ینسوا من الاخرۃ

یہ قوم غضب اللہ کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو کافر مر گئے قبروں میں چلے گئے اب دنیا میں آنے سے اور کسی طرح کی خیر ملنے سے ناامید ہو گئے اسی طرح یہ لوگ بھی ہیں جن پر غصہ ہوا آخرت سے ناامید ہو گئے یا ایمان قبول نہیں کرتے اور آخرت کو نہیں مانتے ان کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ان کے عقیدہ میں قیامت نہیں ہوگی اور میدان حشر میں حاضر نہیں ہوں گے جب ان کا یہ حال ہے تو ایسے لوگوں سے دوستی کرنے کا کیا موقع ہے۔

ھذا اذا کانت "من" بیانیۃ کما اختارہ جماعۃ واختار ابوحیان کونھا لابتداء الغایۃ والمعنی ان ھؤلاء القوم المغضوب علیھم قد ینسوا من الاخرۃ کما ینسوا من موتاھم أن یبعثوا ویلقوھم فی دار الدنیا وھو مروی عن ابن عباس والحسن وقتادۃ فالمراد بالکفار اولئک القوم ووضع الظاھر موضع ضمیرھم تسجیلا لکفرھم واشعارا بعلۃ یاسھم (راجع روح المعانی ص ۸۳ ج ۲۹)

(یہ تب ہے جبکہ "من" بیانیہ ہو جیسا کہ ایک جماعت نے اسے ترجیح دی ہے اور ابوحیان کے ہاں یہ پسندیدہ تر ہے کہ من ابتداء غایت کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ مغضوب علیہم قوم آخرت سے ایسے مایوس ہے جیسے یہ اپنے مردوں کے اٹھنے اور دنیا میں ان سے ملنے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت حسن سے مروی ہے اور حضرت قتادہ سے بھی اور کفار سے مراد یہی قوم ہے اور ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لا کر ان کے کفر کی تخصیص اور ان کی مایوسی کی علت بتلانے کے لئے رکھا گیا ہے۔) (راجع روح معانی صفحہ ۸۳ ج ۲۹)

اور صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں کہ چونکہ جس آیت یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم آپ اور اس کی نبوت کو اور اسی طرح مخالف نبی کے کافر اور خیانتی ہونے کو خوب جانتے ہیں وہ محض حسد کی وجہ سے اتباع نہ کرتے تھے اس لئے ان کو دوں سے یقین تھا کہ ہمدردی نہیں ہیں مشیخی کے مارے خواہ اس کے خلاف کرتے ہوں پس حاصل یہ ہوا کہ جن کی مراد ایسی مسلم ہے کہ وہ خود بھی اس کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اپنے مرادیوں سے تعلق رکھنا کیا ضرور ہے؟ اور یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جو مراد اشد درجہ کا نہ ہو اس سے دوستی جائز ہے جواز دوستی سے تو مطلق خلاف ہے مگر اس صفت سے وہ عدم جواز اور شدید ہو جائے گا اور شاید تخصیص یہود کی اس جگہ اس سے ہو کہ مدینہ میں یہود زیادہ تھے اور وہ سب کے شریر مفسد بھی بہت تھے۔ انتہی

تم تفسیر سورۃ الممتحنۃ وانتھی والحمد للہ اولاً واخرا

☆☆☆ ... ☆☆☆

مدنی	سورۃ الصف	۱۴ آیتیں ۲ رکوع

آیاتہا ۱۴ (۶۱) سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۹) رکوعاتہا ۲

سورۃ الصف مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں چودہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ

اللہ کی تسبیح بیان کی ان چیزوں نے جو آسمان میں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔ اے ایمان والو تم وہ بات کیوں

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ

کہتے ہو جسے نہیں کرتے اللہ کے نزدیک بڑی ناراضی کی بات ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جن پر عمل نہ کرو۔ بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○

جو اس کی راہ میں صف بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایسی عمارت ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے

جو کام نہیں کرتے ان کے دعوے کیوں کرتے ہو

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ ہم چند صحابہ بیٹھے ہوئے تھے آپس میں ہم نے (اچھے) اعمال کا تذکرہ کیا اور ہم نے کہا کہ اگر ہمیں پتہ چل جاتا کہ کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم اس عمل کو اختیار کر لیتے۔ اس پر اللہ جل شانہ نے سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ نازل فرمائی۔ (سنن الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الصف)

اور معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جب صحابہؓ نے کہا کہ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل کیا ہے تو ہم اس عمل کو اختیار کر لیتے اور ہم اپنے جان و مال خرچ کرتے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ نازل فرمائی پھر قریب ہی میں غزوۂ احد کا واقعہ پیش آ گیا۔ جب اس میں ابتلا ہوا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ نازل فرمائی کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے کرتے نہیں بعض حضرات نے فرمایا کہ جب شہداء بدر کا ثواب سنا تو صحابہؓ نے کہا کہ اگر آئندہ ہم کسی جہاد کے موقع پر حاضر ہوئے تو پوری قوت کے ساتھ جنگ کریں گے پھر اگلے سال جب

غزوۂ احد کا موقع آیا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا یہ وہ بات کیوں کہتے ہو جسے کرتے نہیں ہو۔

روح المعانی میں ابن زید سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو وہ مسلمانوں سے وعدے کیا کرتے تھے کہ ہم مدد کریں گے پھر ساتھ نہیں دیتے تھے۔

مفسر قرطبی نے ایک اور بھی قصہ لکھا ہے (ص ۸ ج ۱۸) وہ یہ کہ ایک شخص مسلمانوں کو بہت ایذا دیتا تھا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ قتل تو کیا انہوں نے لیکن ایک آدمی نے اس عمل کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور خدمت عالی میں جا کر عرض کیا کہ فلاں شخص کو میں نے قتل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے قتل کی خبر سے خوشی ہوئی اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہما نے حضرت صہیب کو توجہ دلائی کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر کیوں نہ دی کہ میں نے قتل کیا ہے دوسرے شخص نے اسے اپنی طرف منسوب کر لیا۔ (اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غلط خبر دیدی) اس پر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحیح صورت حال بتادی۔ اس پر آیت کریمہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ نازل ہوئی جس میں غلط خبر دینے والے آدمی کو تنبیہ فرمادی۔

آیت کریمہ کا سبب نزول اگر وہ سب امور ہوں جن کا مذکورہ بالا روایات میں تذکرہ کیا گیا ہے تو اس میں کچھ بُعد نہیں ہے' آیت میں مسلمانوں کو جو عمومی خطاب فرمایا ہے' سب کو اس میں غور کرنا لازم ہے۔ ہر شخص آیت کے مضمون کو سوچے اور اپنی جان پر نافذ کرے اور یہ دیکھے کہ زندگی میں کیا کیا جھول جھال ہیں اور قول و فعل میں جو یکسانیت ہونی چاہئے وہ ہے یا نہیں' ہر مسلمان ایمان کے تقاضے پورے کرے' اللہ تعالیٰ سے جو وعدے کئے ہیں ان کو پورا کرے' جو نذر کرے اسے پوری کرے' جس کسی سے جو وعدہ کرے اسے بھی پورا کرے۔ (بشرطیکہ گناہ کا وعدہ نہ کیا ہو' گناہ کا وعدہ کرنا بھی گناہ اور اسے پورا کرنا بھی گناہ ہے) جو کوئی بھی کام خیر کا نہ کیا ہو اسے اپنی طرف منسوب نہ کرے' لوگوں کے سامنے دینی باتیں کرے اور امر بالمعروف والی آیات اور احادیث پڑھ کر سنائے اور اس پر خود بھی عمل کرے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ (اللہ کے نزدیک یہ ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی ہر شخص کو کوشش کرے اور اپنے قول اور فعل میں یکسانیت رکھے۔

ان خطباء کی بدحالی جن کے قول و فعل میں یکسانیت نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی اس رات میں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں میں نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہیں اور یہ لوگ کتاب پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۸)

واضح رہے کہ آیت کریمہ کا مضمون یہ ہے کہ اپنے قول و فعل میں یکسانیت رکھو جو بات کرو تمہارا اپنا عمل بھی اس کے مطابق ہو' اس میں دعوت و تبلیغ' امر بالمعروف و نہی المنکر بھی آ گیا۔

آیت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ عمل نہیں کرتے تو دینی باتیں بھی نہ کرو' بلکہ مطلب یہ ہے کہ خیر کی باتیں بھی کرو اور ان پر عمل بھی کرو' یہ بات اس لئے واضح کی گئی کہ بہت سے وہ لوگ جو بے عمل ہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے اور یوں کہتے ہیں کہ جب ہم عمل نہیں

کرتے تو ہم تبلیغ کرکے گناہ گار کیوں بنیں یعنی کہ سورۃ الصف کی مخالفت کیوں کریں'

یہ ان لوگوں کی جہالت اور نفس کی شرارت ہے۔

قرآن کریم نے یہ تو نہیں فرمایا کہ نہ حق کہو نہ عمل کرو' قرآن کریم کا مطلب تو یہ ہے کہ دونوں عمل کرو' یہ بھی سمجھانا چاہئے کہ احکام شرعیہ پر چلنے کا مستقل حکم اور حق بات کہنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کا مستقل حکم ہے۔

ایک حکم چھوٹ ہوا ہے تو دوسرے حکم کو چھوڑ کر گناہ گار کیوں ہوں۔ جس جس موقع پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرمان انجام دینے کا حکم ہے اسے پورا کریں' دونوں حکموں کو چھوڑ کر دوہرے گناہگار کیوں ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

کلکم راعٍ وکلکم مسئولٌ عن رعیتہ.

کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان کے بارے میں سوال ہوگا جن کی نگرانی سپرد کی گئی ہے۔ (رواہ البخاری ص ۸۳ ج ۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان**

(تم میں سے کوئی شخص منکر یعنی خلاف شرع کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے بدل دے۔ سو اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے سو اگر زبان سے بدلنے کی طاقت نہ ہو تو دل سے بدل دے۔ (یعنی دل سے خلاف شرع کام کو برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (رواہ مسلم ص ۵۱ ج ۱)

اس حدیث میں ہر شخص کو برائی سے روکنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ بھی کرو اور عمل بھی کرو۔ آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نہ عمل کرو نہ تبلیغ کرو۔

مجاہدین اسلام کی تعریف وتوصیف: پھر جہاد کرنے والوں کی تعریف فرمائی۔ **اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ.**

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر قتال کرتے ہیں' گویا کہ مجموعی حیثیت سے سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں' جس میں سیسہ پگھلایا گیا ہو۔ اس سے جہاد کرنے اور جم کر لڑنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

(بعض مرتبہ صف سے نکلنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے جب دشمن کے افراد **ھل من مبارز** کہہ کر مسلمان کو مقابلہ کی دعوت دیں۔ یہ کبھی کبھار اور تھوڑی دیر کو ہوتا ہے اصل جنگ وہی ہے جس میں صف بنا کر جم کر اور ڈٹ کر لڑا جائے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا

(اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم تم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں' پھر جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی

اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ

رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا اور جبکہ عیسیٰ ابن مریم نے بتایا کہ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ

بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں مجھ سے پہلے جو توراۃ ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو رسول آئے گا

يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اس کی خوشخبری دینے والا ہوں جس کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں جب وہ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے جو نبی تھے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان کہ ہم اللہ کے رسول ہیں

پہلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا "تم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں" اللہ کے رسول کی تعظیم اور احترام ہونا چاہئے۔ اور ایذا دینا اس کے بالکل خلاف ہے۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو طرح طرح سے ایذا دی جس کا تذکرہ سورۃ البقرہ میں گزر چکا ہے اور سورۂ احزاب کے آخری رکوع میں بھی اس کا ذکر ہے۔

اسی کو سمجھایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت کرو ایذا مت دو لیکن بات ماننے اور حق قبول کرنے کو تیار نہ ہوئے اسی کو فرمایا

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ.

(پھر جب وہ حق سے ہٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو حق سے ہٹا دیا)

مگر انہوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتے حق پہنچنے اور بار بار سمجھانے کے باوجود حق پر نہیں آتے جب باطل پر ہی جمے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس ضد اور عناد اور سخت کی وجہ سے محرومیت کی مار پڑتی ہے پھر انہیں حق قبول کرنے کی توفیق نہیں ہوتی یہ ان کا برا برتاؤ فرمانی کو ہی اختیار کرتے چلے جاتے ہیں اور فرمانبرداری کو اختیار نہیں کرتے اور اپنے دلوں میں ہدایت کو جگہ دینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتے۔

آیت کے ختم پر فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

کہ اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(اراءۃ الطریق) یعنی راہ حق دکھانے کے بعد انہیں قبول حق کی توفیق نہیں دی جاتی۔

دوسری آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ یقین جانو میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں تمہارے پاس جو پہلے سے کتاب یعنی توراۃ ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میرے بعد میں رسول (ﷺ) کی آمد ہوگی ان کی آمد کی خوشخبری دیتا ہوں اور ان کا نام احمد ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے بہت سی باتیں کیں، انہیں توحید کا سبق دیا، شرعی احکام سکھائے لیکن ان میں سے چند ہی لوگوں نے بات مانی جنہیں حواری کہا جاتا ہے اکثر بنی اسرائیل ان کے دشمن ہو گئے اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے قتل تو نہ کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوپر اٹھا لیا جیسا کہ سورۃ النساء میں رکوع ۲ میں بیان فرمایا لیکن بعد میں بعض یہودیوں کے ورغلانے اور بہکانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا عقیدہ بنا لیا جیسا کہ سورۃ المائدہ اور سورۂ توبہ میں بیان ہو چکا ہے یہ لوگ

آج تک اسی عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں۔

نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہیں: آیت بالا میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نقل کیا ہے اس میں ایک بات تو یہ ہے کہ میں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں ان کی یہ بات انجیل متی میں بھی لکھی ہے جسے نصاریٰ پڑھتے پڑھاتے اور پھیلاتے ہیں تحریف اور تبدیل کے باوجود اب تک اس میں یہ موجود ہے کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں نہ جانا بلکہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیوں کی طرف جانا (انجیل متی باب ۱۰) نیز یہ بھی فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (انجیل متی باب نمبر ۱۵)

یہ نصاریٰ نے جو دنیا بھر میں اپنے مشن قائم کر رکھے ہیں اور اپنے بنائے ہوئے دین شرک کو پھیلاتے ہیں اور اس میں اپنے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہیں' جنہوں نے فرمایا تھا کہ میں صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں اور تم کسی اور شہر کی طرف نہ جانا۔

اپنے دعوے کے مطابق یہودی بنی اسرائیل ہیں وہ تو اپنے دینی معاملے میں نصاریٰ کو پاس پھٹکنے ہی نہیں دیتے بلکہ اپنی مکاریوں سے سیاست باطلہ میں نصاریٰ کو استعمال کر لیتے ہیں اور نصاریٰ اپنے رسول کے خلاف غیر قوموں میں اور خاص کر مسلمانوں میں شرکیہ مذہب کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں اور مال کا لالچ دے کر شرکیہ دین کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دین حق کو پھیلانے کے لئے لالچ نہیں دیا جاتا جو لوگ اپنے مذہب کو ثابت کرنے میں دلیل سے عاجز ہیں وہ لوگ کھانے پینے کی چند چیزیں تقسیم کر کے غیر قوموں کو قریب کرتے ہیں پھر اپنا دین شرک سکھلاتے ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشارت دینا میرے بعد احمد نامی ایک رسول آئیں گے: دوسری بات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ ایک ایسے رسول کی بشارت دے رہا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہوگا' اس میں انہوں نے اپنے بعد آخر الانبیاء احمد مجتبیٰ ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعدد نام ہیں' آپ نے فرمایا کہ میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور ماحی ہوں۔ میرے ذریعہ اللہ کفر کو مٹائے گا اور حاشر ہوں اللہ تعالیٰ لوگوں کو میرے قبر سے نکلنے کے بعد قبروں سے نکالے گا اور میں عاقب بھی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (رواہ مسلم ص ۲۶۱ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں عیسیٰ بن مریم سے قریب تر ہوں۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی تمام انبیاء کرام آپس میں ایسے ہیں جیسے باپ شریک بھائی ہوں اور میں مختلف ہوں ان سب کا دین ایک ہی ہے (یعنی توحید اور رسالت اور وقوع قیامت پر ایمان لانا) آپ نے مزید فرمایا کہ ہمارے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (رواہ مسلم ص ۲۶۵ ج ۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی تھی وہ ان کے ماننے والے راہبوں میں مشہور تھی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو متعدد راہبوں میں سے (جن کے پاس یکے بعد دیگرے وقت گزارا) آخری راہب نے نبی اکرم کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی جو ان کے درمیان آپس میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی چلی آ رہی تھی۔ اسی لئے وہ مدینہ منورہ میں آ کر بس گئے تھے اور اس راہب نے سرور عالم ﷺ کی جو علامات بتائی تھیں وہ علامات دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے جس کی تفصیل ہم سورۂ اعراف کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں۔

تورات وانجیل میں خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت: نزول قرآن کے وقت بھی یہود ونصاریٰ توریت اور انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آنے کی خبر پاتے تھے جیسے سورۂ اعراف کی آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ میں بیان فرمایا ہے۔

موجودہ انجیلوں میں (جن میں نصرانی بہت کچھ ادل بدل کر چکے ہیں) بھی آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ قرآن مجید کی تصریح کے بعد کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی بشارت دی تھی اس کی تصدیق کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں ہے قرآن کا فرمان ہی کافی ہے تاہم نصرانیوں پر خود انہی کی کتاب سے حجت قائم کرنے کے لئے انجیل یوحنا کی یہ عبارت پڑھ لینا ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (۱۴۔۱۵۔۱۶) اور فرمایا "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا"۔ (۱۶/۷) (یہ ترجمہ "بائبل فور دی ورلڈ امریکہ (Bibles for the World Usa) کی طرف سے ۱۹۹۰ء میں اردو کلام کے نام سے شائع ہوا۔)

لفظ فارقلیط کے بارے میں ضروری وضاحت: ہم نے بلفظ نصاریٰ کا پانچواں ترجمہ اور فضل پانچ ہے۔ تینوں عبارتوں میں جو لفظ مددگار آیا ہے یہ لفظ "فارقلیط" کا ترجمہ کیا گیا ہے جو انجیلوں کے پرانے ایڈیشنوں میں پایا جاتا تھا اس لفظ کا ترجمہ "احمد" سے معنی کے قریب تر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبرانی زبان بولتے تھے۔ آپ کے فرمان کا یونانی میں ترجمہ کیا گیا الفاظ بدل گئے تین مفہوم باقی رہا جب نصاریٰ نے دیکھا کہ ان الفاظ سے ہم پر حجت قائم ہوتی ہے تو انہوں نے فارقلیط کا لفظ چھوڑ کر اس کی جگہ "مددگار" کا ترجمہ کر دیا۔ اصل لفظ پیرکلوطوس تھا جس کا معنی محمد اور "احمد" کے قریب ہے۔ سیدنا محمد ﷺ کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک پیشن گوئی دوسرے الفاظ میں دی ہے جو انجیل یوحنا کے سولھویں باب میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے "لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اور اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ یہ پیشن گوئی پوری طرح سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے۔

یہود ونصاریٰ اپنی کتابوں کی تحریف میں مہارت رکھتے ہی ہیں انہوں نے لفظ پیرکلوطوس کا ترجمہ کبھی مددگار اور کبھی شافع کر دیا لیکن ان کی تغیر اور تحریف سے ان کو کفر پر جمے رہنے کے بارے میں کچھ فائدہ نہ پہنچا کیونکہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احمد بھی تھے محمد بھی تھے اور اپنے صفات کے اعتبار سے معین اور مددگار بھی تھے اور روز محشر میں اہل ایمان کے شافع ہوں گے پھر نصاریٰ سے یہ بھی سوال ہے کہ اگر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مصداق نہیں ہیں تو کون شخص ہے جس کی انہوں نے بشارت دی تھی اگر کٹ حجتی کے طور پر کسی شخصیت کا نام جھوٹ موٹ پیش کر دیں تو ان سے یہ سوال ہے کہ اگر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اس بشارت کا مصداق ہو چکا تھا تو یہود ونصاریٰ نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت کے کیوں منتظر تھے اور جب آپ کی بعثت ہو گئی تو نصرانی بادشاہوں اور راہبوں نے اسی بشارت کے مطابق جوان کے یہاں چلی آرہی تھی آپ کو کیوں اللہ کا رسول تسلیم کیا، شاہ روم ہرقل اور ملک حبشہ کا قصہ مشہور ہی ہے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو ایک راہب نے کہا تھا اب نبی آخر الزماں کا انتظار کرو نجران کے نصاریٰ آئے وہ بھی قائل ہو کر چلے گئے اور یہ بھی سب پر واضح ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یہود و نصاریٰ کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مصداق کے لئے کسی شخص کی نہ تلاش ہے اور نہ انتظار ہے مزید تشریح اور توضیح کے لئے اظہار الحق عربی از مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور اس کا اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک کا مطالعہ کیا جائے۔

جھوٹے مدعی نبوت کی گمراہی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد جس نبی کے آنے کی خبر دی تھی اس کا نام احمد بتایا اور اس رسول کی بعثت ہوگئی جس کے بارے میں قرآن کریم نے بتایا وہ خاتم النبیین ہے اور خود صاحب رسالت ﷺ نے بھی فرمادیا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی لیکن غیر منقسم ہندوستان میں بعض جھوٹے مدعیان نبوت نے آیت شریفہ کا مصداق اپنے آپ کو بنادیا آیت کے مضمون میں تحریف کردی۔ دعوائے نبوت سے بھی یہ شخص کافر ہوا اور سورۃ الصف کی آیت میں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا اس کی تحریف سے بھی کافر ہوا اور سورۃ الصف میں جو احمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کی بشارت دی اپنی ذات کو اس کا مصداق قرار دے کر بھی کفر در کفر کا مرتکب بن گیا۔ خود سورۃ الصف کی آیت میں آیا ہے فلما جاءھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین کہ جب وہ رسول آ گیا جس کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی ... یہ کھلا ہوا جادو ہے اس میں ایک تو جاء ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب آیت کریمہ نازل ہوئی اس وقت اس رسول کی بعثت ہو چکی تھی اور لوگوں نے کہا تھا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے دنیا جانتی ہے کہ جس کسی نے بھی احمد مجتبیٰ خاتم النبیین صلی اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ایسے لوگوں کو جھوٹا بھی کہا گیا اور ان کے بارے میں دوسری باتیں بھی کہی گئیں لیکن جادوگر نہیں کہا گیا۔

جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اپنے کو نبی بتاتا ہے اور اپنے کو سورۃ صف کا مصداق بتاتا ہے اور اس کا جھوٹا ہونا آیت کریمہ کے الفاظ فلما جاءھم بالبینات سے ظاہر ہے اور اس بات سے بھی ظاہر ہے ... شخص کا نام احمد نہیں تھا ہم نے اس کے نام سے تفسیر کو ملوث کرنا نہیں چاہا اس لئے نام ذکر نہیں کیا جاننے والے جانتے ہیں وہ کون شخص ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ ... طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ظالموں کو

الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

ہدایت نہیں دیتا یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔

هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ع

وہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر ... مشرک ناخوش ہوں۔

اللہ کا نور اپورا ہو کر رہے گا اگرچہ کافر ناخوار ہو

یہ تین آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس سے بڑھ کر ظالم نہیں ہے جس کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ جنہیں اسلام قبول نہیں ہے یہ چاہتے ہیں ... اپنے منہ کے پھونکوں سے بجھا دیں ان کے

ارادوں سے کچھ نہ ہوگا اسلام بڑھ چڑھ کر رہے گا اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا فرمائے گا۔ کافروں کو برا لگتا ہے انہیں اسلام کی ترقی اور اس کا عروج گوارا نہیں ان کی اس ناگواری کا اسلام کی رفعت اور بلندی پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

جب سے دنیا میں اسلام آیا ہے۔ دشمنان اسلام نے اس کی روشنی کو بجھانے اور اس کی ترقی کو روکنے کے لئے کبھی بھی کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔ اور آج کفار اعداء دین اسلام اور مسلمان کو مٹانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں لیکن الحمد للہ اسلام بڑھ رہا ہے خود دشمنوں کے ممالک میں اسلام پھیل رہا ہے اور ان کے افراد برابر مسلمان ہو رہے ہیں اپنی آنکھوں سے اسلام کا پھیلاؤ دیکھ رہے ہیں اور اسلام کو روکنے کے لئے کروڑوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں مگر اسلام بڑھتا چڑھتا جا رہا ہے۔

مفسر قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کا سبب نزول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چند یہودی ان تک آئی اس پر کعب بن اشرف یہودی نے کہا کہ اے یہودیو! خوش ہو جاؤ اللہ نے محمد کا نور بجھا دیا۔ اور اندازہ یہ ہے کہ ان کا یہ دین پورا نہ ہوگا اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رنج ہوا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا۔

مفسر قرطبی نے اس بارے میں پانچ قول نقل کئے ہیں کہ نور اللہ سے کیا مراد ہے؟

۱۔ قرآن مراد ہے ۲۔ دین اسلام مراد ہے۔ ۳۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے دلائل مراد ہیں ۵۔ جس طرح کوئی شخص اپنے منہ سے سورج کے نور کی ذات بجھانا چاہے تو نہیں بجھا سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کو ختم کرنے اور اس کے پھیلاؤ کو روکنے والے اور اس کا ارادہ کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے (معالم التنزیل القول الثانی)

تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اللہ تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے اس کے مطابق ہو کر رہے گا۔ مشرکین جو اس کے لئے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام نہ پھیلے ان کی ناگواری کے باوجود اسلام پھیل کر رہے گا۔

مزید تفصیل اور تشریح کے لئے سورۃ توبہ رکوع نمبر ۳ کی تفسیر دیکھی جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے چھڑا لے تم اللہ پر ایمان لاؤ

وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ

سمجھ رکھتے ہو اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں

طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ

میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے یہ بڑی اور عمدہ کامیابی ہے اور ایک دوسری نعمت بھی ہے جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور آپ مومنین کو بشارت دیجئے۔

ایسی تجارت کی بشارت جو عذاب الیم سے نجات کا ذریعہ اور جنت ملنے کا وسیلہ ہو جائے

ان آیات میں اہل ایمان کو آخرت کی تجارت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ دنیا میں کھانے پینے پہننے اور دیگر ضروریات کے لئے کسب مال کی ضرورت ہوتی ہے جسے بہت سے لوگ تجارت کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اس میں بہت سے لوگ بہت زیادہ انہماک کر لیتے ہیں موت اور موت کے بعد کے حالات اور آخرت کے اجر و ثواب میں دھیان ہی نہیں دیتے زیادہ مال کی طلب میں ایسے لگتے ہیں کہ آخرت میں کام دینے والے اعمال کو بھول ہی جاتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت اور سوداگری نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دیدے۔ تجارت میں دونوں چیزیں دیکھی جاتی ہیں اول یہ کہ نفع ہو دوسرے یہ کہ نقصان نہ ہو اور دوسری چیز کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ اور یہ مقولہ مشہور ہے کہ دفع مضرت جلب منفعت سے بہتر ہے۔ لہٰذا عذاب سے نجات دینے کو پہلے بیان فرمایا بعد میں جنت کے داخلہ کی بشارت دی۔

دونوں چیزوں میں کامیاب ہونے کا یہ راستہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔ یہ عمل تمہارے لئے بہتر ہے جب یہ عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی بخش دے گا (جو عذاب کا سبب ہیں) اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور عمدہ عمدہ اچھے رہنے کے گھروں میں رہنا نصیب ہوگا جو اقامت کرنے کی جنتوں میں ہوں گے یعنی وہ جنتیں ایسی ہوں گی جہاں رہنا ہی رہنا ہوگا وہاں سے کبھی نکلنا بھی نہ ہوگا اور وہاں سے نکلنا بھی نہ چاہیں گے اسی کو سورۂ کہف میں فرمایا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا اور سورۂ فاطر میں اہل جنت کا قول نقل فرمایا:

اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ.

(بیشک ہمارا پروردگار غفور ہے شکور ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں رہنے کی جگہ میں نازل فرمایا)

معلوم ہو گیا کہ ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ (جو نفس سے جہاد کرنے کو بھی شامل ہے) عذاب الیم سے بچانے کا بھی ذریعہ ہیں اور جنت دلانے کا بھی دنیا کی تجارت اس منفعت عظیمہ کے سامنے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی وہ تو فنا ہونے والی چیز ہے اور گناہوں کے ذریعہ جو دنیا حاصل کی جائے وہ تو آخرت میں وبال بھی ہے عذاب بھی۔ لہٰذا مومن بندے آخرت کی تجارت میں لگیں وہاں کی کامیابی سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں ہے۔ اسی کو فرمایا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ مفسر قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کونسی تجارت محبوب ہے تو میں وہ تجارت اختیار کر لیتا۔ اس پر آیت بالا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ نازل ہوئی۔ سورۂ توبہ میں اسی تجارت کو فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ میں اور سورۂ فاطر میں يَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ میں فرمایا ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا (اور تمہارے لئے ایک نفع کی چیز اور بھی ہے یعنی اللہ کی مدد اور زمانہ قریب میں حاصل ہونے والی فتح) اس میں یہ بتایا کہ جو مومن اور مجاہد ہوں ان کی تجارت کا نفع صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی اس کے منافع ملیں گے جنہیں تم پسند کرتے ہو اس میں سے ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگی اور دوسری یہ کہ عنقریب فتح نصیب ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

نے فرمایا ہے کہ اس سے فارس اور روم کا فتح ہونا مراد ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فتح مکہ مراد ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور مومنین کو خوشخبری دے دو) اس میں دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے ان بشارتوں کا باقی رہنا ظہور ہو چکا ہے اگر مسلمان آج مذکورہ تجارت میں لگیں تو پھر مدد اور فتح کا ظہور ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ

اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کون لوگ ہیں جو اللہ کی طرف

اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ

میرے مددگار ہیں حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں سو بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی اور ایک جماعت نے کفر

طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝

اختیار کیا سو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کے دشمن کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائی سو وہ غالب ہو گئے۔

ع ۲

اللہ کے انصار اور مددگار بن جاؤ

شروع سورت میں جہاد کرنے کا ذکر تھا پھر درمیان سورت میں بھی اس کی فضیلت سنائی اب یہاں سورت کے ختم پر بھی دین اسلام کی بلندی کے لئے نصرت کرنے کا حکم فرمایا اہل ایمان کے لئے ایسے احوال سامنے آتے ہیں کہ ہجرت اور نصرت اور جہاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان تینوں چیزوں پر عمل کرنے سے دین اسلام کی ترقی ہوتی ہے اور اس کی دعوت آگے بڑھتی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں لیکن جو لوگ اس کے دین کو بلند کرنے کی محنت کریں۔ انہیں محض اپنے فضل سے مبارک لقب یعنی لفظ ''انصار اللہ'' سے یاد فرمایا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ان کا زمانہ بہ نسبت دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب تھا اور ان کی دعوت و تبلیغ کے بارے میں نزول قرآن کے وقت جو لوگ موجود تھے وہ کچھ نہ کچھ اس کا علم رکھتے تھے خاص کر جو راہب بنے ہوئے تھے ان سے ملنے جلنے والے افراد کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا کچھ نہ کچھ حال معلوم تھا اور وہ جانتے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اکثر بنی اسرائیل نے ان کی نبوت کا انکار کیا تھوڑے سے آدمیوں نے (جنہیں حواری کہا جاتا تھا) ایمان قبول کیا اور آپ کا ساتھ دیا اور آپ کا پیغام لے کر مختلف اطراف و اکناف چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے امت حاضرہ کے اہل ایمان سے خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو تم اللہ کے مددگار ہو جاؤ یعنی اس کے دین کی خدمت کرو جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریین سے فرمایا کہ کون لوگ ہیں جو اللہ کی طرف یعنی اللہ کے دین کی دعوت میں لگنے کی طرف میرا ساتھ دیتے ہیں؟ حواریوں نے جواب میں کہا کہ ہم انصار اللہ ہیں۔ دعوت و تبلیغ کے کام میں آپ کی مدد کریں گے۔

مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب حواریین نے یہ کہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں بلاد شام میں داعی بنا کر بھیج دیا۔

حواری کون تھے اور وجہ تسمیہ کیا ہے اس کے بارے میں ہم سورۃ آل عمران میں لکھ چکے ہیں۔

بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی (یہ تھوڑے سے لوگ تھے) اور ایک جماعت نے کفر اختیار کیا۔

نے فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَ کَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت رکھنے والوں کی تین جماعتیں: معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا تو لوگوں میں اختلاف ہو گیا ایک جماعت نے کہا کہ عیسیٰ عین اللہ تھے وہ خود سے اوپر چلے گئے اور ایک جماعت نے کہا کہ وہ اللہ کے بیٹے تھے اللہ نے انہیں اٹھا لیا اور تیسری جماعت نے کہا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے اللہ نے ان کو اوپر اٹھا لیا یہ تین فرقے تھے اور ہر فرقے کے ماننے والے تھے۔

جنگ ہوئی تو دونوں کافر فرقے مؤمنین کی جماعت پر غالب آ گئے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ایمان والی جماعت کفر والی جماعت پر غالب ہو گئی اس کو فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ میں بیان فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہی حق ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے جو اہل ایمان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید فرمائی اور وہ لوگ دلیل سے غالب آ گئے اور یہ بات تائید قرآنی سے ثابت ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ تھے۔ (معالم التنزیل ص ۳۴۹ ج ۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد ان کے ماننے والوں کا غلبہ اختیار کرنے والے فرقوں پر غالب آنے کا چونکہ تاریخ میں کوئی واقعہ مأثور اور منقول نہیں ہے اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ کا یہ مطلب بتایا ہے کہ اہل ایمان اہل کفر پر دلیل اور حجت سے غالب ہو گئے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع بھی نصیب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن میں) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کو ماننے کی فرقوں پر حجت کے ذریعہ بھی پا لیا۔

یہ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے زمانہ تک تھا۔ اس کے بعد جو نصاریٰ کے فرقوں سے مسلمانوں کی صلیبی جنگیں ہوئیں ان میں اہل ایمان کو تلوار کے ذریعہ بھی غلبہ حاصل ہو گیا۔

فللّٰہ الحمد والنعمة علی دین الاسلام وهزم اعداء الاسلام. وهذا اخر تفسیر سورة الصف والحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰة علی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی من تبعهم باحسان الی یوم الدین

☆☆☆ ....☆☆☆

مدنی	سورۂ جمعہ	۱۱ آیتیں ۲ رکوع

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۰) (۶۲) رکوعاتها ۲ آیاتها ۱۱

سورۂ جمعہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں جو بادشاہ ہے بہت زیادہ پاکی والا ہے غالب ہے حکمت والا ہے وہی ہے جس نے بھیجا

فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا

لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ

مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ذٰلِكَ

پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور دوسروں کے لئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں جو ان کے ساتھ نہیں ملے اور وہ عزیز ہے۔ حکیم ہے۔ یہ

فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○

فضل ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ قدوس ہے عزیز ہے حکیم ہے اس نے تعلیم و تزکیہ کے لئے بے پڑھے لوگوں میں اپنا رسول بھیجا

یہاں سے سورۃ الجمعہ شروع ہو رہی ہے۔ پہلے رکوع میں ارشاد فرمایا کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی مخلوق ہے سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی چار صفات جلیلہ بیان فرمائیں یعنی الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ جس کا ترجمہ اور مطلب سورۃ حشر کے ختم کے قریب آیت کریمہ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کی تفسیر کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

مزید دو صفات بیان فرمائیں ان میں ایک الْعَزِيْزُ اور دوسری الْحَكِيْمُ ہے۔ ان دونوں صفات کا تذکرہ بار بار قرآن مجید میں ہے الْعَزِيْزُ عزت والا زبردست غلبہ والا ہے اور الْحَكِيْمُ حکمت والا۔ ان دونوں صفات کے بار بار بیان کرنے میں مخلوق کو اس بات پر تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غالب ہے اس کی گرفت سے نکل کر کوئی کہیں نہیں جا سکتا اور یہ کہ حکمت والا ہے اس کا کوئی فعل اور کوئی امر

حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ایک بہت بڑے احسان کا تذکرہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس نے اُمِّیّٖنَ یعنی بے پڑھے لوگوں) میں ایک رسول بھیجا جو انہیں میں سے ہے' اُمیین سے عرب مراد ہیں۔ جن میں پڑھنے لکھنے کا بہت کم رواج تھا اگرچہ شاعری کرتے رہتے تھے (جس کے لئے علم سے متصف ہونا ضروری نہیں ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نَحْنُ اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ یعنی ہم (عرب) بے پڑھے لوگ ہیں' لانکتب ولانحسب نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں' اہل مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی وہ امی تھے اور خود آپ بھی امی تھے جیسا کہ آیت بالا میں رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اور سورۃ الاعراف میں فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ فرمایا ہے اور سورۂ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب کرکے فرمایا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل والے شبہ لگا لیتے)

اللہ تعالیٰ نے امیین میں رسول بھیجا جو خود بھی امی تھا اس امی پر کروڑوں پڑھے لکھے قربان جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کتاب لایا کہ اس کے مقابلہ میں بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء ایک چھوٹی سی سورۃ بنانے سے بھی عاجز رہے اور عاجز ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس رسول کو سارے عالم کے لئے ہادی اور رحمت بنا کر بھیجا۔ بڑے بڑے اہل علم نے اس رسول امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لی اور آپ کے سامنے علمی ہتھیار ڈال دیئے۔ اس رسول عظیم کی بعثت کا تذکرہ فرمایا اس کی صفات بھی بیان فرمائیں۔

اوّلاً: فرمایا رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (یعنی انہیں امیین میں سے رسول بھیجا)۔

ثانیاً: فرمایا کہ وہ رسول ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے یعنی پڑھ کر سناتا ہے۔

سوم: یہ فرمایا کہ وہ ان کا تزکیہ فرماتا ہے۔ اس سے نفوس کا تزکیہ کرنا مراد ہے۔

انسانوں کے نفوس میں جو رذائل اور بری صفات اور عادات ہوتی ہیں ان سے پاک کرنے کو تزکیہ کہا جاتا ہے۔

چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ یہ رسول کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

مفسرین نے فرمایا کہ کتاب سے قرآن مجید اور حکمت سے فہم قرآن مراد ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ کا سکھانا اور اس کے معانی اور مفاہیم اور مطالب کا سمجھانا یہ سب حکمت میں شامل ہے۔ مزید توضیح اور تفسیر کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ کا مطالعہ کیا جائے۔

پھر فرمایا وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یہ امی لوگ جن میں رسول امی مبعوث کو بھیجا اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔ مشرک تھے بت پرست تھے۔ قتل وقتال اور لوٹ مار میں لگے رہتے تھے' صاحب رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے اہل عرب میں ہدایت بھی آ گئی۔ برے اعمال بھی چھوٹ گئے چونکہ آپ کی بعثت عمومی ہے' اس لئے آپ کی دعوت وتبلیغ پورے عالم میں پھیل گئی۔

اہل عجم کی اسلام کی خدمتیں:۔ جب حدود عرب سے نکل کر آپ کا یہ ہوا پیغام توحید شرقی غربی عجم میں پھیل گیا تو عجمیوں نے قرآن کو لیا حفظ کیا قرأتیں اور روایتیں کیں' طرق ادا سیکھے' معانی سمجھے' قرآن کی تفسیریں لکھیں اور احکام قرآن پر کتابیں تالیف کیں' قرآن کے مواعظ کو امت میں پھیلایا حتی کہ کثیر تعداد میں علماء وصلحاء وجود میں آ گئے اہل عرب کے بعد اہل عجم کا خدمات اسلام میں بہت بڑا حصہ ہے۔ اسی کو فرمایا وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (اور ان امیین کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف بھی ان ہی کو رسول بنا کر بھیجا جو

بھی تک اُن میں سے نہیں ملے (یعنی ان تک اسلام نہیں پہنچا یا انہوں نے ابھی قبول نہیں کیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے اس وقت سورۃ الجمعہ نازل ہوئی جس میں وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ فرمایا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے؟ تین بار سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ اس وقت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ موجود تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر ہاتھ رکھ دیا (اور اس طرح بتادیا کہ وہ لوگ ان میں سے ہوں گے) پھر فرمایا اگر ثریا (ستارہ) کے نزدیک بھی ایمان ہوگا تو ان میں ایسے لوگ ہوں گے جو وہاں سے لے لیں گے۔ (صحیح بخاری ص ۷۲۷ جلد ۲)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارس کے رہنے والے تھے حضور اقدس ﷺ نے اہل فارس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو یہ لوگ وہاں سے لے لیں گے یہ بطور مثال ہے ان کے علاوہ جو غیر عرب ہیں انہوں نے بھی اسلام کی بہت خدمت کی جب اہل فارس نے ایمان اور قرآن کو چھوڑ دیا اور شیعیت اختیار کرلی اس وقت سے دوسری اقوام نے الحمد للہ تعالیٰ اسلام کو خوب بڑھایا اور طرح طرح سے اس کی خوب خدمات انجام دیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطاء فرمائے)

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (اور اللہ بڑے فضل والا ہے)

اللہ تعالیٰ جس کو بھی ایمان کی توفیق دے دے یہ اس کا فضل ہے تمام اہل ایمان اور خاص کر وہ لوگ جو اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں مؤمن بنایا اور اسلام کی خدمت میں لگایا۔ فلہ الحمد والمنۃ۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ

مثال ان لوگوں کی جنہیں توراۃ کا علم دیا گیا پھر انہوں نے نہیں اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے۔ جو کتابوں کو اٹھائے ہوئے ہے۔ بری مثال ہے ان لوگوں کی

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ

جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ آپ کہہ دیجئے اے وہ لوگو جنہوں نے یہودیت اختیار کی اگر تم نے یہ خیال کیا ہے

اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ

کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے

اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ

جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں کبھی بھی اس بات کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو۔ اور آپ فرما دیجئے کہ بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم

مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۱

سے ملاقات کرے گی۔ پھر تم لوٹا دیئے جاؤ گے غیب اور شہادت کے جاننے والے کی طرف سو وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کر دے گا۔

یہودیوں کی ایک مثال اور ان سے خطاب کہ جس موت سے بھاگتے ہو وہ ضرور آکر رہے گی

ان آیات میں یہود کی بے دینی اور ان کی دنیا و آخرت کی بدحالی بیان فرمائی ہے۔ یہود حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جن کا لقب اسرائیل تھا اور اسی نسبت سے یہودیوں کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں جو انبیاء بھیجے ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام زیادہ معروف ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے توراۃ شریف عطا فرمائی جس میں یہودیوں کے لئے احکام تھے ان میں اہل علم بھی تھے اور اہل عمل بھی جیسا کہ سورۂ مائدہ میں فرمایا: یَحْکُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰهِ وَکَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ

(انبیاء جو کہ مطیع تھے اس کے موافق حکم دیا کرتے تھے۔ اور اہل اللہ اور علماء بھی بوجہ اس کے کہ ان کو کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس کے اقراری ہو گئے تھے)۔

کچھ عرصہ تو یہودیوں کے علماء توراۃ شریف کے مطابق چلتے رہے اور قوم کو چلاتے رہے پھر توراۃ شریف کی تعلیمات کو چھوڑ دیا بلکہ اول بدل کر دیا اور اس کے احکام پر عمل چھوڑ ہوئے جو علم تھا اس پر عمل نہ رہا تو حامل کتاب ہونے سے فائدہ مند نہ رہے۔ ان لوگوں کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ جن لوگوں سے توراۃ اٹھوائی گئی یعنی انہیں حکم دیا گیا احکام توراۃ پر عمل کرو پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا (اور یہ دعوے کرتے رہے کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے) ان کی ایسی مثال ہے جیسے گدھے پر کتابیں لادی گئی ہوں وہ کتابیں اٹھائے پھرتا ہے اور اس کو کچھ پتہ نہیں ہے کہ میرے اوپر کیا ہے؟

یہودیوں کی بدعملی اور اپنے بارے میں خوش گمانی: یہودیوں کے پاس توراۃ شریف تھی لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی قتل کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے پھر سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ کو پہچان بھی لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا توراۃ و انجیل میں ذکر ہے پھر بھی ایمان نہ لائے۔

ان کی اس بدحالی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

(بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا)

وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ.

(اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا)

یہودیوں کا اپنے بارے میں یہ گمان تھا کہ ہم اللہ کے دوست ہیں اور ہمارے سوا اللہ کا کوئی دوست نہیں بلکہ یوں کہتے تھے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں)

اور یوں بھی کہتے تھے کہ دار الآخرۃ صرف ہمارے لئے ہے۔ ان کی ان باتوں کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

(آپ فرما دیجئے کہ اے یہودیو! اگر تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ اس دوستی میں شریک نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو) مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں پکا یقین ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہو اور اس میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہے تو اس دنیا والی زندگی میں کیوں تکلیفیں اٹھا رہے ہو۔ اگر اپنے کو حق پر سمجھتے ہو اور یہ خیال کرتے ہو کہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے تو

تمہیں جلد از جلد مر جانا چاہئے تا کہ دنیا چھوٹے اور جنت ملے جبکہ تم جانتے اور مانتے ہو کہ جنت کی زندگی اس دنیا کی زندگی سے زیادہ بہتر ہے۔ تمہیں جلد سے جلد مر رجنت کے لئے فکر مند ہونا چاہیے اگر یوں کہو کہ موت کا لانا اپنے قبضہ میں نہیں ہے تو موت کی تمنا ہی کر کے دکھا دو اگر تم اپنے عقیدہ میں سچے ہو۔

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ.

(اور یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے)

یعنی یہ ان کے زبانی دعوے ہیں کہ جنت ہمارے ہی لئے ہے اور ہم اللہ کے ولی ہیں لیکن کفر اور اعمالِ بد کی وجہ سے یہ موت سے ڈرتے ہیں یہ موت کی تمنا کرنے والے نہیں ہیں۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ.

(اور آپ ان کو ایسا پائیں گے کہ لوگوں میں زندگی کے سب سے زیادہ حریص ہیں)

یہ یقین کرتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد عذاب میں گرفتار ہوں گے لہٰذا جتنی بھی دنیاوی زندگی مل جائے بہتر ہے اپنے بارے میں اللہ کے اولیاء اور احباء ہونا محض زبانی دعویٰ ہے۔

شاید کسی کو یہ اشکال ہو کہ اگر کسی مسلمان سے کہا جائے کہ تو موت کی تمنا کر تو وہ بھی تو ایسی تمنا نہیں کرے گا پھر یہ حق اور باطل کا معیار کیسے ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہودیوں سے جو بات کی جا رہی تھی وہ ان کے اس دعوے سے متعلق ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں دوست ہیں اور پیارے ہیں جنت میں صرف ہم ہی کو جانا ہے۔ ان کے اس دعوے کا الزامی جواب دیا گیا ہے انہیں اپنے دعوی کے مطابق عقلی طور پر بغیر کسی جھجک کے فوری پر جانا چاہیے تا کہ اپنے عقیدہ کے مطابق مرتے ہی جنت میں چلے جائیں۔ اگر مر نہیں سکتے تو مرنے کی تمنا ہی کریں۔

رہا مؤمنین اہل اسلام کا معاملہ تو ان میں سے کسی کو اگر موت سے کراہت ہے تو وہ طبعی امر ہے پھر احادیث شریفہ میں موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مؤمن کے زندہ رہنے میں خیر ہے اگر نیک آدمی ہے تو اچھا ہے اور زیادہ اچھے عمل کرے گا اور اگر گناہوں کی زندگی گزار رہا ہے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ کی توفیق ہو جائے، البتہ جس نے قصداً کفر اختیار کیا ہے اور کفر پر جما ہوا ہے اور کفر پر ہی جمار ہنے کا ارادہ ہے یہ بھی سمجھتا ہے کہ کفر کے باوجود مجھے جنت ملے گی اور مجھے میرے ساتھیوں کے سوا کسی اور کو نہ ملے گی اس سے وہی خطاب ہے جو یہودیوں سے ہے۔

یاد رہے کہ بعض یہودی اپنے بارے میں دوزخ میں جانے کا بھی یقین رکھتے تھے لیکن یوں کہتے تھے کہ چند دن دوزخ میں رہیں گے پھر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے' معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں ان یہودیوں سے خطاب ہے جو اپنے بارے میں اولیاء اللہ ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہم کو مرتے ہی جنت میں داخل ہونا ہے۔

اسی طرح کا ایک مضمون سورۃ البقرہ میں بھی گزرا ہے وہاں ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا تھا کہ اس میں یہودیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی ہے کہ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو آجاؤ ہم مل کر موت کی دعا کریں کہ دونوں فریق میں جو بھی جھوٹ ہے وہ فوراً مر جائے۔ جب یہ بات سامنے آئی تو وہ اس پر راضی نہیں ہوئے اور راہ فرار اختیار کر لی۔ (سورۃ البقرہ (ع ۱۱)

پھر یہودیوں سے مزید خطاب کرتے ہوئے فرمایا قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ.

(آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ جس موت سے تم بھاگتے ہو اس سے تمہاری ملاقات ضرور ہوگی)

موت سے بھاگنے کی کوئی صورت نہیں ہر ایک کی اجل مقرر ہے جو شخص جہاں بھی ہوگا اپنے وقت پر اسے موت وہیں آ جائے گی اور ضرور آئے گی۔ سورہ نساء میں فرمایا

اَیْنَمَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ۔ (تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ مضبوط برجوں میں ہو)

موت سے کسی کو چھٹکارہ نہیں اور زیادہ عمر ہو جانے سے عذاب سے بچاؤ نہیں جو لوگ بحالت کفر مر جائیں گے انہیں جہنم میں داخل ہونا ہے اور عذاب ضرور ہونا ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ.

(ان کا ایک ایک فرد یہ آرزو کرتا ہے کاش اسے ہزار سال کی عمر دیدی جائے)

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ

(اور حال یہ ہے کہ اسے یہ چیز عذاب سے بچانے والی نہیں ہے کہ اس کی عمر ہزار سال کر دی جائے)

دیر سویر ہر ایک کو موت آنی ہی ہے اور اہل کفر کے لئے جو عذاب طے شدہ ہے وہ انہیں ملنا ہی ہے جو دائمی عذاب ہوگا۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.

(پھر تم اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب والشہادۃ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے سو وہ تمہیں بتا دے گا جو عمل تم دنیا والی زندگی میں کیا کرتے تھے) جب قیامت کے دن حاضر ہونا ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ کفر کی سزا دائمی عذاب ہے تو سمجھداری کا تقاضا یہ ہے کہ تم ایمان قبول کر لو کوئی شخص یوں نہ سمجھ لے کہ میرے اعمال کا کسے پتہ ہے، جس نے پیدا کیا اسے سب علم ہے وہ غیب اور شہادہ سب جانتا ہے وہ سب بتا دے گا کہ کس نے کیا کیا ہے پھر وہ اپنے علم کے مطابق اعمال کی جزا و سزا دے گا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور بیع کو

الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ

چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو پھر جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو خوب زیادہ یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

جمعہ کی اذان ہو جائے تو کاروبار چھوڑ دو اور نماز کے لئے روانہ ہو جاؤ

ان آیات میں جمعہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے اول تو یہ ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے پکارا جائے یعنی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ نماز جمعہ سے پہلے جو خطبہ ہوتا ہے اس سے اللہ ذکر سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کو سننے کے لئے دوڑ جانے

کا حکم دیا ہے۔ دور جانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جہاں کہیں یہ سنے جمعہ کی حاضری میں جلدی کرو، اور خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو جاؤ۔

وذروا البیع (اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو)

خرید و فروخت بطور مثال فرمایا ہے کیونکہ تاجر لوگ اپنے سودا بیچنے کے دھندوں کی وجہ سے جمعہ کی اذان سن کے مسجد کی حاضری اپنے میں کچے پڑ جاتے ہیں اور دنیاوی نفع سامنے ہونے کی وجہ سے خرید و فروخت میں لگے رہتے ہیں اور کاروبار بند کرنے کی طبیعتیں آمادہ نہیں ہوتیں، اس لئے تنبیہ فرمائی۔

دنیاوی نفع حاصل کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگ جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے اور بہت سے لوگ صرف ادھا تہائی خطبہ سن پاتے ہیں اس لئے صاف صاف اعلان فرما دیا۔

ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

(یہ جمعہ کی حاضری تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)

نزول قرآن کے وقت صرف ایک ہی اذان تھی جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی تھی۔ اس زمانہ کے لوگ رغبت سے نماز کے لئے پہلے سے حاضر رہتے تھے، دور اکا کاروبار کیا تو اذان سن کر حاضر ہو جاتا تھا۔

حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں ایسا ہی رہا۔ پھر جب نمازیوں کی کثرت ہوئی تو خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اذانِ خطبہ سے پہلے ایک اور اذان جاری کر دی جو مسجد سے ذرا دور بازار میں مقام زوراء پر ہوتی تھی (صحیح بخاری ص ۱۲۴) اس وقت سے یہ پہلی اذان بھی جاری ہے۔ علماء نے فرمایا کہ کاروبار چھوڑنا جمعہ کے حاضر ہونا اب اسی اذان اول سے متعلق ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ خلفاء راشدین میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین** فرمایا ہے اس لئے ان کا اتباع بھی لازم ہے۔

جمعہ کے فضائل: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں جو پہلے آیا اس کا نام پہلے اور جو بعد میں آیا اس کا نام بعد میں، لوگوں کی آمد کے اعتبار سے نام لکھتے رہتے ہیں پھر فرمایا کہ جونہی امام کے بیٹھنے کا وقت شروع ہوتا ہے جمعہ کے لئے روانہ ہو گیا اس کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ گویا اس نے بدنہ یعنی اونٹ کی بدی پیش کی پھر جو اس کے بعد آیا اس کا ایسا ثواب ہے گویا اس نے گائے کی بدی پیش کی اس کے بعد آنے والے کا ایسا ثواب ہے گویا اس نے مینڈھا بدی میں پیش کیا اس کے بعد آنے والے کا ایسا ثواب ہے جیسا کہ اس نے مرغی پیش کی اس کے بعد آنے والے کا ایسا ثواب ہے گویا اس نے انڈا پیش کیا پھر جب امام (اپنے حجرہ سے منبر پر آنے کے لئے) نکلتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفوں کو لپیٹ دیتے ہیں اور ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (رواہ البخاری ص ۱۲۱ ج ۱ و مسلم ص ۲۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ میں حاضر ہوا اور کان لگا کر (خطبہ) سنا اور خاموش رہا اس کے لئے اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک کے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی اور مزید تین دن کی مغفرت ہوگی کیونکہ ہر نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا زیادہ دیا جاتا ہے) پھر فرمایا جس نے کنکریوں کو چھو لیا اس نے لغو کام کیا (کیونکہ جو شخص خطبہ کی طرف سے غافل ہوگا وہ ہی کنکریوں سے کھیلے گا یا اسی طرح کا کوئی لغو کام

کرے گا۔ (رواہ مسلم ص ۲۸۳ ج ۱)

اس حدیث میں اچھی طرح وضو کر کے آنے کا حکم ہے اور بعض روایات میں غسل کرنے، تیل یا خوشبو لگانے اور پیدل چل کر جانے اور مسواک کرنے اور اچھے کپڑے پہننے اور امام کے قریب ہو کر خطبہ سننے کی بھی ترغیب وارد ہوئی۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۲۲، ص ۱۲۳)

جو شخص خطبہ کے درمیان بات کرنے لگے اس کو یوں کہنا کہ خاموش ہو جا یہ بھی ممنوع ہے (کیونکہ اس میں دھیان سے خطبہ سننے میں فرق آتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو نے بات کرنے والے سے یوں کہہ دیا کہ چپ ہو جا تو نے لغو کام کیا۔ (رواہ البخاری ص ۱۲۷ ج ۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب دنوں سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اسی دن جنت سے نکالے گئے (ان کا وہاں سے نکالا جانا دنیا میں ان کی نسل بڑھنے کا اور ان میں سے انبیاء، شہداء صدیقین، صالحین اور عام مومنین کے وجود میں آنے کا سبب بنا۔ جنہیں جنت کا داخلہ نصیب ہوا) اور فرمایا کہ قیامت جمعہ ہی کے دن آئے گی (رواہ مسلم ص ۲۸۲ ج ۱)

ترکِ جمعہ پر وعید و فائدہ: مریض اور مسافر اور عورت اور غلام پر جمعہ کی حاضری لازم نہیں۔ بالغ مرد جسے کوئی ایسا عذر حق نہ ہو جو نماز کو جانے سے مانع ہو اس پر خوب ہمت کر کے کاروبار چھوڑ کر اور آداب کا خیال کر کے حاضر ہونا لازم ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ جو جمعہ کی نماز چھوڑنے سے رک جائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ لوگ غافلوں میں سے ہو جائیں گے (مسلم ص ۲۸۲ ج ۱) حضرت ابوجعد ضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین جمعہ سستی کی وجہ سے چھوڑ دیئے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۲۱)

ساعتِ اجابت و فائدہ: جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے جس میں دعا ضرور قبول ہوتی ہے بعض روایات میں ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد سے نماز کے ختم ہونے تک کے درمیان دعا قبول ہونے کا وقت ہے۔ (رواہ مسلم ص ۲۸۱)

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جمعہ کے دن جس گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے اس گھڑی کو عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک تلاش کرو۔ (رواہ الترمذی ص ۱۱۱ ج ۱)

سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت: فائدہ: جمعہ کے دن سورۂ کہف کی ابتدائی تین آیات پڑھنے کی بھی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ تین آیات پڑھ لیا کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا (رواہ الترمذی ص ۱۱۶ ج ۲)

بعض روایات میں ہے کہ جمعہ کے دن سورۂ کہف کی آخری آیت پڑھنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لی اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہے گا۔ یعنی جمعہ کے دن اس سورہ کے پڑھنے کی وجہ سے اس کی قبر میں یا قلب میں ایک ہفتہ کے بقدر روشنی رہے گی۔ (رواہ البیہقی فی دعوات الکبیر)

فائدہ: جمعہ کے دن سورۂ ہود پڑھنے کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔ (رواہ الدارمی ص ۴۲۶)

جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت: فائدہ: جمعہ کے دن درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے یوں تو درود شریف پڑھنے کا ہمیشہ ہی بہت زیادہ ثواب ہے لیکن جمعہ کے دن خاص طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۲۰)

نماز جمعہ کے بعد زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو: اس کے بعد ارشاد فرمایا فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ (الآیۃ)

(یعنی جب نماز ختم ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو)

یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے اباحت اور اجازت کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب نماز ختم ہو گئی تو مسجد کی حاضری والا کام ختم ہو گیا اب اپنے دنیوی مشاغل میں لگ سکتے ہو مسجد سے فارغ ہو کر بازار میں جاؤ اللہ کا رزق حاصل کرو۔ جمعہ کی حاضری کے لئے جو کاروبار چھوڑ رکھے تھے چاہو تو اس میں لگ جاؤ یہ امر اباحت ہے اس سے وہ شخص نماز پڑھ کر عصر تک یا مغرب تک مسجد میں رہ جائے اعتکاف تو دور کی بات ہے ساعت اجابت کی تلاش میں اتنا وقت گزارنا بھی اچھی بات ہے۔

خرید و فروخت کی اجازت دینے کے بعد وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ بھی فرمایا اور یہ بھی بتا دیا کہ خرید و فروخت کی مشغولیت یا دوسرے کاموں کے ذریعہ اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو مومن کو ہر حال میں اللہ کے ذکر میں اگر رہنا چاہئے۔ جو حاصل زندگی ہے نماز بھی اللہ کے ذکر کے لئے ہے جیسا کہ سورہ طٰہٰ میں فرمایا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (کہ نماز کو میرے ذکر کے لئے قائم کرو) سورہ عنکبوت میں فرمایا ہے وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (اور یقین اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے) سورۃ الاحزاب میں فرمایا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا (اے ایمان والو اللہ کا ذکر کرو خوب زیادہ اور صبح و شام اس کی تسبیح میں مشغول رہو) پھر فرمایا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ اس میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے اسے قلب کو راحت ہوتی ہے اطمینان حاصل ہوتا ہے چونکہ بازار میں بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے خرید و فروخت کی آوازیں مچتی ہیں۔ غفلت کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں اس لئے طلب رزق کے ساتھ ساتھ ذکر کا بھی حکم فرمایا ذیل میں لکھے ہوئے الفاظ پڑھنے کی خاص فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں داخل ہوا اور اس نے یہ کلمات پڑھے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اسے موت نہ آئے گی اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)

تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ دس لاکھ نیکیاں لکھ دیں گے اور دس لاکھ گناہ معاف فرما دیں گے اور دس لاکھ درجے بلند فرما دیں گے اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیں گے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ

اور جب وہ کسی تجارت یا کوئی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ

ع ۲ ۱۲

اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝

اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر روزی پہنچانے والا ہے۔

خطبہ چھوڑ کر تجارتی قافلوں کی طرف متوجہ ہونے والوں کو تنبیہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ رہے تھے۔ اچانک (مدینہ منورہ) میں ایک اونٹوں کا قافلہ آ گیا جن پر کھانے پینے کا سامان لدا ہوا تھا (جب حاضرین کے کانوں میں اس کی بھنک پڑی تو) اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور بازار کی طرف چل دیئے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے اس پر آیت کریمہ واذا رأوا تجارۃ اولھوا انفضوا الیھا نازل ہوئی (رواہ البخاری ص ۱۲۹ ج ۱ و ص ۲۷۰ ج ۲)

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور صحیح مسلم میں (ص ۲۸۶) میں اس روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے (چونکہ جمعہ کا خطبہ بھی نماز کے حکم میں ہے اس لئے کسی راوی نے خطبہ پڑھنے کو نماز پڑھنے سے تعبیر کر دیا) قال النووی فی شرح مسلم والمراد بالصلوٰۃ (فی روایۃ البخاری) انتظار ھا فی حالۃ الخطبۃ کما وقع فی روایات مسلم (علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔ (بخاری کی روایت میں) خود صلوٰۃ سے مراد حالت خطبہ میں اس کا انتظار کرنا ہے (جیسا کہ مسلم کی روایت میں موجود ہے)

صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ جو بارہ افراد رہ گئے تھے ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے مراسیل ابوداؤد (ص ۷) میں مقاتل بن حیان سے نقل کیا ہے کہ پہلے یہ طریقہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عیدین کی طرح جمعہ کا خطبہ بھی نماز کے بعد دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر خطبہ میں مشغول تھے کہ ایک شخص اندر مسجد میں آیا اور اس نے کہا کہ دحیہ بن خلیفہ اپنی تجارت کا سامان لے کر پہنچ گیا ہے (اس وقت دحیہ مسلمان نہیں ہوئے تھے)

جب وہ باہر سے تجارت کا سامان لے کر آتے تھے تو ان کے گھر والے جو کہ استقبال کیا کرتے تھے جو لوگ خطبہ سن رہے تھے وہ یہ سمجھ کر کہ خطبہ چھوڑ کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے مسجد سے باہر نکل آئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ واذا رأوا تجارۃ اولھوا انفضوا الیھا نازل فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بعد سے خطبہ کو نماز سے مقدم کر دیا اور نماز سے خطبہ پہلے پڑھا جانے لگا۔

مراسیل ابوداؤد کی روایت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات اس موقع پر مسجد سے نکل گئے تھے انہوں نے یہ نہیں سمجھا تھا کہ نماز فوت ہو گئی خطبہ نماز کا جزء نہیں ہے اور نصیحت کی باتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنتے ہی رہتے ہیں اس سے پیچھے رہ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان کی یہ اجتہادی غلطی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جب یہ تجارت کو دیکھتے ہیں یا کھیل کود دیکھتے ہیں تو اس کی طرف چل دیتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ لہو سے طبل مراد ہے (جسے مراسیل ابوداؤد میں دف بتایا ہے) معالم التنزیل میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کتنے لوگ مسجد میں رہ گئے؟ عرض کیا گیا کہ ایک عورت باقی رہ گئی آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بھی باقی نہ رہتے تو ان پر آسمان سے پتھر برسا دیئے جاتے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم سب کے سب یکے بعد دیگرے چلے جاتے اور کوئی بھی مسجد میں نہ رہتا تو یہ وادی آگ بن کر بہہ پڑتی۔ (معالم التنزیل ص ۳۳۵ ج ۴ و ص ۳۳۶ ج ۴)

بات یہ ہے کہ وہ زمانہ خوراک کی کمی کا تھا اور بھوکے مبتلا ہونے کا بھی اور یہ دحیہ بن خلیفہ تجارت کا سامان لے آئے جس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ اس ڈر سے کہ ممکن ہے کہ لوگ خرید میں اور ہم کو کچھ بھی نہ ملے حاضرین مسجد سے اس طرف چلے گئے۔

یک تو چیزوں کی نایابی کا زمانہ تھا دوسرے انہوں نے یہ سمجھا کہ نماز کے بعد خطبہ چھوڑ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مال خریدنے میں بہبودی اور منافع بھی ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی مال جلدی خرید لینا چاہئے۔ اس خیال نے خطبہ چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ کر دیا۔

اگر معاملہ کی ساری صورت حال سامنے رکھی جائے تو بات سمجھ میں آسانی سے آجاتی ہے کہ حضرات صحابہ نے ایسا کیوں کیا؟ یہ فہم قطعی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرما دی۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ

(آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے لہو سے اور تجارت سے۔ اس میں یہ بتا دیا کہ نماز میں اور خطبہ کی مشغولیت میں بڑی برکات ہیں ان چیزوں میں مشغول ہوتے ہوئے جو اللہ کی طرف سے اور آخرت کی نعمتیں ان چیزوں سے بہتر ہیں ان کے لئے اللہ کے ذکر کو چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ مومن بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے ان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں اور اس کے احکام پورے کریں اور اس سے مانگیں۔

وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ تمام دینے والوں سے بہتر ہے) اسی نے رزق اور اس کے اسباب پیدا فرمائے ہیں اور متعدد بھی فرمائے ہیں اس سے بڑھ کر روزی دینے والا نہیں ہے جو کچھ ملتا ہے اس کی مشیت سے ملتا ہے جو کوئی شخص کسی کو کچھ دیتا ہے وہ بھی اللہ کی طرف سے دل میں ڈالا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ جمعہ کا خطبہ ادا صلاۃ کے لئے شرط ہے۔ خطبہ پڑھے بغیر دو رکعتیں پڑھ لیں تو جمعہ ادا نہیں ہوگا۔

فائدہ:۔ نماز جمعہ میں پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ اذا جاءک المنافقون پڑھنا مسنون ہے (صحیح مسلم ص ۲۸۷ ج ۱)

اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں اور صلاۃ جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتاک حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے اگر کسی دن ایسا ہو گیا کہ عید بھی ہے اور جمعہ بھی تو دونوں نمازوں میں ھل اتاک حدیث الغاشیۃ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے (صحیح مسلم ص ۲۸۸ ج ۱)

☆☆☆ ☆☆☆

مدنی	سورۃ المنافقون	۱۱ آیتیں ۲ رکوع

آیاتہا ۱۱ (۶۳) سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۴) رکوعاتہا ۲

سورۃ منافقون مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۘ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ

الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۘ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے سو انہوں نے اللہ کے راستہ سے روک دیا بیشک یہ لوگ جو کرتے ہیں برا عمل

يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ

کرتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی سو وہ نہیں سمجھتے اور جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم آپ کو

اَجْسَامُهُمْ ۘ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۘ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۘ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۘ

اچھے معلوم ہوں گے اور گر وہ بات کریں گے تو آپ ان کی بات کی طرف کان لگائیں گے وہ ایسے ہیں جیسے دیوار سے لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں جو کچھ چیخ ہو اپنے اوپر ہی خیال کرتے

هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۘ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ہیں کہ یہ دشمن ہی ہیں سو آپ ان سے ہوشیار رہیے۔ اللہ انکو ہلاک کرے کہاں پھرے جا رہے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لیے رسول اللہ سے استغفار کرے

لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ

تو وہ اپنے سروں کو موڑ لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے روگردانی کرتے ہیں۔ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں

لَهُمْ ۘ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۘ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى

بلاشبہ اللہ انہیں نہیں بخشے گا بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسقوں کو۔ یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو

مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۷

جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں خزانے زمین کے اور آسمان کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ

وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہو گئے تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا اور اللہ ہی کے لئے عزت

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸

اور رسول کے لئے اور مومنین کے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

ع ۱ ۸ ۳

منافقین کی شرارتوں اور حرکتوں کا بیان

یہاں سے سورۃ المنافقون شروع ہو رہی ہے۔ اس میں منافقین کی بے ایمانی اور بات کر کے مکر جانے اور جھوٹی قسم کھا جانے کا تذکرہ ہے۔ منافقین جو اوپر سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اور دل سے کافر تھے یہ لوگ نمازوں میں بھی برے دل سے شریک ہو جاتے تھے نیز جہاد کے مواقع میں بھی حاضر ہوتے تھے اور اپنی حرکتیں جاری رکھتے تھے۔ شرارتوں سے اور ناگوار باتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ جہاد کے لئے تشریف لے گئے (شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کا واقعہ ہے اور سنن نسائی میں اس کی تصریح ہے) منافقین بھی حسب عادت ساتھ لگ گئے تھے وہاں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو دھپ مار دیا۔ اس پر انصاری نے مدد کے لئے انصار کو اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آواز سنی تو فرمایا یہ کیا جاہلیت کی دھائی ہے (کہ مسلمان ہونے کے بعد نسب بندی کی عصبیت کام کرنے لگی) عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصاری کو ایک دھپ مار دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس جاہلیت کی دھائی کو چھوڑو یہ بدبودار چیز ہے۔ رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے بھی مہاجرین اور انصاری کے جھگڑے والی بات سن لی اس نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے کہ مہاجرین انصاری کو مارنے لگے۔ یہ لوگ جو باہر سے آئے ہیں ہم نے انہیں کھلایا پلایا تو یہ اتنے چڑھ گئے یہ تو وہی بات ہوئی کہ جس کا کھائے اس پر غرائے۔ اب ان لوگوں پر خرچ نہ کرو تا کہ خود ہی منتشر ہو جائیں کھانے کو نہیں ملے گا تو خود ہی تتر بتر ہو جائیں گے اور اس نے یہ بھی کہا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے (عزت والا اس نے اپنے آپ کو کہا کیونکہ انصاری پہلے سے مدینہ میں رہتے تھے اور ذلت والا مہاجرین کو کہا جو کہ مکہ مکرمہ سے آ کر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے)

یہ واقعہ صحیح بخاری میں حضرت زید ابن ارقم اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے کہ صحیح بخاری میں (ص ۴۸ ص ۲۹) پر مذکور ہے۔ حضرت زید بن ارقمؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عبداللہ بن اُبی منافق کی بات نقل کر دی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو عبداللہ زوردار قسم کھا گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی۔ عبداللہ کے جو دوسرے ساتھی تھے انہوں نے بھی جھوٹی قسم کھالی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق فرما دی اس پر مجھے اتنی ندامت ہوئی اور طبیعت پر بوجھ ہوا اور رنج کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ سے لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ تک آیات نازل فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرما

دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے مواقع پر اپنے جذبات پر قابو پانے والے کہاں تھے جو بات انہوں نے حاطب بن بلتعہ کے بارے میں کہی تھی۔ وہی بات یہاں بھی عرض کر دی اور کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں اس منافق کی گردن مار دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑو اگر ایسا کرو گے تو لوگ یوں کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں (یہ واقعہ صحیح بخاری ص ۷۲۸ ص ۷۲۹ میں مذکور ہے تفصیل اور توضیح کے لئے ہم نے الدر المنثور ص ۲۲۴ ص ۲۲۵ و روح المعانی ص ۱۱۴ ج ۲۸ بھی سامنے رکھا ہے۔)

رئیس المنافقین کے بیٹے کا ایمان والا طرز عمل: سنن ترمذی میں بھی حضرت زید بن ارقم کی روایت مذکور ہے اس میں یہ ہے کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی امام ترمذی نے نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ یہ غزوۂ بنی المصطلق کا قصہ ہے' علماء کرام نے اس دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔

جب عبداللہ بن اُبی کی یہ بات اس کے بیٹے نے سنی کہ عزت دار ذلت والے کو نکال دے گا تو اس نے باپ سے کہا کہ تو مدینہ سے واپس نہیں ہو سکتا جب تک تو یہ اقرار نہ کر لے کہ تو ذلیل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزت دار ہیں' چنانچہ جب اس نے یہ اقرار کر لیا تو مدینہ منورہ آنے کی اجازت دے دی' یاد رہے کہ عبداللہ بن اُبی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا جو مسلمان تھے۔ اب آیت کا ترجمہ پڑھئے اور بات سمجھتے جائیے (الدر المنثور)

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کو معلوم ہے کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ اپنی گواہی اور اپنی قسم میں جھوٹے ہیں' یہ بات تو سچ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن ان کا اس انداز سے گواہی دینا اور قسم کھانا کہ وہ آپ کو دل سے اللہ کا رسول مانتے ہیں اس میں وہ جھوٹے ہیں' آدمی اس لئے قسم کھاتا ہے کہ وہ سننے والوں کو یہ بتائے کہ میرا ظاہر و باطن ایک ہے اور جو کہہ رہا ہوں وہی دل میں ہے چونکہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت کے قائل نہ تھے اس لئے ان کی اس قسم دھری کو اور اپنے اس دعویٰ کو کہ ہم دل کی گہرائی سے آپ کے رسول ہونے کی گواہی دے رہے ہیں جھوٹا قرار دے دیا۔ درمیان میں یہ بھی فرمایا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ (اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں) آپ کی رسالت کے لئے ان کی گواہی کی کوئی ضرورت نہیں بات یہ ہے کہ جھوٹا ہی قسمیں زیادہ کھایا کرتا ہے' سچے آدمی تو بہت کم کبھی قسم کھا لیتے ہیں جن کے دل میں کھوٹ ہوتا ہے وہ ہی اپنی زبان اور دل کی موافقت ثابت کرنے کیلئے قسم کھاتے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً. (انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے) اپنے جھوٹے دعوے ایمان کو ثابت کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ مسلمان سمجھے جائیں اور مسلمانوں کے ماحول میں ان کی جانیں اور اموال اور اولاد محفوظ رہ سکیں اگر کھل کر کفر کا اقرار کر لیں تو اندیشہ ہے کہ جو دوسرے کافروں کے ساتھ معاملہ ہے وہ ہی ان کے ساتھ کیا جانے اور ان کے ساتھ جو امن و امان کا برتاؤ ہوتا ہے وہ ختم کر دیا جائے۔

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سو انہوں نے روک دیا اللہ کی راہ سے)

اپنی جانوں کو بھی اللہ کی راہ سے دور رکھا اور اپنے اولاد کو بھی اور دوسرے ملنے جلنے والوں کو بھی اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (بیشک یہ لوگ جو عمل کرتے ہیں یہ برے عمل ہیں) گو یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے اپنے لئے اچھا طریقہ اختیار کیا کہ مسلمانوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور غیر مسلموں سے بھی) یہ لوگ اپنی بدعملی کی سزا پالیں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا (الآیۃ) (ان کی یہ بدعملی اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے یعنی ظاہری طور پر اپنے کو

مؤمن بتایا ہے ان لوگوں کے لئے خبر اسی میں تھی کہ ظاہر و باطن سے مؤمن ہوتے اور اپنے باطن کو بھی ظاہر کے مطابق کر لیتے یعنی سچے دل سے مؤمن ہو جاتے لیکن انہوں نے یہ حرکت کی کہ ظاہر میں بھی کافر ہو گئے یعنی ان سے ایسی باتیں ظاہر ہو گئیں جن سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ مؤمن نہیں جو ظاہری ایمان تھا اس کو بھی باقی نہ رکھ سکے۔

فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (جب یہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں پر مہر ماردی گئی)

فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (اب یہ حق کو نہ سمجھیں گے) اور حقیقی بات کو نہ جانیں گے۔

منافقوں کی ظاہری باتیں پسند آتی ہیں: وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ منافقین کی صفت بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ یہ لوگ نظروں میں بھاتے ہیں ان کے قد بھی بڑے ہیں رنگ بھی اچھے ہیں۔

فی صحیح البخاری کانوا رجالا واجمل شیء

وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ اور باتیں کرنے کا ڈھنگ اور فصاحت و بلاغت ایسی ہے کہ اگر آپ سے باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور آپ ان کی بات کو دھیان سے سنیں گے۔ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئی) یعنی ان کے جسم بھی قد و قامت والے ہیں اور باتیں بھی میٹھی ہیں مگر آپ کے کام نہیں آ سکتے' وہ ایسے ہیں جیسے لکڑیاں دیوار کے سہارے کھڑی ہوں جیسے لکڑیاں بے جان ہیں ایسے ہی ان کے لمبے چوڑے جسموں کا حال ہے' ایمان سے بھی خالی ہے اور جرأت اور ہمت سے بھی' یہ آپ کے کام نہیں آ سکتے۔

صاحب معالم التنزیل نے یوں تفسیر کی ہے کہ یہ لوگ اشجار مثمرہ یعنی پھل دار درخت نہیں ہیں بلکہ ایسے ہیں جیسے لکڑیاں ہوں جنہیں دیوار کے سہارے ٹیک دیا گیا ہے۔

اس کے بعد ان کی بزدلی اور باطنی خوف کا تذکرہ فرمایا ہے۔

يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ (یہ لوگ ہر چیخ کو اپنے اوپر خیال کرتے ہیں کہ دشمن ہے) چونکہ دل سے مومن نہیں ہیں اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہمارے نفاق کا پتہ نہ چل جائے اور جو بھی چیخ سنتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر ہی کوئی مصیبت پڑنے والی ہے۔

فَاحْذَرْهُمْ لہٰذا آپ ان سے محتاط اور ہوشیار رہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو اور اہل ایمان کو کسی مصیبت میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ. کہاں الٹے پھرے جا رہے ہیں' ایمان کی طرف آتے ہی نہیں۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا (الایۃ) (معالم التنزیل ص ۳۵۰ جلد ۴) میں لکھا ہے کہ جب عبداللہ ابن اُبی منافق کے بارے میں آیت قرآنیہ نازل ہو گئی جس سے اس کا جھوٹا ہونا اور حضرت زید بن ارقمؓ کا سچا ہونا ثابت ہو گیا تو اس سے کسی نے کہا کہ دیکھ تیرے بارے میں کیسی سخت بات نازل ہوئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو تا کہ وہ تیرے لئے اللہ سے دعا کریں اس پر اس نے انکار کرتے ہوئے اپنے سر کو حرکت دی اور کہنے لگا کہ تم لوگوں نے مجھ سے ایمان لانے کو کہا تو میں ایمان لے آیا تم لوگوں نے زکوٰۃ دینے کے لئے کہا تو میں نے زکوٰۃ بھی دی۔ اب اتنی سی بات رہ گئی ہے کہ محمد رسول اللہ کو سجدہ کر لوں اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ نازل فرمائی (اور جب کہا گیا کہ آجاؤ اللہ کے رسول تمہارے لئے استغفار کر دیں گے تو انکار کرتے ہوئے اپنے سروں کو پھیر دیتے ہیں اور تکبر کرتے ہوئے بے رخی اختیار کر لیتے ہیں۔

صحیح بخاری میں لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے۔

حرکوا رءوسھم استھزؤا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم.

کہ یہ لوگ سر کو حرکت دیتے ہیں اور یہ حرکت دینا اس انداز میں ہوتا ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا مقصود ہوتا ہے۔ ان کی بے رخی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

(ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں) آپ کا استغفار کرنا انہیں کوئی نفع پہنچانے والا نہیں۔

لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ. (اللہ تعالیٰ ہرگز بھی ان کی بخشش نہیں فرمائے گا) یہ کافر کی بخشش نہیں ہو سکتی اور یہ پہلے معلوم ہو گیا کہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے مزید فرمایا،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ.

(بیشک اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا)

منافقین کہتے تھے کہ اہل ایمان پر خرچ نہ کرو وہ مدینہ سے خود ہی چلے جائیں گے۔ اس کے بعد منافقین کا دوسرا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا

(یہ وہ لوگ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ مت کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ خود منتشر ہو جائیں) منافقین نے دوسری بیہودہ باتوں کی طرح یہ بھی بڑی جاہلانہ بات کہی انہوں نے اپنے کو رازق سمجھ لیا اور یہ سوچا کہ یہ مہاجرین کو کھانا نہیں دیں گے تو روٹی کی فکر انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے بنا دے گی (عموماً جاہل دنیا دار اس طرح کی باتیں کہہ دیا کرتے ہیں اور مدارس و مساجد میں کام کرنے والوں پر اس طرح کی پھبتی کس دیتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

(اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے) جس کو چاہے گا دے گا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ فلاں کھانا دیتا ہے۔ سب کو کھلانے پلانے والا اللہ ہی ہے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (لیکن منافقین نہیں سمجھتے)

اللہ اور رسول اور مومنین ہی کے لئے عزت ہے: اور اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کیلئے اور مومنین کے لئے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. (اور لیکن منافقین نہیں جانتے)

تھوڑی سی دنیا کے بل بوتہ پر یہ باتیں کر رہے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ آگے کیا ہوگا۔ اللہ کے رسول اور اہل ایمان ہی عزت والے ہوں گے اور یہ جاہل منافق ہی ذلیل اور خوار ہوں گے بالآخر ایک دو دن آیا کہ ان کو مسجد نبوی سے ذلت کے ساتھ نکال دیا گیا پھر ایک ایک کر کے دفع اور دفن ہو گئے اور بعض اسلام قبول کر کے عزت کی زندگی میں داخل ہو گئے۔

منافقین نے یہ جو کہا تھا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر عزت دار ذلت والے کو نکال دیں گے ان کی اس بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ

(وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہو گئے تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا)

اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم عزت دار ہیں مدینہ شہر ہمارا ہے ہم اس میں پہلے سے رہتے ہیں مہاجر بعد میں آئے ہیں ہمارے سامنے ذلیل ہیں (العیاذ باللہ) ہم ان کو نکال دیں گے۔ بات صاف نہیں کہی مگر کہہ دی متکلم کا صیغہ کہنے کے بجائے غائب کا صیغہ اختیار کیا اللہ جل شانہ نے جواب میں فرمایا: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اے ایمان والو! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو شخص ایسا کرے گا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ

سو یہ لوگ وہ ہیں جو نقصان میں پڑنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آ جائے سو وہ کہے گا

رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ

کہ اے میرے رب آپ نے تھوڑی مدت کے لئے مجھے کیوں مہلت نہ دی میں صدقہ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا اور اللہ ہرگز

نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۲

جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کی اجل آ جائے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

تمہارے اموال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اللہ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو

دنیا میں مال اور اولاد دو چیزیں ایسی ہیں جن میں مشغول ہو کر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ فرائض اور واجبات کو چھوڑنا نوافل و اذکار سے دور رہنا زبان سے دنیاوی دھندوں میں پھنسا رہنا یہ سب امور ایسے ہیں جو اللہ کی یاد سے غافل کرنے والے ہیں۔ آدمی مال کمانے میں لگتا ہے تو اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اولاد کو مالدار بنانے کے لئے اور موت کے بعد بہت سا مال چھوڑنے کے لئے کمائی کرتا ہے حلال حرام کا خیال نہیں کرتا زکوٰۃ ادا نہیں کرتا واجبات شرعیہ میں خرچ نہیں کرتا اگر کوئی شخص حلال مال ہی کمانے تب بھی کمانے کا انہماک اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے پھر اولاد کے غیر ضروری اخراجات لاڈ پیار اور ایسی ہی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو گناہ پر لگاتی ہیں اور اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ بقدر ضرورت اپنی جان کے لئے اپنی اولاد کے لئے ماں باپ کے لئے مال کمانا جس میں اللہ کی رضا بھی مقصود ہو یہ تو اللہ کے ذکر میں ہی شامل ہے لیکن جس میں دنیا ہی مقصود ہو مال ہی مقصود ہو اس میں اللہ کے ذکر سے غفلت ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ.

(اور جو شخص ایسا کرے یعنی اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے تو یہ لوگ نقصان میں پڑنے والے ہیں) جو شخص کافر ہے وہ تو پورا ہی خسارہ میں ہے یعنی اس کی ہلاکت کامل ہے۔ آخرت میں اس کے لئے دائمی عذاب ہے اور جو شخص مؤمن ہوتے ہوئے دنیا کے جھمیلوں

میں لگے وہ بقدر جھمیوں کے اللہ کے ذکر سے غافل رہتا ہے اور اسی کے بقدر خسارہ میں ہے۔ اور یہ خسارہ کوئی معمولی نہیں ہے اللہ کا نام لینے سے ذرا سی غفلت بھی بہت بڑے نقصان کا ذریعہ بن جاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایک بار سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ کہا اس کے لئے جنت میں کھجور کا درخت لگا دیا جائے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ایک بار سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولآ الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہہ دوں تو یہ مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔ دیکھو اللہ کے ذکر سے غافل ہونے میں کتنا بڑا نقصان ہے۔

اس کے بعد مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا وانفقوا مما رزقناکم من قبل ان یاتی احدکم الموت (الایۃ) کہ موت کے آنے سے پہلے اس مال میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو دیا ہے۔ چونکہ ذکر اللہ سے غفلت مال کمانے میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے ساتھ ہی مال خرچ کرنے کا بھی حکم دیدیا' مال آتا ہے تو خرچ بھی ہوتا ہے مومنین صالحین اسے اللہ کی رضا میں خرچ کرتے ہیں اور جن لوگوں کو مال سے محبت ہوتی ہے' دین پر چلنے کا شوق نہیں ہوتا' وہ مال لے کر بیٹھے رہتے ہیں' روپیہ پیسہ کے غلام بنے رہتے ہیں' فرض زکوٰۃ اور تھوڑا سا صدقہ بھی انہیں کھٹکتا ہے۔

آیت بالا میں یہ بھی فرمایا ہے کہ موت کے آنے سے پہلے مال خرچ کرو اگر زندگی میں اللہ کے لئے مال خرچ نہ کیا تو موت کے وقت یہ آرزو کام نہیں آئے گی کہ تھوڑی سی اور زندگی مل جاتی تو اللہ کے لئے خرچ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جس کے پاس اتنا مال ہو جس کے ذریعہ بیت اللہ کا حج کر سکتا ہے اور زکوٰۃ فرض ہو گئی پھر اس نے ان کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ موت کے وقت رجعت کا سوال کرے گا یعنی یہ کہے گا کہ مجھے واپس زندگی دے دی جائے تاکہ صدقہ دے دوں اور نیک کام کر لوں اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ سے لے کر آخر سورت تک تلاوت فرمائی۔

آخر میں فرمایا: ولن یؤخر اللّٰہ نفسا اذا جاء اجلھا واللّٰہ خبیر بما تعملون

(کسی کی جان کی موت کو اللہ مؤخر نہ کرے گا جب اجل آ گئی۔ اجل پر تو مرنا ہی مرنا ہے' جسے جو کچھ عمل کرنا ہے موت سے پہلے ہی کر لے موت کے وقت حسرت کام نہ دے گی اور زندگی واپس نہ ملے گی اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ زندگی بھر میں نے جو کچھ کیا ہے اس کی کسی کو کیا خبر ہے کیونکہ جس نے پیدا کیا، جان دی اس کو تمہارے ہر کام کی خبر ہے۔

آخر تفسیر سورۃ المنافقون والحمد للّٰہ اولاً واخراً۔

☆☆☆ ... ... ☆☆☆

مکی اور مدنی	سورۃ التغابن	۱۸ آیتیں ۲ رکوع

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸) (۶۴) رکوعاتہا ۲ آیاتہا ۱۸

سورۃ التغابن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں اسی کی سلطنت ہے اور اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں کوئی کافر ہے اور کوئی مومن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور زمین کو حق کیساتھ اور تمہاری صورتیں بنا دیں سو اچھی بنائیں اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ وہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور وہ سب اعمال کو جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنہوں نے پہلے

مِنْ قَبْلُ ۣ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ

تھے سو انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ پاس آتے رہے ان کے رسول کھلے کھلے معجزات لے کر

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ زَعَمَ

سو انہوں نے کہا کہ کیا ہمیں آدمی ہدایت دیں گے سو انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے بے پروائی کا معاملہ کیا اور اللہ بے پروا ہے تعریف کیا گیا ہے۔ ان

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ

لوگوں نے یہ خیال کیا کہ وہ کبھی نہیں اٹھائے جائیں گے آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ تم ضرور ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تمہیں ضرور ضرور تمہارے اعمال سے خبر دار کیا جائے گا اور

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ

یہ اللہ پر آسان ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ جس دن تم کو جمع

يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ

ہونے کے دن میں جمع فرمائے گا۔ یہ دن ہے جس میں لوگ نقصان میں پڑیں گے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں

سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

کا کفارہ فرما دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور بڑی کامیابی ہے اور

ع ۲ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

آسمان و زمین کی کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہے تم میں بعض کافر اور بعض مؤمن ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے

یہاں سے سورۃ التغابن شروع ہو رہی ہے یہ لفظ غبن سے لیا گیا ہے۔ غبن نقصان کو کہتے ہیں آخرت میں جو نقصان ہوگا اس سورت کے پہلے رکوع کے ختم کے قریب اس کو تغابن سے اور یوم آخرت کو یوم التغابن سے تعبیر فرمایا ہے اس لئے یہ سورت سورۃ التغابن کے نام سے معروف ہے اوپر چند آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بیان فرمائی ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں زبان قال یا زبان حال سے سب تسبیح میں مشغول ہیں پھر فرمایا لَهُ الْمُلْكُ (اسی کے لئے ملک ہے ساری مخلوق اسی کی ملکیت ہے وَلَهُ الْحَمْدُ (اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں) اس کے تصرفات اور اختیارات میں کسی کو کوئی دخل نہیں اور وہ اپنے تمام تصرفات میں محمود ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) وہ جو بھی کرنا چاہے کر سکتا ہے کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں۔

پھر دوسری اور تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی شانِ خالقیت بیان فرمائی فرمایا هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ. (اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا سو تم میں سے بعض کافر ہوئے اور بعض مؤمن ہوئے)

اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا، سمجھ دیدی، قوتِ فکر یہ عطا فرما دی، انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، کتابیں نازل فرمائیں، ہدایت پوری طرح سامنے آ گئی۔ اس کے باوجود جسے کفر اختیار کرنا تھا وہ کفر پر اڑا رہا اور جنہیں مؤمن ہونا تھا انہوں نے ایمان اختیار کر لیا۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ. (اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے)

وہ اہل ایمان کے اعمال اور اہل کفر کے کام ان سب کو دیکھتا ہے سب کے اعمال سے باخبر ہے ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزاء یا سزا دے گا عمل کے عموم میں اعمال قلبیہ اور افعال جوارح سب داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا فرمایا اور تمہاری اچھی صورتیں بنائیں: . . . خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو حق (یعنی حکمت) کے ساتھ پیدا فرمایا وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (اللہ تعالیٰ نے تمہاری صورتیں بنائیں سو تمہاری اچھی صورتیں بنائیں)

اس میں انسانوں پر امتنان فرمایا اور اپنے ایک احسان عظیم کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ نے ماؤں کے رحموں میں تمہاری صورتیں بنادیں اور اچھی صورتیں بنائیں۔ ہاتھ پاؤں آنکھ، ناک، قد و قامت کے اعتبار سے جو اعضاء انسانی میں تناسب ہے اور ساتھ ہی حسن و جمال ہے۔ ان سب کو دیکھ کر انسانوں کو اپنے خالق کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ صورت اور شکل کے اعتبار سے جو انسان کی برتری ہے اسے انسان ہی سمجھتا ہے۔ زمین پر جو دوسری چیزیں رہتی ہیں اور بستی ہیں ان میں سے کوئی چیز کتنی بھی خوبصورت ہو اور کوئی انسان کتنا بھی بدصورت ہو وہ کبھی بھی یہ گوارا نہیں کرے گا کہ اس کی انسانی صورت سلب کر لی جائے اور غیر انسانی صورت میں منتقل کر دیا جائے۔

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) وہ ہی خالق ہے اور وہ ہی مصور ہے اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے لہٰذا انسانوں کو اسی کی طرف متوجہ رہنا لازم ہے اس کی عبادت کریں اور اس کا شکر ادا کریں اور اس کی یاد میں لگے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ما فی السموات وما فی الارض اور ما فی الصدور کو جانتا ہے چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بیان فرمایا ارشاد فرمایا:

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (الآية)

(اور وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں)

وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (اور وہ تمہارے سب اقوال اور اعمال اور احوال کو جانتا ہے جنہیں تم چھپاتے ہو اور جنہیں ظاہر کرتے ہو)

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ. (اور وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے)

یعنی اس کا علم اقوال اور افعال تک ہی منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے بندے جو کچھ سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اگرچہ ادنیٰ وسوسہ ہو اسے اس سب کا بھی علم ہے۔ خالق ہے ایسی ذات جلیل الصفات پر ایمان لانا اور اس کے احکام پر چلنا لازم ہے اور یہ مراقبہ ضروری ہے کہ ہمارا خالق اور مالک سب کچھ جانتا ہے۔

گزشتہ اقوام سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین: پانچویں اور چھٹی آیت میں مخاطبین قرآن کو گزشتہ اقوام کی بدحالی کا انجام بتایا جس میں یہ سمجھایا کہ اگر تم کفر سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی برا انجام ہوگا ارشاد فرمایا اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ (کیا تمہارے پاس ان کافروں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے۔)

فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ سو انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا (یہ تو دنیا میں ہوا)

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اُمم سابقہ کی گمراہی کا سبب: پھر ان لوگوں کے کفر پر جمے رہنے کا سبب بتایا:

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ (الآية) یہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے۔ ان لوگوں نے ان کی دعوت پر ایمان نہ لانے کا یہ حیلہ نکالا اور یہ بہانہ تراشا کہ یہ تو آدمی ہے اور ہم بھی آدمی ہیں بھلا آدمی آدمی کو کیا ہدایت دے گا۔ اس جاہلانہ بات کو اٹھایا اور کفر پر جمے رہے اور حق سے اعراض کیا اور اللہ نے انکی کوئی پرواہ نہیں کی۔ انجام کار وہ دنیا و آخرت میں سزا کے مستحق ہوئے۔

وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ. (اور اللہ بے نیاز ہے)

کوئی بھی ایمان نہ لائے تو اس کا کوئی نقصان نہیں وہ ستودہ صفات ہے۔ ہمیشہ سے حمد وثنا کا مستحق ہے۔

منکرین قیامت کا باطل خیال: ساتویں آیت میں منکرین قیامت کا تذکرہ فرمایا:

زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا. (الآیۃ)

(جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے یہ جھوٹا خیال کیا کہ وہ ہرگز دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے)

قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ.

(اے محمد! آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی تم ضرور ضرور اٹھائے جاؤ گے اور ضرور ضرور اپنے اعمال سے باخبر کئے جاؤ گے)

وَذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ. (اور یہ قبروں سے اٹھانا اور اعمال کا جتانا اللہ کے لئے آسان ہے) کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ یہ دشوار کام ہے یہ کیسے ہوگا۔

ایمان اور نور کی دعوت: آٹھویں آیت میں ایمان کی دعوت دی فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا (سو تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور ایمان لاؤ اس نور پر جو ہم نے نازل فرمایا یعنی قرآن حکیم)

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ. (اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے)

نویں اور دسویں آیت میں روز قیامت کی حاضری کی خبر دی اور مؤمنین اور کافرین کا انجام بتایا فرمایا یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ.

(اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تمہیں جمع فرمائے گا اور یہ جمع کرنے کا دن نقصان میں پڑنے کا دن ہوگا) ہر ایک کو اپنے اپنے وقت پر مختلف ایام میں موت آئی۔ قیامت کا دن یوم الجمع ہے اس میں زندہ ہو کر سب جمع ہوں گے۔

قیامت کا دن یوم التغابن ہے: اس یوم الجمع کو یوم التغابن بھی فرمایا ہے۔ یہ لفظ غبن سے لیا گیا ہے غبن نقصان کو کہتے ہیں قیامت کے دن سب کا خسارہ ظاہر ہو جائے گا۔ کافر کا خسارہ تو ظاہر ہی ہے کہ جنت سے محروم ہو کر دوزخ میں جائے گا اور مؤمنین کا خسارہ یہ ہوگا کہ جتنی بھی نعمتیں مل جائیں انہیں یہ حسرت رہ جائے گی کہ ہائے ہائے اور اچھے اعمال کر لیتے تو زیادہ نعمتیں مل جاتیں۔

قال صاحب معالم التنزیل فیظهر یومئذ غبن کل کافر بترکه الایمان وغبن کل مؤمن بتقصیره فی الاحسان ص ۳۵۳ ج ۴ (صاحب معالم التنزیل فرماتے ہیں اس دن ہر کافر کے لئے ایمان چھوڑنے کا نقصان اور ہر مومن کے لئے احسان چھوڑنے کا نقصان ظاہر ہو جائے گا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی شخص کو بھی موت آئے گی وہ (موت کے بعد) نادم ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کو کیا ندامت ہوگی؟ فرمایا کہ وہ اچھے عمل کرنے والا تھا تو اسے یہ ندامت ہوگی کہ کاش اور زیادہ نیکیاں کر لیتا تو اچھا ہوتا اور جس نے برے کام کئے تھے اسے یہ ندامت ہوگی کہ کاش نافرمانیوں سے باز آ جاتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۴)

حضرت محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی بندہ پیدائش کے دن سے لے کر بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ کی فرمانبرداری کے طور پر سجدہ ہی میں پڑا رہے تو قیامت کے دن اپنے اس عمل کو بہت ذرا سا سمجھے گا

اور اس کی آرزو ہوگی کہ اسے دنیا کی طرف واپس کر دیا جائے تاکہ اور زیادہ اجر و ثواب کی کمائی کر لے (رواہ احمد کما فی المشکوٰۃ وذکرہ المنذری فی الترغیب ص ۳۹۷ ج ۴ وعزا الی احمد ثم قال ورواتہ رواۃ الصحیح)

بعض علماء نے تغابن کے باب تفاعل ہونے کی وجہ سے شرکت فی الفاعلیت پر محمول کیا ہے لیکن ایسی کوئی صورت واضح نہ ہوئی جس سے معلوم ہو سکے کہ کافر مومنین کو وہاں کوئی نقصان پہنچا دیں گے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ اخرج عبد بن حمید عن ابن عباس ومجاھد وقتادۃ انھم قالوا یوم یغبن فیہ اھل الجنۃ واھل النار فالتفاعل لیس فیہ علی ظاھرہ کما فی التواضع والتحامل لوقوعہ من جانب واحد واختیر للمبالغۃ والی ھذا ذھب الواحدی. (عبد بن حمیدؒ نے حضرت ابن عباسؓ مجاہد اور قتادہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ وہ دن جس میں اہل جنت اور اہل جہنم کا نقصان ہوگا۔ پس یہاں باب تفاعل اپنے ظاہری معنی پر نہیں ہے جیسا کہ تواضع اور تحامل میں ہے ایک جانب میں واقع ہونے کی وجہ سے اور یہاں مبالغہ کے لئے اختیار کیا گیا اور علامہ واحدی اسی طرف گئے ہیں)

اہل ایمان کو بشارت اور کافروں کی شقاوت: اس کے بعد اہل ایمان کی کامیابی کا تذکرہ فرمایا وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا (الآیۃ) (اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے)۔

پھر کافروں کی بدحالی بیان فرمائی وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا. (الآیۃ)

(اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے)

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ

جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے اور جو بھی کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے وہ اس کے قلب کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز

عَلِیْمٌ ۝ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝

کا جاننے والا ہے۔ اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی سو اگر تم اعراض کرو تو ہمارے رسول پر پہنچا دینا ہے واضح طور پر۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ

اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے۔ اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں

وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ

اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں' سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگذر کرو اور بخش دو سو بلا شبہ اللہ غفور ہے

رَّحِیْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ؕ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰہَ

رحیم ہے۔ یہی بات ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے' سو تم اللہ سے ڈرو جہاں تک تمہاری

مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ

طاقت ہے اور بات سنو اور فرمانبرداری کرو اور اچھے مال کو اپنی جانوں کے لئے خرچ کرو۔ اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

ہیں جو کامیاب ہیں اگر تم اللہ کو قرض دو اچھا قرض تو وہ تمہیں اس کو بڑھا کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ

ع ۲ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

قدر دان ہے بردبار ہے غیب اور شہادۃ کا جاننے والا ہے عزیز ہے حکیم ہے۔

جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے

یہ سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کا ترجمہ ہے جو سات آیات پر مشتمل ہے یہ آیات متعدد مواعظ اور نصائح پر مشتمل ہیں۔ پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے وہ اللہ کے حکم سے آتی ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ کی قضاوقدر پر راضی رہے اور جو تکلیف پہنچ جائے اس پر صبر کرے۔ سنن ابن ماجہ (ص ۹) میں ہے:

اِنَّ مَآ اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَاِنَّ مَآ اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ.

(یعنی یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تمہیں جو تکلیف پہنچ گئی وہ خطا کرنے والی نہ تھی اور جو تکلیف نہیں پہنچی وہ پہنچنے والی نہ تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کرو اور اس پر راضی ہو جاؤ) پھر فرمایا وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ.

(اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے) جس کی وجہ سے وہ سراپا رضا و تسلیم بن جاتا ہے تکلیف پر صبر کرتا ہے اور اس کا ثواب لیتا ہے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھ کر مزید ثواب عظیم کا مستحق ہو جاتا ہے۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے) اسے صابروں کا بھی پتہ ہے اور بے صابروں کا بھی علم ہے ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق جزا دے گا۔

اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اور توکل اختیار کرنے کا حکم:

..... دوسری نصیحت یہ فرمائی: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو (اس میں بندوں کا اپنا ہی بھلا ہے) اللہ کے رسول نے پیغام پہنچا دیا اگر کوئی شخص روگردانی کرے تو اللہ کے رسول پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ اسی کو فرمایا ہے

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ.

(سو اگر تم روگردانی کرو تو ہمارے رسول کے ذمہ اتنا ہی ہے کہ واضح طور پر پیغام پہنچا دے) جو نہ مانے گا وہ اپنا ہی برا کرے گا۔ تیسری نصیحت فرماتے ہوئے اول توحید کی تلقین فرمائی اور فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ.

(اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں) پھر توکل کا حکم فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ.

(اور مؤمنین اللہ پر ہی توکل کریں)

بعض ازواج اور اولاد تمہارے دشمن ہیں: چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ تمہاری بیویوں اور اولاد میں ایسے (بھی) ہیں جو تمہارے دشمن ہیں لہٰذا تم ان سے ہوشیار رہو۔

فطری اور طبعی طور پر انسان کو نکاح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب نکاح ہو جاتا ہے تو اولاد بھی ہوتی ہے۔ میاں بیوی میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور اولاد سے محبت ہونا امر طبعی ہے' اسلام نے بھی ان محبتوں کو باقی رکھا ہے' لیکن اس کے لئے ایک حد بندی بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حق سب پر مقدم ہے۔ بیوی ہو یا شوہر' بیٹا ہو یا بیٹی ہر ایک سے اتنی ہی محبت کی جا سکتی ہے' جس کی وجہ سے اسلامی احکام پر چلنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو' شریعت اسلامیہ کے مطابق چلتے رہیں۔

معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے جب انہوں نے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی ازواج اور اولاد نے انہیں ہجرت سے روک دیا اور یوں کہا کہ ہم نے تمہارے مسلمان ہونے پر صبر کیا لیکن تمہاری جدائی پر صبر نہیں کر سکتے' ان کی یہ بات سن کر انہوں نے ہجرت کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اس پر آیت کریمہ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ نازل ہوئی اور دوسرا سبب نزول یہ لکھا ہے کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بال بچہ دار تھے وہ جب جہاد کے لئے جانے کا ارادہ کرتے تو یہ لوگ رونے لگتے اور یوں کہتے کہ آپ ہمیں کس پر چھوڑے جا رہے ہیں؟ یہ سن کر انہیں ترس آ جاتا اور جہاد کی شرکت سے رہ جاتے تھے' اس پر آیت بالا نازل ہوئی جس میں یہ بتا دیا کہ بیوی بچے تمہیں نیک کام کرنے سے روکتے ہیں ان کی طرف سے ہوشیار رہو اور ان کی بات نہ مانو دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

لفظ ازواج جمع ہے زوج کی' یہ لفظ شوہر اور بیوی دونوں کے لئے بولا جاتا ہے' لہٰذا آیت کریمہ کے عموم الفاظ سے معلوم ہو گیا کہ ہر شخص اس کا اہتمام کرے بیوی ہو یا شوہر آپس میں ایک دوسرے کی وجہ سے یا اولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نافرمان نہ ہو جائیں۔

بیوی بچوں کی محبت میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں: بیوی اور شوہر اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق چلیں اور اولاد کو بھی اسی پر چلائیں' اللہ کی نافرمانی نہ شوہر کرے نہ بیوی کرے اور نہ اولاد کو کرنے دیں۔ اگر ازواج اور اولاد سے اتنی محبت کی کہ اللہ کے فرائض اور واجبات چھوٹنے لگے تو ان لوگوں کی محبت خود اپنے حق میں دشمن بن جائے گی پھر اس دشمنی کا مظاہرہ میدان حشر میں ہوگا۔ ان کی وجہ سے جو گناہ کئے ان پر مؤاخذہ اور عذاب ہوگا۔ یہ انسان کی بیوقوفی ہے کہ بیوی بچوں کے لئے کمائے اور انہیں کھلائے پلائے لیکن اس میں حلال و حرام کا خیال نہ رکھے۔ حرام کمانے کا بھی گناہ اپنے سر لے اور حرام کھانے اور کھلانے کا بھی اور ان کی وجہ سے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہو جائے' دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ بیوی بچوں کی خواہش اور ضد کی وجہ سے گناہ کر لیتے ہیں۔ سود پر قرض بھی لیتے ہیں دوسروں کے اموال میں خیانت بھی کر لیتے ہیں اور رشوت لے کر بھی گھر والوں کے اخراجات پورے کرتے ہیں۔ اور ان سب کا وبال اپنے سر لیتے ہیں' بیوی بچوں کو اس سے بحث نہیں کہ ہمارے ذمہ دار کا آخرت میں کیا بنے گا۔ انہیں تو اپنے نفس کے تقاضے پورے کرنا ہے' اگر اللہ کے قانون کو نہ دیکھا اور بیوی بچوں کی فرمائشیں پوری کر دیں جن میں گناہوں کا ارتکاب کیا۔ پھر قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوئے یہ کہاں کی سمجھداری ہے۔ اس وقت یہ بیوی بچے دشمن نظر آئیں گے اور یہ سمجھ میں آ جائے گا کہ انہوں نے میرے ساتھ دشمنوں والا برتاؤ کیا یہ مجھے نصیحت کر کے اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنے کی تاکید کرتے اور حرام چیزوں سے اور حرام کاموں سے روکتے انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ انہوں نے اپنی خواہشوں کو پورا کرنے میں مجھے رگڑ دیا اور مجھے حرام کاموں میں لگا دیا۔

قال صاحب الروح قال غیر واحد ان عداوتهم من حیث انهم یحولون بینهم وبین الطاعات والامور النافعة لهم فی آخرتهم وقد یحملونهم علی السعی فی اکتساب الحرام وارتکاب الاثم لمنفعة انفسهم. صاحب روح

المعانی فرماتے ہیں بہت سارے علماء نے کہا ہے کہ ان کی دشمنی اس لحاظ سے تھی کہ یہ والدین اور نیکیوں و آخرت کے لئے نفع مند کاموں میں حائل ہو جاتے ہیں اور اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے حرام کمائی اور گناہ کرنے پر اکساتے ہیں)

یہ بیوی بچوں کی عام حالت ہے اور بہت سے اولاد اور ازواج ایسے بھی ہوتے ہیں جو خیر کی دعوت دیتے ہیں اور خیر پر چلاتے ہیں اس لئے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ فرمایا کہ تمہارے ازواج اور اولاد میں سے تمہارے دشمن (بھی) ہیں۔ سو تم ان سے ہوشیار رہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ سب ہی اولاد اور ازواج دشمن ہیں۔

معاف اور درگزر کرنے کی تلقین: وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

(اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے)

بعض مرتبہ بیویوں کی اور اولاد کی فرمائشیں ایسی ہوتی ہیں کہ کبھی تو نفس کو فرمائش ہی ناگوار گزرتی ہے اور کبھی ان کے پورا کرنے کا موقع نہیں ہوتا ایسی صورت میں بھی طبیعت کو ناگواری ہوتی ہے ارشاد فرمایا کہ تم انہیں معاف کر دو اور درگزر کرو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان ہے تم ان کو معاف کر دو گے تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے گناہ معاف کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے اس کی مغفرت اور رحمت کے امیدوار رہو۔

اموال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں: پانچویں نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ.

(بات یہی ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے)

اس میں یہ تنبیہ فرمائی کہ تمہارے اموال تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں۔ یعنی آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ مال کمانے اور خرچ کرنے میں اور اولاد کی پرورش کرنے میں اور ان کے ساتھ رہنے سہنے میں اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو جائے اور مال کی تحصیل اور اولاد کی محبت اور دیکھ بھال کو ہی زندگی کا مشغلہ نہ بنا لیا جائے اللہ کے پاس اجر عظیم ہے اس کے لئے محنت اور کوشش میں لگنا ایمان کا اہم تقاضا ہے۔

اس آیت کے ہم معنی سورۃ الانفال کے تیسرے رکوع میں بھی ایک آیت گزر چکی ہے وہاں ہم نے اموال اور اولاد کے فتنہ کی تشریح کر دی ہے۔

تقویٰ اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم: چھٹی نصیحت یہ ہے کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (اللہ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہو سکے) وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا (اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات سنو اور فرمانبرداری کرو) وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ (اور اپنی جانوں کے لئے اچھا مال خرچ کرو) یہ نصیحت کئی نصیحتوں پر شامل ہے اللہ تعالیٰ شانہ نے جو احکام بھیجے ہیں ان کی خلاف ورزی نہ کی جائے جہاں تک ہو سکتا ہو عمل کو پورا کریں۔ فرائض واجبات پورے کریں اور گناہوں سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا جو عمل کرنے والوں کے بس سے باہر ہو ہاں بعض اعمال شاق گزرتے ہیں ہمت کرے اور نفس کو قابو کر کے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنیں اور فرمانبرداری کریں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں میں مال خرچ کریں یہاں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جو پیسہ خرچ کرے گا وہ اپنے ہی کام آئے گا اس میں اپنی جانوں کو بھلا ہوگا۔

بخل سے پرہیز کرنے والے کامیاب ہیں: وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچالیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں) یہ مضمون سورۃ الحشر کے پہلے رکوع کے ختم کے قریب گزر چکا ہے۔ وہاں تفسیر اور تشریح دیکھ لی جائے۔

اللہ کو قرض حسن دیدو وہ بڑھا چڑھا کر دے گا اور مغفرت فرمادے گا:

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ.

(اگر تم اللہ کو قرض دے دو گے اچھا قرض جس میں اخلاص ہو اور خوش دلی سے ان کاموں میں خرچ کر دیا جائے جہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے یا مستحب قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ اس پر چند در چند اضافہ کر کے اجر عطا فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا) سب بندے اللہ کے ہیں اور سارے اموال بھی اللہ ہی کے ہیں اس نے کرم فرمایا کہ اس کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جائے اس کا نام قرض رکھ دیا پھر اس پر چند در چند ثواب دینے کا وعدہ فرمالیا یہ مضمون سورۃ البقرہ میں بھی گزر چکا ہے۔

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ (اور اللہ شکور ہے یعنی قدر دان ہے)

تھوڑے عمل اور تھوڑے مال کے عوض بہت زیادہ دیتا ہے اور حلیم یعنی بردبار ہے گناہوں کی سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا اور بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے)

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (وہ غیب اور شہادۃ کا جاننے والا ہے) اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (وہ زبردست ہے حکمت والا ہے)

وهذا آخر تفسير سورة التغابن بفضل الله الملیک العلام والحمد لله علی التمام والصلوة علی البدر التمام وعلی اله واصحابه البررة الکرام.

☆☆☆ ..... ☆☆☆

مدنی	سورۃ الطلاق	۱۲ آیتیں ۲ رکوع

اٰیاتہا ۱۲ (۶۵) سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّۃٌ (۹۹) رکوعاتہا ۲

سورۃ الطلاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یٰٓاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّۃَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو انہیں عدت سے پہلے طلاق دو اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو

رَبَّکُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْہُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِہِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ

تمہارا رب ہے۔ ان عورتوں کو تم ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں' مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کر لیں۔

وَ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ

یہ اللہ کی حدود ہیں' اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اے مخاطب! شاید تو یہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کے

یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا ○ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَہُنَّ فَاَمْسِکُوْہُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْہُنَّ

بعد کوئی نئی بات پیدا فرما دے۔ پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں روک لو' بھلائی کے ساتھ

بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ وَ اَقِیْمُوا الشَّہَادَۃَ لِلّٰہِ ؕ ذٰلِکُمْ یُوْعَظُ بِہٖ مَنْ

یا چھوڑ دو بھلائی کے ساتھ اور عدل والے دو آدمیوں کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لئے گواہی کو قائم کرو اور یہ وہ چیز ہے

کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ○ وَّ یَرْزُقْہُ

جس کی اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے

مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ ؕ قَدْ

رزق دیتا ہے جہاں سے ملنے کا گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے سو وہ اس کے لئے کافی ہے' بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا ہی کر کے رہتا ہے' بیشک

جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔

طلاق اور عدت کے مسائل' حدود اللہ کی نگہداشت کا حکم

یہاں سے سورۃ الطلاق شروع ہے اس کے پہلے رکوع میں طلاق اور عدت کے مسائل بتائے ہیں' درمیان میں دیگر فوائد ہیں' چونکہ اس میں عورتوں سے متعلقہ احکام مذکور ہیں' اس لئے اس کا دوسرا نام سورۃ النساء القصریٰ بھی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے اس نام سے موسوم کیا۔

اصل بات تو یہی ہے کہ جب مرد عورت کا آپس میں شرعی نکاح ہو جائے تو آخر زندگی تک میل محبت کے ساتھ زندگی گزار دیں لیکن بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ طبیعتیں نہیں ملتی ہیں اور کچھ ایسے اسباب بن جاتے ہیں کہ علیحدگی اختیار کرنی پڑ جاتی ہے' لہٰذا شریعت اسلامیہ میں طلاق کو بھی مشروع قرار دیا ہے۔ جب شوہر طلاق دیدے تو اس کے بعد عورت پر عدت گزارنا بھی لازم ہے جب تک عدت نہ گزر جائے عورت کو کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے' عدت کے بھی متعدد احکام ہیں' حیض والی عورت اور حمل والی عورت اور بے حمل والی عورت اور زیادہ عمر والی عورت (جسے حیض نہ آتا ہو) ان کے ایام عدت میں فرق ہے' جب عورتوں کو حیض آتا ہو اگر ان کو طلاق دیدی جائے اور حمل سے نہ ہوں تو ان کی عدت حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین حیض ہیں اور حضرات شافعیہ کے نزدیک تین طہر ہیں یہ اختلاف لفظ قروء کا معنی متعین کرنے کی وجہ سے ہو گیا ہے' جو سورۃ البقرہ میں وارد ہوا ہے۔

یہ لفظ قرء کی جمع ہے جو لفظ مشترک ہے حیض کے معنی میں بھی آتا ہے اور طہر کے معنی میں بھی' اپنے اپنے اجتہاد کے پیش نظر کسی نے اس کو حیض کے معنی میں لیا اور کسی نے طہر کے معنی میں لیا ہر فریق کے دلائل اور وجوہ ترجیح اپنے اپنے مسلک کی کتابوں میں لکھی ہیں۔

یہاں سورۃ الطلاق میں فرمایا ہے کہ اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ایسے وقت میں طلاق دو کہ طلاق کے بعد ان کی عدت شروع ہو جائے۔ ابتدائی خطاب تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے اور اس کے بعد ضمیر جمع مذکر حاضر لا کر طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فرمایا ہے کیونکہ امت کے لئے احکام بیان کرنا مقصود ہے' حیض والی عورت کی عدت حنفیہ کے نزدیک چونکہ تین حیض ہیں' اس لئے ان کے نزدیک فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں طلاق دو کہ اس کے بعد عدت شروع ہو جائے' طلاق کے بعد جو پہلا حیض آئے گا وہ حیض اور اس کے بعد دو حیض آنے پر عدت تمام ہو جائے گی' جب عدت گزارنے کے لئے تین حیض پورے کرنے ہیں تو طلاق ایسے وقت پر دی جائے جو حیض شروع ہونے سے پہلے ہو اور یہ وقت طہر کا ہے' اور بموجب حکم حدیث اس طہر میں دینی چاہئے جس میں جماع نہ کیا ہو یا عورت کو حمل ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی جبکہ وہ حیض کے دن گزار رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کر دیا' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس پر غصہ آ گیا' پھر فرمایا کہ اسے ہو کہ رجوع کر لے پھر پاک ہونے تک اسے روکے رکھے پھر جب ایک حیض آ جائے اور اس کے بعد پاک ہو جائے اور طلاق دینے کی رائے ہو تو طلاق دے دے' یہ طلاق طہر کی حالت میں ہو اور ایسے طہر میں ہو' جس میں جماع نہ کیا ہو' پھر فرمایا کہ یہ ہے وہ عدت جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (صحیح بخاری ص ۷۹۲ ج ۲)

صحیح مسلم جلد نمبر ۱ میں ہے:

فقال له النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم لیراجعها وقال اذاطهرت فلیطلقها اویمسک قال ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما وقرء النبی ﷺ یا ایها النبی اذاطلقتم النساء فطلقوهن فی قبل عدتها وهو بضم القاف والباء ای فی وقت تستقبل فیه العدة وهو تفسیر النبی ﷺ للفظ لعدتهن. (چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا اس سے رجوع کرلے اور فرمایا جب وہ حالت طہر میں ہو تو اسے طلاق دے یا روک لے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اسے یوں پڑھا یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن فی قبل عدتھا قاف اور باء کے ضمہ کے ساتھ یعنی ایسے وقت میں جس میں عدۃ موجود ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لفظ "لعدتھن" کی یہی تفسیر ہے)

اس حدیث میں معلوم ہوا کہ حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے اگر حیض میں طلاق دے دی تو رجوع کرلے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاق ایسے طہر میں دے جس میں جماع نہ کیا ہو فطلقوھن لعدتھن کی مذکورہ بالا تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کا مطلب یہ ہے کہ طہر میں طلاق دی جائے تاکہ اس کے بعد پورے تین حیض آجانے پر عدت ختم ہو جائے اور حضرات شوافع کے نزدیک چونکہ عدت طہروں سے معتبر ہے اس لئے ان کے نزدیک آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ طہر کے شروع میں طلاق دے تاکہ عدت وہیں سے شروع ہو جائے۔

عدت کو اچھی طرح شمار کرو وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ کا معنی یہ ہے کہ عدت کو اچھی طرح سے شمار کرو کیونکہ اس سے متعدد مسائل متعلق ہیں اس میں سے ایک تو رجعت کا ہی مسئلہ ہے جب کسی عورت کو رجعی طلاق دے دے تو عدت کے اندر اندر رجوع کرنا جائز ہے اور زمانۂ عدت کا خرچہ بھی طلاق دینے والے مرد کے ذمہ ہے عدت گزارنے تک اس کا خرچہ دے اگر عدت کے اندر شوہر نے رجوع نہ کیا تو عورت کو عدت گزرنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت ہے اگر اچھی طرح عدت کا شمار نہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ ان احکام میں فرق پڑ جائے مثلاً عورت عدت کے اندر دوسرا نکاح کرلے یا عدت گزرنے کے بعد بھی شوہر سے خرچہ مانگتی رہے یا عدت کے ختم ہونے کے بعد شوہر یہ سمجھ کر کہ ابھی عدت پوری نہیں ہوئی رجوع کرلے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ (اور اللہ سے ڈرو) عورت جھوٹ نہ کہہ دے کہ میری عدت گزر گئی اور مرد عدت گزرنے کے بعد بھی رجوع کا دعویدار نہ ہو جائے اور عدت گزر جانے کے باوجود عورت خرچہ وصول نہ کرتی رہے۔

مطلقہ عورتوں کو گھر سے نہ نکالو: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ (جن عورتوں کو تم نے طلاق دے دی انہیں عدت کے درمیان گھر سے نہ نکالو اور عورتیں بھی گھر سے نہ نکلیں) عدت گزرنے تک اس گھر میں رہیں جس میں طلاق ہوئی ہے۔ جس عورت کو طلاق ہو گئی ہو اس کا نفقہ یعنی ضروری خرچہ اور رہنے کا گھر طلاق دینے والے شوہر کے ذمہ ہے مرد بھی اسے اس گھر میں رکھے جہاں اسے طلاق دی ہے اور عورت بھی اسی گھر میں رہے۔

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

اس میں استثنا کی ایک صورت بیان فرمائی ہے یعنی اگر مطلقہ عورت عدت کے زمانہ میں کھلی ہوئی بے حیائی کر بیٹھے تو اسے گھر سے نکالا جا سکتا ہے جس میں اس کو طلاق دی ہے مثلاً اگر اس نے زنا کرلیا تو حد جاری کرنے کے لئے اس کو گھر سے نکالا جائے گا پھر واپس اسی گھر میں لے آئیں گے۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ فاحشہ مبینہ کا مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عورت بدزبان ہو اگر شوہر اور شوہر کے گھر والوں کے ساتھ بدزبانی کرتی ہو تو اس کی وجہ سے گھر سے نکالا جا سکتا ہے۔

وتلك حدود الله

(اور یہ اللہ کے احکام ہیں) ان کی پابندی کرو۔

ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه

(اور جو شخص اللہ کی حدود سے آگے بڑھ جائے تو اس نے اپنی جان پر ظلم کرلیا) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اپنی جان پر ظلم ہے اس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں سزا مل سکتی ہے۔

طلاق اور عدت و رجعت اور گھر سے نہ نکالنے کی تاکید ان میں سے کسی بھی حکم شرعی کی مخالفت کرنا یہ ظلم میں شمار ہوگا۔

لا تدري لعل الله يحدث بعد ذلك امرا

(ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ طلاق دینے کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے)

مثلاً طلاق دینے پر ندامت ہو جائے اور دل میں رجوع کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے لہٰذا سوچ سمجھ کر احکام شرعیہ کو سامنے رکھ کر طلاق دینے کا اقدام کیا جائے۔

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک وقت نہ دی جائیں کیونکہ اس کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا اگر تین طلاق دینی ہی ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دیدے۔ دو طلاق تک عدت میں رجوع کرنے کا حق ہے اگر تین طلاقیں بیک وقت دیدیں تو رجوع کا وقت ختم ہو جانے کا اور طلاق بائن دینے سے بھی رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے اس لئے سوچ سمجھ کر اللہ سے ڈرتے رہو۔

رجعی طلاق کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو مطلقہ کو روک لو یا خوبصورتی کے ساتھ اچھے طریقے پر چھوڑ دو۔

فاذا بلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف

(جب مطلقہ عورتوں کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو انہیں خوبی کے ساتھ روک لو) یعنی رجوع کرو۔

او فارقوهن بمعروف (یا انہیں خوبی کے ساتھ جدا کردو) ایسا نہ کرو کہ انہیں دکھ تکلیف دینے کے لئے بار بار طلاق دیتے رہو اور رجوع کرتے رہو۔ یہ مضمون سورۃ البقرہ میں بھی ہے، وہاں یہ بھی فرمایا

ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا

(اور انہیں نہ روکو یعنی ایسا نہ کرو کہ انہیں ضرر پہنچانے یا دکھ دینے کی وجہ سے روک کر رکھے رہو) وہاں یہ بھی فرمایا ہے:

ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه.

(جو شخص ایسا کرے گا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا)

واشهدوا ذوي عدل منكم

(اور اصحاب میں سے اپنے دو آدمیوں کو گواہ بنالو) یہ امر استحبابی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طلاق دین ہو یا طلاق دینے کے بعد رجوع کرنا ہو یا طلاق بائن دے کر رجوع نہ کرنا طے کر دیا ہو تو ان چیزوں پر دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو نیک صالح اور سچے لوگ ہوں تاکہ اگر کبھی پھر کوئی اختلاف کی صورت بن جائے تو گواہوں کے ذریعہ ثابت کیا جا سکے۔

واقيموا الشهادة لله (اور گواہی کو اللہ کے لئے قائم کرو)

اس میں یہ بتا دیا کہ گواہی ٹھیک طریقہ پر قائم کی جائے یعنی صحیح گواہی دی جائے نیز یہ بھی بتا دیا کہ جو بھی گواہی دی جائے وہ اللہ کی رضا

کے لئے جو جس کے ذریعہ مظلوم کا حق اسے مل جائے اس دنیا میں سے کسی کے بارہ میں جھوٹی خبر نہ دی جائے۔ اسی رعایت سے گواہی دینے میں یہ بھی شامل ہے کہ اجرت پر گواہی نہ دے۔ گواہی دینے پر اجرت لینا جائز نہیں۔ البتہ آنے جانے کا کرایہ لے سکتے ہیں۔ شہادت کے تفصیلی احکام سورۃ البقرہ کے رکوع نمبر ۳۹ میں گزر چکے ہیں۔

ذٰلِكَ يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

(یہ جو باتیں بیان ہوئیں ان کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو)

الغرض جو احکام مذکور ہوئے سراپا ہدایت ہیں ان کے ماننے میں خیر ہی خیر ہے۔ اہل ایمان پر لازم ہے کہ ان کو سمجھیں اور ان سے مطابق چلیں۔ ساتھ آخرت کا دن بھی ہے جسے آخرت کا یقین ہے حساب کتاب کا ڈر رہے گا تو دین کی تعمیل پر عمل کرنا لازم ہے۔

تقویٰ اور توکل کے فوائد

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

(اور جو شخص اللہ سے ڈرے اس کے لئے اللہ مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے)

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے رزق ملنے کا خیال بھی نہ ہو)

اس میں مومن بندوں کے لئے بہت بڑی تعلیم ہے جو شخص فرمانبرداری کرے گا نیک اعمال میں لگے گا ناجائز سے بچے گا اور امر مشروع پر عمل کرے گا (خواہ طاعات پر مشقت سے متعلق ہوں جن کا یہاں ذکر ہے۔ خواہ زندگی سے دوسرے شعبوں سے) ہر حال میں اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔

تقویٰ مومن بندوں کے لئے دنیا و آخرت میں فلاح کا ذریعہ ہے۔ مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ والوں سے دو وعدے کئے ہیں اول یہ کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی مخرج یعنی مشکلات سے نکلنے کا راستہ نکال دے گا۔ دنیا میں مشکلات تو پیش آتی ہی رہتی ہیں۔ لوگ ان کے لئے تدبیریں کرتے رہتے ہیں بعض لوگ گناہوں کے ذریعہ ان کو دفع کرنا چاہتے ہیں لیکن پھر بھی مشکلات میں پھنسے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے وعدہ فرمایا کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں (کیا رجوع کرنے کی کوئی صورت ہے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم لوگ حماقت کا کام کرتے ہو پھر کہتے ہو اے ابن عباس اے ابن عباس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا اور اے سائل! تو اللہ سے نہیں ڈرا میں تیرے لئے کوئی مخرج یعنی مشکل سے نکلنے کا راستہ نہیں پاتا تو نے اللہ کی نافرمانی کی تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی (رواہ ابوداؤد ص ۲۹۹)

دوسرا وعدہ یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے والے کو اللہ ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں اس کا وہم بھی نہ ہوگا۔

دونوں وعدے دنیا سے متعلق ہیں آخرت سے بھی تقویٰ اختیار کرنے والے کے لئے دنیا میں بھی خیر ہے مشکلات سے چھٹکارا ہوتا ہے اور اسے اسی جگہ سے رزق ملتا ہے جہاں سے خیال بھی نہ ہو۔ یہ باتیں آزمائی ہوئی ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کر لیں تو ان کے لئے کافی ہو جائے۔ وہ آیت یہ ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا

یحتسب (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۳)

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ

(اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے سو اللہ اس کے لئے کافی ہے) اس سے پہلے متقی کے لئے غیبی مدد اور خیر و خوبی اور رزق کا وعدہ فرمایا اور اس جملہ میں توکل کرنے والوں سے خیر کا وعدہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لئے اللہ کافی ہے یہ بھی بہت بڑی بشارت ہے اور اللہ کی طرف سے مدد اور نصرت کا اعلان ہے۔

تقویٰ اور توکل دونوں بڑی اہم چیزیں ہیں۔ مومن کی گاڑی کے پہیے ہیں کوئی دونوں کو اختیار کر کے تو دیکھے پھر دونوں چیزوں کی برکات بھی دیکھ لے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا دل ہر وادی میں کچھ نہ کچھ مشغول رہتا ہے۔ سو جس شخص نے اپنے دل کو ان سب مشغولیتوں میں کاہیدہ اس کے بارے میں اللہ کو پرواہ نہیں کرے گا کہ اسے کس وادی میں ہلاک کر دے اور جو شخص اللہ پر توکل کرے اللہ اس کے سب کاموں کی کفایت فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دیتا جیسے پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس آجاتے ہیں۔ (رواہ الترمذی کذا فی مشکوٰۃ ص ۴۵۲)

توکل کے درجات میں ترک اسباب بھی ایک درجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی کو اختیار فرمایا ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں بلکہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ

(اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کیجئے اور سجدہ کرنے والوں میں سے رہیے اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ (مشکوٰۃ مصابیح ص ۴۴۴)

اسباب اختیار کرتے ہوئے بھی بندہ متوکل ہو سکتا ہے بشرطیکہ اسباب پر بھروسہ نہ ہو بھروسہ اللہ پر ہی ہو اور حقیقی رازق اسی کو سمجھتا ہو جب جب یہ بات حاصل ہو جائے تو بندہ اسباب اختیار کرنے میں بھی گناہ سے بچتا ہے اور رزق حاصل کرنے کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتا جس میں گناہ کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ (بیشک اللہ اپنا کام پورا کر ہی دیتا ہے) وہ جو ارادہ فرمائے گا اسکے ارادہ کے مطابق ہو کر رہے گا اور احکام تشریعیہ میں جو حکم دینے کا ارادہ کرے گا وہ حکم دے ہی دے گا اسکے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔

قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا۔

(بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر رکھا ہے)

اسی کے مطابق تکوینی اور تشریعی احکام نافذ ہوتے رہتے ہیں۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ

اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور ان طرح جن عورتوں کو

يَحِضْنَ ۚ وَ اُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ

حیض نہیں آتا اور حمل عورتوں کی عدت ان کے ہاں حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں

يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ

آسانی دے گا یہ حکم ہے جو اللہ نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اس کو بڑا

لَهٗۤ اَجْرًا ۝ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۚ

اجر دے گا تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے ضرر مت پہنچاؤ

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

اور اگر وہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان پر خرچ کرتے رہو پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لئے دودھ پلائیں تو تم

اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ

ان کو اجرت دو۔ اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو۔ اور اگر باہم مشکل کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے

مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ۚ سَيَجْعَلُ

موافق خرچ کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ جس کو اللہ نے جتنا کم دیا ہے اس سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا اللہ تنگی

اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝

کے بعد جلد ہی خوشحالی دے گا۔

ع ۱ ۱۷

عدت سے متعلق چند احکام کا بیان حاملہ حائضہ آئسہ کی عدت کے مسائل

ان آیات میں متعدد احکام بیان فرمائے ہیں۔ اول تو ان عورتوں کی عدت بیان فرمائی جو آئسہ ہوں یعنی حیض نہ آتا ہو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

دوم وہ عورتیں جن کو حیض آنا شروع نہیں ہوا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔

پھر ان عورتوں کی عدت بیان فرمائی جن کو حمل ہو ان کا حمل جب بھی ختم ہو جائے (بچہ پیدا ہو جانے سے یا ایسے حمل ساقط ہو جانے سے جس کا کوئی عضو بن گیا تھا۔ عدت ختم ہو جائے گی) حمل والی عورتوں کی عدت علی الاطلاق وضع حمل جو بتائی ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا عموم ہر عدت گزارنے والی عورت کو شامل ہے۔ جس کی عورت کا شوہر مر گیا ہو اور اس کو طلاق ہوئی ہو اگر اس کو حمل ہے تو حمل ختم ہو جانے پر اس کی عدت ختم ہو جائے گی شوہر کی وفات پر جو چار مہینے اور دس [illegible] طلاق والی عورت کو جو عدت گزارنے کے لئے تین حیض گزارنے کا حکم ہے یہ ان عورتوں سے متعلق ہے جن کو حمل نہ ہو۔

فائدہ: جس کسی عورت کا کسی مرد سے نکاح ہوا ہو پھر میاں بیوی کی تنہائی ہونے سے پہلے ہی طلاق ہو جائے تو ایسی عورت پر کوئی

عدت والی ہیں۔

فائدہ:۔ جن عورتوں کو حیض آنا بند ہو گیا تھا پھر حیض آنا بند ہو گیا اور ابھی اس عمر کو بھی نہیں پہنچی جس میں حیض آنا بند ہو جاتا ہے (جس کو سن یاس کہتے ہیں) یعنی عورت جو طلاق ہو جائے تو اس کی عدت تین مہینے گزرنے سے نہیں پوری ہوگی وہ انتظار کرے یا تو تین حیض آ جائیں یا پھر سن یاس آ جائے۔ اس میں بڑی عمر ہونے کی وجہ سے حیض آنا ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا

(اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے کام میں آسانی فرماتا ہے (دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانیاں ہو جاتی ہیں)

پھر فرمایا ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗ اِلَيْكُمْ

(یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کو اس نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے)

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا

(اور جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا)

اس رکوع میں تین بار تقویٰ کی فضیلت بیان فرمائی ہے پہلے تو یہ فرمایا جو شخص تقویٰ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے خیال بھی نہ ہو پھر فرمایا۔ جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کاموں میں آسانی فرما دے گا۔ پھر فرمایا جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اسکے گناہوں کا کفارہ کر دے گا اور اسکو بڑا اجر دے گا۔ تینوں آیات میں تقویٰ کی بڑی اہمیت اور شدت معلوم ہوئی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے تقویٰ اختیار کرنے پر جو وعدے فرمائے ہیں ان کا علم ہوا۔

کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے تو دیکھے پھر دیکھے اللہ تعالیٰ کے وعدے کس طرح پورے ہوتے ہیں لوگوں نے تقویٰ اور توکل دونوں کو چھوڑ دیا صورت یہ ہے کہ گھر میں گھاری اور دنیاداری آئی ہدایتیں مدارس بھی نہیں رہیں۔

تیسرا حکم فرمایا اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ

(ان عدت گزارنے والی عورتوں کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم ٹھہرے ہوئے ہو اپنی استطاعت کے مطابق۔

پانچواں حکم فرمایا وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ

(اور تم ان کو نہ ستاؤ تاکہ انہیں تنگی میں ڈال دو اور تمہارے گھر سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔

چھٹا حکم فرمایا کہ حمل والی عورتوں پر حمل وضع ہونے تک خرچ کرو۔

مطلقہ عورتوں کے اخراجات کے مسائل: ان احکام کی توضیح اور تفسیر یہ ہے کہ عدت والی عورتوں کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ رجعی طلاق والی ہو۔

۲۔ طلاق بائن یا مغلظہ دی گئی ہو اور عورت حمل والی نہ ہو۔

۳۔ طلاق بائن والی عورت حاملہ ہو۔

۴۔ وہ عورت جس نے شوہر سے خلع کر لیا ہو۔

۵۔ عدۃ وفات گزار رہی ہو۔

ان عورتوں میں خرچ کی نوعیت مختلف ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ کھانے کا خرچہ ۲۔ رہنے کا گھر ۳۔ کپڑے پہننے کی ضرورت

طلاق رجعی ہو یا بائن یا مغلظہ حالت حمل میں ہو یا غیر حمل میں ہو ہر صورت میں طلاق دینے والے کے ذمہ ہے کہ عدت کے زمانے کا نان ونفقہ برداشت کرے اور رہنے کے لئے گھر بھی دے۔ خود بھی اس گھر میں رہے تو طلاق بائن یا مغلظہ ہونے کی صورت میں پردہ کرے رہے اور اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے خلع کر لیا تو یہ بھی طلاق بائن کے حکم میں ہے۔ وھو مفد سدا دائم بعد اخلا فی بدل الخلع (راجع البحر الرائق) اس میں بھی عدت واجب ہوتی ہے اور عدت کا نان ونفقہ اور رہنے کے گھر میں واجب ہوتا ہے اور جس عورت کا شوہر فوت پا گیا ہو اس پر عدت تو لازم ہے لیکن شوہر کے مال میں نان ونفقہ واجب نہیں یہ عورت اپنے مہر میں سے یا میراث کے حصہ میں سے اپنے اوپر خرچ کرے اگر خرچ موجود نہ ہو اور میکہ والے بھی خرچ نہ کریں تو محنت مزدوری کرے کما کر اور اگر اس کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو پردہ کے ساتھ دن میں باہر جا سکتی ہے اگر واپسی میں دیر ہو جائے اور تھوڑی سی ابتدائی رات اپنے گھر سے باہر گزر جائے اس کی اجازت ہے۔ ضرورت پوری ہوتے ہی واپس آ جائے اور رات اسی گھر میں رہے جس میں رہتے ہوئے شوہر نے وفات پائی ہے۔

عدت وفات والی عورت کے شوہر کی میراث سے مذکورہ گھر میں اگر اتنا حصہ نہ بنتا ہو جو اس کی رہائش کے لئے کافی ہو یا شوہر کے ورثاء اس کو گھر سے نکال دیں یا مکان کرائے پر تھا اس کا کرایہ ادا کرنے کی طاقت نہ ہو یا اپنی جان یا مال کے بارے میں خوف وخطرہ ہو تو اس گھر کو چھوڑ سکتی ہے جس میں شوہر کی وفات ہوئی۔

مطلقہ عورتوں کو رہنے کی جگہ دینے کا حکم: اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم میں فرمایا ہے اور من وجدکم فرما کر یہ بتا دیا کہ اپنی وسعت قوت اور طاقت کو دیکھو اس کے مطابق اسے رہنے کی جگہ دو۔ شریعت کی پاسداری کرو تھم شرعی ہونے کی وجہ سے انہیں اسی گھر میں ٹھہراؤ جس میں تم رہتے ہو ولا تضارّوھنّ لتضیقوا علیھنّ اور ان کو تکلیف نہ دو تاکہ تم انہیں تنگدل کر دو یعنی ایسی صورت اختیار نہ کرو کہ وہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں قول سے یا فعل سے دونوں ایسی حرکت نہ کرو جس سے اس کا تمہارے ساتھ رہنا دوبھر ہو جائے یہ تو مطلقہ عورتوں کو رہائش دینے کا حکم ہوا۔ اس کے بعد فرمایا:

وان کنّ اولات حمل فانفقوا علیھنّ حتی یضعن حملھنّ

اور اگر مطلقہ عورتیں حمل والی ہوں تو ان پر خرچ کرو یہاں تک کہ حمل وضع کر دیں۔ حمل والی عورت کی عدت وضع حمل ہے جب حمل وضع ہو جائے گا اس کی عدت بھی ختم ہو جائے گی اور عدت کے لوازم یعنی نان نفقہ رہنے کا گھر بھی سابق شوہر کے ذمہ نہیں رہے گا۔

بچوں کو دودھ پلانے کے مسائل: فان ارضعن لکم فاٰتوھنّ اجورھنّ

جب اولاد پیدا ہوتی ہے تو ماں باپ دونوں مل کر پرورش کرتے ہیں۔ بچے شفقت میں پلتے بڑھتے اور چلتے پھرتے ہیں۔ ماں دودھ پلاتی ہے اور باپ بچہ پر اور بچہ کی ماں پر خرچ کرتا ہے لیکن اگر طلاق ہو جائے تو بچہ کی پرورش کا دودھ پلانے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ماں کا دل تو چاہتا ہے کہ میں ہی دودھ پلاؤں اگر مفت میں پلائے تو اسے اختیار ہے اور اچھی بات ہے اور اگر بچہ کے باپ سے دودھ پلانے کی مناسب اجرت مانگے تو یہ بھی جائز ہے اور باپ کے ذمہ ہے کہ اسے دودھ پلانے کی اجرت دے۔ اس مضمون کو مذکورہ عبارت میں بیان فرمایا ساتھ ہی وائتمروا بینکم بمعروف بھی فرما دیا مطلب یہ ہے کہ ماں اور باپ دونوں باہمی مشورہ کر لیں اور بچہ کی خیر خواہی ہر ایک کے پیش نظر رہے عورت بھی مناسب سے زیادہ اجرت نہ مانگے اور باپ بھی اجرت طے کرنے کے بعد انکار نہ کرے۔ حق واجب کو

نہ روکے باپ یوں نہ سمجھے کہ چونکہ اس کا بچہ ہے اس کو پلانا ہی پڑے گا میں اجرت دوں یا نہ دوں کم دوں یا زیادہ دوں اور ماں یہ سوچ کر زیادہ اجرت نہ مانگے کہ اپنے بچے کی وجہ سے یہ منہ مانگی اجرت دینے پر راضی ہو جائے گا۔

شرعاً باپ کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بچہ کی ماں کی مطلوبہ اجرت ضرور ہی دے۔ زائد اجرت طلب کرنے کی صورت میں دوسری عورت سے بھی دودھ پلوا سکتا ہے لیکن ماں ماں ہی ہے وہ زیادہ شفقت سے رکھے گی باپ بچہ کو اس کی ماں کے ذمہ لگائے اور اس سے دودھ پلوائے تو اسے بھی چاہیے کہ مناسب اجرت سے زائد نہ لے۔ رضاع اور ارضاع کے مسائل سورۂ بقرہ میں بھی گزر چکے ہیں۔

فائدہ: جب کسی مرد نے کسی عورت کو طلاق دے دی اور ماں نے بچہ کو پرورش کے لئے لے لیا تو جب تک شوہر کی طرف سے زمانہ عدت کا نان ونفقہ مل رہا ہے تو اس وقت تک دودھ پلانے کی اجرت طلب نہیں کر سکتی یعنی دودھ اخر چہ نہیں دیا جائے گا اور جب عدت گزر جائے اور ابھی دودھ پلانے کا زمانہ باقی ہے تو اب بچہ کی ماں بچہ کے باپ سے دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے بچہ کے دوسرے اخراجات اس کے سوا ہوں گے۔

وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى اور اگر تم آپس میں تنگی محسوس کرو کہ نہ ماں مناسب اجرت پر دودھ پلانے پر تیار ہو اور نہ باپ اس کی مطلوبہ اجرت دینے پر راضی ہو تو دوسری عورت پلا دے گی یہ بظاہر خبر بمعنی الامر ہے یعنی بچہ کا والد اور کسی دودھ پلانے والی کو تیار کر لے جو دودھ پلا دے۔ اسی طرز خطاب میں تربیت ربانیہ کی طرف اشارہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ایک جان کو پیدا فرمایا ہے اور اسے زندہ بھی رکھتا ہے اور اسکی پرورش بھی کروائی ہے تو وہ کسی اور کو آمادہ فرما دے گا آخر بے ماؤں کے بچے بھی تو پرورش پاتے ہی ہیں۔

ہر صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے: لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ (وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے)

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ.

(اور جس کے رزق میں تنگی ہو تو وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دے رکھا ہے)

یعنی پیسے والا آدمی بچہ پر اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور تنگ دست آدمی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا

(اللہ کسی جان کو اس سے زیادہ خرچ کرنے کا مکلف نہیں بناتا جتنا اس کو دیا ہے)

اللہ تنگی کے بعد آسانی فرما دے گا: سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا. (اللہ تعالیٰ عنقریب تنگی کے بعد آسانی فرما دے گا) لہٰذا کوئی خرچ کرنے والا راہ خیر میں خرچ کرنے سے پہلو تہی نہ کرے اور مالیات کے سلسلہ میں جو فرائض وواجبات ہیں ان میں خرچ کرے اور یہ نہ سوچے کہ اس کو خرچ کر دوں گا تو اور کہاں سے آئے گا۔ عموماً فقہاء کے کلام میں مطلقہ عورت کے لئے زمانہ عدت کا نان ونفقہ اور سکنیٰ یعنی رہائش کا گھر دینے کا ذکر ہے سوۃ یعنی پہننے کے کپڑے دینے کا ذکر نہیں ہے صاحب البحر الرائق نے اس پر توجہ فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ ذخیرہ اور خانیہ اور عنایہ اور مجتبیٰ میں پوشاک کے مستحق ہونے کا بھی ذکر ہے پھر لکھا ہے کہ اس کا تعلق حاجت اور ضرورت سے ہے اگر عورت کے پاس پہننے کے کپڑے ہیں اور مدت بھی مختصر ہے مثلاً تین حیض یا تین ماہ ہیں تو کپڑے کا انتظام کرنا واجب نہیں اور اگر اسے کپڑوں کی ضرورت پڑی اور عدت کی مدت لمبی ہوگئی مثلاً حیض نہیں آتا جس کی وجہ سے طہر میں امتداد ہو گیا تو قاضی کپڑے بھی دلائے گا۔

ولم يذكر الكسوة والمقول في الذخيرة والخانية والعناية والمجتبى المعتد تستحق الكسوة قالوا وانما لم يذكرها محمد في الكتاب لان العدة لاتطول غالباً فتستغنى عنها حتى لو احتاجت اليها يفرض لها ذلك اھ فظهر بهذا أن كسوة المعتدة على التفصيل اذا استغنت عنها لقصر المدة كما اذا كانت عدتها بالحيض وحاضت او بالأشهر فانه لا كسوة لها وان احتاجت اليها لطول المدة كما اذا كانت ممتدة الطهر ولم تحض قال القاضي يفرض لها وهذا هو الذي حرره الطرسوسي في انفع الرسائل وهو تحرير حسن مفهوم من كلامهم (البحر الرائق ص ۲۱۶ ج ۴) (کپڑوں کا ذکر نہیں کیا گیا جیسا کہ ذخیرۃ، خانیۃ، عنایۃ اور المجتبیٰ میں منقول ہے کہ عدۃ والی عورت کپڑوں کی بھی مستحق ہے، امام محمدؒ نے کتاب میں کپڑوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا کیونکہ عدۃ عموماً لمبی نہیں ہوتی اس لئے عورت کپڑوں کی ضرورتمند نہیں ہوتی حتی کہ اگر اسے کپڑوں کی ضرورت پڑے تو اس کے لئے کپڑے مقرر کئے جائیں گے اس سے واضح ہوا کہ عدت والی عورت کے کپڑوں کا مسئلہ میں تفصیل ہے اور اگر وہ کپڑوں کی ضرورت مند نہ ہو عدت کی مدت کے کم ہونے کی وجہ سے جیسا کہ اگر اس کی عدت حیض کے ساتھ ہو اور (مسلسل) اسے حیض آئے یا عدت مہینوں کے ساتھ ہے تو اس کے لئے کپڑے نہیں ہیں اور اگر عدت لمبی ہو جانے کی وجہ سے کپڑوں کی ضرورت پڑی جیسا کہ جب اس کا طہر لمبا ہو جائے اور جلدی حیض نہ آئے تو قاضی اس کے لئے کپڑے مقرر کرے گا اور اس تفصیل کو طرطوسی نے انفع الرسائل میں لکھا ہے اور یہ بہت عمدہ تحریر ہے جو فقہاء کے کلام سے ماخوذ ہے)

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا

اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں کی سرتابی کی سو ہم نے ان کا سخت حساب لیا اور انہیں برا عذاب

نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ

دیا سو اس نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کا انجام کار خسارہ ہوا۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا ع

سو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اللہ نے تمہاری طرف بڑی نصیحت نازل فرمائی ایک ایسا رسول جو تم پر اللہ کی

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

آیات تلاوت کرتا ہے جو واضح طور پر بیان کرنے والی ہیں تاکہ ان لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف

النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

لے جائے جو یوں مانے اور اچھے عمل کرے اور جو شخص اللہ پر یقین کرے اور نیک عمل کرے وہ اللہ اسے ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝

وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ نے اس کے لئے اچھی روزی مقرر فرمائی ہے۔

گزشتہ ہلاک شدہ بستیوں کے حوال سے عبرت حاصل کرنے کا حکم

ان آیات میں سرکش اقوام کی ہلاکت اور بربادی کا اور ایمان اور اعمال صالحہ والوں کی کامیابی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ صاحب معالم تنزیل فرماتے ہیں کہ آیت میں تنذیم اور تہدید کے طور پر مخاطب یہ ہے کہ اے ان بستیوں کے رہنے والو! دنیا میں بھوک اور قحط کا اور تلواروں سے مقتول ہونے کا اور دوسری مصیبتوں کا عذاب دیا اور آخرت میں ان سے سخت حساب میں گے ان لوگوں نے سرکشی کی اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے سے منہ موڑا اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا بندے میں بھی عذاب میں مبتلا رہے اور عذاب بھی مختلف بہت سخت اور برا تھا اور رسوا کن تھا پھر آخرت میں بھی ان سے سخت حساب لیا جائے گا وہاں سخت حساب کے جو بھی کے تاب ہوئی۔ لہٰذا وہاں پوری طرح خسارہ یعنی ہلاکت و بربادی کا سامنا ہوگا اور انجام کار دوزخ کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے دنیا میں بھی اپنے کئے کا وبال چکھا اور آخرت میں بھی بربادی میں گے اسی کو فرمایا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا کہ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا ہے۔

قرآن کریم ایک بڑی نصیحت ہے: اس کے بعد اہل ایمان سے خطاب فرمایا اور انہیں اہل عقل بتایا اور ارشاد فرمایا اے عقل والو جنہوں نے ایمان قبول کیا اللہ نے تمہاری طرف بہت عظیم نصیحت نازل فرمائی ہے یعنی قرآن اور تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے یہ رسول تمہارے اوپر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے یہ آیات بینات ہیں جو واضح طور پر صاف صاف کھول کر حق اور باطل کے درمیان فرق بتاتی ہیں تاکہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے انہیں اندھیروں سے نورانی روشنی کی طرف نکال دے (جو لوگ اللہ کی کتاب قرآن حکیم اور اس کے رسول کریم ﷺ کو نہیں مانتے وہ برابر کفر و شرک کی اندھیریوں میں رہتے ہیں دنیا میں کفر و شرک کی گمراہی کی اندھیریوں میں رہتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی اندھیریوں میں رہیں گے)

اہل ایمان کا انعام: اس کے بعد اہل ایمان کا انعام بیان فرمایا کہ جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے پھر اس مضمون کو قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا پر ختم فرمایا یعنی جو بندہ مومن ہو اور اعمال صالحہ اختیار کرتا ہو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اچھا رزق تیار فرماتا ہے وہ جنت میں جائے گا تو اپنا رزق لے لے گا یہ رزق بے مثال عمدہ اور دائمی ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا

اللہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین کی قسم سے بھی انہیں جیسی ان کے درمیان حکم نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم جان لو

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

ع ۲

اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور انہیں کی طرح زمینیں پیدا فرمائیں

یہ آیت سورۂ طلاق کی آخری آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت اور شان قدرت اور تکوین کو بیان فرمایا ارشاد فرمایا اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمینیں بھی ان کی جیسی یعنی تعداد میں ان کے برابر پیدا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کے احکام ان کے درمیان نازل ہوتے ہیں۔ سب سے اوپر کے آسمان سے لے کر سب سے نیچے والی زمین تک جو بھی مخلوق ہے سب پر اس کے احکام تکوینیہ نافذ ہیں اور بہت سی مخلوق احکام تدوینی کی بھی مکلف ہے۔ یہ بات حدیثوں کہاں ہیں کہ صحیح ہیں جمہور علماء کا یہی فرمانا ہے کہ یہ بھی آسمانوں کی طرح اوپر نیچے سات جہتات ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی اس سے کافی ہے یہ بات کہ وہ سات زمینیں بنی آدم کے مشاہدہ میں نہیں ہیں اس بات کے وجود میں مانع نہیں یا تو حدیث صحیح مرفوع سے سات زمینوں کا وجود ثابت ہوتا ہے یہ احادیث حضرت سعید بن زید اور حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں (دیکھو صحیح بخاری ص ۴۵۳ ج ۱ اور صحیح مسلم ص ۳۳۲ ج ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ جس نے بھی کسی کی زمین ناحق لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب زمینوں کو ساتویں زمین کے ختم تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالے گا۔ (صحیح مسلم ۳۲ ج ۲)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تھے تو یہ کلمات ضرور پڑھتے تھے۔

اللّٰھُمَّ ربَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وما اَظْلَلْنَ ورَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وما اَقْلَلْنَ ورَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وما اَضْلَلْنَ ورَبَّ الرِّیَاحِ وما ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وخَیْرَ اَھْلِھَا ونَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وشَرِّ اَھْلِھَا وشَرِّ مَا فِیْھَا (رواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ والبیھقی)

(اے اللہ جو ساتوں آسمانوں اور ان سب چیزوں کا رب ہے جو آسمانوں نے نیچے کیں اور ساتوں زمینوں اور ان سب چیزوں کا رب ہے جن کو زمینوں نے اٹھا رکھا ہے اور جو شیطانوں کا اور ان سب کا رب ہے جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے اور جو ہواؤں کا رب ہے جنہیں ہواؤں نے اڑایا ہے سو ہم تجھ سے اس آبادی کی اور اس کے باشندوں کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور اس کی آبادی کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں)

ولنعلموا ان اللہ علی کل شیء قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیء علما

اللہ تعالیٰ نے تمہیں آسمانوں اور زمینوں کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس لئے ہے کہ تم یہ بات جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے (کوئی چیز اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں ہے)

وھذا آخر تفسیر سورۃ الطلاق والحمد للہ العلی الخلاق والصلوۃ والسلام علی رسولہ الذی عرج فی سبع الطباق وعلی الہ واصحابہ الذین نشروا الدین فی الآفاق

☆☆☆ ☆☆☆

مدنی	سورۃ التحریم	۱۲ آیتیں ۲ رکوع

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۷) ۱۲ ۱۶۶ ۲

سورۂ تحریم مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اے نبی! آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے حلال کیا۔ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا ہے

رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

مہربان ہے۔ اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

حلال کو حرام قرار دینے کی ممانعت

یہاں سے سورۃ التحریم شروع ہو رہی ہے۔

اس کی ابتدائی آیات کے سبب نزول کا ایک واقعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد تھوڑی دیر کو ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تھوڑا تھوڑا وقت ہر ایک کے پاس گذارتے تھے ایک دن جو حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس تشریف لے گئے ان کے پاس شہد پی لیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اور حفصہؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی تشریف لائیں تو ہم کہہ دیں کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے (یہ ایک قسم کا گوند ہوتا تھا) چنانچہ آپؐ دونوں میں سے کسی ایک کے پاس تشریف لائے تو یہی بات عرض کر دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے مغافیر تو نہیں کھایا بلکہ میں نے زینب بنت جحشؓ کے پاس شہد پیا ہے اور میں نے قسم کھالی ہے اس کے بعد ہرگز نہیں پیوں گا۔ اس پر آیت کریمہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری ص ۷۲۹ ج ۲)

یہ قصہ ذرا تفصیل سے صحیح البخاری ص ۷۹۳ میں بھی ہے اس میں کچھ اختلاف روایت بھی ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسوہ اور مقتدیٰ بنا کر بھیجا تھا اس لئے طرح طرح کے واقعات ظہور پذیر ہوئے تاکہ امت کو اپنے حالات اور معاملات میں ان سے سبق ملے۔ آپؐ کی بعض بیویوں نے جو ایسا مشورہ کیا تھا کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم ایسا ایسا کہیں گی یہ شوہر اور بیوی کی آپس کی دل لگی کی بات ہے اس میں یہ اشکال پیدا نہیں ہوتا کہ ان عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں ایذا پہنچائی جب یہ عرض کیا گیا

کہ آپ نے گوند کھایا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے گوند نہیں کھایا میں زینب کے پاس شہد پی کر آرہا ہوں اور ساتھ ہی قسم بھی کھالی اب میں نہیں پیوں گا اور سوال کرنے والی بیوی سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کسی کو نہیں بتانا' اللہ تعالیٰ نے خطاب کر کے فرمایا کہ اے نبی! جو چیزیں اللہ نے آپ کے لئے حلال قرار دی ہیں' آپ ان کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہیں؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں' یہ حرام قرار دینا ان کی خوشنودی کے لئے تھا' اسے حرام کر لیا اور پھر اس پر قسم کھانا' آپ کے شایان شان نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رسول ﷺ کی ذات گرامی کی عظمت بتائی ہے کہ ترک اولیٰ بھی آپ کے مقام رفیع کے خلاف ہے۔ یہ بھی توقع نہیں ہونا چاہیے تھا اور جو کچھ ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اسے بھی معاف فرما دیا (آپ نے اعتقاد احلال کو حرام قرار نہیں دیا تھا البتہ ترک مباح پر قسم کھائی تھی)

قسم کھانے کے بعد کیا طریقہ اختیار کیا جائے

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کو کھول دینا مشروع فرمایا ہے) اس میں لفظ لکم بڑھا کر یہ بتا دیا کہ ساری امت کے لئے یہی حکم ہے کہ جب کسی چیز کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے عہدہ براء ہونے کا جو طریقہ مشروع فرمایا ہے اس کے مطابق عمل کر لیں یہ قسم کا کھولنا یعنی قسم کھا کر جو بات اپنے ذمہ کر لی ہے اس سے نکلنا دو طریقہ سے ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ قسم کو پورا کر دے (بشرطیکہ معصیت نہ ہو) اور دوسرا یہ ہے کہ اگر قسم ٹوٹ جائے تو اس کا کفارہ دیدیا جائے ان دونوں صورتوں سے قسم ختم ہو جاتی ہے یعنی اس کا حکم باقی نہیں رہتا' پھر معلوم ہونا چاہیے کہ ایک تو یہ قسم کہ اللہ کی قسم ایسا کروں گا یا ایسا نہیں کروں گا (پھر اس میں معلق اور غیر معلق کی تفصیلات ہیں) اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی حلال کو اپنے اوپر حرام کرے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی یمین ہے اس کا بھی کفارہ واجب ہے جیسا کہ قسم کی خلاف ورزی کرنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔

تفسیر قرطبی میں بلا سند نقل کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دے دیا تھا پھر زید بن اسلمؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کفارہ میں ایک غلام آزاد فرمایا تھا۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ

اور جب نبی نے ایک بات اپنی بیوی سے آہستہ بیان فرمادی' پھر جب وہ بات اس بیوی نے بتادی اور اللہ نے وہ بات نبی پر ظاہر کر دی تو پیغمبر نے

بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ

کچھ بات بتادی اور کچھ بات سے اعراض کیا۔ پھر جب نبی نے وہ بات اس بیوی کو بتادی تو اس نے کہا کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے جاننے

الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

والے خبر رکھنے والے نے خبر دی۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک خصوصی واقعہ جو بعض بیویوں کے ساتھ پیش آیا

بعض مفسرین نے اس آیت کا تعلق بھی شہد والے قصہ سے بتایا ہے اور یوں تفسیر کی ہے کہ آپؐ نے جو یوں فرمایا تھا کہ میں شہد نہیں پیوں گا۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا تھا کہ کسی سے کہنا نہیں لیکن جس اہلیہ سے یہ فرمایا تھا اس نے آپؐ کی دوسری اہلیہ کو یہ بات بتا دی' اللہ

تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی اس سے مطلع فرمایا تو آپ نے اپنی بعض بیویوں سے اس بات کا تذکرہ کیا یعنی یہ جتلایا کہ تو نے اتنی بات ظاہر کر دی ہے اور اتنی بات ظاہر نہیں کی اور آپ نے تھوڑی سی بات سے اعراض فرمایا یعنی غایت رحمت کی وجہ سے پورے اجزاء کا اظہار نہیں فرمایا تاکہ ظاہر کرنے والی بیوی کو یہ جتلائے کہ تو نے میری بات کیوں ظاہر کی تو اس نے سوال کیا کہ آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے علیم یعنی اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔ صاحب بیان القرآن نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے لیکن تفسیر کی کتابوں میں ایک اور واقعہ بھی لکھا ہے اور آیت کا شان نزول اسی واقعہ کو بتایا ہے وہ واقعہ معالم التنزیل میں یوں لکھا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے گھر جانے کی اجازت مانگی آپ نے اجازت دیدی آپ نے ایک باندی ماریہ قبطیہ تھی جن سے صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے (رضی اللہ عنہما) وہ وہاں پہنچیں آپ نے ان سے اپنی حاجت پوری کرلی حضرت حفصہ کو واپس آئیں تو انہوں نے دروازہ بند دیکھا اور صورت حال کو بھانپ لیا جب آپ تشریف لائے تو شکایت کی کہ آپ نے میرے احترام کے خلاف کیا اور میری نوبت سے دن میرے گھر پر باندی سے استمتاع کرلیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں اتنا اشکال کی کون سی بات ہے؟ میری باندی ہے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اس کو حلال قرار دیا ہے چلو خاموشی اختیار کرو میں نے اپنے اوپر حرام قرار دیتا ہوں تو راضی ہو جاؤ کسی کو خبر نہ دینا جب آپ واپس تشریف لے گئے تو حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو دروازہ کھٹکھٹایا اور انہیں خوشخبری سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام قرار دیدیا ہے۔ اس کے بعد صاحب معالم التنزیل نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تھا۔

واذ اسر النبی سے یہ بات مراد ہے کہ جس میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت حفصہ سے فرمایا تھا کہ کسی کو خبر نہ دینا پھر حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اسی وقت یہ بھی بتادیا تھا کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے حضرت حفصہ نے یہ باتیں اپنی پہلی حضرت عائشہ کو بتادیں آپ نے فرمایا کہ تو نے عائشہ کو یہ بات بتائی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے علیم و خبیر نے بتایا۔ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو باندی حرام کرنے والی بات بھی بتادی تھی اور خلافت والی بھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے ایک بات کا ذکر فرمایا اور ایک بات چھوڑ دی یعنی یوں نہیں فرمایا کہ تو نے عائشہ کو خلافت والی بات بھی بتائی ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ خلافت والی بات دوسروں میں نہ پھیلے۔ مفسر قرطبی نے بھی حضرت ماریہ کو حرام قرار دینے والی بات کہی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ سند کے اعتبار سے اور معنوی تعلق کے اعتبار سے یہ زیادہ ٹھیک ہے لیکن صحیح احادیث میں مذکور نہیں ہے اگر اس روایت کو سامنے رکھا جائے تو عرف بعضہ کا مصداق یہ ہوگا کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو جو باتیں بتائی تھیں ان میں سے چھ بات بتادی اور چھ بات سے خاموشی اختیار فرمائی۔

آیت یا خوشبو والے قصہ سے متعلق مانا جائے تو اس میں چونکہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ دونوں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم یوں کہیں گے کہ آپ نے مغافیر پیا ہے لہٰذا دونوں کی ذات پر حرف آتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف دینے والا مشورہ کیوں کیا ارادہ خواہ ایذاء دینے کا نہ ہو صرف دل لگی مقصود ہو لیکن صورت حال یہی بن گئی کہ آپ کو اس سے تکلیف پہنچی لہٰذا توبہ کا حکم دیدیا گیا دوسرے قصہ میں بظاہر حضرت عائشہ پر کوئی بات نہیں آتی کیونکہ انہوں نے صرف بات سنی تھی اور آگے بڑھانے کا ذکر بھی نہیں ملتا ہاں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے حضرت حفصہ نے ان سے یوں کہا

ہو کہ تمہیں ایک راز کی بات بتاتی ہوں مجھے منع تو کیا ہے کہ کسی کو نہ بتاؤں مگر میں تمہیں جو بتانے کا تعلق ہے اس لئے بیان کر دیتی ہوں۔ اگر انہوں نے یوں کہا اور انہوں نے سن یا تو ایذا دینے والی بات ان تک نہ پہنچی تھی کہ یوں کہہ دیتیں کہ جب آپ نے بیان کرنے سے منع فرما دیا تو میں نہیں سنتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ

وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ

اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج سے خطاب

یہ دو آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کر لو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل صحیح راہ سے ہٹ گئے تمہاری باتوں سے متاثر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہد پینے اور اپنی جاریہ سے مشتبہ ہونے سے اجتناب کرنے کا ارادہ فرمایا تھا اور اس کے بارے میں قسم کھائی تھی حالانکہ آپ کو یہ چیزیں پسند تھیں ان باتوں سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے کی طرف متوجہ فرمایا۔

دوسری آیت میں آپ کی ازواج مطہرات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نبی تمہیں طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار عنقریب تمہارے بدلہ تم سے اچھی عورتیں عطا فرما دے گا یہ عورتیں اسلام والی ایمان والی فرمانبرداری کرنے والی توبہ کرنے والی عبادت کرنے والی روزہ رکھنے والی ہوں گی جن میں بیوہ بھی ہوں گی اور کنواری بھی پھر ایسا واقعہ پیش نہیں آیا نہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دی اور نہ ان کے بدلہ دوسری بیویاں عطا کی گئیں۔

مزید فرمایا کہ اگر تم دونوں آپس میں کسی ایسے امر پر ایک دوسرے کی مدد کرتی رہو گی جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچ سکتی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ کو اس سے ضرر نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ ان کا مولیٰ ہے اور جبریل بھی اور مومنین بھی اور اس کے فرشتے بھی مددگار ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہو اور فرشتوں کی خاص کر جبریل کی اور صالح مومنین کی مدد ہو تو تمہارے مشورے کیا نقصان دے سکتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دو سال یہ سوال کیا کہ وہ دو کون سی عورتیں ہیں جن کے بارے میں ان تظاھرا علیہ، فرمایا ہے؟ ابھی میری بات پوری نہ ہوئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس سے عائشہ اور حفصہ مراد ہیں۔ (صحیح بخاری ص ۷۳۱ ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایلاء فرمانے کا ذکر

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ناراض

ہو گا ایک ماہ کا ایلاء کر رہا تھا یعنی یہ قسم کھائی تھی کہ بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے۔ اس زمانہ میں آپ نے ایک بالاخانہ میں رہائش فرمائی صحابہؓ میں یہ مشہور ہو گیا کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کا پتہ چلانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے پہلے سمجھانے کے طور پر حضرت عائشہؓ اور اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے سے حاضر خدمت ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اعورتوں کے بارے میں آپ کو کیا پریشانی ہے اگر آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے تو آپ کے ساتھ اللہ اور جبرئیل اور میکائیل اور میں اور ابوبکر اور دوسرے مؤمنین ہیں اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق فرمائی اور آیت کریمہ عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا اور آیت کریمہ وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ وجبرئیل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذلک ظھیر نازل فرمائی۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا مؤمنین کنکھیوں سے دیکھتے ہیں اور یوں کہہ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں! میں نے عرض کیا آپ کی اجازت ہو تو میں انہیں بتا دوں کہ طلاق نہیں دی؟ آپ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو بتا دو۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاخانے سے نیچے اترے آپ انتیس دن ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابھی ۲۹ دن ہوئے ہیں آپ نے تو قسم کھائی ہوئی تھی کہ ایک ماہ بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ انتیس دن کا مہینہ ہے (رواہ الشیخان مشکوٰۃ ص ۲۸۰ و ص ۲۹۲)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اس پر فرشتے مقرر ہیں۔

غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا

جو سخت مزاج ہیں مضبوط ہیں وہ اس کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو کام انہیں حکم دیا ہے وہ وہی کرتے ہیں جو کام انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اے کافرو!

تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً ع ۱۷

آج عذر پیش نہ کرو تمہیں اسی چیز کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور میں توبہ

نَّصُوْحًا ۭ عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ

جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان کو رسوا نہ فرمائے گا جو ان پر ایمان لائے ان کا نور ان کے سامنے اور داہنی طرف دوڑ رہا ہو گا وہ عرض کرتے ہوں گے کہ

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ

رب نور کو پورا فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے نبی جہاد کیجئے کافروں سے

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اور منافقوں سے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

اپنی جانوں کو اور اہل وعیال کو دوزخ سے بچانے کا اور سچی توبہ کرنے کا حکم

یہ چار آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ایمان والوں سے خطاب فرمایا کہ تم اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر ہیں دنیا میں جو آگ ہے وہ لکڑی یا تیل یا گیس سے جلتی ہے اور یہ بھی گرم اور دوزخ کی آگ کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر ہیں اور وہ آگ بہت زیادہ گرم بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ گرم ہے ایسی آگ سے بچنا اور اپنے گھر والوں کو بچانا عقل کے اعتبار سے بھی ضروری ہے اور یہ بچنا اسی طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے خود بھی بچے اور اپنے گھر والوں کو بھی بچائے انہیں دینی احکام سکھائے اور ان پر عمل کرائے دنیا میں کھلانے پہنانے کے لئے اپنے اہل وعیال کے لئے انتظام تو کرتے ہیں لیکن دوزخ کی آگ سے بچانے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اس میں عموماً غفلت برتی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا کہ تم اپنی جانوں کو بھی اس آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی اس میں فرائض وواجبات کا خود اہتمام کرنے اور اہل وعیال سے عمل کرانے کا حکم آ گیا اور گناہوں سے بچنے اور بچانے کا بھی بلکہ حلال کھانے اور کھلانے کا حکم بھی آ گیا حرام کھانا اور اول کو حرام کھلانا دوزخ میں جانے اور لے جانے کا ذریعہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو گوشت حرام سے پل بڑھا ہوگا جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو گوشت حرام سے پلا بڑھا ہوگا دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۲)

حلال کمائے حلال کھائے اور بیوی بچوں کو بھی حلال کھلائے حرام سے بچے اور حرام سے بچائے حرام سے پیٹ بھر دینا ان کے ساتھ ہمدردی نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ ظلم ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو دین سکھانا بھی ضروری ہے کیونکہ عمل بغیر علم کے نہیں ہو سکتا علم کے بغیر جو عمل ہوگا وہ غلط ہوگا وہ بھی عذاب دوزخ کا سبب بنے گا۔

تفسیر درمنثور میں ص ۳۶ ج ۶ بحوالہ طبرانی حاکم اور بیہقی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ پتھر جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ میں فرمایا ہے کہ کبریت (گندھک) کے پتھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جیسے چاہا پیدا فرما دیا اس آگ کی تیزی پھر گندھک کے پتھروں کا ایندھن ہونا اس سب کا تصور کرے خود بھی سوچے اور اہل وعیال کو بھی سمجھائے تاکہ گناہوں سے چھوٹنے پر نفس آمادہ ہو جائے دوزخ پر جو فرشتے مقرر ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ سخت مزاج ہیں اور بہت زیادہ مضبوط ہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے جو کچھ انہیں حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں اس میں یہ بتا دیا کہ کوئی بھی دوزخی ان فرشتوں سے جان چھڑا کر دوزخ کا دروازہ کھول کر یا دیواروں کو پھاند کر نہیں جا سکتا انہیں جو بھی حکم ہوتا ہے مضبوطی کے ساتھ اس کی تعمیل کرتے ہیں دوسری آیت میں اس خطاب کا تذکرہ فرمایا جو کافروں کے ساتھ قیامت کے دن ہوگا کافر عذاب سے چھوٹنے کے لئے عذر پیش کریں گے ان سے کہا جائے گا اے کافرو! آج تم عذر پیش نہ کرو دنیا میں پہلے ہی سب کچھ بتا دیا تھا تم نے اللہ کو نہیں مانا اس کی باتوں کو جھٹلایا قیامت کے دن سے انکار کر دیا جو کچھ تم نے دنیا میں کیا آج یہاں پر اسی کا بدلہ دیا جاتا ہے۔

تیسری آیت میں اہل ایمان کو توبہ کرنے کا حکم دیا اور اس کا فائدہ بتایا ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حضور میں توبہ کرو یہ توبہ پکی اور مضبوط ہو توبہ کرنے سے تمہارا رب تمہارے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا اور ایسے باغات میں داخل فرمادے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

معالم التنزیل میں توبۃ النصوح کی تشریح میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایسی توبہ ہو جس کے بعد گناہ کرنے کے لئے واپس نہ ہو لے جیسے کہ دودھ تھنوں میں واپس نہیں آتا۔

اور حضرت حسن رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے کہ بندہ گزشتہ اعمال پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے پختہ عزم و ارادہ کے ساتھ یہ طے کرے کہ اب گناہ نہیں کروں گا یہ توبۃ النصوح ہے۔

اس کے بعد بہت بڑی بشارت دی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ اہل ایمان ہیں رسوا نہیں کرے گا کیونکہ اس دن کی رسوائی کافروں کے لئے مخصوص ہے جو کفر کی وجہ سے ہوگی۔ سورۃ النحل میں فرمایا۔

اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ.

(کہ بلاشبہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے)

چونکہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ سے کاملین فی الایمان مراد ہیں جو عذاب سے محفوظ رہیں گے اس لئے یہ اشکال نہیں ہوتا کہ جو اہل ایمان اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔ ان کا یہ داخلہ بھی تو ذلت کی بات ہے۔

اہل ایمان کی خوبی اور خوشی کا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑ رہا ہوگا یعنی پل صراط پر انہیں نور عطا کیا جائے گا اس نور کی وجہ سے وہ پل صراط سے بغیر کسی خراش اور پھسلن کے پار ہو جائیں گے۔

قیامت کے دن اہل ایمان کا نور: یہ حضرات بارگاہ الٰہی میں دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! نور پورا فرما دیجئے یعنی جو نور کامل ہمیں عطا فرمایا ہے اسے باقی رکھئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صاحب روح المعانی نے نقل کیا ہے کہ جب منافقین کا نور بجھ جائے گا یعنی اہل ایمان کی روشنی میں ان کے پیچھے پیچھے آ کر جو ان کی روشنی سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے اور مؤمنین سے آگے بڑھ جانے کی وجہ سے پیچھے رہ جائیں گے اس وقت اہل ایمان اپنا نور باقی رکھنے کی دعا کریں گے اور نور باقی رہنے کی دعا کے ساتھ مغفرت کی درخواست بھی کریں گے اور گناہوں کی بخشش کروانے کے لئے یوں عرض کریں گے۔ وَاغْفِرْ لَنَا (اور ہمیں بخش دیجئے)

اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں)

کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم: چوتھی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ اے نبی! آپ کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں کافروں سے جہاد بالسیف کا اور منافقوں پر حجت قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے انہیں یہ بتانا کہ آخرت میں تمہاری بدحالی ہوگی اور تمہارے ساتھ نور نہ ہوگا اور مؤمنین کے ساتھ پل صراط پر نہ گزر سکو گے یہ سب ان کے ساتھ جہاد کرنے اور سختی کا معاملہ کرنے کو شامل ہے پھر حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ سختی کا معاملہ کرنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ ان پر حد و قائم کیجئے کیونکہ وہ ایسے کام کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان پر حد جاری کی جاتی تھی۔ صاحب روح المعانی نے بھی حضرت حسن سے یہ بات نقل کی ہے کہ ان حضرات نے جو کچھ فرمایا وہ بھی ٹھیک ہے احقر کے خیال میں وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ کا مصداق یہ بھی ہے کہ منافقوں کی

حرکتیں ایک عرصہ تک برداشت کرنے کے بعد انہیں ذلت کے ساتھ نام لے لے کر پکڑ پکڑ کر مسجد نبوی سے نکال دیا گیا تھا۔ کما ذکرناہ فی تفسیر سورة البقرہ.

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا

اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کا حال بیان فرمایا، یہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں۔

صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝

سو ان عورتوں نے ان دونوں کی خیانت کی سو وہ دونوں بندے اللہ کے مقابلہ میں ان عورتوں کے ذرا کام نہ آ سکے اور ان دونوں عورتوں کو حکم ہو گیا کہ جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

وقف لازم وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

اور اللہ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کا حال بیان فرمایا جب کہ اس نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے قرب میں جنت میں گھر بنا دے

وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ

اور مجھ کو فرعون سے اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھ کو ظالم قوم سے نجات دے۔ اور عمران کی بیٹی مریم کا حال بیان فرماتا ہے جس نے اپنے ناموس کو

ع اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

محفوظ رکھا سو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

حضرت نوح ولوط علیہما السلام کی بیویاں کافر تھیں اور فرعون کی بیوی اور حضرت مریم مومنات میں سے تھیں

ان آیات میں دو ایسی عورتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو نبیوں کے نکاح میں ہوتے ہوئے کافر تھیں اور کفر پر ہی رہیں اور دو ایمان والی عورتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جن کافر عورتوں کا تذکرہ فرمایا ان میں ایک حضرت نوح علیہ السلام کی اور دوسری حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے (یہ شرائع سابقہ کی بات ہے ان شریعتوں میں کافر عورت سے نکاح جائز تھا ہماری شریعت میں صرف مسلمہ اور کتابی عورت سے نکاح جائز ہے' کافرہ غیر کتابیہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے)

حضرت نوح علیہ السلام کا جیسے ایک بیٹا کافر تھا سمجھانے بجھانے اور طوفان کا عذاب نظروں سے دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لایا اسی طرح سے آپ کی بیوی نے بھی ایمان قبول نہ کیا' اللہ کے ایک نبی کے ساتھ رہتی رہی لیکن مومن ہونا گوارا نہ کیا' معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ عورت یوں کہا کرتی تھی کہ یہ شخص دیوانہ ہے۔

دوسری کافر عورت جس کا ذکر فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی قرآن مجید میں کئی جگہ یہ بتایا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ غیر فطری عمل کرتے تھے اور مردوں سے شہوت پوری کرتے تھے' حضرت لوط علیہ السلام نے بار بار انہیں سمجھایا لیکن وہ لوگ نہ مانے معالم التنزیل میں یہ لکھا ہے کہ ان کی بیوی قوم کے لوگوں کی مدد کرتی تھی اور جب کوئی مہمان حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آتا تو لوگوں

کو گھر میں آگ جلا کر بتا دیتی تھی کہ اس وقت تمہارا مقصد پورا ہو سکتا ہے (آگ جلانے کو اس نے مہمانوں کی آمد کا نشان بنا رکھا تھا قوم کے لوگ دھواں یا روشنی دیکھ کر سمجھ جاتے تھے کہ مہمان آئے ہیں اور پھر ان سے خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے) روح المعانی میں بھی فَخَانَتَاهُمَا کی تفسیر کرتے ہوئے ان دونوں باتوں کو لکھا ہے یعنی یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی آپ کو دیوانہ بتاتی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی مہمانوں کی خبر دیتی تھی (ثم قال رواہ وجمع وصححہ الحاکم عن ابن عباسؓ)

ان دونوں میں سے ہر عورت اللہ کے نبی کی بیوی تھی لیکن دونوں کفر پر ہی قائم رہیں اور اسی پر موت آئی لہٰذا اس کی سزا میں ان کو دوسرے دوزخیوں کے ساتھ دوزخ میں جانا پڑا ان کے شوہروں کا نبی ہونا ان کے کچھ کام نہ آیا۔

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ شانہ نے ہر ایسے شخص کی امید کو قطع کر دیا جو خود گناہ گار رہو (کفر کی معصیت ہو یا فسق کی) اور امید یہ رکھتا ہو کہ جن نیک بندوں سے میرا تعلق ہے ان کی نیکی اور خوبی میرے تعلق کی وجہ سے مجھے نفع دے دے گی خود گناہگار ہوتے ہوئے اپنے متعلقین کا نیک ہونا کام نہیں آ سکتا اپنی نجات کی خود فکر کریں جو لوگ نسبتوں پر بھروسہ کر کے ایمان سے اور اعمال صالحہ سے دور رہتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ کسی کی بیوی یا بیٹا یا پوتا نواسہ ہونے سے ہماری نجات ہو جائے گی۔ یہ ان کی غلطی ہے **قطع اللّٰہ بھذہ الآیۃ طمع کل من یرکب المعصیۃ ان ینفعہ صلاح غیرہ** (اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ہر اس آدمی کی امید ختم کر دی ہے جو خود گناہ کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ اسے دوسروں کی نیکیاں فائدہ دیں گی) (ص ۲۳۶۸ ج ۴)

جن دو مؤمن عورتوں کا تذکرہ فرمایا ان میں ایک فرعون کی بیوی تھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھی جو لوگ ایمان لے آئے تھے فرعون انہیں بڑی تکلیفیں پہنچاتا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ اہل ایمان کو زمین پر لٹا کر ہاتھوں میں کیلیں گاڑ دیتا تھا اور اس وجہ سے اسے سورہ ص اور سورہ والفجر میں ذُو الْاَوْتَادِ (کیلوں والا) بتایا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں گاڑ دی تھیں جب کیلیں گاڑنے والے جدا ہو گئے تو فرشتوں نے اس پر سایہ کر دیا اس وقت اس نے یہ دعا کی:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ.

(اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دیجئے)

یعنی مقرب بندوں کے مقامات عالیہ میں جگہ نصیب فرمائیے۔ دعا کی تو ان کا جنت والا گھر اسی وقت منکشف ہو گیا۔

جنت میں بلند مرتبوں کی درخواست کرنے کے بعد یوں دعا کی کہ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ (کہ یا رب! مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دیدے) اور ساتھ ہی یوں بھی دعا کی وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (کہ مجھے ظالم قوم سے نجات دے دیجئے) ان ظالموں سے فرعون کے کارندے انصار و اعوان مراد ہیں جو فرعون کے حکم سے اہل ایمان کو تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے۔ (روح المعانی صفحہ ۱۶۳۔۱۶۴ ج ۲۸) معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ فرعون نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اس کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جائے۔ جب پتھر لے کر آئے تو انہوں نے مذکورہ بالا دعا کی کہ انہوں نے اپنا گھر جنت میں دیکھ لیا جو موتیوں کا گھر تھا اور اسی وقت روح پرواز کر گئی جب لوگوں نے پتھر رکھا تو بلا روح کا جسم تھا اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کو جنت میں اوپر اٹھا لیا وہ وہاں کھاتی پیتی ہیں۔ (واللہ علم بالصواب)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن عورتوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے ان میں حضرت خدیجہؓ حضرت مریمؑ حضرت سیدہ فاطمہؓ

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت آسیہؓ کی فضیلت کا ذکر ملتا ہے۔ (روح المعانی ص ۱۶۳ ج ۶۴ ج ۲۸) آسیہ فرعون کی بیوی کا نام تھا۔

صحیح بخاری ۲ (ص ۵۳ ج ۱) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں سے کامل نہیں ہیں' مگر مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ) اور آسیہ (فرعون کی بیوی) اور عائشہ کی فضیلت لوگوں پر ایسی ہے جیسی فضیلت ہے ثرید کی باقی کھانوں پر۔

اہل ایمان کو حضرت مریم بنت عمران کا حال بھی بتایا ان کا تذکرہ سورۂ آل عمران رکوع نمبر ۴ اور نمبر ۵ میں اور سورۂ مریم رکوع نمبر ۲ میں اور سورۃ الانبیاء رکوع نمبر ۶ میں پہلے گزر چکا ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ تھیں' چونکہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لئے بنی اسرائیل نے حضرت مریم پر تہمت دھری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت اور پاک بازی بیان فرمائی ارشاد فرمایا

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا

(اور اللہ نے اہل ایمان کے لئے مریم بنت عمران کی مثال بیان فرمائی جس نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا)

فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا.

(سو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی)

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا' جنہوں نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونک دیا' اسی سے حمل قرار پا گیا اور کچھ وقت گزرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے' جس کی تفصیل سورۂ مریم میں گزر چکی ہے۔

حضرت مریمؑ کی پاکدامنی بیان فرمانے کے بعد ان کی دو صفات بیان فرمائیں۔

ارشاد فرمایا:

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ

(اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی)۔

یہ مضمون تمام ایمانیات کو شامل ہے۔

نیز فرمایا وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ.

(اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی)

یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگی رہتی تھی' عربی قواعد کے اعتبار سے بحسب کانت من القانتات ہونا چاہئے (جو صیغہ تانیث ہے) وکانت من القانتین جو فرمایا اس کے بارے میں بعض مفسرین نے یوں کہا ہے کہ یہاں لفظ اقوام محذوف ہے یعنی وکانت من القوم القانتین.

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ ایسے کنبہ اور قبیلہ سے تھیں جو اہل اصلاح تھے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے اور بعض نے نکتہ بیان کیا ہے کہ صیغہ تذکیر تغلیب کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت کرنے میں ان مردوں کے شمار میں آ گئی جو عبادت و طاعت میں ہی لگے رہتے تھے چونکہ عموماً عبادات میں مرد ہی پیش پیش ہوتے ہیں' اس سے حضرت مریمؑ کو عبادت میں مشغول رہنے والے مردوں میں شمار فرمایا' حدیث شریف میں جو كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ فرمایا ہے اس سے اسی طرف اشارہ ملتا ہے۔

وھذا آخر تفسیر سورۃ التحریم والحمد للّٰہ العلی الکریم العظیم والصلوۃ علی نبی محمد المصطفی الذی ھدی الی الطریق المستقیم وعلی آلہ وصحبہ الذین اٰمنوا بہ بقلب سلیم ودعوا الی الدین القویم۔

(پارہ نمبر ۲۹)

مکی	سورۃ ملک	۳۰ آیتیں ۲ رکوع

الحمد ۲۹

سورۃ الملک مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ
اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ
مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ
خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا
لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝

اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، سارا ملک اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اسی نے موت وحیات کو پیدا فرمایا تاکہ تمہیں آزمائے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کی عظمت اور سلطنت اور قدرت اور شان خالقیت بیان فرمائی ہے۔ اس تو یہ فرمایا کہ وہ ذات برتر ہے اور بالا ہے جس کے قبضہ میں پورا ملک ہے سارے عالم میں اسی کا راج ہے اس کی سلطنت ہے اس کی قدرت ہے وہی کبھی بے نہیں سورۂ یٰسین میں فرمایا فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ

(سو پاک ہے وہ ذات جس کے قبضے میں ہر چیز کی سلطنت ہے) دوم یہ فرمایا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے سوم یہ فرمایا کہ اس نے موت کو اور حیات کو پیدا فرمایا ہے اور ان دونوں کے پیدا فرمانے میں بڑی حکمت ہے اور وہ یہ کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے سب سے اچھا کون ہے مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا میں آتے جاتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہیں زندہ رہتے ہیں پھر مر جاتے ہیں یہ موت و حیات یوں ہی بغیر حکمت کے نہیں ہے۔ انسان یوں نہ سمجھے کہ میں یوں ہی عبث بغیر کسی حکمت کے پیدا کیا گیا۔ سورۂ قیامہ میں فرمایا۔

ایحسب الانسان ان یترک سدی

(کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یوں چھوڑ دیا جائے گا) نہ انسان عبث ہے نہ اس کی زندگی خواہ مخواہ ہے اس کے پیدا کرنے والے نے اس کی زندگی کے لئے احکام دیئے ہیں ان احکام پر عمل کرتا ہے جتنا بھی زیادہ کوئی شخص اچھا عمل کرے گا اسی قدر اچھا آدمی ہوگا اور خوبی کی صفت سے متصف ہوگا پھر جب مرے گا تو زندگی کے اعمال کا حساب ہوگا اور جتنے جس کے اچھے اعمال ہوں گے اسی قدر عالم آخرت کی نعمتوں سے مالا مال ہوگا دنیا میں جینا ہے عمل کرنا ہے پھر مرنا ہے پھر حساب کتاب ہے اچھے اعمال کا بدلہ اچھا ہے اور برے عمل کی بری سزا ہے سورہ مؤمنون میں فرمایا افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون

(کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا اور کیا تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے)

سورہ ملک کے رکوع نمبر ۱ میں بھی لیبلوکم ایکم احسن عملا کی تفسیر دیکھی جائے۔

چہارم میں یہ فرمایا کہ وہ عزیز ہے کوئی بھی اس کی گرفت اور سلطنت سے باہر نہیں جا سکتا جسے عذاب دینا چاہے وہ اس عذاب سے بچ نہیں سکتا اور وہ غفور بھی ہے جسے بخشنا چاہے کوئی اس کی بخشش کو روک نہیں سکتا۔

پنجم یہ فرمایا کہ اس نے سات آسمان تہ بتہ پیدا فرمائے۔

ششم یہ فرمایا کہ اے مخاطب تو رحمٰن جل مجدہ کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا اس نے جس چیز کو جس طرح چاہا بنایا آسمان وجیسا بنانا چاہا بنایا جس میں آسمان میں کوئی شگاف ہے (وما لھا من فروج) اور نہ ایک آسمان دوسرے آسمان پر چڑھتا ہے۔

بعض ستونوں سے قائم ہیں۔ ہر ایک کے درمیان جتنا بعد رکھا ہے اسی کے مطابق قائم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (کما فی المشکوٰۃ ص ۵۱۰ عن احمد والترمذی)

ہفتم یہ فرمایا کہ اے مخاطب تو نظر ڈال کر دیکھ کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے پھر نظر ڈال اور بار بار دیکھ گہری نظر سے دیکھ غور و فکر و تامل کے ساتھ دیکھ تو تیری نظر ناکام و تیری نظر ذلیل اور درماندہ اور عاجز ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی تجھے کسی طرح کا رخنہ نظر نہ آئے گا۔

ہشتم یہ بیان فرمایا کہ ہم نے قریب والے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا چراغوں سے ستارے مراد ہیں جیسا کہ سورۃ الصافات میں فرمایا

انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب (بیشک ہم نے قریب والے آسمان کو بڑی زینت یعنی ستاروں کے ذریعہ زینت دی)۔

(رات کو آسمان کی طرف دیکھو تو ستاروں کی جگمگاہٹ سے ایک خوبصورتی کا کیف محسوس ہوتا ہے) یہ بات اصحاب فراست و مروت اور اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

تم یہ فرمایا کہ ہم نے چرخوں یعنی ستاروں کو شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بنایا شیاطین پر جاتے ہیں تاکہ اہل سماء یعنی حضرات ملائکہ علیہم السلام کی باتیں سنیں ستاروں سے ان کے مارنے کا کام بھی لیا جاتا ہے ضروری نہیں ہے کہ ستارہ خود اپنی جگہ سے ہٹ کر شیطان کو لگے ستاروں سے چنگاریاں نکلتی ہیں جو شیاطین کو مارتی ہیں سورۂ حجر میں فرمایا۔

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ (مگر یہ کہ کوئی بات چوری سے سن بھاگے تو اسکے پیچھے ایک روشن شعلہ لگ جاتا ہے)

دہم یہ فرمایا ہے کہ ہم نے شیاطین کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے شیاطین کی بڑی بڑی شرارتیں ہیں خود بھی کافر ہیں بنی آدم کو بھی کفر پر رکھنا چاہتے ہیں اور جو شخص ایمان لے آئے اس کو گمراہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آسمان کے قریب جا کر فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں جو تکوینی امور سے متعلق ہیں جیسے ہی پہنچتے ہیں انگاروں اور چنگاریوں کی مار پڑتی ہے جس سے جس مر جاتے ہیں اور بعض مجنوں دیوانے ہو جاتے ہیں کہ انگاروں لگنے سے پہلے ان میں سے کسی نے ایک آدھ بات سن لی تو زمین پر آکر اس بات کو کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے پھر وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے شیاطین اس لئے یہ حرکت کرتے ہیں کہ لوگوں کو کاہنوں کا معتقد بنائیں اور ایمان سے دور رکھیں (مزید تفصیل کیلئے سورۂ النمل (ع ۲) اور سورۂ الصافات (ع ۱) اور سورۂ سبا (ع ۳) کی تفسیر ملاحظہ کی جائے۔

فائدہ:۔ سورۂ الملک کے شروع میں جو خلق الموت والحیاۃ فرمایا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ موت اور حیات دونوں وجودی چیزیں ہیں کہ موت کو عدم الحیاۃ سے تعبیر کیا جائے تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ ان کی روحیں نکال لی جاتی ہیں روح کا نکالنا اور نکالنا یہ وجودی چیزیں ہیں اس اعتبار سے موت کو وجودی چیز کہنے میں کسی تامل کی بات نہیں ہے اور اس میں زیادہ غور و فکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ کتنی بری جگہ ہے جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی ہولناک آواز سنیں گے

وَّهِیَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝

اور وہ جوش مار رہی ہوگی قریب ہوگا کہ غصہ کی وجہ سے پھٹ جائے جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو اس سے اس کے داروغے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا

قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ

کیوں نہیں آیا تھا ہمارے پاس ڈر سنانے والا سو ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو بڑی گمراہی میں ہو

كَبِیْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ

اور وہ کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے سو وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے

فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝

سو دوزخ والوں کے لئے دوری ہے

کافروں کا دوزخ میں داخلہ، دوزخ کا غیظ و غضب، اہلِ دوزخ سے سوال و جواب اور ان کا اقرار کہ ہم گمراہ تھے

[illegible] آیت میں بتایا گیا تھا کہ ان سے [illegible] عذاب تیار فرمایا ہے۔ ان آیات میں کافروں سے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے [illegible] میں ڈالے جانے سے [illegible] اپنے [illegible] سے [illegible] ہوئے ہیں [illegible] جن لوگوں سے اپنے رب کے ساتھ [illegible] ان سے [illegible] عذاب ہے [illegible] ہوئے اور [illegible] عذاب [illegible] دوزخ میں [illegible] سے [illegible] دوزخ کی [illegible] اور [illegible] میں سے [illegible] ہوں گی اور ان کے جوش کا یہ عالم ہوگا کہ [illegible] جیسے پھٹ پڑے گی یہ خصوصیات مذکورہ سے [illegible] ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا

اذا القوا فیھا سمعوا لھا شھیقا وھی تفور

جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس میں بڑی ہولناک آواز سنیں گے۔

تکاد تمیز من الغیظ (الآیۃ) جب بھی کافروں کا کوئی نیا گروہ دوزخ میں ڈالا جائے گا تو دوزخ کے داروغے ان سے دریافت کریں گے (کہ تمہیں یہاں آنا پڑا) کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا جس نے جو بھی آدمی صاف صاف اپنے بارے میں سمجھے تھے ان میں سے کوئی رسول تمہارے پاس نہیں پہنچا تھا جس نے تمہیں متنبہ کرنے سے عذاب سے بچانے کی کوشش کی ہو اور جھٹلانے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ [illegible] جواب دیں گے کہ ہاں آئے تھے تو ہم نے ان کو جھٹلا دیا اور یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم صرف بڑی بڑی باتیں بنا رہے ہو یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ہدایت کے ساتھ بھیجے گئے ہیں [illegible] ہدایت کی بات سنتے اور سمجھتے تو آج جہنم کے عذاب میں نہ ہوتے۔

فاعترفوا بذنبھم یہ بات [illegible] اور کہتے کہ آج ہم عذاب میں نہ ہوتے اپنے [illegible] قرار دیں گے [illegible] میں سے [illegible] ہم نے اللہ تعالیٰ سے [illegible] فسحقا لاصحاب السعیر (سو پھٹکار ہو آگ میں جانے والوں پر) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کے [illegible] ہی [illegible] پر زور دیا جا رہا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١٢﴾ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ

ع [illegible]

إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٣﴾ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۗ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾

[illegible]

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے بڑی مغفرت اور اجر کریم ہے

یہ تین آیات میں پہلی آیت میں اہل ایمان کا ذکر فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور ان کے لئے بڑا اجر ہے (جس طرح یہ لوگ کافروں کے لئے عذاب کا ذکر فرماتے ہیں اسی طرح اہل ایمان کے لئے جزا کا ذکر فرمایا ہے جو بھی ولی اس جنت میں داخل ہوگا اسے اس کا اجر ہوں کی فتنوں کی صورت میں ہے) دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ تم لوگ اپنی بات [illegible] زور سے کہو آواز سے اللہ تعالیٰ

دونوں طرح کی آواز سنتا ہے اور اگر کوئی بات بالکل ہی بے آواز ہو مثلاً دل میں کوئی بات کہے تو کسی بھی گمراہی کا یقین کر لینا تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر ہے کیونکہ وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ مشرکین نے آپس میں ایک دوسرے سے یہ چپکے چپکے باتیں کرنا یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معبود سن لے۔ (اس پر آیت نازل ہوئی)۔

کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا فرمایا۔ تیسری آیت میں فرمایا کہ تم اس بات کا انکار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہی سب کو پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ تو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے جب وہ ہر چیز کا خالق ہے تو اپنی مخلوق سے بے خبر نہ ہوگا تمہارے ہر قول کو بھی وہ جانتا ہے اور تمہارے ہر فعل کو بھی وہ جانتا ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں تمہارا کوئی بھی قول اور فعل اس سے پوشیدہ نہیں تو جب وہ تمہارے ہر قول و فعل کو جانتا ہے تو تمہاری ہر بات کا علم نہ ہوگا تو تمہاری رفعت بھی نہ ہوگی یہ سب تمہاری جہالت اور ضلالت پر مبنی ہے۔ وہ تمہارے عقائد اور اعمال پر سزا دے گا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ

عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۛ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ۝

اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے مسخر فرما دیا ہے قدرت ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا سخت آندھی بھیج دے بندوں پر جو پرندے اڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کا محافظ ہے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت اور رازقیت بیان فرمائی ہے اس کا یہ فیض ہے کہ زمین کو اس طرح بنایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس کو مسخر فرما دیا ہے۔ اس میں چلتے ہو اپنے تصرف میں لاتے ہو اس کے مختلف حصوں میں آباد ہوتے ہو اس میں کھیتی باڑی کرتے ہو اس کے مختلف حصوں پر سفر کرتے ہو اس کے مختلف حصوں میں تجارت کرتے ہو اس کے مختلف حصوں میں کارخانے لگاتے ہو اس کے مختلف حصوں میں معدنیات نکالتے ہو اس کے مختلف حصوں میں تیل نکالتے ہو اور اس کے مختلف حصوں میں بہت سی چیزیں ہیں جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی کارسازی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ زمین کی یہ نعمت اور رزق کی دولت صرف اس حد تک نہیں ہے کہ تمہیں حاصل ہے بلکہ جو تمہیں مرنے کے بعد اسی زمین میں دفن ہونا ہے پھر صور پھونکے جانے پر قبروں سے اٹھنا ہے اور حساب کتاب کے لئے خالق جل مجدہ کے حضور پیش ہونا ہے

ہونا ہے چلو پھرو کھاؤ پیو اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اس کی فرماں برداری میں لگو۔

پھر فرمایا کہ تمہارے سامنے یہ ہمارا رسول بیان کی دعوت پیش کرتا ہے اس کی بات مانو اور فرمانبرداری کرو۔ اس کی دعوت پر کان نہ دھرنے اور قبول نہ کرنے سے آسمان سے بھی عذاب آ سکتا ہے اور زمین سے بھی جس ذات پاک کا حکم آسمانوں میں نافذ ہے کیا اس کی طرف سے نڈر ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ یعنی زمین جس کو تمہارے قابو میں دیا ہے وہ اسی زمین کو تمہارے لئے ہلاکت و عذاب کا سبب بنا سکتا ہے وہ اس زمین میں ایسا کر سکتا ہے کہ تمہیں اس میں دھنسانے کی قوت رکھتا ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے گا تو زمین تھرتھرا کر الٹ پلٹ ہونے لگے گی جس سے تم اس کے اندر چلے جاؤ گے اور اس ذات پاک کو یہ بھی قدرت ہے جس کا آسمان میں حکم اور تصرف جاری ہے کہ تم پر وہ ایک سخت ہوا بھیج دے۔ زمین سے جو ہوا چلتی ہے یہاں سے وہاں جاتی ہے عام حالات میں معتدل رہتی ہے۔ کبھی تیز بھی ہو جاتی ہے لیکن عام طور سے اس کی رفتار میں اتنی تیزی نہیں آتی کہ لوگوں کو اٹھا کر پھینک دے اس کے خالق اور مالک جل مجدہ کو پوری طرح قدرت حاصل ہے کہ وہ ہوا کو اتنا زیادہ تیز چلا دے جو زمین پر بسنے والوں کو تہس نہس کر دے جو لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کرتے انہیں اس سے ڈرنا چاہیے کہ وہ ہوا کے ذریعہ تمہیں ختم نہ کر دے جیسا کہ بعض گزشتہ امتوں پر ہوا کا عذاب آیا تھا۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ (سو عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا) اگر دنیا میں عذاب نہ آیا تو یہ نہ سمجھا جائے کہ یہاں سے صحیح سالم گزر گئے آگے گرفت نہیں موت کے بعد جو نذیر عذاب ہوگا وہ بہت سخت ہوگا۔ اس وقت سمجھ میں آئے گا کہ رسولوں کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے دین بھیجا تھا ہم جو اس کے منکر ہوئے خود اپنی برائی اور عذاب شدید میں گرفتار ہوئے۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے حق کو جھٹلایا سو کیسا تھا میرا عذاب؟ پرانے مکذبین (جھٹلانے والوں) کا انجام تمہیں معلوم ہے اس سے عبرت حاصل کر لو)

اس کے بعد پرندوں کا حال بیان فرما کر اللہ تعالیٰ کی قدرت تامہ بیان فرمائی اور فرمایا

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ

(کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو ان کے اوپر ہوا میں بازو پھیلائے ہوئے اڑتے ہیں اور وہ اپنے بازوؤں کو پھیلانے کے بعد سمیٹ لیتے ہیں اور دونوں حالتوں میں وہ فضا میں معلق رہتے ہیں اور باوزن ہونے کے باوجود فضا میں پھرتے رہتے ہیں زمین پر نہیں گرتے) مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ (رحمن کے سوا انہیں کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے)

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ (بلاشبہ وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہی ہے جو اس نے پرندوں کے لئے بنائی ہے پرندوں کا فضا میں پھیلائے ہوئے اڑتے پھرنا بلکہ بعض مرتبہ پروں کو سمیٹ کر بھی فضا میں رہنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر بہت بڑی دلیل ہے۔ یہی بازو جو جانوروں کے ہیں اس طرح کے جانور اور پرندوں کے علاوہ دوسرے جانوروں کو کیا ہے جو نہیں اڑتے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا جس خصوصیت سے نوازدیا۔ آسمان میں سب تصرفات اللہ تعالیٰ کے ہیں جسے وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ میں بیان فرمایا اور زمین میں بھی اسی کا تصرف ہے جسے هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا میں ذکر فرمایا اور آسمان اور زمین کے درمیان جو فضا ہے اس میں بھی اسی قادر مطلق کا تصرف ہے جسے اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ میں بیان فرمایا۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ
غُرُوْرٍ ۝ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ؕ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۝

رحمن کے سوا تمہارا کون مددگار ہے؟ اگر وہ اپنا رزق روک لے تو تم کیا کر سکتے ہو؟

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد فرمانے اور رزق عطا فرمانے کا مکہ کافروں کے غرور اور نخوت میں سرکشی میں بڑھتے چلے جانے کا ذکر ہے۔ ان آیتوں کا سبب نزول بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کافر دعوت حق قبول کرنے سے گریز کرتے تھے اور عناد برتتے ہوئے تھے۔ انہیں دھمکیاں پر دھمکیاں دی جاتی تھیں تو یوں کہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہمارے اموال اور ہمارے افراد قوم اور قبیلہ کے لوگ ہماری حفاظت کریں گے دوسرے یوں کہتے تھے کہ ہم نے بہت سارے معبود بنا رکھے ہیں یہ ہماری حفاظت کر لیں گے وہ بتوں سے نفع ضرر کی امید رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں باتوں کی تردید فرمائی اول تو یہ فرمایا کہ بتاؤ تمہارے وہ کون سے لشکر ہیں جو رحمن جل مجدہ کے علاوہ تمہاری مدد کر دیں گے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب آجائے تو اسے دفع کرنے والا اور تمہاری مدد کرنے والا کون ہے؟ یعنی کوئی بھی نہیں ہے تم جھوٹی خوش فہمیوں میں مبتلا ہو شیطان نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور یہ سمجھ رکھا ہے کہ کوئی عذاب آ گیا تو ہمارے جو کثیر افراد ہیں وہ حفاظت کریں گے پھر فرمایا کہ یہ بھی بتاؤ کہ رازق مطلق جو تمہیں رزق دیتا ہے اگر وہ اپنے رزق کو روک لے تو بتاؤ وہ کون ہے جو تمہیں رزق دیدے؟ یعنی اس کے علاوہ تمہیں کوئی بھی رزق دینے والا نہیں۔

طرح طرح کے دلائل سامنے آتے ہیں لیکن پھر بھی سرکشی میں غلو میں یعنی حق سے دور ہونے میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں کسی کو قبول نہیں کرتے (بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۔ بلکہ وہ لوگ سرکشی اور نخوت پر تنے ہوئے ہیں)۔

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ قُلْ هُوَ
الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِیْ
ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

جو شخص اوندھا منہ کر کے چل رہا ہو یا وہ صراط مستقیم پر چلنے والے کے برابر ہو سکتا ہے،

ان آیات میں پہلے تو کافر اور مومن کی مثال بیان فرمائی ارشاد فرمایا کہ ایک شخص منہ کے بل اوندھا ہے اور اسی طرح اوندھا چل رہا ہے

منکرین کا سوال کہ قیامت کب آئے گی اور ان کا جواب

منکرین کے سامنے جب قیامت آنے اور ان کے پکڑی ہونے کی باتیں کی جاتی تھیں اور انہیں ڈرایا جاتی تھی تو مذاق کے طور پر انکار کرتے ہوئے یہ بات کہتے تھے کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا آپ فرما دیجئے کہ اس کی تاریخ بتانا میرے ذمہ نہیں ہے جواب میں فرمایا قل انما العلم عند اللہ (آپ فرما دیجئے کہ علم صرف اللہ کے پاس ہے)

وانما انا نذیر مبین

(اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں) میرا کام بتانا سمجھانا واضح طور پر بیان کرنا ہے (اگر مجھے قیامت کے واقع ہونے کا وقت معلوم ہوتا تو تمہیں بتا دیتا) لیکن یہ بھی نہ سمجھو کہ اس کے وقوع کی تاریخ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے آنے والی ہی نہیں۔

جب قیامت آنے لگی اور اس کا وقوع قریب ہو جائے گا تو کافروں کا برا حال ہوگا۔ عذاب نظر آنے کا قرآن نے چہرے بگڑ جائیں گے ان پر ذلت سوار ہوگی سورۂ یونس میں فرمایا

والذین کسبوا السیئات جزاء سیئة بمثلها وترهقهم ذلة ما لهم من الله من عاصم کانما اغشیت وجوههم قطعا من اللیل مظلما اولئک اصحاب النار هم فیها خالدون ویوم نحشرهم جمیعا ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم انتم وشرکاؤکم فزیلنا بینهم وقال شرکاؤهم ما کنتم ایانا تعبدون فکفی باللہ شهیدا بیننا وبینکم ان کنا عن عبادتکم لغافلین هنالک تبلوا کل نفس ما اسلفت وردوا الی اللہ مولهم الحق وضل عنهم ما کانوا یفترون

(اور جنہوں نے برائیاں کمائیں ان کی سزا اسی برائی کے برابر ہوگی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے ان پر اوڑھا دیئے گئے ہوں یہ لوگ دوزخ والے ہیں یہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم شرک کرنے والوں سے کہیں گے تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو پھر ہم ان کو ایک دوسرے سے جدا جدا کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے وہاں ہر شخص اپنے کئے ہوئے کو آزما لے گا اور سب اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا سچا مالک ہے اور جو کچھ وہ جھوٹ باندھتے تھے سب ان سے گم ہو جائے گا)

اور سورۂ عبس میں فرمایا

ووجوه یومئذ علیها غبرة ترهقها قترة اولئک هم الکفرة الفجرة (اور بہت سے چہرے اس دن پر غبار ہوں گے ان پر سیاہی چھائی ہوگی یہ لوگ کافر فاجر ہوں گے)

وقیل هذا الذی کنتم به تدعون

(اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جسے تم طلب کیا کرتے تھے)

یعنی تم جو یہ کہتے تھے کہ قیامت آنے کا وعدہ کب پورا ہوگا اس کا مذاق اڑاتے تھے جیسے تم قیامت کے چاہنے والے ہو تو اب وعدہ پورا ہو گیا تمہاری مراد پوری ہوئی آج اپنے انکار و تکذیب کی سزا بھگتو۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِىَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِىَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

[illegible]

اَلِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

[illegible]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ ع

[illegible]

اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک فرما دیں تو کون ہے جو کافروں کو عذاب سے بچائے گا

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا ہے آپ اپنے مخاطبین سے یہ باتیں فرما دیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ تم

میرے اور میرے ساتھیوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے اور ہم تکلیف میں مبتلا ہونے کی آرزو رکھتے ہو تم اپنے بارے میں خود کرو دیکھو اور سوچو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے (جیسا کہ تم چاہتے ہو) یا ہم پر رحم فرما دے جیسا کہ ہم اس سے یہی امید رکھتے ہیں تو اس سے تمہارا کوئی بھلا ہونے والا نہیں ہمارے لئے تو ہر حالت بہتر ہے موت بھی بہتر ہے زندگی بھی رحمت ہے تم پر جب کفر کا عذاب آئے گا تو تم کون بچائے گا اس وقت سوچو۔

دوسری بات اس نے یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر توکل کیا ہمیں اس سے مصرح ہے نیز ہمیں امید ہے اور ہمارا پورا یقین ہے تم اس بات کو نہیں مانتے۔ عنقریب تم پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ صحیح گمراہی میں کون ہے جب تم قبر میں جاؤ گے اس وقت واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ تم گمراہ تھے اگرچہ ہمیں یہاں گمراہ بتاتے ہو ہم نے اپنے رب پر ایمان لانے اور تم نے اپنے بارے میں ہدایت پر ہونے کا یقین رکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا اور تم عذاب میں پڑو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون تھا۔

اگر پانی زمین میں واپس ہو جائے تو اسے واپس لانے والا کون ہے؟

تیسری بات یہ فرمائی کہ آپ ان سے یوں فرمائیں کہ تم یہ بتاؤ کہ تمہارا یہ پانی جو بارش کے ذریعہ تمہیں ملتا ہے اور جسے کنوؤں سے نکالتے ہو اور جس کی نہروں سے حاصل کرتے ہو یہ تمہارے پینے پکانے نہانے دھونے اور باغوں اور کھیتوں کی آب پاشی میں کام آتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس پانی کو ایسا کر دے کہ بالکل ہی زمین میں دور تک اتر تا چلا جائے اور جہاں تک تمہاری رسائی نہ ہو وہاں تک پہنچ جائے تو بتاؤ وہ کون ہے جو پانی کو لے آئے۔ صاحب جلالین لکھتے ہیں کہ یہاں تک پہنچ کر تلاوت کرنے والا لفظ معین کے بعد یوں کہے کہ اللہ رب العالمین (اللہ رب العالمین ہی پانی لا سکتا ہے) یعنی اتنا اس نعمت عظیمہ کو غائب فرما دے تو اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے پانی دینے والا نہیں۔

تفسیر جلالین شریف میں لکھا ہے کہ جب سورۃ ملک کی آخری آیت بعض متکبروں نے سنی تو قل ارءیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین کے جواب میں اس نے کہا استہزاء یہ بالفوس والمعاول (میں کدال اور پھاوڑے کے ذریعہ پانی لے آئیں گے) اس کا کہنا تھا کہ اس کی آنکھوں کا پانی خشک ہو گیا آنکھوں میں جو پانی تھا جس سے پلک نم اور روشن ہے وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی پیدا فرمودہ ہے نہ کدال اور پھاوڑے پر غرور نے وہ پانی آنکھ کا خشک شدہ پانی پھاوڑے کدال سے کہاں برسنے آئے۔

فضیلت احادیث شریفہ میں سورۃ ملک کی بڑی فضیلت آئی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ قرآن میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں اس نے ایک شخص کے لئے شفاعت کی یہاں تک کہ وہ شخص بخش دیا گیا وہ سورت تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے ایک جگہ پر خیمہ لگایا وہاں قبر تھی جس کا انہیں پتہ نہیں تھا وہاں انہوں نے ایک شخص کی آواز سنی وہ سورہ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا تھا اس نے پوری سورت ختم کر لی پھر نبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو پوری کیفیت سنائی آپ نے فرمایا یہ سورت عذاب سے روکنے والی ہے قبر والے شخص کو اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ (ابوداؤد ترمذی، مشکوٰۃ ص ۱۸۹)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک سورۂ الم تنزیل (جو اکتیسویں پارہ میں ہے) اور سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک نہیں پڑھ لیتے تھے اس وقت تک (رات) نہیں سوتے تھے۔ (رواہ الترمذی والدارمی کذا فی المشکوٰۃ ص ۱۸۸)

وھذا آخر تفسیر سورۃ الملک بفضل اللہ الملیک العلام والحمد للہ علی التمام والصلوٰۃ علی البدر التمام وعلی الہ واصحابہ السرۃ الکرام

☆☆☆ ☆☆☆

ن	سورۃ القلم	۵۲ آیتیں ۲ رکوع

سورۃ نمبر ۶۸ سورۃ القلم مکیۃ (۱) رکوع ۲

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

رسول اللہ ﷺ سے خطاب کہ آپ کیلئے بڑا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور آپ صاحب خلق عظیم ہیں

یہاں سے سورۃ قلم شروع ہو رہی ہے (ن) حروف مقطعات میں سے ہے جو متشابہات میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کی اور فرشتے جو کچھ لکھتے ہیں اس کی قسم کھا کر فرمایا کہ اے محمد آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں اور کافرین جو یہ طعنہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم واضح ہو جائے گا کہ آپ مجنون تھے اس میں ان کی تردید فرمائی۔ مفسرین نے فرمایا کہ قلم سے وہ قلم مراد ہے جس نے لوح محفوظ میں کائنات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ سب کچھ لکھا جو ہو چکا ہے اور جو آئندہ ہونا ہے اور وما یسطرون سے ان فرشتوں کا عمل مراد ہے جو بندوں سے اعمال لکھتے ہیں (علی ان ما مصدریۃ) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا پھر فرمایا کہ لکھ تو قلم نے کہا یا رب کیا لکھوں فرمایا سب چیزیں لکھ دے جو تقدیر میں ہیں پس اس قلم نے وہ سب کچھ لکھا جو ہو چکا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب مشکوٰۃ ص ۲۱)

اور بعض مفسرات نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں اقسم سے مطلق قلم مراد ہے جو قلم تقدیر ہو اور فرشتوں اور انسانوں کے قلموں کو شامل ہے اللہ تعالیٰ نے قلم اور جو چیز قلم سے لکھی جاتی ہے اس کی قسم کھا کر فرمایا ہے

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ.

(آپ اپنے رب کی نعمت کی وجہ سے مجنون نہیں ہیں)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نعمت دی ہے۔ اپنے فضل سے نوازا ہے اور یہ نعمت نبوت ہے اس نعمت کی وجہ سے آپ انہیں توحید کی دعوت دیتے ہیں اس دعوت کو سن کر یہ لوگ آپ کو مجنون کہتے ہیں حالانکہ جس پر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رحمت مکمل ہو وہ مجنون نہیں ہو سکتا۔ قال صاحب الروح والمعنی انتفی عنک الجنون فی حال کونک متلبسا بنعمة ربک (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے جنون کی نفی ہوئی جبکہ آپ اس حال میں ہیں کہ آپ پر اپنے رب کی نعمتیں ہیں)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ شانہ نے جس چیز کی قسم کھائی ہے وہ مذکورہ مضمون (مقسم بہ) کے بارے میں ایک قسم کی شہادت ہوتی ہے یہاں جو والقلم وما یسطرون فرمایا اس میں یہ بتادیا کہ لوگو دنیا کی تاریخ کو دیکھو لوگ کیا لکھ رہے ہیں اور کیا یاد داشتیں اور وقائع لکھتے رہے ہیں کیا ایسے اعلیٰ اعمال اور اکمل خلق عظیم کو مجنون بتاتے ہیں وان لک لاجرا غیر ممنون

(اور بیشک آپ کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں)

یعنی یہ لوگ آپ کو دیوانہ کہہ رہے ہیں اور آپ انہیں توحید کی دعوت دے رہے ہیں انجام کار دعوت کی مشقت پر ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بڑا اجر و ثواب ملے گا جو کبھی بھی ختم نہ ہوگا

پھر فرمایا وانک لعلی خلق عظیم

(اور بے شک آپ بڑے اخلاق والے ہیں)

اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی تعریف بھی ہے اور آپ کے دشمنوں کی تردید بھی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ کاملہ سے نوازا ہے آپ کے مخالف ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو آپ کو مجنون کہتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو احادیث شریفہ میں جو آپ کے مکارم اخلاق اور معاشرت و معاملات کے واقعات لکھے ہیں ان کا مطالعہ کر لیا جائے۔ تورات شریف میں آپ کے اخلاق فاضلہ کا ذکر پہلے ہی سے موجود تھا۔ (دیکھو صحیح بخاری ص ۱۸۵)

آپ صاحب خلق عظیم تھے اپنی امت کو بھی اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے تھے مؤطا مالک میں ہے کہ آپ نے فرمایا بعثت لاتمم حسن الاخلاق کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن مومن کی ترازو میں جو سب سے زیادہ بھاری چیز رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ فحش گو اور بدکلام کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے تم میں سب سے زیادہ وہ لوگ محبوب ہیں جن کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ایمان والوں میں کامل ترین وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں کس طرح رہتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان کیا کہ آپ نے کبھی کسی کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو ہاں فی سبیل اللہ جہاد میں کسی کو مارا ہو تو اور بات ہے اور اگر کسی سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو تو اس کا انتقام نہیں لیا ہاں اگر اللہ کی حرمت والی چیزوں میں

سے کسی کی بے حرمتی ہوتے تھی تو آپ اس کا انتقام لیتے تھے۔ (۱۰ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی مجھ سے کبھی کوئی نقصان ہو گیا تو آپ نے ملامت نہیں فرمائی اگر آپ کے گھر والوں میں سے کسی کی طرف سے ملامت ہوئی تو فرماتے کہ چھوڑو جانے دو جو چیز مقدر میں تھی وہ پیش آنی ہی تھی۔ (مشکوٰۃ مصابیح ص ۴۱۹ بحوالہ مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی شخص مصافحہ کرتا تو آپ اس کی طرف سے اپنا چہرہ نہیں پھیر لیتے تھے جب تک وہ اپنی طرف سے چہرہ نہ پھیر لیتا اور آپ کو کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کسی کے پاس بیٹھنے والے کی طرف گھٹنے پھیلائے ہوئے ہوں۔ (۱۰ ترمذی)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر مسکرانے والا میں نے نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ مصابیح ص ۵۲۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب آپ نے (یمن جانے کے لئے) رخصت فرمایا تو جب انہوں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو آخری وصیت یہ فرمائی احسن خلقك للناس کہ لوگوں سے اچھے خلق سے ساتھ پیش آنا۔ (رواہ مالک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مومن آدمی اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے رات کی نمازوں میں قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پا لیتا ہے۔ (۱۰ ابوداؤد)

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ (سو آپ دیکھیں گے) بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ (کہ تم میں سے کسے جنون ہے) جو لوگ آپ کو دیوانہ کہتے تھے (اعیاذ باللہ) پہلے دلائل سے ان کی تردید کی پھر فرمایا کہ عنقریب ہی آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ دیوانہ کون ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا مطلب یوں منقول ہے کہ یہ اہل باطل جو آپ کو دیوانہ بتا رہے ہیں روز قیامت ان کو پتہ چل جائے گا کہ یہ خود ہی دیوانے تھے۔

اور بعض حضرات نے آیت کا یہ مطلب بتایا کہ عنقریب ہی سب کے سامنے اسی دنیا میں بات کی جائے گی کہ دیوانہ کون ہے؟ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات پھیلی دعوت آگے بڑھی۔ اہل عرب مسلمان ہوئے اور جو دشمن تھے جاں نثار ہو گئے اور جنہیں قبول حق کی توفیق نہ ہوئی وہ ذلیل اور خوار ہوئے غزوہ بدر کے واقعہ نے سب کو بتا دیا کہ دیوانہ کہنے والے ہی دیوانے تھے۔ (روح معانی ص ۲۹ ج ۲۹)

ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين

(بلاشبہ آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے) جو ایسے شخص سے مناسب جزا دے گا۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ

مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ ذَا مَالٍ

وَّبَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝

آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانیئے وہ آپ سے مداہنت کے خواہاں ہیں

یہ آیت کا ترجمہ ہے ان میں سے پہلی دو آیتوں میں یہ فرمایا کہ آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانئے وہ چاہتے ہیں کہ آپ کچھ نرم پڑ جائیں تو وہ بھی آپ کے معاملہ میں نرمی اختیار کریں اس باطل کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ حق کی طرف آتے نہیں ان کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ داعیٔ حق کو دعوت دیں کہ تم اپنی دعوت چھوڑ دو اور ہمارے غم میں شریک ہو جاؤ اب اس پر تو وہ نہیں چاہتا تو کہتے ہیں کہ اچھا آپ کچھ نرم پڑ جائیں اپنی دعوت اور دعوت کے کاموں میں نرمی اختیار کریں ہم بھی اپنی مخالفت میں اور سختی میں کمی کر دیں گے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان کی باتوں میں نہ آئیں جو حکم ہوا ہے اس کے مطابق دعوت دیتے رہیں اور دعوت میں کسی بھی طرح کی نرمی اور مداہنت کو منظور نہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مشرکین مکہ نے یوں کہا تھا کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں ہم بھی آپ کی مخالفت نہ کریں گے۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ معلوم ہوا کہ مخلوق کو راضی کرنے کیلئے کسی حق کام یا حق بات کو چھوڑنا جائز نہیں۔

ایک کافر کی دس صفات ذمیمہ اس کے بعد جو سات آیات ہیں ان میں کسی کا نام نہیں لیا ہے اس صفات ذمیمہ کا تذکرہ فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ ان صفات والے شخص کا اتباع نہ کیجئے اس سے ان صفات کی مذمت بھی ہوئی اور جو شخص ان صفات سے متصف ہو اس کی مذمت بھی ہوئی مفسرین نے لکھا ہے کہ اہل مکہ میں جو لوگ اسلام اور اہل اسلام کے شدید ترین دشمن تھے ان میں ایک شخص ولید بن المغیرہ بھی تھا یہ شخص بہت ہی زیادہ مخالفت پر اترا ہوا تھا ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔ نام لئے بغیر ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کی اطاعت نہ کیجئے اور تو (حلاف) فرمایا یعنی بہت زیادہ قسمیں کھانے والا دوسرے (مھین) فرمایا یعنی ذلیل تیسرے (ھماز) فرمایا جو لوگوں کا عیب کاتا ہے غیبتیں کرتا ہے چوتھے (مشاء بنمیم) یعنی چغل خور ہے جو لوگوں کے درمیان فساد پھیلانے کے لئے چغلی کرتا ہے اور اس مشغلہ میں خوب آگے بڑھا ہوا ہے۔ پانچویں (مناع للخیر) یعنی خیر سے روکنے والا اس میں ہدایت سے روکنا بھی آگیا اور جہاں اللہ کی رضامندی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں ہاتھ روک لینے اور کنجوسی کرنے کو بھی شامل ہو گیا چھٹے (معتد) فرمایا یعنی حد سے بڑھنے والا ظلم کرنے والا۔ ساتویں (اثیم) فرمایا یعنی گناہ کار آٹھویں (عتل) فرمایا یعنی سخت مزاج نویں فرمایا (بعد ذلک زنیم) یعنی یہ جو کچھ مذکور ہوا اس کے بعد یہ بھی ہے کہ وہ منقطع النسب ہے۔ یہ نہیں کہ ثابت النسب نہیں تھا یعنی اس کا باپ معلوم نہ تھا حقیقت میں قریشی نہ تھا مغیرہ نے اس کی اٹھارہ سال عمر ہونے کے بعد سے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین نے لفظ زنیم کا ترجمہ حرام زادہ کیا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص ثابت النسب نہ ہو اس کا یہ قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پیدا ہونے پر مدمت نہیں ہے حرام زادوں میں افعال قبیحہ اور اخلاق ذمیمہ تربیت نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت ان میں ثابت النسب والے افراد دنیا کی شرافت عموماً نہیں پائی جاتی۔ ان کی دسویں صفت ذمیمہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ چونکہ یہ مال دار اور بیٹوں والا ہے اس لئے یہ حرکت کرتا ہے کہ جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جھٹلانے کے طور پر کہہ دیتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کی چیزیں ہیں جو نقل در نقل چلی آرہی ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرتا اور اس کی آیت کی تصدیق کرتا لیکن

اس نے ان کو اور ان پر گھومنے والے آیات قرآنیہ کی تکذیب پر کمر باندھ لی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جہاں تک ہمارا علم ہے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی فرد کو اتنی صفات ذمیمہ کے ساتھ موصوف نہیں فرمایا جو ولید بن مغیرہ کی صفات فرمائیں۔

آخرت میں جو کفر پر مرجانے کی سزا ہے وہ اپنی جگہ ہے دنیا میں اس کو یہ سزا دی کہ اس کی ناک پر غزوہ بدر کے موقع پر ایک تلوار لگی جس کی وجہ سے ناک پر زخم آیا اور مستقل ایک نشان بن گیا اس کی ناک بھی بڑی تھی جسے خرطوم سے تعبیر فرمایا ہے خرطوم ہاتھی کی ناک کو کہتے ہیں یہ شخص بڑا دولت مند تھا اپنی اس عیب دار ناک کو بڑے چھپاتا تھا اور سب کے سامنے اس کی بدصورتی عیاں تھی۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿١٨﴾

فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِنْ رَبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾

أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَارِمِينَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَنْ لَا يَدْخُلَنَّهَا

الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ

نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ﴿٣١﴾ عَسَىٰ رَبُّنَا أَنْ يُبْدِلَنَا

خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ﴿٣٢﴾ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾

ع

ایک باغ کے مالکوں کا عبرت ناک واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے کے بعد مکہ معظمہ کے مشرکوں پر اللہ تعالیٰ نے قحط بھیج دیا تھا۔ قحط کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں کو آزمائش میں ڈالا جیسا کہ باغ والوں کو آزمائش میں ڈالا تھا۔ یہ باغ کہاں تھا؟ باغ والے کون تھے؟ اس کے بارے میں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ باغ یمن میں شہر صنعاء سے دو فرسخ کے فاصلہ پر تھا۔ نمازی لوگوں نے دیا تھا جو لوگ اس کے وارث بنے آرہے تھے وہ برے نکلے تھے جس دن باغ کے پھل کاٹتے تھے مساکین جمع ہو جاتے تھے اس طرح کٹنے کے دن اور جس دن جھاڑا جاتا تھا اس دن بھی مساکین آجاتے تھے۔ یہ لوگ مساکین کو دن بھر پھل اور کھیتی اور جھوسے کاٹے ہوئے دانے دیا کرتے تھے۔ آخر میں یہ ہوا کہ ان میں سے ایک شخص کی موت ہوئی اس نے اپنے تین لڑکے وارث چھوڑے اب جو کھیتی کاٹنے کا موقعہ آیا تو ان تینوں بھائیوں نے مشورہ دیا کہ ہم کو اہل وعیال زیادہ ہیں اب اگر ہم اسی طرح سخاوت کرتے رہیں اور مسکینوں کو دیتے رہے تو ہمارے مال کم پڑ جائے گا اب تو مسکینوں سے جان چھڑانا چاہیے۔ لہٰذا انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ آئندہ ہم بالکل صبح صبح باغ میں پہنچ جائیں گے اور مسکینوں کے آنے سے پہلے کاٹ کے گھروں میں لے آئیں گے۔ مشورے سے آپس میں یہ باتیں طے کیں اور قسمیں بھی کھائیں کہ حتماً ضرور ایسا کریں گے۔ ان شاء اللہ کسی کے منہ سے بھی نہ نکلا اول تو مسکینوں کو محروم کرنے کی قسم کھائی دوسرے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے راتوں رات اس باغ پر آفت بھیج دی یہ لوگ سوئے رہے تھے۔ انہیں پتہ بھی نہ چلا کہ باغ کا کیا بنا؟ رات کو جو آفت آئی وہ کھیتی ایسی ہوگئی کہ پہلے سے کاٹ دی گئی ہو اس کو فاصبحت کالصریم سے تعبیر فرمایا وہاں پہنچے تو پہچانا بھی نہ گیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کالصریم کا ترجمہ کالرماد الاسود کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ خزیمہ کے لغت میں اس کا یہی ترجمہ ہے یعنی ان لوگوں کی کھیتی سیاہ راکھ کی طرح ہوگئی۔

صبح کو جب یہ لوگ اٹھے تو آپس میں ایک دوسرے کو بلایا آؤ تمہیں اپنی کھیتی کی پیداوار پوری لینی ہے اور مسکینوں کو کچھ نہیں دینا ہے تو آج صبح چلے چلو اور جلدی چلو ورنہ عادت کے مطابق مساکین آجائیں گے۔ چنانچہ یہ تینوں بھائی چل دیئے چلے جا رہے تھے اور آپس میں چپکے چپکے یوں کہہ رہے تھے کہ دیکھو آج ہم تک وئی مسکین نہ پہنچنے پائے جو پختہ مشورہ یہ ہے اس پر قابو پانے کی کوشش کرو اور اپنے مال کو اپنے قبضہ میں کرو۔

باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ باغ کو جو ہوا ہے بنے کہ ارے یہ ہمارا باغ نہیں ہے ہم تو راستہ بھٹک گئے ہیں چلو اپنا باغ تلاش کرو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ارے یہ بات نہیں ہے ہمارا باغ یہیں تھا ہم اس کی خیر سے محروم کر دیئے گئے ہیں کیونکہ ہم نے ٹھان لیا تھا کہ مساکین کو نہیں دینا ہے اس پر ہماری گرفت ہوئی جس کی وجہ سے ہمیں پھل نہیں ملا ان میں سے جو سب سے اچھا آدمی تھا اس نے کہا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں نہیں بیان کرتے یعنی ان شاء اللہ کیوں نہیں کہتے اب جب ان لوگوں نے باغ کو برباد دیکھا تو بڑی ندامت ہوئی اور کہنے لگے کہ ہم اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں کہ بلاشبہ ہم سے ظلم کا فیصلہ یہ تھا کہ مسکینوں کو کچھ نہ دیں گے۔

اس کے بعد آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور الزام دینے لگے کہ تو نے یہ رائے دی تھی اور تو نے یوں کہا تھا اور کہنے لگے کہ ہائے ہماری خرابی ہم نے سرکشی والا کام کیا اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتے۔ مساکین کو دیتے تو اچھا تھا سرکشی کر کے ہم نے اس محرومی کو خود مول لیا (اب سمجھ میں آگیا کہ ہمیں وہی کرنا چاہیے تھا جو ہمارے باپ دادے کرتے تھے) امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس باغ سے بہتر عطا فرمائے گا جو باغ جل کر خاکستر ہوگیا ہم اپنے رب کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان لوگوں نے اخلاص کے ساتھ توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک باغ عطا فرمایا جس کے انگور کے خوشے اتنے بڑے بڑے تھے کہ ایک خوشہ ایک خچر پر لاد کر لے جاتے تھے۔

آخر میں فرمایا کذلک العذاب (اسی طرح عذاب ہے) جو شخص ہماری حدود سے آگے بڑھتا ہے اور حکم کی مخالفت کرتا ہے ہم اسے اسی طرح عذاب دیتے ہیں۔

ولعذاب الاخرۃ اکبر (اور واقعی آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے)۔

لو کانوا یعلمون (کاش کہ یہ لوگ جانتے ہوتے)۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ

متقی لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمت والے باغ ہیں۔ کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے۔ تمہیں کیا ہو

تَحْكُمُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا

تم یہ فیصلہ کرتے ہو۔ یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو۔ جس میں تمہارے لئے وہ چیز بھی ہو جسے تم پسند کرتے ہو۔ یا تمہارے لئے ہمارے ذمہ

بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝ سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۚ

قیامت تک کچھ قسمیں ہیں جن کے ذریعہ تم جو فیصلہ کرتے ہو وہ تمہارے حق میں ثابت ہو۔ ان سے پوچھ کہ ان میں سے کون اس کا ذمہ دار ہے۔ یا ان کے کچھ

فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝

شریک ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔

متقیوں کے لئے نعمت والے باغ ہیں اور مسلمین و مجرمین برابر نہیں ہو سکتے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقی بندوں کے انعامات بیان فرمائے ہیں اولاً ارشاد فرمایا کہ انہیں ان کے رب کے پاس نعمتوں والے باغ ملیں گے اس کے بعد فرمایا کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ یعنی جو لوگ مجرم ہیں انہیں اپنے جرم کی سزا ملے گی اور فرمانبردار بندے اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کا پھل پائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نوازش ہوگی اور نعمتیں ملیں گی نہ تو یہ ہوگا کہ فرمانبردار نعمتوں سے محروم ہو کر مجرمین کے برابر ہو جائیں اور نہ یہ ہوگا کہ کافرین کو نعمتیں دیدی جائیں جب اہل ایمان اور اہل تقویٰ کی نعمتوں کا تذکرہ ہوتا تھا تو اہل کفر یوں کہتے تھے کہ دنیا میں ہمیں بھی یہ نعمتیں ملیں گی بلکہ ہم نعمتوں کے زیادہ مستحق ہیں ان کی بات کی تردید فرمائی کیا نجعل المسلمین کالمجرمین اور مزید فرمایا مالکم کیف تحکمون (تمہیں کیا ہو تم کیسا فیصلہ کرتے ہو) تمہارا یہ فیصلہ دانش مندی کے اور دنیا کی رسم کے خلاف ہے۔ دنیا میں جو اہل انصاف ہیں یا مجرم اور غیر مجرم کے ساتھ برابر کا برتاؤ کرتے ہیں تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین اور سب سے بڑا انصاف والا ہے وہ مجرم اور غیر مجرموں کے ساتھ برابر کا برتاؤ کرے گا۔

ام لکم کتاب فیہ تدرسون (الی آخر الایات)

یہ بات جو تم نے کہی ہے تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ کیا تمہارے پاس آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوئی ہے جسے تم آپس میں پڑھتے ہو؟ اور یا اس کتاب میں یہ مضمون ہے کہ تم جو چاہو اپنے پاس سے اپنی خواہش کے مطابق عہد دو گے اس کے مطابق فیصلہ ہو

جائے گا؟ پھر فرمایا کیا تمہارے لئے ہمارے اوپر قسمیں ہیں جو قیامت تک باقی رہنے والی ہیں کہ تمہیں وہ دیا جائے گا جس کا تم فیصلہ کرتے ہو؟ مطلب یہ ہے کہ تم بتاؤ۔

کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا عہد ہے کہ جو تم کہہ دو گے ہم وہی کر دیں گے اور تمہارے کہنے کے مطابق فیصلہ ہوگا؟ ایسا نہیں ہے پھر بڑھ چڑھ کر یہ باتیں اپنی طرف سے کیسے تجویز کر رہے ہو؟

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا۔

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ.

(آپ ان سے دریافت کر لیجئے کہ ایسا کون شخص ہے جو ان کی باتوں کو صحیح ثابت کرنے کا ذمہ دار ہے)۔ یعنی ان کی نامعقول باتوں کو کوئی عاقل صحیح نہیں کہہ سکتا۔

پھر فرمایا اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ (الآیۃ) کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں سو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں۔ اگر سچے ہیں) یعنی یہ انہوں نے شریک ٹھہرائے ہوئے ہیں جنہوں نے انہیں ثواب دینے کا فرمانبرداروں کے برابر کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے کہ یہ ہے تو اپنے شریکوں کو پیش کریں اگر اپنے خیال میں سچے ہیں۔

یعنی یہ جو انہوں نے کہا ہے کہ فرماں بردار اور مجرم برابر ہوں گے نہ ان کے پاس اس مضمون کی کوئی آسمانی کتاب ہے نہ کسی دوسرے طریق وحی سے اللہ تعالیٰ نے ان سے ایسا وعدہ فرمایا ہے نہ اللہ کی مخلوق میں سے اس کے کچھ شریک ہیں جنہوں نے اس بات کی ذمہ داری لی ہو کہ ہم تمہاری بات سچ کر دیں گے یا کروا دیں گے جب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے تو یہ جاہلانہ بات کیسے کہتے ہیں؟

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ

جس دن ساق کی تجلی ہوگی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے سو یہ سجدہ نہ کر سکیں گے ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝

ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے جبکہ تندرست تھے۔

ساق کی تجلی اور منافقوں کی بری حالت

ان آیات میں قیامت کے دن کے بعض مظاہر بیان فرمائے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب ساق کی تجلی ہوگی اور لوگوں سے کہا جائے گا کہ سجدہ کرو مومن سجدہ کریں گے۔ اور منافقین اور ریاکار سجدہ نہ کر سکیں گے اور ان کی کمریں تختہ ہو جائیں گی سجدہ کرنا چاہیں گے گدی کے بل گر پڑیں گے۔ صحیح بخاری ص ۷۳۱ ج ۲ اور ص ۱۱۰۷ اور صحیح مسلم ص ۱۰۰ اور ص ۱۰۴ پر اس کی تفسیر وارد ہوئی ہے اور ساق کی تجلی ہونا متشابہات میں سے ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیفیت کے سمجھنے کی فکر نہ کریں یہی اصل طریقہ ہے صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں سجدہ کی طرف بلائے جانے سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ دار تکلیف نہیں ہے کیونکہ بلایا جانے سے مراد امر بالسجود نہیں ہے بلکہ اس تجلی میں یہ اثر ہوگا کہ سب بلا اضطرار سجدہ کرنا چاہیں گے جس میں مومن اس پر قادر ہوں گے اور اہل ریا و نفاق قادر نہ ہوں گے اور کفار کا قادر نہ ہونا اس سے بدرجہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے جس کا آگے ذکر ہے۔

قال البغوی فی معالم التنزیل قولہ عزوجل یدعون الی السجود فلا یستطیعون یعنی الکفار والمنافقون

تصر اصلابهم كصاصى لفرد لا يستطيعون السجود (امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے ارشاد یدعون الی السجود کا مطلب یہ ہے کہ منافقین جہنم کی طرف لے جائیں گے تو ان کی کمریں گائے کے سینگوں کی طرح کڑی ہوں گی لہٰذا وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے)

کافروں اور منافقوں کی مزید بدحالی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی جبکہ اس کی یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں جب سجدوں کی طرف بلائے جاتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ سجدہ کریں اس وقت یہ لوگ سجدہ سے انکار کرتے تھے یعنی سجدہ نہیں کرتے تھے اور اس سے تکبر کرتے تھے تو آخرت میں جب حساب کتاب کے بعد سجدہ کرنے کی جگہ ہوگی تو ان کی کمریں اکڑ جائیں گی۔ معالم التنزیل میں ص ۳۱۳ ج ۴ پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یدعون الی السجود کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کانوا یسمعون حی علی الفلاح فلا یجیبون یعنی یہ لوگ اذان کی آواز سنتے تھے اور کانوں میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی آواز آتی تھی مگر نماز کے لئے نہیں آتے تھے۔

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ

آپ مجھے اور جھٹلانے والوں کو چھوڑیے میں ان کو آہستہ آہستہ پکڑوں گا جہاں سے وہ نہیں جانتے اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں

كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَمْ تَسْــَٔـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝

تدبیر مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ اجر مانگتے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں

مکذبین کے لئے استدراج اور ان کو مہلت!

ان آیات میں منکرین اور مکذبین کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اس ضمن میں آپ کو بھی تسلی دی گئی ہے ارشاد فرمایا کہ آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں ان کا معاملہ میرے سپرد کر دیں میں خود ان سے نمٹ لوں گا جو یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں ہم انہیں بتدریج ایسے عذاب کی طرف لے جا رہے ہیں جو انہیں کبھی نظر نہیں آئے گا اور ان کی خبر بھی نہیں ہوگی اس طرح یہ لوگ ڈھیل دیئے جانے کی وجہ سے اور دنیا کی نعمتوں اور مزوں میں اپنے آپ کو کامیاب سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ استدراج کا عذاب ہے اور مہلت اس لئے دی جا رہی ہے کہ ان کی حجت پوری ہو جائے اور ان کے خلاف اتمام حجت ہو جائے یہ ان کی ایک تدبیر ہے اور ان کو جو مہلت دی جا رہی ہے وہ اس کی تدبیر ہے یہ لوگ اس میں مصلحت سمجھ رہے ہیں وہ میری تدبیر کی طرف سے استدراج ہے۔

پھر فرمایا کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں جس کے تاوان سے وہ دبے جا رہے ہیں یہ بھی تکذیب کاری کے مطلب یہ ہے کہ آپ کا تبلیغ فرمانا اور ایمان کی دعوت دینا اس لئے نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب کی امید رکھتے ہیں ان سے تو آپ کسی طرح کی اجارت یا معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتے ان سے آپ کچھ طلب نہیں فرماتے تو ان پر اس طرح کا تاوان کیسے پڑ سکتا ہے جب آپ ان سے کوئی چیز طلب کرتے ہی نہیں تو انہیں تاوان بھرنے کا کیا سوال ہے آپ دعوت کے کام میں اتنی محنت و کوشش کیوں کر رہے ہیں (یہ تو دنیا داری کے نشہ میں سمجھداری کو پس انداز ہی نہیں دیتے اور برابر خرچ کئے جا رہے ہیں)

پھر فرمایا اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ

(کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جسے وہ لکھ لیا کرتے ہیں)۔

یہ بھی منتقم منکرین کے طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو کسی طریقے سے خود احکام خداوندی معلوم ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ صاحب وحی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع سے بے نیاز ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان سے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے احکام خود ہی معلوم کر لیا کریں۔ حالانکہ اپنے خالق کے احکام جاننا ضروری ہے جب اور کوئی ذریعہ اللہ کے احکام معلوم کرنے کا نہیں ہے اور آپ کی نبوت کا انکار کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے تو اس کا انکار کرنا ان کی بھی بے وقوفی اور حماقت ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَوْلَا أَن تَدَارَكَهُ

نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

آپ صبر کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جایئے

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صبر فرمانے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کے مخالفین منکرین و معاندین کے لئے ان پر جلد عذاب نہیں آیا اور آپ کو صبر کی تلقین فرمائی ہے اس پر عمل کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جایئے۔ مچھلی والے سے حضرت یونس علیہ السلام مراد ہیں جب وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے تھے (جس کا ذکر سورۂ یونس اور سورۂ انبیاء اور سورۃ الصافات میں آ رہا ہے) تو انہیں مچھلی نے گل لیا۔ مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں انہیں سے معاف کر دیا ہم سے گھٹ رہے تھے یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا ایک بلا اذن صدور حق تعالیٰ سے ہونے کا ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس ہو جانے اور وہ دعا یہ ہے۔

لا اله الا انت سبحانك انی كنت من الظالمين

(جس سے مقصود تضرع اور طلب نجات عن الحبس ہے (کذا فی بیان القرآن)

لولا ان تداركه (الایۃ) اگر اللہ تعالیٰ کا انعام ان کی تلافی نہ کرتا تو وہ مجرموں کے ساتھ میدان میں ڈال دیئے جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل فرما دیا مچھلی کے پیٹ سے باہر آ گئے خشکی میں پہنچے ضعیف اور کمزور تھے اور ان پر ایک بیدار درخت کا سایہ کر دیا جیسا کہ سورۂ صافات مذکور ہے۔

فاجتباه ربه فجعله من الصالحين

(پھر ان کے رب نے ان کو چن لیا اور برگزیدہ بنا دیا اور انہیں صالحین میں شامل فرما دیا (یا ان خداوندی قوم کو چھوڑ کر چلے جانے کی خطا اجتہادی کا جو صدور ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا اور صالحین کاملین ہی میں ان کا درجہ تھا۔)

وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ

لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

وہ (یعنی محمد ﷺ) تو نہیں ہیں مگر جنون سے تعلق رکھنے والے۔ یہ قرآن تو نہیں ہے مگر جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔

کافر لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنی نظروں سے پھسلا کر گرا دیں

مشرکین عرب کی دشمنی انتہا پر پہنچی ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر طرح کا وار کرنے کو تیار رہتے تھے اور جو بھی موقع ملتا تھا اس سے نہیں چوکتے تھے آپ کو تکلیف پہنچانے کی ہر طرح کی تدبیریں کرتے تھے انہوں نے آپ کو نظر بد لگوانے کی تدبیر سوچی بعض لوگ جن کی آنکھوں میں خاصی طور پر نظر کا لگ جانے کی خاصیت ہوتی ہے اس وقت اس طرح کا ایک شخص تھا اسے قریش مکہ نے آمادہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی نظر ڈال جس سے آپ مریض ہو جائیں اور آپ کو تکلیف پہنچ جائے۔ صاحب معالم التنزیل اور صاحب روح المعانی نے یہ بات لکھی ہے کہ ان لوگوں نے آپ پر نظر لگوانے کا ارادہ کیا اور ایک آدمی کو اس پر آمادہ کیا لیکن اس کی آنکھوں کا آپ پر کچھ بھی اثر نہ ہوا اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ فرمایا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ معروف نظر لگانا مراد نہیں ہے بلکہ بری بری نگاہوں سے دیکھنا مراد ہے یعنی وہ آپ کو دشمنی کی وجہ سے بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اسی عداوت کی وجہ سے آپ کو دیوانہ بتاتے ہیں حالانکہ یہ قرآن جو آپ سناتے ہیں تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے بھلا دیوانہ آدمی ایسی باتیں سنا سکتا ہے؟

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نظر کا لگ جانا اور اس کا مؤثر ہونا حق ہے جو بامر اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس کے بعد انہوں نے کثیر تعداد میں ایسی احادیث نقل کی ہیں جس میں نظر دور کرنے کے لئے دعا پڑھنے کا ذکر ہے موطا امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر لگ جانا حق ہے۔ حضرت ام سلمہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ جعفر کے بچوں کو نظر جلدی لگ جاتی ہے تو کیا میں ان کے جھاڑ پھونک کر دوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جھاڑ دیا کرو کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھنے والی ہوتی تو نظر بڑھ جاتی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو (تکلیف سے) محفوظ رکھنے کے لئے یہ پڑھا کرتے تھے۔ اُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ ... (پوری کلمات سے) میں تمہیں شیطان سے اور زہریلے جانور سے اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے پناہ میں دیتا ہوں (بخاری)

اور فرماتے تھے کہ تمہارے باپ (حضرت ابراہیم) ان کلمات کے ذریعہ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کی حفاظت کے لئے پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہے جھاڑ مگر نظر لگانے سے یا زہریلے جانور کے ڈسنے سے۔ (رواہ احمد والترمذی کذا فی مشکوٰۃ ص ۳۹۰)

دیگر امراض کے لئے جھاڑ جائز ہے جو حضور سے ثابت ہے ان دونوں چیزوں کے لئے جھاڑ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس لئے ایسا فرمایا جو کچھ بھی جھاڑ ہو اللہ کے ناموں سے قرآن مجید کی آیات سے اور مسنون دعاؤں سے ہو شرکیہ الفاظ سے نہ ہو۔

سورۂ ن والقلم کی یہ آخری دو آیتیں مجرب ہیں نظر بد کے لئے پڑھ لیا جائے تو فی مدہ ہوتا ہے۔

تم تفسیر ن والقلم والحمد للہ اولا واخرا وباطنا وظاہرا

☆☆☆ ☆☆☆☆

مکی	سورۃ الحاقۃ	۵۲ آیتیں ۲ رکوع

سورۃ ۶۹ الحاقۃ مکیۃ ۷۱ آیاتہا ۵۲ رکوعاتہا ۲

سورۃ حاقہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ؕ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا

وہ ہونے والی چیز جو ہونے والی ہے۔ اور کیا سمجھا ہے تو نے کیا ہے وہ ہونے والی چیز جو ہونے والی ہے۔ جھٹلایا ثمود اور عاد نے کھڑکھڑانے والی چیز کی تکذیب کی سو

ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ؕ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ

ثمود تو ہلاک کر دیئے گئے ایک زور سے بڑھ کر چلنے والی آواز سے اور عاد تو ہلاک کر دیئے گئے ایک تیز و تند آندھی سے جس کو اللہ نے ان پر مسلط کر دیا سات رات اور آٹھ

وَثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ

دن پے در پے تو دیکھے تو لوگوں کو اس میں پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں سو دیکھتا ہے تو ان میں سے

مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً

ان کا کوئی باقی رہا اور آئے فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹی ہوئی بستیوں والے گناہ کی حالت میں سو نافرمانی کی رسول کی اپنے رب کے سو پکڑ لیا ان کو

رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

بڑھتی پکڑ پکڑنا اس کا جب زور پر ہوا پانی تو ہم نے تم کو سوار کیا کشتی میں جہاز تا کہ ہم کر دیں اس واقعہ کو تمہارے لئے یاد رکھنے کا اور یاد رکھے اس کو کان یاد رکھنے والے

کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت

یہیں سورۃ الحاقۃ شروع ہو رہی ہے۔ الحاقۃ حق یحق سے اسم فاعل ہے جس کا تاء ہمزہ سے واقع ہونے والی چیز یعنی جس کا وجود میں آجانا ضروری ہے۔ وہ کل نہیں حق۔ اس سے قیامت مراد ہے۔ قرآن مجید میں اس کے کئی نام آئے ہیں ان میں سے ایک القارعۃ بھی ہے جو اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے علامہ نحاس نے فرمایا ہے الحاقۃ مبتدا اور ما الحاقۃ خبر ہے۔

طرز بیان ایسا اختیار فرمایا ہے کہ جس سے قیامت کی اہمیت خاطر نشین ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ کیا چیز ہے وہ ہونے والی چیز ہے اے مخاطب!

۱۔ تکذیب ۲۔ ہلاکت ۳۔ معجزہ ناقۃ اللہ کی قدر و قیمت

قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے ان دونوں نے اپنے اپنے پیغمبر کی دعوت و نصیحت کو ٹھکرا دیا اور عذاب میں پکڑے گئے اور ہلاک کر دیئے گئے فرمایا

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ

(ثمود اور عاد نے کھڑکھڑانے والی چیز کو جھٹلایا)

فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ

(ثمود کو ایک حد سے بڑھی ہوئی چیز سے یعنی زلزلہ سے جو اپنی شدت میں حد سے بڑھی ہوئی تھی (یعنی سخت ترین چیخ تھی) ہلاک کیا گیا)

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ

(اور عاد کو تند و تیز آندھی سے ہلاک کیا گیا)

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا

(اللہ تعالیٰ نے اس تیز ہوا کو ان پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار مسلط رکھا)

اور سورہ حم السجدہ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ

(ہم نے ان پر ایک تیز ہوا نحوست کے دنوں میں بھیجی تاکہ ہم انہیں دنیا والی زندگی کی ذلت کا عذاب چکھائیں اور البتہ آخرت کا عذاب بہت زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی)

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ

(اے مخاطب تو ان میں پچھاڑے ہوئے لوگوں کو دیکھتا کہ وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے ہیں)

فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ

(اے مخاطب کیا تو ان میں سے کسی کو باقی رہتا ہوا دیکھتا ہے)

فرعون کی سرکشی اور ہلاکت۔ اس کے بعد فرعون اور اس سے پہلے باغیوں اور ان بستیوں کا ذکر فرمایا جو برے افعال کرنے کی وجہ سے پلٹ دی گئیں ارشاد فرمایا

وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ

(اور فرعون اور اس سے پہلے لوگ اور الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والوں نے غلطی کی)

فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً

(سو انہوں نے اپنے رب کے پیغمبر کی نافرمانی کی پس اللہ نے انہیں سخت گرفت کے ساتھ پکڑ لیا)۔

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا ذکر — انا لما طغی الماء حملکم فی الجارية

(یاد کرو جب پانی میں طغیانی آئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا)

اس میں حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا تذکرہ ہے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں مومنین سوار ہو گئے تھے جن کی تھوڑی سی تعداد تھی پھر انہی سے دنیا میں آبادی بڑھی اور حضرت آدم علیہ السلام کی نسل پھیلی چونکہ یہ زمانہ قرآن کے وقت جو لوگ موجود تھے اور جو بعد میں مومن ہوں یا کافر سب انہی کی نسل میں سے تھے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر نجات پا گئے پوری انسانی نسل کا وجود ان دو کی نجات سے متعلق ہے جو کشتی میں سوار ہوئے تھے اس لئے بطور امتنان حملکم فی الجارية فرمایا کہ ہم نے تمہیں کشتی میں اٹھایا۔

لنجعلها لكم تذكرة وتعيها اذن واعية

(تاکہ ہم اس واقعہ کو یاد دہانی بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اس واقعہ کو یاد رکھیں)

یہ فقرہ اس میں اہل قبور اور اہل نظر کے عبرت اور نصیحت ہے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ﴿١٤﴾

فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ

عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ

كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ﴿١٩﴾ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ

رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ

الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ أَدْرِ مَا

حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ﴿٢٩﴾

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝

اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں داخل کر دو پھر (یعنی) اس کو ستر ہاتھ جس کی پیمائش ہے ساتھ ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا

بلاشبہ یہ شخص اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا جو عظیم ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا۔ سو آج اس کا یہاں

حَمِيْمٌ ۝ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ۝ ع

کوئی دوست نہیں نہ (کوئی) کھانا مگر زخموں سے بہتا ہوا پانی جس کو صرف گناہگار ہی کھائیں گے۔

قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا' زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے' عرش الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے

ان آیات میں روز قیامت کے مناظر ذکر فرمائے ہیں پہلے تو یوں فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا اور زمین اور پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھا دیئے جائیں گے اور وہ دونوں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے' اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی یعنی قیامت آ جائے گی اور آسمان پھٹ پڑے گا' سو وہ اس دن ضعیف ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور آپ کے رب کے عرش کو اس دن اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوا گا۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ عرش کو آٹھ فرشتوں کا اٹھانا نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا۔

اس کے بعد قیامت کے دن کی پیشی کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ.

(اس دن تم پیش کئے جاؤ گے اس دن تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی)

یوں تو اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے لیکن اس نے فرشتوں سے سب کے اعمال لکھوا بھی رکھے ہیں سورۃ جاثیہ میں فرمایا

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.

(یہ ہماری کتاب جو تمہارے اوپر حق کے ساتھ بولتی ہے بلاشبہ ہم لکھوا لیتے تھے جو تم کرتے تھے)

اعمال ناموں کی تفصیل اور دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملنے والوں کی خوشی: اس کے بعد اعمال ناموں کی تفصیل ذکر فرمائی ارشاد فرمایا فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ

(سو جس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ خوشی خوشی لوگوں سے کہے گا آؤ میری کتاب پڑھ لو) (اپنے ہاتھ میں کتاب کا دیا جانا ہی دلیل اس بات کی ہوگی کہ یہ شخص کامیاب ہو گیا۔

اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ.

(مجھے پتہ تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملاقات کرنے والا ہوں)

مجھے دنیا میں پیشی کا اور اعمال نامے دیئے جانے کا یقین تھا اسی لئے دنیا میں سنبھل کر اور سوچ سمجھ کر گناہوں سے بچا اور نیک کام کئے۔

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ

(سو یہ شخص ایسی زندگی میں ہوگا جس سے راضی ہوگا اور خوش ہوگا)

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (بہشت بریں یعنی اونچی جنت میں ہوگا)

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ. (اس کے پھل قریب ہوں گے)

جیسا کہ سورۂ رحمٰن میں فرمایا:

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۔ (اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے)

یعنی ہر شخص جو پھل بھی چاہے بآسانی کھڑے ہوئے لیٹے بیٹھے توڑ سکے گا۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا ۢ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ.

(ان سے کہا جائے گا کہ کھاؤ پیو تمہارا کھانا پینا مبارک ہے اس وجہ سے کہ تم نے گزشتہ دنوں میں یعنی دنیا میں اچھی زندگی گزاری تھی اور اعمال صالحہ اختیار کئے تھے)

بائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملنے والوں کی بدحالی: اس کے بعد ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا جن کے بائیں ہاتھ میں کتاب دی جائے گی فرمایا وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ.

(اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میری کتاب مجھے نہ دی جاتی اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے)

جس شخص کے حساب میں گڑبڑ ہو وہ یہی چاہتا ہے کہ میرا حساب مجھے نہ دکھایا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے تو اچھا ہوتا۔

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ.

(ہائے کاش دنیا میں جو مجھے موت آئی تھی وہی فیصلہ کر دینے والی ہوتی) اور دوبارہ زندہ ہو کر حساب کتاب کیلئے حاضر نہ کیا جاتا)

مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ.

(میرے مال نے مجھے فائدہ نہ دیا)

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ۔ دنیا میں جو اقتدار اور اختیار اور عہدہ اور منصب تھا وہ سب ختم ہو گیا اس نے بھی کوئی فائدہ نہیں دیا۔

کافروں کی ذلت: ... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۔

(اس کو پکڑو پھر اس کو طوق پہنا دو پھر اس کو دوزخ میں داخل کر دو پھر ایک ایسی زنجیر میں اس کو جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے)۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔

(بلاشبہ یہ اللہ پر ایمان نہیں لایا جو عظیم ہے)

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ.

(اور وہ مسکین کے کھانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا)

اپنے ہاتھ میں اعمال دیے جانے والوں کی خوشی اور خوش بختی اور بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیے جانے والوں کی بدحالی اور مذکورہ آیت میں اسی اسلوب بیان فرمایا ہے۔

اہل جنت سے تذکرہ میں یہ فرمایا کہ وہ یوں کہیں گے کہ دنیا میں جو ہم سوچ سمجھ کر زندگی گزارتے رہے کہ ہمارے سامنے ہمارا حساب پیش ہوگا آج ہمیں یہ اس کا اطمینان ہے اور اہل جہنم کے تذکرہ میں فرمایا کہ وہ یوں کہیں گے ہمیں وہ پروا نہ تھی کہ یہ جانا تھا اچھا ہوتا یہ جو ہم دنیا کے اموال اور اقتدار اور عہدوں اور منصبوں کی فکر میں لگے رہے یہ تو بیکار ہی گیا یہاں نہ تو مال کام آیا اور نہ کسی عہدہ نے فائدہ پہنچایا وہاں پچھتانے سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا بس خیر اس میں ہے کہ اس دنیا میں ایمان قبول کریں مومن بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے صاحب ہو جائیں عہدوں سے صاحب نہ ہوں اور مال و مطلوب نہ بنائیں۔

دنیاوی حکومتیں دنیا میں جو عہدے ہیں وہ تو بڑی مصیبتوں سے ملتے ہیں اور ان میں بڑے بڑے مظالم کرنے پڑتے ہیں۔ جب دنیا میں بادشاہت کا رواج تھا تو بادشاہت حاصل کرتے تھے اب جب سے دنیا میں جمہوریت آئی ہے اس کی وجہ سے الیکشن لڑنے میں اور الیکشن کے بعد عہدہ مل جانے کی صورت میں چھ عہدہ باقی رکھنے کے لیے جو الیکشن میں جو رقمیں خرچ کی ہیں انہی جدوجہد جمع کرنے کے لیے جو ظلم کرتے ہیں قتل و خون کی نوبت آتی ہے رشوتیں دی جاتی ہیں اور رشوتیں وصول کی جاتی ہیں اور طرح طرح سے انسانوں کو اذیت دینے سے مجبور ہو جاتا ہے۔ اور ووٹوں کی خریداری ہوتی ہے ان سب باتوں و الیکشن لڑنے والے جانتے ہیں۔ اتنی مصیبتوں اور گناہوں کے ارتکاب کے بعد جو عہدہ ملا وہ تو لامحالہ وبال جان ہوگا پھر شریعت کا یہ مسئلہ بھی ہے کہ جو شخص عہدہ کا طالب ہو اسے عہدہ نہ دیا جائے (کیونکہ وہ اسی لئے عہدہ طلب کرتا ہے تاکہ وہ اپنی دنیا سیدھی کرے اور جائیداد جمع کرلے) یہ عہدے آخرت میں وبال بنیں گے۔ یہاں دنیا میں بڑے خوش ہوتے ہیں کہ کوئی عہدہ مل گیا وزیر بن گئے وہاں زنجیر میں جکڑے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ کا ایک حصہ چھوٹے سے پیالہ کے برابر زمین کی طرف آسمان سے چھوڑ دیا جائے تو رات کے آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے جو پانچ سو سال کی مسافت ہے اور آگ کا وہ حصہ دوزخی کی زنجیر کے ایک سرے سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال تک چلتا رہے گا۔

فائدہ:۔ دوزخی کی سزا کا سبب بتاتے ہوئے ایک تو یہ فرمایا کہ وہ مؤمن نہیں تھا۔ دوسرا یہ فرمایا کہ وہ مسکین کے کھانے کی ترغیب نہیں تھا مسکین کو نہ کھلانا اور اس کے کھانے کی ترغیب نہ دینا اتنی اہم بات ہے کہ اسے کفر کے ساتھ ذکر کیا یا تو مسکین پر ظلم نہ کرے اور اسے کسی نے پکڑا ہوا ہو اسے چھین کر کھا جائے خود بھی ہضم ہو اور اپنے بہت سے گناہ ہو گا خوب سمجھ لیا جائے۔

مجرمین غسلین کھائیں گے۔ فلیس لہ الیوم ھھنا حمیم۔ ولا طعام الا من غسلین۔ لا یاکلہ الا الخطئون۔

(سو آج اس کے لئے یہاں کوئی دوست نہیں اور نہ غسلین کے علاوہ اس کے لئے کوئی کھانا ہے جسے صرف خطا کار ہی کھائیں گے)

لفظ غسلین فعلین کے وزن پر ہے جو لفظ غسل سے ماخوذ ہے غسل دھونے کو کہتے ہیں علماء لغت نے اس کا ترجمہ زخموں کے دھونے سے کیا ہے۔ غسلین کا معنی آبِ چرکہائے زخموں کا دھوون ہے اور زخموں کو اس وقت دھویا جاتا ہے جب مرہم پٹی کی جائے اور صاف کر کے مرہم لگایا جائے غسلین دوزخیوں کا دھوون خون اور ان کے جسموں کی پیپ ہوگی جو اوپر سے نیچے تک بہتی رہے گی علاج اور شفاء کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غسلین کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

انه الدم و الماء الذی یسیل من لحوم اهل النار

(یعنی مسیلین سے وہ خون اور پانی مراد ہے جو دوزخیوں سے گوشتوں سے بہتا رہے گا) (ذکرہ صاحب الروح ص ۵۸ ج ۲۹)

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿۴۰﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ

قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۳﴾

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿۴۴﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۴۶﴾

فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿۴۷﴾ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۴۸﴾ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم

مُّكَذِّبِينَ ﴿۴۹﴾ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۵۰﴾ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۵۲﴾ ع

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے متقیوں کے لئے نصیحت ہے

ان آیات میں قرآن کریم اور صاحب قرآن کریم کی صفات جلیلہ بیان فرمائی ہیں اور دشمنوں کی باتوں کی تردید فرمائی ہے جو کہتے اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے کو تیار نہ تھے۔

ارشاد فرمایا کہ تم جن چیزوں کو دیکھتے ہو اور جن چیزوں کو نہیں دیکھتے میں ان کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ شاعر لوگ شاعرانہ باتیں کرتے تھے وہ عام لوگوں کی باتوں سے مختلف ہوتی تھیں۔ اور کاہن لوگ شیاطین سے سن کر آئندہ ہونے والی بات بتا دیتے تھے (جس کا ذکر سورۂ جن میں آرہا ہے اور سورۂ حجر اور سورۂ سبا اور سورہ صٰفّٰت میں گزر چکا ہے) اور ان میں اپنے پاس سے اور بہت سی باتیں مدغم کر دیتے تھے اور تک بندی کی طرح کچھ باتیں کہہ جاتے تھے اہل مکہ نے قرآن کریم کو شاعروں کاہنوں کا کلام بتا دیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ شاعر ہیں نہ کاہن ہیں نہ ان لوگوں کے پاس آپ کا اٹھنا بیٹھنا ہے مگر انسان کی ضد و عناد ایسی چیز ہے کہ جب انسان اس پر کمر باندھ لے اور حق سے بالکل ہی منہ موڑ لے تو قبول حق کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے ان میں بہت کم لوگ ایسے نکلتے ہیں جو ضد اور عناد کو چھوڑ کر حق کو قبول کریں اور اپنی سمجھ سے کام لیں اس لئے ان لوگوں کا حال بیان فرماتے ہوئے

قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ (تم بہت کم ایمان لاتے ہو) اور

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (تم بہت کم سمجھتے ہو) بھی فرمایا

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۙ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۙ

جو فرمایا اس میں ان چیزوں کی قسم کھائی جنہیں بندے دیکھتے ہیں اور جنہیں نہیں دیکھتے صاحب روح المعانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھائی جو بندوں کے مشاہدات اور مغیبات ہیں اس لئے حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی مخلوق کی قسم کھائی ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ تُبْصِرُوْنَ سے آثار قدرت اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے اسرار قدرت مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اجسام اور ارواح مراد ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ انسان اور جن اور ملائکہ مراد ہیں وقیل غیر ذلک (روح المعانی ص ۶۰ ج ۲۹)

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۚ رسول کریم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ یہ کلام جس کے بارے میں ہم نے قسم کھائی ہے یہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتہ کا لایا ہوا کلام ہے جو اللہ کے یہاں گرامی قدر ہے جس کا بڑا مرتبہ ہے وہ اس کلام کو لے کر اہل زمین والے رسول کے پاس آیا ہے یعنی بواسطہ جبرائیل علیہ السلام حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ رسول کریم سے خود رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ کلام تمہیں تمہارا رسول سناتا ہے جسے اللہ تعالیٰ شرف رسالت سے نوازے وہ سچا ہی ہوتا ہے۔

ثانیاً فرمایا تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(یہ کلام رب العلمین کی طرف سے اتارا ہوا ہے) اس میں کلام سابق کی تاکید بھی ہے اور توضیح بھی ہے کوئی کم فہم قول رسول کریم کا یہ مطلب سمجھ سکتا تھا کہ یہ ان کا ذاتی کلام ہے لہٰذا واضح فرمادیا کہ یہ کلام تمہارے سامنے کا تو ہے رسول کریم کی زبان سے لیکن اتارا رب العلمین کی طرف سے ہے

ثالثاً فرمایا وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۙ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۙ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ

(اور اگر یہ شخص ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم اس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی اسے سزا سے بچانے والا نہ ہوتا)

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعوی نبوت کو سچا ثابت فرمایا ہے ارشاد فرمایا یہ شخص جو دعوی کرتا ہے کہ میں اللہ کا رسول اور نبی ہوں اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی ہے اگر یہ ہماری طرف کچھ جھوٹی باتیں منسوب کر دیتا یعنی نبوت کا جھوٹا دعویدار ہوتا اور ہماری طرف کسی ایسی بات کی نسبت کر دیتا جو ہماری طرف سے نازل نہیں کی گئی تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کے دل کی رگ کاٹ دیتے تو اس کو تم میں سے کوئی شخص نہیں بچا سکتا۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ موت دینے کو اس طرح جو تعبیر فرمایا کہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی دل کی رگ کاٹ ڈالتے اس میں بلاکت کرنے کی ایک رسوا کن تصویر بیان فرمائی۔ جب بادشاہ کسی پر غصہ ہوتے تھے تو اس کے قتل کرنے کے لئے جلاد کو حکم دیتے تھے جلادیوں کرتا تھا کہ پہلے مقتول کے داہنے ہاتھ کو پکڑتا تھا پھر اس کی گردن مار دیتا تھا اس کے بعد حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ ان المعنی لقطعنا یمینہ ثم لقطعنا وتینہ عبرۃ ونکالاً یعنی ہم اول اس کے داہنے ہاتھ کو کاٹ دیتے پھر ہم اس کی رگ جان کو کاٹ دیتے تاکہ دوسروں کے لئے عبرتناک سزا ہو جائے۔

رابعاً فرمایا وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (اور بلاشبہ یہ قرآن نصیحت ہے تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے۔

خامساً فرمایا وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ (اور بلاشبہ ہم یہ جانتے ہیں تم میں وہ لوگ بھی ہیں جو جھٹلانے والے ہیں)

لہٰذا ان جھٹلانے والوں کو ان کے جھٹلانے کی سزا ملے گی۔

سادساً فرمایا وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ.

(اور بلاشبہ یہ قرآن کافروں کے لئے بہت بڑی حسرت کا سبب ہے)

جب قیامت کے دن اہل ایمان کو قرآن کے ماننے اور اس پر ایمان لانے کی وجہ سے اور اس کے مطابق اعمال اختیار کرنے کی وجہ سے ثواب ملے گا اور جنت کی نعمتوں سے مستفید اور منتفع ہوں گے اس وقت کافروں کو حسرت ہوگی اور خیال ہوگا کہ ہائے کاش! ہم نے بھی قرآن کو مان لیا ہوتا اور عذاب سے بچ جاتے۔

سابعاً وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ فرمایا (اور بلاشبہ یہ قرآن یقینی طور پر حق ہے

جس کے حق اور سچ ہونے میں ذرا سا بھی شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں۔

سورت ختم پر فرمایا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ.

(سو اپنے رب عظیم کے نام کی پاکی بیان کیجئے) اللہ سب سے بڑا ہے اس کا نام بھی سب ناموں سے بڑا ہے اس کی پاکی بیان کریں اور اس کی تسبیح میں لگے رہیں اس کی کمال ذات اور کمال صفات کو بیان کرتے رہیں۔

تنبیہ:۔ خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (جن پر نبوت ختم کرنے کا سورۂ احزاب رکوع نمبر ۶ میں اعلان فرما دیا ہے) بہت سے آدمیوں نے نبوت کے دعوے کئے یہ ظاہر ہے وہ دعوے جھوٹے تھے ایسے لوگ آتے گئے مقتول بھی ہوئے اور گزر کر تاریخ کے پنجوں میں سے ایک شخص مسیلمہ پنجاب بھی تھا جو قادیان ضلع گورداسپور کا رہنے والا تھا اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور جھوٹی پیشین گوئیوں کا سہارا لیا اور اس کی ہر پیشن گوئی جھوٹی ثابت ہوئی اور خاص کر جس جس پیشن گوئی پر سچا ہونے کا مدار رکھا تھا خاص کر وہ قادیانی کے سامنے کھل کر واضح طور پر جھوٹی ثابت ہوگئی۔ اس جھوٹے مدعی نبوت نے اپنے نبی ہونے پر سورۃ الحاقۃ کی مذکورہ بالا آیات سے استدلال کرتے ہوئے یوں کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو اب تک نے سزا مل گئی ہوتی، میں مر چکا ہوتا اور میری رگ جان کٹ چکی ہوتی' آیت کریمہ میں صرف محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی نبوت اور رسالت کا ذکر ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر ان کا دعویٰ صحیح نہ ہوتا تو ہم ان کو سزا دے دیتے اس میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ آپ کے بعد جو بھی کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا ہم اسے موت دے دیا کریں گے اور اس کی رگ جان کاٹ دیا کریں گے۔ آیت کا یہ مفہوم اس جھوٹے شخص، اور اس کے مشورہ دینے والوں نے خود سے نکالا ہے' اللہ تعالیٰ کسی کا پابند نہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کے ساتھ یکساں معاملہ ہو۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بہت سے نبوت کے دعویدار گزرے ہیں ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوا' جس کا آیت کریمہ میں ذکر ہے تو کیا نعوذ باللہ وہ سب سچے ہوگئے؟ پھر ایک سمجھدار آدمی کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ اگر یہ پنجاب کا مدعی نبوت جلدی مر جاتا تو اس سے اس کی دعوت زیادہ ظاہر نہ ہوتی' ہوا یہ کہ جیسے جیسے اس کے دعوے بڑھتے گئے پیشن گوئیاں جھوٹی ثابت ہوتی چلی گئیں اور برابر ذلیل ہوتا گیا اور اسہال کا مریض ہو کر مرگیا۔

اس جھوٹے مدعی نبوت کو سورۃ النساء کی آیت کریمہ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ. نظر نہ آئی جس میں واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی ہو اور وہ مسلمانوں کے راستہ کے خلاف کسی دوسرے

راستہ کا انتخاب کرے تو تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے رہی بات اس شخص کی جو جہنم میں داخل ہونے کے بعد جہنم سے نکلنے کی کوشش کرے گا تو اس کا راستہ اختیار کرنے والوں کی تنبیہ پر دھیان نہیں آتا اللہ کی شان اس کے دل میں مزید زیغ اور ضلالت پیدا کر دیتا ہے جیسے کہ سورہ صف میں فرمایا فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی مدعی نبوت اور کوئی بھی ملحد اور زندیق اور گمراہی کا داعی اور ضلالت اور عقائد باطلہ کا پیشوا اس دھوکہ میں نہ رہے کہ چونکہ میں بن رہا ہوں حمایتوں اور پیروکاروں اور میرے ماننے والے بڑھ رہے ہیں اور مجھے کوئی نہ جانتا ہے نہ پہچانتا ہے اس لئے میں حق پر ہوں اللہ تعالیٰ کا قانون لولہ ما تولی بھی سامنے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مومنین کے راستے سے ہٹ کر جو بھی کوئی شخص گمراہی کا راستہ اختیار کرے گا ہم اسے اس پر بنے دیں گے اور ساتھ ہی ونصلہ جھنم کا تقاضہ رہنا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ایسے شخص کو دوزخ میں داخل کریں گے سورہ نساء کی آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مومنین کے راستے کے علاوہ کسی راستہ اختیار کرنا دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔

الحمد للہ علی تمام تفسیر ھذہ سورۃ الحاقۃ اولا واخرا وباطنا وظاھرا

☆☆☆ ☆☆☆

ع	سورۃ المعارج	۴۴ آیتیں ۲ رکوع

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۰) سورۃ المعارج مکیہ (۷۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝

قیامت کے دن کافروں کی بدحالی اور بے سروسامانی ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا

یہاں سے سورۃ المعارج شروع ہو رہی ہے چونکہ اس میں لفظ ذی المعارج وارد ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے سورۃ المعارج کے نام سے موسوم ہوئی المعارج معرج کی جمع ہے جس کا معنی ہے چڑھنے کی جگہ مفسرین نے فرمایا کہ المعارج سے آسمان مراد ہیں۔ چونکہ آسمانوں سے زمین کی طرف اور زمین سے آسمانوں کی طرف فرشتوں کا آنا جانا رہتا ہے اس لئے آسمانوں کو المعارج فرمایا اور خالق تعالیٰ شانہٗ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے آسمان بھی اس کی مخلوق ہے جہاں سے فرشتوں کا گزر ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا ایک وصف ذی المعارج ذکر فرمایا۔ مفسرین کرام نے اس سورت کی ابتدائی آیات کا شان نزول یہ ذکر فرمایا ہے کہ نضر بن حارث جو ایک بڑا مشرک اور مکہ معظمہ میں اسلام کا اور مسلمانوں کا بہت زیادہ سخت دشمن تھا اس نے بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی کہ اے اللہ اگر یہ دین (جو محمد ﷺ لائے ہیں) حق ہے (جسے ہم قبول نہیں کر رہے ہیں) تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دیجئے یا ہم پر دردناک عذاب لے آیئے (روح المعانی میں امام نسائی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مذکورہ بالا دعا ابوجہل نے کی تھی اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا۔

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝

(یعنی ایک سوال کرنے والے نے عذاب کا سوال کیا جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے یہ عذاب

اللہ کی طرف سے ہوگا جو معارج یعنی آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور ان کا مالک ہے) اللہ تعالیٰ کی صفت کے بیان فرمانے میں بظاہر یہ نکتہ ہے کہ زمین پر رہنے والے عذاب کا سوال کر رہے ہیں' زمین تو ان کے قریب ہی ہے اس میں دھنسائے جا سکتے ہیں اور زلزلہ اور بھونچال کے ذریعے بھی ہلاک کئے جا سکتے ہیں اور آسمان کی جانب سے بھی ان پر عذاب آ سکتا ہے۔ انہوں نے جو آسمان سے پتھر برسانے کی دعا کی ہے یہ دعا بعینہ قبول بھی ہو سکتی ہے اور پتھر برس سکتے ہیں۔ جیسے زمین میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے اسی طرح وہ آسمانوں اور جو چیزیں ان میں ہیں' ان سب کا بادشاہ ہے۔ یہ تو آیات کا ترجمہ اور سبب نزول بیان ہوا اور نتیجہ اس دعا کا یہ ہوا کہ نضر بن حارث اور ابوجہل دونوں غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مقتول ہوئے اور ان کے ساتھ دوسرے مشرکین بھی مارے گئے۔ جن میں کفر کے بڑے بڑے سرغنہ تھے۔ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کی تعداد ستر تھی اور ستر کو قیدی بنا کر مدینہ منورہ میں لایا گیا' خود ان کی بددعا ان کے حق میں لگ گئی پھر ان قیدیوں میں سے بعض لوگ بعد میں مسلمان بھی ہو گئے تھے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ

(فرشتے اور روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں)

یعنی عالم بالا میں جو مواقع ان کے عروج کے مقرر فرما دیئے ہیں وہاں تک پہنچتی ہیں۔ قال صاحب الجلالین الی مهبط امره من السمآء.

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ

(ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی)

صاحب بیان القرآن کا انداز بیان یہ ہے کہ ذی المعارج کے بعد تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان فرمائی ہے اور فِيْ يَوْمٍ متعلق ہے محذوف سے اور مطلب یہ ہے کہ سائل نے جس عذاب کا سوال کیا ہے وہ عذاب ایسے دن واقع ہوگا جس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔

صاحب جلالین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے حیث قال فی یوم متعلق بمحذوف ای یقع العذاب بهم فی یوم القیمة (جبکہ یوم کے بارے میں کہا ہے کہ یہ فعل محذوف کے متعلق ہے مطلب یہ کہ ان پر قیامت کے دن عذاب واقع ہوگا) اس میں جو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو عذاب مانگا تھا وہ تو غزوۂ بدر میں آ چکا پھر لفظ فی یوم کو یقع سے کیوں متعلق کیا جا رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کا عذاب آخرت سے معارض نہیں ہے دنیا میں بھی عذاب واقع ہوگا اور آخرت میں بھی واقع ہوگا اگر دونوں کا تذکرہ مقصود ہو تو اس میں اشکال کی کوئی بات نہیں' جملہ فی یوم کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔

وایا ما کان فالجملة استیناف موکد لما سبق له الکلام وقیل هو متعلق بواقع وقیل بدافع والمراد بالیوم علی هذه الاقوال ما اريد به فيما سبق ' وتعرج الملئكة والروح اليه مستطرد عند وصفه عروجا بدی المعارج وقیل هو متعلق بتعرج کما هو الظاهر الان العروج فی الدنیا والمعنی تعرج الملئكة والروح الی عرشه تعالی ویقطعون فی یوم من ایامکم مایقطعه الانسان فی خمسین الف سنة لو فرض سیره فیه.

(اور جو بھی ہو جملہ استینافیہ ہے مقصد کلام کے لئے مؤکد ہے اور بعض نے کہا یوم واقع کے متعلق ہے۔ بعض نے کہا دافع کے متعلق

ہے۔ ان اقوال کے مطابق یوم سے مراد وہی ہے کہ پہلے مراد لیا گیا ہے اور فرشتوں اور روح کا اس کی طرف چڑھنا اللہ تعالیٰ کی صفت ذی المعارج کی طرف لوٹتا ہے۔ بعض نے کہا تعرج کے متعلق ہے جیسا کہ ظاہر ہے مگر یہ تب یہ عروج دنیا میں ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کے عرش کی طرف تمہارے دنوں میں سے ایک دن کی مقدار میں چڑھتے ہیں جس فاصلہ کو انسان پچاس ہزار سال میں طے کرے اگر اس میں اس کا چلنا فرض کیا جائے تو)

ہزار سال اور پچاس ہزار سال میں تطبیق: یہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی اس سے بظاہر قیامت کا دن مراد ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کو سزائیں بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے اور سورۂ الم سجدہ میں فرمایا ہے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔

اس آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہوگا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ فقراء جنت میں مالداروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہونگے جو آدھا دن ہوگا (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۷)

ایک ہی دن کے بارے میں ایک ہزار سال بھی بتایا اور اسکی مقدار پچاس ہزار سال بھی بتائی۔ اس کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا کہ یہ لوگوں کے احوال کے اعتبار سے ہوگا کافروں کے لئے پچاس ہزار سال ہی کا دن ہوگا اور انہیں حساب کی سختی کی وجہ سے اتنا ہی لمبا معلوم اور محسوس ہوگا اور مؤمن آدمی کے لئے ہلکا کر دیا جائے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اس کی لمبائی کتنی زیادہ ہوگی (بطور تعجب اور اظہار تشویش یہ سوال کیا) آپ نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ دن مؤمن پر ہلکا کر دیا جائے گا یہاں تک کہ جو دنیا میں ایک شخص نماز پڑھتا ہے اس سے بھی زیادہ ہلکا کر دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ مصابیح ص ۴۸۷)

اس سلسلے میں ہم نے سورۂ حج کی آیت وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور سورۂ الم سجدہ کی مذکورہ بالا آیت کے ذیل میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے اس کی بھی مراجعت کر لی جائے۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ۔ (سو آپ ایسا صبر کیجئے جو صبر جمیل ہو) صبر جمیل اسے کہتے ہیں جس میں شکایت کا نام نہ ہو مطلب یہ ہے کہ آپ نے ان کو حق پہنچایا، حق کی دعوت دی آپ کے ذمہ جو کام تھا وہ آپ نے کر دیا اب جو یہ لوگ نہیں مانتے کفر پر جمے ہوئے ہیں آپ ان کی طرف سے دلگیر نہ ہوں اور رنج میں نہ پڑیں صبر سے کام لیں اور صبر جمیل اختیار فرمائیں دنیا میں نہیں تو قیامت کے دن تو ہر کافر کو سزا ملنی ہی ہے۔

اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا وَّنَرٰىهُ قَرِیْبًا ۔

(یہ لوگ قیامت کے دن کو دور دیکھ رہے ہیں (یعنی یہ سمجھ رہے ہیں کہ صرف کہنے کی باتیں ہیں قیامت آنے والی نہیں ہے) اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ قیامت آنی ہے اور ان لوگوں کو اس دن عذاب ہونا ہی ہے اسی کو سورۂ انعام میں فرمایا۔

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۔

بلاشبہ تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور آجانے والی چیز ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو)۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۞ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۞ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۚ

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۞ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۞ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ

تُـْٔوِيْهِ ۞ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۞ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۞ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۞

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۞ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۞

قیامت کے دن ایک دوست دوسرے دوست کو نہ پوچھے گا
رشتہ داروں کو اپنی جان کے بدلہ عذاب میں بھیجنے کو تیار ہونگے

اس آیت میں قیامت کے دن کی بعض بڑی چیزوں سے اس بدل ہو جانے کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ اس دن آسمان تیل کی تچھٹ کی طرح ہوگا اور پہاڑ رنگی ہوئی اون کی طرح ہوں گے سورۃ القارعہ میں لفظ المنفوش کا بھی اسی طرح ہے مطلب یہ ہے کہ پہاڑ رنگی ہوئی اون کی طرح ہوں گے جو اڑ رہے ہوں گے۔

آسمان کے بارے میں جو کالمہل فرمایا اس کا ایک ترجمہ تو وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا یعنی تیل کی تچھٹ اور بعض جانبین نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے عذاب الفضۃ کیا ہے یعنی پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہوگا اس میں آسمان کی ایک کیفیت ذکر فرمائی ہے جو واقعیہ کی تصویر ہے جیسا کہ گزشتہ سورت میں فھی یومئذ واھیۃ گزر چکا ہے۔

آسمانوں اور پہاڑوں کا یہ حال بیان فرمانے کے بعد میدان قیامت میں حاضر ہونے والوں کی حیرانی اور پریشانی بیان فرمائی ارشاد فرمایا ولا یسئل حمیم حمیما (اور اس دن کوئی بھی دوست کسی بھی دوست کو نہ پوچھے گا) یبصرونھم (آپس میں ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے) یعنی ایک دوسرے کو دیکھیں گے مگر کوئی کسی کی مدد اور ہمدردی نہیں کر سکے گا۔

یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیہ وصاحبتہ واخیہ وفصیلتہ التی تئویہ ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیہ

(مجرم) شخص آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے کنبہ کو جو اسے ٹھکانہ دیتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنی جان کے بدلہ میں دے کر عذاب سے چھٹکارا پالے) مطلب یہ ہے کہ اس دن سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور ایسی نفسا نفسی ہوگی کہ انسان دنیا میں جن لوگوں پر جان دیتا تھا ان کو اپنی جان کے عوض عذاب میں ڈال کر اپنی جان بچانے کی تمنا کرے گا لیکن وہاں کوئی فدیہ نہیں دیا جائے گا اور ہر شخص کو اپنا اپنا عذاب بھگتنا ہوگا اسی کو فرمایا کلا (ہرگز ایسا نہ ہوگا) کہ کوئی شخص اپنی

جان کا بدلہ دے کر چھوٹ جائے۔

انہا لظی۔ نزاعۃ للشوی ۃ

(بلاشبہ وہ دوزخ سخت گرم چیز ہے جو سر کی کھال اتار دینے والی ہے)

جب دوزخ کی آگ جلائے گی تو سر کی چمڑی اتر کر علیحدہ ہو جائے گی۔

تدعوا من ادبر وتولی (دوزخ اس کو پکارے گی جس نے دنیا میں پشت پھیری اور بے رخی کی اور مال جمع کیا اور پھر اس کی حفاظت کرتا رہا۔

یودُّ المجرم سے یہاں تک کافر کا حال بیان ہوا ہے پہلے تو یہ بتایا کہ کافر مجرم عذاب سے بچنے کے لئے اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو اور کنبہ قبیلہ کو اور جتنے بھی اہل زمین ہیں سب کو اپنی جان کے عوض دے کر اپنی جان کو عذاب سے چھڑانے کی آرزو کرے گا پھر یہ بتایا کہ وہ کسی طرح عذاب سے چھوٹ نہیں سکتا' اسے دوزخ میں جانا ہی جانا ہے دوزخ اپنے دعوں کو پہچانے گی اور پکار پکار کر آواز دے دے کر بلائے گی۔ کافروں کے کرتوت تو بہت ہیں لیکن اجمالی طور پر دنیا میں حق سے پشت پھیر کر جانے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے اعراض کرنے اور مال جمع کرنے اور اسے اٹھا اٹھا کر رکھنے یعنی خرچ نہ کرنے کا تذکرہ فرمایا۔

ادبر وتولی میں کفر سے متصف ہونا بیان فرمایا اور جمع فاوعی میں مال کی محبت کا تذکرہ فرمایا اور کافروں کی صفت بخل بھی بتا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ انہیں مال سے محبت تھی' حقوق اللہ ضائع کرکے اور حقوق العباد تلف کرکے مال پر مال جمع کرتے رہے' سود بھی لیا اور غبن بھی کیا' خیانتیں بھی کیں' اموال غصب بھی کئے' دنوں کی گدیوں کی محبت میں بینک بیلنس کی فکر میں حلال حرام کچھ نہ دیکھا ایسی صورت میں اس مالدار دوزخ ہی ٹھکانہ ہوگا' جو مسلمان ہونے کے مدعی ہیں انہیں بھی فکر کرنا چاہیے کہ ہمارا مال کہاں سے آ رہا ہے اور مال جمع کرنے میں کتنے گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے' پھر حلال مال مل جائے تو اس میں سے فرائض اور حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا لازم ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے ابن آدم تو اللہ کی وعید سنتا ہے پھر بھی مال سمیٹتا ہے۔ (ذکرہ ابن کثیرہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی' جن سے دیکھتی ہوگی اور دو کان ہوں گے جن سے سنتی ہوگی اور ایک زبان ہوگی جس سے بولتی ہو گی وہ کہے گی میں تین شخصوں پر مسلط کی گئی ہوں۔

۱۔ ہر سرکش ضدی پر ۲۔ ہر اس شخص پر جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی معبود ٹھہرایا۔

۳۔ تصویر بنانے والے پر (مشکوۃ المصابیح)

تفسیر ابن کثیر میں ہے نقل کیا ہے کہ جس طرح جانور دانہ تلاش کرکے چگ لیتا ہے اسی طرح دوزخ میدان حشر سے ان دعوں کو دیکھ بھال کر چن لے گی جن کا دوزخ میں جانا مقرر ہو چکا ہے۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا

بے شک انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو خوب گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے اور جب اس کو اچھی حالت مل جاتی ہے تو منع کرنے والا بن جاتا ہے سوائے

الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝

لوگوں کے جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سوال کرنے والے کے لئے اور محروم سے لئے حق معلوم ہے

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝

اور جو لوگ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا

بلاشبہ انکے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں سے یا جو ملکیت میں آئے ان

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ

باندیوں کے سو وہ ان کے بارے میں ملامت کئے جانے والے نہیں ہیں۔ سو جس نے اسکے علاوہ کوئی چاہی تو یہ وہ لوگ ہیں جو حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ اور وہ لوگ

هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ

جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی

يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ ع ۱۷

حفاظت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو بہشتوں میں باعزت رہیں گے۔

انسان کا ایک خاص مزاج، گھبراہٹ اور کنجوسی، نیک بندوں کی صفات اور ان کا اکرام وانعام

آیات بالا میں انسان کی بعض صفات رذیلہ اور بہت سی صفات جمیلہ بیان فرمائی ہیں اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ دوزخ انہیں بلائے گی جنہوں نے روگردانی کی، پشت پھیری اور مال جمع کیا اور اٹھا اٹھا کر رکھا اور ان آیات میں سے پہلی اور دوسری اور تیسری آیت میں انسان کا ایک خاص مزاج بتایا ہے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا

(بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ الھلع سورۃ الجزع یعنی جلدی سے گھبراہٹ میں پڑ جانے کو ھلع کہا جاتا ہے یہ لفظ ناقۃ ھلوع سے لیا گیا ہے جو اونٹنی سریع السیر ہو تیز چلنے والی ہو اس کے لئے ناقۃ ھلوع بولا جاتا ہے اس کے بعد فرمایا

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں ھلوع کا معنی بیان فرمایا ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان کے ھلوع ہونے کا زیادہ مظاہرہ اس وقت ہوتا ہے جب اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔ تکلیف پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبراہٹ میں پڑ جاتا ہے خوب جزع فزع کرتا ہے اور ہائے ہائے کرنے بیٹھ جاتا ہے (اسی کو کم ہمت سے تعبیر کیا گیا ہے)

اور جب مال مل جاتا ہے تو اسے خرچ کرنا نہیں چاہتا' اللہ تعالیٰ جب مال دے دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات میں اور مقرر کردہ حقوق میں خرچ نہیں کرتا' ضرورت مندوں کی حاجتیں رکی رہتی ہیں لیکن مال کو بھینچ کر رکھے رہتا ہے اس کا دل چاہتا ہے کہ تجوری بھری رہے بینک بیلنس بڑھتا رہے اس میں اور مالوں لیکن جو موجود ہے اس میں سے خرچ نہ کروں یہ جانتے ہوئے کہ نہ میں ہمیشہ رہوں گا نہ مال ہمیشہ رہے گا نہ مال ساتھ جائے گا پھر بھی مال کو دبائے بیٹھا رہتا ہے یہی خرچ نہ کرنے کا جذبہ بخل اور کنجوسی کہلاتا ہے بخل کی صفت انسان کو نیک کاموں میں آگے نہیں بڑھنے دیتی اور صدقات اور خیرات کے کاموں سے روکتی ہے بخیل آدمی جب خرچ کرنے لگتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جان نکل جائے گی۔ اسی کو حدیث شریف میں فرمایا **شرما فی الرجل شح هالع وجبن خالع** (بلاشبہ انسان میں جو سب سے بری خصلت ہے وہ کنجوسی ہے جو گھبراہٹ میں ڈال دیتی ہے اور وہ بزدلی ہے جو جان نکال دینے والی ہے) (رواہ ابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ ص ۴۲۵)۔

اس کے بعد ان حضرات کی صفات بیان فرمائی جو صفت جلع سے بچے ہوئے ہیں۔

اولاً نمازیوں کا ذکر فرمایا

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۔ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۔

(سوائے ان لوگوں کے جو نمازی ہیں جو اپنی نماز پر متوجہ رہتے ہیں) لفظ دائمون دوام سے ماخوذ ہے۔ صاحب روح المعانی اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ای مواظبون علی ادائها لایخلون بها ولا یشتغلون عنها بشیء من الشواغل یعنی نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں ان میں ذرا سا خلل بھی گوارا نہیں کرتے اور دیگر مشغولیتیں انہیں نماز سے نہیں ہٹاتیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وقیل دائمون ای لایلتفتون فیها یعنی جب نماز پڑھنے لگتے ہیں تو برابر نماز ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں نہ ادھر ادھر کی باتیں سوچتے ہیں اور نہ دائیں بائیں دیکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں فرمایا ہے۔

اذا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صلوة مُوَدِّعٍ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۵)

(جب تو نماز میں کھڑا ہو تو ایسی نماز پڑھ جیسے سب کچھ رخصت کر چکا)۔

ثانیاً ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن کے مالوں میں سوالی اور محروم کا حق معلوم ہے یعنی جو لوگ سوال کرنے والے ہیں انہیں بھی اپنے اموال میں سے دیتے رہتے ہیں۔ اور ان لوگوں بھی دے دیتے ہیں جن کا سوال کرنے کا مزاج نہیں ہے وہ اپنی حاجتیں دبائے بیٹھے رہتے ہیں اور اموال سے محروم رہتے ہیں' یہ اصحاب خیر انہیں جا کر مال دے دیتے ہیں اس انتظار میں نہیں رہتے کہ کوئی شخص مانگے گا تب دیں گے۔

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ جو فرمایا اس کے بارے میں بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے زکوٰۃ مفروضہ مراد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے وہ حق مراد ہے جو صاحب مال خود اپنے اوپر مقرر کر لے مہینہ میں یا ہفتہ میں یا روزانہ یا اپنی آمدنی میں سے اس قدر ضرور اللہ کی راہ میں خرچ کیا کریں گے۔

ثالثاً: وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۔

(۲۶ جو کہ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا جانی اور مالی عبادت میں لگے ہوئے ہیں اس عبادت کے اجر و ثواب کی پختہ امید رکھتے ہیں اور ثواب آخرت کے لئے اپنی جانوں کو نیک کاموں میں لگاتے اور تھکاتے ہیں چونکہ قیامت پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا اور اس ایمان میں سبھی برابر ہیں۔ اس لئے امتیازی شان بتانے کے لئے ان کی تعریف فرمائی ہے کہ یہ لوگ آخرت پر ایمان تو رکھتے ہی ہیں وہاں کے عذاب سے ڈرتے بھی رہتے ہیں۔

رابعاً فرمایا والذین ھم من عذاب ربھم مشفقون ۔

(اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں)۔

ان عذاب ربھم غیر مامون ۔

بلاشبہ ان کے رب کا عذاب ایسا نہیں جس سے بے خوف ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ صالحین کا یہ طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بھی لگتے ہیں جانی عبادت بھی کرتے ہیں اور مالی بھی ان سب کے باوجود بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ قبول ہوا یا نہیں ہوا جو اعمال کئے ہیں ان کے علاوہ کتنے چھوٹ گئے ہیں ان کی طرف بھی حسین رہتا ہے اور اپنی بہت سی فرض کمی کوتاہی اور معصیت کی طرف خیال کرتے ہوئے مواخذہ الٰہی سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اپنے اعمال پر ہرگز بے فکر اور مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جاتے۔ سورۃ المومنون میں فرمایا

والذین یؤتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ انھم الی ربھم راجعون ۔

(اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ انہوں نے دیا اس حال میں دیا کہ ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں)

اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو کر بیٹھ جانا مومنین کی شان نہیں ہے خوف اور طمع دونوں ساتھ ساتھ رہنی چاہیے۔

خامساً فرمایا۔ والذین ھم لفروجھم حافظون ۔

(اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں)

الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۔

(مگر اپنی بیویوں پر اور اپنی مملوکہ باندیوں پر) کہ ان سے شرمگاہوں کی حفاظت کی ضرورت نہیں کیونکہ بیویوں اور باندیوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کردی گئی ہیں۔ فانھم غیر ملومین (بذا ان سے استمتاع کرنے پر انہیں کوئی مذمت نہیں۔

فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون ۔

(سو جو شخص اس کے علاوہ کا طلب گار ہو یعنی بیوی اور شرعی باندی کے علاوہ کسی جگہ شہوت پوری کرے گا سو یہ لوگ ہیں حد سے آگے بڑھ جانے والے)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حد مقرر فرمائی ہے کہ شہوت پورا کرنے کے جذبات کو صرف بیویوں اور باندیوں تک محدود رکھیں اس کی خلاف ورزی کر کے مقررہ حد سے آگے نکل کر اپنے کو گناہ گار بنانے والے ہیں اور حدود سے آگے بڑھ جانے پر جو دنیوی اور اخروی عذاب ہے اس کے مستحق ہو جانے والے ہیں۔

بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ جس طرح سے بھی شہوت رانی کی جائے وہ حرام ہے اس میں زنا کاری اور بیویوں کے ساتھ غیر فطری عمل اور ہم جنسوں کے ساتھ شہوت رانی اور روافض کا متعہ سب داخل ہے۔ روافض جو متعہ کرتے ہیں وہ بھی حرام ہے دیگر دلائل کے علاوہ اس آیت سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہو رہی ہے چونکہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ روافض کے نزدیک بھی بیوی نہیں ہوتی اگر متعہ کرنے والا شخص مدت مقررہ ختم ہونے سے پہلے مر جائے تو اس عورت کو میراث نہیں ملتی (بیوی ہوتی تو میراث پاتی) اور دیگر احکام متعلقہ بھی اس پر نافذ نہیں کیے جاتے۔

ساتویں فرمایا والذین ھم لامنتھم وعھدھم راعون ۔ (اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں)

اللہ کے حقوق جو بندوں پر ہیں نماز، زکوٰۃ، روزے، کفارات، نذر کا پورا کرنا اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں یہ سب امانتیں ہیں جن کی ادائیگی یا اطاعت ہر شخص کو معلوم ہوتی ہے کہ میں نے کس حکم پر عمل کیا اور زندگی میں کس موقعہ پر حکم عدولی کی اس کی دوسروں کو خبر نہیں ہوتی۔ اسی طرح حقوق العباد جو ایک دوسرے پر واجب ہیں وہ بھی امانتیں ہیں ان کی ادائیگی فرض ہے ہر شخص اپنے اپنے متعلقہ احکام میں امانتدار ہے چھوٹے بڑے حکام اور ملوک اور رؤسا اور وزراء امانت دار ہیں انہوں نے جو عہدے اپنے ذمہ لئے ہیں وہ ان کی ذمہ داری شریعت اسلامیہ کے مطابق پوری کریں کسی بھی معاملہ میں عوام کی خیانت نہ کریں اسی طرح سے بائع اور مشتری اور سفر کے ساتھی اور پڑوسی میاں بیوی اور ماں باپ اور اولاد سب ایک دوسرے کے مال کے اور دیگر متعلقہ امور کے امانتدار ہیں جو بھی کوئی کسی کی خیانت کرے گا گناہگار ہوگا اور میدان آخرت میں پکڑا جائے گا جو مال کوئی شخص کسی کے پاس حفاظت کیلئے رکھ دے کہ بعد میں لے لوں گا یہ بھی امانت ہے اس کی حفاظت بھی لازم ہے اور اس کا ضائع کرنا اور اس میں خیانت کرنا بہت بڑی گناہگاری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باتیں کر رہے تھے ایک اعرابی (دیہات کا رہنے والا) آیا اس نے سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے قیامت کا انتظار کرنا اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ جب نالائقوں کو کام سپرد کر دیئے جائیں اس وقت قیامت کا انتظار کرنا۔

امانتوں کی نگرانی کے ساتھ ساتھ عہود کی نگرانی کا بھی حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کئے ہیں انفرادی و اجتماعی معاہدات ہیں ان کو بھی پورا کرنے کا اہتمام کریں۔ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔

(اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا)

ساتویں فرمایا والذین ھم بشھاداتھم قائمون ۔

(اور جو اپنی گواہیوں کے ساتھ قائم رہنے والے ہیں)

یعنی گواہیوں کو ٹھیک طرح سے ادا کرتے ہیں اس میں ہر قسم کی گواہی داخل ہے ایمانیات کی گواہی دینا اور اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اس کے مطابق حق اور ناحق کی تعلیم اور تفہیم میں مشغول رہنا اور جہاں کسی کا کوئی حق دبا رہا ہو اپنی سچی گواہی دے کر اسے ثابت کرنا اور صاحب حق کو اس کا حق دلوانا۔ یہ سب (شھاداتھم قائمون) کے عموم میں داخل ہے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو گواہیوں میں سب سے بہتر ہے پھر خود ہی فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو سوال کرنے سے پہلے اپنی گواہی پیش کر دے۔ (رواہ مسلم)

جب کسی کا حق مارا جا رہا ہو اور کسی کو صورت حال کا صحیح علم ہو وہ حق کی حفاظت کرنے کے لئے گواہ بن کر پیش ہو جائے اور گواہی دے دے اور جب صاحب حق گواہی دینے کے لئے بلائے تو نہ گواہی کو چھپائے اور نہ گواہی دینے سے انکار کرے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں فرمایا۔ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا۔

(اور گواہ انکار نہ کریں جب بلائے جائیں)۔ اور فرمایا وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ

(اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو شخص اس کو چھپائے اس کا دل گناہ گار ہے)

ثامناً فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں)

نمازوں کی پابندی یعنی اہتمام کے ساتھ ادا کرنا مؤمن کی صفات خاصہ اور لازمہ میں سے ہے یہاں اس کو دو مرتبہ ذکر فرمایا ہے ایک مرتبہ مؤمنین کی صفات کے شروع میں اور ایک مرتبہ آخر میں۔

آخر میں فرمایا اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ

مؤمنین کے اوصاف بیان فرمانے کے بعد ان کے جزا بیان فرمادی کہ وہ موت کے بعد بہشتوں میں باعزت رہیں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ

سو کیا ہوا کافروں کو کہ آپ کی طرف دائیں سے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑ رہے ہیں' کیا ان میں سے ہر شخص اس کا لالچ کرتا ہے

مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ

کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کر دیا جائے' ایسا ہرگز نہ ہوگا' بلاشبہ ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں۔ سو میں مشارق اور مغارب

اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا

کے رب کی قسم کھاتا ہوں بیشک ہم اس پر قدرت رکھنے والے ہیں کہ انکی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم عاجز نہیں ہیں۔ سو آپ انکو اپنے باطل میں رہنے دیجئے باطل چیزوں میں غور خوض کیا کریں اور جیتے

حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ ع ۲ ۸

رہیں یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ جس دن قبروں سے نکل کر جلدی جلدی چلیں گے گویا کہ وہ کسی پرستش گاہ کی

يُوْفِضُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

طرف دوڑ رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ یہ وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے باطل میں نہ لگے رہیں' قیامت میں ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی

ان آیات میں منکرین کا طرز عمل بتایا ہے جو انہوں نے دنیا میں اختیار کر رکھا تھا۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف کے قریب نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوتے تو مشرکین آپ کے چاروں طرف حلقے بنا بنا

رفع ہو جاتے تھے اور ان کی مختلف حالتیں بن جاتی تھیں تو آپس میں اس کا مذاق بناتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہنسی کرتے تھے (جو نہ جانے سے چھوٹے حال میں تھے) نہیں دیکھتے کہ یہ ایک حالت میں داخل ہوں گے جیسا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا بیان ہے تو بلاشبہ ہم ان سے پہلے داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے مذاق اڑانے اور ہنسی کرنے کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے جو نفس پر آزمائش کرتے ہوئے فوت ہوئے جنت میں داخل ہو جائے والے مستثنیٰ ہوں گے (کوئی کافر جنت میں داخل ہو جائے یہ ان کی جھوٹی آرزو میں ہیں (ان کے نفس نے انہیں دھوکہ دے رکھا ہے اور وہ جھوٹی امیدیں باندھتے ہیں کہ جب ہم دنیا میں اموال اور اولاد سے ہیں تو آخرت میں بھی ہمارا میاب ہوں گے اور ہنسی کرتے ہیں ان سے یہ ان کی جہالت اور حماقت کی (اور ہم نے کافر آج بھی کی ہنسی میں پڑے ہوئے ہیں۔

انا خلقنٰھم مما یعلمون

(بلاشبہ ہم نے نہیں کس چیز سے پیدا کیا ہے وہ جانتے ہیں)

یعنی ان وہم نے نطفہ سے پیدا کیا ہے جس کی نہیں خبر ہے اس میں منکرین کے انکار بعث کی تردید ہے وہ لوگ قیامت قائم ہونے پر یقین نہیں کرتے اور کہتے تھے کہ یہ ایک (اہل اسلام) جنت میں جائیں گے تو ہم ان سے پہلے جائیں گے ان کا یہ کہنا ہوتا تھا جب ان کے سامنے بعث وحشر کی بات آتی تھی تو تعجب کرتے تھے اور منکر ہو جاتے تھے ان کے جواب میں فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمہیں کس چیز سے پیدا کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری پیدائش نطفہ سے ہوئی ہے جس ذات پاک نے بے جان نطفہ سے پیدا فرما دیا ہے اس پر بھی قدرت ہے کہ موت دے کر دوبارہ زندہ فرما دے اس کو دوبارہ زندہ قیامت کے آخر میں فرمائے گا۔

الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی الیس ذلک بقدر علی ان یحیی الموتی

(کیا وہ منی کا نطفہ نہیں تھا جو بہایا گیا پھر وہ خون کا لوتھڑا تھا پھر اللہ نے اسے بنایا پھر اس نے درست کیا پھر اس کی دو قسمیں بنا دیں مرد اور عورت کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مُردوں کو زندہ فرما دے)

اس کے بعد فرمایا فلا اقسم برب المشارق والمغارب (الایتین)

(سو میں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ بلاشبہ ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں)

یعنی ہمیں اس پر قدرت ہے کہ ان لوگوں کو بالکل ختم کر دیں اور ان کی جگہ دوسرے لوگ لے آئیں جو ان سے بہتر ہوں یعنی ہم ان کو ختم کر کے ان سے بہتر لوگ پیدا کرنے پر قادر ہیں تم بھی دوبارہ پیدا ہو سکتے ہو اور تمہاری جگہ دوسری مخلوق بھی پیدا ہو سکتی ہے۔

فذرھم یخوضوا ویلعبوا (سو آپ انہیں چھوڑ دیجئے۔ یہ باطل چیزوں میں پڑے رہیں اور کھیل میں لگے رہیں) انہیں ایمان لانا نصیب نہیں ہے۔ انکار میں پڑتے ہوئے ہیں انہیں اس دن سے سابقہ پڑنے ہی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (اس سے قیامت کا دن مراد ہے) جس دن صور پھونکا جائے گا یہ اس دن قبروں سے ایسی تیزی سے نکلیں گے جیسا کہ دنیا میں پرستش گاہوں کی طرف جلدی جلدی جایا کرتے تھے جن میں بت وغیرہ رکھے ہوئے ہوتے تھے یہ لوگ دنیا میں بڑا شور مچاتے تھے قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا کہ ان کی آنکھیں نیچے کو جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی۔

ذلک الیوم الذی کانوا یوعدون (یہ وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا) دنیا میں جو اس دن کے واقع ہونے کی خبر دی

جاتی تھی اور یہاں کے احوال واحوال سے باخبر کیا جاتا تھا اسے نہیں مانتے تھے آج سب کچھ سامنے آ گیا۔ قیامت چھائی ہوئی ہے اور عذاب سامنے ہے۔

وھذا اٰخر تفسیر سورۃ المعارج وللّٰہ الحمد علی اتمامہ وانعامہ واکرامہ

☆☆☆ .. ☆☆☆

مکی	سورۂ نوح	۲۸ آیتیں ۲ رکوع

سورۂ نوح مکیۃ

[illegible]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

[illegible]

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ قَالَ يٰقَوْمِ

[illegible]

اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ

[illegible]

يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ قَالَ رَبِّ

[illegible]

اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ○ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ○ وَاِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ

[illegible]

لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ○

[illegible]

ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ○ ثُمَّ اِنِّىْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ○ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا

[illegible]

رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ○ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ

لَكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ

سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝ ع

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب نعمتوں کی تذکیر،
توحید کی دعوت، قوم کا انحراف اور باغیانہ روش

یہاں سے سورۂ نوح شروع ہو رہی ہے اور بھی کئی سورتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا اور ان کی قوم کی نافرمانی کا اور قوم کے انجام کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے تقریباً ایک ہزار سال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہوئی وہ اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے۔ ان لوگوں میں بت پرستی پھیل گئی تھی۔ بت بنا لیتے تھے اور ان کے نام تجویز کر لیتے تھے جو اس سورت کے دوسرے رکوع میں مذکور ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں طرح طرح سے سمجھایا، توحید کی اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی، لیکن ان لوگوں نے نہ ماننا اور طرح طرح سے کٹ حجتی کرنے گئے جس کا کچھ تذکرہ سورۂ اعراف میں اور سورۂ ھود میں گزر چکا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو میں اللہ کا رسول ہوں میری بات مانو میں جسطرح کہوں اس طرح زندگی گزارو۔ ایمان قبول کر لو گے تو تمہارے گزشتہ سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے ایک اجل مقرر فرما دی ہے وہ تمہیں اس اجل تک پہنچا دے گا۔ (یہ اجل ایمان اور اطاعت کی صورت میں ہے) اور اگر تم کفر اور معصیت پر جمے رہے تو وہ اجل تمہارا صفایا کرا دے گی جو ایمان اور اطاعت والی اجل کے علاوہ ہے اور بصورت عدم ایمان تمہیں اس کے وقت پر ہلاک ہونا ہوگا، بلاشبہ اللہ نے جو اجل مقرر فرمائی ہے اس میں تاخیر نہیں کی جاتی، لہٰذا تم اس اجل کے آنے سے پہلے ایمان قبول کرو جو حالت کفر تمہارے ہلاک ہونے کے لئے مقرر ہے اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ اجل جب آتی ہے تو موخر نہیں کی جاتی کیا ہی اچھا ہوتا تم جانتے ہوتے حق کو مانتے اور موحد بنتے۔

اوپر جن باتوں کا تذکرہ تھا وہ باتیں تھیں جن کے ذریعہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوت سے خطاب فرمایا ان کے مخاطب ان کی بات نہ مانے تو اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں نے اپنی قوم رات دن دعوت دی یعنی ان کی طرف بلایا اور اس بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، سستی سے کام نہیں لیا لیکن وہ لوگ اتنی ہی چاں چلے میں نے انہیں جس قدر بھی دعوت دی وہ

اس قدر دور بھاگے میں نے کہا کہ ایمان قبول کرو اور اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے گا تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے دیں یعنی بات سننا بھی گوارہ نہ کیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ کپڑے اوڑھ لیے تاکہ نہ مجھے دیکھ سکیں نہ میری بات سن سکیں۔ انہیں کفر پر اصرار اور ان میں تکبر کی شان بھی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ میری بات مانیں گے (شرک کو چھوڑ کر توحید پر آ جائیں گے) تو ان کی بڑی میں فرق آ جائے گا۔ قبول حق کی راہ میں تکبر رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے مزید عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے انہیں زور سے بھی دعوت دی۔ شاید زور سے بات کرنے سے ان میں وہ نہ مانے آمادہ ہو جائیں پھر بھی نہیں سمجھا یعنی حق پر لانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے حسین نہ دیا ان سے میں نے کہا کہ دیکھو ایمان قبول کرو اپنے رب سے مغفرت چاہو وہ بہت بڑا معاف کرنے والا ہے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔

اور خوب زیادہ بارش بھیجے گا یہ جو تمہیں قحط سالی کی تکلیف ہو رہی ہے اور ہو جائے گی اللہ تعالیٰ تمہارے اموال میں بھی اضافہ فرمائے گا اور بیٹوں میں بھی وہ تمہیں باغ بھی دے گا اور نہریں بھی جاری فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق اور اس کے انعامات تمہارے سامنے ہیں اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھ رہے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ سب کچھ اسی نے پیدا فرمایا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے۔

دیکھو اس نے تمہیں مختلف طوارت پیدا فرمایا تم پہلے نطفہ تھے پھر جمے ہوئے خون کی صورت بن گئے۔ پھر ہڈیاں بن گئیں اور ان پر گوشت چڑھ گیا یہ سب اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے اس نے تمہیں پیدا فرمایا کیا احسان فرمایا لیکن تمہیں یہ ہوگیا عقلوں پر پتھر پڑ گئے کہ خالق حقیقی شانہٗ کی ذات پاک پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی وحدانیت کے قائل نہیں ہوتے۔

انسانوں کے اپنے اندر جو دلائل توحید ہیں ان کے ذکر کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام نے دلائل کی طرف بھی متوجہ کیا اور فرمایا کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے نیچے اوپر سات آسمان پیدا فرمائے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ جس طرح ایک گھر میں ایک چراغ سے ساری چیزوں کو دیکھا جاتا ہے اسی طرح سورج کے ذریعہ اہل دنیا سورج کی روشنی میں وہ سب کچھ دیکھ لیتے ہیں جو زمین سے اوپر ہے۔

مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے ایک خاص طریقہ پر پیدا فرمایا ہے جس کا ذکر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے سلسلہ میں کر چکا ہے پھر وہ تمہیں اسی زمین میں واپس فرمائے گا یعنی موت کے بعد اسی زمین میں لے جاوے پھر وہ تمہیں قیامت کے دن ایک خاص طریقہ پر قبروں سے نکالے گا ہڈیاں آپس میں مرکب ہو جائیں گی وہ ان پر گوشت پیدا فرمائے گا اور قبروں سے تیزی کے ساتھ نکل کر میدان حشر کی طرف روانہ ہو جاؤ گے۔

اس میں حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت بھی بیان فرمائی اور میدان حشر کی حاضری کا بھی احساس دلایا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم معروضات کے ذکر کے بعد عالم خلق کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ دیکھو اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بساط یعنی فرش بنایا جس طرح بستر بچھا ہوا ہوتا ہے اسی طرح زمین تمہارے لئے بچھائی ہوئی ہے اس زمین پر چلتے پھرتے ہو یہاں سے وہاں جاتے ہو اللہ تعالیٰ نے جو راستے بنا دیئے ہیں ان سے فائدہ اٹھاتے ہو اپنی حاجت پوری کرتے ہو زمین کو تمہارے قابو میں دے رکھا ہے۔ اس میں طرح طرح کے منافع حاصل کرتے ہو۔

قال تعالیٰ فی سورۃ الملک هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر فرمایا سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے کھاؤ)۔

فائدہ:۔ آفتاب کو سراج یعنی چراغ بتانے اس کے بارے میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے سراج سے اس کے تشبیہ دی ہو کہ چراغ میں خود اپنی ذاتی روشنی ہوتی ہے کسی دوسری چیز سے منعکس ہو کر نہیں آتی۔ سورج میں اپنی روشنی ہے جو کسی دوسرے سیارہ سے نہیں آتی جبکہ چاند کی روشنی آفتاب سے منعکس ہو کر آتی ہے لہٰذا چاند کو نور اور شمس کو سراج فرمایا (وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا) جو فرمایا ہے اس کے بارے میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ وجعله فيهن مع انه في احداهن وهي السماء الدنيا كما يقال زيد في بغداد او هو في بقعة منها (ترجمہ) چاند کو فرماتے ہوئے فیھن ضمیر جمع استعمال فرمانے سے حالانکہ وہ ایک ہی آسمان میں ہے یہ ایسا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ زید بغداد میں ہے حالانکہ وہ بغداد کے ایک حصہ میں ہوتا ہے۔)

اور صاحب بیان القرآن نے کئی توجیہیں کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے کہ چاند کو سب آسمانوں میں نہیں کہا فیھن باعتبار بعض کے فرمایا۔

زمین کو جو یہاں سورۂ نوح میں بساط فرمایا اور سورۂ نبا میں مہاد فرمایا اور سورۂ غاشیہ میں (وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ) فرمایا اس سے زمین کا گول یعنی کرہ ہونا بالکل خلاف نہیں ہوتا کیونکہ بڑے کرہ پر بہت سی چیزیں رکھ دی جائیں تو وہ کتنی ہی بڑی ہوں تو محسوس نہیں ہوگا کہ یہ کرہ پر رکھی ہیں جیسے ایک گیند پر ایک چیونٹی بیٹھ جائے تو اس کے جسم کے اعتبار سے گیند ایک کرہ ہی معلوم ہوگی اور یہ بات بھی سمجھ لینا چاہئے کہ زمین کا کرہ ہونا کوئی ایسا شرعی امر نہیں ہے جس کا اعتقاد رکھا جائے زمین اگر کرہ ہو تو کسی آیت سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا
كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾
وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا
فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ
دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ
وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

قوم کا کفر و شرک پر اصرار، حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا وہ لوگ طوفان میں غرق ہوئے اور دوزخ میں داخل کر دیئے گئے

ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی کافر قوم کی بربادی کے لئے اور اہل ایمان کی مغفرت کے لئے دعا کرنا اور قوم کی سرکشی اور قوم کی ہلاکت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں نے ان لوگوں کو سمجھایا لیکن ان لوگوں نے میری بات نہ مانی اہل دنیا کی بات مانتے ہیں جن کے پاس مال اور اولاد ہے ان کی نظریں انہیں پر جمی ہوئی ہیں اور وہ لوگ انہیں جو کچھ سمجھاتے اور بتاتے ہیں اسی کو مانتے ہیں وہ لوگ ایمان پر آنے نہیں دیتے کفر پر ہی جمے رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

ہندو دنیا کی رئیسوں اور چودھریوں کا مال اور اولاد ان کے عوام کے لئے خسارہ در خسارہ کا سبب بن گیا۔ نہ وہ لوگ مال اور اولاد والے ہوتے نہ یہ لوگ انہیں بڑا مانتے نہ ان کے کہنے سے کفر پر جمتے۔ ان کے چودھریوں نے حق سے باز رکھنے کے لئے بڑی بڑی تدبیریں کیں اور انہیں تاکید کے ساتھ یہ سمجھایا کہ تم اپنے ان معبودوں کو جن کی عبادت کرتے ہو ہرگز مت چھوڑو۔ یہ تو انہوں نے ابتدا سبق پڑھایا۔ پھر تفصیل کے ساتھ ان کے ایک ایک بت کا نام لے کر کہا تم لوگ ہرگز نہ ود کو چھوڑنا نہ سواع کو اور نہ یغوث اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو۔ ان رئیسوں اور چودھریوں نے قوم کے لوگوں کو کثیر تعداد میں گمراہ کر دیا اب ان سے خیر کے آنے پر ذرا بھی امید نہیں رہی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں مزید عرض کیا کہ ان کی گمراہی اور زیادہ بڑھا دیجئے۔ ان لوگوں نے حق کو قبول نہ کیا کفر پر اور خطاؤں پر جمے رہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ (لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ) کہ اب تمہاری قوم میں سے کوئی مسلمان نہ ہوگا جنہیں ایمان لانا تھا وہ لا چکے اور یہ تھوڑے سے لوگ تھے جیسے کہ سورۂ ہود میں فرمایا (وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ) اور ان کے ساتھ نہیں ایمان لائے مگر تھوڑے سے لوگ۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ایک کشتی بنالیں جب کشتی تیار ہو جائے اپنے اہل و عیال کو اور دیگر اہل ایمان کو اس میں سوار کر لیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا کشتی روانہ ہوگئی آسمان سے پانی برسا اور زمین سے پانی ابلا زبردست طوفان آیا پوری کافر قوم ہلاک ہوگئی جن میں نوح علیہ السلام کی بیوی اور ایک بیٹا بھی تھا حضرت نوح علیہ السلام قوم کی طرف سے بہت زیادہ بدظن ہو گئے تھے ان کے حق میں کہتے بھی ہدایت پر آنے کی امید نہ رہی اسی لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کیلئے بددعا کر دی تھی کہ اے رب! کافروں میں سے کسی ایک شخص واحد کو بھی نہ چھوڑیے اگر یہ زندہ رہے تو ان سے ایمان آنے کی امید ہے اور نہ ان کی اولاد سے مؤمن ہونے کی امید ہے ان کی جو اولاد ہوگی وہ بھی کافر فاجر ہوگی جب ان کا یہ حال ہے تو زمین پر یوں جو چھوڑیں ان کا ہلاک ہونا ہی زیادہ حق اور مناسب ہے پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لئے مغفرت کی دعا کی اس میں اپنے ساتھ والدین کو اور ان مسلمانوں کو جو ان کے گھر میں داخل ہوئے اور عام مومنین اور مومنات و بھی شامل کر لیا اور آخر میں کافروں کو مزید بددعا دے دی کہ اے رب! ظالموں کی ہلاکت اور زیادہ بڑھا دیجئے۔

فائدہ۔ یہ جو فرمایا مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا

(اپنی خطاؤں کی وجہ سے وہ لوگ غرق کر دیئے گئے پھر آگ میں داخل کر دیئے گئے)

اس میں چونکہ اغرقوا اور ادخلوا دونوں ماضی کے صیغے ہیں اس سے حضرات علماء کرام نے اس آیت سے عذاب قبر کو ثابت کیا ہے۔ عذاب قبر میں کافر مبتلا ہوتے ہیں اور بعض گناہگار اہل ایمان کا بھی ابتلا ہوتا ہے۔ احادیث شریفہ میں اس کی تفصیلات وارد ہوئی ہیں۔

عذاب عذاب قبر ہے جو اس دنیا میں بعض گناہگاروں کو قیامت سے پہلے دیا جاتا ہے اور یہ عذاب اس عذاب سے الگ ہے جو قیامت کے بعد ہوگا۔ اس بارزخی عذاب اور قیامت کے عذاب میں فرق یہ ہے کہ برزخی عذاب قبر کے عذاب سے بڑا ہے اور قیامت کے عذاب سے چھوٹا ہے۔

فتدبر

الحمد للہ علی اتمام تفسیر سورۃ نوح (علیہ السلام) اولا و اخرا و باطنا و ظاہرا

مکی	سورۂ جن	۲۸ آیتیں ۲ رکوع

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ
فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ
وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا ۙ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ وَّاَنَّهُمْ
ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا
وَّشُهُبًا ۙ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ
وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ

وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ
ہَرَبًا ۝ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝
وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ
فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَي الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا ۝ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ
وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ
اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ ع

رسول اللہ ﷺ سے جنات کا قرآن سننا اور اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینا

یہاں سے سورۃ الجن شروع ہوتی ہے جس میں پانی کی مخلوق سے جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے سے دنیا میں موجود ہے ان لوگوں میں بھی مؤمن اور کافر نیک اور بد سب قسم کے افراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی ایمان کے مکلف تھے اور ہیں جس طرح بنی آدم میں انسانوں میں کافر اور مشرک ہیں اس طرح جنات میں بھی شرک اور کفر پایا جاتا ہے اور ان میں مؤمن بھی ہیں آگے بڑھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ حضرت خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے شیاطین نے ایک اختیاری راستہ اختیار کیا ہوا تھا انسانوں میں کچھ لوگ کاہن بنے ہوتے تھے یہ لوگ آنے والے واقعات کی خبریں دیتے تھے اور یہ خبریں شیاطین ان سے پاس لاتے تھے۔ شیاطین کا یہ طریقہ تھا کہ آسمان کے قریب تک جاتے تھے اور وہاں سے جو زمین میں پیش آنے والے واقعات کا فرشتوں میں ذکر ہوتا تھا اسے سن لیتے تھے پھر کاہنوں کے کان میں آ کر دے دیتے تھے۔ کاہن اس بات میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں پھیلا دیتے تھے یہ بات پھیلنے اور سنی ہوئی ہوتی تھی اس لئے سچی نکل جاتی تھی۔ لوگ کاہنوں سے معتقد ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو اس نے آنے والے واقعات کا علم نہ ہوتا تو پہلے کیسے بتا دیتا اس طرح سے شیاطین اور کاہنوں نے مل کر انسانوں کو دھوکا دینے کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو شیاطین وہاں پہنچنے سے روک دیئے گئے اس سے بعد تک ان میں سے کوئی فرشتوں کی خبریں سننے کے لئے اوپر پہنچتا تو اس پر انگارے پھینکے جاتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب یہ صورت حال پیش آئی تو شیاطین آپس میں ملنے لگے کہ ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان آڑ کر دی گئی ہے اور ہم پر انگارے پھینکے جانے لگے۔ لہٰذا زمین کے مشارق اور مغارب میں غور کرو اور دیکھو کہ وہ کیا نئی چیز پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمیں آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے زمین کے مشارق و مغارب کا سفر کیا اور اصل صورت حال کا سراغ لگاتے ہوئے گھومتے پھرے۔ ان کی ایک جماعت تہامہ کی طرف آئی (یہ عرب کا وہ علاقہ ہے جس میں حجاز واقع ہے) اس جماعت نے دیکھا کہ مقام نخلہ میں آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز فجر پڑھا رہے ہیں جب ان کے کانوں میں قرآن کی آواز پہنچی تو خوب دھیان کے ساتھ سننے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہو نہ ہو یہی چیز ہے جو تمہارے اور خبریں سننے کے درمیان حائل ہو گئی ہے اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف واپس ہو گئے اور ان سے کہا **انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا** اس پر اللہ تعالیٰ نے **قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن** نازل فرمائی (صحیح بخاری ص ۳۲ ج ۲)

شیاطین جس آزادی سے آسمان تک جاتے تھے اور وہاں فرشتوں کا جو مذاکرہ دنیا کی معاملات سے متعلق ہوتا تھا اسے سن کر نیچے آجاتے تھے اور کاہنوں کے کان میں ڈال دیتے تھے یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ لیکن شیاطین نے ایک دھندہ نکالا اور یہ کہ نیچے سے لے کر بادلوں تک پرا کاٹتے ہیں وہاں فرشتوں کی باتیں سننے سے کان کا کام کرتے ہیں تو ان پر انگارہ پھینک دیا جاتا ہے اس انگارہ کے لگنے سے پہلے دنیا کی بات سن کر اوپر والے نیچے والے سے کان میں کہہ دیتے ہیں اور وہ اس بات کا من تک پہنچ گئی تو وہ اپنے پاس سے اس میں سو جھوٹ ملا کر دوستوں میں خبر دیتا ہے۔ ان باتوں میں دنیا کی بات نکل آتی ہے تو وہ وہی ہوتی ہے جو اوپر سے سنی ہوئی ہوتی ہے۔ احادیث شریفہ میں یہ تفصیل وارد ہوئی ہے اور سورہ صافات کی آیت **انا خلقنا الحفظ فاتبعہ شہاب ثاقب** میں اسی کی بیان فرمایا ہے کہ شیاطین اوپر بات اچکنے کی کوشش کرتے ہیں تو شہاب ثاقب یعنی روشن انگارہ سے مارے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ کاہن جو طور طریقہ بتاتے ہیں کیا ان کی بات کی کچھ حقیقت ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی چیز نہیں ہیں عرض کیا یا رسول اللہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کاہن کی بات ہمارے سامنے سچ نکل جاتی ہے آپ نے فرمایا یہ سچی بات وہ ہوتی ہے جسے جن اچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں اس طرح کہتا ہے جیسے مرغی دانہ چگتی ہے پھر سو جھوٹ اس میں ملا دیتے ہیں (مشکوٰۃ ص ۳۹۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں وہاں جن فیصلوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو ہونے والے ہوتے ہیں شیاطین ان کان لگا کر سننے کی کوشش کرتے ہیں اور جو بات سنتے ہیں سے کانوں میں جا کر کاہنوں کو بتا دیتے ہیں اور وہ اس میں اپنے پاس سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں (مشکوٰۃ ص ۳۹۳ بحوالہ مسلم)

اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا **قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن** (لالمات)

آپ فرما دیجئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی آئی ہے کہ جنات میں سے چند افراد نے قرآن سنا اور پھر اس سے متاثر ہوئے اور اپنی قوم سے جا کر کہا کہ یقین جانو کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے ہماری سمجھ میں قرآن کی بات آگئی اس میں

جو ہدایت ہے یعنی توحید کی دعوت ہے وہ ہم نے قبول کر لی اور ہم اس پر ایمان لے آئے جب ہم نے توحید کو سمجھ لیا تو شرک کی برائی ہم پر واضح ہو گئی اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے ان شرک کے سلسلے میں یہ بات تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے بیوی اور اولاد تجویز کرتے تھے ہم اس سے بھی توبہ کرتے ہیں۔ ہمارے رب کی شان نے کہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا اور نہ اپنے لئے کوئی اولاد تجویز کی اب تک جو ہم کفر اور شرک اختیار کئے رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم میں سے جو احمق لوگ تھے وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کرتے تھے اور ہم یہ سمجھتے رہے کہ انسان اور جنات اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو باتیں کرتے ہیں وہ جھوٹی نہ ہوں گی اور اس خاص اور افراد مل کر جھوٹ نہ بولتے ہوں گے۔ لہٰذا ہم نے بھی ان کی بتائی ہوئی باتوں کو اختیار کر لیا حالانکہ یہ لوگ شرک ہونے کا عذر بیان کیا لیکن یہ عذر غلط ہے توحید جاننے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے گمراہوں کا اتفاق اتباع نہیں ہوتا۔

جنات نے مزید یہ بھی کہا کہ انسانوں میں سے بہت سے آدمی جنات کی پناہ لیا کرتے تھے جس کا طریقہ یہ تھا کہ جب بھی غیر آباد جگہ میں رات کو کہیں کسی خوف زدہ جگہ میں ٹھہرنا ہوتا تو ان میں سے بعض لوگ یوں پکارتے تھے۔ یا عزیز ھذا الوادی اعوذ بک من السفھاء الذین فی طاعتک (اے اس وادی کے سردار میں ان بیوقوفوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو تیری فرمانبرداری میں ہیں) اس کہنے سے جنات اور زیادہ چڑھ جاتے اور بددماغ بن جاتے وہ سمجھتے کہ دیکھو ہم اتنے بڑے ہیں کہ جنات اور انسان ہم سے اپنی پناہ چاہتے ہیں جیسا کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جاتی ہے اسی طرح ہماری پناہ لی جاتی ہے۔

جنات نے اپنی قوم کو یہ بھی بتایا کہ جس طرح تمہارے اندر یوم قیامت اور بعث و نشور کا انکار کرنے والے ہیں ہمیں پتہ چل گیا ہے اسی طرح انسانوں میں بھی ہیں قرآن سن کر ہمیں پتہ چل گیا کہ قیامت کا انکار بھی برائی ہے۔ انکار کرنے سے قیامت ٹلنے والی نہیں خواہ انسان انکار کرے خواہ جنات انکار کریں۔

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ (الآیات) جنات نے یہ بھی کہا کہ ہم اس سے پہلے آسمان کی طرف جایا کرتے تھے وہاں سے مقام بیٹھتے تھے اور اوپر کی باتیں سنا کرتے تھے اب آسمان پر جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ آسمان سخت پہرہ سے بھرا ہوا ہے (یہ پہرہ فرشتوں کا ہے) اور اس پہرہ کے علاوہ ایک یہ بات بھی ہے کہ جب ہم اوپر جاتے ہیں تو شعلوں کو تیار پاتے ہیں جب کوئی اوپر کی باتوں کو سننا چاہے تو شعلے پہلے تیار ہیں ان میں سے کوئی شعلہ اسے مار دیتا ہے۔ (اس کی تفصیل سورۂ حجر اور سورۂ صافات میں گزر چکی ہے)۔

وَاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ (الآیات)

جنات نے مزید کہا کہ یہ جو پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے ہیں ان کی آمد کا نتیجہ کیا ہونے والا ہے زمین والے ان کی رسالت کے منکر ہو کر سزا پانے والے ہیں یا زمین کے بسنے والے ان کا اتباع کر کے ہدایت پر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر اور بھلائی کے مستحق ہوں گے۔ یعنی تکوینی طور پر نتیجہ کیا نکلنے والا ہے ہمیں اس کا علم نہیں ممکن ہے جنات نے اپنے اس اجمالی کلام سے جنات و متنبہ کیا ہو کیونکہ وہ بھی زمین کے رہنے والے ہیں اور مطلب یہ ہو کہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آئی ہے اگر تم نے اسے نہ مانا تو عذاب میں پڑو گے۔ جنات نے مزید کہا کہ پہلے سے ہم میں نیک لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہیں اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ہیں جو صالح نہیں ہیں کافر اور فاجر ہیں جواب تک ہم مختلف طریقوں پر تھے اور ہم میں چونکہ بہت سے لوگ ہدایت پر نہیں تھے اس لئے یوں سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ولی گرفت کی بات ہوئی تو ہم بھاگ نکلیں گے لیکن اب ہماری سمجھ میں آ گیا کہ

ہم زمین میں جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور ہم کہیں بھی بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اس کو پوری طرح ہم پر قدرت ہے ہم جہاں بھی ہوں۔

قولہ قددا قال صاحب الروح القدد المتفرقة المختلفة جمع قدة من قدّ اذا قطع کان کل طریق لامتیاز ها مقطوعة

(قددا کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ اس کا معنی ہے مختلف متفرق یہ قدۃ کی جمع ہے جو کہ قد سے بنا ہے جب کوئی چیز کاٹی جائے تو قد کہا جاتا ہے ہر راستہ اپنے امتیازات میں دوسرے سے الگ ہے)

وانا لما سمعنا الهدی امنا به فمن یؤمن بربه فلا یخاف بخسا ولا رهقا (الآیات)

(اور بے شک جب ہم نے ہدایت دین یا قرآن سنا تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آئے اسے کسی طرح کے کسی نقصان کا خوف نہیں ہوگا۔ ایمان کا بھی صلہ ملے گا اور اعمال کا بھی ثواب ملے گا اس میں دونوں ہی نہ ہوں کسی کی کوئی نیکی شمار سے رہ جائے یا کسی نیکی کا ثواب نہ ملے ایسا نہ ہوگا۔

ولا رهقا جو فرمایا ہے اس کے بارے میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مومن صالح کو کسی ذلت کا سامنا نہ ہوگا اور بعض حضرات نے یہ مطلب بتایا ہے کہ کسی مومن پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ یعنی یہ نہ ہوگا کہ کوئی برا عمل نہ کیا ہو اور وہ اس کے اعمال نامہ میں لکھ دیا جائے (گو ایسا تو کافر کے ساتھ بھی نہ ہوگا کیونکہ کافروں کے حق میں یہ چیز کوئی مفید نہ ہوں)

مومن بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بڑے انعام و اکرام کا معاملہ ہے جو نیکیاں دنیا میں کی ہوں گی انکو بڑھا کر گنوا کر کے اجر دیا جائے گا۔

قال تعالی فی سورة النساء ان الله لا یظلم مثقال ذرة وان تك حسنة یضاعفها ویؤت من لدنه اجرا عظیما

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرے گا اور اگر کوئی نیکی کی ہوگی تو اسے کئی گنا کرے گا اور عمل کرنے والے کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمادے گا)

جنات نے یہ بھی کہا کہ ہم میں بعض مسلم ہیں یعنی اللہ کے فرمانبردار ہیں اور بعض قاسط ہیں سو جو شخص فرمانبردار ہوگیا اور اسلام قبول کر لیا ان لوگوں نے سوچ سمجھ کر بہت بڑی ہدایت کا ارادہ کر لیا (یعنی دنیا و آخرت میں اپنا بھلا کرلیا) اور جو لوگ قاسط یعنی ظالم ہیں راہ حق سے ہٹے ہوئے ہیں اسلام سے باغی ہیں وہ لوگ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

وان لو استقاموا علی الطریقة لاسقیناهم ماء غدقا

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یہ انه استمع پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ میری طرف سے یہ وحی بھی کی گئی ہے کہ اگر انسان اور جن اسلام کے طریقے پر مستقیم رہتے تو ہم انہیں خوب اچھی طرح پانی پلاتے یعنی انہیں مال کی فراوانی سے نوازتے اور انہیں بڑی بڑی نعمتیں دیتے لنفتنهم فیه تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں کہ نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں۔

ومن یعرض عن ذکر ربه یسلکه عذابا صعدا

(اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں داخل کرے گا)

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

اور یہ شبہ ہے اللہ ہی سے ہے میں اللہ تعالیٰ سے ملانے کی وہ ہے یا)

یعنی ان کو اس سے عبادت نہ روکے بعض حضرات نے مساجد و سجدہ آنحضرت ﷺ یا بعد مرنے مسجد بنانی بتایا ہے جس سے مطابق آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ مجھے اللہ کے لئے طرح کے سجدہ کرنے کی ممانعت ہوئی ہے سجدہ عبادت کا ہو یا سجدہ تعظیمی ہو ان سجدوں کی ممانعت ہے اور اللہ کے سوا کسی کے لئے کسی قسم کا ولی سجدہ جائز اور مباح نہیں ہے پہلے تو بت شکنی میں رکاوٹ کے بارہ میں آنے والے ان دو سجدوں کا ذکر تھا اور اب بہت سے پیغمبروں اور فقیروں نے یہ حیلہ کر رکھا ہے کہ مریدوں سے پاؤں چھوتے ہیں یا خدمت کرتے ہیں تعظیمی سجدہ کرتے ہیں یہ حرام اور شرک ہے۔

اور مسجد و سجدہ (جس الف) ان جمع پڑھا جائے تب بھی معنی سابق کی طرف منصوب راجع ہوتا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جہاں کہیں بھی کوئی سجدہ کرنے کی جگہ ہے یہ جگہ اللہ تعالیٰ ہی کی وحدہ کرنے کے لئے مخصوص ہے خواہ عبادت کا سجدہ ہو یا تعظیمی سجدہ ہو کوئی جگہ بنا لی جائے مسجد کہتے ہیں خواہ ضرورت کے وقت غیر مسجد میں کہیں بھی کسی جگہ بھی نماز پڑھنے کا ارادہ کر لیا جائے۔ یہ عبادت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص رہنا لازم ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت روا نہیں ہے۔

وانه لما قام عبدالله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ بھی انہ استمع پر معطوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ میری طرف یہ بھی وحی آئی ہے کہ اللہ کا بندہ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کی عبادت کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو یہ جنات ان کے پاس جھٹ لگا کر جمع ہو گئے یعنی انہوں نے جو آپ کی عبادت کا مشاہدہ کیا اور آپ کی قراءت سنی اور آپ کی اقتداء میں جو آپ کے اصحاب کا روح بنا دیکھا تو تمام تین بن کر ٹوٹ پڑے کیونکہ یہ منظر انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا۔

حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کادوا یکونون کی ضمیر کفار قریش اور دیگر اہل عرب کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کا بندہ (رسول اللہ ﷺ) جب اپنے کام یعنی رسالت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور ان لوگوں کو توحید کی دعوت دیتا ہے تو ان کو ناگوار معلوم ہوتا ہے اور آپ کی دشمنی پر تل جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے آپ کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔

فائدہ۔ جب کسی منزل پر اترے تو یہ پڑھے۔ اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق۔

(میں اللہ کے پورے کلمات کے واسطے سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ لیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی منزل پر اتر کر ان کلمات کو پڑھ لے تو وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی بھی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ (روح المعانی) زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ جب کسی منزل پر نازل ہوتے تو شیاطین کی پناہ لیتے تھے رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ دعا پڑھنے کو بتایا جس میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامات کے ذریعہ پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ

آپ فرما دیجئے میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا میں تمہارے لئے کسی ضرر کا اور کسی بھلائی کا اختیار نہیں رکھتا آپ کہہ دیجئے

لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ

کہ مجھے اللہ سے ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جگہ نہیں پاتا جہاں میں پناہ لے سکوں مگر اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کا

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ

اَمَدًا ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ

مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ

وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ ع ۱۲

توحید کی دعوت، کفر سے بیزاری، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، نافرمانوں کے لئے دائمی عذاب ہے

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت حق کا اور نافرمانوں کی تکذیب کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفت علم کمل اور جامعیت کا بیان ہے پہلے تو یہ فرمایا قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ (الایات الاربع) کہ آپ مشرکین سے یہ فرمادیں کہ میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا (جو اپنے سے میرا اتنی قریبی نسبت سے اور یقین کے ساتھ ہے اسی کی طرف میں تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں) آپ یہ بھی بتادیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس کی مخلوق ہوں۔ اس کا رسول ہوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کی دعوت دیتا ہوں کسی ضرر یا نفع کی جانب سے پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا (تم جو یوں بکتے ہو کہ آپ رسول ہیں تو ہم پر عذاب نازل کرادیں تمہاری یہ فرمائش غلط ہے عذاب نازل کرنا میرے اختیار کی بات نہیں ہے اور جب عذاب آجائے گا اس کا دور کرنا بھی میرے بس کا کام نہیں ہے) اور یہ بھی سمجھ لو کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں اور اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائے تو مجھے اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ پا سکتا ہوں۔ لہٰذا مجھ سے فرائض رسالت کا کام چھوڑ دوں یہ رسالت کے مضامین بدل دوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا ہے یہ فرض ادا کرتا رہوں گا اگر تم نہ مانو گے اور اللہ کی نافرمانی کرو گے اور میری نافرمانی کرو گے تو سمجھ لو کہ نافرمان کیلئے دوزخ کی آگ ہے جس میں نافرمان ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا (الآیۃ) اب تو باتیں سنا رہے ہیں یعنی جب قیامت کا دن ہوگا تو اس سے منکر ہو رہے ہیں (جب کہ وہ وعدہ سچا ہے) تو اس وقت پتہ چلے گا کہ مددگاروں کے اعتبار سے کون کمزور تر ہے اور نفری کے اعتبار سے کون کم ہے مشرکین سمجھتے ہیں کہ ہماری جماعت کم ہے یہاں اس دنیا میں مسلمانوں کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کی تعداد ہم سے اور اپنے کو بلند و برتر سمجھتے ہیں قیامت کے دن

دیکھیں کہ جنہیں حقیر جانوروں کی طرح بند کئے ان کی قوت کیسی تھی جنوں کی اور مجرمین کا حال ہے کہ ہدایت ہوتے ہوئے بھی نہیں کرتے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْ (الآیۃ) جب رسول اللہ ﷺ اپنے مخاطبین کو قیامت کی بات بتاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جاؤ گے اور میدان حشر میں حاضری دینا ہوگی تو کہتے تھے کہ وہ کب جھوٹا کہا کرتے تھے کہ بتاؤ قیامت کب آئے گی ان کے کہنے کا کون سا وقت مقرر تھا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیجئے کہ مجھے معلوم نہیں کہ کافروں سے جو وعدہ کیا جا رہا ہے اس کی آمد قریب ہے یا میرے رب نے اس کی لمبی مدت مقرر فرمائی ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا

(اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے وہ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا)

اور قیامت کا وقت بھی انہی چیزوں میں سے ہے جن سے کسی کو مطلع نہیں فرمایا

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا

ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو (کہ اسے علم پر مطلع کرنا چاہتا ہے جو کہ علم نبوت سے ہو خواہ مثبت نبوت ہو جیسے پیش گوئیاں وغیرہ فروغ نبوت سے ہو جیسے علم احکام تو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے (یعنی جمیع جہات میں وحی کے وقت) محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے (تاکہ وہاں شیاطین کا گزر نہ ہو) چنانچہ حضور ﷺ کے لئے ایسے پہرہ دار فرشتے چلتے اور یہ انتظام اس لئے کیا جاتا ہے کہ (ظاہری طور پر) اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغام (رسول تک بحفاظت) پہنچا دیئے (اور اس میں کسی کا دخل و تصرف نہیں ہوا) اور اللہ تعالیٰ ان (پہرہ داروں) کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے (اس نے پہرہ دار ایسے مقرر کئے گئے ہیں جو اس کام کے پورے پورے اہل ہیں) اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے پس وحی کے سب اجزاء بھی اس کو معلوم ہیں۔ حاصل مقام یہ ہے کہ علم ساعت علوم نبوت سے نہیں اس نے اس کا علم نہ ہونا قبح نبوت یا مستلزم عدم وقوع ساعت نہیں۔ البتہ علوم نبوت عطا کئے جاتے ہیں اور وہی مقصود بعثت سے ہیں اور ان میں احتمال خطا کا نہیں ہوتا۔ تم ایسے علوم سے مستفید ہو اور زوائد کی تحقیق و چھوڑ دو (زبیر قرآن بلفظہ)۔

الحمدللّٰہ علی اتمام تفسیر سورۃ الجن اولاً واٰخرًا وباطنًا وظاہرًا

☆☆☆ . . . . . ☆☆☆

۲۰ آیتیں ۲ رکوع	سورۃ المزمل	مکی

سورۃ المزمل مکیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ
وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۙ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۙ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً
وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ۙ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۙ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ۙ
رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ۙ

رات کے اوقات میں قیام کرنے اور قرآن کریم ترتیل سے پڑھنے کا حکم،
سب سے کٹ کر اللہ ہی کی طرف متوجہ رہنے کا فرمان

یہ سورت مکی ہے اگرچہ بعض حضرات نے بعض آیات والی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور مدنی قرار دیا ہے اور مزمل کی تشدید کے ساتھ اصل میں متزمل تھا تا کو زا سے بدل دیا گیا اور زا کا زا میں ادغام کر دیا یا ہذا مزمل ہو یا جیسے مُطَهَّر سے مُطَهَّر بن گیا۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کا ترجمہ ہے اے لپٹوں میں لپٹنے والے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مشرکین کی طرف سے آپ کو کوئی رنجیدہ کرنے والی بات پہنچی تھی جو آپ کو بہت ناگوار گزری آپ پریشان ہو رہے تھے جیسے غمگین آدمی کیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کو خطاب فرمایا کہ اے لپٹ کر سونے والے (تفسیر قرطبی ص ۳۲ ج ۱۹) یہ خطاب ملاطفت کی وجہ سے تھا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی ملاطفت کے ساتھ قم یا ابا تراب فرمایا (صحیح بخاری ص ۶۲ ج ۱)

... (۱۲)

مشرکین نے آپ کے حق میں دعا کی ... جب قلب کو یہ پیغام ملا تو اس نے آپ ورنج پہنچا اللہ تعالیٰ نے یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ سے خطاب فرما کر اس کا ازالہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ رات کو اٹھ کر نماز تہجد پڑھا کریں اور یوں فرمایا قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۔

یعنی نصف رات قیام کرو یا نصف سے کچھ کم کر دو یا نصف سے کچھ زیادہ کر دو ... نصف کے مصداق ایک ثلث ہے اور نصف سے کچھ زیادہ کا مصداق دو ثلث ہے اللہ تعالیٰ نے رات کو قیام فرمانے کا حکم دیا اور مقدار وقت میں تین صورتوں کا اختیار دیا۔

رات کو قیام کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ہی وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا بھی فرمایا یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو یوں تو جب بھی قرآن کی تلاوت کی جائے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کریں اور جلدی جلدی نہ پڑھیں جس سے حروف میں اور معنی مقصود سے خلاف ابہام ہو جائے یعنی خاص طور پر تہجد میں جو ترتیل کا حکم فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کی نمازوں میں لمبی تلاوت کی جاتی ہے اور رات کے سہانے وقت میں تلاوت میں زیادہ دل لگتا ہے یعنی ساتھ ہی بھی نیند کے جھونکے بھی آجاتے ہیں ان جھونکوں کی وجہ سے جلدی جلدی ختم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ جتنا پڑھیں صحیح پڑھیں۔ صاف پڑھیں اور جب نیند آجائے تو سو جائیں۔ حدیث میں بھی ارشاد ہے۔

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم (الحدیث رواہ الشیخان) (جب نماز پڑھتے ہوئے تم میں کسی کو نیند آنے لگے تو وہ سو جائے حتی کہ نیند اس کی پوری ہو جائے) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۰)

آدھی رات قیام کریں یا تہائی رات یا دو تہائی رات۔ راتوں کو نماز میں قیام کرنا جسے نماز تہجد کہتے ہیں امت کے لئے سنت ہے نفل ہے اور بہت زیادہ فضیلت کا کام ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کو جو حکم دیا ہے اس کا یہ درجہ تھا اس کے بارے میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ رات کو قیام کرنا آپ پر فرض تھا اور ضروری تھا حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ قیام اللیل نہ صرف نبی اکرم ﷺ پر بلکہ آپ سے پہلے جو انبیاء کرام علیہم السلام تھے ان پر بھی فرض تھا۔

قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر بھی پڑھے اور صاف بھی پڑھے اور مخارج اور صفات کا لحاظ کر کے پڑھے حضرات قراء کرام نے تلاوت کے تین درجات بتائے ہیں، ترتیل، تدویر، حدر، یہ ان کے اصطلاحی الفاظ ہیں ترتیل کا مطلب یہ ہے کہ خوب آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کی جائے اور حدر کا مطلب یہ ہے کہ جلدی جلدی پڑھا جائے اور تدویر دونوں کے درمیان پڑھنے کو کہتے ہیں لیکن تینوں صورتوں میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے حرفوں کا کاٹنا اور تجوید کے خلاف پڑھنا درست نہیں ہے حضرات قراء کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ الترتیل تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف (کہ تجوید حروف وصحیح طریقے پر ادا کرنا اور وقوف کے پہچاننے کا نام ہے)۔ آج کل بہت سے لوگ جن میں قاری حضرات بھی ہیں۔ حدر سے پڑھتے وقت بہت سے حروف کھا جاتے ہیں اور کلمات کے بیچ میں جو اخفاء ہوتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ ربنا انصرنا وسمعنا فاز حمعا میں مجدھا جاتے ہیں یہ آج کل کا فیشن ہے۔

پھر فرمایا اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا

(بلاشبہ ہم آپ پر ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں)

بھاری کلام سے قرآن مجید مراد ہے جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت قرآن شریف کا کچھ حصہ نازل ہو چکا تھا اکثر حصہ نازل ہونا باقی تھا دشمنوں کی طرف سے معاندانہ سلوک بھی ہونے والا تھا اور دعوت وارشاد کی مزید ذمہ داری سونپی جانے والی تھی۔ اس لئے ارشاد فرمایا

کہ ہم تم پر ایک بھاری کلام اتاریں گے۔ کلام کو پہنچانے پر دشمنوں کی طرف سے معاندانہ روش سامنے آنے کی وجہ سے جو آپ کو تکلیف پہنچتی تھی اس سے متعلق یہ بات بھی تھی کہ جس وقت آپ پر وحی آتی تھی آپ کو بڑی مشقت برداشت کرنا پڑتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ سخت سردی کے زمانہ میں وحی آتی تھی تو آپ کی حالت بدل جاتی تھی اور جب وحی رخصت ہو جاتا تھا تو آپ کا پسینہ بہتا ہوتا تھا (صحیح بخاری ص ۱ ج ۱)۔ اور ایک مرتبہ وحی کے آنے کے وقت آپ کا سر مبارک زید بن ثابت کی ران پر تھا اس سے حضرت زید بن ثابت کی ران پھٹنے لگی۔

اس کے بعد فرمایا ان ناشئة اللیل ھی اشد وطأ (ناشئہ مصدر کالعافیہ من بناء ادفاھم وبھص)

(بلاشبہ رات کا اٹھنا خوب زیادہ مشقت والا ہے) یعنی اس سے نفس پر بار پڑتا ہے اور نفس کو خوب تکلیف ہوتی ہے یہ تکلیف بظاہر تکلیف ہے اور بنیادی تکلیف ہے لیکن اس میں نفس کا فائدہ بھی بہت ہے۔ نماز تہجد کی وجہ سے جو درجات بلند ہوں گے ان کی وجہ سے ساری تکلیفیں جھول جائے گا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بلاشبہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا خارج اندر سے اور جن کا اندر باہر سے نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان لوگوں کے لئے تیار فرمایا ہے جو کھانے کھلائیں اور صحیح رات میں نماز پڑھیں جبکہ لوگ سو رہے ہیں۔ (الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۴۲۴)

واقوم قیلاً (اور رات کا اٹھنا بات ادا ہونے کے لئے خوب عمدہ ہے)

یعنی رات کو اٹھ کر جب تہجد پڑھتے ہیں اور دعاؤں میں مشغول ہوتے ہیں اس وقت چونکہ سناٹا ہوتا ہے شور شغب نہیں ہوتا اور ادھر ادھر کی آوازیں نہیں آتیں اس سے عبادت میں خوب جی لگتا ہے اور دل اور زبان دونوں موافق ہو جاتے ہیں اور اطمینان کے ساتھ قرأت بھی ادا ہوتی ہے اور دعا بھی حضور قلب کے ساتھ ہوتی ہے۔

ان لك فی النھار سبحاً طویلاً.

(بے شک آپ کو دن میں لمبا کام رہتا ہے) آپ کے مشاغل منتشر ہیں اور متفرق ہیں امور خانہ داری بھی ہے آنے جانے والے لوگ بھی ہیں دعوت وارشاد کا کام بھی ہے اس لئے لمبی نماز پڑھنے کے لئے رات تجویز کی گئی۔

واذکر اسم ربك. (اور اپنے رب کا نام لیتے رہیے)

یعنی رات کو تو آپ نماز پڑھتے ہی ہیں دیگر اوقات میں بھی اللہ کا نام لیتے رہئے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا نماز ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اس لئے ہر اوقات میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر خصوصیت کے ساتھ عمل کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یذکر اللہ فی کل احیانہ (رواہ مسلم) یعنی رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہتے تھے۔

وتبتل الیہ تبتیلاً. (اور قطع تعلق کر کے اسی کی طرف متوجہ رہیں)

اپنی پوری قلبی رخ اللہ کی طرف رکھئے یعنی اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے اس تعلق کے مظاہرے اور آثار جو تعلق پر غالب رکھئے بظاہر بیویوں سے بھی تعلق رہے اور اولاد سے بھی اولیاء اور اصدقاء سے بھی لیکن اللہ تعالیٰ کا تعلق بہر حال غالب رہے اس کے احکام کی ادائیگی میں کوئی فرق نہ آئے درحقیقت یہ بہت بڑی نصیحت ہے جو بھی بندہ پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے وہ لوگوں سے بھی ملتا جلتا ہے لیکن اس کا باطن اللہ کی یاد سے معمور رہتا ہے اور مخلوق کو راضی رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کرتا۔

رب المشرق والمغرب لا اله الا هو فاتخذه وكيلا ۔

(وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو آپ اسی کو اپنا کارساز بنا لیں)

اس میں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی حاجت روا نہیں اور کوئی معبود نہیں۔ مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب اسی کی مشیت سے ہوتا ہے وہی سب کا رب ہے آپ اسی کو اپنا کارساز بنائے رہیں اسی کے سامنے اپنی حاجات رکھیں اسی سے سب کچھ مانگیں اور اسی کی طرف متوجہ رہیں۔

قوله تعالى يا ايها المزمل قال الاخفش سعيد المزمل اصله المترمل فادغمت التاء في الزاي وكذلك المدثر وفي اصل المزمل قولان احدهما انه محتمل يقال ازمل الشيء اذا حمله ومنه الزاملة لأنها تحمل القماش الثاني أن المزمل هو المتلفف يقال تزمل وتدثر توبه اذا تغطى وزمل عمره اذا عطاه وكل شيء لف فقد زمل ودثر قال امرؤ القيس (كبير اناس في بجاد مزمل)

قال السهيلي ليس المزمل باسم من اسماء النبي صلى الله عليه وسلم ولم يعرف به كما ذهب اليه بعض الناس وعدوه في اسمائه وعليه الصلاة والسلام واسما المزمل اسم مشتق من حالته التي كان عليها حين الخطاب وكذلك المدثر۔

قوله تعالى هي اشد وطأ بفتح الواو وسكون الطاء المقصورة واحتزد اتوحاتم من قولك اشددت على القوم وطاة سلطانهم اي ثقل عليهم ماحملهم من المؤن ومنه قوله عليه السلام (اللهم اشدد وطأتك على مصر) فالمعنى انها اثقل على المصلي من ساعات النهار وذلك ان الليل وقت منام وتودع واحمام فمن شغله بالعبادة فقد تحمل المشقة العظيمة (من روح المعاني)

قوله تعالى واقوم قيلا اي القراءة بالليل اقوم منها بالنهار اي أشد استقامة واستمرار على الصواب لان الاصوات هادئة والدنيا ساكتة فلا يضطرب على المصلي مايقرءه

قوله تعالى إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا يريد القيام والانتصاب للصلاة ومنه نشأ السحاب لحدوثه في الهواء وتربيته شيئاً فشيئاً (ذكره الراغب في مفرداته)

(ارشاد الٰہی یا ایھا المزمل اخفش سعید کہتے ہیں المزمل اصل میں المترمل تھا پھر تا کو زاء کرنے زاء میں مدغم کر دی گئی اور مدثر بھی اسی طرح ہے مزمل کے مطلب میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے محتمل (اٹھانے والا) کہا جاتا ہے ازمل الشیء جب اس نے کوئی چیز اٹھائی ہو اور زاملہ (بار برداری اونٹنی) اسی سے ہے کیونکہ وہ چادر نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ مزمل کا معنی ہے متلفف کہا جاتا ہے تزمل و دثر بھی جب وہ کپڑا اوڑھ لے اور تزمل وغیرہ کا مطلب ہے دوسرے کو جانب دینا اور ہر چیز جس نے ڈھانپا تو وہ زمل و دثر ہے اور امرؤ القیس نے کہا ہے۔ ع کبیر اناس فی بجاد مزمل علامہ سہیلی کہتے ہیں مزمل حضور ﷺ کے ناموں میں سے کوئی نام نہیں ہے۔ لوگوں کا اس کا اسم نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ اس طرف گئے ہیں مزمل و حضور ﷺ کے ناموں میں شمار کیا ہے۔ مزمل تو ایک اسم ہے جو اس حالت سے مشتق ہے جس میں آپ اس خطاب کے وقت تھے اور مدثر بھی اسی طرح ہے ارشاد الٰہی ھی اشد وطأ وطاء واو کے فتحہ اور طاء مقصورہ کے سکون کے ساتھ ہے ابو حاتم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ یہ اس محاورہ سے ہے کہ اشددت علی القوم وطاۃ سلطانھم یعنی قوم پر بادشاہ نے جو ٹیکس لگایا ہے وہ بھاری ہو گیا۔ اور اسی سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ اللھم اشد وطاتک علی مصر۔ بہرحال اس آیت

کا معنی یہ ہے کہ رات دن کی نسبت نماز کی پر بھاری ہے اور یہ اس لئے کہ رات نیند کا وقت ہے اور راحت و اطمینان کا وقت ہے جو اس میں عبادت میں مشغول ہو تو اس نے بڑی مشقت برداشت کی۔ ارشاد الٰہی و اقوم قیلا۔ مطلب یہ کہ رات کا پڑھنا دن کے پڑھنے سے زیادہ قوم ہے یعنی استقامت و استمرار کے لحاظ سے سخت ہے۔ درست پڑھنے میں کیونکہ اس وقت آوازیں خاموش ہوتی ہیں اور ہر طرف سکوت ہوتا ہے لہٰذا اس وقت نماز جو پڑھے گا وہ اس پر پریشان نہ ہوگا۔ ارشاد الٰہی ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطئا اس سے مراد رات کا قیام اور نماز کے لئے کھڑا ہونا ہے اس معنی کے لحاظ سے کہتے ہیں نشاء السحاب کیونکہ بادل ہوا میں پیدا ہوتا ہے پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے)

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي

اور یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کیجئے اور مجھے اور جھٹلانے والے دولت مند لوگوں کو چھوڑ دیجئے

النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا

نعمتیں تھوڑے دنوں کی مہلت دیجئے۔ بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک

اَلِيْمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝

عذاب ہے۔ جس دن زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے ڈھیر بن جائیں گے جو اٹھا کر

رسول اللہ ﷺ کو صبر فرمانے کا حکم، دوزخ کے عذاب کا تذکرہ، وقوع قیامت کے وقت زمین اور پہاڑوں کا حال

یہ پانچ آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ آپ جلدی نہ کریں یہ لوگ جو آپ کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں ان کو کچھ مہلت دے دیں۔ یہ تھوڑے دنوں میں پل رہے ہیں اور بڑھ رہے ہیں اور دنیا کی اموال اور نعمتیں ان کے لئے غفلت کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ ان چیزوں میں پڑ کر وہ آپ کی دعوت کو ٹھکرا رہے ہیں یہ ان کے حق میں کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ یہ جو کچھ حاصل کر رہے ہیں اور مزے کر رہے ہیں تھوڑے سے دن کی بات ہے اور اس میں ان کا تدریج بھی ہے کما قال تعالیٰ فی سورۃ القلم ذرنی ومن یکذب بھذا الحدیث سنستدرجھم من حیث لا یعلمون (سو آپ مجھے اور ان کو چھوڑ دیجئے جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو اس طور پر ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کو خبر بھی نہیں)۔

اس کے بعد کافروں کی تعذیب کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ لوگ جو تکذیب میں لگے ہوئے ہیں ہم نے ان کی تعذیب کے لئے یہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں وہ ان کے لئے دوزخ ہے اور ان کے لئے ایسا کھانا ہے جو گلے میں پھنس جانے والا ہوگا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ دوزخیوں کو (اتنی زبردست) بھوک لگائی جائے گی جو تباہی اس عذاب کے برابر ہوگی جو ان کو بھوک کے علاوہ ہو رہا ہوگا۔ لہٰذا وہ کھانے کے لئے فریاد کریں گے تو ان کو طعام ذی غصۃ (گلے میں اٹکنے والا کھانا) دیا جائے گا جو گلوں میں اٹک جائے گا اس کے اتارنے کے لئے تدبیریں سوچیں گے تو یاد کریں گے کہ دنیا میں پینے کی چیزوں سے گلے کی اٹکی ہوئی چیزیں اتارا کرتے تھے۔

منذ پینے کی چیز طلب کریں گے چنانچہ حکم ہوتا ہوا پانی دینے کی سند اسیوں کے ذریعے ان کے سامنے لایا جائے گا وہ سند سیں جب ان سے پہلوں کے قریب ہوں گی تو ان سے پہلوں والوں کی چربی اب پانی میں پگھلے گا تو پیٹ سے نکلنے والی (یعنی آنتیں وغیرہ) بھی نکل کر رہ جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۲)

یوم ترجف الارض والجبال وکانت الجبال کثیبا مھیلا۔

یہ عذاب اس دن ہوگا جس دن زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے یعنی ان میں بھونچال آجائے گا اور پہاڑ ریت کے تودے بنے ہوئے ہوں گے جن میں بہنے والا مادہ ہوگا اور نیچے ہوتے جائیں گے۔ (یہ ترجمہ اس صورت میں ہے جبکہ یوم ترجف ظرف ہو عذابا الیما کا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ذرنی سے متعلق ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ

فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ

الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ

فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

ع

فرعون نے رسول کی نافرمانی کی اسے سختی کے ساتھ پکڑ لیا گیا قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا قرآن ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے

اس آیت میں مخاطب یا خطاب ہے کفار مکہ سے جن کو تم سمجھاتے ہوئے ان سے فرمایا کہ ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو قیامت کے دن تم پر گواہی دے گا جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس وقت پکڑ لیا میں وہ اپنے لشکروں کے ساتھ دریا میں ڈوبا دیا اور آخرت کی سزا میں مبتلا ہوا اب تم جو ہمارے رسول کو جھٹلا رہے ہو اور ہم پر ایمان نہیں لاتے ہو تم سوچ لو کہ اس دن سے عذاب سے کیسے بچو گے جس دن بچوں کو بوڑھا کر دینے کی شدت ہوگی اس دن ایسی سختی ہوگی جو بچوں کو بوڑھا کر دے گی اس دن آسمان پھٹ جائے گا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ (بچوں کو بوڑھا کر دینے کا یہ مطلب ہے اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ قیامت کی شدت سے کنایہ ہے یعنی وہ دن اتنا سخت ہوگا کہ مصیبت کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے جو بچپن میں فوت ہو گئے تھے وہ قبروں سے اس حال میں اٹھیں گے کہ قیامت کے امتداد اور اشتداد کی وجہ سے بوڑھے ہو جائیں گے)۔

ان هذه تذکرة ۔ (بلاشبہ یہ نصیحت ہے)

فمن شآء اتخذ الی ربه سبیلا ۔ (سو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے) یعنی جس راستہ پر چلنے سے وہ راضی ہوتا ہے اور جس کے اختیار کرنے پر اس نے آخرت کی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے اس راستہ کو اختیار کرلے وہ دین اسلام ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ

آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعض رات سے دو تہائی حصہ کے قریب اور بعض آدھی رات اور بعض تہائی رات کھڑے رہتے ہیں

وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ

اور رات دن کا اندازہ اللہ ہی کو ہے اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس کو ٹھیک نہیں نکال سکتے سو اس نے تم پر مہربانی فرمائی سو قرآن سے جتنا پڑھنا آسان ہو اتنا پڑھ لیا کرو

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ

اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے مریض آدمی ہوں گے اور بعض وہ لوگ ہوں گے جو زمین میں سفر کرتے ہیں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں

وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ

اور کچھ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں قتال کریں گے سو تم قرآن میں سے جتنا پڑھنا آسان ہو اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور

اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ

اللہ کو قرض حسن دیتے رہو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اللہ کے پاس پاؤ گے اس کو اچھا اور خوب

اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ع

بڑا ثواب ہے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قیام لیل کے بارے میں تخفیف کا اعلان اقامۃ الصلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا حکم

ابتداء سورت میں جو رات کو نماز میں قیام کرنے کا حکم فرمایا تھا (کہ تہائی لیل اکثر حصہ) اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی رات کو نماز میں قیام فرماتے تھے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جب آیت کریمہ قم اللیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کو اس پر عمل کرنا دشوار ہوا کیونکہ تہائی رات آدھی رات اور دو تہائی رات کا پہچاننا مشکل تھا اس وجہ سے صبح تک قیام کرتے تھے کہ وقت مقرر میں کمی نہ ہو جائے جس کی وجہ سے ان کے قدم پھول گئے اور رنگ بدل گئے۔ بنداللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں بعض لوگ دو تہائی رات کے قریب اور بعض آدھی رات اور بعض تہائی رات کھڑے رہتے ہیں جس سے مشقت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بنداللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور پہلا حکم منسوخ فرما دیا سو اب تم سے جتنا قرآن مجید آسانی کے ساتھ پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو (اس سے نماز تہجد میں قرآن پڑھنا مراد ہے) اب اللہ تعالیٰ نے آسانی فرما دی اور تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

فرض نمازیں تھیں اور نفل ادا کرنا ضروری تھا۔ اس کی بھی مقدار متعین و مقرر نہیں تھی۔ بنا بریں آسانی کی صورت بن گئی اس نسخ کی یہ علت علم ہی نص مخصوصہ میں بیان فرمائی۔ یعنی معلوم ہے کہ تم وقت معین ہونے کی صورت میں وقت کو نبھا نہیں سکتے اور دوسری علت بیان فرمائی تم سے بیماری وغیرہ کا پایا جانا۔ علم ان سیکون منکم مرضی

یعنی معلوم ہے کہ تم میں سے مریض بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو تلاش معاش کے لئے زمین میں سفر کریں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔ ان حالات میں تہجد اور وقت کی پابندی مشکل تھی۔ بنا بریں آسانی برائی کی تہجد پڑھنا مستحب قرار دے دیا اور وقت کی بھی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ ابو نصر قشیری سے نقل کرتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیام لیل کی فرضیت امت کے حق میں منسوخ ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں باقی رہی اور ایک قول یہ ہے کہ اصل وجوب سب کے لئے باقی رہا البتہ مقدار قیام واجب نہیں رہی (تفصیل کے لئے دیکھئے احکام القرآن)

صاحب روح المعانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المزمل کے شروع میں قیام لیل فرض فرمایا تھا۔ اللہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک نماز تہجد میں قیام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے آخر میں باقی رہ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اٹھارہ ماہ کے بعد تخفیف نازل ہوئی

اقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ (اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو)

واقرضوا اللہ قرضا حسنا (اور اللہ کو قرض دو اچھا قرض)

یعنی اس کی خوشنودی کے خرچ سے مراد اس کی رضا کے کاموں میں مال کا دینا ہے قول اللہ تعالیٰ کی کا اور میں ہے بھی اللہ سے متعلق اور معلوم ہے بیان کر دیا کہ اپنے لئے نیکیوں میں سے خرچ کرنے کا ذخیرہ رکھو اور ہر بھلائی کو اللہ کے ہاں بہتر پاؤ گے اور بڑا ثواب ملے گا اور فرمایا سورۃ حدید میں

من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ

(کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض پھر اللہ اس کے لئے اس کو چند در چند بہت بڑھا کر دے)

وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرا واعظم اجرا

(اور جو بھلائی تم اپنی جانوں کے لئے آگے بھیجو گے اللہ کے پاس پاؤ گے وہ بہت اچھا ہوگا اور بہت بڑا ثواب کا ذریعہ ہوگا)

واستغفروا اللہ (اور اللہ سے مغفرت طلب کرو) یعنی اعمال میں جو کوتاہی ہو گئی ہو اس کی معافی مانگتے رہو۔

ان اللہ غفور رحیم (بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

تم تفسیر سورۃ المزمل بحمد اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ

☆☆☆

مکی	سورۂ مدثر	۵۶ آیتیں ۲ رکوع

آیاتہا ۵۶ سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ مَکِّیَّۃٌ ۷۴ رکوعاتہا ۲

یہ سورۃ مدثر ہے جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾

اے چادر میں لپٹنے والے اٹھو پھر ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور ناپاکی سے علیحدہ رہو

وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۫﴿۶﴾ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۟﴿۷﴾

اور زیادہ لینے کی غرض سے احسان نہ کرو اور اپنے رب کے لئے صبر کرو۔

رسول اللہ ﷺ کو دینی دعوت کے لئے کمر کسے ہو جانے کا حکم اور بعض دیگر نصائح کا تذکرہ

لفظ مدثر اصل میں متدثر تھا۔ اس میں تشعفل کی تا فاء کلمہ سے بدل کر اس میں مدغم ہو گئی اصل میں مادہ ثر (د ث ر) جس کا معنی کپڑا اوڑھنے کا اور کپڑے میں لپٹنے کا ہے صحیح بخاری (ص ۴۸۰ ج ۱) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلی مرتبہ وحی آنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت کے لئے متعدد راتیں گزارا کرتے تھے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن فرشتہ آیا اس نے کہا کہ اقرأ پڑھئے (آپ کی زبانی بیان کیا ہے) میں نے کہا ما انا بقاری کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر فرشتے نے مجھے پکڑا اور مجھے اتنے زور سے بھینچا کہ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور وہی بات کی اقرأ میں نے وہی جواب دیا ما انا بقاری پھر اس نے مجھے دوبارہ پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی۔

فرشتے نے تیسری مرتبہ پھر مجھے بھینچا اور چھوڑ دیا اور فرشتہ یوں عبارت پڑھتا چلا یا اقرأ باسم ربک الذی خلق ۔ خلق الانسان من علق ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عبارت سن لی اور اس کو دہراتے ہوئے اس کے بعد آپ وہاں سے اپنے گھر تشریف لے آئے اس وقت دل کانپ رہا تھا۔ اپنی بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے فرمایا زملونی زملونی (مجھے کپڑا اوڑھاؤ مجھے کپڑا اوڑھاؤ) چنانچہ انہوں نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا۔ آپ تھوڑی دیر لیٹے رہے یہاں تک کہ خوف کی کیفیت جاتی رہی اس کے بعد بہت دن تک وحی نہیں آئی۔ (صحیح بخاری ص ۴۸۰ ج ۱) (بعض حضرات نے فرمایا کہ تین سال تک وحی نہیں آئی۔ فتح الباری)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے فترۃ وحی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں نقل کیا ہے کہ میں ایک دن جا رہا تھا میں نے آسمان سے آواز سنی سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہی فرشتہ ہے جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے یہ دیکھ کر میں گھبرا گیا گھر آیا میں نے کہا مجھے چادر اوڑھا دو مجھے چادر اوڑھا دو اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائی۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ اس کے بعد وحی برابر آتی رہی (صحیح بخاری ص ۷۱۹ ج ۲)

مذکورہ آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدثر کہہ کر خطاب فرمایا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اے کپڑا لپیٹنے والے اس وقت آپ پر اللہ کی طرف سے جو کچھ فرمایا یہ قُمْ (آپ کھڑے ہو جائیے) فَاَنْذِرْ (اور آپ ڈرائیے) اس میں آپ کو دعوت توحید کے کام پر مامور فرمایا صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یوں تو آپ ڈرانے والے تھے اور نذیر بھی لیکن ابتداء بعثت میں چونکہ انذار کی جانب تھا اس لئے صرف انذار کا ذکر فرمایا یہ بطور استفہ ہے جس میں ایک چیز کا پایا جانا بتایا جاتا ہے یہ کہ وہ شی مذکور تجھ میں آتی ہے۔

۲۔۔۔ فرمایا وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے)

یعنی اپنے رب کی عظمت اور کبریائی کا اعتقاد بھی رکھئے اور زبان سے بھی بیان کیجئے۔ چنانچہ اللہ کی بڑائی بیان کرنا نماز کے شروع میں بھی مشروع ہوئی اور نماز کے انتقالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی جاتی ہے بار بار یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے) اس میں ظاہری اعتبار سے تو کپڑوں کو پاک رکھنے کا حکم ہے لیکن حضرات مفسرین اور علماء محققین نے اس سے یہ بات بھی مستنبط فرمائی ہے کہ اپنے نفس و اخلاق رذیلہ غیر مرضیہ سے صاف اور پاک رکھئے کیونکہ جہاں کپڑوں کو غیر طاہر رکھنے کی اجازت نہ ہوئی وہاں قلب اور نفس کو پاک رکھنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگا۔

مزید فرمایا وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اور ناپاکی سے دور رہو) اس میں اعتقادی تجویز کا حکم بھی ہو سکتا ہے کیونکہ عموماً کفر و اعتقادی جوارح سے ہوتے ہیں بعض حضرات نے الرُّجْز سے عبادۃ الاصنام مراد لیا ہے بعض نے فعل کی عبادت چھوڑنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی بتوں کی عبادت نہ کی یہ خطاب آپ سے قیامت تک آنے والے مؤمنین کو ہے صاحب روح المعانی نے (ص ۱۳۶ ج ۲۹) بعض اکابر سے نقل کیا ہے کہ الرُّجْز سے مراد ایسے کام ہیں جن سے بچنا ضروری ہے یہ بات تقویٰ کی ہے مؤمن کی عبادات تو مندروں میں بھی ہوتی ہے اور ان کی عبادات مسجد ہے مساجد تک میں ان کی عبادات ہوتی ہے بعض ایسے ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے ایسے مساجد بنائی جاتی ہیں ایسے قرآن پڑھا جاتا ہے جن سے معلوم تقریر و تحریر یا جاتا ہے جس میں اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوتی اپنی تعریف کروانا حاضرین سے پیسے بٹورنا وغیرہ وغیرہ مقصود ہوتا ہے۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (یعنی کسی پر احسان نہ کیجئے تاکہ اس سے زیادہ بدلہ ملے) یہ بھی مجھے اس کے بدلہ میں زیادہ ملے کا۔ نہ زبان سے جتلائیے نہ دل میں اس کا خیال رکھئے بعض مفسرین نے اس کا یہ معنی بیان فرمایا ہے کہ اللہ کے بندوں پر احسان کرتے ہوئے فرمایا۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا

(اور کھانا کھلاتے ہیں کھانے کی محبت ہوتے ہوئے مسکین اور یتیم اور قیدی کو اور کہتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں تم سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طالب نہیں ہیں۔)

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کو چندہ یہاں خرچ کرنے کو جس پر خرچ کیا ہے اس سے مالی فائدہ کی امید تو کیا شکریہ تک کی آرزو نہ رکھے۔

ولربك فاصبر (اور اپنے رب کے لیے صبر کرو) چونکہ آپ دعوت کا کام کرنے کا حکم دیا گیا اور اس میں مخاطبین سے تکلیف پہنچنا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے حکم کے ساتھ اصبر کا حکم بھی فرما دیا یعنی آپ دعوت و تبلیغ کے کام پر جمے رہیں اور دشمنوں سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر بھی کرتے رہیں اور یہ صبر اللہ کی رضا کے لیے ہو جب اللہ کی رضا مقصود ہوگی تو صبر کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا ثواب کی امید تکلیف و آسان بنا دے گی۔ قال تعالیٰ انما یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ
وَحِيدًا ۝ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ۝ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ
أَزِيدَ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ۝ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ
كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ
إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۝ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۝
لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝

مدثر معظم نے بعض معاندین کی حرکتوں کا تذکرہ اور اس پر عذاب کی وعید عذاب دوزخ کیا ہے؟

موضح القرآن (ص ۵۰۰) میں ہے مدثر یعنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ابن زید نے کہا مسجد حرام میں تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس نے سورہ حم فصلت کی دو آیتیں سنیں اور آیت سن کر متاثر ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ یہ متاثر ہو رہا ہے۔ آپ نے دو سری آیت وہاں پڑھی اس کے بعد یہ وہاں سے چلا گیا اور اپنی قوم بنی مخزوم میں جا کر کہا کہ اللہ کی قسم میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ابھی ابھی ایسا کلام سنا ہے جو نہ وہ انسانوں کا کلام ہے نہ جنات کا اور اس میں بڑی مٹھاس ہے۔

وہ وہ خود بند ہوتا ہے دوسروں کے بند کرنے کی ضرورت نہیں اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے کہ ولید نے تو بے دین قبول کر لیا اب تو سارے قریش اس کے بے دین قبول کریں گے۔ یہ سن کر ابوجہل نے کہا کہ میں تمہاری مشکل اور پریشانی دور کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ ولید کے پاس گیا اور اس کی بغل میں بیٹھ گیا ولید نے کہا کہ میرے بھائی کے بیٹے! کیا بات ہے تم غمگین نظر آرہے ہو؟ ابوجہل نے کہا کہ رنجیدہ ہونے کی بات ہی ہے قریش نے فیصلہ کیا تھا کہ تیرے لئے مال جمع کریں اور تیرے بڑھاپے میں تیری مدد کریں اب وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ تو نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام سنا ہے اور تو ان کے پاس جاتا ہے وہاں سے ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود ہوتا ہے اور تو ان لوگوں کے کھانے میں سے کھاتا ہے یہ بات ولید کو بڑی بری لگی اور کہنے لگا کہ (قریش نے ایسا نہیں کہا یا) کیا قریش کو معلوم نہیں ہے کہ میں ان سے بڑھ کر رہوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا بھی پیٹ بھرا ہی ہے جو کچھ ان کے پاس فضل کھانا ہو (جس میں سے میں کھاؤں)

اس کے بعد ولید ابوجہل کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنی قوم کی مجلس میں پہنچا اور کہنے لگا کہ تم کہتے خیال کرتے ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دیوانہ آدمی ہے تو کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ وہ پاگل معلوم ہوتا ہو۔ سب نے کہا نہیں پھر کہنے لگا کہ تم لوگ خیال کرتے ہو کہ وہ کاہن ہے تو کیا تم نے کبھی انہیں کاہنوں والی بات کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ کہنے لگے نہیں! کہنے لگا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) شاعر ہے کیا تم نے انہیں کبھی کوئی شعر کہتے ہوئے سنا ہے؟ کہنے لگے نہیں! کہنے لگا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ وہ جھوٹا ہے کیا تم نے ان کی زندگی میں کبھی کوئی بات ایسی آزمائی ہے جس میں انہوں نے جھوٹ بولا ہو؟ سب نے کہا نہیں! (ان لوگوں کو یہ مجال تھی کہ کوئی جھوٹ آپ کی طرف منسوب کرتے انہوں نے خود ہی آپ کو بات سے روکنے سے پہلے صادق و امین کا لقب دے رکھا تھا)

قریش نے ولید سے کہا تو کہنے لگا پھر یہ بات ہے اس نے کہا کہ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ وہ جادو کرتے ہیں اور لوگوں کی باتوں میں میاں بیوی کے اور باپ بیٹوں کے درمیان تفریق کر دیتے ہیں۔

روح معانی میں یوں ہے کہ ابوجہل نے ولید سے کہا کہ تیری قوم تجھ سے راضی نہیں ہو سکتی جب تک کہ تو اس کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دے (جس سے معلوم ہو کہ تو ان کی مذہب کا معتقد نہیں ہے) ولید نے کہا کہ مجھے مہلت دی جائے تاکہ میں سوچ لوں پھر اس نے سوچ کر کہا کہ وہ جادوگر ہے۔

ولید بن مغیرہ مالدار بھی تھا کھیتی باڑی دودھ دینے والے جانوروں کا باغ تجارت تلاجر اور باندی کا مالک ہونا ان سب چیزوں کا منکرین نے تذکرہ کیا ہے نیز اس کے لڑکے بھی تھے جو حاضر باش رہتے تھے اس کی تعداد دس تھی اور جب اس کے سامنے جنت کا ذکر کیا جاتا تو کہتا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جنت کی خبر دے رہے ہیں اگر یہ سچی ہے تو سمجھو کہ وہ میرے لئے ہی پیدا کی گئی ہے۔

ان باتوں کو سامنے رکھ کر اور آیات کا ترجمہ اور تفسیر ذہن نشین فرمائیے۔ اول تو قیامت کا تذکرہ فرمایا کہ جس دن صور پھونکا جائے گا وہ دن کافروں پر سخت ہوگا جس میں ان کے لئے ذرا سی آسانی نہ ہوگی اس کے بعد ایک بڑے معاند کا تذکرہ فرمایا یعنی ولید بن مغیرہ کا تذکرہ فرمایا۔

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا (مجھے اور اس شخص کو رہنے دیجئے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے ہم اسے سزا دیں گے) آپ کو اس کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اس کے پیدا کرنے میں میرا کوئی شریک نہیں اور جب اسے میں نے پیدا کیا تو وہ بالکل اکیلا تھا۔ مال اور اولاد اس کے پاس کچھ نہیں تھا (علی ان یکون "وحیدا" حالا من الفاعل او المفعول) اس کافر کے بارے میں دوسری بات یہ بتائی کہ میں نے اسے کثیر مال دیا ہے جو برابر رہتا ہے (قال فی معالم التنزیل ممدودا ای کثیرا قیل هو مایمد بالنماء

کالزرع والصرع والتجارۃ (تفسیر معالم التنزیل میں ہے مدد یعنی شے اس نے کہا اس کا معنی ہے جو چیز بڑھ کر پھیلتی ہے جیسے کھیتی تجارت وغیرہ) اور تیسری بات یہ فرمائی کہ میں نے اس کو پیچھے پیچھے رکھا ہے اور چوتھی بات یہ فرمائی ہے کہ میں نے اسے ہر طرح کا سامان دیدیا (یہ مهدت له تمهيدا کا ترجمہ ہے قال فی معالم التنزیل ای بسطت له فی العیش وطول العمر بسطا وقال الکلبی یعنی المال بعضه علی بعض کما یمهد الفرش) (تفسیر معالم التنزیل میں ہے یعنی میں نے اسے زندگی بڑھانے میں مال دینے اور اس کی عمر لمبی کرنے اور جمی جمائی میں سے اسے مال پر مال دیا جیسا کہ فرش بچھایا جاتا ہے)

پھر فرمایا ثم یطمع ان ازید (پھر وہ آرزو رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ مال اور اولاد دوں) اس سے دنیا میں مزید مال و اولاد دینے کی بھی نفی ہوگئی اور وہ جو اس نے کہا تھا کہ اگر جنت واقعی پیدا ہوئی ہے تو مجھے ہی ملے گی اس کی بھی تردید ہوگئی۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ولید برابر مال اور اولاد کے اعتبار سے نقصان میں جاتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا جب مرا اس کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ بعض اہل سیر کا قول ہے کہ غزوہ بدر میں مارا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے سقط جہنم نے قتل کر دیا تھا بہر صورت وہ غیر طبعی طور پر قتل ہوا۔

اس کے بعد فرمایا سارهقه صعودا (میں اسے صعود پر چڑھاؤں گا) حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صعود آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر دوزخی کو ستر سال تک چڑھایا جائے گا۔ جب ایک بار چڑھایا جائے گا تو اسی طرح ستر سال تک اترتا رہے گا اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا اس سے کبھی فارغ نہ ہوگا (اور یہ اترنا چڑھنا جہنمی ہوگا) (رواہ الترمذی)

آگے اس بات کا ذکر ہے کہ جب وہ سب سے کہا گیا کہ قوم قریش تجھ سے راضی نہیں ہو سکتی جب تک محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہدے جو قریش کے جذبات کے موافق ہو تو اس نے کہا کہ میں سوچ کر بتاؤں گا انه فكر وقدر (بلاشبہ اس نے سوچ کر قرآن کے بارے میں کیا تجویز کروں۔ پھر سوچ کر ایک بات تجویز کی۔

فقتل كيف قدر سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی۔ ثم قتل كيف قدر (پھر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی ثم نظر (پھر اس نے حاضرین کے چہروں کو دیکھا کہ وہ جو بات اپنے نفس میں تجویز کی ہے وہ ان سے کہدوں) ثم عبس وبسر پھر اس نے منہ بنایا اور زیادہ منہ بنایا تاکہ دیکھنے والے یوں سمجھیں کہ اسے قرآن سے واقعی بہت کراہت ہے اور اندر سے انقباض بہت زیادہ ہے۔ ثم ادبر واستكبر (پھر اس نے منہ پھیرا اور تکبر فرمایا) اس میں بھی غفلت کا اظہار تھا۔

فقال ان هذا الا سحر يؤثر ان هذا الا قول البشر۔

(پھر کہنے لگا کہ یہ تو بس جادو ہی ہے جو نقل ہے یعنی دوسروں سے سیکھا ہے اور یہ نہ کلام ہے اور نہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے بلکہ انسانوں کا کلام ہے۔

وحید بن مغیرہ کی یہ بات نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا سأصليه سقر (میں اسے دوزخ میں داخل کروں گا) وما ادراك ما سقر (اور اے مخاطب تجھے کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا چیز ہے۔ لا تبقي ولا تذر (نہ وہ باقی رہنے دے نہ چھوڑے) لواحة للبشر (وہ بدن کی حالت کو بدلا ہوا رکھتی ہے)

عليها تسعة عشر (اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔)

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ

وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ ع

دوزخ کے کارکن صرف فرشتے ہیں ان کی معینہ تعداد کافروں کے لیے فتنہ ہے، رب تعالیٰ شانہٗ کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب آیت بالا نازل ہوئی جس میں انیس فرشتوں کا ذکر ہے تو ابوجہل نے قریش سے کہا تمہارا ناس ہو محمد (رسول اللہ) کا بیان ہے کہ دوزخ پر انیس فرشتے مقرر ہیں تو کیا تم پہلوان ہوتے ہوئے ان سے ہار کھا جاؤ گے تم میں سے ہر دس آدمی ایک فرشتے کے لئے کافی نہ ہوں گے وہیں اسید بن کلدہ بھی (ایک شخص) موجود تھا اس نے کہا تم فرشتوں سے تو میں نمٹ لوں گا دس میری پیٹھ پر سات میرے پیٹ پر ہوں تو میں نمٹا دوں گا۔ اور باقی دو سے تم نمٹ لینا، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس نے کہا میں پل صراط پر تمہارے آگے آگے چلوں گا دس فرشتوں کو داہنے مونڈھے سے، اور نو فرشتوں کو بائیں مونڈھے سے دھکیل دوں گا، ہم پل صراط سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ وما جعلنا اصحاب النار الا ملئکۃ نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ دوزخ کے کارکن فرشتے ہیں انسان نہیں ہیں تاکہ انسانوں پر قیاس کر کے کوئی شخص یوں کہنے لگے کہ میں تنے عدد سے نمٹ لوں گا۔ ہر فرشتے کی بہت بہت زیادہ قوت ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک فرشتے کی قوت تمام جنات اور انسانوں سے بڑھ کر ہے۔ (ابن ابی حاتم، صفحہ ۲۹ ج ۲)

وما جعلنا عدتھم الا فتنۃ للذین کفروا

(ہم نے کارکنان دوزخ کی جو مقدار رکھی ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ کافرین کی جانچ اور امتحان ہو وہ اس کی تکذیب کریں اور گمراہی میں پڑیں لیستیقن الذین اوتوا الکتب (تاکہ وہ لوگ یقین کریں جنہیں کتاب دی گئی ہے) یعنی یہود و نصاریٰ کے پاس جو کتابیں ہیں ان میں بھی تذکرہ تھا کہ کارکنان دوزخ کی تعداد انیس ہے۔ اب جب انہوں نے اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید کا یہ اعلان سنا کہ اس میں فرشتوں کی یہی تعداد بتائی ہے تو انہیں یقین آ جائے گا کہ واقعی قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اور اس طرح سے ایمان قبول کرنے کی رغبت ہو۔ ویزداد الذین اٰمنوا ایمانا (اور ان میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کا ایمان اور بڑھ جائے گا۔)

ولا يرتاب الذين اوتوا الكتاب والمؤمنون

(اور اہل کتاب اور مومنین شک نہ کریں) کہ یہ فرشتوں کی تعداد انیس ہے۔

وليقول الذين في قلوبهم مرض والكفرون ماذا اراد الله بهذا مثلا

(اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور کافر کہیں کہ اللہ نے اس عجیب مضمون سے کیا ارادہ کیا ہے) جن کے دلوں میں ایمان مستحکم نہیں کرتے اللہ ان کے سامنے جس بات کو چاہتا ہے فرما دیتا ہے۔

كذلك يضل الله من يشآء ويهدي من يشآء

(اللہ اسی طرح گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے) اللہ کی قدرت پر کوئی حد نہیں لگا سکتا

وما يعلم جنود ربك الا هو

(اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا)

19 بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ مشرکین کی اس بات کا جواب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار بس انیس ہی افراد ہیں ارشاد فرمایا کہ آپ کے رب کے لشکروں کو بہت زیادہ ہیں جنہیں صرف وہی جانتا ہے۔

(یہ انیس مددگار اصل مقدار ہیں اس سے خازن ہیں یعنی جہنم کے مددگار ہیں اور ان کے اعوان و انصار بہت زیادہ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن دوزخ کو لایا جائے گا اس وقت اس کی ستر ہزار (۷۰۰۰۰) باگیں ہوں گی ہر باگ کے ساتھ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔

وما هي الا ذكرى للبشر

(یعنی دوزخ کا ذکر اور اس کے احوال کا بیان صرف اس لئے ہے کہ انسان نصیحت حاصل کریں) اور وہاں کے عذاب سے ڈر کر ایمان لائیں لوگ ایمان قبول کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مزید کفر میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ یہ کفر ان کی بدبختی ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۝ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَن

(حقیقت یہ ہے کہ چاند کی قسم اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب وہ روشن ہو کر آئے یہ دوزخ بڑی چیزوں میں سے ہے ڈرانے والی ہے تم میں

شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ ۖ

(جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں میں گرفتار ہے مگر داہنے ہاتھ والے جو جنتوں میں ہوں گے۔

يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ

(مجرموں سے پوچھ رہے ہوں گے کہ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں ڈالا وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے

نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا

(نہیں تھے اور نہ ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بیہودہ باتیں بنانے والوں کے ساتھ بیہودہ باتیں بناتے تھے اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمارے

الْيَقِيْنُ ۝ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝ كَاَنَّهُمْ

حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝

كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهُ ۝ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ

اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝

دوزخیوں سے سوال کہ تمہیں دوزخ میں کس نے پہنچایا پھر ان کا جواب ان کو کسی کی شفاعت کام نہ دے گی یہ لوگ نصیحت سے ایسے اعراض کرتے ہیں جیسے گدھے شیروں سے بھاگتے ہیں

ان آیت میں اول تو فرمایا ہے کہ چاندی اور رات کی اور صبح کی قسم یہ دوزخ (جس کا اوپر سے ذکر چلا آرہا ہے) بڑی بھاری چیزوں میں سے ایک چیز ہے اس کے عذاب کو معمولی نہ سمجھا جائے اسی دنیا میں رہتے ہوئے جو اس کی خبر اللہ کی کتاب نے دی ہے یہ خبر سچی ہے اور ان کا بیان کرنا اس نے کہ انسان اس کے اخبار اور احوال سن کر خوف کھائے۔ قال القرطبی (ص ۹۵ ج ۱۹)

وذكر لان معناه معنى العدات أو ارادات الدار على معنى السبب كقولهم امراة طالق وطاهر وقال الحليل الدير مصدر كالكبير ولذلك يوصف به المؤنث

لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ (یعنی قیامت کا تذکرہ ڈرانے والا ہے اس شخص کے لئے جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے)

ہر شخص اپنے اپنے عمل کو دیکھ لے کہ ایمان اور اعمال صالحہ میں آگے بڑھ رہا ہے یا تکذیب و انکار کی وجہ سے جنت سے پیچھے ہٹ رہا ہے)

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (ہر جان اپنے عمل کی وجہ سے مرہون ہے) جیسے کوئی شخص کسی کے پاس اپنی کوئی چیز رہن رکھا دیتا ہے پھر اسے چھڑا نہیں سکتا۔ جب تک وہ مال ادا نہ کرے جس کے عوض چیز رہن رکھی ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن ہر شخص کا عمل رہن رکھے گا یعنی حساب کتاب ہوگا اہل کفر اور اہل شرک کا جرم چونکہ سب سے بڑا ہے اس لئے اہل کفر اور اہل شرک اپنے اس جرم کی وجہ سے ہمیشہ ہی محبوس رہیں گے انہیں کوئی عمل کوئی سفارش دوزخ سے نہ چھڑا سکے گی اب رہے وہ لوگ جو مؤمن و متقی لیکن انہوں نے عمل صالحہ بھی کئے اور برے اعمال کا ارتکاب بھی کیا تو یہ لوگ نیکیوں کی زیادہ ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائیں گے اور بہت سے لوگ شفاعتوں سے اور بہت سے لوگ حقوق العباد ادا کرنے کی وجہ سے لوگ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و مغفرت کی وجہ سے چھوٹ جائیں گے ان کی نیتوں

[illegible] کے حقوق تھے وہ حقوق کی وجہ سے ماخوذ ہوں [illegible] اصحاب حقوق [illegible] حقوق [illegible] اصحاب حقوق کے [illegible] دوزخ میں [illegible] (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۵)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ اپنے بندوں [illegible] ننگے بے ختنہ اور بالکل خالی ہاتھ ہوں گے پھر ایسی آواز سے ندا دیں گے [illegible] جیسے قریب [illegible] اس وقت یہ فرمائیں گے کہ میں بدلہ دینے والا ہوں میں بادشاہ ہوں (آج) کسی دوزخی کے حق میں یہ نہ ہوگا کہ دوزخ [illegible] جنتی [illegible] جنت میں چلا جائے [illegible] دوزخی کا اس پر کوئی حق ہو جب تک [illegible] حق کا بدلہ [illegible] ایک چپت بھی [illegible]

[illegible] یا رسول اللہ بدلہ کیسے دیا جائے گا [illegible] ننگے بے ختنہ اور بالکل خالی ہاتھ ہوں گے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیکیوں اور برائیوں سے [illegible] (الترغیب والترہیب [illegible])

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے [illegible] نے اپنے زرخرید غلام کو ایک کوڑا بھی مارا تھا قیامت کے روز اس کو بدلہ دیا جائے گا (الترغیب والترہیب [illegible])

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (اگر) [illegible] کا اپنی [illegible] قرض ہو تو جب قیامت کا دن ہوگا وہ اپنی اولاد سے الجھ جائیں گے (کہ ہمارا قرض ادا کرو) وہ جواب دے گا کہ میں [illegible] ہوں (وہ اس کا کچھ اثر نہ لیں گے اور مطالبہ پورا کرنے پر اصرار کرتے رہیں گے بلکہ تمنا کریں گے کہ کاش اس پر ہمارا اور قرض ہوتا (الترغیب والترہیب [illegible])

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ. (یعنی داہنی طرف والے مرہون نہ ہوں گے یعنی ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ان حضرات کی نجات ہو جائے گی اور اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس نہ ہوں گے جنت میں داخل ہونے کے لئے ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی یہ وہی اصحاب یمین ہیں جن کا سورۂ واقعہ میں ذکر ہے وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ. فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ. (الآیات)

فِیْ جَنّٰتٍ (یہ حضرات اصحاب یمین بہشتوں میں ہوں گے)

یَتَسَآءَلُوْنَ. عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ. یعنی کافروں کے بارے میں سوال کرتے ہوں گے اور یہ سوال خود مجرمین سے ہوگا۔

مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ. (تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا)

وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ. (اور مشغلہ رکھنے والوں کے ساتھ مشغلہ رکھتے تھے)

نخوض کا معنی ہے کسی چیز میں گھسے چلے جانا مطلب یہ ہے کہ اہل باطل کافر اور معاندین اسلام کی برائیاں کرنے بیٹھتے اور اسلام کی مخالفت میں [illegible] باتیں سوچتے تو ہم بھی ان کے ساتھ لگ جاتے تھے اور ان کی باتوں میں شریک ہو جاتے تھے ہمارا صرف احکام پر عمل نہ کرنا ہی نہ تھا بلکہ ہم کافر تھے اور کافروں کے ساتھ اسلام کی مخالفت کرنے میں مشغول رہتے تھے۔

وَکُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ. حَتّٰٓی اَتٰنَا الْیَقِیْنُ.

(اور ہم بدلہ کے دن یعنی یوم آخرت کی تکذیب کرتے تھے اور یہ تکذیب اور انکار اخیر وقت تک رہا یہاں تک ہمیں موت آ گئی)

فما تنفعهم شفاعة الشافعين ۔

(سو ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی) کافروں کے لئے کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا جو انہیں دوزخ سے نکالنے کی سفارش کرے۔ مومن میں فرمایا

ما للظلمين من حميم ولا شفيع يطاع

(ظالموں کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا جس کی بات مانی جائے) آخرت میں ان کی یہ بدحالی ہوگی اور دنیا میں ان کا یہ حال ہے کہ نصیحت سے منہ موڑتے ہیں اعراض کرکے چلے جاتے ہیں اور اعراض بھی معمولی نہیں سخت اعراض کرتے ہیں ان فرمایا کأنهم حمر مستنفرة ۔ فرت من قسورة ۔

(گویا وہ گدھے ہیں جو شیر سے گھبرا کر بھاگ رہے ہیں) قسورہ کا ترجمہ شیر یا شکاری کیا گیا ہے حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے۔ كما ذكر في معالم التنزيل وفيه اقوال اخر وهذه الكلمة لا واحد لها من لفظها (کتاب معالم التنزیل میں ہے کہ اس میں دیگر اقوال بھی ہیں اور اس کلمہ کا مادہ سے کوئی واحد نہیں آتا)

بل يريد كل امرئ منهم ان يؤتى صحفا منشرة ۔

(بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلی ہوئی کتابیں دی جائیں) یہ لوگ ایمان نہیں لاتے کفر پر تنے رہنے کے لئے ایسے مطالبات کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس لئے نہیں کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم میں سے ہر شخص کے پاس صبح کو سو رسالے ایک ایک پر چھ چھ ورق ہونے چاہئیں جن میں اللہ کی طرف سے یہ لکھا ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ بھی لکھا ہو کہ ان کا اتباع کرو (الدر المنثور ص ۲۹۶ ج ۶) ایمان کی جاہلانہ باتیں ہیں واضح ہونے کے بعد حق کو نہ ماننا اور حیلے بہانے تلاش کرنا مزید کفر ہے۔

كلا بل لا يخافون الاخرة ۔

(حقیقت میں بات یہ ہے کہ آخرت سے نہیں ڈرتے نہ انہیں آخرت کا یقین ہے اور نہ وہاں کے عذاب کا خوف ہے اس لئے ایسی باتیں کرتے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا)

كلا انه تذكرة ۔ فمن شاء ذكره ۔

(خبردار یہ نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے نصیحت حاصل کرے)

وما يذكرون الا ان يشاء الله ۔

(اور نہیں نصیحت حاصل کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے)

هو اهل التقوى واهل المغفرة ۔

(وہی ہے جس سے ڈرنا چاہئے اور وہی معاف کرنے والا ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت کریمہ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں اس کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے لہٰذا کوئی میرے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرائے سو جو شخص مجھ سے ڈرا اور میرے ساتھ کوئی معبود نہ ٹھہرایا میں اس کا اہل ہوں کہ اسے بخش دوں (روح المعانی ص ۱۵۴ ج ۲۹ و احمد والترمذی و ابن ماجہ)

حمانا الله تعالى على توحيده واماتنا عليه وهذا اخر تفسير سورة المدثر والحمد لله على التمام
وحسن الختام والصلوة والسلام على نبيه خير الانام وعلى آله وصحبه الغر الكرام

۴۰ آیتیں ۲ رکوع	سورۃ القیامہ	مکی

آیاتہا ۴۰ (۷۵) سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) رکوعاتہا ۲

سورۃ القیامہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی [illegible]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

[illegible]

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝

[illegible]

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝

ہم ضرور جمع کریں گے۔ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک کو درست کر دیں۔ بلکہ آدمی یوں چاہتا ہے [illegible]

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝

[illegible]

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝ بَلِ

[illegible]

الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝

[illegible]

انسان قیامت کا انکار کرتا ہے تاکہ فسق و فجور میں لگا رہے، اسے اپنے اعمال کی خبر ہے

اگرچہ بہانہ بازی کرے، قیامت کے دن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی

یہاں سے سورۃ القیامہ شروع ہو رہی ہے اس میں قیامت کے احوال اور اہوال بیان فرمائے ہیں اور انسان کی موت کے وقت کی حالت بتائی ہے اور انسانوں کو آخرت کے لئے فکرمند ہونے کی تنبیہ فرمائی ہے۔

مشرکین وقوع قیامت کا انکار کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ مرد و ہڈیوں میں جان کیسے پڑے گی؟ اور ہڈیاں کیسے جمع کی جائیں گی اس

طرح کا ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ عدی بن ربیعہ ایک آدمی تھا وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا اے محمد (ﷺ) مجھے بتا دیجئے کہ قیامت کب ہوگی کیسے ہوگی کیا احوال گزریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے قیامت کا حال بتا دیا وہ سن کر کہنے لگا کہ اگر میں اس دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں تو تب بھی تمہاری تصدیق نہ کروں گا اور تم پر ایمان نہ لاؤں گا مگر اس صورت میں کہ اللہ ہڈیوں کو جمع فرما دے اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ابوجہل نے انکار کے طور پر یوں کہا تھا کہ یہ محمد یہ نہیں کرتے ہیں کہ یہ ہڈیاں جب گل جائیں گی تو اللہ تعالیٰ ان کو جمع فرما دے گا؟ اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کی تردید فرمائی اور قیامت کے دن کی اور ایسے نفس کی قسم کھائی جو اپنے اوپر ندامت کرے یعنی گناہ ہو جانے پر نادم ہو اور نیکی کرے بھی اپنے نفس پر ملامت کرے کہ اس میں اخلاص کی یا فلاں فلاں آداب کی کمی رہ گئی۔ جواب قسم لتبعثن محذوف ہے یعنی میں قیامت کے دن کی اور نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہوں کہ قیامت کے دن ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے۔

ایحسب الانسان الن نجمع عظامه

(کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہرگز ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کریں گے)

بلی قادرین علیٰ ان نسوی بنانه.

(ہاں ہم اس پر ضرور قادر ہیں کہ ہم انسان کے پوروں تک کو درست کر دیں) یعنی نہ صرف یہ کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع کر سکتے ہیں بلکہ اس کی جسمانی ساخت کو دوبارہ پاؤں سے لے کر سر تک اسی طرح بنا سکتے ہیں جیسا کہ موت سے پہلے تھا انگلیوں کے پورے جسم میں چھوٹی چیزیں ہیں ان کو بھی حسب سابق ان کی جگہ لگا سکتے ہیں۔

قال البغوی فی معالم التنزیل (ص ۴۲۱ ج ۴) وقال الزجاج وابن قتیبة معناه ظن الکفار الا نقدر علی جمع عظامه بلی نقدر علی ان نغیر اسلامیات علی صغرها فنؤلف بینها حتی نسوی البنان فمن قدر علی جمع صغار العظام فهو علی جمع کبارها اقدر.

(علامہ بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں زجاج اور ابن قتیبہ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر نے گمان کیا کہ ہم اس کی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قدرت نہیں ہیں بلکہ یوں نہیں ہم تو اس کے اجزاء کے چھوٹا ہونے کے باوجود ان کے جمع کرنے ملانے پر قادر ہیں حتی کہ ہم اس کے پوروں کو برابر کر سکتے ہیں پس جو چھوٹی ہڈیوں کو جمع کرنے پر قادر ہے تو وہ بڑی کو جمع کرنے پر زیادہ قادر ہے)

بل یرید الانسان لیفجر امامه یسئل ایان یوم القیامة.

(بلکہ انسان یوں چاہتا ہے کہ قیامت کی بات سن کر تسلیم نہ کرے اور آئندہ آنے والی زندگی میں فسق و فجور کرتا رہے) وہ قیامت کا ان واقع ہونے کا مذاق اڑاتے ہوئے پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا (یہ انسان کی بیوقوفی ہے کہ فسق و فجور میں جو زہر سا مزا ہے اس کی وجہ سے قیامت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے قیامت کو مان لیا تو میری زندگی ہی پھیکی ہو جائے گی۔ مزوں کو چھوڑنا ہوگا لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا کہ خالق اور مالک نے جو چیز متعدد اور مقرر فرما دی ہے اور فیصلہ فرما دیا ہے اس کا واقع ہونا ضروری ہے نہ ماننے سے اور انکار کرنے سے فیصلہ شدہ واقع ہونے والی چیز ٹل نہ جائے گی آنے والی آ رہے گی)

فاذا برق البصر. وخسف القمر وجمع الشمس والقمر.

(سو جس وقت آنکھیں حیران رہ جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند ایک حالت کے ہو جائیں گے)

یقول الانسان یومئذ این المفر.

([illegible])

[illegible]

[illegible] الْمُسْتَقَرُّ [illegible]

[illegible]

قوله تعالى وجمع الشمس والقمر اى جمع بينهما في ذهاب ضوءهما فلا ضوء للشمس كما لا ضوء للقمر بعد خسوفه قاله الفراء والزجاج وقال ابو عبيدة هو على تغليب المذكر وقال المبرد [illegible]

(وجمع الشمس والقمر) [illegible]

[illegible]

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ [illegible]

[illegible]

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ

[illegible]

فقالوا في معنى بصيرة حجة بينة واضحة على نفسه شاهدة بما صدر عنه من الاعمال السيئة ذكره صاحب الروح وفي احكام القرآن للقرطبي قال ابن عباس بصيرة اى شاهد وهو شهود جوارحه عليه [illegible] يقولون هذه الهاء في قوله بصيرة هي التي يسميها اهل الاعراب هاء المبالغة كالهاء في قولهم داهية وعلامة وراوية

[illegible]

وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ([illegible])

[illegible] يوم لا ينفع الظالمين معذرتهم [illegible]

[illegible]

قال صاحب الروح قال السدي والضحاك المعاذير الستور بلغة اليمن واحدها معذار وحكى ذلك عن الزجاج اي ولو ارخى ستوره والمعنى ان احتجابه في الدنيا والاستتار لا يغني عنه شيئا لان عليه من نفسه بصيرة وفيه تلويح الى معنى قوله تعالى وما كنتم تستترون ان يشهد عليكم الآية (انتهى)

وقال السعوی واهل اليمن يسمون الستر معذارا وجمعه معاذير ومعاد على هذا القول وان اسبل الستر ليخفى ما كان يعمل فى نفسه شاهدة عليه ومعاذيره ان كان جمع معذار بمعنى الستر فلا اشكال فى الجمع لان المفعال يجمع على مفاعل كالمصباح والمصابيح وان كان جمع معذرة بمعنى العذر فهو جمع على خلاف القياس والقياس معاذر معذرة وقال صاحب الفرائد يمكن ان يقال الاصل فيه معذار فحصلت الياء من اشباع الكسرة ذكره صاحب الروح ولم يرض بقول صاحب الروح

(صاحب روح معانی فرماتے ہیں سعدی اور شحر کے نے کہا معاذیر کا معنی یمن کی لغت میں پردے ہے اور اس کی واحد معذار ہے اور یہ معنی جان لے قول کے مطابق ہے اگر چہ وہ پردہ لٹکا دے۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اس کا چھپانا اور پردہ پوشی میں ہونا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا یہ کہ اس کے نفس کی طرف سے اس پر گواہی ہے اور اس میں وما کنتم تستترون ان یشهد علیکم سے معنی کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ بغوی فرماتے ہیں یمن والے پردے کو معذار کہتے ہیں جس کی جمع معاذیر ہے۔ اس قول کی بنا پر اس کا معنی یہ ہے اگر چہ وہ اپنے عمل کو چھپانے کے لئے پردے لٹکا لے مگر پھر بھی اس کا نفس اس کو دیکھنے والا ہے اور معاذیر اگر معذار بمعنی پردہ کی جمع ہے تو کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ مفاعیل کی جمع مفاعل کے وزن پر آتی ہے جیسے مصباح کی جمع مصابیح آتی ہے اور اگر معاذیر معذرۃ بمعنی عذر کی جمع ہے تو پھر خلاف قیاس ہے۔ قیاس کے مطابق تب اس کی جمع معاذر اور معذر آنی چاہئے اور صاحب الفرائد نے کہا ہے ہو سکتا ہے معاذیر اصل میں معاذری ہو اور یاء میں اشباع کرنے سے پیدا ہوئی ہو اسے صاحب معانی نے ذکر کیا ہے لیکن اسے پسند نہیں کیا)

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشفقانہ خطاب آپ فرشتہ سے قرآن کو خوب اچھی طرح سن لیں پھر دہرائیں ہم آپ سے قرآن پڑھوائیں گے اور بیان کروائیں گے

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مشفقانہ خطاب فرمایا ہے جیسا کہ دوسرے خطابات بھی اسی طرح کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا شان نزول یوں بیان فرمایا ہے کہ جب وحی نازل ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشقت برداشت کرتے تھے اور اپنے دونوں ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے (تاکہ جو کچھ نازل ہو رہا ہے وہ فوراً یاد ہو جائے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ جلدی نہ کریں ہم اسے آپ کے سینہ میں جمع کر دیں گے اور آپ سے پڑھوا دیں گے۔

فاذا قرانه فاتبع قرانه (پھر جب ہم قرآن کو پڑھیں یعنی ہمارا فرشتہ وحی لے کر آئے اور آپ کو سنائے تو آپ سنتے رہیں اور اس کے بعد آپ پڑھیں)۔

ثم ان علينا بيانه۔ (پھر بیشک ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا ہے)

[illegible] آپ سے قرآن یاد کرتے تھے آپ کی زبان پر جبریل کے ساتھ ہونٹ ہلتے تھے آپ کی زبان سے ادا کرتے تھے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے پہلے یہ حال تھا کہ جب جبریل علیہ السلام تشریف لاتے تھے تو آپ متوجہ ہو رہتے تھے پھر جب حضرت جبریل علیہ السلام چلے جاتے تھے تو آپ اسی طرح پڑھا کرتے تھے جیسے جبریل نے پڑھا تھا۔
(صحیح بخاری ص ۴۳ ج ۲ ص ۷۳۳ ج ۲)

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝
[illegible]
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝
[illegible]
ع وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمَسَاقُ ۝
[illegible]

قیامت کے دن کچھ چہرے تروتازہ اور کچھ بدرونق ہوں گے موت کے وقت انسان کی پریشانی

نزول قرآن کے وقت جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرنے میں تکلیف ہوتی تھی اس کے بارے میں آپ کو تسلی دی کہ آپ مشقت میں نہ پڑیں آپ جن میں کچھ یاد کریں ہم آپ کو یاد کرا دیں گے اور اس کے احکام بھی آپ سے بیان کروا دیں گے یہ مضمون بیان فرمانے کے بعد قیامت کے متعلق مضمون شروع فرمایا وہ کلا یعنی بات یہ ہے کہ منکرین و معاندین قرآن یہ بیان نہیں کرتے یہاں ان کی مراد ان سے ہے جو نہ ماننے سے قیامت کے منکر ہیں جیسے معاند نہیں کرتے ہیں ایسا کرنا ان کی عادت ہے۔

بل تحبون العاجلة (اے منکرو! تم ایمان نہیں لاتے جو آخرت کا فکر نہ کرنا تمہارے ایمان نہ لانے کا سبب ہے تم نے بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت و اچھے کاموں سے جو دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت تمہیں ایمان نہیں لانے دیتی۔

اس کے بعد اہل ایمان کی خوشی اور اس خوشی کی وجہ بیان فرمائی ارشاد فرمایا

وجوہ یومئذ ناضرۃ (اس دن بہت سے چہرے تازگی سے یعنی خوشی و فرحت سے ان سے چہروں کی خوشی و بشاشت اور اطمینان و شادمانی معلوم ہو رہی ہوگی۔ ان کی خوشی میں ان کو کوئی چیز کمی نہیں ڈالے گی پوری طرح خوش اور شاداں ہوں گے۔ (کما قال تعالیٰ تعرف فی وجوھھم نضرۃ النعیم ان میں سے بہت سے چہرے وہ ہیں جن پر نعمت کی تازگی دیکھے گا۔ ان کی خوشی کی وجہ یہ ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں اللہ کی رضا کے لئے کام کئے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو آخرت میں نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ امرا سمع منا شیئا فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی من سامع (مشکوٰۃ ص ۳۵)

(اللہ تعالیٰ اس شخص کو تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر اس نے اس طرح دوسروں تک پہنچا دی جیسے اس نے سنی تھی بہت سے وہ لوگ جن تک بات پہنچائی گئی اس نے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں جس نے خود سنی تھی)

الی ربھا ناظرۃ ۔ (یہ چہرے جو تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے)

دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے جنت میں اللہ تعالیٰ شانہ کا دیدار ہوگا جیسا کہ آیت شریفہ سے ظاہر ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ادنیٰ درجہ والا جنتی وہ ہوگا جو اپنے باغوں اور بیویوں اور نعمتوں اور خادموں اور تختوں و جواہرات کی مسافت کے اندر دیکھے گا (یعنی اس کی نعمتیں اتنی دور تک پھیلی ہوئی ہوں گی کہ وہ شخص اول سے آخر تک ان کے پاس سے گزرنا چاہے تو ہزار سال میں پہنچ سکے) اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہوگا جو صبح شام اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا آیتوں) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کی تلاوت فرمائی۔ (رواہ الترمذی واحمد کما فی المشکوٰۃ ص ۵۰۱)

پھر فرمایا وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۔

(اور کچھ چہرے اس دن بدرونق ہونگے اور وہ خیال کر رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا) یعنی یہ سمجھ لیں گے کہ دنیا میں جو فرمانی کی زندگی گزاری ہے اس کی سزا ملنے والی ہے اس سزا کو فاقرہ سے تعبیر فرمایا ریڑھ کی ہڈی کو فقار کہا جاتا ہے یہ لفظ اسی سے ماخوذ ہے۔ قال صاحب الروح ای داھیۃ عظیمۃ تفصم فقار الظھر من فقرہ اصاب فقارہ۔

کلا یہ بات ہرگز ٹھیک نہیں ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے رہو بلکہ موت کے وقت کے لئے اور موت کے بعد کے حالات کے لئے فکر مند رہنا ضروری ہے۔ یہ دنیا بہرحال چھوٹ جانے والی ہے اذا بلغت التراقی ۔ جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے (یعنی روح نکلنے لگے) وقیل من ۚ راق ۔ (اور یوں کہا جائے کہ جھاڑ پھونک کرنے والے کون ہے؟ یعنی پاس کے بیٹھنے والے تیمار دار عزیز قریب کے سوچنے لگیں گے کہ کوئی مدد کرنے والا ہے)

وظن انہ الفراق ۔ (اور یہ یقین کر لے گا کہ اب جدائی ہے) یعنی جس کی روح ہنسلیوں تک پہنچی ہے اس کے تیمار دار و معالج کی نظریں اس پر جمی ہوئی ہیں وہ سمجھ لیتا ہے کہ اب یہ اچھل چلا ہے روح جسم سے جدا ہونے لگی۔

والتفت الساق بالساق ۔ (اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے)

جیسا کہ بعض مرنے والوں کا مشاہدہ موت کے وقت ایسا حال بن جاتا ہے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے پنڈلی کا لپٹنا ہی مراد نہیں بلکہ نزع کے احوال اور سکرات مراد ہیں چونکہ سب سے پہلے پنڈلیوں سے روح نکلتی ہے اور یہ دونوں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں اور خشک ہو جاتی ہیں اس لئے ان کا تذکرہ فرمایا۔

الی ربک یومئذ المساق ۔ (اس دن تیرے رب کی طرف چلا جانا ہے)

یعنی جس وقت مذکورہ بالا حالات انسان پر گزرتے ہیں اس وقت دنیا اور اہل دنیا سے کٹ کر انسان اپنے رب کی طرف چل دیتا ہے یعنی وہی معبود برحق رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے فیصلے نافذ ہوتے ہیں۔ جنت ملتی ہے یا دوزخ میں جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کا فیصلہ فرمائے گا۔

قال صاحب الروح وتقدیم الجر للحصر والکلام علی تقدیر مضاف ھو حکمہ وقیل ھو موعدہ والمراد بہ الجنۃ والنار والمساق مصدر میمی کالمقال قولہ تعالی التراقی أی اعالی الصدر وھی العظام المکتنفۃ صعرۃ النحر عن یمین وشمال جمع ترقوۃ (من روح المعانی)

[illegible]

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۙ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۭ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۙ ثُمَّ

[illegible]

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۭ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۭ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۙ ثُمَّ كَانَ

[illegible]

ع عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۙ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۭ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۧ

[illegible]

انسان کی تکذیب کا حال اور ارشاد فرمایا کیا اسے پتہ نہیں کہ نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے، جس نے یہ تخلیق کی ہے کیا اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ فرما دے

[illegible]

فلا صدق ولا صلی [illegible]

ولکن کذب وتولی [illegible]

ثم ذهب الی اهله یتمطی [illegible]

[illegible]

اولی لک فاولی ثم اولی لک فاولی

[illegible]

[illegible] اولی لک فاولی ثم اولی لک فاولی [illegible]

نہ سمجھے اکھیں دیتے ہوئے تھا اور ان سے یہ پوچھتی نہیں رکتے تھے کہ کے پہاڑوں نے زمین کو کیسے پیچھے پھیر دیا ہے ان میں سب سے زیادہ معزز یوں پھر خود ہمدرد کے موقع پر وہ بری طرح مشغول ہوا۔

قال صاحب الروح اولی لک فاولی من الولی بمعنی القرب فیہ للتفصیل فی الاصل وعلت فی قرب الہلاک ودعاء السوء کانہ قیل ھلاکا اولی لک بمعنی اھلک اللہ تعالی ھلاکا اقرب لک من کل سر وھلاک وعن ابی علی ان اولی لک علم للویل مبنی علی زنۃ افعل من لفظ الویل علی القلب واصلہ اوئل الی اخر ماقال صاحب الروح (ص ۱۷۰ ج ۲۹)

(صاحب روح معانی فرماتے ہیں اولی لک فاولی یہ الولی سے قرب سے لیا گیا ہے جس میں تفضیل سے لئے کچھ بہت اور بری دعا کے معنی میں غالب استعمال ہونے لگا کہا گیا ہلاکا اولی لک یعنی اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے جو تیرے لئے ہر شر سے زیادہ قریب ہو اور ابو علی سے مروی ہے کہ اولی لک بہت سے علم سے ماخوذ ہے جو افعل سے وزن پر ہے قلب کی وجہ سے ویل سے بنا ہے اور اس کی اصل اوئل ہے)

ایحسب الانسان ان یترک سدی (کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا) قرآن مجید نے متعدد مقامات میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو قیامت اور اس کے حساب کتاب اور جزا اور سزا کے قائل نہیں ہیں اور ان کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے اور وہ یوں سمجھتے تھے کہ دنیا میں ہمیں جو راستہ ملا ہے ہم اسی پر چلتے رہیں گے۔

دنیا میں کسی وقت پر دنیا سے موت کے بعد پھر پیدا کیا جانا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ان کے تصور میں نہیں آتا تھا اس لئے وہ یوں سمجھتے تھے کہ انسان کو یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا کیا انسان کا یہ خیال صحیح ہے کہ اس کا رب اس سے اپنے بارے میں کوئی باز پرس نہیں کرے گا اور اس کا حساب کتاب نہیں ہوگا؟

الم یک نطفۃ من منی یمنی۔

(کیا وہ منی کا نطفہ نہیں تھا جو ٹپکایا گیا)

ثم کان علقۃ فخلق فسوی۔

(پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا اور درست کیا)

فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی۔

(پھر اس سے مرد اور عورت بنائے)

الیس ذلک بقدر علی ان یحیی الموتی

(کیا اس قدرت والے کو یہ قدرت نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے)

انسان جو قیامت کا منکر ہے اس کا کہنا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے پھر زندہ ہونے کا سوال کیسے پیدا ہوگا اس کے جواب میں فرمایا کہ کیا وہ منی کا ایک قطرہ تھا وہ تیری ماں کے رحم میں پہنچا اور جمع ہوا پھر اللہ نے اس کو علقہ بنایا پھر اس کو بخشی میں اعضاء پیدا فرمائے پھر اس کی دو قسمیں مرد اور عورت بنائیں کیا ایسا کرنے والا یہ بات نہیں جانتا ہے اور مانتا ہے جس ذات پاک نے اتنے تصرفات فرمائے اور قدرت کاملہ سے بہت سے مراحل طے کرائے کیا یہ اس پر قادر نہیں ہے کہ اس کے بعد پیدا فرما دے

دوبارہ پیدا فرمانا دونوں برابر ہیں انسان کی عقل و رقیاس میں ہدایت کے ساتھ یہ بات آجاتی ہے کہ دوبارہ پیدا کرنا نسبت پہلی بار پیدا کرنے کے آسان ہونا چاہئے یعنی انسان جب کبھی معاد یعنی دوبارہ پیدا ہونے کا منکر ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص والتین والزیتون پڑھے اور الیس اللہ بحکم الحکمین پر پہنچے تو اس کے جواب میں کہے۔

بلی وانا علی ذلک من الشاھدین

(ہاں ہاں اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں) اور جو شخص سورہ لا اقسم بیوم القیمۃ پڑھے اور الیس ذلک بقدر علی ان یحی الموتی پر پہنچے تو کہے (یعنی ہاں ہاں میں یہ یقین کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے) اور جو شخص سورہ والمرسلت پڑھے اور فبای حدیث بعدہ یومنون پر پہنچے تو کہے (باقی ص ۸۱)

وھذا اخر تفسیر سورۃ القیامۃ والحمد للہ اولاً واخراً وباطناً وظاھراً

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ الدھر	۳۱ آیتیں ۲ رکوع

پارہ ۲۹ | ۷۶ سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ ۹۸ | رکوع ۲

سورۃ الدھر مدنی ہے اس میں دو رکوع اکتیس آیات ۱۷۱ کلمات اور ۷۱۰ حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ○ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

بے شک انسان پر ایک لمبا وقت آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا۔ ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے

مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا

پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں سو ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔ ہم نے اس کو راستہ دکھایا تو وہ شکر گزار

وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○

ہو گیا یا ناشکرا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا اور اسے دیکھنے والا بنایا اسے صحیح راستہ بتایا، انسانوں میں شاکر بھی ہیں کافر بھی ہیں

یہاں سے سورۃ الدھر شروع ہو رہی ہے جس کا دوسرا نام سورۃ الانسان بھی ہے اس کے بعد پہلے رکوع میں انسان کی ابتدائی آفرینش بتائی ہے اس کے بعد انسان کی دو قسمیں بتائی ایک شکر گزار اور ایک ناشکرا اس کے بعد ناشکروں کا عذاب اور شکر گزاروں کے انعامات بیان فرمائے ہیں دوسرے رکوع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صبر کرنے اور ذکر کرنے اور راتوں کو نماز میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اور دنیا داروں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑا دن چھوڑ رکھا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ بالکل ہی قابل ذکر کوئی چیز نہ تھا اس کا کوئی تذکرہ کرتا تھا نہ اس کا کچھ نام تھا نہ اس کی کچھ حیثیت تھی مطلب یہ ہے کہ یہ انسان جو دنیا میں نظر آ رہے ہیں ان میں بڑے بھی ہیں چھوٹے بھی ہیں متکبر بھی ہیں، اکڑفوں دکھانے والے بھی ہیں ان میں سے ہر شخص پر ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی چیز بھی نہ تھا جو قابل ذکر ہو بلکہ نطفہ مٹی تھا اور اس سے پہلے غذا تھا اور یہ غذا مٹی سے نکلی تھی ہم نے اس مخلوط نطفہ سے پیدا کیا یعنی مرد اور عورت دونوں کے مخلوط مادہ منویہ سے رحم مادر میں اس کی ابتداء کی پھر وہ ایک

[illegible]

لنبلوکم ایکم احسن عملاً (تاکہ ہم تمہیں آزمائے تم میں کون اچھے کام کرتا ہے)

[illegible]

قولہ تعالیٰ ھل اتی قال ھل بمعنی قد وقیل اصلہ اھل علی ان الاستفہام لتقریر ای الحمل علی الاقرار بما دخلت علیہ

وقولہ امشاج جمع مشج بفتحتین او بفتح فکسر او جمع مشیج جمع خلط بمعنی مخلوط ممزوج یقال مشجت الشیء اذا خلطتہ ومزجتہ فھو مشیج وممشوج وھو صفۃ لنطفۃ ووصف بالجمع وھی مفردۃ لان المراد بھا مجموع ماء الرجل و المرأۃ

(صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے ہدایت اور اس کے طریقے واضح کر دیئے ہیں اب یہ ان میں سے ہر ایک کی مرضی ہے کہ وہ ہدایت پا کر مسلمان ہو جائے اور گمراہی کو اختیار کرے۔ ارشاد ہے ھل اتی انسان نے کہا ھل قد انسان میں سے اور انسان نے اس کا حمل اختیار کیا ہے اور استفہام تقریری ہے یعنی جس پر داخل ہوا ہے اس کے اقرار پر ابھارنا۔ ارشاد ہے امشاج یہ مشج کی جمع ہے یہ مشج کی جمع ہے اس کا معنی ہے مختلف اور ملا ہوا کہا جاتا ہے مشجت الشیء جب کسی کو کسی کے ساتھ خلط ملط کر کے ملا دیا جائے پس وہ مشیج اور ممشوج ہوگا۔ یہاں پر امشاج نطفہ کی صفت ہے نطفہ مذکر ہے اس کی صفت اس کے لائی گئی ہے جو مؤنث ہے اس سے عورت اور مرد دونوں کا پانی ہے)

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا

[illegible]

كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ

[illegible]

شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ

[illegible]

اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰهُمُ

[illegible]

اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ

[illegible]

فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ

[illegible]

قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۝ قَوَارِيْرَا۠

[illegible]

مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا

[illegible]

تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝

[illegible]

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْا

[illegible]

اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

[illegible]

کافروں کے عذاب اور اہل ایمان کے ماکولات مشروبات اور ملبوسات کا تذکرہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہوگی جس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن میں جنت کی چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے یہ سب (سمجھانے کے لئے) نام کی حد تک ہے۔ وہاں کی چیزوں میں سے دنیا میں کوئی چیز بھی نہیں ہے۔

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۔

لفظ عَيْنًا کیوں منصوب ہے؟ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہاں لفظ اَعْنِی محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات جو جنت میں ہوں گے وہ ایک ایسے چشمہ سے بھر جائے گا جسے وہ لوگ بہا کر لے جائیں گے یعنی وہ چشمہ ان کی مرضی کے مطابق بہتا ہوگا اپنی منزلوں اور راستوں میں جیسے چاہیں گے جہاں چاہیں گے لے جاتے رہیں گے۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ ۔ دنیا میں وہ لوگ اپنی نذر پوری کرتے ہیں نذر کا معنی تو معروف ہی ہے مطلب یہ ہے کہ جب یہ حضرات کسی کام کی نذر مان لیتے ہیں تو پوری کر دیتے ہیں جب کوئی شخص کام کی نذر مان لے تو اس کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ سورۃ حج میں فرمایا وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ۔ نذر نہ مانے تو کوئی گناہ نہیں لیکن اگر نذر مان لے (اور وہ نذر نہ ہو) تو اس کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اگر کسی نے نذر مان لی تو اسے پوری نہ کرے بلکہ اس کا دوسرا کفارہ دے جو قسم کا کفارہ ہے احادیث شریفہ میں نذر کے بارے میں یہ بہت وارد ہوئی ہے۔ (دیکھو مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۹۷)

وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۔ یہ بھی نیک بندوں کی صفت ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ اللہ کے نیک بندے قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے ستارے بکھر جائیں گے، آسمان پھٹ پڑیں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، لوگ قبروں سے گھبرائے ہوئے اٹھیں گے حساب ہوگا پیشیاں ہوں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن رونے لگیں تو آپ نے فرمایا کیوں روتی ہو؟ عرض کیا مجھے دوزخ یاد آ گئی اس کی وجہ سے رو رہی ہوں۔ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ تین مواقع میں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔

۱۔ ایک تو اعمال کے وزن کے جانے کے وقت جب تک یہ نہ جان لے کہ اس کی تول بھاری ہوتی ہے یا ہلکی۔

۲۔ جب اعمال نامے تقسیم کئے جانے لگیں گے جب تک یہ نہ جان لے کہ اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے یا بائیں ہاتھ میں پشت کے پیچھے سے۔

۳۔ جب دوزخ کی پشت پر پل صراط رکھ دی جائے گی۔ (رواہ ابوداؤد ص ۹۸ ج ۲)

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۔

یہ بھی نیک بندوں کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی محبت کی وجہ سے اس کی مخلوق پر مال خرچ کرتے ہیں مسکین کو اور یتیم کو کھانا کھلاتے ہیں اس میں جو لفظ اَسِیر آیا ہے یعنی قیدی اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے مسلمان قیدی مراد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر قیدی کو عام ہے کافر مشرک قید میں ہو اس کو بھی کھانا کھلانا ثواب ہے خصوصاً جب کسی کو غلط قید کر لیا ہو پھر جب کسی کو قتل کرنا نہیں ہے اور جیل میں رکھنا ہے تو ظاہر ہے کہ اسے کھانا دینا ہی ہوگا کیونکہ وہ مجبور ہے۔ نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۔

یہ حضرات جو ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں کوئی احسان نہیں جتاتے اور انہیں بتا دیتے ہیں کہ آپ لوگ بے تکلف کھائیں ہماری

صرف اللہ کی خوشی کا ہو جائے اور نہ کسی شکریہ کا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ابن امیہ سے ہمصرف اس کی رضا کے لئے کھاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں سے جب کسی پر کچھ خرچ کیا جائے تو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہونی چاہئے نہ نام آوری تحسین ہو نہ کسی مخلوق کی طلب ہو۔ مثلاً یہ ہے کہ ہمیں یہ بھی نہ ہو کہ جس پر خرچ کیا ہے وہ میرا شکریہ ادا کرے جاہ اور مال کی ذرہ بھی طلب ہو تو اخلاص میں فرق آجائے گا۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بہت مالدار ہیں اپنے رشتہ داروں پر مال خرچ کرتے ہیں کچھ کسی موقع پر احسان جتاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا ہے وہ ایسا کہاں سے چھوٹے منہ سے حساب اللہ بھی نہ کہا ایسا کہہ کر سب ذہ ہو جاتا ہے ساتھ احسان یہ تھا اسے تو چاہئے تھا کہ شکریہ بھی ادا کرے اور ہم بھی دوسرے لوگوں کو بتاتے بھی کہ فلاں نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے تو ایسے خرچ کرنے والے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرنے والے حدیث شریف میں احسان جتانے والے کے لئے بڑی وعید آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ بات نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ دن لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا

۱۔ اپنے تہبند کو نیچے کا رکھنے والا ۲۔ احسان جتانے والا

۳۔ اپنے جھوٹی قسم کے ذریعے سامان بیچنے والا (مسلم)

انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا ۔

یہ نیک بندوں کا قول ہے وہ قیامت کے دن کا انتظار رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے رب سے سخت دن کا اندیشہ رکھتے ہیں یعنی ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ قیامت کے سخت دن میں اللہ تعالیٰ ہماری رفت نہ فرمائے لفظ عبوس فعول کے وزن پر ہے جس کا معنی منہ بگاڑنا، ناراضی اور ترش روئی سے ساتھ پیش آنا ہے اور قمطریرا بھی تقریباً اسی معنی میں ہے لیکن یہ بہت زیادہ منہ بگاڑنے پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ قرطبی نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ عبوس وہ ہے جو ہونٹوں سے منہ بگاڑے اور قمطریرا وہ ہے جو پیشانی سے اور جبوں سے چہرہ بگاڑ لیتا ہے آگے قیامت کے دن وعبوسا اور قمطریرا دونوں صفات سے متصف فرمایا اس سے عبوس کا تر جمہ سخت اور قمطریرا کا تر جمہ تنگ کیا گیا ہے۔

فوقٰھم اللہ شر ذلک الیوم ولقٰھم نضرۃ وسرورا ۔

(سو اللہ انہیں اس دن کی سختی سے محفوظ فرمائے گا اور انہیں تازگی اور خوشی سے ہمکنار فرمائے گا) دنیا میں قیامت کے دن سے ڈرتے تھے اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کی سختی سے بچا دے گا ان کے چہروں میں حسن سمو کا تازگی ہوگی اور دلوں میں خوشی ہوگی خوب خوش ہوں گے۔ جعلنا اللہ تعالیٰ منھم (آمین)

وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا ۔

(اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے صبر کی وجہ سے جنت عطا فرمائے گا اور ریشمی لباس)

متکئین فیھا علی الارآئک ۔

(اس میں مسہریوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے)

لایرون فیھا شمسا ولا زمھریرا ۔

(اس میں نہ دھوپ دیکھیں گے اور نہ ٹھنڈک)

یعنی وہاں کی فضا پُرکیف ہوگی، نرمی اور دھوپ کی تپش اور سردی کی طرح کی کوئی اور ٹھنڈک محسوس نہ ہوگی۔

صابروا جو فرمایا اس کا مفہوم تینوں قسم کے صبر و شامل ہے طاعت پر جمنا (یعنی احکام میں پابندی کرنا) اور اپنے نفس کو گناہوں سے بچائے رکھنا اور مصائب اور مکروہات پر صبر کرنا۔

صبر وہ کے عموم میں سب کچھ داخل ہے۔

جنت کی پرفضا بہار اور موسم کی کیفیت بیان کرنے کے بعد وہاں کے پھلوں کی کیفیت بیان فرمائی:

ودانیۃ علیھم ظلالھا وذللت قطوفھا تذلیلا ۔

(اور ان پر سایہ قریب ہی ہوگا اور پھل بھی جھکے ہوئے ہوں گے) (جنت میں دھوپ نہ ہوگی بلکہ درختوں کا سایہ ہی سایہ ہوگا اور سایہ قریب بھی ہوگا اور پھل بھی کما قال تعالیٰ وذللھم تذلیلا اور جو پھل میں کے وہاں سے نکالیں گے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے تو رہیں گے۔

اس کے بعد اہل جنت کے برتنوں کا تذکرہ فرمایا:

ویطاف علیھم بانیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریرا ۔

(اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے وہ شیشے چاندی کے ہوں گے) یعنی جن برتنوں اور آبخوروں میں یہ حضرات جنت کی شراب پئیں گے ان میں چاندی والی سفیدی ہوگی اور شیشے کی طرح شفاف بھی ہوں گے۔

قال صاحب الروح فالمراد تکونت جامعۃ بین صفاء الزجاجۃ وشفیفھا ولین الفضۃ وبیاضھا

(صاحب روح المعانی فرماتے ہیں وہ برتن شیشے کی شفافیت وصفائی اور چاندی کی نرمی وسفیدی سے بنائے گئے ہوں گے)

قدروھا تقدیرا ۔ برتن اور آبخورے جن کا ذکر اوپر ہوا شراب سے بھرے ہوئے پیش کئے جائیں گے ان کے بھرنے اور پلانے پر جو خدام مامور ہوں گے وہ اس انداز سے انہیں پر کریں گے کہ اس وقت جو پینے کی خواہش ہوگی اس کے مطابق ان میں شراب بھریں گے نہ اس وقت کی خواہش میں کمی رہے گی اور نہ اس سے چھلکنے کا یہ کمہ یہ دونوں چیزیں بے لطفی کی ہوتی ہیں۔

ویسقون فیھا کاسا کان مزاجھا زنجبیلا عینا فیھا تسمی سلسبیلا ۔

(اور اس میں انہیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوئی یعنی ایسے چشمہ سے جس کا نام سلسبیل ہوگا) یہ آمیزش زنجبیل یعنی سونٹھ کی ہوگی۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ایسا جام پئیں گے جس کی آمیزش کافوری ہوگی اور کبھی ایسا جام پئیں گے جس کی آمیزش زنجبیل سے ہوگی۔

اس کے بعد خدمت گاروں کا تذکرہ فرمایا جو شراب پلانے کے اور دیگر خدمات انجام دیں گے

ویطوف علیھم ولدان مخلدون

(اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمد و رفت رکھیں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے)

اذا رایتھم حسبتھم لؤلؤا منثورا ۔

(اے مخاطب! تو انہیں دیکھے تو یوں سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں)

یعنی وہ چھوٹے سائز میں موتی کی طرح ہوں گے اور خدمت انجام دینے میں جو ادھر ادھر آئیں جائیں گے اس کی کیفیت ایسی ہوگی جیسے بکھرے ہوئے موتی ہیں وہ موتی یہاں رہتے اور کوئی وہاں جاتا اسے سورۃ الطور میں فرمایا:

وبطوف عليهم غلمان لهم كانهم لؤلؤ مكنون.

اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں یہ لڑکے ان کی خدمت کے لئے خاص ہوں گے اور سورۃ واقعہ میں فرمایا:

وبطوف عليهم ولدان مخلدون باكواب واباريق وكاس من معين. لا يصدعون عنها ولا ينزفون.

(ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں آب خورے اور آفتابے اور ایسے جام سے آمد و رفت کریں گے جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوا ہے کہ انہیں اس سے نہ دردِ سر ہوگا اور نہ عقل میں فتور آئے گا)

واذا رايت ثم رايت نعيما وملكا كبيرا.

(اور اے مخاطب! تو وہاں دیکھے تو تجھے بڑا عیش نظر آئے گا)

اور اس میں جنت کی وسعت بتائی ہے کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ ایسے ہی چھوٹے موٹے ہیرے اور ہیرے ہوں گے جیسے دنیا میں ہوتے ہیں۔ درحقیقت وہاں بہت بڑا ملک ہے ہر شخص وجد کے اس کے سامنے ساری دنیا کی وسعت ہیچ ہے۔

سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا اللہ تعالیٰ کا اس سے ارشاد ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو جا تیرے لئے اس میں دنیا کے برابر جگہ ہے اور اس جیسی دنیا برابر دس گنا اس کے علاوہ اور ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس شخص کے بارے میں یوں کہا جاتا تھا کہ وہ اہل جنت میں سب سے کم درجہ کا جنتی ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۹۲ از بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ ادنیٰ درجہ کا جنتی اپنے باغوں اور بیویوں اور نعمتوں اور خادموں اور مسہریوں کو ہزار سال کی مسافت میں دیکھے گا (یعنی اپنی مذکورہ نعمتوں کو اتنی دور تک پھیلی ہوئی دیکھتا چلا جائے گا جنتی دور تک ہزار سال میں چل کر پہنچے) اور اللہ کے ہاں سب سے برا معزز وہ شخص ہوگا جو صبح شام اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گا اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۔ الى ربها ناظرة۔ پڑھی (جو تقریب ہی سورۃ القیامہ میں گزر چکی ہے) (رواہ احمد والترمذی کذا فی المشکوۃ ص ۵۰۱)

جب ادنیٰ درجہ کے جنتی کا اتنا بڑا رقبہ ہوگا تو مختلف درجات کے اعتبار سے دیگر حضرات کے رقبہ کے بارے میں غور کر لیا جائے۔

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ (اور ان پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی ہوں گے) یہ ریشم وہاں کا ہوگا دنیا کا ریشم نہ سمجھ لیا جائے اور باریک اور دبیز دونوں قسم کے ریشم عمدہ ہوں گے من بھاتے ہوں گے۔

وحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۔ (اور ان کو زیور کے طور پر چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے) سورۃ الکہف اور سورۃ الحج میں ہے کہ کنگن سونے کے ہوں گے اور اس میں کوئی منافات نہیں دونوں طرح کے کنگن ہوں گے کہیں سونے کے کنگن کا ذکر فرما دیا کہیں چاندی کا۔ اہل جنت کے کپڑے ہرے رنگ کے ہوں گے کیونکہ یہ رنگ نظروں کو زیادہ بھاتا ہے اور کوئی لفظ حصر پر دلالت کرنا والا بھی نہیں ہے جس سے سمجھا جائے کہ صرف سبز رنگ ہی کے کپڑے زیب تن کریں گے۔ آیت کریمہ ولكم فيها ما تشتهي

الکمکم سے ظاہر ہے کہ جو چاہیں کافور ملے گا اور ہر رنگ کے پتے سے پہننے چاہیں سے وہ بھی حاصل کر لیں گے اور جس کا جو پینے کا دل چاہے گا اپنی جنت میں وہ برتن پہنے جائیں گے ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتیوں میں سے ادنیٰ شخص (ادنیٰ کی طرف) جھانک لے جس سے اس کے برتن ظاہر ہو جائیں تو اس کی روشنی سورج کی روشنی کو ختم کر دے جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے۔ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۹۱)

سوال: جنتی عورتیں سونے کے ہاتھوں میں اچھے لگتے ہیں مرد ان پر جھپٹتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جنتی عورتیں اس پاکیزہ جگہ اور شریعت کے آراستہ ہونے کی وجہ سے عرف پر موقوف ہوں گی دنیا میں سونے چاندی کے زیور عموماً عورتیں پہنتے ہیں جنت میں خواہش ہوگی پہنیں گی اور سب جنتی وہ پہننے میں اچھے معلوم ہوں گے مرد کی دیکھنے کی طرح عورت کی بناوٹ اور چست و زیبائش والی پہنی جاتی ہے اور مرد اس کے ہاتھوں میں اچھی لگتی ہے بلکہ بعض قوموں میں تو یہ شائستگی سے مقبول یہ زیور پہنتے ہیں اور برابری سے سب کو یہ خوش ہوتے ہیں چونکہ دنیا نے اس سے سب کی نظر بھی پھری ہوئی ہے اور اسے اب بھی اچھا سمجھتے ہیں اور اس دنیا کی پاس قدر کرتے ہوئے ہیں کہ شریعت نے ممانعت کا بھی نہیں کہتے۔

وسقٰھم ربھم شرابا طھورا۔

(اور ان کا رب انہیں پلائے گا پاک شراب پلانے کا)

اس سورت میں پہلی جگہ ان الابرار یشربون فرمایا چوتھی جگہ ویطاف علیھم بانیۃ من فضۃ۔ فرمایا جس میں ان سے مزید اعزاز کا یہ ہے کہ خود شراب سے آئیں گے۔

تیسری جگہ وسقٰھم ربھم فرمایا اس میں پلانے کی نسبت رب جل شانہ کی طرف کی ہے جس میں زیادہ اعزاز ہے۔

شرابا وصف ہے طھورا کا۔ اس کا ترجمہ بعض حضرات نے بہت زیادہ پاکیزہ کیا ہے فعول و مبالغہ کا صیغہ ہے اور ترجمہ یوں ہوا بہت زیادہ پاکیزہ شراب دیں گے۔

قال المحلی مبالغۃ فی طھارتہ وبظافتہ بخلاف خمر الدنیا اور صاحب معالم التنزیل نے حضرت ابوقلابہ اور حضرت ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ لایصیر بولا یحساولکن یصیر رشحا فی ابدانھم کریح المسک الخ یعنی شراب جنت کے بارے میں فرمایا کہ وہ پاک پیشاب نہ بنے گی بلکہ مشک کی طرح پسینہ ہو کر نکلے گی اہل جنت کھائیں پئیں گے جیسے دنیا میں کھاتے پیتے ہیں سب کی پوٹی میں سے وہ جو کچھ کھایا تھا وہ سب ان سے مسامات سے خوب تیز مشک سے بھی زیادہ خوشبو والا پسینہ بن کر نکل جائے گا جس سے ان کے پیٹ خالی ہو جائیں گے اور بھوک پیاس کی خواہش پھر عود کر آئے گی۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ لفظ طھور مطھر کے معنی میں ہے کہ یعنی پاک کرنے والی چیز اس کا حاصل بھی تقریباً وہی ہے جو حضرت ابوقلابہ نے فرمایا ہے کہ جو پئیں گے یہ شراب اندر جا کر مشک کی طرح باہر آ جائے گی جس کی وجہ سے پیٹ خالی ہو جائیں گے۔

ان ھذا کان لکم جزآء وکان سعیکم مشکورا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ یقین جانو یہ تمہارا صلہ ہے اور تم نے جو کوشش کی تھی (نیک کاموں میں کی تھے) وہ مقبول ہوئے اور اس کی قدر دانی ہوئی جو اس اخیر زمانہ کا خاص امتیاز ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ اِنَّ

هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ

وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ

سَبِيْلًا ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ

فِيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

ع

حضرت رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم کہ آپ صبح شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجئے اور رات کو نماز پڑھئے اور دیر تک تسبیح میں مشغولیت رکھئے اور کسی فاسق یا فاجر کی بات نہ مانئے

اہل جنت کے انعامات کا ذکر فرمانے کے بعد اس انعام عظیم کا تذکرہ فرمایا جو دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا جس کے ذریعے آخرت میں انعامات ملیں گے یہ انعام قرآن کریم کی تنزیل ہے تنزیل تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اول سے آخر تک بیک وقت پورا نازل نہیں فرمایا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا اس میں آپ کے لئے بھی آسانی ہوئی اور حضرات صحابہ کے لئے بھی تھوڑا تھوڑا کر کے یاد بھی ہو گیا اور جیسے جیسے نازل ہوتا رہا آپ مخاطبین کو پہنچاتے رہے چونکہ قرآن کے پہنچانے پر دشمن تکلیف پہنچاتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا فاصبر لحکم ربک (کہ اپنے رب کے حکم کی ادائیگی میں صبر کے ساتھ لگے رہئے)

ولا تطع منهم اثما او كفورا۔

(اور ان لوگوں میں سے کسی فاسق یا کافر کی بات نہ مانئے)

یہ لوگ آپ کو تبلیغ سے روکتے ہیں آپ ان کی فرمانبرداری نہ کریں اور تبلیغ کے کام میں لگے رہیں۔ واذکر اسم ربک بکرة واصیلا

(اور صبح و شام اپنے رب کا نام یاد کیجیے

ومن الليل فاسجدله وسبحه ليلا طويلا

(اور رات کے حصے میں بھی اپنے رب کو سجدہ کیجیے اور رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح کیا کیجیے)

اس میں یہ بتایا کہ کارِ دعوت کی مشغولی کے ساتھ ساتھ اپنی ذاتی عبادت میں بھی مشغول رہیں تاکہ اس طرف بھی ترقی کرتے جائیں۔ عابد ذاکر ہوگا، تبلیغی کاموں میں اس کی معاونت ہوتی رہے گی اور کام آگے بڑھتا رہے گا۔

ان هؤلاء يحبون العاجلة

(یہ شبہ یہ لوگ جلدی والی چیز سے محبت رکھتے ہیں)

جو لوگ دین سے منہ موڑتے ہیں اور اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں کہ ان کے سامنے حق پیش ہوتا ہے تو نہیں مانتے) ان کی روش کا حق سے منہ موڑنا اس لئے ہے کہ انہیں عاجلہ (جلدی والی چیز) یعنی دنیا محبوب اور مطلوب ہے وہ یہ چاہتے ہیں کہ اگر ہم نے اسلام قبول کیا تو دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے نہ جائیداد رہے گی نہ گھر بار اور عہدہ بھی جاتا رہے گا۔ یعنی وہ یہ نہیں دیکھتے کہ موت کے بعد جو حق قبول نہ کرنے کی سزا ملے گی وہ بہت بڑی ہوگی اور ہمیشہ رہے گی کبھی نہ ٹلے گی یہ ہمیشہ والی سزا جس دن سامنے آئے گی اس دن کی مصیبت کا خیال نہیں کرتے اسی کو فرمایا:

ويذرون وراءهم يوما ثقيلا

(یہ لوگ اپنے سامنے بڑے بھاری دن کو چھوڑے ہوئے ہیں) درحقیقت دنیا امتحان کی جگہ ہے اور دنیا و آخرت دونوں سے تین ہیں ایک سے محبت کی دوسری کی اور غریب بات یہ ہے کہ جن کے پاس ذرا سی بھی دنیا نہیں ہے نہ مال، نہ جائیداد، نہ پیسہ نہ روزی، نہ عہدہ نہ منصب، نہ جاہ، نہ عزت وہ بھی غم سے چپکے ہوئے ہیں واللہ الهادی الی سبل الرشاد

سو یہ لوگ قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھنے پر تعجب کرتے تھے اور وقوع قیامت کے منکر تھے ان کے استعجاب اور انکار کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

نحن خلقنهم وشددنا اسرهم

(ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیے)

واذا شئنا بدلنا امثالهم تبديلا

(اور ہم جب چاہیں ان کے جیسے لوگ بدل دیں)

یعنی ان کی جگہ ان جیسے لوگ پیدا کر دیں جس ذات پاک نے اولاً پیدا کیا مضبوط بنایا وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگ پیدا فرما سکتا ہے اور وہ تمہیں موت دے کر دوبارہ زندہ فرمانے پر بھی پوری طرح قادر ہے۔

وشددنا اسرهم جو فرمایا (کہ ہم نے ان کے جوڑ مضبوط کیے)

اس میں اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا بیان ہے کہ گوشت اور ہڈی اور کھال سے جو اعضا بنے ہوئے ہیں یہ رات دن حرکت میں رہتے ہیں اٹھنے بیٹھنے میں مڑتے ہیں کام کاج میں رگڑے جاتے ہیں لیکن نرم اور نازک ہوتے ہوئے نہ گھستے ہیں نہ ٹوٹتے ہیں جبکہ لوہے کی مشینیں بھی گھس جاتی ہیں اور بار بار پرزے بدلنے پڑتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ انسانی اعضاء بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کام

کرتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو تم سے ہر شخص کے جوڑوں کی طرف سے صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ہر سبحان اللہ میں صدقہ ہے اور ہر الحمد للہ میں صدقہ ہے اور ہر لا الٰہ الا اللہ میں صدقہ ہے اور ہر اللہ اکبر میں صدقہ ہے اور نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور دو رکعتیں چاشت کی پڑھ لی جائیں تو وہ اس سب کے بدلہ کافی ہو جاتی ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ انسان تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے۔ جس نے اللہ اکبر کہا اور الحمد للہ کہا اور لا الٰہ الا اللہ کہا اور سبحان اللہ کہا اور استغفر اللہ کہا اور لوگوں کے راستے سے پتھر کانٹا ہڈی وغیرہ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کیا اور ان چیزوں کی تعداد تین سو ساٹھ ہوئی تو وہ اس دن اس حال میں چلے پھرے گا کہ اپنی جان دوزخ سے بچا چکا ہوگا۔ (مسلم)

ان هذه تذكرة ۚ فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا۔

(بلاشبہ یہ نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے)

وما تشاءون الا ان يشاء الله ۚ

(اور اللہ کی مشیت کے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے) جو وہ چاہے گا وہی ہو گا۔ وہی ہوگا۔ ان الله كان عليما حكيما۔ (بیشک اللہ علیم ہے حکیم ہے)

يدخل من يشاء في رحمته (وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے)

والظلمين اعد لهم عذابا اليما۔

(اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے)

وهذا اخر تفسير الانسان والحمد لله الملك الرحمن والصلاة والسلام على سيد ولد عدنان

وعلى اله وصحبه الذين نقلوا القرآن فلهم الاجر الى اخر الازمان

مکی	سورۂ مرسلات	۵۰ آیتیں ۲ رکوع

سورۃ نمبر ۷۷ سورۃ المرسلت مکیۃ (۳۳) آیات ۵۰ رکوع ۲

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی اس میں پچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِيٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو پے در پے چلتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو تیزی سے چلتی ہیں اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو

ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ

یاد دلاتی ہیں عذر کرنے کا یا ڈر سنانے کا بیشک تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے ضرور واقع ہونے والا ہے پھر جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب آسمان

فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝

پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب پیغمبروں کا وقت مقرر پر جمع کیا جائے گا کس دن کے لئے یہ کام اٹھا رکھے گئے ہیں فیصلہ کے دن کے لئے

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اور آپ کو معلوم ہے فیصلہ کا دن کیا ہے بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی

قیامت ضرور واقع ہوگی، رسولوں کو وقت معین پر جمع کیا جائے گا، فیصلہ کے دن کیلئے مہلت دی گئی ہے

مذکورہ بالا آیات میں ہواؤں کی قسمیں کھائیں اور قسمیں کھا کر یہ بتایا کہ تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ چیز ضرور واقع ہونی ہے یعنی قیامت ضرور آ کے گی انکار کرنے سے ٹلنے والی نہیں ہواؤں کی جو قسمیں کھائیں اس میں دو قسم کی ہوائیں مذکور ہیں جو وعدہ پہنچانے والی بھی اور ضرر دینے والی بھی۔ بادلوں کو لانے والی فائدہ پہنچانے والی اور تیزی اور تندی سے چلنے والی تکلیف پہنچانے والی ہیں پہلی ہوا میں شکر ادا کرنے کا ذریعہ ہیں اور خوفناک ہوائیں اللہ کی طرف سے رحمت اور نعمت یاد دلانے والی ہیں انسان دنیا میں دونوں حالتیں پیش آتی ہیں اور اسے سمجھ لینا چاہئے کہ قیامت کا دن آنے والا ہے اور اس روز شکر کا ثواب ملے گا اور توبہ کرنے والوں کو فائدہ پہنچے گا۔

اس کے بعد قیامت کے دن کی کیفیت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ستارے بے نور ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا پہاڑ اڑتے پھریں گے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وقت مقرر پر جمع کئے جائیں گے اس وقت فیصلہ کیا جائے گا۔

لای یوم اجلت (ان سے پیغمبروں کا موعد ملتوی رکھا گیا ہے)

اس کے جواب میں فرمایا لیوم الفصل (کہ فیصلے کے دن کے لئے موعد ملتوی کیا گیا ہے) یعنی دنیا میں جو کفار ایمان قبول نہیں کرتے اور حق تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ دنیا میں ہمارا کچھ نہیں بگڑ رہا ہے ہمارا چھٹکارا ہو ہی رہے گا ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا فیصلہ کے دن کے لئے موخر کیا گیا ہے اور فیصلہ کا دن کیسا ہے اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

یا ہم نے ہلاک نہیں کیا پہلے لوگوں کو پھر پیچھے لوگوں کو اسی طرح ہم کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ بڑی خرابی ہے

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝

جھٹلانے والوں کے لئے کیا ہم نے نہیں پیدا کیا تم کو حقیر پانی سے پھر ہم نے اس کو ٹھہرایا محفوظ جگہ میں ایک مقرر وقت تک

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً

پھر ہم نے ٹھیک اندازہ کیا ہم کیا اچھے اندازہ کرنے والے ہیں اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو سمیٹنے والی زندوں

وَّاَمْوَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اور مردوں کو اور بنائے ہیں اس میں اونچے پہاڑ اور پلایا ہے تم کو میٹھا پانی اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے

پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی کرو، جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے

جب تکذیب پر عذاب میں جلد کے جانے کی وعید سنائی جاتی تھی تو مکذبین و منکرین کہتے تھے یہ ایسے ہی باتیں ہیں عذاب وذاب کچھ آنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یاد نہیں ہم نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا؟ اے تو تم مانتے ہو کہ تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئی ہیں اور ان پر عذاب آیا ہم نے انہیں ہلاک کیا ان کے بعد والوں کو بھی اسی طرح ان سے متاخر بعد والوں کو بھی عذاب دیں گے اور ہلاک کریں گے اور ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں یعنی کافروں کے کفر پر مرنے والوں کے خواہ دنیا و آخرت دونوں میں سزائے خواہ صرف آخرت میں عذاب دیا جائے۔ بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

جو لوگ قیامت کے منکر تھے انہیں یہی تعجب ہوتا تھا کہ دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے ان کے استعجاب کو دور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی یعنی قطرۂ منی سے پیدا نہیں کیا؟ اس نطفہ کو ٹھہرانے کی محفوظ جگہ میں یعنی رحم مادر میں ٹھہرایا یعنی وقت ولادت تک اور یہ وقت ہم نے مقرر کر دیا سو ہم اچھے وقت مقرر کرنے والے ہیں جو وقت مقرر کیا ٹھیک مقرر کیا اسی کے مطابق ہر ایک کی ولادت ہوئی بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

اس کے بعد فرمایا کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ دیکھو اس نے زندوں اور مردوں کو سب کو سمیٹ لیا جب قیامت کا دن ہوگا

(زندہ) ہوں سے (مردہ بھی) مر جائیں گے (اور) پھر یہ سب زندہ ہو کر اٹھیں گے تم بھی انہی میں سے مخلوق ہو اس نے تمہیں اپنی زمین میں دوسری مخلوق کی جگہ پیدا کیا اور قیامت کے دن زمین سے پیدا کر کے نکل کر باہر آ جاؤ گے مزید فرمایا کہ ہم نے اس زمین میں بڑے بڑے پہاڑ بنا دیے ہیں پہاڑوں سے تمہارے لئے بہت سے فائدے ہیں جن میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ زمین کی میخیں بنے ہوئے ہیں جو تمہارے لئے ہیں پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین میں زلزلہ آ جائے گا اور پہاڑ بھی اڑتے ہوئے اون کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

مزید فرمایا کہ ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا یعنی پانی تمہیں یہ اب ہر کہیں سے خوب پیتے ہو اور پیاس بجھاتے ہو اس کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے، لہٰذا تم اپنے خالق اور مالک کی طرف متوجہ ہو، اس نے نبی سچی امت تو ہی عالیہ وسلم کی تصدیق کرو اور قیامت کے دن کے لئے تیار رہو ورنہ بڑی خرابی سے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيْلٍ

تم اس کی طرف چلو جس کو جھٹلاتے تھے۔ چلو سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں جس میں نہ

وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

سایہ ہو گا اور نہ وہ آگ کی لپٹ سے بچاتا ہے۔ وہ انگارے پھینکتا ہے جیسے کاخ جیسے کالے کالے اونٹ

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

جھٹلانے والوں کے لئے۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں یہ بول نہ سکیں گے اور نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ عذر پیش کریں ان جھٹلانے والوں کے لئے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝ وَيْلٌ

یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تمہیں اور اگلے لوگوں کو جمع کیا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو میرے خلاف کام میں لا دیکھو

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

ع

منکرین سے خطاب ہوگا ایسے سائبان کی طرف چلو جو گرمی سے نہیں بچاتا وہ بہت بڑے بڑے انگارے پھینکتا ہے انہیں اس دن معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی

منکرین اور مکذبین جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ اس کی طرف چلو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے یعنی دوزخ کو اور دوزخ کے عذابوں کو جھٹلاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یوں ہی بنجنی باتیں ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے بھی اس میں داخل نہ ہوئے ہوں گے کہ دوزخ سے ایک بڑا شعلہ نکلے گا دیکھنے میں سایہ کی طرح ہوگا (جس کا ترجمہ سائبان کیا گیا ہے) اس سایہ کے تین ٹکڑے ہو جائیں گے دیکھنے میں سایہ ہوگا لیکن سایہ کا کام نہ دے گا اس سے نہ کوئی ٹھنڈک حاصل ہو گی ورنہ وہ گرمی سے بچائے گا۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ کافر لوگ حساب سے فارغ ہونے تک اسی دھوئیں میں رہیں گے جیسا کہ

متقین بارگاہ الٰہی عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

یہ آیات میں کافروں کا ٹھکانہ جہنم دوزخ بتلایا اس کے بعد دوزخ کے شراروں اور انگاروں کا ذکر فرمایا ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ ٹھکانہ ایسا ہے جیسے کہ بڑے بڑے محل یعنی مکانات ہوں اور جیسے کالے اونٹ ہوں یعنی چنگاڑے بہت بڑے بڑے ہوں اور جیسے چھوٹے ہوں یہ چھوٹے بھی ایسے ہوں گے جیسے کالے اونٹ (جب اس آگ کے انگارے اتنے بڑے بڑے ہوں گے تو وہ آگ کتنی بڑی ہوگی اس سے سمجھ لیا جائے) وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے)

مزید فرمایا کہ یہ وہ دن ہوگا جس میں یہ لوگ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی لہٰذا عذر بھی پیش نہ کر سکیں گے (یہ شروع میں ہوگا بعد میں بولنے اور عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی لیکن وہ کچھ فائدہ نہ دے گی۔ کما قال تعالیٰ ہو لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۔

(اس دن ظالموں کو عذرت نفع نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور وہاں کی بدحالی ہوگی)

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے)

مجرمین سے کہا جائے گا کہ یہ فیصلہ کا دن ہے آج ہم تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو جمع کریں گے یہ آج تمہارا فیصلہ ہونے کا دن ہے آج تمہارے لئے فیصلہ سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے نہ عذاب سے بچ سکتے ہیں نہ یہاں بھاگ سکتے ہیں اگر دنیا میں کوئی تدبیر کر سکتے ہو تو یہاں سے مقابلہ میں کوئی تدبیر کوئی حیلہ نہیں ہو سکتا وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا

بے شک پرہیزگار سایوں میں اور چشموں میں اور ایسے میووں میں جن کو وہ چاہیں (کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

خوش ہو کر اس کے بدلہ میں جو تم کرتے تھے۔ بے شک ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

کھاؤ اور برتو تھوڑے دن (جو تمہیں دنیا میں ملنا ہے) بے شک تم مجرم ہو بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

سو قرآن کے بعد ان کی بات پر ایمان لائیں گے۔

متقیوں کے سایوں، چشموں اور میووں کا تذکرہ

منکرین و مکذبین کا عذاب بیان فرمانے کے بعد متقیوں (پرہیزگاروں) کے انعامات بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا یقین جانو پرہیزگار لوگ

باتوں میں ہوتے (یہ بھی ہمارے نبی کی معجزہ تھی آیت وداسہ علیہم طلیلہ میں فرمایا) اور پہلوں میں ہوں سے (ان میں سے بعض پہلی قوموں کا ذکر سورہ ھود میں گزر چکا ہے) اور یہ لوگ ایسے میووں میں ہوں گے جن کی انہیں اشتہا ہوگی۔ من بھاتے میوے ہوں گے مرغوب ہوں گے ان دنوں سے بہتر جانے کا مدعا و پیغام مبارک طریقہ پر ان اعمال کی مدح ہے جو قدر کرتے تھے مبارک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں ہیں ان سے وہ لوگوں کے لئے بھی مبارک ہوگا اور نفسوں کو بھی مرغوب ہوگا وہاں کی ماکولات اور مشروبات طبیعت اور مزاج کے خلاف نہ ہوں گی اور ان سے ضرر اور جان و ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی۔ قال تعالی وفیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین پھر مستقبل قریب بیان فرمایا کہ ہمارے اچھے عمل کرنے والوں کو ایسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ویل یومئذ للمکذبین (بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے)

اس کے بعد کافروں سے خطاب فرمایا کہ تم دنیا میں تھوڑے دن کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کو برت لو ان سے فائدہ اٹھا لو تم مجرم ہو کافر اور مشرک ہو عذاب کے مستحق ہو اگر تم ایمان نہ لائے تو عذاب میں جا پڑے گا ویل یومئذ للمکذبین (خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے)

دنیا میں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سامنے جھکو رکوع کرو سجدہ کرو اور نماز پڑھو تو فرمانبرداری نہیں کرتے۔ اللہ کی بارگاہ میں نہیں جھکتے نماز سے دور رہتے ہیں اور ایمان سے دور بھاگتے ہیں ویل یومئذ للمکذبین (خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے)

آخر میں فرمایا فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔ (کہ یہ لوگ اس قرآن کو سنتے ہیں جو طرح طرح سے سمجھاتا ہے اس کی فصاحت اور بلاغت کو بھی مانتے ہیں لیکن اس پر ایمان نہیں لاتے جب اس پر ایمان نہیں لاتے تو انہیں کس چیز کا انتظار ہے اس کے بعد کس چیز پر ایمان لائیں گے؟)

الحمدللہ علی تمام تفسیر سورۃ المرسلت اولا واخرا وباطنا وظاہرا

☆☆☆ ☆☆☆

(پارہ نمبر ۳۰)

مکی	سورۃ النبا	۴۰ آیتیں ۲ رکوع

سُوْرَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ (۷۸) (۴۰) (رکوع ۲)

سورۃ مکی ہے اس میں دو رکوع ہیں چالیس آیات اور ۱۸۱ کلمات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ بڑی خبر کے بارے میں جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں خبردار وہ عنقریب جان لیں گے پھر خبردار وہ عنقریب جان لیں گے

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا اور تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا اور تمہاری نیند کو

الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝

راحت کا سبب بنایا اور رات کو پردہ بنایا اور دن کو کام کاج کا وقت بنایا اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝

اور ہم نے نچوڑنے والے بادلوں سے خوب بہتا ہوا پانی اتارا تاکہ ہم اس کے ذریعہ غلہ اور سبزی اور گھنے باغ نکالیں

یہاں سے سورۃ النبأ شروع ہو رہی ہے اس کے ابتداء میں لفظ عم ہے یہ عن حرف جار اور ما استفہامیہ سے مرکب ہے اس میں آخر سے الف ساقط ہو گیا اور نون ساکن کا میم میں ادغام کر دیا گیا۔

تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوتا تو قریش مکہ آپس میں بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے (قرآن مجید میں قیامت کا ذکر بھی ہوتا تھا) اسے سن کر بعض لوگ تصدیق کرتے اور بعض تکذیب کرتے تھے اور معالم التنزیل میں ہے کہ وہ لوگ قیامت کی باتیں سن کر کہتے تھے ماجاء به محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ لے کر آئے ہیں؟) ان لوگوں کی اس گفتگو پر عم یتساءلون نازل ہوئی کہ یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں پھر خود ہی جواب دے دیا کہ بڑی خبر کے بارے میں آپس میں سوال کرتے ہیں جس میں اختلاف کر رہے ہیں کوئی منکر ہے اور کوئی تصدیق کر رہا ہے۔

ترجمہ: بیشک کہ جو کہ اس میں زبردست تاخیر سے کہ قیامت کا انکار کرنا ان کے حق میں اچھا نہیں ہے قریب ان کے پہنچ جائے گا تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے ان کو اور جانتے ہیں ہم جو وسوسہ ڈالتا ہے ان کو نفس ان کا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے مظاہر بیان کیے ہیں جو لوگوں کے سامنے ہیں اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ نے بنائی ہیں اس کی قدرت بے پناہ ہے ان میں مرنے کے بعد اس نے یہ چیزیں پیدا فرمائیں وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

قال القرطبی ولیھم عیسی قدرتہ علی البعث ای قدرنا علی ایجاد ھذہ الامور اعظم من قدرتنا علی الاعادۃ

فرمایا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا زمین کو پیدا فرمایا پھر اسے پھیلایا اور اس میں پہاڑ بنائے تاکہ زمین ہلے نہ اور بنائے اس زمین پر چلتے پھرتے اور فرشتے میں کاریں دوڑتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے تمہیں ازواج یعنی قسمیں مرد بھی پیدا کیے اور عورتیں بھی تاکہ آپس میں بیوی بنتے رہو ایک دوسرے سے اس حاصل کرتے رہو پھر عورت سے مرد سے اولاد پیدا ہوتی ہے اس سے توالد تناسل کا سلسلہ جاری ہے۔

پھر فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے نیند کو آرام کی چیز بنایا یہ خود بھی زندگی حاصل کرنے کے لئے محنت اور مشقت کرتے ہیں جب تھک جاتے ہیں تو نیند کرنے کی وجہ سے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور تازہ دم ہو کر پھر کام کرنے کے لائق ہو جاتے ہیں اس مضمون کو سبات سے تعبیر فرمایا سبات قطع کرنے کو کہتے ہیں نیند کی حالت میں باہر کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو گویا ان سے از سر نو تعلقات قائم ہو جاتے ہیں۔

رات کو آرام کرنے کے لئے اور دن کو جب معاش کے لئے بنایا۔ لوگ راتوں کو گھروں میں آرام کرنے کے بعد دن کو باہر نکلتے ہیں اپنی اپنی حاجات پوری کرتے ہیں ان کی روشنی میں رزق حاصل کرتے ہیں ان میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور رات کی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اگر ہمیشہ ہی دن ہوتا یا رات ہی رات ہوتی تو بڑی مصیبت میں آ جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اوپر سات آسمان بھی بنائے ہیں جو اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتے ہیں نیز سراج وھاج (روشن چراغ) یعنی آفتاب بھی پیدا فرمایا جو خود روشن ہے اور اس دنیا کو روشن کرنے والا بھی ہے روشنی کے سوا اس کے اور بھی بہت سے منافع ہیں جس میں سے پھلوں کا پکنا اور کھیتی کا تیار ہونا اور بقدر ضرورت حرارت حاصل ہونا بھی ہے اور نئی ایجادات اور نئے آلات کی وجہ سے تو سورج کے بہت سے فوائد سامنے آ گئے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ہم نے پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے خوب زیادہ بہنے والا پانی اتارا اور اس پانی کو زمین کی سبزی کا سامان بنایا اس کے ذریعہ کھیتیاں اگتی ہیں گیہوں جو وغیرہ اناج اور باغات میں پھل پیدا ہوتے ہیں جو انسانوں کی خوراک ہیں اور اسی پانی کے ذریعے گھاس چھوس اور بہت سی ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو چوپایوں کی خوراک ہیں چوپائے اپنی خوراک کھاتے ہیں اور انسان کے کام آتے ہیں وہ بھی دیتے ہیں اور کھیت تیار کرنے میں اور بوجھ ڈھونے میں کام آتے ہیں۔

انسان اور جانوروں کی غذا کا تذکرہ فرماتے ہوئے حبا و نباتا فرمایا پھل لانے والے درختوں کے لئے وجنات الفافا فرمایا یعنی ہم نے گنجان پیدا کیے۔

لفظ الفافا کا واحد لف ہے جو لپٹنے کے معنی پر دلالت کرتا ہے باغوں میں جو درخت آس پاس کھڑے ہوتے ہیں اور ایک درخت کی

سنیاں وغیرہ درخت میں گھسی ہوئی رہتی ہیں اس کیفیت کو آپس میں ایک دوسرے سے لپٹ جانے سے تعبیر فرمایا لفظ اَلْفَافًا کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ (یہ بظاہر جمع ہے لیکن) اس کا کوئی واحد کا صیغہ نہیں ہے جیسا کہ اوزاع اور اخیاف جماعت متفرقہ کے ساتھ مختص ہوتے ہیں اور ان کا واحد کا صیغہ کوئی نہیں ہے۔

اور امام مبرد نے کہا ہے کہ یہ لفیف کی جمع ہے جیسے شریف واشراف پھر جمہور اہل لغت کا قول نقل کیا ہے کہ یہ لف بکسر اللام کی جمع ہے جو لفوف کے معنی میں ہے۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۙ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۙ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۙ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۙ

بے شک فیصلوں کا دن مقرر ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا سو تم فوج در فوج آؤ گے۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا سو وہ دروازے ہی دروازے ہو جائے گا۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے سو وہ ریت ہو جائیں گے۔

اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ کے چند مظاہر بیان فرمائے جو سب کے سامنے ہیں۔ ان کو سامنے رکھ کر ہر شخص کی سمجھ میں یہ بات آ جانی چاہئے کہ جس کی اتنی بڑی قدرت ہے وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا کہ فیصلوں کا دن جسے یوم القیامۃ کہا جاتا ہے اس کا وقت مقرر ہے اس سے پہلے اس کا وقوع نہ ہوگا۔ منکرین کے سوال کرنے اور اختلاف کرنے کی وجہ سے وہ وقت مقرر سے پہلے نہیں آئے گا جب وہ دن واقع ہوگا تو صور یعنی صور پھونکے جانے سے اس کی ابتداء ہوگی اور صور پھونکے جانے سے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور فوج در فوج یعنی گروہ در گروہ میدان قیامت میں آ کر جمع ہو جائیں گے اور آسمان کا یہ حال ہوگا کہ اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے یعنی بیشمار تعداد میں بہت سے دروازے ظاہر ہو جائیں گے۔

قال صاحب الروح بتقدير مضاف الى السماء اى فتحت ابواب السماء فصارت كان كلها ابواب

(صاحب روح المعانی فرماتے ہیں السماء کا مضاف مقدر ہے یعنی آسمانوں کے دروازے کھولے گئے تو وہ سب کے سب دروازے ہی ہو گئے)

اور پہاڑوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنی جگہوں سے چلائے جائیں گے سورۃ النمل میں فرمایا وترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب

(اور تو پہاڑوں کے بارے میں خیال کرے گا کہ وہ ٹھہرے ہوئے ہیں حالانکہ وہ ایسے گزریں گے جیسے بادل گزرتے ہیں)

پہاڑ اپنی جگہوں سے ٹل جائیں گے اور ان کی حالت اور کیفیت بھی بدل جائے گی اور وہ سراب یعنی ریت بن جائیں گے سورۂ مزمل میں فرمایا:

يوم ترجف الارض والجبال وكانت الجبال كثيبا مهيلا.

(جس روز زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ چلنے والی ریت بن جائیں گے)

اور سورۃ الواقعہ میں فرمایا

[illegible]

[illegible]

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ۝ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ۝ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝

[illegible]

إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝

[illegible]

[illegible] جہنم كانت مرصادا [illegible] من مکان بعید سمعوا لها تغیظا وزفیرا

[illegible]

للطاغین مآبا [illegible]

[illegible]

لبثین فیها احقابا [illegible]

[illegible] خالدین فیہا ابدا [illegible] احقابا [illegible]

جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔

اذلا فرق بین تتابع الاحقاب الکثیرہ الی مالا یتناھی وتتابع الاحقاب القلیلۃ کذلک (روح المعانی ص ۱۷ ج ۳۰)

وقال البغوی فی معالم التنزیل قال الحسن ان اللّٰہ لم یجعل لاھل النار مدۃ بل قال لابثین فیھا احقابا ثم اللّٰہ ماھو الا اذا مضی حقب دخل اخر ثم احر الی الابد فلیس للاحقاب عدۃ الا الخلود.

(علامہ بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ حضرت حسن نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں کی ہے بلکہ فرمایا وہ اس میں کئی احقاب رہیں گے۔ اللہ کی قسم ایک حقب گزرے گا تو دوسرا شروع ہو جائے گا۔ پھر تیسرا اسی طرح ابد تک سلسلہ جاری رہے گا پس احقاب کی تعداد خلود ہی ہے)

لا یذوقون فیھا بردًا ولا شرابا (دوزخ میں داخل ہونے والے سرکش اس میں کوئی ٹھنڈک نہ پائیں گے نہ وہاں کی آب وہوا میں ٹھنڈک ہوگی جو آرام دہ ہو اور نہ پینے کی چیزوں میں کوئی ایسی چیز دی جائے گی جس میں مرغوب ٹھنڈک ہو جو ٹھنڈک عذاب دینے کے لئے ہو (یعنی زمہریر) جس کا بعض احادیث میں ذکر آیا ہے اس میں اس کی نفی نہیں ہے۔

قال صاحب الروح والمراد بالبرد مایروحھم ویفس عنھم حر النار فلا ینا فی انھم قد یعذبون بالزمھریر

(صاحب روح معانی فرماتے ہیں ٹھنڈک سے مراد وہ ٹھنڈک ہے جو انہیں راحت پہنچائے اور جہنم کی آگ سے بچ کر رہے بذا یہ بات اس کے منافی نہیں ہے کہ انہیں جہنم میں زمہریر سے عذاب دیا جائے گا)

اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا (پینے کے لئے انہیں گرم پانی اور غساق کے سوا کچھ نہیں دیا جائے گا) اس گرم پانی کے بارے میں سورۂ محمد میں فرمایا:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَھُمْ.

(اور انہیں گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا)

اور غساق کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تو تمام دنیا والے سڑ جائیں (مشکوٰۃ المصابیح)

غساق کیا چیز ہے؟ اس کے متعلق اکابر امت کے مختلف اقوال ہیں صاحب مرقاۃ نے چار قول نقل کئے ہیں:

۱۔ دوزخیوں کی پیپ اور ان کا دھوون مراد ہے۔ ۲۔ دوزخیوں کے آنسو مراد ہیں۔

۳۔ زمہریر یعنی دوزخ کا ٹھنڈک والا عذاب مراد ہے۔ ۴۔ غساق سڑی ہوئی اور ٹھنڈی پیپ ہے جو ٹھنڈک کی وجہ سے پی نہ جا سکے گی۔

جَزَآءً وِّفَاقًا (یہ جو ان لوگوں کو بدلہ دیا جائے گا ان کے عقیدہ اور عمل کا پورا پورا بدلہ ہوگا) کفر اور شرک بدترین عمل ہے اسی لئے ان کا عذاب بھی بدترین ہے اور چونکہ ان کی نیت یہ تھی کہ مشرک ہی رہیں گے اور اسی پر ان کی موت آئی اس لئے عذاب بھی دائمی رکھا گیا۔

اِنَّھُمْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا.

(بلاشبہ وہ حساب کا خیال نہیں رکھتے تھے)

وکذبوا بایاتنا کذابا

(اور انہوں نے ہماری آیات کو بہت جھٹلایا)

وکل شیء احصینٰہ کتابا

(اور ہم نے ہر چیز کو کتاب میں پوری طرح لکھ دیا ہے)

فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابا

(سو تم چکھو سو ہم تمہارے لئے عذاب ہی کو بڑھاتے رہیں گے)

ع وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ

اور ہم نے ہر چیز کو کتاب میں (لوح محفوظ میں) لکھ دیا ہے سو (اے کافرو) تم (عذاب) چکھو سو ہم تمہارے لئے عذاب ہی کو بڑھاتے رہیں گے بیشک متقیوں کے لئے کامیابی ہے باغ

وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَاءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً

اور انگور ہیں اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں اور لبالب بھرا ہوا جام ہے وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے نہ جھوٹ ہوگا یہ آپ کے رب کی طرف سے بدلہ ہوگا

حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ

حساب کا کافی ہوگا جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمن ہے یہ لوگ اس سے بات نہ کر سکیں گے جس دن تمام کی روح اور فرشتے صف باندھے

صَفًّا ۖ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿٣٩﴾

کھڑے ہوں گے کوئی بھی نہ بولے گا مگر جس کو رحمن اجازت دے اور ٹھیک بات کہے یہ دن برحق ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنا لے

ع إِنَّا أَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ۖ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ﴿٤٠﴾

ہم نے تمہیں قریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے جس دن انسان ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوتا۔

ہل کفار اہل شرک کے انجام عذاب بتانے کے بعد متقی حضرات کے انعام اور اکرام کا تذکرہ فرمایا تقویٰ کے بہت سے درجات ہیں۔ سب سے بڑا تقویٰ یہ ہے کہ کفر و شرک سے بچے اور اس کے بعد گناہوں سے بچنا بھی تقویٰ ہے اور اس کے بھی درجات مختلف ہیں۔ سب درجات انعامات ہیں فرمایا ان للمتقین مفازا (بلاشبہ تقویٰ والوں کے لئے کامیابی ہے) یہ ترجمہ اس صورت میں ہے جبکہ مفازا مصدر میمی ہو اور اگر اسم ظرف لیا جائے تو ترجمہ یوں ہوگا کہ متقیوں کے لئے کامیابی کی جگہ ہے) اس کے بعد کامیابی پر ملنے والی بعض نعمتوں کا تذکرہ فرمایا حدائق واعنابا (یعنی ان حضرات کو باغیچے ہیں گے اور انگور ہیں گے) حدائق حدیقۃ کی جمع ہے جس باغ کی چاردیواری ہو اسے حدیقہ کہا جاتا ہے اور حدائق کے عموم میں انگور بھی داخل ہو گئے لیکن ان کو علیحدہ بھی ذکر فرمایا کیونکہ پھلوں کی یہ جنس دوسرے پھلوں کے مقابلے میں زیادہ فضیلت رکھتی ہے مزید فرمایا وکواعب اور ساتھ ہی اترابا بھی فرمایا۔

کاعب نوخیز لڑکی کو کہتے ہیں التی تکعب ندیاھا واستدار مع ارتفاع یسیر اور اتراب ترب کی جمع ہے جس کا ترجمہ ہم عمر کیا گیا ہے اس میں یہ بات بتا دی گئی ہے کہ وہاں میاں بیوی سب ہم عمر ہوں گے۔ دنیا میں عمروں کے بے تکے تفاوت میں جو زوجین کو

بدمزگی پیش آتی رہتی ہے اسے جاننے والے جانتے ہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص بھی اس دنیا سے رخصت ہوگا چھوٹا ہو یا بڑا (داخل جنت کے وقت) سب تیس سال کے کر دیئے جائیں گے اس سے بھی آگے نہیں بڑھیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزاح مبارک کا ایک واقعہ جو سورۂ واقعہ کے پہلے رکوع کے ختم پر ہم نے لکھا ہے اس کی بھی مراجعت کر لی جائے۔

وکاسا دھاقا (اور متقیوں کے لئے جام بھرے ہوئے جام ہوں گے)

یہاں قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا کے مضمون کا اشکال نہ کیا جائے کیونکہ جنہیں اور جس وقت پورا بھرا ہوا جام پینے کی رغبت ہوگی انہیں جام پیش کیا جائے گا۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (وہاں نہ کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹی بات) وہاں جو کچھ ہوگا سچ ہوگا اور نہ کوئی غلط بات ہوگی بلکہ جس بات کا کوئی فائدہ نہ ہوگا وہ وہاں سننے میں بھی نہ آئے گی۔ ایسی بات کو لغو کہا جاتا ہے۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا (متقی حضرات کو جو اکرام اور انعام سے نوازا جائے گا یہ ان کے ایمان اور اعمال صالحات کا بدلہ ہو گا اور جو کچھ ملے گا کافی ہوگا یعنی وہ اتنا زیادہ ہوگا کہ ان کی تمام خواہشیں پوری ہوں گی اور مزید جو کچھ اضافہ ہوگا وہ اپنی جگہ رہا۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ.

(متقی حضرات کو جو صلہ ملے گا وہ پروردگار جل مجدہ کی طرف سے عطیہ ہوگا وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اس کا مالک ہے اور رحمٰن ہے)

لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا (اس دن کوئی بھی اس سے خطاب نہ کر سکے گا)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں والمراد نفی قدرتهم على ان يخاطبوه عزوجل بشيء من نقص الاوزار وزيادة الثواب من غير اذنه تعالى.

یعنی جو عذاب میں مبتلا کر دیا گیا وہ عذاب کم کرنے کی درخواست نہ کر سکے گا اور جسے ثواب دے دیا گیا اور زیادہ ثواب کرنے کی اس بارے میں کسی کی ہمت نہ ہوگی ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت دے دے تو وہ بات کر سکے گا جیسا کہ آئندہ آیت میں آرہا ہے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا

(یعنی روح والی مخلوق اور فرشتے سب صف بنا کر کھڑے ہوں گے) اور بہت سی صفیں ہوں گی

لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا

(یہ حاضر ہونے والے بات نہ کر سکیں گے مگر وہی بول سکے گا جسے رحمٰن جل مجدہ اجازت دے اور اجازت ملنے پر ٹھیک بولے) یعنی جسے اجازت ملے گی وہ بھی مقید ہوگی ایسا نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے ٹھیک بات میں سے ایک یہ ہے کہ جس کے لئے سفارش کی اجازت دی جائے ان کے لئے سفارش کی جا سکے گی۔

سورۃ الانبیاء میں فرمایا:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ.

(اور فرشتے صرف اسی کے لئے سفارش کریں گے جس کے لئے اللہ کی مرضی ہو)

ذلك اليوم الحق (یہ دن یقینی ہے) فمن شاء اتخذ الى ربه مابا

(سو جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانہ بنالے)

یعنی ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے اور موت تک اسی پر باقی رہے۔

انا انذرناكم عذابا قريبا (بلاشبہ ہم نے تمہیں ایسے عذاب سے ڈرایا ہے جو عنقریب آنے والا ہے) یعنی آخرت کا عذاب اس کو قریب اس لئے فرمایا کہ جو چیز آنے والی ہے وہ ضرور آکر ہی رہے گی۔

يوم ينظر المرء ماقدمت يداه (جس دن انسان دیکھ لے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی دنیا میں جو کچھ اعمال کئے ہوں گے انہیں اپنے اعمال نامہ میں پالے گا۔ سورۂ کہف میں فرمایا ووجدوا ماعملوا حاضرا (اور جو کچھ عمل انہوں نے کئے تھے انہیں موجود پائیں گے) اور سورہ زلزال میں فرمایا فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره

(سو جس شخص نے ذرہ برابر خیر کا عمل کیا ہوگا اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کا عمل کیا ہوگا اسے دیکھ لے گا)

ويقول الكافر يالیتنی کنت ترابا

(اور کافر کہے گا کہ ہائے کاش میں مٹی ہو جاتا) صاحب معالم التنزیل نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن چوپائے جانور چرند پرند جمع کئے جائیں گے پھر ان کے درمیان دنیا میں جو ظلم ہوئے تھے ان کا بدلہ دلایا جائے گا یہاں تک کہ سینگ مارنے کا بدلہ سینگوں والی بکریوں سے بے سینگوں والی بکری کو بدلہ دلایا جائے گا۔ جب جانوروں کو ایک دوسرے سے بدلے دیئے جائیں گے تو ان سے فرما دیا جائے گا کہ تم مٹی ہو جاؤ جب کافر یہ منظر دیکھیں گے تو یہ جان کر کہ ہم سے تو جانور ہی اچھے رہے جنہوں نے ذرا کرن کا کام تمام ہو گیا اور آگے ان کے لئے عذاب نہیں، اب یہ مٹی بنا دیئے گئے ان کے لئے ثواب نہیں تو عذاب بھی نہیں ہمارے لئے تو عذاب ہے۔ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے تو کیسا اچھا ہوتا۔

اور بعض مفسرین نے یالیتنی کنت ترابا کا یہ مطلب بتایا ہے کہ عذاب کو دیکھ کر کافر یوں کہیں گے کہ کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتے۔ نہ ایمان کی اور اعمال کی تکلیف دی جاتی، نہ نافرمان ہوتے، نہ عذاب میں مبتلا ہوتے۔

وهذا اخر تفسير سورة النبا والحمد لله اولا واخرا وباطنا وظاهرا

☆☆☆ ... ... ☆☆☆

مکی	سورۃ النازعات	۴۶ آیتیں ۲ رکوع

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ (۷۹) سورۃ النازعات مکیہ

سورۃ نازعات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں چھیالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان کو سختی سے کھینچتے ہیں اور جو آہستگی سے نکالتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی سے آگے بڑھتے ہیں پھر کام کی تدبیر کرتے ہیں

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

جس دن کہ لرزہ ڈالنے والی چیز لرزہ ڈالے گی اس کے پیچھے پیچھے ایک اور چیز آئے گی کئی دل اس دن دھڑکتے ہوں گے

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝

کہتے ہیں کیا ہم اپنی پہلی حالت پر لوٹائے جائیں گے کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے کہتے ہیں یہ لوٹنا تو بڑا نقصان ہے

فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝

سو یہ تو صرف ایک جھڑکی ہے پھر یکایک وہ میدان میں آموجود ہوں گے

ان آیات میں وقوع قیامت اور وقوع کے بعد والے احوال کا تذکرہ فرمایا ہے پہلے فرشتوں کی قسم کھائی اور قسم کھا کر فرمایا کہ بلا دینے والی چیز ضرور واقع ہوگی۔ (اس سے پہلی بار صور پھونکنا مراد ہے) جن فرشتوں کی قسم کھائی ہے ان میں پہلے والنازعات غرقا فرمایا یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو سختی کے ساتھ روح کھینچنے والے ہیں۔ اس میں غرقا مصدر ہے جو اعراق کے معنی میں ہے یعنی قسم ہے ان حصے فرشتے روح نکال لیتے ہیں اور اس میں مرنے والے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے پھر فرمایا والنشطت نشطا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو بند کھول دیتے ہیں یعنی سہولت کے ساتھ روح نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیا اور چیز آسانی سے نکل گئی۔ قال صاحب معالم التنزیل حلا رفیقا فقبضها کما ینشط العقال من یدالعرای یحل بالرفق۔ (صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ آسانی سے نکالنا پھر اسے قبض کریں گے جیسے اونٹ کی دستی سے رسی کھول لی جاتی ہے یعنی نرمی سے کھولا جاتا)

حضرات مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ پوری طرح سختی سے کافروں کی جان نکالی جاتی ہے اور سہولت اور آسانی کے ساتھ اہل ایمان کی

روح قبض ہوتی ہے (کسی وجہ سے موت کے وقت مومن کو زیادہ تکلیف ہو مثلاً یہ کہ اس کے درجات بلند کرنے کا ذریعہ بنایا ہو) تو یہ دوسری بات ہے واما قلما ذلک لان عائشة رضی اللہ تعالی عنها قالت ما رایت احدا لو جع علیه اشد من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، وقالت فلا اکره شدة الموت لاحد بعد النبی صلی اللہ علیه وسلم (یعنی یہ بات ہم نے اس لئے کہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے موت کی تکلیف جیسی حضور ﷺ کو ہوتے دیکھی ایسی کسی کو ہوتے نہیں دیکھی۔ نیز فرماتی ہیں کہ میں آپ کے بعد کسی کو موت کی زیادہ تکلیف ناپسندیدہ نہیں جانتی) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۴ من ابن ری)

حدیث شریف میں مومن اور کافر کی موت کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت ملک الموت علیہ السلام مومن کی روح قبض کرتے ہیں تو وہ ایسی آسانی سے نکل آتی ہے جیسے (پانی کا) بہتا ہوا قطرہ مشکیزہ سے باہر آجاتا ہے اور کافر کی موت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب کافر بندہ دنیا سے جانے اور آخرت کا رخ کرنے کو ہوتا ہے تو سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر اس کے پاس آتے ہیں جن کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں اور اس کے پاس اتنی دور تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے پھر حضرت ملک الموت تشریف لاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں پھر کہتے ہیں اے خبیث جان اللہ کی ناراضگی کی طرف نکل ملک الموت کا یہ فرمان سن کر روح اس کے جسم میں بھاگی پھرتی ہے ہذا ملک الموت اس کی روح کو جسم سے اس طرح نکالتے ہیں جیسے بوٹیوں بھونے کی سیخ بھیگے ہوئے اون سے صاف کی جاتی ہے (یعنی کافر کی روح کو جسم سے زبردستی اس طرح نکالتے ہیں جیسے بھیگا ہوا اون کانٹے دار سیخ پر پھنسا ہوا ہو اور اس کو زور سے کھینچا جائے (مشکوٰۃ المصابیح ۱۴۳)

والنشطت نشطا یہ سبح یسبح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جو تیرنے کے معنی میں آتا ہے مفسرین نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ فرشتے مومنین کی روحوں کو آسمان کی طرف بڑی سرعت و سہولت کے ساتھ لے جاتے ہیں گویا تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔

فالسابقت سبقا پھر یہ فرشتے تیزی کے ساتھ دوڑنے والے ہیں وہ جب روحوں کو لے کر اوپر پہنچتے ہیں تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اس کے مطابق عمل کرنے میں تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔

فالمدبرات امرا یہ وہ فرشتے حکم خداوندی کے مطابق تدبیر کرتے ہیں یعنی جس روح کے متعلق جو حکم ہوتا ہے اس حکم کے مطابق عمل کرنے کی تدبیروں میں لگتے ہیں۔

یوم ترجف الراجفة یہ جواب قسم ہے فرشتوں کی قسمیں کھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی اس کا وقوع کس دن ہوگا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس دن ہلا دینے والی چیز ہلا دے گی اس دن قیامت کا وقوع ہوگا۔ ہلا دینے والی چیز سے نفخۂ اولیٰ یعنی پہلی بار کا صور پھونکنا مراد ہے۔

تتبعها الرادفة یعنی (ہلا دینے والی چیز) کے پیچھے اس کے بعد آنے والی چیز آجائے گی اس سے نفخۂ ثانیہ یعنی دوسری دفعہ صور پھونکنا مراد ہے۔

قلوب یومئذ واجفة (اس دن دل دھڑک رہے ہوں گے)

ابصارها خاشعة (ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی)

یہ قیامت کے دن کی حالت کا بیان ہوا۔ اس کے بعد منکرین قیامت کا قول نقل کیا ہے:

یقولون ءانا لمردودون فی الحافرة.

(وہ کہتے ہیں کیا ہم اپنی پہلی حالت پر واپس ہوں گے؟)

یہ استفہام انکاری ہے منکرین کہتے ہیں کہ ایسا ہونے والا نہیں کہ ہم پہلی حالت میں آ جائیں یعنی موت سے پہلے جو ہماری حالت تھی مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندگی مل جائے اور پہلی حالت پر آ جائیں ایسا ہونے والا نہیں۔ انہوں نے اپنے واپس ہونے کا استبعاد ظاہر کرنے کے لئے مزید کہا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت دوبارہ زندگی میں آئیں گے)

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ (ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ہماری سمجھ میں تو نہیں آ رہا کہ ہڈیاں بوسیدہ ہو کر انہیں دوبارہ زندگی ملے بالفرض اگر دوبارہ زندہ ہو گئے جیسا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے بتاتے ہیں تو ہماری خیر نہیں اس وقت تو ہمارا برا حال ہو جائے گا کیونکہ جس چیز کو جھٹلا رہے ہیں اس کا واقع ہو جانا لامحالہ ہمارے جھٹلانے کی سزا کا سبب بنے گا لہٰذا ابھی بڑی ہوئی ان باتوں کا یہ قول بھی جو تعذیب اور سخت سزا کے بارے میں ہے کیونکہ کسی درجہ میں بھی ان کے نزدیک وقوع قیامت کا حتمی نہیں تھا اسی نے انہوں نے ایسی بات کہی جو کہ جس کو کسی درجہ میں بھی اتنے بڑے نقصان کا احتمال ہو وہ فکرمند ہوتا ہے دنیا میں ذرا ذرا سے احتمال پر خبر دینے والوں کی تصدیق کرتے ہیں کہ ممکن ہے سچ ہی کہہ رہا ہو اگر کوئی جھوٹا آدمی یوں کہہ دے کہ وہاں نہیں جانا ادھر ایک اژدھا پڑا ہے تو ہم نہیں جانے کی ہمت نہیں کریں گے یہ منکرین کی حماقت اور شقاوت ہے کہ وقوع قیامت کی بار بار خبر دینے اور اس پر دلیل قائم ہونے کے باوجود اور یہ جانتے ہوئے کہ آگر قائم ہو گئی تو ہمارا برا حال ہو گا پھر بھی اس کی تصدیق نہیں کرتے اور اپنی فلاح کے فکرمند ہوتے۔ قولہ تعالیٰ الحافرۃ قال صاحب الروح الحافرۃ الارض التی حصرھا السابق بقولہ فھم قولھم

رجع فلان فی حافرتہ ای طریقہ التی جاء فیھا فحفرھا ای اثر فیھا بمشیہ والقیاس المحفورۃ فھی اما بمعنی ذات حفرت أو الاسناد مجازی وقولہ تعالیٰ نخرۃ من نحر العظم اذا بلی وصار أجوف تمر بہ الریح فیسمع لہ نخیر أو صوت وقولہ تعالیٰ کرۃ حاسرۃ أی ذات حسر او حاسر أصحابھا

(الحافرۃ: صاحب روح المعانی فرماتے ہیں حافرۃ اس زمین کو کہتے ہیں جس پر آنے جانے والے نے اپنے پاؤں کے نشان چھوڑے ہوں۔ یہ رجع فلان بحافرتہ سے ماخوذ ہے یعنی فلاں اسی راستہ سے لوٹا جس سے کہ آیا تھا۔ تو اس نے اس راستہ میں اپنے پاؤں کے نشان ڈالے۔ قانون کے مطابق اسے محفورۃ ہونا چاہئے۔ اس صورت کا معنی یا تو ہے پاؤں کے نشان والی یا یہ اسناد مجازی ہے۔ نخرۃ یہ نخر العظم سے بنا ہے جب ہڈی بوسیدہ اور اندر سے کھوکھلی ہو جائے اور اس میں سے ہوا گزرتی ہے تو آواز یا سیٹی سنائی دیتی ہے۔ ایسی ہڈی کو نخرہ کہتے ہیں۔ کرۃ حاسرۃ۔ خسارے والا لوٹنا یہ مطلب ہے کہ ایسا لوٹنا کہ لوٹنے والے کے نقصان میں ہو۔)

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ

(وہ تو ایک ہی سخت آواز ہو گی جس سے سب کے سب فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے)

اس میں منکرین کی تکذیب کی تردید ہے اس وقت طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ اس کا واقع کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بھاری بات نہیں ہے جب اس کا حکم ہو گا تو ایک چیخ وجود میں آئے گی (یعنی دوسری مرتبہ کا صور پھونکا جانا) اس وقت بغیر کسی دیر و تاخیر کے یہ میدان میں موجود ہو جائیں گے جو حساب کتاب کی جگہ ہو گی۔

قال صاحب الروح الساھرۃ قیل وجہ الارض والفلاۃ وفی الکشاف الارض البیضاء ای التی لا نبات فیھا المستویۃ سمیت بذلک لان السراب یجری فیھا من قولھم عین ساھرۃ جاریۃ الماء اھ۔

(صاحب روح المعانی فرماتے ہیں الساھرۃ کے بارے میں بعض نے کہا کہ زمین کی سطح کو اور صحرا کو کہتے ہیں اور کشاف میں ہے کہ ساہرۃ وہ زمین ہے کہ جو سبزی وصف ہو اس میں کوئی پودا و کھیت نہ ہو۔ اسے ساھرہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں سراب چلتی ہے اور لفظ عین ساھرۃ سے ماخوذ ہے یعنی وہ آنکھ جس سے پانی بہتا ہے)

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝

یا آپ کے پاس موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے جبکہ ان کے پروردگار نے وادی مقدس یعنی میدان طوی میں انہیں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے سو اس سے کہو یا

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝

تجھ میں بات ہے کہ تو پاکیزگی اختیار کرے اور میں تجھے تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں تو تو ڈر جائے پھر انہوں نے بڑی نشانی یعنی موسیٰ نے جھٹلایا اور نافرمانی میں لگا رہا

ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝

پھر پیٹھ پھیر کر چل دیا دوڑتا ہوا پھر جمع کیا پھر پکارا کہا میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں سو اللہ نے اسے پکڑا آخرت کی اور دنیا کی سزا میں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝

بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو ڈرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ سے مصر میں رہتے تھے وہاں جو ان کی مظلومیت کا حال تھا اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے ان پر فرعون اور آل فرعون کی طرف سے مظالم کے پہاڑ ٹوٹتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان ہی حالات میں وہاں پیدا ہوئے پھر فرعون کے محل میں پلے بڑھے، جوان ہوئے۔ ایک اسرائیلی یعنی ان کی قوم کے آدمی اور قبطی (فرعون کی قوم کے ایک فرد) کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزر رہے تھے اسرائیلی نے ان سے مدد طلب کی انہوں نے قبطی کو ایک گھونسہ مار دیا گھونسہ کا لگنا تھا کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا وہیں اس کا ڈھیر ہو گیا فرعونیوں کو پتہ چلا کہ فلاں شخص نے ہمارے آدمی کو مارا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں لگ گئے اور ان کے قتل کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔ ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رائے دی کہ تمہارے بارے میں ایسے ایسے مشورے ہو رہے ہیں تم یہاں سے نکل جاؤ اور کسی دوسری جگہ چلے جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکلے اور مدین پہنچ گئے وہاں ایک بوڑھے شخص تھے ان کی ایک لڑکی سے نکاح ہو گیا اپنے خسر صاحب کی بکریاں چراتے اور زندگی گزارتے تھے مقررہ میعاد کے مطابق دس سال گزار کر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر مصر کی طرف واپس ہو رہے تھے کہ راستہ بھی بھول گئے اور سردی بھی لگ گئی دور سے انہوں نے دیکھا کہ آگ نظر آ رہی ہے اپنی بیوی سے کہا کہ تم ذرا ٹھہرو میں تاپنے کے لئے آگ لے کر آتا ہوں۔ آگ نہ ملی تو کوئی راستہ بتانے والا مل جانے کا جس جگہ آگ نظر آ رہی تھی اس جگہ کا نام طوی تھا۔ جب وادی المقدس یعنی پاک میدان فرمایا وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرما دیا اور حکم دیا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش بنا ہوا ہے اور انہیں دو بڑے بڑے معجزے بھی عطا فرما دیئے۔ ایک یہ کہ وہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈالتے تھے تو اژدھا بن جاتی تھی دوسرے یہ کہ اپنے ہاتھوں کو گریبان میں ڈالتے تھے تو وہ بہت زیادہ روشن ہو کر نکلتا تھا۔ یہاں سورۃ النازعات میں اس کا اجمالی تذکرہ ہے فرمایا

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (کیا تمہارے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے)

اِذْنَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى.

(جبکہ موسیٰ کو اس کے پروردگار نے پاک میدان وادی طوی میں ان کو پکارا)

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى.

(تم فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے)

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى

(سو اس سے فرمائیے کیا تجھے اس بات کی رغبت ہے کہ تو پاکیزہ بن جائے)

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى.

(اور کیا تجھے اس بات کی رغبت ہے کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف ہدایت دوں)

یعنی تیرے خالق اور مالک کی ذات وصفات اور اس کی الوہیت اور ربوبیت اور اس کی قدرت کاملہ اور اس کے قہر اور غلبہ سے تجھے واقف کراؤں۔ فتخشی تاکہ تو اپنے رب سے ڈرنے لگے اور اس سرکشی کو چھوڑ دے جو تو نے اختیار کر رکھی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا فرمان سن کر وادی مقدس سے روانہ ہو کر مصر پہنچے وہاں سے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ساتھ لیا (اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی نبوت سے سرفراز فرما دیا تھا) یہ دونوں فرعون کے پاس پہنچے اور اسے حق کی دعوت دی پاکیزہ بننے کے لئے کہا (کیونکہ وہ کفر اور ظلم کی ناپاکی میں لت پت تھا)

اور اس سے فرمایا کہ تو ہماری بات مان لے ہدایت پر آ جا ورنہ تجھ پر عذاب آ جائے گا۔ کما فی سورۃ طٰہٰ (اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى

فرعون تو اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہتا تھا جب اس نے یہ سنا کہ میرا کوئی رب ہے (اور بظاہر مجھ سے بڑا رب ہے میں یہ باتیں ہوئیں) تو وہ بڑا چونکا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعدد سوال جواب کئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پوری جرأت اور بہادری کے ساتھ ہر بات کا جواب دیتے رہے جب فرعون دلیل سے عاجز ہو گیا تو کہنے لگا:

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ.

(اگر تو نے میرے علاوہ کسی کو معبود بنایا تو تجھے ضرور قیدیوں میں شامل کر دوں گا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں تیرے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں تب بھی تو ایسا ہی کرے گا؟ فرعون نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو لے آ وہ کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈال دی وہ اژدھا بن گئی اور اپنا داہنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ خوب روشن ہو گیا اسی کو فرمایا:

فَاَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى. (پھر انہوں نے اسے بڑی نشانی دکھائی)

فَكَذَّبَ وَعَصٰى (سو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی پر جما رہا) دلیل سے بھی عاجز ہو گیا اور دو بڑے بڑے معجزے بھی دیکھ لئے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور رب جل شانہٗ کی نافرمانی پر بدستور قائم رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر بنا دیا پھر جادوگروں سے مقابلہ کرایا جادوگر ہار گئے اور ایمان لے آئے۔ فرعون اب بھی نہ مانا اور اپنی سرکشی پر اڑا رہا چونکہ وہ مطلق العنان بااختیار تھا اور اس

کے غرور کا یہ حال تھا کہ وہ یوں کہتا تھا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں اس لئے اسے اپنے اقتدار کی فکر پڑ گئی اور طرح طرح کی تدبیریں کرنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بات دب جائے اور عوام وخواص ان کی دعوت کو قبول نہ کریں اسی کو فرمایا ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی (اس نے پشت پھیری کوشش کرنے لگا) فحشر فنادیٰ (سو اس نے لوگوں کو جمع کیا پھر بلند آواز سے پکارا یعنی اپنے لوگوں کو خطاب کیا)

فقال انا ربکم الاعلیٰ (اور اپنی ہوی ٹھرائی کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں یعنی سب سے بڑا رب ہوں) لیکن اس کی ہر تدبیر ناکام ہوئی اور بالآخر ہلاک ہوا دنیا میں بھی یہ اپنی یعنی اپنے لشکروں سمیت سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہوا اور آخرت میں بھی دوزخ میں داخل ہوگا بلکہ دوزخ میں داخل ہوتے وقت اپنی قوم سے آگے آگے ہوگا۔ سورہ ہود میں فرمایا:

یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ

(قیامت کے دن اپنے قوم سے آگے ہوگا سو انہیں دوزخ میں پہنچائے گا)

سورۃ القصص میں فرمایا:

(وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ)

(اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ لوگ قیامت کے دن بدحال ہوں گے)

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی

(بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو ڈرے)

جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں اور عبرت کے قصے سن کر خوف کھاتے ہیں کہ کہیں ہمیں نافرمانی کی وجہ سے دنیا و آخرت میں بدحالی اور عذاب میں گرفتار نہ ہونا پڑے ایسے لوگوں کے لئے اس میں عبرت اور نصیحت ہے (اور جو لوگ نافرمانیوں میں لگ کر اپنی سمجھ کی پونجی کو کھو بیٹھے اور کسی بات سے متاثر نہیں ہوتے ایسے لوگ نافرمانی میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں، جیسے فرعون نے سرکشی کی راہ اختیار کی اور بربادی کا مستحق عذاب نار ہوا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور فرعون کا اپنے لشکروں سمیت ڈوب جانا سورۂ طٰہٰ میں تفصیل سے مذکور ہے نیز سورہ یونس رکوع نمبر ۸ اور سورۂ قصص رکوع نمبر ۲ ۳ اور سورۂ نمل رکوع نمبر ۱۱ کی بھی مراجعت کر لی جائے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَ اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝

کیا پیدائش کے اعتبار سے تم زیادہ سخت ہو یا آسمان؟ اللہ نے اسے بنایا اس کی چھت کو بلند کیا سو اسے درست بنایا اور اس کی رات تاریک بنائی اور اس کا دن ظاہر کیا

وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۝ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ۝

اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا اس سے اس کا پانی نکالا اور اس کا چارہ اور پہاڑوں کو جمایا تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے

جو لوگ قیامت کے منکر تھے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم اپنی دوبارہ تخلیق کو مشکل سمجھ رہے ہو یہ بتاؤ کہ تمہاری تخلیق زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی تخلیق ذرا سی سمجھ والا آدمی بھی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ بظاہر آسمان کی تخلیق زیادہ مشکل ہے (یعنی انسان سوچے گا تو یہی سمجھ میں آئے گا حالانکہ قادر مطلق کے لئے ہر معمولی اور بڑی سے بڑی چیز پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں) جب اللہ تعالیٰ نے آسمان جیسی چیز پیدا فرما دیا تو تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل؟ اس کے بعد آسمان کی بلندی کا اور رات دن کا تذکرہ فرمایا۔

رفع سمکھا (اس کی چھت کو بلند فرمایا فسوّاھا (سواسے بالکل درست بنایا)
واغطش لیلھا (اور اس کی رات کو تاریک بنایا) واخرج ضحاھا (اور اس کے دن کو ظاہر فرمایا) رات اور دن کے وجود اور ظہور کا ظاہری سبب چونکہ آفتاب کا طلوع وغروب ہے اور وہ بلندی پر ہے اس لئے لیلھا وضحاھا کی اضافت السماء کی ضمیر کی طرف کی گئی۔ والارض بعد ذلک دحاھا (اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا)
اخرج منھا ماءھا ومرعاھا (زمین سے اس کا پانی نکالا اور اس کا چارہ نکالا (جو جانوروں کے کام آتا ہے) والجبال ارساھا (اور پہاڑوں کو جما دیا) متاعا لکم ولانعامکم (تمہارے لئے تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لئے یعنی رات اور دن کا وجود اور زمین کا پھیلاؤ اور زمین میں پانی کا ہونا اور چارہ پیدا ہونا اور بہت وزنی پہاڑوں کا زمین پر جما رہنا تاکہ حرکت نہ کریں یہ سب چیزیں انسانوں کے لئے اور ان کے مویشیوں کے لئے بڑے نفع کی چیزیں ہیں انسان پر لازم ہے کہ اپنے رب کا شکر گزار ہو اور اس کے نبیوں اور کتابوں کی خبروں کے مطابق وقوع قیامت کا اقراری ہو اور اس دن کے لئے فکرمند ہو۔

آسمان اور زمین کی پیدائش میں جو ترتیب ہے اس کا ذکر سورۂ بقرہ میں اور سورۂ حٰمٓ السجدہ کی تفسیر میں دیکھ لیا جائے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ

سو جب بڑی مصیبت آ جائے جس دن انسان اپنی کوششوں کو یاد کرے گا اور دیکھنے والوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔ سو جس نے

طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِىَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ

سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی سو بلاشبہ دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے

الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ۝ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى

روکا سو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کا لنگر انداز ہونا کب ہوگا۔ آپ کو اس کے بیان سے کیا تعلق آپ

رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝ ع

رب کی طرف سے آخر کی حد بتانے والے ہیں جو شخص اس سے ڈرتا ہے آپ تو صرف اس کو ڈرانے والے ہیں جس دن یہ لوگ قیامت کو دیکھ لیں گے تو یہ سمجھیں گے کہ دنیا میں رہے ہوئے تھے تو صرف ایک شام یا اس کی صبح۔

ان آیات میں قیامت کا منظر بتایا ہے الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى جس کا ترجمہ بڑی مصیبت سے کیا گیا ہے یہ طمّ یطمّ سے ماخوذ ہے جو بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے قیامت کے لئے اس لفظ کا اطلاق اس لئے کیا گیا ہے کہ اس دن کی مصیبت ہر مصیبت پر غالب ہوگی۔ اس سے بڑی مصیبت اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھی ہوگی صاحب روح المعانی لکھتے ہیں والطامة اعظم الدواهی لانه من طم یمعنی علا کما ورد فی المثل جری الوادی فطم علی القری وجاء السیل فطم الرکی وعلوها علی الدواهی غلبتها علیها فیرجع لما ذکر قیل فوصفها بالکبری للتاکید ولوفسر کونها طامة بکونها غالبة للخلائق لایقدرون علی دفعها لکان الوصف مخصصا وقیل کونها طامة باعتبار انها تعلب وتفوق ماعرفوا من دواهی الدنیا وکونها کبری باعتبار انها اعظم من جمیع الدواهی مطلقا وقیل غیر ذلک (الطامة: سب سے بڑی آفت

کو کہتے ہیں کیونکہ یہ طم سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے بلند ہوا جیسا کہ مثال ہے جری الوادی فطم علی القری، وادی میں پانی آیا اور بستیوں پر بلند ہو گیا وجاء السیل فطم الرکی سیلاب آیا اور ٹیلوں پر بلند ہو گیا۔ اور طامۃ کبریٰ باقی آفتوں پر بلند ہونے پر غالب ہونے کے لئے ہے لہٰذا اس کا وہی مفہوم ہے جو مذکور ہوا۔ بعض نے کہا اسے کبریٰ کے ساتھ موصوف کرنا تاکید کے لئے ہے اور اگر اس کی تفسیر یہ کریں کہ یہ طامۃ ہے اس طرح کہ مخلوق پر غالب ہوگی وہ اسے دفع کرنے پر قادر نہیں ہوں گے تو اس وقت صفت مخصص ہوگی اور بعض نے کہا اس کا غلبہ اس طرح سے ہے کہ لوگوں نے دنیا کی جتنی آفتیں دیکھی سنی ہوں گی یہ ان سب سے بڑھ کر ہوگی اور کبریٰ اس لحاظ سے ہوگی کہ مصیبت سب سے بڑی ہوگی۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں) (روح معانی ص ۱۸۰ ج ۳۰)

حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ الطامۃ الکبریٰ سے نفخۂ ثانیہ (دوسری بار صور پھونکنا) مراد ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جس دن سب سے بڑی مصیبت آئے گی انسان یاد کرے گا اپنی کوششوں کو جو اس نے دنیا میں جو اعمال کئے تھے ان کو یاد کرے گا کیونکہ ان اعمال پر عذاب و ثواب کا مدار ہوگا اور اس وقت جحیم یعنی دوزخ ظاہر کر دیا جائے گا جس کو سب دیکھنے والے دیکھ لیں گے۔

حساب کتاب کے بعد جو فیصلے ہوں گے اس میں دو ہی جماعتیں ہوں گی ایک جماعت دوزخ میں اور ایک جماعت جنت میں جائے گی جیسے سورۃ الشوریٰ میں بیان فرمایا ہے۔

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ

اور جو لوگ اعراف پر ہوں گے وہ بھی آخر میں جنت میں داخل ہوں گے۔

جنت اور دوزخ کے داخلہ کی بنیاد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى

(سو جس نے سرکشی کی اور دنیا والی زندگی کو ترجیح دی یعنی دنیا سے کام کرتا رہا اور آخرت کی تیاری نہ کی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا)

عام طور سے کفر و اختیار کرنے والے حق ظاہر ہوتے ہوئے حق قبول نہ کرنا اس سے ہوتا ہے کہ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں ماں باپ اور برادری چلے جانے کے ڈر سے حق قبول نہیں کرتے دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے جو لوگ مسلمان ہونے کے بعد رہتے ہیں یعنی ساتھ ہی گناہوں میں بھی منہمک رہتے ہیں اس کا باعث بھی دنیا کو ترجیح دینا ہوتا ہے۔ مال کی طلب یا جاہ و شہرت و عہدہ کا لالچ یہ چیزیں گناہوں پر ڈالتی ہیں فرائض و واجبات چھڑاتی ہیں اور کاروبار میں خیانت، ملاوٹ وغیرہ پر آمادہ کرتی ہیں جو شخص آخرت کو ترجیح دے گا وہ یہ یقین کرتے ہوئے زندگی گزارے گا کہ قیامت کے دن پیش ہونا ہے وہ دنیا کو ترجیح نہیں دے سکتا دنیا کی طلب حلال مکاسب اور مواقع میں خرچ کرنے کے لئے جائز ہے البتہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا ہلاکت کا سبب ہے۔

اب دوسرا رخ لیجئے ارشاد فرمایا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

(اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا دنیا میں اور اس کے حساب سے خوف زدہ ہوا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے)

بات یہ ہے کہ انسان گناہوں کو چھوڑنا چاہتا ہے، حرام سے بچنے کا ارادہ کرتا ہے فرائض و واجبات کا اہتمام کرنا چاہتا ہے تو اس کا نفس آڑے آجاتا ہے نفس کو آرام چاہئے مزہ اور لذت چاہیے اسے ہری بھری دنیا محبوب ہے آخرت میں کیا ہوگا اسے اس کی فکر نہیں۔ لہٰذا

وہ گناہوں میں منہمک رہنے ہی کو پسند کرتا ہے جو لوگ اپنے نفس پر قابو پاتے ہیں اسے گناہوں سے روکتے ہیں حرام سے بچتے ہیں اور صرف جائز مال اور حلال لذت پر اکتفا کر لیتے ہیں ایسے لوگ مبارک ہیں ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے جہاں ہر خواہش پوری ہوگی قیامت کے دن کے حساب کتاب کا جس نے دھیان رکھا اور وہاں کی پیشی سے خوف زدہ ہوا اس کے لئے جنت کا داخلہ اور اسے دو باغ ملیں گے جیسا کہ سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ

(اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اس کے لئے دو باغ ہوں گے)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہے کہ نفس کی خواہشوں پر چلیں گے اور لمبی لمبی امیدیں باندھ رہیں گے پھر فرمایا کہ نفس کی خواہش حق سے روکتی ہے اور امید کی درازی آخرت کو بھلا دیتی ہے مزید فرمایا کہ یہ دنیا برابر جا رہی ہے اور یہ آخرت کے سفر میں ہے برابر چلی آ رہی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں سو اگر تم سے ہو سکے کہ دنیا کے بیٹے نہ بنو تو ایسا کرلو کیونکہ آج تم دار العمل میں ہو اور حساب نہیں ہے اور کل کو دار آخرت میں ہوں گے اور وہاں عمل نہیں ہوگا (رواہ البیہقی فی الزہد) ایک حدیث میں یوں ہے کہ آخرت کے بیٹے بنو دنیا کے بیٹے مت بنو کیونکہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل کو حساب ہوگا اور عمل نہیں (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۳)

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا

(وہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا؟)

ان لوگوں کا یہ سوال بظاہر سوال تھا اور حقیقت میں قیامت کا انکار کرنا مقصود تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا. (اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق)

یعنی آپ کو تو اس کے وقت کا علم ہی نہیں لہٰذا آپ اس کا وقت نہیں بتا سکتے۔

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (اس کا منتہا علم آپ کے رب کی طرف ہے) یعنی قیامت کے واقع ہونے کا وقت معین اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے سورۃ اعراف میں جو قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ۔ (ترجمہ) آپ فرما دیجئے قیامت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اس کے وقت پر اسے صرف وہی اسے ظاہر فرمائے گا۔) فرمایا ہے یہاں بھی وہی مضمون مذکور ہے۔

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا

(آپ تو صرف ایسے شخص کے ڈرانے والے ہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو)

یعنی آپ کی بات مان کر ایمان لے آئے اور قیامت کے مواخذہ اور محاسبہ سے خوف زدہ ہو جسے ماننا نہیں ہے آپ کا ڈرانا اس کے حق میں مفید نہیں۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا

(جس دن وہ اس کو دیکھیں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں) آج تو بار بار پوچھ رہے ہیں کہ قیامت کب آئے گی اور بطور استہزاء اور تمسخر یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا جب قیامت آئے گی اس

وقت دنیا میں زندگی (جس میں برسہا برس گزارے تھے) تھوڑی سی معلوم ہوگی اور یوں سمجھیں گے کہ ہم نے جو عذاب کی جلدی مچائی تھی وہ اتنی جلدی آ گیا وقوع کے وقت جلدی ہی سمجھیں گے اگر جواب میں کہتے ہیں کہ یہ سب پورا ہوگا۔

وھذا اخر تفسیر سورۃ النازعات' والحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات' والصلوۃ والسلام علی سید الکائنات وعلی الہ وصحبہ رواۃ الایات الھداۃ الی الجنات

مکی	سورۂ عبس	۴۲ آیتیں ۱ رکوع

سورۂ عبس مکیۃ ۱۰ ۔ ۴۲ ۔ رکوعہا ۱

وہ عبس یعنی منہ بگاڑا اور منہ موڑا اس لئے اس کا نام سورۂ عبس ہے اس میں بیالیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝

منہ بگاڑا اور روگردانی کی اس وجہ سے کہ اس کے پاس نابینا آیا اور آپ کو کیا خبر شاید وہ ستھرا ہو جاتا یا نصیحت قبول کرتا سو نصیحت سے فائدہ دیتی لیکن جس نے بے پروائی کی

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ كَلَّآ

سو آپ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ ستھرا نہ ہو اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے سو آپ اس کی طرف سے توجہ ہٹاتے ہیں۔ ہرگز

اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

یہ شک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو یاد کرلے وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو عزت والے ہیں بلند ہیں پاکیزہ ہیں لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو معزز ہیں نیک ہیں۔

وقف لازم

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نابینا تھے ان کا نام عبداللہ بن ام مکتوم معروف و مشہور ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عمرو تھا اور والد کا نام قیس تھا وہ مہاجرین اولین میں سے تھے مشہور قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ مشرکین کے سرداروں میں سے بعض لوگ موجود تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے باتیں کر رہے تھے اور اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے اسی اثناء میں حضرت ابن ام مکتومؓ حاضر خدمت ہو گئے (چونکہ وہ نابینا تھے اس لئے انہیں آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشغولیت کا پتہ نہ چلا) اور بار بار عرض کرتے رہے کہ مجھے بھی کچھ سکھا دیجئے آپ اس وقت ان کا آ جانا اچھا نہ لگا کیونکہ وہ گفتگو کے درمیان بیچ میں آ گئے جس سے ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ ان کا جواب دیں تو حاضرین سے جو بات ہو رہی تھی وہ کٹ جاتی آپ نے ابن مکتومؓ کی طرف سے اعراض فرمایا اور سرداران قریش میں سے جس سے بات ہو رہی تھی اس کی طرف متوجہ رہے آپ کے خیال مبارک میں یہ بات تھی کہ یہ تو اپنا ہی آدمی ہے کبھی بھی میرے پاس آ سکتا ہے اور سوال کر سکتا ہے لیکن ان قریش کے سرداروں میں سے کوئی شخص اسلام قبول کر لے تو سارے قریش پر اس کا اثر پڑے گا اور اس کا فائدہ زیادہ ہوگا اس وقت ابن ام مکتوم پر توجہ دیتا ہوں تو یہ لوگ یوں کہیں گے کہ ان کے ساتھی نابینا اور نیچے درجہ کے لوگ (غلام باندی ہیں) سنن ترمذی میں یوں ہے کہ وعبس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل من عظماء المشرکین.

یعنی معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جس وقت ابن مکتومؓ اور اُبی بن خلف اور امیہ بن خلف موجود تھے اور تفسیر بیضاوی میں ہے وعندہ صنادید قریش کہ آپ کے پاس سرداران قریش موجود تھے۔

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس وقت حضرت ابن ام مکتومؓ کا آنا اور بات کرنا ناگوار ہوا اور اس کا اثر چہرۂ انور پر ظاہر ہوا اس پر سید عالم شانہ نے عتاب فرمایا اور سورۂ عبس نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا، عَبَسَ وَتَوَلّٰی (منہ بنایا اور روگردانی کی) اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی (یعنی رخ پھیر لیا اس وجہ سے کہ ان کے پاس نابینا آ گیا) پہلے تو غائب کا صیغہ استعمال فرمایا اس میں آپ کا احترام ہے۔ پھر بصیغۂ خطاب ارشاد فرمایا:

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰٓى (اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا)

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى (یا وہ نصیحت قبول کرتا سو نصیحت اسے فائدہ دیتی) یعنی وہ نابینا جو آیا وہ پہلے سے مومن تھا اس نے آپ سے دینی باتیں معلوم کرنا چاہیں آپ اسے پڑھاتے سمجھاتے تو وہ اپنی حالت سنوار لیتا اور نصیحت حاصل کرتا اور اسے جو پڑھنا فائدہ پہنچاتا آپ اس کے سنورنے اور سدھرنے اور نصیحت سے نفع حاصل کرنے کی امید رکھنا چاہئے لفظ لعل جو ترجی کے لئے آتا ہے اسی مفہوم کے خاص کرنے کے لئے استعمال فرمایا۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى.

(لیکن جس نے بے پرواہی کی اس کے لئے آپ پیش آجاتے ہیں)

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى (اور آپ پر اس بات کا کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے)

یعنی جس نے آپ کا دین قبول نہیں کیا اگر وہ اپنی حالت کو نہ سدھارے یعنی ایمان قبول نہ کرے تو اس بارے میں آپ سے کوئی مؤاخذہ نہیں۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى

(اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے سو آپ اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد نیک تھا۔ مشرکین کے اسلام قبول کرنے کی امید پر ان سے باتیں کرتے رہے اور حضرت ابن ام مکتومؓ کی طرف توجہ نہ دی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا تاکہ اصحاب صفہ کے دل نہ ٹوٹیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ فقیر مومن غنی کافر سے بہتر ہے اور مومن کا خیال کرنا اولیٰ ہے اگرچہ فقیر ہو مزید فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے سورۃ انعام میں وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ اور سورۃ الکہف میں وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فرمایا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابن مکتومؓ کا خاص احترام فرماتے تھے اور جب ان کو آتا ہوا دیکھتے تھے تو فرماتے تھے مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی (مرحبا ہے اس شخص کے لئے جس کے بارے میں میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا) اور ان سے بار بار دریافت فرماتے تھے کہ کیا تمہاری کوئی حاجت ہے۔ الاستیعاب اور الاصابہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پیچھے غزوات میں تیرہ مرتبہ خلیفہ بنایا یعنی جب آپ جہاد کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو امامت اور امارت ان کے سپرد کر کے جاتے تھے (رجع الاستیعاب عمرو بن قیس بن زائدہ و الاصابہ عمرو ابن مکتوم)

اس کے بعد فرمایا کلا انھا تذکرۃ آپ ہرگز ایسا نہ کیجئے کہ جو شخص آپ کے پاس دینی باتیں معلوم کرنے آئے اس کی طرف سے بے توجہی کریں کیونکہ قرآن ایک نصیحت کی چیز ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ آپ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے۔ جو قرآن اور اس کی نصیحت قبول نہ کرے اس کا وبال اسی پر ہے۔ آپ پر کوئی ضرر نہیں اس کے بعد قرآن کے اوصاف بیان فرمائے وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو اللہ کے یہاں مکرم ہیں اور بلند ہیں اور مقدس ہیں کیونکہ شیاطین وہاں تک نہیں پہنچ سکتے اور یہ صحیفے ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں جو باعزت ہیں اور نیک ہیں (فرشتے چونکہ لوح محفوظ سے قرآن مجید کو نقل کرتے ہیں اس لئے بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ کرام سورۃ فرمایا)

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِیْلَ

انسان پر خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے کس چیز سے پیدا فرمایا نطفہ سے اس کو پیدا فرمایا پھر اس کے ایک ایک اندر سے ایک اندازہ سے بنایا۔ پھر اس کا راستہ

یَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝ كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝

آسان فرمایا پھر اس کو موت دے دی پھر اسے قبر میں چھپا دیا پھر جب چاہے گا اٹھا کھڑا کرے گا ہرگز نہیں جو حکم دیا گیا اس کو پورا نہیں کیا۔

ان آیات میں انسان کی ناشکری کا اور اس کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا۔

قتل الانسان (انسان پر خدا کی مار ہو) یعنی وہ اس لائق ہے کہ ذلیل ہو اور اس پر اللہ کی لعنت ہو قال فی معالم التنزیل ای لعن الکافر ما اکفرہ (وہ کتنا بڑا ناشکرا ہے) اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا کتنی نعمتوں سے نوازا۔ نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور سب سے بڑی ناشکری یہ ہے کہ ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا اسے یہ بھی معلوم ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ بھی معلوم ہے کہ کس چیز سے پیدا کیا ہے یہ سن افرمانی پر تلا ہوا ہے۔

من ای شیء خلقہ (اسے کس چیز سے پیدا فرمایا)

من نطفۃ (نطفہ سے پیدا فرمایا) جو حقیر اور ذلیل مادہ ہے اگر اپنی اصل کو دیکھے تو شرم سے آنکھیں نیچی ہو جائیں اور خلاق کائنات جل مجدہ کی طرف سے سچے دل سے متوجہ ہو جس نے ذلیل پانی سے ایسی اچھی جیتی جاگتی مشت اور ہڈی اور بال اور کھال والی مورتی بنا دی۔

خلقہ فقدرہ (انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا پھر اس کے اعضاء کو ایک خاص انداز سے بنایا اور ترتیب سے لگایا (کما فی سورۃ القیامۃ ثم کان علقۃ فخلق فسوی)

ثم السبیل یسرہ (پھر اس کے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا) ماں کے رحم میں نطفہ سے خون کا لوتھڑا اور لوتھڑے سے شکل وصورت بنتی ہے پھر اس میں جان ڈالی جاتی ہے یہ جاندار بچہ جس کا خاصہ جسمانی وجود ہوتا ہے ایک تنگ راستہ سے باہر آجاتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ ہے اس نے اندر مادر رحم میں تخلیق فرمائی اور اسی نے باہر آنے کا راستہ بنایا اور یہ جو تنگ راستہ ہونے کے بچے کے باہر آنے میں آسانی فرما دی۔

ثم اماتہ فاقبرہ (پھر اسے موت دی پھر اسے قبر میں چھپا دیا) مرنا اور جینا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے اور موت کے بعد تو بالکل ہی بے بس ہو جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے دوسرے بندے حکم الٰہی تشریعاً و تکویناً قبر میں پہنچا دیتے ہیں چونکہ جملہ بنی آدم مراد ہے دفن

ن ہر تے ہیں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مرنے کے بعد انسان کے دفن کئے جانے میں اس کا احترام ہے۔ قیامت کے میدان میں پیدا کئے جانے پر وہ حیران رہیں گے اور ندامت سے پڑی رہیں اس لئے بجائے اس کی نعش زمین کے حوالے کر دیا جاتا ہے وہ اسے سنبھال لیتی ہے یہ ظاہری احترام ہے اس کے بعد قبر میں یہ ہوتا ہے کہ بعض مردے تو ایمان اور خدا ترسی کے باعث بڑے آرام سے ہوتے ہیں اور بعض مدتوں معذب رہتے ہیں بعض جو کافر اور بے ایمان ہوتے ہیں وہ اپنے مردوں کو دفن نہیں کرتے وہ اکثر درندوں یا چیلوں کوؤں کے حوالے کر دیتے ہیں یا وہ جانور جن میں مرنے کے بعد جاتے ہیں ان کے مردے کھا جاتے ہیں۔ غرض مردے

لم یجعل الارض کفاتا احیاء و اموتا

(یعنی ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا)

ثم الی شاء انشرہ (پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا) یعنی دنیا میں جینا اور مرجانا ہی پر بس نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر زندہ ہونا ہے اور یہ وہ زندگی ہے جس کا سب کو یقین رکھنا چاہئے۔

کلا (انسان نے ہرگز ایسا نہیں کیا) (قال صاحب الروح ردع للانسان عما هو علیه من کفران النعم السالغ بهذه لما یقض ما امره (یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا انسان نے اس حکم کو نہیں بجا لایا)

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے عہد الست بربکم کی خلاف ورزی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے رب ماننے کا اقرار یا پہلی دنیا میں آنے کی خلاف ورزی کی اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ جو ہدایت آئی اس کا انسان نے اس کے مطابق عمل نہ کیا (عام طور پر سے انسانوں کا مزاج اور رواج اور چال چلن اسی طرح سے ہے)

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا

حَبًّا ۝ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ نے انسان کو غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے کھانے کی چیزوں میں غور کرے یہ چیزیں زمین سے نکلتی ہیں۔ ان میں غلے بھی ہیں اور پھل بھی انگور بھی ہیں اور زیتون بھی۔ کھجوریں بھی ہیں اور سبزیاں ترکاریاں بھی نیز فواکہ بھی ہیں جنہیں بطور تفنن کھاتے ہیں اور مویشی چوپائے بھی ہیں جو خود رو گھاس چارہ بن جاتا ہے جن درختوں پر پھل آتے ہیں وہ صرف یہی نہیں کہ اکا دکا کوئی درخت کہیں نکل آیا بلکہ ان کے باغ ہیں جن میں بڑے بڑے درخت ہیں ان میں خوب کثرت سے پھل پیدا ہوتے ہیں لفظ حدائق حدیقہ کی جمع ہے جس باغ کی چاردیواری بنی ہوئی ہو وہ حدیقہ ہے اور جس کی چاردیواری نہ ہو وہ باغ تو ہے حدیقہ نہیں۔ غلباً کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں: عظاما شجرها یعنی ان کے درخت بڑے بڑے ہوتے ہیں اس میں تناور ہونے پھیلنے والے درختوں کا گنجان ہونا سب داخل ہے۔ کھیتیاں ہوں یا باغ ان کا ظاہری سبب اللہ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ زمین پر پانی برساتا ہے وہ پانی زمین کے اندر جاتا ہے جو بیج اور گٹھلی کے اگنے کا سبب بن جاتا ہے پھر اس سے پودے نکلتے ہیں اسی کو فرمایا:

انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا

(ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا پھر ہم نے زمین کو عجیب طریقہ پر پھاڑ دیا)

متاعا لکم ولانعامکم اور یہ جن چیزوں کا بیان ہوا نہیں تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے پیدا فرمایا ہے یہ چار امور ہیں جن کے ذریعے انسان جیتا ہے زندگی گزارتا ہے اس پر غور کرے کہ ان چیزوں میں غور کرے اور اپنے خالق کی طرف رجوع ہو

قولہ تعالیٰ واما احتلف فی معناہ علی اقوال کثیرۃ فقال ھو ما تاکلہ البھائم من العشب قال ابن عباس والحسن الاب کل ما انبتت الارض مما لا تاکلہ الناس وما تاکلہ الادمیون ھو الحصد وعن ابن عباس ایضا واس ابی طلحۃ الاب الثمار الرطبۃ وقال الضحاک ھو التبن خاصۃ وھو محکی عن ابن عباس ایضا وقال ابراھیم التیمی سئل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عن تفسیر الفاکھۃ والاب فقال ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت فی کتاب اللہ مالا اعلم وقال ابن سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قراھذہ الایۃ ثم قال کل ھذا قد عرفنا فما الاب" ثم رفع عصا کانت بیدہ وقال ھذا لعمر اللہ التکلف وما علیک یا ابن ام عمر الا تدری ما الاب ثم قال اتبعوا ما بین لکم ھدا الکتاب وما لا فدعوہ (مطلب یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وفاکھۃ واسا میں لفظ اسا کے یا معنی ہیں" اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اب چارے کو کہتے ہیں جو چوپائے کھاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس اور حسن فرماتے ہیں کہ اب زمین سے اگنے والی ہر اس شی کو کہتے ہیں جو انسانوں کے کھانے کی نہ ہو اور جو انسانوں کے کھانے کی ہو اسے حصید کہتے ہیں یہ حضرت ابن عباس اور ابن ابی طلحہ سے مروی ہے۔ اب تازہ پھلوں کو کہتے ہیں۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اب خاص بھوسے کو کہتے ہیں اور حضرت ابن عباس کا بھی ایک قول یہی ہے۔ ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق سے وفاکھۃ واسا کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا اور کون سی زمین مجھے ٹھکانہ دے گی" اگر میں کتاب اللہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے پورا علم نہیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سنا کہ انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اس سب کو تو ہم نے جان لیا یہ تو معلوم ہو گیا ہے اب یہ بتاؤ" اب" کیا ہے؟ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی کو اوپر اٹھایا اور فرمایا اس کو معلوم کرنے کے لئے کوشش کرنا سراسر تکلف ہے اے ابن ام عمر! تجھے اب کے معنی معلوم کرنے کوئی ضرورت نہیں۔ پھر فرمایا کہ کتاب اللہ کی جو چیزیں تمہارے سامنے کھول کر بیان کر دی گئی ہیں ان کا اتباع کرو اور جن چیزوں کی وضاحت نہیں کی گئی ان کے پیچھے مت پڑو) (راجع تفسیر القرطبی الجزء التاسع عشر صفحہ نمبر ۲۲۲ و ۲۲۳)

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ

سو جب خوب زور دار آواز والی آجائے گی جس روز انسان اپنے بھائی اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔ ان میں سے

امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ

ہر شخص کی حالت ایسی ہوگی جو کسی طرف متوجہ ہونے نہ دے گی۔ اس روز بہت سے چہرے روشن ہوں گے ہنستے ہوں گے خوش ہو رہے ہوں گے اور

يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہوگی ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی یہ وہ لوگ ہیں جو کافر تھے گناہگار تھے۔

ان آیات میں روز قیامت کے بعض مناظر بیان فرمائے ہیں۔

الصاخۃ سخت آواز سے بولنے والی چیز کو کہتے ہیں اور بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ ایسی سخت آواز کو کہتے ہیں جو کانوں کو بہرا کر دے اس سے صفحۂ ثانیہ مراد ہے جب یہ سخت آواز آئے گی تو انسان اپنی مصیبت میں ایسا مبتلا ہوگا کہ اسے کسی طرف کوئی توجہ نہ ہوگی جو خاص اپنے دوست تھے ان سے بھی بھاگے گا ہر شخص کا اپنا حال جدا ہوگا۔

یعنی وہ اعمال صالحہ کی وجہ سے نیک بندوں کے چہرے روشن ہوں گے ان کی صورتوں سے بشاشت اور خوشی ظاہر ہو رہی ہوگی اور جن لوگوں نے دنیا میں خدا کو فراموش کیا ایمان اور اعمال صالحہ کے نور سے علیحدہ رہے اور کفر و فجور کی سیاہی میں پھنسے رہے قیامت کے دن ان کے چہروں پر سیاہی چڑھی ہوگی ذلت اور رسوائی کے ساتھ حاضر محشر ہوں گے، اپنے اعمال بد کی وجہ سے اداس ہو رہے ہوں گے اور خوف زدہ ہو کر یہ سوچتے ہوں گے کہ یہاں ہم سے برابر تاؤ ہونے والا ہے اور وہ آفت آنے والی ہے جو کمر توڑ دینے والی ہوگی (تظن ان یفعل بھا فاقرہ)

سورہ آل عمران میں فرمایا

یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔ واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون ۵

(اس روز بعض چہرے سفید ہوں گے بعض چہرے سیاہ ہوں گے جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم لوگ کافر ہو گئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد سو سزا چکھو بسبب اپنے کفر کے اور جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

آخر تفسیر سورۃ عبس ' والحمدللہ اولاً وآخراً

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ التکویر	۲۹ آیتیں ۱ رکوع

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ (۸۱) (۷۱) رُكُوْعُهَا ۱ آیاتُهَا ۲۹

سورۃ التکویر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ۱ رکوع ۲۹ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ

جب سورج بے نور ہو جائے اور جب ستارے گر پڑیں اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں اور جب گابھن اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں اور جب جنگلی جانور

حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝

جمع کر دیئے جائیں اور جب سمندروں کو بھڑکا دیا جائے اور جب نفس جوڑے جوڑے کر دیئے جائیں اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے کہ وہ کس گناہ کے

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ

بدلہ میں قتل کی گئی اور جب نامے کھول دیئے جائیں اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے اور جب دوزخ دہکا دی جائے اور جب جنت قریب کر دی جائے تو ہر شخص یہ جان لے گا

مَّآ اَحْضَرَتْ ۝

کہ اس نے کیا حاضر کیا ہے۔

اس سورت میں قیامت کے دن کے احوال اور اہوال بیان کئے گئے ہیں چھ نفحہ اولیٰ کے وقت اور چھ نفحہ ثانیہ کے وقت کے ہیں۔ نفحۂ اولیٰ کے وقت کے چھ حالات بیان فرمائے ہیں اول اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (جب سورج کو لپیٹ دیا جائے)

كُوِّرَتْ کا لغوی ترجمہ یہی ہے کہ اس کا لپیٹ دینا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی یعنی بے نور کر دیا جائے گا یہ مطلب حضرت ابن عباسؓ حضرت حسنؒ، قتادہ اور مجاہد سے مروی ہے

ثانیاً وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (اور جب ستارے گر پڑیں)

ثالثاً وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں) پہاڑوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا، سورۃ النمل، سورۂ طٰہٰ، سورۂ مزمل میں بھی مذکور ہے پہاڑ ریت کی طرح ہو جائیں گے اور اپنی اپنی جگہوں سے چل دیں گے جیسے بادل چلتے ہیں۔ (وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ)

رابعاً واذا العشار عطلت (اور جب حمل والی اونٹنیاں بے کار کر دی جائیں) اس میں لفظ العشار عشراء کی جمع ہے جس اونٹنی کو دس ماہ کا حمل ہوا سے عشراء کہتے ہیں اور بے کار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کوئی طالب رہے گا نہ چرانے والا نہ سواری کرنے والا عرب کے لوگ حمل والی اونٹنیوں کو اپنے لئے بہت بڑا سرمایہ سمجھتے تھے اور قرآن کے اولین مخاطبین وہی تھے اس لئے اونٹنیوں کے بیکار ہونے کا تذکرہ فرمایا کہ جن چیزوں کو اپنی مرغوب ترین چیز سمجھتے ہوں ان پر ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے کہ انکی طرف ذرا بھی کوئی توجہ نہ ہوگی۔

خامساً واذا الوحوش حشرت (اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں)

مفسرین نے اس کے معنی لکھے ہیں بعض حضرات نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وحشی جانوروں کو موت آجائے گی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قیامت کے دن کا مشہور منظر مراد ہے جیسا کہ سورۂ تکویر کی آخری آیت کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر حقدار کو حق ادا کرنے کے لئے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگوں والی بکری نے مارا ہوگا تو اس کو بھی بدلہ دلایا جائے گا اس میں بطور مثال بکری کا ذکر ہے لیکن دوسرے جانوروں کا حال بھی اسی سے معلوم ہو رہا ہے جس میں وحشی جانور بھی آجاتے ہیں۔ صاحب روح المعانی نے اس حدیث میں حتی الذرۃ من الذرۃ کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں جن کا یہ مطلب بیان کیا جائے کہ حشرت کا یہ معنی بیان کیا جائے تو الفاظ قرآن سے بعید نہیں لیکن اس کا تعلق نفخۂ ثانیہ سے ہے یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ ترتیب میں اول نفخۂ اولیٰ والی چیزیں بیان کی گئی ہیں یہ یوں کہا جائے کہ مجموعی حیثیت سے تین نے متعلق ہوں یہ کہنے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

سادساً واذا البحار سجرت (اور جب سمندروں کو دہکا دیا جائے) لفظ سجرت تسجیر سے ماخوذ ہے یہ لفظ آگ جلانے بھڑکانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

صاحب روح المعانی اس کا مطلب بتاتے ہوئے لکھتے ہیں ای احمیت بان تعیض میاھھا او تطھر النار فی مکانھا یعنی سمندروں کو بھڑکا دیا جائے گا اس سے پانی خشک ہو جائے اور ان کی جگہ ظاہر ہو جائے گی۔

اس سے بعد صحفہ ثانیہ سے متعلق پانچ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

اولاً واذا النفوس زوجت (اور جب ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جائیں) کافر عقیدہ اور مسلمان عقیدہ والوں کے ہر فریق کی جماعتیں بنا دی جائیں گی۔ یہ مضمون دوسری جگہ قرآن میں فرمایا وتری المجرمین یومئذ مقرنین فی الاصفاد (اور تم ان مجرموں کو دیکھو گے کہ ایک ساتھ جوڑے ہوئے زنجیروں میں دیکھیں گے)

ثانیاً واذا الموءدۃ سئلت (اور زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے بارے میں پوچھا جائے کہ وہ کس گناہ میں قتل کی گئی) زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ اس رسم میں مبتلا تھے کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتا ہے اگر لڑکا پیدا ہوتا تو اسے زندہ رہنے دیتے تھے اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اپنے لئے عار سمجھتے تھے اور اسے اسی وقت زندہ ہی دفن کر دیتے تھے اگر کسی کے گھر لڑکی پیدا ہو جاتی تو اسے عیب سمجھ کر چھپاتا تھا جیسا کہ سورۂ نحل میں فرمایا یتواری من القوم من سوء ما بشر بہ (زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو قبر میں سے نکال لیا جاتا تھا) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے اور اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے آیت بالا میں اسی کو بیان فرمایا کہ یہ سوال کیا جائے گا کہ لڑکی کس گناہ میں قتل کی گئی۔

ثالثا واذا الصحف نشرت (اور جب صحیفے پھیلا دیے جائیں گے) وہ صحیفے جن میں بندوں کے اعمال لکھے گئے تھے سامنے میں جائیں گے اچھے لوگوں کے داہنے ہاتھ میں اور برے لوگوں کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

ونخرج له يوم القيمة كتابا يلقاه منشورا

(اور ہم اس کے لئے اعمال نامہ نکالیں گے جسے وہ اپنے سامنے موجود پائے گا)

اور سورہ کہف میں فرمایا ووضع الكتب فترى المجرمين مشفقين مما فيه ويقولون يويلتنا مال هذا الكتب لا يغادر صغيرة ولا كبيرة الا احصاها ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا يظلم ربك احدا

(اور نامہ عمل رکھ دیا جائے گا آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہتے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسا نامہ عمل ہے کہ کوئی چھوٹی بڑی بات نہیں چھوڑی سب کو گھیرے ہوئے ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا)۔

رابعا واذا السماء كشطت (اور جب آسمان کھول دیا جائے گا)

خامسا واذا الجحيم سعرت (اور جب دوزخ دہکا دیا جائے گا یعنی دوزخ کی جو آگ بجھی ہوئی ہے اسے بھڑکا دیا جائے گا تاکہ اور زیادہ گرم ہو جائے)

سادسا واذا الجنة ازلفت (اور جب جنت قریب کر دی جائے گی) یعنی متقیوں کے لئے قریب کر دی جائے گی جیسا کہ گمراہوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی کما فی سورة الشعراء وازلفت الجنة للمتقين وبرزت الجحيم للغاوين (اور متقیوں کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی اور گمراہوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی)

عسمت نفس ما احضرت (تب ہر شخص ان باتوں کو جان لے گا جو اس نے حاضر کی ہیں) یعنی جب مذکورہ امور پیش آئیں گے تو ہر شخص اپنے عمل کا پتہ چل جائے گا اعمال نامے سامنے ہوں گے اور خیر و شر کا جو بھی عمل کیا ہوگا وہ موجود ہوگا۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ

كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ

بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ ع

ان آیات میں اللہ جل شانہ نے چند مخصوص ستاروں اور رات کی اور صبح کی قسم کھا کر قرآن کریم کی اور قرآن مجید لانے والے فرشتے یعنی جبریل علیہ السلام کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوانگی کی طرف منسوب کرتے تھے ان کی تردید کی ہے۔

جن ستاروں کی قسم کھائی ان کے بارے میں الْخُنَّس اور الْجَوَار اور الْكُنَّس فرمایا ہے۔ الْخُنَّس خانس کی جمع ہے جس کا معنی پیچھے ہٹنے والا ہے اور الْجَوَار جاریۃ کی جمع ہے جری یجری سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور فواعل کے وزن پر ہے یا کو لکھنے اور پڑھنے میں حذف کر دیا گیا ہے اس کا معنی ہے چلنے والے اور الْكُنَّس کانس کی جمع ہے جو کنس یکنس کا اسم فاعل ہے جس کا معنی چھپ جانے کا ہے۔ یقال کنس الوحش اذادخل کناسہ الذی یتخذہ من اغصان الشجر. (کہا جاتا ہے کنس الوحش جبکہ وہ درختوں کی ٹہنیوں سے بنائے ہوئے اپنے نشیمن میں داخل ہو گیا ہو) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے پانچ ستارے مراد ہیں یعنی زحل، مشتری، مریخ اور زہرہ وعطارد کو بھی کہتے ہیں۔ یہ چلتے چلتے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں پھر پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں اور کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں جا چھپتے ہیں۔

ووصفت بما ذکر فی الآیۃ لانہا تجری مع الشمس والقمر وترجع حتی تخفی تحت ضوء الشمس فحو سہا رجوعہا بحسب الرؤیۃ وکوسہا اختفاء ہا تحت ضوء ہا وتسمی المتحیرۃ لاختلاف احوالہا فی سیرہا فیما یشاہد فلہا استقامۃ ورجعۃ واقامۃ فبینما تراہا تجری الی جہۃ اذابہا راجعۃ تجری الی خلاف تلک الجہۃ وبینما تراہا تجری اذابہا مقیمۃ لاتجری' وسبب ذلک علی ماقال المتقدمون من اہل الہیئۃ کونہا فی تداویر فی حوامل مختلفۃ الحرکات علی مابین فی موضعہ وللمحدثین مہم الیہ فیما ذکر مماہو مذکور فی کتبہم' وہی مع الشمس والقمر یقال لہا السیارات السبع لان سیرہا بالحرکۃ الخاصۃ ممالا یکاد یخفی علی احد بخلاف غیر ہا من الثوابت (روح المعانی ص ۶۶ ج ۳۰) (آیت میں ان کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ اس لئے کہ یہ سورج اور چاند کے ساتھ چلتے ہیں اور لوٹتے ہیں حتی کہ سورج کی روشنی کے نیچے چھپ جاتے ہیں پس ان کا خنوس دیکھنے کے لحاظ سے ان کے لوٹنے کا نام ہے اور ان کا کنوس سورج کی روشنی میں ان کے چھپ جانے کا نام ہے اور ان کا نام متحیرہ اس لئے رکھا جاتا ہے کہ مشاہدہ کے مطابق ان کے چلنے کے حالات مختلف ہیں۔ چنانچہ ان کیلئے استقامت بھی ہے، اونا بھی ہے اور پھر اقامت بھی ہے۔ پس آپ انہیں دیکھیں گے کہ ایک سمت کو چل رہے ہیں پھر اچانک اس کے مخالف سمت کو لوٹ کر چل رہے ہوں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ چل رہے ہیں کہ اچانک رکے ہوئے نظر آئیں گے چل نہیں رہے اور قدیم ہیئت دانوں کے مطابق ان کے اس اختلاف احوال کا سبب یہ ہے کہ یہ مختلف زاویوں دائروں میں حرکات والے ہیں جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی وضاحت کی جائے گی۔ اور محدثین محققین کے ہاں بھی اس کا سبب ہے جو ان کی کتابوں میں مذکور ہے اور یہ سورج اور چاند کے ساتھ ہوتے ہی ان کو سات سیارے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی رفتار ایک خاص حرکت کے ساتھ ہے جو کسی پر مخفی نہیں ہے بخلاف دوسرے ثوابت کے (ان کی ایسی رفتار نہیں ہے)) والَّيْلِ اذا عَسْعَس (اور قسم ہے رات جب کہ جانے لگے) لفظ عسعس رباعی مجرد ہے ماضی کا صیغہ ہے اس کے دو معنی ہیں ادبر ظلامہ واقبل اور دونوں معنی کیے آتا ہے صاحب روح المعانی نے فراہنوی سے نقل کیا ہے کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں عَسْعَسَ بمعنی ادبر ہے (جس کو ترجمہ میں اختیار کیا گیا ہے) اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں بمعنی اقبل ظلامہ (تاریکی لے کر آ گیا) زیادہ مناسب ہے تاکہ آئندہ جملہ کے موافق ہو جائے کیونکہ صبح دن کے اول حصہ میں ہوتی ہے لہٰذا دوسری جانب رات کا پہلا حصہ مراد لینا مناسب ہوگا۔

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے)

یعنی جب وہ آنے لگے (اس سے فجر اول مراد ہے) ان چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے رسول کریم کا جو ایک معزز فرشتہ لایا ہے۔ یہ فرشتہ قوت والا ہے اور مالک عرش کے نزدیک رتبہ والا ہے اور وہاں یعنی آسمان میں اس کی بات مانی جاتی ہے وہ وہ فرشتہ امانت دار ہے اور وحی کو بالکل صحیح صحیح پہنچاتا ہے۔ اس میں حضرت جبریل علیہ السلام کی صفات بیان فرمائی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کلام یعنی قرآن کریم کو لایا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ جو تمہارے ساتھ رہنے والے ہیں یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا حال تم خوب جانتے ہو وہ مجنون نہیں ہیں جیسا کہ منکرین نبوت کہتے تھے۔ وحی لانے کی صفات بھی تمہیں معلوم ہو گئیں اور جس پر وحی آتی ہے اس کا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔ لہٰذا قرآن کے بارے میں یہ شک کرنا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے یا نہیں یہ تمہاری عطی ہے جس نے تمہیں کافر بنا رکھا ہے اوپر جو ستاروں کی رات کی اور صبح کی قسمیں کھائی ہیں ان قسموں کے بارے میں صاحب بیان اعزاز آن لکھتے ہیں کہ مقام مقسوم کے اعتبار سے نہایت مناسب ہے چنانچہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور رکنا اور چھپ جانا فرشتہ کے آنے اور جانے اور علم ملکوت میں چھپنے کے مشابہ ہے اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا مشابہ ہے ظلمت کفر کے رفع ہو جانے کے اور نور ہدایت ظاہر ہو جانے کے اور ان دونوں کا سبب قرآن کریم ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ (اور اس فرشتہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افق مبین یعنی آسمان پہ صاف کنارے پر دیکھا ہے) حضرت جبرئیل علیہ السلام جب وحی لاتے تھے تو حضرت دحیہ کلبی صحابی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آیا کرتے تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دو مرتبہ ان کی اصل صورت میں دیکھا ایک مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اور ایک مرتبہ محلہ جیاد میں (جو مکہ معظمہ کا ایک محلہ ہے) دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے چھ سو (۶۰۰) پر ہیں اور پوری افق کو گھیرا ہوا ہے۔ (ترمذی فی تفسیر سورۃ النجم)

پھر فرمایا وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتانے میں بخل کرنے والے نہیں ہیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی آتی ہے اسے نہیں چھپاتے جیسا کہ لوگ غیب کی بات جاننے کے مدعی ہوتے تھے اور اسے چھپاتے تھے اور اس پر اجرت پاتے تھے۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی ہی ہوئی بات نہیں ہے) فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ پس جبکہ وحی لانے والا فرشتہ مذکور ہا صفات سے متصف ہے اور جن پر وحی آتی ہے وہ دیوانے بھی نہیں ہیں اور نہ کاہن ہیں اور نہ اجرت طلب کرتے ہیں اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کا کلام بھی نہیں ہے تو تم اس کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ بس یہ قرآن دنیا والوں کے لئے ایک بڑی نصیحت ہے جو تم میں سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (اور تم نہیں چاہو گے مگر یہ کہ اللہ رب العلمین چاہے سب کچھ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے)

والحمد للّٰہ اولاً وآخراً وباطناً وظاہراً

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ الانفطار	۱۹ آیتیں ۱ رکوع

آیاتہا ۱۹ سورۃ الانفطار مکیۃ ۸۲ رکوعہا ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ عَلِمَتْ

جب آسمان پھٹ جائے گا اور تارے جھڑ جائیں گے اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی تو ہر شخص

نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝

اپنے کیے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے کو جان لے گا۔

ان آیات میں بھی وقوع قیامت کے متعلق چند امور کا تذکرہ فرمایا کہ جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے جھڑ پڑیں گے اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے یعنی دریے شور وغیرہ سب بہہ کر آپس میں ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور جب قبریں کھول دی جائیں گی یعنی ان سے مردے نکل کھڑے ہوں گے اس وقت ہر شخص اپنے اعمال جو اس نے کیے تھے اور بعد میں چھوڑے (ان میں سے تین قسمیں اوپر ذکر ہوئیں) سب کو جان لے گا۔ (قولہ بعثرت بحاء سے اور ثاء سے متعلق ہے)

روح المعانی میں واذا البحار فجرت کے بارے میں لکھا ہے کہ جب سمندر دریا میٹھے اور نمکین اکٹھے ہو جائیں گے تو زمین اس سارے پانی کو چوس لے گی اور زمین پر ذرا سا بھی پانی نہیں رہنے دے گی وروی ان الارض تسفف الماء بعد امتلاء البحار فتصیر مسنوۃ ای فی ان لاماء وارید ان البحار تصیر واحدۃ اولانہ تسفف الارض جمیعا فتصیر بلاماء

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ

اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے رب کریم کے بارے میں دھوکہ میں ڈال دیا جس نے تجھ کو پیدا فرمایا پھر تجھ کو درست کیا پھر تجھ کو معتدل بنایا

مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝

جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا۔

ان آیت میں انسان کو اس کا حال بتایا ہے اور اسے توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہو۔ انسان کچھ بھی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے اسے پیدا فرمایا، وجود بخشا، اس کے جسم کو نہایت عمدہ ترتیب کے ساتھ ٹھیک بنایا اور اپنی حکمت کے مطابق جس صورت میں چاہا ڈھال دیا انسان اپنے اختیار سے نہ پیدا ہوا، نہ قد کی درازی میں اسے کوئی دخل ہے، نہ موٹا پتلا ہونے میں، نہ حسین قبیح ہونے میں، وہ جس صورت اور حالت میں ہے سب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے ہر شخص اپنی اپنی صورت میں چلتا پھرتا ہے سبھی کی طرف متوجہ رہتا اور اس کا جیسا ہونا دیکھ کر اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ اب انسانوں میں بہت سے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہی نہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو خالق جل مجدہ کے وجود کو مانتے ہیں لیکن اس سے ساتھ شرک کرتے ہیں اور اس کے دین کو قبول نہیں کرتے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس کا دین بھی قبول کرتے ہیں لیکن اس کے اوامر و نواہی پر عمل نہیں کرتے فرائض چھوڑتے رہتے ہیں اور گناہ کرتے رہتے ہیں اور جب کسی کے یاد دلانے سے خیال آجاتا ہے کہ گناہ گاری کی زندگی اچھی نہیں ہے تو نفس اور شیطان یہ سمجھا دیتے ہیں کہ ارے میاں چلتے رہو مزے کرتے رہو تمہارا رب کریم ہے بخش دے گا، بڑی زندگی پڑی ہے توبہ کر لینا فیہ وفیہ ہو جائے گا جس ذات پاک کے اتنے بڑے بڑے احسانات اور انعامات ہیں اس کی تو ذرا سی نافرمانی بھی مقتضائے عقل کے خلاف ہے۔

بات یہ ہے کہ وفاداری کا مزاج نہیں ہے جس ذات پاک نے وجود بخشا ان نعمتوں سے نوازا اس کی نافرمانی بڑی ہو یا چھوٹی (صغیرہ گناہ ہوں یا کبیرہ) سراسر بے وفائی ہے اگر گناہ پر عذاب نہ ہونا یقینی ہوتا اور بخش دیا جانا ہی متعین ہوتا تب بھی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا لازم تھا عذاب کے ڈر سے نافرمانی سے بچنا یہ نمک حرام عوام کا خاصہ ہے جو خدا کے فرمانبردار ہوتا ہے۔ یہ آقا کا فرمانبردار نہیں نمک حلال اور وفادار تو ذرا سی نافرمانی کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے۔ اس کے سامنے نعمتیں ہوتی ہیں جن کے مقابلہ میں وفاداری کا مزاج بنا ہوا ہوتا ہے وفاداری کی نظر صرف حکم پر ہوتی ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ حکم نہ ماننے پر پڑے گی یا معافی ہو جائے گی ہمہ نافرمانی کی زندگی ہی کو عذاب کے برابر سمجھتا ہے آگ لگنے سے تو بدن جلتا ہے جسم کو تکلیف ہوتی ہے یہ نافرمانی کی وجہ سے جو وفاداری میں فرق آگیا اس کی ندامت میں کچھ نہ کچھ وفادار بندے کے دل کو جلاتا ہے جسمانی عذاب سے زیادہ ہے۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ تم جھٹلاتے ہو اور یاد رکھو تمہارے اوپر نگران کرنے والے ہیں جو عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں، وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا

بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بلاشبہ بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے جس میں وہ جزا کے دن داخل ہوں گے اور وہ اس سے غائب ہونے والے

بِغَآئِبِيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ

نہ ہوں گے اور اے مخاطب! تجھے کیا معلوم ہے کہ جزا کا دن کیا ہے پھر تجھے کیا معلوم ہے کہ جزا کا دن کیا ہے یہ وہ دن ہے جس میں کوئی جان کسی کی کچھ

لِنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝

نفع کا مالک نہ ہوگا۔ اس دن ساری حکومت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوں۔

ع الرحمٰن

كَلَّا (ہرگز نہیں) یعنی نفس وشیطان کے دھوکہ میں نہ آئیں دھوکہ میں پڑنا اپنی خیر خواہی کے خلاف ہے اور اس سے بڑھ کر تمہارا اپنی جانوں پر ظلم ہے کہ تم جزا اور سزا کی کو جھٹلاتے ہو (اور یہ سمجھتے ہو کہ کوئی مواخذہ اور محاسبہ ہونا نہیں ہے) حالانکہ تم پر نگران مقرر ہیں جو معزز ہیں (اللہ کے نزدیک مکرم ہیں) اور تمہارے اعمال کو لکھنے والے ہیں اور تم جو کام کرتے ہو وہ ان کو جانتے ہیں (لہٰذا تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرو اور کفر وعصیان سے بچو)

اس کے بعد قیامت کے دن کی جزا اور سزا کا اجمالی تذکرہ فرمایا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ (بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے)

جن کی تفصیل دوسری آیات میں مذکور ہے۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (اور بلاشبہ بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے)

یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ (وہ بدلہ کے دن اس میں داخل ہوں گے)

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ (اور وہ اس سے باہر نہ جائیں گے) یعنی دائما بلا انقطاع دوزخ میں رہیں گے اس مضمون کو سورۃ المائدہ میں یوں فرمایا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ (وہ چاہیں گے کہ اس میں سے نکلیں حالانکہ وہ اس میں سے نہ نکل پائیں گے اور ان کیلئے عذاب دائمی ہے)۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ (اور اے مخاطب! تجھے معلوم ہے کہ روز جزا کیا ہے)۔

ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ (پھر تجھ سے سوال ہے بتا روز جزا کیا ہے)۔ تجھے بار بار اس کے حالات بتائے گئے ہیں اور جزا وسزا کی تفصیل بیان کی گئی ہے ان سب کو جان کر سمجھ کر تجھے روز جزاء کے لئے فکرمند ہونا چاہئے اس دن کا حال (اجمالی طور پر پھر تجھے بتایا جا رہا ہے یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا (یہ وہ دن ہوگا جس میں کسی جان کا کسی جان کے لئے کچھ بھی بس نہ چلے گا)۔

وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (اور اس دن ساری حکومت اللہ ہی کے لئے ہوگی)

دنیا میں جو مجازی حکومتیں ہیں، بادشاہ ہیں اور حکام ہیں قاضی ہیں اور جج ہیں۔ ان میں سے کسی کا کچھ بھی زور اس روز نہ چلے گا بلکہ یہ خود پکڑے ہوئے آئیں گے اور ان کی پیشیاں ہوں گی اپنے کفریہ مظالم اور غیر شرعی فیصلوں کی سزا انہیں بھگتنی ہوگی۔

وهذا اخر تفسير سورة الانفطار والحمد لله العلي الغفار والصلوة على نبيه سيد الابرار وعلى اله وصحبه المهتدين الاخيار.

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ المطففین	۳۶ آیتیں ۱ رکوع

(آیاتہا ۳۶) (۸۳) سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَکِّیَّۃٌ (۸۶) (رکوعہا ۱)

سورۃ مطففین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھتیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے جن کا طریقہ یہ ہے کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا کریں، اور جب انکو ناپ کر یا تول

یُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ

کردیں یا گھٹا دیں کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب

الْعٰلَمِیْنَ ۝

العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

یہاں سے سورۂ تطفیف شروع ہو رہی ہے یہ لفظ طفف سے باب تفعیل کا مصدر ہے اور مطففین اسی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ تطفیف کا معنی ہے گھٹانا اور کم کرنا۔ لفظ کالُوْا کیل سے لیا گیا ہے ماضی معروف جمع مذکر کا صیغہ ہے عربی میں برتن کے بنائے ہوئے پیمانہ سے بھر کر دینے کو کیل کہتے ہیں اِکْتَالُوْا لفظ کیل سے باب افتعال سے ماضی کا صیغہ ہے۔

اس آیت شریفہ میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے جو لوگ دوسروں کے ہاتھ مال بیچتے ہیں تو کم ناپتے ہیں یا تولتے ہیں تو تولتے وقت ڈنڈی مار دیتے ہیں اور ایک طرف کو کسی ترکیب سے پلڑا جھکا دیتے ہیں اور لوگوں سے مال لیتے ہیں تو پورا تلواتے ہیں اور پورا پنواتے ہیں۔ ان لوگوں کو قیامت کے دن کی پیشی یاد دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ تطفیف کرنے والوں کے لئے اس دن بڑی خرابی ہوگی جس دن رب العلمین کے حضور کھڑے ہونگے ذرا سی حقیر دنیا کے لئے اپنے ذمہ حقوق العباد لازم کرتے ہیں اور دھوکہ فریب دے کر تجارت کرتے ہیں اس کا وبال آخرت میں بھی ہے اور دنیا میں بھی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپ تول کرنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں اور ان دونوں کے بارے میں گزشتہ امتیں ہلاک ہو چکی ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ناپ تول میں کمی کرنے کا رواج حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں تھا۔ انہوں نے ان کو بارہا سمجھایا وہ نہ مانے بالآخر عذاب آیا اور ہلاک ہوئے جیسا کہ سورہ شعراء میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق کاٹ دیا جائے گا یعنی ان کے رزق میں کمی کر دی جائے گی۔ یا رزق کی برکت اٹھا لی جائے گی۔ ناپ تول میں کمی کرنا دین حرام ہے۔ ایسا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی برخلاف اس کے جھگڑا کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے ایک شخص پر زیادہ بوجھ مزدوری پر لدا ہوا تھا (یعنی بیچنے والے کا مال زیادہ مقدار میں تھا ایک شخص اس کی طرف سے تول رہا تھا اس نے اپنے عمل کی مزدوری طے کر لی تھی) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زن واضح کہ تم تولو اور جھگڑا کرو تو۔

جس طرح ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے اسی طرح دیگر امور میں کمی کرنے سے نہیں بڑھتے اور نہیں ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔ مومن ہونے کے اعتبار سے جو ذمہ داری قبول کی ہے ہر شخص اسے پوری کرے۔ حقوق اللہ بھی پورے کرے۔ حقوق العباد بھی اسی طرح ادا کرے۔ موطا امام مالک میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نماز عصر سے فارغ ہوئے تو ایک شخص سے دریافت فرمایا وہ نماز عصر میں حاضر نہیں ہوا تھا اس سے دریافت فرمایا کہ تم نماز عصر سے کیوں پیچھے رہ گئے؟ اس شخص نے کچھ عذر پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا طفف کرتے ہو اپنے حصے میں کمی کرتے ہو یعنی جماعت کا جو ثواب ملتا ہے اس سے محروم رہ گئے اور اپنا نقصان کر بیٹھے یہ روایت لکھ کر حضرت امام مالک فرماتے ہیں

وَيُقَالُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَفَاءٌ وَتَطْفِيفٌ

(کہ ہر چیز کے لئے پورا کرنا بھی ہے اور کمی کرنا بھی ہے)۔

نماز کی ایک تطفیف تو یہ مذکور ہوئی (جس کی تنبیہ کی تھی کہ نماز با جماعت میں حاضر نہیں ہوا تھا)

نماز کی رکوع کی سنتیں چھوڑ دینا روزہ رکھنا لیکن اس میں غیبتیں کرنا تلاوت کرنا لیکن غلط پڑھنا یہ سب تطفیف میں شامل ہے۔ یعنی ثواب میں کمی ہو جاتی ہے اور بعض مرتبہ تلاوت غلط ہونے کی وجہ سے نماز ہی نہیں ہوتی اگر رکوع کو پوری نہ دے تو یہ بھی تطفیف ہے۔

جو لوگ حکومت کے کسی بھی ادارہ میں یا کسی انجمن یا مدرسہ وغیرہ میں ملازم ہیں انہوں نے معروف اصول و قواعد یا معاملہ اور معاہدہ کے مطابق جتنا وقت دینا طے کیا ہے اس وقت میں کمی کرنا اور تنخواہ پوری لینا یہ سب تطفیف ہے۔

جو لوگ اجرت پر کسی کے ہاں کام کرتے ہیں ان کے ذمہ لازم ہے کہ جس کام پر لگا دیا گیا ہے اسے صحیح کریں اور پورا کریں۔ اگر غلط کریں گے یا پورا نہ کریں گے تو طفف ہوگا اور پوری اجرت لینا حرام ہوگا یہ جو مزدوری کا طریقہ ہے کہ کام لینے والا دیکھ رہا ہے تو ٹھیک طرح کام کر رہے ہیں اور وہ نہیں چلا گیا تو سگریٹ سگار یا حقہ پینے لگے یا باتیں چھوڑنے لگے یا عالمی خبروں پر تبصرہ کرنے لگے یہ سب طفف ہے۔ مزدور اور ملازم پر لازم ہے کہ صحیح کام کرے اور وقت پورا دے۔ جو شخص کسی کام پر مامور ہے اور اس کام کے کرنے کے لئے ملازمت کی ہے کہ مقررہ کام کرے گا اور رشوت لے گا تو یہ طفف ہے۔ رشوت تو حرام ہے ہی تنخواہ بھی حرام ہوگی۔ چونکہ جس کام کیلئے دفتر میں بٹھایا گیا وہ کام اس نے نہیں کیا۔ (پورے مہینہ میں کتنی خلاف ورزی کی اسی حساب سے تنخواہ حرام ہوگی)

آیت شریفہ میں قہر آخرت کی طرف متوجہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

---

۱ لَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

(کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یہ ایک بڑے دن کیلئے اٹھائے جائیں گے جس دن لوگ رب العلمین کے لئے کھڑے ہوں گے)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یوم یقوم الناس لرب العلمین کی تفسیر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ (رب العلمین کے حضور کھڑے ہونا) اس دن ہوگا جس میں یہ لوگ اتنے زیادہ پسینہ میں کھڑے ہوں گے جو (نیچے سے لے کر) آدھے کانوں تک ہوگا (جیسے کوئی شخص نہر میں کھڑا ہو)

ہر مؤمن پر لازم ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر عمل میں اس بات کو سامنے رکھے کہ مجھے مرنا ہے قیامت کے دن حاضری دینا ہے حساب دینا ہے اعمال کی جزا و سزا ملنا ہے اگر اس بات کا مراقبہ کرتا رہے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ نہ حقوق اللہ ضائع ہوں گے نہ حقوق العباد جو گناہ سرزد ہوتے ہیں ان میں سب سے بڑا دخل اسی کا ہے کہ قیامت کے دن سے اور حساب کتاب کی طرف سے غفلت رہتی ہے۔

كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

ہرگز نہیں بدکاروں کا نامہ سجین میں رہے گا۔ آپ کو کیا معلوم ہے کہ سجین کیا ہے؟ وہ لکھا ہوا نامہ ہے۔ ہلاکت ہے یا ہوگی اس روز جھٹلانے والوں

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيْمٍ ۝ إِذَا تُتْلٰى

کی بڑی خرابی ہوگی جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے بڑھنے والا گناہ گار ہے۔ جب اس کے سامنے

عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یوں کہہ دیتا ہے کہ یہ بے سند باتیں لوگوں سے منقول چلی آتی ہیں۔ ہرگز یہ نہیں بلکہ ان کے دلوں پر کئے عمال کا زنگ بیٹھ گیا۔

كَلَّآ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ

ہرگز یہ نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جائیں گے۔ پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر کہا جائے گا کہ یہی ہے جس

بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

کو تم جھٹلا رہے تھے۔

اہل کفر جو قیامت کے منکر ہیں ان کے بارے میں فرمایا:

كَلَّا (کہ ہرگز ایسا نہیں ہے) جیسا کہ تم خیال کرتے ہو بلکہ جزا و سزا کا وقوع ضرور ہوگا اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرے اعمال تو ہوا میں اڑ گئے وہ کہاں محفوظ ہیں اور ان کی پیشی کا کیا راستہ ہے۔ کیونکہ بندوں کے سب اعمال محفوظ ہیں اور منضبط ہیں۔ کافروں کے اعمال نامے سجین میں ہیں جو ساتویں زمین میں کافروں کی روحوں کے رہنے کی جگہ ہے یہ اعمال نامے محفوظ ہیں روز جزا یعنی قیامت کے دن ہر ایک کا اپنا اپنا اعمال نامہ سامنے آجائے گا جو عمل کرنے والے پر حجت ہوگا اور انکار کی گنجائش نہیں ہوگی۔

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ (۱) اور آپ کو معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا ہے؟

(۱) (فی الدر المنثور ج ۶ ص ۳۲۵) واخرج عبدبن حمید عن مجاهد رضی الله عنه فی قوله كلاان كتاب الفجار لفی سجين قال تحت الارض السفلی فيها ارواح الكفار واعمالهم بقیہ اگلے صفحے پر دیکھیں

(بحذف المضاف) ای ما کتاب المسجین۔ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ

(اور ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جس میں اعمال لکھے ہیں)

بعض اہل تفسیر نے مرقوم بمعنی مختوم لیا ہے مطلب یہ ہے کہ اس اعمال نامہ پر مہر لگی ہوئی ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل کا احتمال نہیں۔

اس کے بعد فرمایا

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ

(خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے)

الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ.

(جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں)

وَمَا یُکَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ.

(اور اسے نہیں جھٹلاتا مگر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا ہے، گناہ گار ہے)

اس میں یہ بتادیا کہ روز جزا کو وہی لوگ جھٹلاتے ہیں جو سرکشی میں آگے نکل گئے اور گنہگاری کو اپنا شیوہ بنالیا۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ.

(جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں)۔

اس کے بعد فرمایا کَلَّا (یعنی ہرگز نہیں کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب نہ ہو)

بَلْ ۜ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ.

(بلکہ ان کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے)

برے اعمال میں کفر و شرک بھی ہے اور دیگر معاصی بھی ہیں اس زنگ کی وجہ سے حق بات کرنے اور حق بات سمجھنے سے بچتے ہیں اور عناد پر اصرار کرتے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر ۷۵ کا حاشیہ

اعمال السوء واخرج ابو الشیخ فی العظمة والمحاملی فی امالیه عن مجاهد رضی اللّٰه عنه قال سجین صخرة تحت الارض السابعة فی جهنم تقلب فیجعل کتاب الفجار تحتها وهاک حدیث مرفوع ذکره فی الدر المنثور ایضا وهو انه صلی اللّٰه علیه وسلم قال ان الفلق حب فی جهنم معطی واما سجین فمفتوح لکن یقول الحافظ ابن کثیر فی تفسیره حدیث غریب منکر لایصح (ص ۴۲۵ ج ۴)۔

(درمنثور میں ہے کہ عبد بن حمید نے حضرت مجاہد سے کلا ان کتاب الفجار لفی سجین کی تفسیر میں نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ سجین نچلی زمین کے نیچے ہے۔ اس میں کافروں کی روحیں اور ان کے برے اعمال ہیں۔ اور ابو الشیخ نے کتاب العظمۃ میں اور محاملی نے اپنی امالی میں حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے۔ سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک چٹان ہے جو جہنم میں پھینکی جاتی ہے تو فاجروں کے اعمال نامے اس کے نیچے رکھے جاتے ہیں۔ اھ اور اس کے بارے میں ایک مرفوع حدیث ہے جو درمنثور میں بھی مذکور ہے اور وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فلق جہنم میں ایک بند کنواں ہے اور سجین کھلی ہوئی ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں حدیث غریب ہے منکر ہے صحیح نہیں ہے)

گناہوں کا جو زنگ ہے وہ اہل ایمان کے قلوب کا بھی ناس کھو دیتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میرے دل میں میل آ جاتا ہے اور بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب مؤمن بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے پس اگر توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر توبہ و استغفار نہ کیا بلکہ گناہوں میں بڑھتا چلا گیا تو یہ (سیاہ داغ) بھی بڑھتا رہے گا یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آ جائے گا پس یہ داغ وہ زنگ ہے۔

جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے دل پر زنگ آ جاتا ہے۔ دل کا زنگ دور کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استغفار کو تجویز فرمایا۔ دل کی صفائی ستھرائی کے لئے استغفار نسخہ کیمیا ہے۔ اس کو گناہوں کی آلائش سے صاف کرنا لازم ہے۔ لہٰذا اگر کبھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ استغفار کریں۔ جو لوگ استغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے گناہوں کی وجہ سے ان کے دل کا ناس ہو جاتا ہے پھر نیکی بدی کا احساس تک نہیں رہتا اور اس احساس کا ختم ہو جانا بدبختی کی علامت ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝

ہرگز نہیں بیشک نیکوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا اور آپ کو معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے وہ لکھا ہوا دفتر ہے

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔

اس سے پہلے یہ بتایا تھا کہ فجار کا اعمال نامہ سجین میں رہے گا۔ اب یہاں یہ فرمایا کہ نیک بندوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جانتے ہو علیین کیا ہے پھر خود ہی فرمایا کہ وہ لکھا ہوا دفتر ہے جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔

سجین ساتویں زمین میں ایک مقام جو ارواح کفار کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور علیین ساتویں آسمان میں مؤمنین کی روحوں کی رہنے کی جگہ ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں مؤمنین کی موت کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مؤمنین کی موت کے وقت فرشتے تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے روح! اللہ کی مغفرت اور اس کی رضامندی کی طرف نکل کر چل چنانچہ اس کی روح اس طرح سہولت سے نکل آتی ہے جیسے مشکیزہ میں سے (پانی کا قطرہ بہتا ہوا باہر آ جاتا ہے پس اسے حضرت ملک الموت علیہ السلام لے لیتے ہیں، ان کے ہاتھ میں لیتے ہی دوسرے فرشتے جو دور تک بیٹھے ہوتے ہیں) پل بھر بھی ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ اسے لے کر اسی کفن اور خوشبو میں رکھ کر آسمان کی طرف چل دیتے ہیں اس خوشبو کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زمین پر جو کچھ عمدہ سے عمدہ خوشبو مشک کی پائی گئی ہے اس جیسی وہ خوشبو ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اس روح کو لے کر فرشتے (آسمان کی طرف) چڑھنے لگتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر بھی ان کا گزر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کون پاکیزہ روح ہے؟ وہ اس کا اچھے سے اچھا نام لے کر جواب دیتے ہیں جس سے دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ فلاں کا بیٹا فلاں

نے اسی طرح پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے (اور وہ اس روح کو لے کر اوپر چلے جاتے ہیں) حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں پھر آسمان کے مقربین وہ سے آسمان تک اسے رخصت کرتے ہیں (جب ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کو کتاب علیین میں لکھو۔۔۔

اور کافر کی موت کے بارے میں فرمایا کہ جب کافر بندہ دنیا سے جانے اور آخرت کا رخ کرنے کا ہوتا ہے تو سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اس کے پاس آتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں وہ اس کے پاس آتی دور تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے پھر ملک موت تشریف لاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اے خبیث جان اللہ کی ناراضگی کی طرف نکل ملک الموت کا یہ فرمان سن کر روح اس کے جسم میں ادھر ادھر بھاگی پھرتی ہے۔ بہذا ملک موت اس کی روح کو جسم سے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے بوٹیوں والے سیخ کو گیلی اون سے صاف کیا جاتا ہے (یعنی کافر کی روح وجسم سے زبردستی اس طرح نکالتے ہیں جس طرح بھیگا ہوا اون کانٹے دار سیخ پر چڑھا ہوا ہو اور اس کو زور سے کھینچا جائے) پھر اس کی روح ملک الموت اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں ان کے ہاتھ میں لیتے ہی دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کے برابر بھی ان کے پاس نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ فوراً ان سے کفن و ناموں میں پیٹ لیتے ہیں (جو ان کے پاس ہوتے ہیں) اور ان کفنوں میں ایسی بدبو آتی ہے جیسے کسی کی بدترین مردار کی ہوئی مردہ لاش سے روئے زمین پر بدبو پھیلی ہو وہ فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر بھی پہنچتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ اس کا برے سے برا وہ نام لے کر کہتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے حتیٰ کہ وہ اسے لے کر پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں مگر اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ہے۔

لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط (سورۃ الاعراف)

(ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ کبھی جنت میں داخل ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ چلا جائے (اور اونٹ سوئی کے ناکہ میں جا نہیں سکتا لہذا وہ بھی جنت میں نہیں جا سکتا)

پھر اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ اس کو کتاب سجین میں لکھو جو سب سے نیچی زمین میں ہے چنانچہ اس کی روح (وہیں سے) پھینک دی جاتی ہے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (مشکوۃ المصابیح)

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾

بیشک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے مسہریوں پر بیٹھے ہوں گے اے مخاطب تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا۔

يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾

ان کو پینے کے لئے خاص شراب دی جائے گی جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی اور جس کی تہ میں تسنیم کی آمیزش ہوگی

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾

یعنی ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پیتے ہوں گے۔

ان آیات میں ابرار یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا انعام واکرام ذکر فرمایا ہے (جن کی کتاب کے بارے میں ویروالی آیت میں فرمایا کہ وہ علیین میں ہے) ارشاد فرمایا کہ نیک بندے نعمتوں میں ہوں گے مسہریوں پر (تکیے لگائے ہوئے) دیکھ رہے ہوں گے یعنی جنت کی نعمتیں اور وہاں کے مناظر ان کے پیش نظر ہوں گے۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ کچھ بعد مکانی ہوگا۔

مزید فرمایا کہ اے دیکھنے والے! تو ان کے چہروں میں نعمت کی تروتازگی پہچان لے گا یعنی ان کو دیکھتے ہی سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ حضرات اپنی نعمتوں میں خوب زیادہ خوش وخرم ہیں جیسا کہ سورۂ دہر میں فرمایا۔

ولقّٰھم نضرۃ وسرورًا (کہ اللہ تعالیٰ انہیں تروتازگی اور خوشی عطا فرمائے گا)

یہ خوشی حقیقی اور اصلی ہوگی۔ اندر کی خوشی سے چہروں پر تروتازگی ظاہر ہو رہی ہوگی۔ اس کے بعد نیک بندوں کی شراب کا تذکرہ فرمایا۔

یسقون من رحیق مختوم ۝

(انہیں خالص شراب میں سے پلایا جائے گا۔ جس کے دہرتنوں میں لائی جائے گی ان پر مہر لگی ہوں)۔

مزید فرمایا ختامہ مسک (یہ مہر مشک کی ہوگی)۔

اس مشک کی مہر کی وجہ سے اس کی لذت چند در چند دوبالا ہو جائے گی یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس شراب کی مہر مشک کی ہوگی اور مشک بھی وہاں کا ہوگا۔ اس شراب کی اپنی لذت اور کیفیت کا کیا عالم ہوگا۔ وہاں کی شراب میں نہ نشہ ہوگا نہ اس سے سر میں درد ہوگا جیسا کہ سورۂ واقعہ میں فرمایا لَا یُصَدَّعُوْنَ عَنْھَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ.

(نہ اس کی وجہ سے سر میں درد ہوگا نہ عقل میں فتور آئے گا)

ابھی شراب کا وصف بیان کرنا باقی ہے درمیان میں اہل ایمان کو ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ.

(اور حرص کرنے والوں کو اسی میں حرص کرنا چاہئے)

مطلب یہ ہے کہ دنیا والے دنیا کی مرغوبات اور مذموم چیزوں میں لگے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر ان چیزوں کو حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ ان چیزوں میں دنیا کی شراب بھی ہے جس کے پینے سے نشہ آتا ہے جو وجود سے عدم میں لے جاتا ہے اور اس کے گھونٹ بھی مشکل سے اترتے ہیں اور منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ جہالت کی وجہ سے لوگ اس ہی میں دل دیئے بیٹھے ہیں وہ تو کوئی چیز رغبت کی ہے ہی نہیں جس میں رغبت اور منافست کی جائے دنیا کی شراب پی کر نہ گناہ گار نہ ہوں اور آخرت کی شراب سے محروم نہ ہوں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں یہ لوگ داخل نہ ہوں گے۔

۱۔ شراب پینے کی عادت والا۔ ۲۔ قطع رحمی کرنے والا۔ ۳۔ جادو کی تصدیق کرنے والا۔

ومزاجہ من تسنیم (تسنیم ایک ایسا چشمہ ہے جس میں سے مقرب بندے پئیں گے)۔

معالم التنزیل میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ مقربین بندے خالص تسنیم پئیں گے اور دوسرے جنتیوں کی شراب میں اس کی آمیزش ہوگی۔ (گو ان کی شراب بھی خالص ہوگی) مگر مقربین کو ان کی شراب میں بھی وہ شراب ملے گی جو تسنیم کے چشمہ میں بہہ رہی ہوگی۔ اس میں سے دوسرے جنتیوں کی شراب میں بھی اس میں سے کچھ حصہ ملا دیا جائے گا۔

وقولہ تعالیٰ عینا نصب علی المدح وقال الزجاج علی الحال من تسنیم والباء امّا زائدۃ ای یشرب بھا او بمعنی من ای یشرب منھا او علی تضمین یشرب معنی یروی ای یشرب الرّوایۃ بھا (من روح المعانی)

(ارشاد الٰہی عینا یہ صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور زجاج کہتے ہیں تسنیم سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور باء ہو تو زائدہ ہے یعنی اسے پئیں گے یا باء من کے معنی میں ہے یعنی اس میں سے پئیں گے۔ یا یشرب میں یروی کے معنی کی تضمین ہے یعنی اس سے سیر ہو کر پئیں گے)

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ۝ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى

بیشک جن لوگوں نے جرم کیا وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تھے تو آنکھوں میں اشارہ کرتے تھے اور جب اپنے گھر

اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ

کو لوٹتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے اور جب ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ یہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے سو آج

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ ع

ایمان والے کافروں پر ہنستے ہیں۔ مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔ واقعی بات یہ ہے کہ کافروں کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیدیا جائے گا۔

نیک بندوں کا ایمان اور خوشی کا انجام فرمانے کے بعد مجرمین کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ جو لوگ اہل ایمان کے مخالف ہیں ان سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں دنیا میں ان کا یہ طریقہ تھا کہ جب کہیں اہل ایمان بیٹھے ہوتے اور یہ لوگ وہاں سے گزرتے تو اہل ایمان کا مذاق بنانے کے لئے آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے کہ دیکھو کہ یہ جا رہے ہیں پھٹیچر جنت کے دعوے دار تن پر کپڑا نہیں پاؤں میں جوتا نہیں بنتے ہیں بڑے اللہ کے پیارے وغیرہ وغیرہ۔ حضرت خباب حضرت بلال رضی اللہ عنہم اور دیگر فقراء مومنین پر ایسی پھبتیاں کستے تھے اور جب یہ مجرمین اپنے گھروں کو جاتے تھے تو خوش ہوتے ہوئے جاتے تھے کہ دیکھو ہم نے بڑا کمال کیا فقیروں کا مذاق بنایا۔

مؤمنین کے سامنے اشارہ سے ان کا مذاق کیا کرتے تھے اور اہل ایمان کو دیکھتے تھے تو یوں کہتے تھے کہ یقینی طور پر یہ گمراہ ہیں۔

وما اُرسلوا علیھم حافظین

(حالانکہ یہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے)

یعنی ان کو اہل ایمان کا نگران نہیں بنایا گیا۔ قیامت کے دن ان کے بارے میں ان سے نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ گمراہ تھے یا ہدایت پر تھے؟ ان مجرموں کو خود اپنے بارے میں غور کرنا چاہئے کہ ہم ہدایت پر ہیں یا گمراہ ہیں۔ آخرت میں معاملہ الٹ جائے گا کافر عذاب اور مصیبت میں ہوں گے اور اہل ایمان مسہریوں پر بیٹھے ہوں گے دنیا میں اہل کفر اہل ایمان کا مذاق بناتے تھے۔ اس روز اہل ایمان کافروں پر ہنسیں گے۔ اسی کو فرمایا:

فالیوم الذین اٰمنوا من الکفار یضحکون.

نیز اہل ایمان کی فضیلت اور شرف اور مرتبہ کی بلندی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ. (یہ اہل ایمان مسہریوں پر دیکھتے ہوں) کافروں کی بدحالی ان کے سامنے ہوگی
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ.

(کافروں کو کفر اور اعمال بد کا جو بدلہ ملے گا وہ ان کے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہوگا ان میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے دنیا میں اہل ایمان کا مذاق بنایا)

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ الانشقاق	۲۵ آیتیں ۱ رکوع

سورۃ نمبر ۸۴ سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ (۸۴) رکوعہا ۱

۲۵ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا
وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝
وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ
اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ بَلٰى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝

یہ سورۃ الانشقاق کی پندرہ آیات کا ترجمہ ہے ان آیات میں اول آسمان و زمین کا حال بیان فرمایا ہے کچھ انسان سے عمل دل محنت اور اس کا حاصل محنت کی نوعیت سے دن کی گواہی دینے اور رات کی گواہی دینے اور ارشاد فرمایا ہے کہ جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گا اور حکم مانے کا اور جب زمین ہموار کر دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر جھکا دے گی اور سرتابی کی مجال نہیں رکھے گی اور جب زمین وسیع کر دی جائے گی اس وقت جو اس کی سطح پر چیزیں ہیں اس سے زیادہ چیزیں وہ جائیں گی اور اس سے باہر ہو جائیں گی اور زمین بالکل خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی جو اموات اس میں دفن ہیں اور ان کے علاوہ جو چیزیں ہیں اس سے باہر آ جائیں گی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوگا جیسے آسمان و حکم کے مطابق انکار کرنے کی کوئی مجال نہیں ہے اسی طرح زمین و

نافرمانی کی کوئی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اس کو حکم ہوگا اسے ماننا لازم ہوگا دونوں جگہ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ جو فرمایا ہے اس کا یہی مطلب ہے حکم کے مطابق آسمان کو پھٹنا ہی پڑے گا زمین کو مزید بڑھایا جائے گا اور اسے بڑھنا ہی پڑے گا اور اسے خالی ہونے اور مردوں اور دفینوں کو باہر ڈالنے کا حکم ہوگا تو اسے حکم ماننا لازمی ہوگا دونوں جگہ جو لفظ اذا آیا ہے اس کی جزا محذوف ہے اور یہ وہ ہے کہ رای الانسان عملہ مطلب یہ ہے کہ جس دن آسمان پھٹ پڑے گا اور زمین چپیٹ دی جائے گی اور اس کے اندر جو چیزیں ہیں اسے باہر ڈال دے گی اس دن انسان اپنے اعمال کو دیکھ لے گا۔

سورۂ ابراہیم کی آیت یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان و زمین بدل دیئے جائیں گے بدلے بھی جائیں گے اور وہ صورت حال بھی ہو جائے گی جس کا یہاں سورۃ الانشقاق میں تذکرہ فرمایا ہے اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ (الآیۃ) اس میں انسان کی زندگی کا حاصل اور خلاصہ بیان فرمایا دنیا میں رہتے ہوئے تم جو کچھ محنت اور عمل کرتے ہو جو کچھ کماتے اور کرتے ہو فرشتے اسے لکھتے ہیں۔ زندگی جب ختم ہو جاتی ہے اعمال بھی ختم ہو جاتے ہیں دنیا بھی ساتھ ساتھ چل رہی ہے قیامت قریب آتی جا رہی ہے مرنے والے مر بھی رہے ہیں اپنے اعمال ساتھ لے جا رہے ہیں اسی طرح دنیا روز روال ہے حتیٰ کہ اچانک قیامت آجائے گی پہلا صور پھونکا جائے گا تو اس سے وہ بیہوش ہو جائیں گے اور مر جائیں گے۔

پھر جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو زندہ ہو کر قبروں سے نکلیں گے، میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے، حساب ہوگا اعمال نامے دیئے جائیں گے ہر شخص اپنے عمل سے ملاقات کرلے گا اچھے لوگوں کے اعمال نامے سیدھے ہاتھ میں اور برے آدمیوں کے اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

فملاقیہ میں یہ بتادیا کہ انسان جو عمل کرتا ہے اس کے سارے اعمال اس کے سامنے آجائیں گے اور ان سے ملاقات کریگا۔ اعمال ناموں میں اعمال لکھے ہوئے ہوں گے جس کے اپنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ سمجھ لے گا کہ میرے لئے خیر ہی خیر ہے اور میری نجات ہوئی اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور نجات پاکر اپنے اہل و عیال کے پاس خوشی خوشی چلا جائے گا سورۃ الحاقہ میں فرمایا کہ جس کے اپنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ کہے گا

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ. (آؤ پڑھو میری کتاب)

اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ سمجھ لے گا کہ میں ہلاک ہوا یہ اعمال نامہ ملتے ہی یوں کہے گا

یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ

(کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا اور میں اپنا حساب نہ جانتا) اور اسی حال میں وہ اپنی ہلاکت کو پکارے گا یعنی یوں کہے گا کہ مجھے موت آجاتی تو اچھا تھا تاکہ حساب کتاب اور اس کا نتیجہ سامنے نہ آتا لیکن پچھتانے سے اور افسوس کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ایسے شخص جو دوزخ میں جائے گا اسی کو فرمایا وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّیَصْلٰى سَعِیْرًا

(اور جس کو پشت کے پیچھے سے اعمال نامہ دیا گیا تو وہ ہلاکت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا)

ایسے شخص کی بربادی کا سبب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا

(بیشک جب وہ دنیا میں تھا تو اپنے کنبہ خاندان میں خوش تھا) یعنی ایمان سے اور ایمان والے اعمال سے غافل تھا، قیامت کو نہیں مانتا تھا وہاں کی حاضری کا یقین نہیں رکھتا تھا دنیا کی مستی اور مست اور الٹ ملٹر میں زندگی گزارتا رہا مزید فرمایا اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ

(بے شک اس کا خیال تھا کہ اسے واپس نہیں ہونا ہے) یعنی میدان حساب میں نہیں جانا اسی غلط گمان کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لایا بلٰی (ہاں اس کو ضرور اپنے رب کی طرف لوٹنا ہوگا اور حساب کے لئے پیش ہونا ہوگا اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا. (بیشک اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے) وہ یہ نہ سمجھے کہ میں آزاد ہوں جو چاہوں کروں بلکہ اس کو مرنے کے بعد پیش ہونا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جس سے حساب لیا گیا وہ تو ہلاک ہی ہوگا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا. (جس سے آسان حساب لیا جائے گا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسان حساب بھی ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آسان حساب سے مراد یہ ہے کہ صرف اعمال نامہ پیش کر دیا جائے گا اور پوچھ گچھ نہ کی جائے اور جس کے حساب میں چھان بین کی گئی وہ ضرور ہلاک ہوگا کیونکہ جواب نہیں دے پائے گا (روح المعانی ص ۲۶ ج ۳۰ ص ۶۹ ج ۲)

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝

سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور چاند کی جس کو رات نے سمیٹ لیا اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے تم ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچو گے

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ

سو ان لوگوں کو کیا ہوا جو ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے بلکہ کافر جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا

اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

ہے جو کچھ یہ جمع کر رہے ہیں سو ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے

السجدۃ ۱۳ ع ۱۵

اللہ جل شانہ نے ان آیات میں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی قسم کھائی جو آرام کرنے کے لئے رات کو اپنے اپنے ٹھکانے پر آجاتی ہیں اور چاند کی قسم کھائی جب کہ وہ پورا ہو جائے یعنی بدر بن کر آشکارا ہو جائے قسم کھا کر فرمایا کہ تم ضرور ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچو گے یعنی احوال کے اعتبار سے مختلف طبقات سے گزرو گے ایک حال گزشتہ حال سے شدت میں بڑھ کر ہوگا۔ پہلا حال موت کا اور دوسرا حال برزخ کا اور تیسرا حال قیامت کا ہوگا پھر ان حالات میں بھی تکثر تعدد ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (پھر کیا بات ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے)

جب دنیا کے احوال سے گزر رہے ہیں اور انہیں مرنا بھی ہے اور مرنے کے بعد کے احوال سے بھی گزرنا ہے تو کیا مانع ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ

(اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے)۔

نہ ان کا قلب جھکتا ہے نہ ان کا سر جھکتا ہے۔ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ.

(بلکہ بات یہ ہے کہ کافر لوگ جھٹلاتے ہیں) یعنی ایمان کی طرف رجوع کرنے کی بجائے تکذیب ہی پر جمے رہتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

بِمَا یُوْعُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں) اپنے دلوں میں کفر و حسد و بغض اور بغاوت کو چھپائے ہوئے ہیں یہ بِمَا یُوْعُوْنَ کی ایک تفسیر ہے صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ معنی بھی مراد ہو سکتے کہ یہ لوگ اپنے اعمال نامہ میں جو برے اعمال جمع کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے وہ اپنے علم کے مطابق انہیں سزا دے گا یہ معنی بعد کی آیت سے زیادہ اقرب و انسب ہے کیونکہ بعد میں فرمایا ہے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ (سو آپ انہیں عذاب الیم کی بشارت دے دیں) بشارت تو خوشی کی چیزوں کی ہوتی ہے لیکن عذاب کی خبر دینے کو بطور تحکم بشارت سے تعبیر فرمایا کیونکہ وہ لوگ اپنے کفر و اپنے کئے کامیابی کا سبب سمجھتے تھے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ

(لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ عذاب سے محفوظ رہیں گے اور ایمان اور اعمال کی وجہ سے انہیں بڑا اجر ملے گا جو کبھی بھی ختم نہ ہوگا۔

وھذا اٰخر سورۃ الانشقاق والحمدللہ العلی الخلاق

☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆

مکی	سورۃ البروج	۲۲ آیتیں ۱ رکوع

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (۸۵) (۱۵۱) اٰیاتہا ۲۲ رکوعہا ۱

سورۃ بروج مکی ہے اس میں بائیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝

قسم ہے بروج والے آسمان کی اور قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی اور قسم ہے حاضر ہونے والے کی اور جس میں حاضر ہوں گے اس کی قسم ہے کہ خندق والے ہلاک کئے گئے

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَ

آگ والے جس وقت وہ لوگ اس پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کے دیکھنے والے تھے اور

مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ان مسلمانوں میں ان کی ذرا سی بات کا عیب نہیں پایا تھا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو زبردست ہے اور لائق حمد ہے۔ جس کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

زمین کی اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

ان آیات میں اللہ جل شانہ نے آسمان کی قسم کھائی ہے اس کی صفت ذات ابروج بتائی ہے (ان بروج سے بڑے بڑے تارے مراد ہیں) نیز الیوم الموعود کی اور شاہد اور مشہود کی بھی قسمیں کھائی ہیں سنن ترمذی (ابواب التفسیر من سورۃ ابروج) میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الیوم الموعود سے یوم القیمۃ اور الیوم المشہود سے یوم عرفہ اور الشاھد سے یوم الجمعہ مراد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس پر سورج طلوع ہوتا ہو جو یوم جمعہ سے افضل ہو اس دن میں ایک گھڑی ہے جو بھی کوئی مومن بندہ اس میں اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمائے گا اور جس چیز سے بھی اللہ کی پناہ طلب کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے ضرور پناہ دے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو قسمیں کھائی ہیں جس میں امنہ وازمنہ دونوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام امنہ وازمنہ کا مالک ہے، ایسی ذات کی مخالفت کرنے والے بہرحال لعنت اور عقوبت کے مستحق ہیں۔

قسموں کے بعد ارشاد فرمایا کہ خندق والے ملعون ہوئے یہ خندق سے اپنا آگ بنی ہوئی تھی خوب زیادہ ایندھن والی تھی جبکہ یہ لوگ اس خندق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اہل ایمان کے ساتھ جو زیادتیاں کر رہے تھے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس خندق میں انہوں نے بہت زیادہ ایندھن ڈال رکھا تھا آگ جل رہی تھی اور اس میں اہل ایمان کو ڈالتے جا رہے تھے صحیح مسلم (ص ۴۱۵ ج ۲) میں ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان میں سے ایک بادشاہ تھا اس کا ایک جادوگر تھا وہ جب بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میری عمر تو زیادہ ہو گئی میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دے تاکہ اسے میں جادو سکھا دوں بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکا بھیج دیا یہ لڑکا جاتے ہوئے راستہ میں ایک راہب کے پاس گزرتا تھا ایک مرتبہ اس سے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنیں تو اسے پسند آئیں۔ اب اس کے بعد جب بھی جادوگر کی طرف جاتا تو راہب پر گزرتا اور اس کے پاس بیٹھ جاتا پھر جب جادوگر کے پاس جاتا تو اس کی پٹائی کرتا تھا۔ اس نے راہب سے اپنی مصیبت بتائی راہب نے کہا کہ تو ایسا کر کہ جب جادوگر کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو یہ کہہ دیا کر کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں کی طرف سے پوچھ پاچھ کا اندیشہ ہو تو یہ کہہ دیا کر کہ جادوگر نے روک لیا تھا اسی طرح سلسلہ چلتا رہا ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ راستہ میں جاتے ہوئے ایک بڑا جانور سامنے آ گیا جو لوگوں کا راستہ روکے ہوئے تھے اس لڑکے نے کہا کہ آج پتہ چل جائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب یہ سوچ کر اس نے ایک پتھر پکڑا اور دعا کر کے اس جانور کو مار دیا کہ اللّٰھم ان کان امر الراھب احب الیک من امر الساحر فاقتل ھذہ الدابۃ حتی یمضی الناس

(اے اللہ! راہب کا طریقہ کار آپ کے نزدیک جادوگر کے طریق کار کے مقابلہ میں محبوب ہے تو اس جانور کو قتل کر دیجئے تاکہ لوگ گزر جائیں)۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس پتھر سے وہ جانور قتل ہو گیا اور جن لوگوں کا راستہ روکے ہوئے تھے وہاں سے گزرنے اس کے بعد یہ ہوا کہ لڑکا راہب کے پاس پہنچا اور اسے صورت حال کی خبر دی راہب نے کہا کہ اے پیارے بیٹے اب تو مجھ سے افضل ہو گیا تو اس درجہ پر پہنچ گیا جو میں دیکھ رہا ہوں تو اگلی بات سن لے اور وہ یہ کہ اب تیرا امتحان لیا جائے گا (اور تو مصیبت میں مبتلا ہو) ایسی صورت پیش آئے تو میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔

اب اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے (مزید یوں نوازا) کہ وہ مادرزاد اندھے کو اور برص والوں کو اچھا کرتا تھا (یعنی ان کے حق میں دعا کر دیتا تھا اور ان کو شفا ہو جاتی تھی) اس کا یہ حال بادشاہ کے پاس بیٹھنے والے ایک شخص نے سن لیا جو نابینا ہو چکا تھا۔ یہ شخص لڑکے کے پاس بہت سے ہدایا لایا اور اس سے کہا کہ اگر تو مجھ کو شفا دیدے تو یہ سب تیرے لئے ہے لڑکے نے کہا کہ میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا شفا تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر تو اللہ پر ایمان لائے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا وہ تجھے شفا دے دے گا وہ شخص اللہ پر ایمان لے آیا اللہ نے اسے شفا دے دی۔ اب وہ بادشاہ کے پاس پہنچا اور حسب دستور بادشاہ کے پاس بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تیری بینائی کس نے واپس کی؟ اس نے کہا کہ میرے رب نے واپس کی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میرے سوا وہ تیرا کوئی رب ہے؟ اس شخص نے کہا کہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے اس پر اس شخص کو پکڑ لیا اور اسے برابر تکلیف پہنچاتا رہا یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتا دیا۔

اب لڑکے کو لایا گیا اس سے بادشاہ نے کہا کہ اے بیٹا تیرا جادو اس درجہ کو پہنچ گیا کہ تو مادرزاد اندھے کو اور برص والے کو اچھا کرتا ہے اور ایسے کام کرتا ہے؟ لڑکے نے کہا کہ میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا شفا صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اس پر بادشاہ نے اسے پکڑ لیا اور اسے

بر برا تکلیف دیتا رہا حتی کہ اس نے یہ بتا دیا کہ فلاں راہب سے میرا تعلق ہے (اور اس کے پاس آنے جانے کی وجہ سے مجھے یہ بات حاصل ہوئی ہے) اس کے بعد راہب کو دیا گیا کہ تو اپنے دین کو چھوڑ دے اس نے انکار کر دیا' لہٰذا ایک آرہ منگایا گیا جو اس کے سر کے درمیان میں رکھ دیا گیا اور سے درمیان سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے گئے دونوں ٹکڑے زمین پر گر گئے۔ اس کے بعد بادشاہ کے اس ہمنشین کو لایا گیا (جو اس لڑکے کے موت دینے سے ایمان قبول کر چکا تھا اور لڑکے کی دعا سے اس کی بینائی واپس آ گئی تھی) اس سے کہا گیا کہ تو ایمان سے پھر جا اس نے بھی انکار کر دیا لہٰذا اس کے سر کے درمیان آرہ رکھ کر چیر دیا گیا اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور وہ زمین پر گر پڑا' اس کے بعد اس لڑکے کو دیا گیا' اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین کو چھوڑ دے (یعنی ایمان سے پھر جا جو راہب کی صحبت میں آنے جانے سے حاصل ہوا تھا) لڑکے نے بھی ایمان سے پھرنے کا انکار کر دیا۔ لہٰذا بادشاہ نے اپنے آدمیوں کے حوالہ کیا اور ان سے کہا کہ اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ' اسے پہاڑ پر لے کر چڑھو جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو اس سے کہو کہ اپنے دین سے پھر جا' اگر یہ بات مان لے تو چھوڑ دینا ورنہ اسے وہیں سے نیچے پھینک دینا وہ لوگ اس لڑکے کو پہاڑ پر چڑھے لڑکے نے دعا کی اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ (اے اللہ! تو جس طرح چاہے ان لوگوں (کے شر) سے میرے لئے کافی ہو جا) اس کا دعا کرنا تھا کہ پہاڑ میں زلزلہ آ گیا اور جو لوگ اسے لے کر گئے تھے وہ سب ہلاک ہو گئے اور یہ لڑکا آ گیا' بادشاہ کے پاس چل کر آ گیا' بادشاہ نے پوچھا کہ ان لوگوں کا کیا ہوا جو تجھے لے کر گئے تھے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے محفوظ فرما دیا۔

اس کے بعد چند دیگر افراد کے حوالہ کیا اور کہا کہ اس لڑکے کو لے جاؤ اور ایک کشتی میں سوار کرو اور کشتی کو سمندر کے بیچ میں لے جاؤ اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو کوئی بات نہیں ورنہ اسے سمندر میں پھینک دینا۔ وہ لوگ اسے لے گئے اور کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان پہنچ گئے اس لڑکے نے وہی دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ۔ دعا کرنا تھا کہ کشتی الٹ گئی اور وہ لوگ غرق ہو گئے لڑکا آ گیا اور بادشاہ کے پاس پہنچ گیا' بادشاہ نے کہا کہ ان لوگوں کا کیا ہوا جو تجھے لے گئے تھے' لڑکے نے کہا کہ اللہ میرے لئے کافی ہو گیا اس نے مجھے ان کے شر سے بچا لیا۔

اس کے بعد لڑکے نے کہا کہ تو مجھے (اپنی تدبیر سے) قتل نہیں کر سکتا ہاں قتل کا ایک راستہ ہے وہ میں تجھے بتاتا ہوں' بادشاہ نے کہا وہ کیا طریقہ ہے؟ لڑکے نے کہا کہ وہ طریقہ یہ ہے کہ تو سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر اور مجھے درخت کے تنے پر لٹکا دے اور میرے اس ترکش سے ایک تیر لے اور پھر اسے کمان میں رکھ کر بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ کہتے ہوئے میری طرف پھینک دے (لڑکے نے یہ بتا کر کہ مجھے مرنا تو ہے ہی اپنی موت کو دعوت ایمان کا ذریعہ کیوں نہ بنا دوں لہٰذا اس نے یہ تدبیر بتائی کہ لوگوں کے سامنے میرا قتل ہو اور اللہ کا نام لے کر قتل کیا جاوں بادشاہ بدھو تھا اس تدبیر کو سمجھ نہ سکا) چنانچہ اس نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور لڑکے کو درخت کے تنہ پر لٹکا دیا اور اس کے ترکش سے ایک تیر لیا اور کمان میں تیر رکھ کر بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ کہہ کر لڑکے کو تیر مار دیا' تیر اس کی کنپٹی پر لگا' لڑکے نے تیر کی جگہ ہاتھ رکھ لیا اور مر گیا' لوگوں نے جو یہ ماجرا دیکھا تو اَمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ کی رٹ لگانے لگے (یعنی ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے)۔

بادشاہ کے پاس اس کے آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ تجھے جس بات کا خطرہ تھا کہ (اس لڑکے کی وجہ سے حکومت نہ چلی جائے) وہ تو اب حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ گلی کوچوں کے ابتدائی راستوں میں خندقیں کھودی جائیں چنانچہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں خوب آگ جلائی گئی' بادشاہ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ جو شخص اپنے دین ایمان سے نہ ہٹے اسے آگ میں ڈال دو چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا' اہل

ایمان لائے جاتے رہے ان سے کہا جاتا تھا کہ ایمان سے پھر جاؤ انکار کر دیتے تھے تو نہیں زبردستی جلتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جاتا تھا یہاں تک کہ ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ آگ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگی اس بچے نے کہا کہ اے امی! آپ صبر کیجئے کیونکہ آپ حق پر ہیں۔

سنن ترمذی (ابواب التفسیر) میں بھی یہ واقعہ مروی ہے اس کے شروع میں یہ بھی ہے کہ بادشاہ کا ایک کاہن تھا جو بطور کہانت آنے والی باتیں بتایا کرتا تھا (ان باتوں میں سے یہ بھی تھا کہ تیری حکومت جانے والی ہے) اور اس کاہن نے یہ بھی کہا کہ کوئی سمجھدار لڑکا تلاش کرو جسے میں اپنا علم سکھا دوں اور تم کے قریب یہ بھی ہے کہ جب عامۃ الناس تو امن سے العلاء ہو کر مسلمان ہو گئے تو بادشاہ سے کہا گیا کہ تو تین آدمیوں کی مخالفت سے گھبرا اٹھا تھا۔ (یعنی راہب لڑکا اور بادشاہ کا ہم نشین) جواب تو یہ سارا جہاں تیرا مخالف ہو گیا اس پر اس نے خندقیں کھدوائیں ان میں لکڑیاں ڈالیں اور اعلان کیا کہ جو شخص اپنے دین (یعنی مذہب) کو چھوڑنے کا ہم اسے کچھ نہ کہیں گے اور جو اپنے اس دین سے واپس نہ ہوگا اسے ہم اس آگ میں ڈال دیں گے لہٰذا وہ اہل ایمان کو ان خندقوں میں ڈالتا رہا اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قتل اصحاب الاخدود میں بیان فرمایا ہے۔

سنن ترمذی میں قصہ کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس لڑکے نے بتایا کہ اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نکالا گیا تو اس کی انگلی اسی طرح پیٹنی پر رکھی ہوئی تھی جیسا کہ اس نے قتل ہوتے وقت رکھی تھی (قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب)

حافظ ابن کثیر نے مقاتل سے نقل کیا ہے کہ خندقوں کا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا ہے۔ ایک مرتبہ نجران میں اور ایک مرتبہ شام میں اور ایک مرتبہ فارس میں۔ شام میں جو بادشاہ تھا وہ اطنابوس رومی تھا اور فارس میں جو واقعہ پیش آیا وہ بخت نصر کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ عرب کی سرزمین (یعنی یمن نجران) میں جو واقعہ پیش آیا ہے وہ یوسف ذونواس بادشاہ کے زمانہ کا واقعہ ہے پہلے دو واقعوں کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے اور نجران والے واقعہ کے بارے میں سورۃ البروج کی آیت نازل ہوئی ہیں سے۔ حدثنا ابن ابی حاتم حضرت ربیع بن انس سے نقل کیا ہے کہ اصحاب الاخدود کا واقعہ زمانہ فترہ میں پیش آیا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رفع [illegible] بعد اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ابن کثیر)

وما نقموا منہم میں یہ بتایا کہ لوگوں نے جن اہل ایمان کو تکلیف دی آگ میں [illegible] انہوں نے مالی چوری نہیں کی تھی کہ انہیں ڈاکہ نہیں ڈالا کسی کا مال نہیں لوٹا ان سے ناراض ہونے کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے ایمان لانا کوئی جرم کی بات نہیں ہے انسان کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک پر ایمان لائے اور اس کے بھیجے ہوئے دین کو قبول کرے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد آ گیا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو ایک لشکر کے ساتھ رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ان حضرات کو رومیوں نے قید کیا اور ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے اور بادشاہ سے کہا کہ ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ رہا ہے یہ بادشاہ عیسائی تھا اس نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سے گفتگو کی جس کے سوال و جواب اور پورا قصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

عیسائی بادشاہ: میں تم کو اپنی حکومت اور سلطنت میں شریک کرلوں گا تم عیسائی مذہب قبول کرلو۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ: تیری حکومت تو کچھ بھی نہیں اگر تو اپنی حکومت دیدے اور سارے عرب والے بھی مل کر مجھے اپنا ملک صرف اس شرط پر دینا چاہیں کہ پلک جھپکنے کے برابر جتنا وقت ہوتا ہے صرف اتنی دیر کے لئے بھی دین محمدی سے پھر جاؤں تو میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔

عیسائی بادشاہ نے کہا: ہم عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ: تو چاہے تو قتل کر دے میں اپنی بات ایک مرتبہ کہہ چکا ہوں نہ اس میں کسی ترمیم کی گنجائش ہے اور نہ سوچنے سے دو رائے ہو سکتی ہے بلکہ وہ ایسی حق ہے کہ اس کے خلاف سوچنا بھی مومن بندہ کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔

پھر عیسائی بادشاہ نے ان کو مصلیب (سولی) پر چڑھوا دیا اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں میں تیر مارو اور یہ سمجھو کہ اس کا قتل کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ تکلیف دے کر عیسائیت قبول کروانا مقصود ہے چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اللہ کا یہ بندہ صرف اس بات کا منتظر تھا کہ اللہ کا نام لے جیسے ہی دین حق کا ماننے والا تھا بادشاہ نے تیر مارنے شروع کر دیئے تیر مارتے جاتے اور کہتے جاتے کہ اب بھی ہمارا مذہب مان لے اور دین محمدی چھوڑ دے اور وہ اللہ کا بندہ یہی جواب دیتا تھا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہوں اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

جب اس ترکیب سے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا ایمان غارت کرنے میں ناکام ہوئے تو اس عیسائی بادشاہ نے کہا کہ ان کو سولی سے اتارو اور ایک دیگ میں خوب کرم پانی کرو اور ان کو دیگ کے پاس کھڑا کرو ان کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کو ان کے سامنے دیگ میں ڈالو چنانچہ ایسا ہی کیا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ کے سامنے ان کا ایک ساتھی دیگ میں ڈالا گیا جس کی جان نہیں نکلی سامنے گوشت و پوست جدا اور ہڈیوں کے جوڑ جوڑ علیحدہ ہو گئے اس کے درمیان میں بھی حضرت ابن حذافہ کو عیسائیت قبول کرنے کی ترغیب دیتے رہے اور جان بچ جانے کا لالچ دلاتے رہے۔

الحاصل، جب وہ عیسائیت قبول کرنے پر راضی نہ ہوئے تو بادشاہ نے ان کو جلتی ہوئی دیگ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دیگ کے پاس گئے اور جب ان کو ڈالنے لگے تو رونے لگے۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ وہ رو رہے ہیں بادشاہ نے سمجھا کہ وہ موت سے گھبرا گئے اب تو ضرور عیسائی مذہب قبول کریں گے۔ چنانچہ ان کو بلایا اس نے پھر عیسائی ہو جانے کی ترغیب دی مگر انہوں نے اب بھی انکار کر دیا۔

عیسائی بادشاہ: اچھا یہ بتاؤ کہ تم روئے کیوں؟

حضرت عبداللہ: میں نے کھڑے کھڑے سوچا کہ اب میں اس وقت اس دیگ میں ڈالا جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں جل بھن کر ختم ہو جاؤں گا اور تھوڑی دیر میں جان جاتی رہے گی۔ افسوس کہ میرے پاس صرف ایک ہی جان ہے کیا اچھا ہوتا کہ آج میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں وہ سب اس دیگ میں ڈال کر ختم کر دی جائیں۔ اللہ کی راہ میں ایک جان کی کیا حقیقت ہے۔

عیسائی بادشاہ: میرا ماتھا چوم لو گے تو تمہارے ساتھ سب کو چھوڑ دوں گا۔

حضرت عبداللہ: اپنی جان بچانے کے لئے اس پر بھی تیار نہ تھے کہ اس کا ماتھا ہی چوم لیتے (کیونکہ اس سے کافر کی عزت ہوتی ہے) یعنی اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ میرے اس عمل سے سارے مسلمانوں کو رہائی ہو جائے گی اس کا ماتھا چومنے پر راضی ہو گئے اور قریب جا کر اس کا ماتھا چوم لیا۔ اس نے ان کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو رہا کر دیا۔

جب حضرت عبداللہ مدینہ منورہ پہنچے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورا قصہ سنا اور پھر فرمایا کہ چونکہ انہوں نے مسلمانوں کی رہائی کے لئے ایک کافر کا ماتھا چوما تھا اس لئے ضروری ہے کہ اب ہر مسلمان ان کا ماتھا چومے میں سب سے پہلے چومتا ہوں چنانچہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ماتھا چوما۔

اہل ایمان سے دشمنی رکھنے والے صرف اپنے اقتدار کو دیکھتے ہیں اور قادر مطلق جل مجدہ کی قدرت کی طرف نظر نہیں کرتے وہ قادر بھی

ہے اور اسے ہر بات کا علم بھی ہے اس کے بندوں کے ساتھ جو زیادتی کرے گا وہ اس کی سزا دیدے گا کوئی شخص یوں نہ سمجھے کہ میرا ظلم یہیں رہ جائے گا اس کی اللہ تعالیٰ کو خبر نہ ہوگی ایسا سمجھنا جہالت ہے۔ آیت کے ختم پر اس مضمون کو بیان فرمایا۔ واللّٰہ علی کل شیء شھید۔ (اور اللہ ہر چیز سے پورا باخبر ہے)

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ۝

بلاشبہ جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ۝

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں یہ بڑی کامیابی ہے۔

یہ دو آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جنہوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف میں ڈالا الفاظ کا عموم اصحاب اخدود کو بھی شامل ہے اور ان کے علاوہ دیگر دشمنان اہل ایمان کو بھی ارشاد فرمایا

ان لوگوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ اور جلنے کا عذاب ہے درمیان میں ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا بھی فرمایا یعنی ان لوگوں کے لئے مذکورہ عذاب اس صورت میں ہے جبکہ موت سے پہلے توبہ نہ کی ہو کسی بھی کافر نے کسی بھی مومن کو کچھ بھی اور کیسی بھی تکلیف دی ہو اور کیسے بھی ستایا ہو اگر توبہ کرلی ایمان قبول کرلیا تو زمانہ غم میں جو کچھ کیا وہ سب ختم ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی مہربانی ہے ایمان لانے کے بعد کافر کا سب کچھ معاف ہو جاتا ہے چونکہ یہاں اصحاب اخدود کے قصہ کے بعد یہ مغفرت والی بات بیان فرمائی ہے اس لئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

اسطروا الی ھذا الکرم والجود قتلوا اولیاء وھو یدعوھم الی التوبۃ والمغفرۃ (اللہ تعالیٰ کے کرم اور جود کو دیکھو ان لوگوں نے اس کے اولیاء کو قتل کر دیا اور اسکی طرف سے توبہ اور مغفرت کی دعوت دی جا رہی ہے) ۱۲ سری آیت میں ایمان اور اعمال صالحہ والے بندوں کو بشارت دی ہے کہ ان لوگوں کو باغات ملیں گے جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی آیت کو ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ پر ختم فرمایا ہے جس میں یہ بتادیا کہ مذکورہ باغات کا مل جانا بڑی کامیابی ہے۔ دنیا میں جیسی بھی کوئی تکلیف پہنچے وہ اس کامیابی کے سامنے ہیچ ہے اگر ایمان کی وجہ سے کوئی شخص آگ میں ڈالا گیا تو وہ ایک دو منٹ کی تکلیف ہے۔ حست تحرق من تحتھا الانھار دائمی اور ابدی نعمت ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۝

بلاشبہ آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے بلاشبہ وہی پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا اور وہی مغفرت فرمانے والا ہے محبت فرمانے والا ہے

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ ۝

اور جو چاہتا ہے پورا کر دیتا ہے کیا آپ کے پاس لشکروں کی بات پہنچی ہے فرعون اور ثمود کے بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکذیب میں ہیں

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۝ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ ع

اللہ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی چند صفات عالیہ بیان فرمائی ہیں۔ اول تو یہ فرمایا کہ آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے اقوام اور افراد تاخیر عذاب کی وجہ سے دھوکہ میں پڑے رہتے ہیں۔ عذاب اور بلاکت کی میعاد اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنی حکمت کے مطابق مقرر فرما رکھی ہے اس کا وقت نہ آنے کی وجہ سے جو تاخیر اور ڈھیل ہوتی ہے اسی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ گرفت ہونے ہی کی نہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو نہیں چھوڑتا اس کے بعد آپ نے سورہ ہود کی آیت۔ وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید تلاوت فرمائی۔ (صحیح بخاری ص ۷۱۸ ج ۲)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت بیان فرمائی انہ ھو یبدئ ویعید

(بلاشبہ وہ پہلی بار بھی پیدا فرماتا ہے اور دوبارہ بھی پیدا فرمائے گا)۔

اس میں مشرکین بعث کا استبعاد دور فرمایا جو کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ مر کر مٹی ہو کر جب ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے؟ ان کا جواب دیا کہ جس ذات پاک نے پہلے پیدا فرمایا وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ.

(اور وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے بڑی محبت والا ہے)۔

اس میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی شان غفاریت بتائی اور مودت کی شان بھی بیان فرمائی۔ وہ اپنے بندوں کو بخشتا بھی ہے اور مؤمنین صالحین سے محبت بھی فرماتا ہے عرش کا مالک ہے، مجید بھی ہے یعنی بڑی عظمت والا ہے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ وہ جو کچھ چاہتا ہے پورے اختیار و اقتدار کے ساتھ اپنی مشیت اور ارادہ کے مطابق کرتا ہے۔ بطش شدید (سخت پکڑ) ابتدائی تخلیق پھر موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ فرمانا گنہگاروں کو بخشنا اہل ایمان پر مودت اور رحمت کے ساتھ متوجہ ہونا یہ سب کچھ اس کی مشیت کے تابع ہے اور اس کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں۔

سورۂ حج میں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ.

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل فرمادیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو بھی ارادہ فرماتا ہے) پھر چند آیات بعد فرمایا:

وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ.

(اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے)

ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ (الی آخر السورۃ)

(کیا آپ کے پاس لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی فرعون اور ثمود کی۔ بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکذیب میں ہیں اور اللہ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے)۔

ان آیات میں بعض بڑے بڑے کافروں باغیوں یعنی فرعون و ثمود کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ آپ کے پاس لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی آپ کو ان لوگوں کے سرکشی اور غرور اور بغاوت پھر ان کی تعذیب اور بلاکت کے واقعات معلوم ہو چکے ہیں (آپ یہ واقعات

موجودہ منکرین اور معاندین کو سنا چکے ہیں ان کو ان قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے لیکن اس کی بجائے کافر لوگ تکذیب میں لگے ہوئے ہیں آپ کو بھی جھٹلاتے ہیں اور ان کو بھی جھٹلاتے ہیں ان کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر ہے اسے ان کی سب حرکتوں کا علم ہے وہ ہر طرف سے انہیں گھیرے ہوئے ہیں یعنی ان کے سب اعمال اور افعال اقوال اور اشغال کا اسے پوری طرح علم ہے گزشتہ باغی قوموں کو جس طرح سزا دی گئی یہ بھی مبتلائے عذاب ہوں گے۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ

ان کا عناد اور تکذیب ان کی حماقت اور گمراہی کی وجہ سے ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جس کی تکذیب کی جائے وہ تو ایک باعظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس میں کسی تغیر و تبدل کا احتمال نہیں وہاں بھی محفوظ ہے اور جو فرشتہ لایا ہے وہ بھی امین ہے پوری حفاظت کے ساتھ لاتا ہے اگر کوئی شخص اس پر ایمان نہ لائے تو اس کی عظمت اور حفاظت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

وَهٰذَا آخر سورة البروج، والحمدلله العلي الخلاق.

☆☆☆.....☆☆☆

مکی	سورۃ الطارق	۱۷ آیتیں ۱ رکوع

پارہ نمبر ۱۷ (۸۶) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) رکوعہا ۱

سورۃ طارق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سترہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بہت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ○ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ○ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا

قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والی چیز کی اور تجھ کو کیا معلوم ہے رات کو آنے والی چیز کیا ہے؟ وہ روشن ستارہ ہے کوئی جان نہیں جس پر

حَافِظٌ ○ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ○ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ○ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ

نگہبان نہ ہو سو انسان غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا جو پشت اور سینہ کے درمیان

وَالتَّرَآئِبِ ○ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ○

سے نکلتا ہے بیشک وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان کی اور چمکتے ہوئے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا کہ دنیا میں جو لوگ بھی رہتے ہیں اور بستے ہیں ان کے اعمال کی نگرانی کے لئے ہم نے فرشتے لگا رکھے ہیں ہر جان کے ساتھ فرشتہ لگا ہوا ہے۔ یہ فرشتے انسانوں کے اعمال دیکھتے ہیں اور اعمالنامہ کو محفوظ کر لیتے ہیں پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ اعمال نامے انسانوں کے سامنے آجائیں گے۔ یہ حافظ کی ایک تفسیر ہے جو آیت کریمہ وان علیکم لحفظین کے مطابق ہے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ہر انسان کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں جس کا سورۂ رعد کی آیت معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ میں ذکر ہے یعنی اللہ پاک نے ہر انسان کے لئے فرشتے مقرر فرما دیئے ہیں جو رات دن آفات سے انسان کی حفاظت فرماتے ہیں البتہ جو تکلیف مقدر ہے وہ تو پہنچ کر رہے گی۔ سیاق کلام کے اعتبار سے پہلا معنی مراد لینا ہی اظہر واقرب ہے یہ تکلیہ قیامت کے دن کی آزمائش اور پیشی کا ذکر ہے چونکہ انسانوں کو موت کے بعد زندہ کرنے کے بارے میں شک وشبہ رہتا ہے اس لئے ان کے شبہ کو دور کرنے کے لئے فرمایا فلینظر الانسان مم خلق۔

(سو انسان غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے)

پھر خود ہی اس کا جواب ارشاد فرمایا:

خلق من ماء دافق.

(وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے)

یخرج من بین الصلب والترائب

(وہ پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے)

اس میں یہ بتایا کہ انسان نطفہ منی سے پیدا کیا گیا ہے سورۂ الم سجدہ میں ماء مہین (ذلیل پانی) سے تعبیر فرمایا ہے۔ انسان جو قیامت کا منکر ہے اور یوں کہتا ہے کہ موت کے بعد کیسے اٹھائے جائیں گے اور مٹی میں ملے ہوئے ذرات آپس میں کیسے ملیں گے اس کا جواب دیا کہ تو دیکھ لے تیری اصل کیا ہے۔ تجھے اپنی حقیقت اور شئون کا علم ہے پھر بھی ایسی باتیں کرتا ہے جس نے تجھے نطفہ سے پیدا فرمایا وہ دوبارہ بھی پیدا فرما سکتا ہے اسی کو فرمایا انہ علی رجعہ لقادر

(بلاشبہ وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے)۔

سورۃ التین میں فرمایا

الم یک نطفۃ من منی یمنی. ثم کان علقۃ فخلق فسوی. فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی. الیس ذلک بقدر علی ان یحی الموتی.

کیا انسان ایک قطرہ منی نہ تھا جو ٹپکا دیا گیا تھا پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا پھر اس نے بنایا پھر اعضاء درست کئے پھر اس کی دو قسمیں کر دیں۔ مرد اور عورت کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

نطفہ منی وماء دافق (اچھلنے والے پانی) سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ عربی میں الصلب پشت کو کہتے ہیں اور الترائب جمع ہے ترببۃ کی سینہ کی ہڈیوں کو اور اب یہ بتاتے ہیں کہ بچہ کی تخلیق مرد و عورت دونوں کی منی سے امتزاج سے ہوتی ہے اور ماء دافق کو مفرد کا صیغہ اس اعتبار سے ہے کہ مرد کا نطفہ ہی اصل ہے اور وہ دافق یعنی اچھلنے والا ہے اس کے بغیر تخلیق نہیں ہوتی۔ صاحب بیان القرآن نے یہ توجیہ کی ہے کہ دونوں نطفے مل کر چونکہ شئی واحد ہو جاتے ہیں اس لئے مفرد کا صیغہ لایا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ عورت میں بھی قدرت اندفاق یعنی اچھال ہوتا ہے (قال صاحب الروح ووصفہ بالدفق قیل باعتبار احد جزئیہ وھو منی الرجل وقیل باعتبار کلیھما ومنی المرأۃ دافق ایضا الی الرحم)

(صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اور اس کو اچھلنے کی صفت کے ساتھ موصوف کرنا بعض نے کہا اس ایک جزء کے اعتبار سے ہے اور وہ مرد کی منی ہے اور بعض نے کہا دونوں کی منی کے اعتبار سے ہے کہ عورت کی منی بھی اچھل کر رحم میں جاتی ہے)

عورت کی منی اور بچہ کی تخلیق میں اس کے مادہ منویہ کا شریک ہونا یہ تو حدیث شریف سے ثابت ہے۔ کما روی مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان امرأۃ قالت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل تغتسل المرء ۃ اذا احتلمت وابصرت الماء؟ فقال "نعم" فقالت لھا عائشۃ ترتبت یداک قالت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعیھا وھل یکون الشبہ الا من قبل ذلک اذا علا ماؤھا ماء الرجل اشبہ الولد اخوالہ واذا علا ماء الرجل ماءھا اشبہ اعمامہ.

(جب کہ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ عورت کو جب احتلام ہو اور وہ پانی دیکھے تو غسل کرے، حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عائشہ نے اس عورت سے کہا تو ہلاک ہو جائے۔ حضور نے فرمایا تجھ کو کیا ہوا اور بچہ کی مشابہت اسی وجہ سے ہی تو ہوتی ہے کہ اگر عورت کا پانی مرد کے پانی سے آگے بڑھ گیا تو بچہ اپنے ننھیال کے مشابہ ہوتا ہے اگر مرد کا پانی عورت کے پانی سے آگے بڑھ گیا تو بچہ دھیال کا ہم شکل ہوتا ہے۔

مادہ منویہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے یہاں اس طب جدید کی تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ اشکال کیا گیا ہے۔ اطباء کا کہنا ہے کہ نطفہ ہر عضو سے نکلتا ہے اور بچہ کا ہر عضو اس جزو نطفہ سے بنتا ہے جو مرد عورت کے اسی عضو سے نکلتا ہے۔ اگر اطباء کا کہنا صحیح ہو پھر بھی قرآن کی تصحیح پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ قرآن مجید میں نہ مرد عورت کی کوئی تخصیص فرمائی ہے اور نہ کلام میں کوئی حرف حصر موجود ہے جو یہ بتاتا ہو کہ نطفہ صرف پشت اور سینہ سے ہی نکلتا ہے اگر سارے بدن سے نکلتا ہو تو پشت اور سینہ کا ذکر اس کے معارض نہیں ہے۔

البتہ یہ سوال رہ جاتا ہے کہ تمام اعضاء میں سے صرف پشت اور سینہ کو کیوں ذکر فرمایا؟ اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سامنے اور نیچے کے اہم عضو کو ذکر کر کے سارے بدن سے تعبیر کر دیا گیا۔

قال صاحب الروح وقيل لوجعل مابين الصلب والترائب كناية عن البدن كله لم يبعد وكان تخصيصها بالذكر لما انها كالوعاء للقلب الذى هو المصغة العظمى فيه

(صاحب روح المعانی فرماتے ہیں بعض حضرات نے کہا ہے اگر مابین الصلب والترائب کو تمام بدن سے کنایہ سمجھا جائے تو بعید نہیں ہے اور پورے بدن میں سے خصوصاً اسی حصہ کا ذکر کرنا اس لئے کہ یہ حصہ دل کے لئے گویا برتن ہے جو کہ بدن کا سب سے عظیم حصہ ہے)

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ

جس دن چھپے ہوئے بھید جانچ کی جائیں گی سو انسان کے لئے نہ کوئی قوت ہوگی نہ کوئی مددگار۔ قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی

الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝

جو پھٹ جاتی ہے یہ قرآن ایک فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ کوئی فضول چیز نہیں ہے بلاشبہ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

سو آپ کافروں کو مہلت دیجئے ان کو تھوڑے دن رہنے دیجئے۔

گزشتہ آیت میں انسان کی پیدائش بیان فرمائی اور یہ بھی بتایا کہ جس ذات پاک نے انسان کو ابتداءً ایسے پانی سے پیدا فرمایا وہ موت کے بعد دوبارہ پیدا فرمانے پر بھی قادر ہے اس کے بعد دو آیتوں میں قیامت کے دن کی پیشی اور وہاں جو انسان کی مجبوری ہوں گی ان کو بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ جس روز انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور محاسبہ کے لئے پیشی ہوگی اس وقت ساری بھید کی چیزوں کی جانچ کر لی جائے گی سارا چٹھا سامنے آجائے گا۔ جو بھی کچھ کیا تھا وہ نظر کے سامنے ہوگا۔

ووجدوا ما عملوا حاضرا (اور جو کچھ کیا تھا سب حاضر پائیں گے)

انسان کی بدحالی اور مجبوری کا یہ عالم ہوگا کہ نہ تو اسے عذاب کے دفع کرنے کی کوئی قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اس کے بعد آسمان اور زمین کی قسم کھائی اور قسم کھا کر قرآن کے بارے میں فرمایا کہ وہ فیصلہ کرنے والا کلام ہے فرمایا: قسم ہے آسمان کی جو بارش والا ہے اس کی طرف سے زمین پر بار بار بارش کا نزول ہوتا ہے اور قسم ہے زمین کی جو پھٹ جانے والی ہے (جب اس میں بیج ڈالا جاتا ہے تو پھٹ جاتی ہیں اور اس سے پودے اور کھیتیاں نکل آتی ہیں)۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (بلاشبہ یہ قرآن ایک کلام ہے فیصلہ دینے والا) اس میں جو کچھ بتایا ہے سب صحیح ہے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ. (اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے)

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا. بلاشبہ یہ لوگ حق کو دبانے کے لئے قرآن سے خود دور رہنے اور دوسروں کو اس سے دور کرنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں آپ کو تکلیف بھی دے رہے ہیں مکہ معظمہ آنے والوں کے راستہ میں بیٹھ کر انہیں آپ کے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ قرآن کو شعر اور اساطیر الاولین بتاتے ہیں۔ اہل ایمان کو مارتے پیٹتے ہیں۔

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا. (اور میں طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہوں)۔

ان لوگوں کی تدبیروں کا کاٹ مجھے معلوم ہے ان کی تدبیریں فیل ہوں گی۔ میری تدبیر غالب آئے گی۔ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ. (سو کافروں کو چھوڑیئے) یعنی ان کی حرکتوں سے غمگین نہ ہو جایئے اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (انہیں تھوڑے دنوں کے مہلت دیجئے)۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ غمگین نہ ہوں آپ اپنا کام کریں تھوڑے دنوں بعد ہم ان پر عذاب نازل کریں گے ہر کافر کو موت کے بعد عذاب تو ہونا ہی ہے۔ موت سے پہلے بھی عذاب ہو سکتا ہے جیسا کہ قریش مکہ غزوۂ بدر میں مبتلائے عذاب ہوئے۔

وَهٰذَا اٰخِرُ سُوْرَةِ الطَّارِقِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْخَالِقِ

☆☆☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ الاعلیٰ	۱۹ آیتیں ۱ رکوع

پارہ ۹ | (۸۷) سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ (۸) | رکوعہا ۱

سورۃ اعلیٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝

آپ اپنے رب بزرگ کے نام کی تسبیح بیان کیجئے جس نے پیدا فرمایا سو ٹھیک بنا دیا اور جس نے تجویز کیا پھر راستہ بتایا اور جس نے چارہ

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝

پھر اس کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ ہم آپ کو پڑھا دیں گے۔ سو آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے۔ بیشک وہ ظاہر کو اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝

اور ہم آپ کو آسان طریقہ دیں گے آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کرے گا۔ اور اس سے وہ شخص دور رہے گا جو

الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ

بڑی آگ میں داخل ہوگا پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جئے گا۔ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی کو قبول کیا اور اپنے رب کا نام

رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ

لیا پھر نماز پڑھی۔ بلکہ تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر ہے اور بہت دیر تک باقی رہنے والی ہے۔ یہ باتیں پہلے

الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝

صحیفوں میں ہیں یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

یہاں سے سورۂ اعلیٰ شروع ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان فرمائی ہیں۔ سب سے پہلے اعلیٰ فرمایا یعنی برتر اور بلند تر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب آیت فسبح باسم ربك العظیم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجعلوها فی رکوعکم۔ (کہ رکوع میں جاؤ تو اس پر عمل کرو پھر جب

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى نازل ہوئی تو فرمایا کہ سجدہ میں جاؤ تو اس پر عمل کرو (یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہو اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہو۔

اَلْاَعْلٰی کا معنی ہے خوب زیادہ بلند اور برتر۔ یہ پروردگار عالم جل مجدہ کی صفت ہے اس کو بیان کرنے کے بعد دوسری صفت بیان فرمائی۔

الَّذِیْ خَلَقَ (جس نے پیدا فرمایا) اور تیسری صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

فَسَوّٰی (کہ اس نے بالکل ٹھیک بنایا) اور چوتھی صفت بیان فرمائی۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ (اور جس نے جان داروں کے لئے ان کے مناسب حال چیزوں کو تجویز فرمایا۔

فَهَدٰی (پھر ان جانداروں کو راہ بتائی) یعنی ان کی طبیعتوں کو ایسا بنایا کہ وہ ان چیزوں کو چاہتی ہیں جو ان کے لئے تجویز فرمائی ہے۔

معالم التنزیل (ص ۲۵۴ ج ۴) میں وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی کی تفسیر میں اور بھی چند اقوال لکھے ہوئے ہیں۔ حضرت مجاہد نے فرمایا کہ انسان کو خیر اور شر کا سعادت و شقاوت کا راستہ بتایا اور ایک معنی یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کو مقدر فرمایا پھر انسانوں کو رزق کے کمانے اور حاصل کرنے کے طریقے بتائے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اشیاء میں منافع پیدا فرمائے پھر انسان کو ان سے مستفید ہونے کے طریقے بتائے۔

پانچویں صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی. (اور وہ ذات جس نے چارہ نکالا)۔

اس چارہ کو انسانوں کے جانور کھاتے ہیں پھر یہ جانور اس سے حاصل شدہ طاقت اور توانائی سے انسانوں کی خدمات بجالاتے ہیں۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی (پھر اسے سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا) یعنی زمین سے جو چارہ نکلتا ہے اس میں سے بہت سا تو مویشی کھا لیتے ہیں اور بچا کھچا جو رہ جاتا ہے وہ کوڑا کرکٹ بن جاتا ہے جو پرانے پتے کا ہو جاتا ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤی (ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ کی مشیت ہوگی)۔

اس میں وعدہ فرمایا ہے کہ یہ قرآن جو آپ پر نازل ہو چکا ہے اور اس کے بعد مزید نازل ہوگا آپ اس قرآن کو بھولیں گے نہیں۔ یہ وہ بات مضمون ہے جسے سورۂ قیامہ کی آیت کریمہ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ میں بیان فرمایا ہے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (مگر اللہ جو چاہے اس میں یہ بتا دیا کہ آپ پر جو وحی آئے اس میں سے آپ بعض چیزوں کو بھول جائیں گے اور آپ کا بھولنا ہماری مشیت سے ہوگا حکمت کے مطابق ہوگا اس میں منسوخ التلاوۃ اور منسوخ الحکم دونوں کو بیان فرما دیا سورۂ بقرہ میں فرمایا۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا

(ہم جس کسی آیت کو منسوخ کرتے یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں)۔

اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی (بلاشبہ وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور چھپی ہوئی چیزوں کو بھی یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر حرکت کا اور بندوں کی ہر مصلحت کا علم ہے ظاہر ہو یا پوشیدہ ہو وہ اپنے علم کے موافق اور حکمت کے مطابق قرآن کا جو حصہ چاہے بھلا دے گا۔

وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی (اور ہم آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا کہ ہم نے آپ کو جو شریعت دی ہے اس پر عمل کرنے کے لئے اس کو بھلانے کے لئے آپ کو سہولت دیں گے۔

الیسری آسان کے معنی میں ہے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو شریعت دی ہے اس پر عمل کرنا سہل اور آسان ہے کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو بندوں کی استطاعت سے باہر ہو یا اس کی ادائیگی میں بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہو مریض آدمی اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر رکوع سجدہ کے ساتھ ادا کرلے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اشارہ سے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھ لے۔

زکوٰۃ بھی صاحب نصاب پر فرض ہے جو کچھ واجب ہوتا ہے وہ بھی بہت تھوڑا سا ہے یعنی کل مال کا چالیسواں حصہ اور وہ بھی چاند کے حساب سے نصاب پر ایک سال گزر جانے کے بعد اسی طرح حج بھی ہر شخص پر فرض نہیں ہے۔

جس کے پاس مکہ معظمہ سواری سے آنے جانے کی استطاعت ہو سفر خرچ ہو۔ بال بچوں کا ضروری خرچہ بھی پیچھے چھوڑ جانے کے لئے موجود ہو ایسے شخص پر حج فرض ہوتا ہے وہ بھی زندگی میں ایک بار۔

رمضان میں مریض اور مسافر اور حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لئے آسانی رکھ دی گئی ہے رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں اس کی قضا کرلے (جس کی شرائط اور تفاصیل کتب فقہ میں مذکور ہے)۔

انہیں آسانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ شرعی مسافر کے ذمہ چار رکعت فرض والی نماز کی جگہ دو رکعت کی ادائیگی ذمہ کر دی گئی ہے دیگر احکام میں بھی جو آسانیاں ہیں وہ بھی عام طور پر مشہور و معروف ہیں۔

معالم التنزیل میں بعض حضرات سے **ونیسرک للیسری** کی تفسیر یوں نقل کی ہے۔ **ای نھوّن علیک الوحی حتی تحفظہ وتعلمہ** یعنی ہم آپ کے لئے وحی آسان کر دیں گے تاکہ آپ اسے یاد کرلیں اور دوسروں کو سکھا دیں۔

فذکر ان نفعت الذکری

(سو آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے)

بظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت کرنا اسی صورت میں ہے جبکہ نفع مند ہو لیکن معالم التنزیل میں ہے کہ یہ **مس قبیل الاکتفاء** ہے جس میں ایک چیز کے ذکر کرنے پر اکتفا کرلیا جاتا ہے اور اسکی مخالف دوسری صورت کو ترک کر دیا جاتا ہے لہٰذا آیت کا معنی یہ ہوا **فعلت او لم تنفع** یعنی آپ نصیحت کیا کریں نفع دے یا نہ دے۔

ولم یذکر العالہ الثانیۃ کقولہ سرابیل تقیکم الحرّ وارادالحر والبرد جمیعا اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ دوسری آیت میں **وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین** فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر نفع دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نصیحت نفع دیتی ہے لہٰذا آپ نصیحت کیا کیجئے۔

وقد سبق قبیل احتمال احروھوان تکون ان مخففۃ من المثقلۃ وقد حذف اسمھا والمعنی انہ تنفع الذکری واللہ تعالیٰ اعلم. (میرے دل میں ایک اور احتمال آیا ہے اور وہ یہ کہ اِنْ جو ہے یہ اِنَّ کا مخفف ہے جس کا اسم حذف کر دیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان نفعت الذکریٰ یعنی بے شک وہ نصیحت نفع دے گی) پھر فرمایا **سیذکر من یخشی** (وہ شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے)۔

ویتجنبھا الاشقی (اور اس نصیحت سے وہ شخص پرہیز کرے گا جو بڑا بدبخت ہے)

الذی یصلی النار الکبریٰ (جو بڑی آگ میں داخل ہوگا)۔

اس سے دوزخ کی آگ مراد ہے جس کی آگ کی حرارت دنیا کی آگ سے ستر درجہ زیادہ گرم ہے یعنی اگر دنیا والی آگ کی حرارت جمع کر دی جائے تو اس سے جو حرارت کی ڈگری حاصل ہو دوزخ کی آگ کی گرمی ہے۔

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى. (پھر وہ دوزخ کی آگ میں نہ مرے گا نہ جئے گا)۔

مرے گا تو اس لئے نہیں کہ وہاں موت آنی ہی نہیں ہے اور جئے گا اس لئے نہیں کہ وہ زندگی زندگی کہنے کے قابل نہیں۔ بھلا وہ بھی کوئی زندگی ہے جو اتنی بڑی آگ میں گزر رہی ہو جس کا اوپر ذکر ہوا۔ سورۂ فاطر میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ.

(اور کافروں کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ ہم اسی طرح ہر کافر کو سزا دیتے ہیں) آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ نصیحت حاصل کرنا انہیں لوگوں کا طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جینے اور مرنے تو اس کا انجام برا ہوگا۔

قیامت کے دن کافر ناکام ہوں گے، دوزخ میں جائیں گے، جنت سے محروم ہوں گے ان کی ناکامی بتانے کے بعد ارشاد فرمایا

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى . وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

(وہ شخص کامیاب ہوا جو پاک ہوا اور اس نے اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی) پاک ہونے میں عقائد باطلہ شرکیہ اور بدعیہ سے اور برے اخلاق اور برے اعمال سے پاک ہونا سب داخل ہے۔ اس میں لفظ تزکی باب تفعل سے لایا گیا ہے۔ جو مشقت پر دلالت کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ نفس راضی ہو یا نہ ہو ہر حال پاکیزہ زندگی اختیار کی اور سب سے بڑا تزکیہ نماز کے اہتمام سے حاصل ہوتا ہے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔ اس نے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی نماز کا اہتمام برائی سے بچنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے جیسا کہ سورۂ عنکبوت میں فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ.

(بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے)۔

واستدل بالآية الكريمة الحنفية على ان لفظ التكبير ليست بشرط في التحريمة بل لو قال الله الأجل او الأعظم او الرحمن اكبر (یعنی اس آیت سے حنفیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ میں خاص لفظ اللہ اکبر کہنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر اللہ الاجل یا اللہ الاعظم یا الرحمن اکبر وغیرہ بھی کہہ دیا تو یہ بھی صحیح ہے)۔

اجزاه عندابي حنيفة كما ذكره صاحب الهدايه.

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا.

(بلکہ تم لوگ دنیا والی زندگی کو ترجیح دیتے ہو)

پہلے تو انسانوں کی کامیابی اس میں بتائی کہ انسان اپنے نفس کو پاک صاف رکھے کفر و شرک سے بھی اور دوسرے گناہوں سے بھی اور نمازوں کا اہتمام کرے جو تزکیہ نفس کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد انسانوں کی ناکامی کا سبب بتایا اور وہ دنیا کو ترجیح دینا اور آخرت سے غافل ہونا ہے۔ بہت سے لوگ اسلام کو حق جانتے ہوئے دنیاوی عہدوں اور مال و جائیداد کی وجہ سے کفر و شرک میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ جو مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں۔ وہ فرائض و واجبات تک کو دنیاداری اور دکان داری اور نفس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں جبکہ مستحبات تک کا اہتمام کرنا چاہئے جس طرح فرائض و واجبات سے آخرت کے اجور اور رفع درجات سے تعلق

ہے اسی طرح سنن و مستحبات سے بھی نفع حاصل کرتے ہیں اور اس کے حق میں نافع ہے (حلال و حرام کا خیال کئے بغیر) آخرت کے عمل کو چھوڑ بیٹھتے ہیں والاخرۃ خیر وابقی (یعنی آخرت بہتر بھی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی بھی ہے آخرت کا بہتر ہونا تو اسی سے سمجھ لیا جائے کہ ساری دنیا آخرت کے تھوڑے سے عمل کے سامنے بھی ہیچ ہے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ

لغدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ خیر من الدنیا ومافیھا

(اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام چلنا ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے)

جنتی دو جنتوں کے بارے میں بھی یہی فرمایا وروحۃ فی الجنۃ خیر من الدنیا ومافیھا (جنت میں ایک شام یا ایک صبح چلنا ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔

یاد رہے کہ دنیا میں رہنا اور حلال کمانا اور حلال پینا اور حلال مال سے بیوی بچوں کی پرورش کرنا یہ دنیا داری نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو اس سب میں بھی ثواب ہے دنیا داری یہ ہے کہ آخرت سے غافل ہو جائے وہاں کام آنے والے اعمال کی طرف دھیان نہ دے اور دنیا ہی کو آگے رکھ لے اسی کے لئے مرے اسی کے لئے جئے نہ ہوں کی لت پت رہے۔

سورۃ القیامہ میں فرمایا کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الاخرۃ

(بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھتے ہو)۔

اور سورۃ الدھر میں فرمایا ان ھؤلاء یحبون العاجلۃ ویذرون وراءھم یوما ثقیلا۔

بے شک یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھتے ہیں)۔

ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم وموسی

(بلاشبہ یہ ان صحیفوں میں ہے جو پہلے نازل ہوئے ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفے)

مفسرین نے فرمایا کہ ھذا کا اشارہ قد افلح من تزکی سے لے کر والاخرۃ خیر وابقی تک جو مضامین بیان ہوئے ان سب کی طرف ہے۔

صاحب روح المعانی نے بحوالہ ابن مردویہ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ اس سے آخر میں یہ ہے کہ انہوں نے خدمت عالی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں سے آپ پر کچھ نازل ہوا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اس کے بعد آپ نے قد افلح من تزکی سے لے کر والاخرۃ خیر وابقی تک آیت تلاوت فرمائیں۔

صاحب روح المعانی نے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ واللہ تعالیٰ اعلم بصحۃ الحدیث بعض حضرات نے پوری سورت کے مضامین کو اور بعض حضرات نے مضامین قرآن وھذا ہ مشارالیہ قرار دیا ہے۔ والعلم عند اللہ العلیم۔

سورہ والنجم میں بھی حضرت موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں کے بعض مضامین کا تذکرہ فرمایا ہے۔

آیت کریمہ ام لم ینبأ بما فی صحف موسی وابراھیم الذی وفی، اور اس کے بعد کی چند آیات کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

مکی	سورۃ الغاشیہ	۲۶ آیتیں اور ۱ رکوع

سورۃ الغاشیہ مکیۃ (۸۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝
تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ
نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝
فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝

یہاں سے سورۃ الغاشیہ شروع ہوتی ہے۔ الغاشیہ سے قیامت مراد ہے جو عشی یغشی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ قرآن پاک میں قیامت کو بہت سے ناموں سے موسوم فرمایا ہے جن میں ایک نام الغاشیہ بھی ہے۔ اس کا معنی ڈھانپ لینے والی۔ حساب میں مصروف ہونے کی وجہ سے لوگ قیامت کو بھول جائیں گے۔ قیامت والی الغاشیہ اس لئے فرمایا کہ وہ لوگوں پر اپنی سختیوں کے ساتھ چھا جائے گی اور اس کے ہولناک واقعات (یعنی خوف زدہ کر دینے والے حالات ہر طرف سے) گھیر لیں گے۔ ھل اتاک حدیث الغاشیۃ میں بعض حضرات نے فرمایا کہ قد کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس قیامت کی خبر آ چکی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ ھل اپنے معروف معنی میں ہے یعنی استفہام کے لئے ہے اور یہ استفہام تشویش کے لئے ہے پہلے استفہام سے اس بات کی اہمیت بیان ہوئی ہے آئندہ بیان ہونے والے مضامین کو سامعین سے سننے کے لئے پر شوق بیان فرماتے ہیں۔

وجوہ یومئذ خاشعۃ۔ (اس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے)

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (مصیبت جھیلنے والے دکھ کلیف اٹھانے والے ہونگے)

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً (جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا)۔

ان آیات میں نافرمانوں کے احوال بیان فرمائے ہیں جو وہاں پیش آئیں گے۔

اول تو یہ فرمایا کہ بہت سے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے۔ دنیا میں جو ان سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کو اور اس کی مخلوق کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کو کہا جاتا تھا تو تکبر کرتے تھے اور ذرا سا جھکنا بھی انہیں گوارا نہ تھا۔ قیامت کے دن نہیں ذلت اٹھانی پڑے گی۔

سورۃ القمر میں فرمایا: خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ

(ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوگی)۔

وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ.

(اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے۔ اس حال میں کہ وہ صحیح سالم تھے)۔

نافرمانوں کی مزید بدحالی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (بہت سے چہرے مصیبت جھیلنے والے دکھ کلیف اٹھانے والے ہوں گے) صاحب روح المعانی نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حسنؒ وغیرہما سے نقل کیا ہے کہ اس سے قیامت کے دن کے سلاسل واغلال یعنی زنجیروں اور بیڑیوں کو لے کر چلنا اور دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھنا اور اترنا اور اس کے اثر سے خستہ ہونا مراد ہے اور حضرت مکرمہؒ سے اس کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ بہت سے لوگ دنیا میں عمل کرتے ہیں (دنیاوی اعمال بھی اور عبادت کے لائق کی ریاضتیں بھی کرتے ہیں اور اس میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں) لیکن چونکہ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت پر نہیں اس لئے یہ سب کچھ ضائع ہوگا اور کفر پر موت آنے کی وجہ سے آخرت میں عذاب میں پڑیں گے اور وہاں کی بہت بڑی تکلیف اٹھائیں گے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً (جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)۔

لفظ حامیۃ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کا معنی ہے انتہائی گرم جو حمیت النار سے ماخوذ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ آگ (جس کو تم جلاتے ہو) دوزخ کی آگ کا ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا (جلانے کو تو) یہی بہت ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا (ہاں اس کے باوجود) دنیا کی آگوں سے دوزخ کی آگ گرمی میں ۶۹ درجہ بڑھی ہوئی ہے۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا)

لفظ آنیۃ انا' یانی سے مشتق ہے جو خوب زیادہ گرم ہونے پر دلالت کرتا ہے سورۃ الرحمن میں فرمایا ہے۔ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ.

وہ لوگ دوزخ کے اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے)

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ.

(ان کے لئے ضریع کے سوا کوئی کھانا نہیں ہوگا)

گزشتہ آیت میں ان کے پینے کی چیز بتائی اور اس آیت میں ان کا کھانا بتایا۔ لفظ ضریع کا ترجمہ خاردار جھاڑ کیا گیا ہے۔

صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں کہ ضریع حجاز میں ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے جس کی خباثت کی وجہ سے جانور بھی پاس نہیں پھٹکتے اس کو کھالے تو مرجائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ والضریع شیء فی النار شبہ الشوک امر من الصبر وانتن من الجیفۃ واشد حرا من النار (معالم التنزیل)

یعنی ضریع دوزخ میں ایک ایسی چیز ہوگی جو کانٹوں سے مشابہ ہوگی ایلوے سے زیادہ کڑوی اور مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم ہوگی۔

لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ.

(یہ ضریع نہ موٹا کرے گا نہ بھوک دفع کرے گا)۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا دوزخیوں کو (اتنی زبردست) بھوک لگادی جائے گی جو کیلی ہی اس عذاب کے برابر ہوگی جو بھوک کے علاوہ ہوگا لہٰذا وہ کھانے کے لئے فریاد کریں گے۔ اس پر ان کو ضریع کا کھانا دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک دفع کرے گا پھر دوبارہ کھانا طلب کریں گے تو ان کو طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ (گلے میں اٹکنے والا کھانا) دیا جائے گا جو گلوں میں اٹک جائے گا اس کے اتارنے کے لئے تدبیریں سوچیں گے تو یاد کریں گے کہ دنیا میں پینے کی چیزوں سے گلے کی اٹکی ہوئی چیزیں اتارا کرتے تھے لہٰذا پینے کی چیز طلب کریں گے چنانچہ کھولتا ہوا پانی لوہے کی سنڈاسیوں کے ذریعہ ان کے سامنے کردیا جائے گا وہ سنڈاسیاں جب ان کے قریب ہوں گے تو چہروں کو بھون ڈالیں گی پھر جب پانی پیٹوں میں پہنچے گا تو پیٹ کے اندر کی چیزوں یعنی آنتوں وغیرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ (الحدیث)

اس کفر کے بعض عذابوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد اہل ایمان کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ (اس دن بہت سے چہرے بارونق ہوں گے)۔

یعنی خوب خوش وخرم ہوں گے۔ اپنی عمدہ حالت اور نعمتوں کی خوبی اور فراوانی کی وجہ سے ان کے چہروں میں خوشی کی وجہ سے چمک اور تازگی دیکھنے میں آرہی ہوگی جیسے سورۂ تطفیف میں فرمایا ہے۔ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ.

(اے مخاطب! تو ان کے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی کو پہچان لے گا)

لِسَعْیِھَا رَاضِیَۃٌ (اپنی کوشش کی وجہ سے خوش ہوں گے) یعنی دنیا میں جو انہوں نے اعمال صالحہ والی زندگی گزاری اور احکام الٰہیہ پر عمل کرنے کے سلسلے میں جو محنت اور کوشش کی ان کی وجہ سے خوش ہوں گے کیونکہ دنیا میں جو اچھے اعمال کئے تھے وہ انہیں وہاں کی نعمتیں ملنے کا سبب بنیں گے۔

فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ (بہشت بریں میں ہوں گے)۔

وہ جنت ارتفاع مکانی کے اعتبار سے بھی بلند ہوگی اور نعمتوں کے اعتبار سے بھی۔

لَا تَسْمَعُ فِیْھَا لَاغِیَۃً (اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے)

یعنی جنت میں جو چیز بھی ہوگی وہ ہر قسم کی لغو اور بیہودگی سے پاک ہوگی۔ وہاں کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی جس کا کوئی نقصان ہو اور نہ وہاں میں کسی چیز پر کسی کا ضمان عائد ہوگا۔ وہاں کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو کسی کے لیے تکلیف دہ ہو۔ اسی مضمون کو سورۃ واقعہ میں فرمایا لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا (نہ اس میں کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات مگر سلام سلام کی بات سنیں گے)

(محمول علی الحس لان فی الجنة عیون کثیرة کما قال تعالیٰ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وفی سورة الذاریات اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ)

ان آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت میں بہت سے چشمے ہوں گے جیسا کہ سورۃ الدہر میں اور سورۃ المطففین میں گزرچکا اور ان چشموں سے کئی قسم کی شرابیں نکلیں گی جن سے اہل جنت کی مختلف قسم کی لذتیں وابستہ ہوں گی۔

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ (اس میں بلند کیے ہوئے تخت ہوں گے)۔

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ (اور رکھے ہوئے آب خورے ہوں گے)۔

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ (اور برابر لگے ہوئے گدے ہوں گے)۔

وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ (اور قرینے بچھے ہوئے پڑے ہوں گے)۔

(تختوں کا اور آب خوروں کا اور جام کا ذکر سورۃ الواقعہ میں بھی گزر چکا ہے۔ سورۃ الدہر میں اکواب من فضۃ آب خوروں کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ وہ شیشے کے ہوں گے اور شیشے چاندی کے ہوں گے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَى الْجِبَالِ

یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیے گئے اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ

كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝

کیسے کھڑے کیے گئے اور زمین کی طرف کہ وہ کس طرح بچھائی گئی۔

ان آیات میں چار چیزوں کی طرف نظر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بلند کیے گئے اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح کھڑے کیے گئے اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بچھائی گئی۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں جنت کی نعمتوں کو بیان فرمایا تو اہل کفر کو اس پر تعجب ہوا انہوں نے اس کو جھٹلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

اونٹوں کا ذکر فرمایا عرب کے سامنے یہ وقت اکثر رہتے تھے ان سے کام لیتے تھے اور بار برداری اور کھیتی کے کام میں لاتے تھے۔ اس سے بہت سے فوائد اور منافع حاصل ہوتے ہیں بچہ سارا بھی بہت بے خارمی خوردہ باری برڈ کانٹے دار درخت کھاتا ہے اور بوجھ ڈھوتا ہے) اور ایک وقت کا پانی پی لیتا ہے اور فرمانبرداری اس قدر ہے کہ اگر بچہ بھی نکیل پکڑ کر چلے تو اس کے ساتھ چل دیتا ہے۔ پھر اس کی

خصوصیت عجیب ہے۔ وہ کہ وہ ہے اونٹ سے اونٹ تیری دن کی کل سیدھی یا رلگی پہلے کر دن ہی دیکھو۔

اس طور سے اونٹ ہی کی خصوصیت کو کیوں بیان فرمایا گیا جبکہ اس سے بڑا جانور (فیل) یعنی ہاتھی بھی موجود ہے؟ اس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن کے اولین مخاطبین یعنی عرب کے سامنے سب سے بڑا حیوان اونٹ ہی تھا ہاتھی کو شاذ و نادر ہی کسی نے دیکھا تھا پھر عرب کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز مال بھی وہی تھا۔

ثانیاً ارشاد فرمایا وَالَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۔

(اور کیا آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا)۔

ثالثاً فرمایا وَالَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ.

(اور کیا پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کیسے کھڑے کئے گئے)۔

رابعاً فرمایا: وَالَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ.

(اور کیا نہیں دیکھتے زمین کی طرف کیسے بچھائی گئی)۔

یہ سب عجائب قدرت ہیں، نظروں کے سامنے ہیں، جس ذات پاک نے ان چیزوں کو پیدا فرمایا اس کو اس پر بھی قدرت ہے کہ وہ جنت کی نعمتوں کو پیدا کر دے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں کہ ان چیزوں کو دیکھ کر قدرت الٰہیہ پر استدلال نہیں کرتے تاکہ اس کا بعث پر قادر ہونا سمجھ لیتے اور تخصیص ان چار چیزوں کی اس لئے ہے کہ عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے رہتے ہیں اس وقت ان کے سامنے اونٹ ہوتے تھے اور اوپر آسمان اور نیچے زمین اور اطراف میں پہاڑ اس لئے ان علامات میں غور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا گیا اور جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل کے غور نہیں کرتے۔

زمین کے لئے جو لفظ (سطحت) فرمایا یہ زمین کے پھیلا ہوا ہونے پر دلالت کرتا ہے اس سے زمین کے کرہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ کرہ ہوتے ہوئے بھی اس پر بسنے والی چیزوں کے لئے پھیلا ہوا جسم معلوم ہوتی ہے۔

فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ

سو آپ نصیحت کیجئے آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر مسلط نہیں کئے گئے مگر جو روگردانی کرے اور کفر کرے تو اللہ اسے

اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝

بڑا عذاب دے گا بلاشبہ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے پھر بلاشبہ ان کا حساب لینا ہے۔

ع ۱ الصف

مخاطبین کو قیامت کے وقوع اور اس دن کی پریشانی اور اہل ایمان کی خوبی اور خوشحالی سے اور وہاں کی نعمتوں سے باخبر فرما دیا اور ان چیزوں کے بارے میں جو مخاطبین کو تعجب تھا اسے دور فرما دیا اس سب کے باوجود اگر کوئی نہیں مانتا اور ایمان نہیں لاتا تو اس کے نتیجہ کا وہ خود ذمہ دار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے مخاطبین کو ہدایت پر لانے کا زیادہ فکر رہتا تھا۔ لوگ آپ کی دعوت کو قبول نہ کرتے تھے تو اس

سے آپ رنجیدہ ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ ان کو نصیحت کرتے رہیں۔ ان کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں آپ کا کام اتنا ہی ہے کہ ان کو بتا دیں۔ نصیحت فرمائیں آپ ان پر مسلط نہ کئے گئے کہ ان کو مسلمان کر ہی چھوڑیں۔ آپ نے بتا دیا سمجھا دیا جو مان لے گا اس کے لئے بہتر ہوگا لیکن جو نہ مانے گا، نہ ہی پر تلا رہے گا، نصیحت سے روگردانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بڑا عذاب دے گا اسے عذاب دینے پر پورا پورا قدرت ہے کوئی اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا پھر فرمایا۔

ان الینا ایابھم ۔ (بلاشبہ ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے)

ثم ان علینا حسابھم ۔

(پھر بلاشبہ ہمارے ذمہ ان کا حساب لینا ہے)

وھذا اٰخر تفسیر سورۃ الغاشیۃ اعادنا اللّٰہ تعالیٰ من اھوال الغاشیۃ وادخلنا فی الجنۃ العالیہ

(آمین)

☆☆☆.....☆☆☆

مکی	سورۃ الفجر	۳۰ آیتیں ۱ رکوع

آیاتھا ۳۰ (۸۹) سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰) رکوعھا ۱

سورۃ فجر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۗ

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلنے لگے کیا اس میں قسم ہے عقل والے کے لئے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۙ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۙ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۙ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ

کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیا کیا قوم عاد کیساتھ۔ جو قوم ارم تھی یہ لوگ ستونوں والے تھے کہ جیسے وہ شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے اور قوم ثمود کے

جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۙ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۙ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۙ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۚ

ساتھ جنہوں نے وادی میں پتھروں کو تراشا اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی سو انہوں نے بہت فساد کیا

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۗ

سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا بلاشبہ آپ کا رب گھات میں ہے۔

ان آیات میں چند سابقہ قوموں کی بربادی کا تذکرہ فرمایا ہے جو امت حاضر کے لئے باعث عبرت وموعظت ہے پہلے پانچ چیزوں کی قسم کھائی۔

اولاً فجر کی قسم کھائی جیسا کہ اسی طرح سورۃ التکویر میں وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ فرما کر صبح کی قسم کھائی۔

ثانیاً دس راتوں کی قسم کھائی ان دس راتوں سے عشرہ اولیٰ ذی الحجہ کی راتیں مراد ہیں درمنثور میں بروایت حضرت جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر سے بھی یہی منقول ہے بعض احادیث میں ان دنوں کی بہت فضیلت آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ذی الحجہ کے ان دس دنوں میں نیک عمل کرنا دوسرے تمام دنوں میں نیک عمل کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان دنوں کا عمل دوسرے دنوں

میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جہاد کرنے سے بھی افضل ہے الا یہ کہ کوئی شخص ایسی حالت میں ملے کہ اس نے اپنی جان و مال کو دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے خطرہ میں ڈال رکھا ہو پھر کچھ بھی لے کر واپس نہ آئے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۳۲)

ثالثاً **والشفع والوتر** جفت اور طاق کی قسم کھائی جفت جوڑے کو اور طاق بے جوڑے کو کہتے ہیں سنن ترمذی (ابواب التفسیر) میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الشفع والوتر کے بارے میں سوال کیا گیا؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے نماز مراد ہے (کیونکہ) بعض نمازیں ایسی ہیں جو شفع ہیں یعنی دو دو پڑھی جاتی ہیں اور وتر سے وہ نماز میں مراد ہیں جن کی طاق رکعتیں ہوں۔ یعنی مغرب اور وتر کی نماز۔ وفیہ راوٍ مجہول۔

تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ وتر اللہ کی ذات ہے اور شفع وہ شفع ہوا پھر حضرت مجاہد تابعی سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا آسمان ہے اور زمین ہے، شمس ہے اور قمر ہے۔ انسان میں اور جن میں چاند ہے اور سورج ہے اور ذکور ہیں اور اناث ہیں یعنی مرد اور عورت اور اللہ تعالیٰ وتر ہے یعنی تنہا ہے وفیہ اقوال اخر۔

رابعاً **واللیل اذا یسر** فرمایا اس میں رات کی قسم کھائی لفظ یسر مضارع کا صیغہ ہے حضرت حفص کی قرأت میں "ی" حذف کر دی ہے سری یسری سریا جانے کے معنی میں ہے اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اذا یسر کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ذھب (الدر المنثور)

اللہ نے فرمایا کہ رات کی قسم ہے جب وہ چلی جائے سورۂ تکویر میں بھی یہ قسم مذکور ہے وہاں **واللیل اذا عسعس** فرمایا ہے۔

چاروں قسموں کے بعد فرمایا **ھل فی ذلک قسم لذی حجر**۔

(کیا اس میں قسم ہے عقل والے کے لئے)

یہ استفہام تقریری ہے جس سے تاکید کا معنی مقصود ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ قسمیں سمجھدار آدمی کے لئے کافی ہیں **قال صاحب الروح تحقیق وتقریر لفخامۃ الاشیاء المذکورۃ المقسم بھا وکونھا مستحقۃ لان تعظم بالاقسام بھا فدل علی تعظیم المقسم علیہ وتاکیدہ من طریق الکنایۃ**۔ (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں مذکور شیاء جن کی قسم کھائی گئی ہے ان کی عظمت کی تاکید ہے اور ان کے ان پر قسم کھانے کے استحقاق کی تاکید ہے۔ پس یہ مقسم علیہ کی عظمت پر دلالت کرتا ہے اور اس کی تاکید کنایہ کے طور پر ہے)

قسموں کے بعد جواب قسم محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کے مخاطبین میں جو لوگ منکر ہیں ان کا انکار پر اصرار اور عذاب سے کا سبب ہے جیسا کہ ان سے پہلے مکذب و منکر امتیں اور جماعتیں ہلاک ہوئیں اسی طرح یہ منکرین بھی ہلاک ہوں گے۔

اس کے بعد بعض گزشتہ اقوام کی بربادی کا تذکرہ فرمایا خطاب بظاہر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کے واسطہ سے تمام انسانوں کو ہے تاکہ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں ان اقوام کی ہلاکت کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے قرآن مجید میں دیگر مواقع میں ان کے تفصیلی حالات جگہ جگہ مذکور ہیں فرمایا **الم تر کیف فعل ربک بعاد**۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا جو ارم نامی ایک شخص کی نسل میں سے تھے وہ ذات العماد تھے۔ ان کے بڑے بڑے قد تھے۔ مشہور ہے کہ ان کے قد بارہ ہاتھ کے تھے (کما ذکرہ فی الروح) یہ ذات العماد کا ایک معنی ہے اور بعض حضرات نے اس کا لغوی یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ لوگ ستونوں والے تھے خیمے لئے پھرتے تھے جنگلوں میں جہاں سبزہ دیکھا وہیں خیمے گاڑ دیتے

تھے اور خیموں کو ستونوں سے باندھ دیتے تھے پھر جب سبزہ ختم ہو جاتا تو اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے تھے۔

الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ اس قبیلہ کے لوگ ایسے تگڑے اور قوت والے تھے کہ ان جیسے شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے (اسی قوت کے زور پر انہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کون ہے جو قوت کے اعتبار سے ہم سے زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا کا عذاب بھیج دیا جو سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رہی اور سب ہلاک ہو کر رہ گئے۔

روح معانی میں ہے کہ ارم حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بن نوح کا بیٹا تھا اور عاد بن عاص بن سام کا پوتا تھا۔

وھو عطف بیان لعاد للابدال منھم عاد الاولی وجوز ان یکون بدلا ومع من الصرف للعلمیۃ والتانیث باعتبار القبیلۃ وصرف عاد باعتبار الحی وقد یمنع من الصرف باعتبار القبیلۃ ایضا

(اور یہ عاد کا عطف بیان ہے یہ بتانے کے لئے کہ ان سے مراد عاد اولیٰ ہے کہ یہ بدل ہو اور علمیت اور قبیلہ کے معنی میں ہونے کی تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہو اور عاد کا منصرف ہونا باعتبار حی کے اور کبھی قبیلہ کے اعتبار سے غیر منصرف ہونے سے مانع ہے)

قرآن مجید میں کئی جگہ قوم عاد کی ہلاکت کا تذکرہ ہے سورۂ اعراف اور سورۂ ہود کی تفسیر کا مطالعہ کر لیا جائے۔

وثمود الذین جابوا الصخر بالواد اور قوم ثمود کے ساتھ آپ کے رب نے کیا معاملہ کیا جنہوں نے وادی القریٰ میں پتھروں کو تراش لیا تھا قوم ثمود کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا یہ لوگ شام کے درمیان رہتے تھے ان کے رہنے کی جگہ وادی القریٰ کہا جاتا تھا اور وادی القریٰ بھی کہتے تھے۔ سورۃ الحجر میں فرمایا

ولقد کذب اصحاب الحجر المرسلین وآتیناھم اٰیاتنا فکانوا عنھا معرضین وکانوا ینحتون من الجبال بیوتا اٰمنین فاخذتھم الصیحۃ مصبحین فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبون

(اس میں شک نہیں کہ حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں سو وہ ان سے روگردانی کرنے والے تھے اور وہ امن وامان سے رہتے ہوئے پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے تھے سو صبح کی چیخ نے ان کو پکڑ لیا سو انکے کچھ بھی کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے)

ان لوگوں کی ہلاکت اور بربادی کا قصہ سورۂ اعراف سورۂ ہود اور سورۂ شعراء سورۂ نمل میں گزر چکا ہے ان لوگوں نے جو پہاڑوں کو تراش کر گھر بنائے تھے۔ وہ ابھی تک باقی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک تشریف لے جاتے وقت ان کی بستیوں سے گزرے تو سر ڈھانک لیا اور سواری کو تیز کر دیا اور فرمایا کہ روتے ہوئے یہاں سے گزر جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اوپر بھی عذاب آ جائے (رواہ البخاری)

وفرعون ذی الاوتاد یہ بھی ماقبل پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کے رب نے فرعون کو ہلاک کر دیا جو میخوں والا تھا۔ عاد وثمود کی طرح وہ بھی ہلاک ہوا اور اس کی حکومت بھی اور ڈوبنے کے عذاب میں مبتلا ہوا۔ لفظ اَلْاَوْتَادِ وتد کی جمع ہے وَتَدٌ عربی میں میخ کو کہتے ہیں۔ فرعون کو جو ذی الاوتاد (میخوں والا) فرمایا اس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کے بہت سے لشکر اور بہت سے خیمے تھے لشکر جہاں جہاں ٹھہرتے تھے وہیں خیمے گاتے تھے اور میخیں گاڑتے تھے اس نے فرعون کے بارے میں ذی الاوتاد فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ فرعون جب کسی کو سزا دیتا تھا تو چار میخیں گاڑ کر ان میخوں سے اسے باندھ دیتا تھا پھر اس کی پٹائی کرواتا تھا یا دوسری سزا دیتا تھا۔

بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ اسے ٹکڑ ہا تھوں میں کیلیں گڑواتا تھا۔ سورہ ص کے پہلے رکوع میں بھی بیان کر دیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ یہ قومیں جن کا اوپر ذکر ہوا (عاد اور ثمود اور فرعون) انہوں نے شہروں میں سرکشی کی اور نافرمانی میں بہت آگے بڑھ گئے۔

فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ (سو ان لوگوں نے شہروں میں زیادہ فساد کر دیا)

کفر و شرک اور طرح طرح کی نافرمانیاں اللہ کے بندوں پر ظلم ان سب چیزوں میں منہمک ہو گئے اور بڑھ چڑھ کر برے اعمال واشغال کو اختیار کیا۔

فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا) خلاصہ کا صل ترجمہ (ڈال دیا) ہے اور ترجمہ میں اردو کا محاورہ اختیار کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں پر برابر طرح طرح کا عذاب نازل کیا جاتا رہا۔ جب کسی زیادہ اور سخت سزا دینی ہو تو کثیر تعداد میں کوڑوں سے پٹائی کی جاتی ہے اسی طرح ان لوگوں پر مسلسل طرح طرح کا عذاب آتا رہا اور بالآخر صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (بلاشبہ آپ کا رب گھات میں ہے) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال و احوال سے غافل نہیں ہے اسے سب کچھ خبر ہے۔ جو نافرمان دنیا میں موجود ہیں یہ نہ سمجھیں کہ سابقہ اقوام ہی عذاب کی مستحق تھیں ہم عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ دنیا میں اگر کوئی شخص جرم کرتے بھاگنے لگے اور اس کے راستہ پر پکڑنے والے بٹھا دیئے جائیں جو خوب گہری نظروں میں دیکھتے رہیں اور گھات میں لگے رہیں کہ یہاں سے کب گزریں اور کب پکڑیں اسی طرح سمجھ لیں کہ مجرمین پکڑے جائیں گے یہ نہ سمجھیں کہ ہم کہیں بھاگ کر بچ جائیں گے اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ میں اس مضمون کو ادا فرمایا ہے۔ قال صاحب الروح والمرصاد المکان الذی یقوم به الرصد ویترقبون فیه مفعال من رصده کالمیقات من وقته وفی الکلام استعارة تمثیلیة الی آخره۔ (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں مرصاد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انتظار کرنے والے ٹھہرتے ہیں اور اس میں بیٹھ کر انتظار کرتے ہیں۔ جیسے وقتہ سے میقات بنا ہے۔ اسی طرح سے رصد سے مرصاد بنا ہے۔ اور اس کلام میں استعارہ تمثیلیہ ہے)

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ

سو انسان کو اس کا پروردگار جب آزماتا ہے سو اس کا اکرام فرماتا ہے اور اسے نعمتیں دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا اور جب وہ اس کو آزماتا ہے

فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ۝

اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ شانہ نے ابتلاء اور امتحان کا تذکرہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی انسان کا مزاج بھی بتا دیا۔ اللہ تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کا کبھی انعام واکرام کے ذریعہ امتحان لیتا ہے اور کبھی ان کے رزق میں تنگی فرما کر آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ مضمون سابق سے متصل ہے اسی لئے مضمون کے شروع میں ف لائی گئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کے مخاطبین ہیں انہیں چاہئے تھا کہ سابقہ اقوام کے احوال سے عبرت لیتے اور نصیحت پکڑتے اور کفر و شرک اور نافرمانی سے توبہ کرتے لیکن انسانی مزاج کے مطابق انہوں نے اپنا وہی دنیاداری کا مزاج بنا رکھا ہے اور یہ دنیاداری کا مزاج اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر نہیں آنے

دینا دنیا کی نعمتیں مل جانا اللہ کے یہاں مقبولیت کی دلیل نہیں اور دنیا کی چیزوں سے محروم ہونا رزق کی تنگی ہونا، یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مردود ہے اس لئے کافر تنگ دست اور نادار ہوتے ہیں اہل ایمان میں بھی دونوں طرح کے بندے پائے جاتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ انعام و اکرام اور فقر و فاقہ اور تنگدستی ان احوال میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان لیا جاتا ہے انسان پر لازم ہے کہ نعمتیں مل جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اس کی نافرمانی نہ کرے اور تکبر کی شان اختیار نہ کرے اور اپنے مال پر نہ اترائے اور یہ پیش نظر رکھے کہ یہ چیزیں دے کر میرا امتحان لیا گیا ہے اور اگر تنگدستی کی حالت آ جائے پیسہ پاس نہ ہو مال چلا جائے نعمتیں جاتی رہیں تو صبر سے کام لے نہ اللہ تعالیٰ کی شکایت کرے نہ نافرمانی کرے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا

ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے اور میراث کا مال سمیٹ

لَّمًّا ۝ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔

ان آیات میں اول تو انسان کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ مالدار ہونا اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ ہونے کی اور تنگدست ہونا اللہ تعالیٰ کا مردود بندہ ہونے کی دلیل ہے اور اس کو کلا فرما کر بیان فرمایا یعنی ایسا ہرگز نہیں جیسا تم سمجھتے ہو۔

اس کے بعد انسانوں کی دنیاداری اور حب مال کا مزاج بیان فرمایا۔

بل لا تکرمون الیتیم ولا تحضون علی طعام المسکین

بلکہ تم لوگ یتیم کا اکرام نہیں کرتے (جو مدد کا مستحق ہے) اور نہ صرف یہ کہ یتیم کا اکرام نہیں کرتے بلکہ آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتے۔ وتاکلون التراث اکلا لما

(اور تم میراث کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو) جب کوئی مرنے والا مر جاتا ہے تو مال کی محبت کی وجہ سے دوسروں کے حصے کا مال بھی کھا جاتے ہو چھوٹے بچے جو یتیم ہوتے ہیں اور مرنے والوں کی بیویاں جو بیوہ ہو جاتی ہیں اور جو وارث غائب ہوتے ہیں ان سب کا مال جس کے ہاتھ لگ جاتا ہے لے اڑتا ہے اور اصحاب حقوق کو نہیں دیتا وتحبون المال حبا جما (اور تم اس سے بہت محبت رکھتے ہو) اس آخری جملہ میں حب مال کی مذمت فرما دی۔ جتنے طریقوں سے بھی مال حاصل کیا جاتا ہے ان سب طریقوں میں لگ کر جو لوگ مال کے کمانے میں منہمک ہو جاتے ہیں اور آخرت کو بھول جاتے ہیں اور احکام شرعیہ کا لحاظ نہیں رکھتے اور نماز سے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں آیت شریفہ کے الفاظ میں مجموعی طور پر ان سب کی مذمت بیان فرما دی جہاں جہاں جو واجبی حقوق مال میں خرچ کرنے کا حکم ہے وہاں خرچ نہ کرنا بھی اسی مذمت کے ذیل میں آ گیا۔ درحقیقت مال کی محبت انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے اور بہت سے گناہوں پر آمادہ کرنے کا ذریعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے الدنیا دار من لا دار لہ ومال من لا مال لہ ولہا یجمع من لا عقل لہ (دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اس کے لئے وہ شخص جمع کرتا ہے جس

کو عقل نہیں (مشکوۃ مصابیح ص ۴۴۴ ، حمد و تقی فی شعب الایمان)۔

ہر شخص اس دنیا کو چھوڑ کر جائے گا اور جو کمایا ہے اسے بھی یہیں چھوڑے گا پھر اس کا کیا رہا؟ بقدر ضرورت حلال مال کمائے مگر اللہ تعالیٰ شانہٗ زیادہ دیدے جو حلال ہو تو اسے اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے بندوں پر خرچ کر دے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو چیزیں ہیں جنہیں انسان مکروہ سمجھتا ہے موت کو مکروہ سمجھتا ہے حالانکہ موت مومن کیلئے بہتر ہے تاکہ فتنوں سے محفوظ رہے اور مال کی کمی کو مکروہ سمجھتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی کا ذریعہ ہے (مشکوۃ مصابیح ص ۴۴۱)

كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ

ہرگز ایسا نہیں جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی اور آپ کا رب اور فرشتے صف در صف آئیں گے اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس دن

يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ۝ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى قَدَّمْتُ لِحَيَاتِى ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُۥٓ

انسان سمجھے گا اور اب سمجھنے کا موقع کہاں سے ہوگا وہ کہے گا کاش میں نے اپنی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا سو اس دن اس کے عذاب جیسا

أَحَدٌ ۝ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُۥٓ أَحَدٌ ۝ يَٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝

کوئی عذاب دینے والا نہیں ہوگا اور اس کی جکڑ جیسی جکڑ نہیں ہوگی اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو خوش ہو اور تجھ سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہو۔

ع ۱۴

فَادْخُلِى فِى عِبَٰدِى ۝ وَادْخُلِى جَنَّتِى ۝

سو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

کلا ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھتے ہو کہ میراث کا مال سمیٹنا اور مال سے محبت کرنا تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اس پر مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ یہ چیزیں تمہارے حق میں مضر ہیں اور باعث عذاب ہیں۔

اس سے بعد قیامت کے ہولناک منظر کا تذکرہ فرمایا۔ اذا دکت الارض دکا دکا (جب زمین کو ریزہ ریزہ کر کے اپنا برابر کر دیا جائے) اور اس پر پہاڑ اور عمارت اور درخت باقی نہیں رہے گا اور برابر ہموار میدان ہو جائے گی۔

وجاء ربک اور آپ کا پروردگار آجائے گا یعنی اس کا حکم پہنچ جائے گا اور اس کے فیصلوں کا وقت آجائے گا۔ والملک صفا صفا معالم التنزیل میں حضرت عطاء کا قول نقل کیا ہے کہ ہر آسمان کے فرشتے ایک ایک صف بنائیں گے۔

وجایٔ یومئذ بجھنم (اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس دن جہنم کو لایا جائے گا جس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی ہر باگ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ کر لا رہے ہوں گے۔

یومئذ یتذکر الانسان (اس دن انسان کی سمجھ میں آجائے گا)۔ وانی لہ الذکری (اور سمجھنے کا موقع کہاں رہا) یعنی سمجھنے کا وقت تو دنیا میں تھا جہاں ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کا موقع تھا اب تو دار الجزاء میں پہنچ گئے۔ اب نہ سمجھنے کا موقع رہا نہ عمل کرنے کا اب انسان اپنی محرومی کو دیکھ لے گا اور محاسبہ اور مواخذہ سامنے آجائے گا۔

یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ. (حسرت اور افسوس کے ساتھ یوں کہے گا ہائے کاش کہ میں اپنی زندگی کے لئے خیر اور عمل صالح آگے بھیج دیتا) وہاں پہنچ کر احساس ہوگا کہ دنیا میں نیک بندہ بن جاتا اور گناہوں سے بچ جاتا اور ایمان اور اعمال صالحہ آگے بھیج دیتا تو آج کے دن مصیبت سے چھٹکارا پائے ہوئے ہوتا اس دن کی زندگی کو زندگی سے تعبیر کرے گا کیونکہ وہ ایسی زندگی ہے کہ ختم نہ ہوگی اور اس کے بعد موت نہ ہوگی۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ (سو اس دن اللہ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا) وَّ لَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ (اور اس دن کی جیسی بندش کوئی نہ کرے گا)۔

یعنی اس دن ایسی سخت سزا دی جائے گی کہ اس سے پہلے کسی نے کسی کو اتنی سخت سزا نہ دی ہوگی اور اس سے پہلے کسی نے ایسی سخت جکڑ بندی نہ کی ہوگی۔

سورۂ سبا میں فرمایا وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے)

اور سورۂ مومن میں فرمایا فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلَاسِلُ (سو ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا جبکہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں)

اس کے بعد اہل ایمان کو بشارتیں دیں اور فرمایا یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً.

(اے نفس مطمئنہ! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو راضی خوشی ہے اور تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہے)۔ نفس مطمئنہ سے کہا جائے گا کہ تو اپنے رب کی طرف یعنی اس کے ثواب کی طرف اور جو کچھ اس نے تیرے لئے اپنی جنت میں تیار کیا ہے اس کی طرف لوٹ جا (ذکرہ فی کنز العمال (الادعیۃ المصطفیہ حدیث ص ۲۹۱ ج ۱ معہ حسب وعزاہ الروح الی الطبرانی ایضاً)۔ رَاضِیَةً (اس حال میں کہ تو اللہ سے راضی ہے اور جو نعمتیں اس نے تیرے لئے تیار فرمائی ہیں ان سے تو خوش ہے)۔ مَّرْضِیَّةً مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہے۔ مفسر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ نفس مطمئنہ کو یہ خوشخبری موت کے وقت دی جاتی ہے اور قیامت کے دن بھی اسے یہ خوشخبری دی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں اگر نیک بندہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ نفس جو پاکیزہ بدن میں تھی تو اللہ کی نعمت اور اللہ کے رزق پر خوش ہو جا اور اس بات پر خوش ہو جا کہ تیرا رب تجھ پر غصہ نہیں ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا بتائی (کہ اس کو پڑھا کرو)۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْاَلُكَ نَفْسًا مُّطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضٰى بِقَضَآئِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ

(اے اللہ میں آپ سے نفس مطمئنہ کا سوال کرتا ہوں جو آپ کی ملاقات کا یقین رکھتا ہو اور آپ کی قضا پر راضی اور آپ کی عطا پر قناعت کرتا ہو)

اس دعا میں نفس مطمئنہ کی بعض صفات بیان فرمائی ہیں اول تو یہ فرمایا کہ وہ اللہ کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے یقین ہی تو اصل چیز ہے اور یہی اطمینان کا ذریعہ ہے جب کسی کو آخرت کے دن کی حاضری کا یقین ہوگا تو اپنی عبادات اور معاملات اور تمام امور اچھی طرح انجام دیگا اور یوم الحساب کی حاضری کا یقین ہوگا تو دینی کاموں کو اچھی طرح ادا کرے گا مثلاً نماز میں جلدی نہیں کرے گا اطمینان سے ادا کرے گا۔ نفس کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا یعنی اس کے فیصلہ پر راضی ہو وہ جس حال میں رکھے اس پر راضی رہے یہ بھی

اطمینان کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ نفس مطمئنہ کی تیسری صفت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کی عطا پر قناعت کرے قناعت بھی بہت بڑی نعمت ہے اللہ نے جو کچھ عطا فرمایا اس پر قناعت کرتا رہے تو بڑے اطمینان میں رہتا ہے مال زیادہ کمانے کی حرص نہیں رہتی۔ ماں مارنے سے نہ گناہوں میں موٹ ہوتا ہے اور نہ عبادات میں کوتاہی ہوتی ہے خیانت کرنے سے کسی کا حق دبانے سے غصب سے چوری سے مال سے تمام حرام چیزوں سے حفاظت رہتی ہے۔

فادخلی فی عبادی (اے نفس مطمئن! تو میرے بندوں میں داخل ہو جا)

وادخلی جنتی (اور میری جنت میں داخل ہو جا) اس میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفس مطمئنہ کو یہ خطاب بھی ہوگا کہ میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا یعنی جنت میں تنہا داخل ہونا نہیں ہے انسان مدنی الطبع ہے اسے اس اور الفت کے لئے دوسرے افراد بھی چاہئیں۔ آیت کریمہ میں یہ بھی بیان فرما دیا کہ جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہاں دوسرے اہل جنت سے بھی ملاقاتیں رہیں گی۔ سورۂ حجر میں فرمایا ونزعنا مافی صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا علی سُرُرٍ مُّتقبلِیْن

(اور انکے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے)۔

اور سورۂ طور میں فرمایا یتنازعون فِیْهَا کَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ.

(وہاں آپس میں جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے اس میں نہ کوئی لغو بات ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات) جنت میں آپس میں میل محبت سے رہیں گے کسی کے لئے کسی کے دل میں کوئی کھوٹ، حسد، جلن، بغض نہ ہوگا اگرچہ وہاں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی لیکن بطور دل لگی مشروبات میں چھینا جھپٹی کریں گے اور ایک دوسرے سے پیالے چھینیں گے۔

جعلنا اللّٰہ تعالیٰ ممن رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ وھذا اٰخر سورۃ الفجر والحمد للّٰہ اولاً واٰخرًا والصلوٰۃ علیٰ من ارسل طیباً وطاھرًا

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ البلد	۲۰ آیتیں ۱ رکوع

اٰیاتہا ۲۰ (۹۰) سُوْرَۃُ الْبَلَدِ مَکِّیَّۃٌ (۳۵) رُکُوْعُہَا ۱

سورۃ البلد مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِہٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور آپ اس شہر میں جنگی حالت میں داخل ہونے والے ہیں اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت

کَبَدٍ ؕ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ ۘ یَقُوْلُ اَہْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗٓ

میں پیدا فرمایا۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہ ہوگا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے خوب روپیہ اس طرح خرچ کر دیا۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے

اَحَدٌ ۘ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ۙ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۙ وَہَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ۚ

نہیں دیکھا۔ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دیئے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ نے شہر مکہ مکرمہ کی اور انسانوں کے والد یعنی آدم علیہ السلام کی اور ان کی ذریت کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے درمیان میں بطور جملہ معترضہ وانت حلٌّ بھذا البلد بھی فرمایا جس وقت یہ سورت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں ہی تھے وہاں مشرکین سے تکلیفیں پہنچتی رہتی تھیں۔

مکہ معظمہ حرم ہے اس میں قتل وقتال ممنوع ہے مشرکین مکہ بھی اس بات کو جانتے اور مانتے تھے یہاں اللہ تعالیٰ شانہ نے اول تو اس کی قسم کھا کر اس کی عزت کو بیان فرمادیا اور ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ پیشگی خبر دے دی کہ ایک دن آنے والا ہے جب آپ اس میں فاتحانہ داخل ہوں گے اور اس دن آپ کے لئے اس شہر میں قتال حلال کر دیا جائے گا چنانچہ ہجرت کے بعد ۸ھ میں آپ صحابہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ سے تشریف لائے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور بہت سے لوگوں کے بارے میں امان کا اعلان کر دیا جو اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن تھے اور بعض لوگوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ پاک نے جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا مکہ معظمہ (میں قتل وقتال) کو حرام قرار دے دیا تھا اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۲۷ از مسلم)

اور میرے لئے صرف دن کے تھوڑے سے حصے میں حلال کیا گیا بہذا وہ قیامت کے دن تک اللہ کے حرام قرار دینے سے حرام ہے

یعنی بہ قیامت تک اس میں تعل وقتل حلال نہیں ہوگا۔ ووالد وما ولد والد سے حضرت آدم علیہ السلام اور وما ولد سے ان کی ذریت مراد ہے اس طرح حضرت آدم کی اور تمام بنی آدم کی قسم ہوئی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ.

(یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا)

انسان اشرف المخلوقات احسن تقویم میں پیدا فرمایا ہے۔ وہ اپنے احوال میں مشقتوں تکلیفوں میں مبتلا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے شرف بخشا اور مشکلات اور مسائل میں بھی مبتلا فرمایا اس کی اپنی دنیوی حاجات اور ضروریات جان کے ساتھ ایسی لگی ہوئی ہیں جو اس کے لئے مشقتوں کا باعث ہوتی ہیں انسان کو کھانے پینے کی بھی چاہئے پہننے کی بھی ضرورت ہے رہنے کے لئے مکان بھی چاہیے ساتھ ہی بیماریاں بھی لگی ہوئی ہیں وہ خود تو مصیبت میں ہیں ہی ان کے علاج کے لئے تدبیریں بھی کرنی پڑتی ہیں اور مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے مال آسانی سے حاصل نہیں ہوتا اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ پہاڑ توڑنے پڑتے ہیں بوجھ ڈھونا پڑتا ہے نیند چھوڑ کر ڈیوٹی پر جانا پڑتا ہے، حالت مرض میں بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں۔ جی نہیں چاہتا مگر فرض وقتیں پوری کرنے کے لئے نفس کو بار کام پر جانا ہوتا ہے غذا کو زمین میں سے حاصل کرنا پڑتا ہے زمین میں ٹریکٹر چلاؤ بیل بوجھ ڈالو، بونا ہے تو بونا ہے پسیونجھ گوندو پھر روٹی پکاؤ چوں ہوں تو دیگچہ چڑھاؤ۔ اور اس پر بس نہیں بلکہ کھاؤ بھی اور نہ کھاؤ بھی قبض ہو گیا تو اس کی دوا کرنا ہے قبض نہ ہو تو مشکل نکاح ہو گیا تو بچوں کی پیدائش اور ان کی پرورش اور ان کے دکھ درد کا سامنا یہ سب دنیوی مسائل اور مشکلات کی چند مثالیں ہیں۔ غور کریں گے تو اور بہت سی چیزیں سامنے آجائیں گی۔ یہ تو دنیوی مشکلات کی طرف کچھ اشارہ ہوا دین پر عمل میں بھی نفس کو تکلیف ہوتی ہے۔ نیند چھوڑ کر نماز پڑھنی پڑتی ہے، روزے رکھ کر بھوک پیاس برداشت کرنی پڑتی ہے نفس نہیں چاہتا پھر بھی زکوٰۃ دینی پڑتی ہے۔ حج میں پیسہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے اور تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے وغیرہ وغیرہ یہ مشکلات انسان کی جان کے ساتھ ہیں دوسری مخلوق ان چیزوں سے آزاد ہے۔

جو شخص کوئی بھی تکلیف اللہ کی رضا کے لئے برداشت کرے گا آخرت میں اس کا ثواب پائے گا اور جو شخص محض دنیا کیلئے عمل کرے گا اس کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا اور اگر کرتا کرے گا (جس میں اپنے اعضاء کو اور مال کو استعمال کرے گا) تو اس کی سزا پائے گا۔

جب انسان مشقت اور دکھ تکلیف میں مبتلا ہوتا رہتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سب کچھ جو میرے پاس ہے میرے خالق و مالک کا دیا ہوا ہے تو اسے اللہ جل شانہ کا مطیع اور فرمانبردار ہونا اور ہر حال میں اسی کی طرف متوجہ رہنا لازم تھا اللہ تعالیٰ سے دعا میں بھی کرنا اور اس کی عبادتیں بھی کرنا اور اس کے احکام پر بھی عمل کرنا لیکن انسان کا یہ طریقہ ہے کہ باغی بن کر رہتا ہے اپنے خالق اور مالک کے مواخذہ سے نہیں ڈرتا۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ

(کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہ ہوگا)۔

یعنی انسان کا رویہ یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو آزاد سمجھتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے، دنیا و آخرت میں مواخذہ ہونے کا اس کے دل پر اثر نہیں کرتا اس کا ڈھنگ یہ بتاتا ہے کہ وہ یہ سمجھ کر اپنے دنیوی مشاغل میں لگتا ہے کہ میں آزاد ہوں، جو چاہوں کروں مجھے کوئی پکڑنے والا نہیں اور مجھ پر کسی کو کوئی قدرت نہیں حالانکہ جس ذات پاک نے اس کو پیدا فرمایا ہے قوت اور طاقت بخشی ہے وہ اس پر پوری طرح قادر ہے انسان کے اعمال میں اموال کا خرچ کرنا بھی ہے۔ وہ بے فکری کے ساتھ مال خرچ کرتا ہے اور گناہوں میں خرچ کرتا چلا جاتا ہے۔

اسراف بھی کرتا ہے۔ حرام مواقع میں خرچ کرتا چلا جاتا ہے اور سینہ پھلاتے ہوئے شیخی کے ساتھ کہتا ہے کہ میں نے خوب زیادہ مال خرچ کر ڈالا ان معصیت والے اخراجات میں خرچ کرنے پر جرأت بھی کی اور شیخی بھی بگھاری اور یہ بالکل نہ سوچا کہ ان مواقع میں خرچ کرنا میرے خالق اور مالک کی رضامندی کے خلاف ہے۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اسی کو فرمایا:

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ. (کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا)

یعنی اس کو ایسا سمجھنا غلط ہے کہ اس کی کوئی پرواہ نہیں تو اس کے خالق و مالک نے اسی نے مال دیا وہ وہ بھی معصیت میں خرچ کرنے پر مواخذہ کرے گا۔ تفسیر جلالین سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں خوب زیادہ مال خرچ کیا تھا اور بطور فخر یوں کہا تھا کہ میں نے بہت زیادہ مال خرچ کر دیا اور اس پر مذکورہ وعید نازل ہوئی مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ خیال کرنا غلط ہے کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ نے اسے خرچ کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور کتنا مال خرچ کیا ہے وہ بھی دیکھا ہے وہ اپنے علم کے مطابق مواخذہ فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ. (الآیتین)

(کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور ہونٹ نہیں بنائے)

یہ استفہام تقریری ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو آنکھیں بھی دیں۔ زبان بھی دی، ہونٹ بھی دیئے انسان کے یہ اعضا اس کے لئے بہت بڑے مددگار ہیں آنکھوں سے دیکھتا ہے، زبان سے بولتا ہے، ہونٹوں سے حروف بھی ادا ہوتے ہیں اور بہت بڑی خوبصورتی کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے ان اعضاء کے ذریعہ انسان اپنی دنیاوی زندگی بھی اچھی گزار سکتا ہے اور ان کو اپنے خالق و مالک کی رضامندی میں استعمال کرکے آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتا ہے اسی لئے آخر میں وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ بھی فرمایا یعنی ہم نے انسان کو دونوں راستے بتا دیئے خیر و فلاح کا راستہ بھی بتا دیا اور شر اور بدبختی کا راستہ بھی دکھا دیا۔ اب یہ انسان کی سمجھداری ہے کہ وہ اپنے اعضاء بصیرت و بصارت کو اور اپنے فکر و فہم کو اپنی کامیابی کی راہ میں خرچ کرے اپنے خالق و مالک کی شان خالقیت اور شان مالکیت اور شان ربوبیت کو تسلیم کرے اور اس کے مطابق زندگی گزارے اپنا بھی بھلا کرے اور اللہ کی دوسری مخلوق سے بھی اچھا سلوک کرے اس آخری بات کو آئندہ آیت میں بیان فرمایا ہے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝

وہ (اس میں سے) گھاٹی پر سے نہیں گزرا اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ (وہ) گردن کا چھڑانا یا بھوک کے دن میں

یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

یتیم رشتہ دار کو یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا ہے پھر (ان لوگوں میں سے ہو) جو ایمان لائے اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر

وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ

کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی یہ لوگ داہنے ہاتھ والے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا یہ لوگ بائیں

الْمَشْـَٔمَةِ ۝ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝

ہاتھ والے ہیں ان پر آگ سوئی ہوئی بند کی جائے گی۔

ع ۱۵

ایمان قبول کرنے کے بعد بہت سے تقاضے پورے کرنا لازم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر بھی نفس کو آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ اور مخلوق کے بھی حقوق ادا کرنے ہوتے ہیں ان میں حقوق واجبہ بھی ہوتے ہیں اور مستحب چیزیں بھی ہوتی ہیں اس بارے میں فرمایا کہ انسان اس گھاٹی سے کیوں نہ گزرا جس میں گلے پر قابو پایا جاتا ہے پھر تفخیم شان کے لئے فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ کیا گھاٹی ہے؟ پھر بطور مثال تین چیزیں ذکر فرمائیں۔

اوّل فَكُّ رَقَبَة (گردن کا چھڑانا) یعنی انسان کی رہائی کے لئے غلام اور باندی کا آزاد کرنا۔ یہ آزاد کرنا کفارات واجبہ میں بھی ہوتا ہے اور مستحب بھی ہوتا ہے جس میں ایک صورت مکاتب بنانے کی ہے اور دوسری صورت مدبر کرنے کی بھی ہے۔ ان مسائل کو کتب فقہ میں کتاب العتق کا مطالعہ کرنے سے یا کسی عالم سے معلوم کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے مسلمان شخص کو آزاد کر دیا اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض آزاد کرنے والے کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرما دے گا یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو بھی دوزخ سے بچا دے گا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی (دیہات کا رہنے والا) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسا عمل بتا دیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اعتق النسمة وفك الرقبة. سائل نے کہا کیا دونوں کا ایک ہی مطلب نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اعتق نسمة یہ ہے کہ تو کسی غلام کو پورا اپنی طرف سے تنہا آزاد کر دے اگر یہ نہ کر سکتا ہو تو بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو پانی پلا اور اچھے کاموں کا حکم کر اور برے کاموں سے روک دے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان کو اچھی باتوں کے علاوہ دوسری باتوں سے روکے رکھ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان کما فی المشکوٰۃ ص ۲۹۴)

دوم: بھوک کے دن میں کسی یتیم رشتہ دار کو کھانا کھلائے اور سوم مسکین کو کھانا کھلانا جو مٹی والا ہے یعنی ایسا مسکین ہے کہ اس کے پاس اپنی جان کے سوا کچھ نہیں ہے زمین سے اپنا جان کو لگائے ہوئے ہے ایسے مسکین کو کھانا کھلانا بھی ایمان کے تقاضوں میں سے ہے اور بڑے ثواب کا کام ہے۔

اس کے بعد فرمایا

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ کہ مذکورہ اعمال خیر ایمان کے ساتھ ہونے چاہئیں کیونکہ ایمان کے بغیر آخرت میں کوئی عمل نافع نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ صفت ایمان اور دوسری صفت کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین بھی کرتا رہنا چاہئے یعنی پریشانیوں اور مشکلات میں ثابت قدم رہنا اور مشکلات و مسائل پر جزع و شکوہ و شکایت نہ کرنا یہ سب کچھ صبر میں آجاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے پر رحمت یعنی مخلوق پر رحمت کرنے کی وصیت بھی کرتے رہنا چاہئے۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ جن مومن بندوں کا اوپر ذکر ہوا یہ اصحاب المیمنہ یعنی داہنے ہاتھ والے ہیں جن کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے اور جن سے جنت میں داخل ہونے کا وعدہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ

(اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا یہ بائیں ہاتھ والے ہیں)۔

ان پر آگ محیط ہوگی (یعنی دوزخ میں جائیں گے اور انہیں دوزخ میں جانا ہوگا جس میں ہمیشہ رہیں گے عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ۔ (ان پر آگ مسلط کی ہوئی ہوگی یعنی دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔

قولہ تعالیٰ مُؤْصَدَةٌ قال فی معالم التنزیل مطبقة علیهم أبوابها لابد حل فیها روح ولا یخرج منها غم قرأ ابو عمر وحمزة وحفص بالهمزة هاهنا وفی الهمزة المطبقة وعن الهمزة المعلقة

(ارشاد الٰہی) "موصدۃ" معالم التنزیل میں ہے کہ مؤصدۃ کا مطلب یہ ہے کہ ان پر بند ہوں نہ اس میں کوئی راحت داخل ہو سکے گی۔ اور نہ اس میں سے کوئی غم و دکھ باہر نکل سکے گا۔ ابو عمر، حمزہ، حفص نے اسے یہاں ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ہمزہ کے ساتھ ہو تو معنی ہے ڈھکی ہوئی اور ہمزہ کے بغیر ہو تو معنی ہے بندی ہوئی)

وهذا آخر تفسیر سورة البلد والحمد لله الواحد الاحد الصمد والصلوة علی من بعث الی کل والد وما ولد وعلی اصحابه فی کل یوم وغد

☆☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ الشمس	۱۵ آیتیں ۱ رکوع

آیات ۱۵ | سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۹۱) | رکوعہا ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے سے آجائے اور قسم ہے دن کی جب وہ اس کو روشن کر دے اور قسم ہے رات کی جب وہ اس کو چھپا لے

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝

اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا اور قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝

بیشک فلاح پائی اس نے جس نے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے نفس کو خاک میں ملا دیا ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا جب ان کا بدبخت اٹھا

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۚ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

تو ان سے رسول خدا نے کہا خدا کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے روکو مت پس انہوں نے رسول کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں پس ان کے رب نے ان پر عذاب نازل کیا

بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

ان کے گناہ کی وجہ سے پھر ان سب کو برابر کر دیا اور اللہ کو اس کے انجام کا کوئی خوف نہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سورج کی اور اس کی روشنی کی قسم کھائی ہے اور چاند کی بھی قسم کھائی ہے اس میں اذا تلھا کا بھی اضافہ فرمایا یعنی چاند کی قسم جب وہ سورج کے پیچھے سے آجائے یعنی سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہو جائے اس سے مہینوں کی درمیانی یعنی تیرہ چودہ پندرہ تواریخ کی راتیں مراد ہیں ان راتوں میں جیسے ہی سورج غروب ہوتا ہے چاند نکل آتا ہے اور خوب زیادہ روشن رہتا ہے۔ اور پوری رات اس کی روشنی کامل رہتی ہے جس طرح وضحاھا فرما کر آفتاب کی کامل روشنی کی طرف اشارہ فرمایا اسی طرح چاند کے کامل نوری کی طرف اذا تلھا فرما کر اشارہ فرما دیا اس کے بعد دن کی قسم کھائی اور فرمایا والنھار اذا جلاھا (قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو روشن کر دے) یہ اسناد مجازی ہے چونکہ دن میں آفتاب کی روشنی ہوتی ہے اس لئے روشنی کو دن کی طرف منسوب فرما دیا۔

پھر فرمایا والّیل اذا یغشاھا (اور قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو چھپالے) یہ بھی اسناد مجازی ہے اور مطلب یہ ہے کہ قسم ہے رات کی جب خوب اچھی طرح تاریک ہو جائے اور ان کی روشنی پر چھا جائے۔

والسمآء وما بنٰھا (اور قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا)۔

والارض وما طحٰھا (اور قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا)

ونفس وما سوّٰھا (اور قسم ہے جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو اچھی طرح بنایا)

ان تینوں آیتوں میں جو ما موصولہ ہے یہ من کے معنی میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی بھی قسم کھائی اور اپنی ذات کی بھی کیونکہ وہ ہی آسمان و بنانیوالا اور نفس و بنانے والا ہے۔ نفس یعنی جان کی قسم کھاتے ہوئے وما سوّٰھا بھی فرمایا۔ مفسرین نے اس سے نفس انسانی مراد لیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کو بنایا اور اسے جس قالب میں ڈالا اس کے اعضاء کو خوب ٹھیک طرح مناسب طریقہ پر بنایا اسکے اعضاء ظاہرہ بھی خوب اچھی طرح کام کرتے ہیں اور اعضاء باطنہ بھی عقل فہم تدبر و تفکر ان سب نعمتوں سے نواز دیا۔

فالھمھا فجورھا وتقوٰھا (پھر نفس کو اس کے فجور اور تقویٰ کا الہام فرمایا)۔

جب اسے عقل فہم سے اور اعضاء صحیحہ سے نواز دیا تو اسے اس کا مکلف بھی بنا دیا وہ اپنے خالق و مالک کو پہچاننے کا بھی اہل ہے اور اس کے اعضاء معبود حقیقی کی عبادت کرنے کی بھی قوت رکھتے ہیں پھر چونکہ امتحان بھی مقصود تھا اس لئے انسان کے لئے دونوں راستے واضح فرما دیئے جیسے وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ میں بیان فرمایا۔ نفس انسانی میں فجور کے جذبات بھی ابھرتے ہیں یعنی معاصی کی طرف بھی ابھر سکتا ہے اور خیر کے جذبات بھی اٹھتے ہیں خیر اور شر دونوں چیزیں نفس انسانی میں پیدا ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس میں ڈالی ہیں اب انسان کی یہ سمجھداری ہے کہ وہ معاصی سے بچے اور خیر کے کاموں میں آگے بڑھے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا۔ یہ جواب قسم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے چند چیزوں کی قسم کھائی اور جن کا وجود انسان کے سامنے ہے۔ اور بہت واضح اور ظاہر ہے آسمان کو سب دیکھتے ہیں۔ زمین پر سب بستے ہیں اور سب کبھی پر رات دن بسر کرتے ہیں، چاند سورج دونوں بڑی روشنی والی چیزیں ہیں اور نفس انسانی تو سب کے ساتھ لگا ہوا ہے ان سب چیزوں کی تخلیق اور ان کے تصرفات سب میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ ہے انسان پر لازم ہے کہ اپنے خالق و پیدا کرنے والے کے احکام پر عمل کرے گناہوں سے بچے طاعات میں لگے، ایمان قبول کیا گناہوں سے بچا نفس کو سنوارا اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں کی آگ اور گندی سے بچ گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اس کی دنیا بھی اچھی ہے اور آخرت بھی سورۃ النور میں فرمایا: وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ (اور جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور اللہ سے ڈرا اور اس کے ڈر سے گناہوں سے بچا تو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں)۔

وقد خاب من دسّٰھا (اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے اسے میلا کیا)

یہ ساتھ آیت پر معطوف ہے۔ پہلی آیت میں یہ بتایا کہ جس نے اپنے نفس کو پاک اور صاف ستھرا کر لیا ہو کامیاب ہو گیا اور اس آیت میں یہ بتایا کہ جس نے اپنے نفس کو دبا دیا یعنی اس کو کفر و شرک معاصی میں ڈبو دیا وہ ناکام رہا یہ لفظ دَسّٰھَا سے ماضی کا صیغہ ہے اصل میں دسسھا تھا مضاعف کے آخری حرف کو حرف علت سے بدل دیتے ہیں یہاں بھی یہی ہوا ہے۔ تدسیس لغت میں چھپانے کو کہتے ہیں یہاں چونکہ من کے مقابل واقع ہوا ہے اس لئے مفسرین نے یہ معنی لئے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو کفر و معصیت میں دبا کر چھپا دیا

اسے انوار ایمان اور انوار طاعت سے بہرہ ور نہ بنایا وہ تزکیہ سے محروم رہا بدبخت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ بھی تھا۔

اللھم اٰت نفسی تقوٰھا و زکھا انت خیرُ من زکھا انت ولیھا و مولاھا

(اے اللہ میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اس کو پاک کر دے تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے تو اس کا ولی ہے اس کا مولیٰ ہے)۔

کذبت ثمود بطغوٰھا (قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے جھٹلایا)۔ یعنی ان کی سرکشی نے انہیں اس پر آمادہ کیا کہ اللہ کے رسول کی تکذیب کر دی اور اللہ کی توحید اللہ کی عبادت کی طرف جو انہوں نے بلایا اس میں انہوں نے ان کو جھٹلا دیا۔ وہ وقت حضرت صالح علیہ السلام سے جھگڑتے رہے اور ان سے کہا کہ اگر تم نبی ہو تو پہاڑ سے اونٹنی نکال کر دکھاؤ۔ جب پہاڑ سے اونٹنی برآمد ہوئی تو اب اس سے قتل کرنے کے لئے مشورے کرنے لگے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بتا دیا تھا کہ دیکھو ایک دن تمہارے کنویں کا پانی یہ اونٹنی پیئے گی اور ایک دن تمہارے جانور پئیں گے اور یہ بھی بتا دیا کہ اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے لیکن وہ باز نہ آئے اور ایک شخص اس پر آمادہ ہو گیا کہ اس اونٹنی کو کاٹ ڈالے۔

اذ انبعث اشقٰھا (جبکہ قوم کا سب سے بڑا بدبخت آدمی اٹھ کھڑا ہوا) تاکہ اس اونٹنی کو قتل کر دے۔

فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیھا

(تو اللہ کے رسول یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اللہ کی اونٹنی کو اور اس کے پانی سے دور رہنا، پانی پینے کو چھوڑے رکھو) یعنی اس اونٹنی کو کچھ نہ کہو اس کی باری کا جو دن ہے اس میں پانی پینے دو لیکن ان لوگوں نے نہ مانا۔ فکذبوہ فعقروھا (سو وہ برابر تکذیب پر جمے رہے اور اونٹنی کو کاٹ ڈالا) ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ اونٹنی کو کاٹ ڈالا بلکہ حضرت صالح علیہ السلام سے یوں بھی کہا۔

یصالح ائتنا بما تعدنا ان کنت من المرسلین

(اے صالح! لے آ وہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو پیغمبروں میں سے ہے)۔

لہٰذا ان لوگوں پر عذاب آ ہی گیا۔

فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّٰھا

(سو ان کے رب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پوری طرح ہلاک کر دیا اور ہلاکت کو ایسا عام کیا کہ کوئی شخص بھی نہیں بچا) ان لوگوں کی ہلاکت زلزلہ سے اور آسمان سے چیخ آنے کی وجہ سے ہوئی تھی ان کا واقعہ سورۂ اعراف، سورۂ ہود، سورۂ شعراء اور سورۂ نمل میں گزر چکا ہے۔

ولا یخاف عقبٰھا اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا یعنی اللہ تعالیٰ جس کی وجہ سے کچھ بھی نہ ڈرے وہ اپنی مشیت و ارادہ سے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے وہ دنیا والے ملوک اور اصحاب اقتدار کی طرح نہیں ہے جو مجرمین سے اور مجرمین کی اقوام سے بعض مرتبہ ڈر جاتے ہیں اور سزا نافذ کرنے میں تامل کرتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ اگر ہم سزا دینے کا اقدام کریں تو کہیں یہ قوم بغاوت پر نہ اتر آئے اور ہمارا اقتدار خطرہ میں نہ پڑ جائے۔

قولہ تعالیٰ والشمس وضحاھا ای ضوءھا کما اخرجہ الحاکم وصححہ عن ابن عباس والمراد اذا اشرقت وقام سلطانھا والقمر اذا تلاھا ای تبعھا فقیل باعتبار طلوعہ وطلوعھا ای اذا تلا طلوعہ طلوعھا وذلک اول الشھر فان الشمس اذا طلعت من الافق الشرقی فی اول النہار یطلع بعدھا القمر لکن لاسلطان لہ فیری بعد غروبھا ھلالا وقیل باعتبار طلوعہ وغروبھا ای اذا تلا طلوعہ غروبھا وذلک فی لیلۃ الدر رابع عشر الشھر وقال الحسن والفراء کما فی الحرای تبعھا فی کل وقت لا نہ یستضیئ منھا فھو یتلوھا لذلک وقال الزجاج وغیرہ تلاھا معناہ واستدار فکان تابعًا لھا فی الاستدارۃ وکمال النور والنہار اذا حیھا ای جلی النہار الشمس ای اظھرھا فانھا تتجلی وتظھر اذا انبسط النہار فالاستناد مجازی کالاسناد فی نحو صام نھارہ وقیل الضمیر المنصوب یعود علی الارض وقیل علی الدنیا والمراد بھا وحد الارض وما علیہ وقیل یعود علی الظلمۃ ووحلاھا بمعنی ارالھا وعدم ذکر المرجع علی ھذہ الاقوال للعلم بہ والاول اولی لذکر المرجع واتساق الضمائر واللیل اذا یغشاھا ای الشمس فیغطی ضوءھا وقیل ای الارض وقیل ای الدنیا وحینی بالمضارع ھنا دون الماضی کما فی السابق قال ابو حیان رعایۃ للفاصلۃ ولم یقل غشاھا لانہ یحتاج الی حذف احد المفعولین الیھما.

والسماء وما بنھا ای ومن بنھا والقادر العظیم الشان الذی بنا ھا ودل علی وحدہ وکمال قدرتہ بناءھما والارض وما طحاھا ای بسطھا من کل جانب ووطئھا کدحاھا ونفس وماسواھا ای انشأھا وابدعھا مستعدۃ لکما لھا وذلک بتعدیل اعضاء ھا وقواھا الظاھرۃ والباطنۃ والتکبیر للتکثیر وقیل للتفخیم علی ان المراد بالنفس آدم علیہ السلام والاول انسب بجواب القسم الاتی وذھب الفراء والزجاج والمبرد وقتادۃ وغیرھم الی ان ما فی المواضع الثلاث مصدریۃ ای وبناءھا وطحوھا وتسویتھا وجوزان تکون ماعبارۃ عن الامر الذی لہ بنیت السماء وطحیت الارض وسویت النفس من الحکم والمصالح التی لاتحصی ویکون اسناد الافعال الیھا مجازاً.

فالھمھا فجورھا وتقواھا الفجور والتقوی علی ماخرج عبد بن حمید وغیرہ عن الضحاک المعصیۃ والطاعۃ مطلقا قلیلھا وکثیرھا اوقالین والھا مھما النفس علی ماخرج ھو واس جریر وجماعۃ عن مجاھد تعریفھما ایاھا بحیث تمیز رشدھا من ضلالھا وروی ذلک عن ابن عباسؓ کما فی الحر وقریب منہ قول ابن زید فجورھا وتقواھا بینھما لھما والایۃ نظیر قولہ تعالیٰ وھدیناہ النجدین

قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا ھذا جواب القسم وحذف اللام کثیر لاسیما عند طول الکلام المتقضی للتخفیف والتزکیۃ التنمیۃ والتدسیس الاخفاء واصل دسی دسّس فابدل من ثالث التمائلات یاء ثم ابدلت الفاً لتحرکھا وانفتاح ماقبلھا ای لقد فاز بکل مطلوب ونجا من کل مکروہ من انمی نفسہ واعلاھا بالتقوی علما وعملا ولقد خسر من نقصھا واخفاھا بالفجور جھلا وفسوقًا (من روح المعانی).

فدمدم قال الراغب فی مفرداتہ ای اھلکھم وازعجھم وقال المحلی أطبق علیھم ولایخاف عقبھا ای عاقبتھا قال الحسن معناہ لایخاف اللّٰہ احدا تبعۃ فی اھلاکھم وھی روایۃ عن ابن عباسؓ کما فی معالم التنزیل

(ارتا دانی) والشمس وضحاها سے مراد اس کی روشنی ہے جو اس نے زمین کو دی ہے اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے میں سے سمجھ میں آتا ہے مراد یہ ہے کہ سورج جب طلوع ہو جائے اور اس کی روشنی پھیل جائے۔ والقمر اذا تلاها یعنی چاند جب سورج کے پیچھے آئے۔ بعض نے کہا چاند اپنے طلوع کے اعتبار سے سورج کے طلوع کے پیچھے آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب چاند طلوع ہوتا ہے سورج سے طلوع سے پیچھے آتا ہے اور ایسا مہینہ کے شروع میں ہوتا ہے کہ ... اس سے شروع میں جب سورج مشرقی افق سے طلوع ہوتا ہے تو چاند اس سے بعد طلوع ہوتا ہے لیکن اس کی روشنی نہیں پھیلتی نہیں اندازہ ہوتا ہے کہ ... بعد میں نکلتا ہے۔ بعض نے کہا چاند کا طلوع سورج سے غروب سے بعد آتا ہے۔ یعنی جب چاند کا طلوع سورج کے غروب سے پیچھے آئے اور یہ مہینہ کی چودھویں رات میں ہوتا ہے۔ ... فرمانے کہا ہے جیسا کہ بحر میں ہے کہ مطلب یہ ہے کہ بہ وقت چاند سورج کے پیچھے آتا ہے یعنی چاند سورج سے روشنی لیتا ہے اس چاند سورج کے پیچھے پیچھے رہتا ہے۔ زجاج وغیرہ کہتے ہیں تلاها کا معنی ہے حملها چنانچہ چاند اپنے چھپنے اور روشنی سے مکمل ہونے میں سورج کے تابع ہے۔ والنهار اذا جلاها یعنی دن نے سورج کو روشن کر دیا (ظاہر کر دیا) کیونکہ جب دن آتا ہے تو سورج روشن ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے۔ سورج کے ظاہر کرنے کا استناد دن کی طرف مجازی ہے۔ جیسے صدر مضارعہ میں اسناد مجازی ہے۔ بعض نے کہا ضمیر منصوب زمین کی طرف لوٹتی ہے۔ بعض نے کہا ہوا کی طرف لوٹتی ہے اور اس سے مراد ہے زمین ... اور جو اس پر ہے۔ بعض نے کہا ضمیر کا مرجع ... کی طرف لوٹتی ہے۔ وجلاها او الیها کے معنی میں ہے یعنی اس کو ظاہر کر دیا۔ ان اقوال کی صورت میں ضمیر سے مرجع کا مذکور نہ ہونا اس لئے ہے کہ یہ معلوم ہیں۔ پہلا قول مرجع مذکور ہونے اور ضمیروں کے باہم موافق ہونے کی وجہ سے زیادہ راجح ہے۔ واللیل اذا یغشاها سے مراد سورج ہے کیونکہ رات سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتی ہے۔ بعض نے کہا ضمیر سے مراد زمین ہے۔ بعض نے کہا ہوا مراد ہے۔ اور سابقہ فعلوں کے برعکس یہاں پر فعل مضارع ابوحیان کے قول کے مطابق فاصلہ کے لئے آیا ہے اور غشی نہیں کہا کیونکہ تب ایسا مفعول کے حذف کی ضرورت پڑتی۔ والسماء و ماباها: ما من کے معنی میں ہے۔ یعنی جس نے آسمان کو بنایا ہے۔ بعض نے کہا یہ ... ہے۔ وہ ذات جس نے اسے بنایا ہے اور یہ آسمان کی بناوٹ اس قادر کی قدرت کے عجیب اور نرالے ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ والارض و ماطحاها یعنی اسے جانب سے چپٹا بنایا اور اسے بچھایا جیسے دحاها ہے۔ ونفس و ما سواها: یعنی اسے پیدا کیا اور اس تک پہنچنے کے لئے تیار کیا اور یہ اس کے اعضاء اور ظاہری و باطنی قویٰ کی تعدیل کے ساتھ ہے اور نفس کا نکرہ ہونا تکثیر کے لئے ہے۔ اور بعض نے کہا تکثیر تعظیم کے لئے ہے۔ اس لئے کہ یہاں مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور پہلی توجیہ سے آنے والے ... زیادہ مناسب ہے۔ فالهمها فجورها و تقواها: ما موصولہ ہے اور ... ہے اور یہ ... ہے اور مراد اس کا نفس ہے اور ... کرنا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ما مصدریہ ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ... آسمان بنایا اور زمین کو پھیلایا اور نفس کی اور ان کے ... فجور اور تقویٰ سے مراد معصیت و طاعت ہے اور نفس کی ان کے ارتکاب کا مطلب بن جریر وغیرہ کی مجاہد سے روایت سے مطابق مراد ہے اور تقویٰ کی توفیق سے ہدایت کی تعبیر ہے اور جیسا کہ بحر میں ہے کہ یہی مطلب حضرت ابن عباس ... سے بھی مروی ہے۔ اور ابن زید کا قول بھی قریب ہے کہ اس سے فجور و تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کو واضح کر دیا ہے اور یہ آیت ارشاد الٰہی وهديناه النجدين کی طرح ہے۔ قد افلح من زكاها و قد خاب من دسّاها یہ جواب قسم ہے اور ما کا حذف کثرت سے پایا جاتا ہے۔ خصوصاً جبکہ کلام ... جو تکثیف کا تقاضا کرتا ہو۔ اسکیہ کا معنی ہے ستھرا اور مدسّیہ کا معنی ہے چھپانا۔ دسّی کی اصل دسس ہے تیسری عین کو یاء سے تبدیل کیا گیا

اس نے فجور اور اس سے بچنے کا فرق واضح کر دیا ہے اس کے بعد یہ بتایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پاک اور عمل میں تقویٰ کے بلند درجہ تک پہنچایا وہ کامیاب ہے اور جس نے اپنے نفس کو گناہ اور معصیت کے ذریعہ آلودہ کیا وہ ناکام ہے۔ اس کے بعد ثمود کی مثال دی ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنے نفس کو آلودہ کیا اور کس طرح ان کا انجام برا ہوا۔

(اس سورت میں ۱۵ آیتیں ۷۰ کلمے اور ۲۷۹ حرف ہیں۔ یہ مکی سورتوں میں سے ہے اور اس کا شمار ان سورتوں میں ہوتا ہے جو ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہیں۔)

وھذا تفسیر اخر سورۃ الشمس وللہ الحمد

مکی	سورۃ اللیل	۲۱ آیتیں ۱ رکوع

سورۃ ۹۲ سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ (۹) رکوعہ ۱

سورۃ لیل مکہ میں نازل ہوئی اس میں اکیس آیتیں ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝

قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝

سو جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور اچھی بات کو سچ مانا ہم اس کو آسان راہ کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗ اِذَا تَرَدّٰى ۝

اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو دشوار راہ کی توفیق دیں گے اور جب وہ ہلاک ہونے لگا تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝

ہمارے ذمہ ہے راہ بتانا اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا

یہ سورۃ لیل کی تیرہ آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی تین آیت میں قسم ہے اور چوتھی آیت میں جواب قسم ہے اول رات کی قسم کھائی جب کہ وہ دن پر چھا جائے پھر دن کی قسم کھائی جب وہ روشن ہو جائے پھر اپنی قسم کھائی اور فرمایا:

وما خلق الذکر والانثی

(اور قسم ہے اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا)

پھر بطور جواب قسم ارشاد فرمایا

ان سعیکم لشتی (بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں)۔

انسان کی ماہیت سے دو ہی صنفیں ہیں ایک مذکر اور ایک مؤنث (نر اور مادہ) اور عمل کرنے والے انسان ان ہی دو جماعتوں پر منقسم ہیں اور انسان دن میں ہوتے ہیں یا رات میں زمانہ کے دونوں حصوں کی اور بنی آدم کے دونوں قسموں کی قسم کھا کر فرمایا کہ تمہاری کوششیں مختلف

ہیں دنیا میں اہل ایمان بھی ہیں اور اہل کفر بھی، اچھے لوگ بھی ہیں اور برے لوگ بھی گناہوں پر جمنے والے بھی ہیں اور توبہ کرنے والے بھی۔ اعمال حسنہ اور سیئہ کے اعتبار سے قیامت کے دن فیصلے ہوں گے۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صبح ہوتی ہے تو ہر شخص کام کاج کے لئے نکلتا ہے اور اپنے نفس کو مشغول کرتا ہے پھر اپنے نفس کو آزاد کرا لیتا ہے (یعنی دوزخ کے کاموں سے بچاتا ہے) یا اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ (رواہ مسلم ص ۱۸)

اس کے بعد عمل صالحہ اور اعمال سیئہ کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا:

فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری.

(سو جس نے دیا اور حسنیٰ یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی سو ہم اس کے لئے آرام والی خصلت اختیار کرنا آسان کر دیں گے)۔

واما من بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری

(اور جس نے بخیلی کی اور بے پروائی اختیار کی اور حسنیٰ یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو جھٹلایا سو ہم اس کے لئے مصیبت والی خصلت اختیار کرنا آسان کر دیں گے)۔

یعنی دنیا میں مصیبتوں میں پڑے گا اور آخرت میں دوزخ میں جائے گا۔ بعض حضرات نے دونوں جملہ الحسنیٰ سے جنت مراد لی ہے یعنی ایمان لانے والے جنت پر ایمان لائے ہیں اور ان سے مخالف دوسرے فریق یعنی کافروں نے اس کو جھٹلایا ہے۔

انسان جو دنیا میں آیا ہے چاہے نہ چاہے عمل کرتا ہے اور دنیا دار امتحان ہے اس میں مومن بھی ہیں نیک بھی ہیں ابدال بھی ہیں، پھر موت کے انجام کے اعتبار سے مختلف ہوں گے انسانوں کے احوال مختلف ہیں دنیا کے حالات اور مجلسیں اور صحبتیں بدلتی رہتی ہیں اچھے لوگ برے اور برے لوگ اچھے بن جاتے ہیں۔ مومن ایمان چھوڑ بیٹھتے ہیں اور کافر ایمان لے آتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانہ لکھا ہوا ہے۔ دوزخ میں بھی جنت میں بھی (یعنی کسی کا دوزخ میں جانا لکھا ہے اور کسی کا جنت میں جانا نوشتہ ہے)

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا ہم اس پر بھروسہ نہ کر لیں جو ہمارے بارے میں لکھا جا چکا ہے اور کیا عمل کرنا چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر شخص کے لئے وہی چیز آسان کر دی جائے گی جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے جو شخص اہل سعادت میں سے ہے یعنی نیک بخت ہے اس کے لئے سعادت والے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہے اس کے لئے بدبختی والے عمل آسان کر دیئے جائیں گے اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی (الایات) کی تلاوت فرمائی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۳ ج ۱ ص ۳۹ ج ۲) آیت کریمہ میں الیسری سے ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرنا مراد ہے جس کا ترجمہ راحت والی خصلت کیا گیا ہے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سب کچھ مقدر ہے لیکن انسان عمل میں اپنی سمجھ اور فہم کو استعمال کرے، ایمان قبول کرے، اعمال صالحہ میں لگا رہے۔ کفر و شرک سے دور رہے اور معاصی سے پرہیز کرتا رہے بندہ کا کام عقل و فہم کا استعمال کرنا اور ایمان قبول کرنا اور اچھے کاموں میں لگنا ہے وصدق بالحسنی میں ایمان کو اور کذب بالحسنی میں کفر کو بیان فرما دیا اور اعطی و اتقی میں اعمال صالحہ کی طرف اشارہ فرما دیا۔

اعطی میں مال کو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنے اور اتقی میں تمام گناہوں سے بچنے کی تاکید فرما دی اور بخیل کا تذکرہ کرتے ہوئے

جو استغنی فرمایا ہے۔ اس میں یہ بتادیا کہ بخل کرنے والا دنیا والے مال سے تو محبت کرتا ہے اور جمع کر کے رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنے پر جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب ملتا ہے اس سے استغناء برتتا ہے گویا کہ اسے وہاں کی نعمتوں کی ضرورت ہی نہیں۔

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ.

(اور اس کا مال اسے نفع نہیں دے گا جب وہ ہلاک ہوگا)۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ط (بیشک ہمارے ذمہ ہدایت ہے)۔

بندوں کو ہدایات سے بہرہ ور فرمانا یہ ہدایات کے طریقے بتانا یہ ہدایت کے راستے بیان فرمانا یہ رسولوں کو بھیجنا یہ کتابیں نازل فرمانا یہ اس کے بعد جو شخص راہ ہدایت کو اختیار نہ کرے گا مجرم ہوگا اور اپنا ہی برا کرے گا۔

وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ.

(اور بیشک ہمارے ہی لئے آخرت اور دنیا ہے)۔

دنیا کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کا اختیار ہے جیسا چاہے اپنی مخلوق میں تصرف فرمائے اور آخرت میں بھی اس کا اختیار ہوگا اور اپنے اختیار سے اہل ہدایت کو انعام دے گا اور اہل ضلالت کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں خود مختار ہوں اور آخرت میں میرا کچھ نہ بگڑے گا۔

فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا

تو میں تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں جس میں وہی بدبخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی اور اس سے بچایا جائے گا

الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝

وہ جو بہت پرہیزگار ہے جو اپنا مال دیتا ہے پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جائے

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝

مگر اپنے رب برتر کی رضا کے لئے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔

گزشتہ آیات میں ایمان اور غیر اور اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ کے نتائج کا فرق بیان فرمایا جس میں یہ بھی تھا کہ غیر عذاب میں مبتلا کرنے والی چیز ہے یعنی کہ یہ جیسے کا عذاب ہوگا کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے ان پر آگ مسلط ہوگی اس نے دوزخ کے عذاب کی حقیقت بتادی اور فرمایا کہ میں تمہیں ایسی آگ سے ڈراتا ہوں جو خوب اچھی طرح جلتی ہوگی۔ مزید فرمایا کہ اس میں صرف وہی داخل ہوگا جو سب سے بڑا بدبخت تھا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی آیت کے الفاظ سے جو حصر معلوم ہوتا ہے اس سے بظاہر فاسق مسلمانوں کے دوزخ میں داخلے کی نفی ہوتی ہے صاحب روح المعانی نے یہ اشکال کیا ہے پھر یوں جواب دیا کہ سخت ترین عذاب سب سے بدبخت یعنی کافر ہی کو ہوگا اور فاسق مسلم کا عذاب کافر کے عذاب سے بہت کم ہوگا۔

قولہ تلظی اصلہ تتلظی بالتائین حذفت احداھما کما فی تنزیل الملئکۃ (ارشاد ہوا تلظی اصل میں تتلظی تھا اس کی

ایک تاء حذف کر دی گئی جیسا کہ تنزیل میں ایک تاء حذف کر دی گئی ہے) اس کے بعد فرمایا وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى (اور عنقریب بہت زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا شخص اس آگ سے بچا لیا جائے گا)۔ الاتقی مبالغہ کا صیغہ ہے جو کفر سے اور دوسرے معاصی سے بچنے پر دلالت کرتا ہے۔ دوزخ سے بچائے جانے والے متقی کی صفت بتاتے ہوئے الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى فرمایا۔ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ اللہ کے نزدیک وہ پاک بندوں میں شمار ہو جائے (یہ ترجمہ اس صورت میں ہے جب یتزکی مال خرچ کرنے والے سے متصل ہو اور اگر مال سے متعلق ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اپنے بارے میں اللہ سے یہ امید رکھتا ہے کہ اس کا اجر و ثواب بڑھتا چڑھتا رہے اور خوب زیادہ ہوتا رہے جبکہ مال صرف اللہ کی رضا کے لئے خرچ کیا جائے دکھاوا اور شہرت مقصود نہ ہو اس وقت رضائے الٰہی مطلوب ہوتی ہے)۔

مزید فرمایا وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی

اللہ کے لئے مال خرچ کرنے والے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ان لوگوں کا خرچ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہے۔

وھو منصوب علی الاستثناء المقطع من نعمۃ لان الابتغاء لایدرج فیھا فالمعنی لکنہ فعل ذلک الابتغاء وجہ ربہ سبحانہ وطلب رضاء عزوجل لالمکافئۃ نعمۃ

(اور ابتغاء نعمۃ سے استثناء منقطع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ ابتغاء نعمت میں داخل نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے یہ عمل اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کے قرب کیلئے اور اس کی رضا کی طلب کے لئے کیا ہے۔ کسی احسان کے بدلہ کے لئے نہیں کیا)

وَلَسَوْفَ یَرْضٰى (اور یہ مال خرچ کرنے والا عنقریب راضی ہوگا)۔

یعنی موت کے بعد جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اس کو وہ نعمتیں ملیں گی جن سے خوش ہوگا۔

مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ یہ آخری آیات وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى سے لے کر آخر تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت ساتھ دیا جان سے بھی اور مال سے بھی ہجرت سے پہلے بھی اور ہجرت کے بعد بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایمان قبول کرنے کے بعد مشرکین کی طرف سے بہت زیادہ تکلیف دی جاتی تھی ان کی ذہنیت اور مار پیٹ انتہا کو پہنچی گئی تھی۔ حضرت بلال ایک مشرک امیہ بن خلف کے خادم تھے اور حبشہ کے رہنے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اشارہ پا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ مشرکوں کو جب اس بات کا پتہ چلا تو کہنے لگے کہ ابوبکر نے بلال کو خرید کر اس لئے آزاد کر دیا ہے کہ بلال کا ابوبکر پر کوئی احسان تھا ان کے قول کی تردید کی اور فرمایا وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے حضرت بلال کو خرید لیا تو حضرت بلال نے کہا کہ آپ نے مجھے اپنے کاموں میں مشغول رکھنے کے لئے خریدا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں مشغول رہنے کے لئے خریدا ہے حضرت بلال نے کہا کہ بس تو مجھے اللہ کے عمل کے لئے چھوڑ دیجئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں آزاد چھوڑ دیا اور وہ پورے اہتمام کے ساتھ دین کے کاموں میں لگے رہے پھر ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذن بن گئے اور آپ کی حیات طیبہ کے آخر عمر تک یہ عہدہ ان کے سپرد رہا۔ چونکہ مکہ معظمہ کی زندگی میں اسلام کے بارے میں مارے پیٹے جاتے تھے اللہ تعالیٰ شانہ نے انہیں دنیا میں یہ سعادت نصیب فرمائی کہ امن وامان کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذن رہے اور

ان اقامت کا کام ان کے سپرد ہوا اس صرف اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بڑے بڑے فضائل میں جن میں مال خرچ کرنے میں مسابقت رہا بھی ہے عموماً اللہ کی راہ میں قوم خرچ کرتے ہی رہتے تھے۔ ایک مرتبہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی ترغیب دی تو سارا ہی مال لے کر آگئے اور خدمت مال میں پیش کر دیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا باقی رکھا؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیال کرتے تھے کہ اس مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ جاؤں گا اور اپنا آدھا مال لے کر آئے تھے جب یہ دیکھا کہ حضرت ابوبکر اپنا پورا مال ہی لے آئے تو کہنے لگے کہ ان سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے بھی احسان ہمارے ساتھ کیا ہے ہم نے ان سب کا بدلہ دیا سوائے ابوبکر کے ان کے جو احسانات ہیں اللہ تعالیٰ ہی قیامت میں ان کا بدلہ دے گا اور مجھے کسی کے مال سے بھی اتنا نفع نہیں ہوا جتنا ابوبکر کے مال نے مجھے نفع دیا اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل (یعنی ایسا دوست) بناتا (جس میں کسی کی ذرا بھی شرکت نہ ہو) تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن بہتر خوب سمجھو کہ میں اللہ کا خلیل ہوں۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع دیا یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ہی کے ہے ہیں۔ (من ہدی جلد ۱۰)

فائدہ:۔ سورۃ اللیل کے آخر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ولسوف یرضی فرمایا اور اس کے بعد والی سورت یعنی سورۃ الضحیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے دوست اور معاون خاص یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہے لیکن رافضی (شیعہ) اللہ تعالیٰ سے راضی جس نے یہ مرتبہ دیا نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راضی جنہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق خاص اور رفیق غار بنایا اور نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی جنہوں نے اللہ کی خوشنودی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر وقت میں سارا مال پیش کر دیا اور ہر طرح سے غار اور حفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔

فائدہ:۔ جو کوئی شخص کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حتی الامکان کوشش کرنا چاہیے جب بھی موقع ہو اس کی مکافات کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من صنع الیکم معروفا فکافئوہ فان لم تجدوا ما تکافئوہ فادعوا اللہ حتی تروا انکم قد کافاتموہ

(جو شخص تمہارے ساتھ کوئی حسن سلوک کرے تو تم اس کا بدلہ دو اور بدلہ دینے کی چیز نہ ملے تو اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تمہارا دل گواہی دیدے کہ اس کا بدلہ اتار دیا)۔

یاد رہے کہ احسن طریق سے اس کا بدلہ اتارو اس سے یوں نہ کہے کہ یہ تمہارے فلاں احسان کا بدلہ ہے اس سے زیادہ ذلت کی اور شین کی آدمی بدلہ کے نام سے قبول بھی نہیں کرتا۔

اس حدیث میں معلوم ہوا کہ کسی کے احسان کے مکافات کرنا بھی اچھی بات بلکہ مامور بہ ہے یعنی اپنی طرف سے احسان جو احسان کے بدلہ میں نہ ہو اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی جو فرمایا ہے اس میں اس بات کی فضیلت بیان فرمائی ہے یہ مطلب نہیں کہ طور مکافات کی کے ساتھ احسان کیا جائے تو اس میں ثواب نہ ہو۔

نام	سورۃ الضحی	۱۱ آیتیں رکوع

سورۃ الضحی مکیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

ع

ما ودعك ربك وما قلى

(آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ دشمنی کی)

رت اور دن کی قسم کھائی ہے مقسم بہ سے اس کی مناسبت بیان فرماتے ہوئے۔ صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں کہ وحی کا تتابع اور ابطاء مشابہ لیل و نہار کے تبدل کے ہے اور دونوں متضمن حکمت کو ہیں پس جیسا ایک تبدل دلیل توسیع و عداوت کی نہیں اسی طرح دوسرا تبدل بھی۔ اور دوسری بشارت مکمل ہیں اسی عدم توسیع کی پس مقسم بہ کو بواسطہ اس کے سب سے مناسبت ہوئی۔

وللآخرة خير لك من الاولى

(اور آخرت آپ کے لیے دنیا سے بہتر ہے)۔

اس میں آپ کو مزید تسلی دی تاکہ یہ دشمنوں کی باتوں سے بے چین نہ ہوں دنیا والوں کی باتیں اعتراض اور اعتراض سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جو کچھ آخرت میں عطا فرمائے گا بہت زیادہ ہوگا کئی گنا ہوگا۔ اس دنیا سے بہت ہی زیادہ ہوگا۔

ولسوف يعطيك ربك فترضى

(اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے)۔

یعنی دنیا والی زندگی میں جو کچھ مال کی کمی ہے اس کا خیال نہ فرمائیں آخرت میں اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے کسی چیز کی کوئی کمی نہ محسوس کریں گے۔

عموم الفاظ میں دنیوی سوال کی کمی کی طرف اشارہ ہے۔ مخالفین جو آپ کو یہ دیکھ کر کہ آپ کے پاس دولت نہیں ہے نامناسب کلمات کہنے کی جرأت کرتے ہیں یہ کوئی قابل توجہ چیز نہیں ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش کا پوری طرح آخرت ہی میں مظاہرہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا کیا جائے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا جو دنیا میں آپ کو دی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی یتیم اور دری میں تھے کہ آپ کے والد کی وفات ہوگئی (اور یہ قول یہ ہے کہ آپ کی پیدائش کے بعد ان کی وفات ہوئی) آپ یتیم تو تھے ہی جب پانچ سال کی عمر ہوئی آپ کی والدہ بھی وفات پا گئیں اور وہ بھی مقام ابواء میں جو جنگل بیابان تھا۔ وہاں سے آپ کی باندی ام ایمن رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ لے گئیں آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی پھر چند سال بعد ان کی بھی وفات ہوگئی تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری لی اور بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ پرورش کی وفرمایا

الم يجدك يتيما فاوى (کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے آپ کو یتیم پایا پھر ٹھکانہ دیا۔) اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ پرورش کروائی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم اور انعام ہے۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتا دیا) (قال القرطبي اي عاقلا عما يراد بك من امر النبوة فهداك اي ارشدك والضلال هنا بمعنى الغفلة كقوله حل ثناءه لا يضل ربي ولا ينسى اي لا يغفل وقال في حق نبيه وان كنت من قبله لمن الغافلين وقال قوم ضالا لم تكن تدري القران والشرائع فهداك الله الى القرآن وشرائع الاسلام) (علامہ قرطبی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ سے نبوت کا جو کام مقصود تھا آپ اس سے بے خبر تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی کی۔ یہاں پر ضلال بے خبری کے معنی میں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لا یضل ربی ولا ینسی یعنی وہ غافل (بے خبر) نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے بارے میں فرمایا وان کنت من قبله لمن الغافلین آپ اس سے پہلے بے خبر تھے۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ آپ قرآن کریم اور شرعی احکام نہیں جانتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور شرعی احکام کی طرف آپ کی رہنمائی کی)۔ اس میں دوسرا انعام بیان فرمایا وہ یہ کہ آپ امی تھے پڑھے لکھے نہیں تھے۔ جن لوگوں نے آپ کی کفالت کی ان کو بھی خیال نہ آیا کہ آپ کو پڑھائیں لکھائیں ان سے دنیوی میں جس قدر ممکن ہوا آپ نے علم حاصل کر لیا اور خاص کر دینی علوم و معارف اور احکام

وسائل کے جاننے کا کوئی طریقہ تھا ہی نہیں جیسا کہ سورۂ شوریٰ میں فرمایا ہے۔ ماکنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلنہ نورا نھدی بہ من نشآء من عبادنا۔

اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا آپ کو نبوت اور رسالت سے نوازا کامل اور جامع شریعت عطا فرمائی اپنی معرفت بھی عطا کی ملائکہ سے متعلق بھی معلومات دیئے گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے احوال بھی بتائے آخرت کی تفصیلات سے بھی آگاہ فرمایا اصحاب جنت اور اصحاب جہنم کے حوال سے بھی باخبر فرمایا اور وہ معلومات عطا فرمائے جو کسی اور نبی کو نہیں دیئے۔

سورۃ نساء میں فرمایا وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما

(اور اللہ نے آپ کو وہ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے)

بنی اسرائیل میں فرمایا ان فضلہ کان علیک کبیرا

(بلاشبہ اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا فضل ہے)

پھر فرمایا ووجدک عآئلا فاغنی (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مال والا پایا سو آپ کو غنی کر دیا)۔ آپ کی نشأت آپ نے یتیمی اور بے مائیگی میں بسر کرتے رہے لیکن اللہ مددگار آدمی نہیں تھے انہیں نے ساتھ نہ رہ سکا بچپن ہی تھا جوان کا حال تھا بوڑھے ہوئے تو بھی آپ کا حال تھا آپ کی حالت داری کی سفت مشہور تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تجارت کے لئے یمن سے شام بھیجا کرتی تھیں (جیسا کہ اہل مکہ کا طریقہ تھا) جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال ہوئی تو انہوں نے آپ کی صفات سن کر آپ کو بطور مضاربت تجارت کا مال دے کر مکہ شرمہ جانے کی درخواست کی آپ نے منظور فرمائی۔ حضرت خدیجہ نے آپ کے ساتھ اپنا ایک غلام بھی بھیج دیا آپ مکہ شرمہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ کے غلام نے آپ کی بڑی بڑی صفات بیان کیں اور وہ باتیں بتائیں جن کا ظہور عموماً نہیں ہوتا یعنی مال تجارت میں نفع بھی بہت زیادہ ہوا حضرت خدیجہ بیوہ عورت تھیں پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ ان سے اولاد بھی تھی نہوں نے آپ کو نکاح کرنے کا پیغام بھیجا۔ ابو طالب آپ کے چچا اور خاندان کے دیگر افراد آپ کے ساتھ تھے اور حضرت خدیجہ سے نکاح ہو گیا۔ حضرت خدیجہ مالدار عورت تھیں نہوں نے اپنے مال میں آپ کو تصرف کرنے کا حق دیدیا (جیسا کہ میاں بیوی کے درمیان ہوا کرتا تھا) اسی لئے مفسرین نے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ای فاغاک بمال خدیجۃ

فاما الیتیم فلا تقھر (سو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے)۔

چونکہ آپ نے یتیمی کا زمانہ گزارا اور آپ کو معلوم تھا کہ ماں باپ کا سایہ اٹھ جانے سے زندگی کیسی گزرتی ہے اس لئے آپ کو خطاب کرکے فرمایا کہ یتیم پر سختی نہ کرنا کو خطاب آپ کو ہے لیکن اس میں ساری امت کو تلقین فرمادی کہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کریں۔ یتیم کی پرورش کرنے اور اس کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرنے کی احادیث شریفہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ ہاتھ پھیرنا صرف اللہ کی رضا کے لئے تھا تو ہر بال جو اس کے ہاتھ کے نیچے آئے اس کے بدلہ میں بہت سی نیکیاں دی جائیں گی اور جس نے کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ اچھا سلوک کیا میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے لفظ "اس طرح" فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ساتھ ملایا۔ (رواہ احمد والترمذی مافی المشکوٰۃ ص ۴۲۳)

واما السآئل فلا تنھر۔ (اور لیکن سوال کرنے والے کو مت جھڑکئے)۔ جس طرح یتیم بچہ بے یار و مددگار ہوتا ہے اس کے رحمت اور شفقت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح بعض مرتبہ غیر یتیم بھی حاجت مند ہو جاتا ہے اور حاجت مندی اسے سوال کرنے پر مجبور

روایت ہے جب کوئی سوال کرنے آئے تو اسے بچا دے مرخوش کر کے رخصت کیا جائے اگر اپنے پاس کچھ دینے کے لئے نہ ہو تو کم از کم اس سے نرمی سے بات کر لیں تاکہ اس تکلیف پر اندوہ نہ ہو جس نے سوال کرنے کے لئے مجبور کیا۔ سائل کو جھڑکنا ظلم و زیادتی کی بات ہے ایک تو اس کو کچھ دیا نہیں اور پھر اوپر سے جھڑک دینا اہل ایمان کی شان کے خلاف ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ (سوال کرنے والے کو بچا دے مرواپس کیا مرواگر جلا ہوا کھر ہی ہو)

بہت سے پیشہ ور سائل ہوتے ہیں جو حقیقت میں محتاج نہیں ہوتے ایسے لوگوں کو سوال نہیں کرنا چاہئے ہر شخص کو اپنی اپنی ذمہ داری بتائی گئی۔ مانگنے والا مانگنے سے پرہیز کرے اور جس سے جائے وہ سائل کی مجبوری دیکھ کر خرچ کر دے سائل کو جھڑکے بھی نہیں کیا معلوم محتاج بھی ہو اور غور و فکر بھی کرے حاجت مندوں کو تلاش بھی کرے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اور آپ اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑی تعداد میں نعمتیں عطا فرمائیں دنیا میں بھی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ماں بھی دیا شہرت و عظمت بھی دی اور سب سے بڑی نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے سرفراز فرمایا وہ نبوت اور رسالت کی نعمت ہے آپ سے پہلے دنیا میں اتنی بڑی چکے ہیں اور کروڑوں موجود ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ کروڑوں قیامت تک آئیں گے اور ہر وقت آپ پر کروڑوں درود بھیجے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان نعمتوں کی قدردانی کریں اس قدردانی میں یہ بھی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان فرمائیں۔ اس میں آپ کی امت کو بھی تعلیم دے دی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کیا کریں (البتہ تحدیث بالنعمت کے نام پر ریاکاری اور خودستائی اور فخر و مباہات نہ۔)

حضرت ابو الاحوص رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی (جن کا نام مالک بن نضر تھا) کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور گھٹیا درجے کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کون سے اموال میں سے ہے؟ میں نے کہا ہر قسم کا مال اللہ نے مجھے دیا ہے اونٹ گائے بکری اور گھوڑے اور غلام سب موجود ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تجھے اللہ نے مال دیا ہے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر تجھ پر نظر آئے۔ (رواہ احمد والنسائی کذا فی مشکوٰۃ ص ۴۳۷)

معلوم ہوا تحدیث بالنعمت اپنے حال اور مال اور قال تینوں سے ہونی چاہئے شرط وہی ہے کہ صرف اللہ کی نعمت ذکر کرنے کی نیت ہو بڑائی بگھارنا اور ریاکاری مقصود نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا اَخْطَاَتْكَ اثْنَانِ سَرَفٌ وَمَخِيْلَةٌ (رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب کما فی المشکوٰۃ)

(کھا جو چاہے اور پہن جو چاہے جب تک کہ دو چیزیں نہ ہوں ایک فضول خرچی دوسرا تکبر)

فائدہ:۔ سورۂ والضحیٰ سے لے کر آخری سورت سورۂ والناس کے ختم تک ہر سورۃ کے ختم پر تکبیر پڑھنا حضرات قراء کرام کے نزدیک سنت سے ثابت ہے جسے وہ اپنی کتابوں میں سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں امام القراء حضرت شیخ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب النشر فی القرأت العشر کے آخر میں (ص ۴۰۵) سے لے کر (ص ۴۳۸) تک اس پر بہت ہی بحث کی ہے اور حصر کے صیغے اور حضرات قراء کرام کے عمل اور حدیث کی سند پر خوب جی کھول کر لکھا ہے اور مستدرک حاکم کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرات محدثین کرام حدیث مسلسل بالقراء بھی نقل کرتے ہیں جو قاری مقری عبداللہ ابن کثیر مکی (احد القراء السبعہ) کے راوی ابوالحسن محمد بن احمد البذی رحمۃ اللہ

علیہ سے مروی ہوئی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اپنی مسلسلات میں ... سے روایت کیا ہے۔ حضرت ... رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے راوی ہیں اس سے ان سے روایت و تلقین پر حضرات مشائخ و مرشدین نے بھی ... سے اپنی اپنی ... بعض قراء نے اس کو ... اور بعض قراء نے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ... سورتوں سے درمیان تکبیر پڑھی جائے وقف اور وصل سے قطع نہیں ہوتا جب سورت ختم ... سورت شروع ... رسے نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے اور بعض ... میں یہ بھی درست ہے یہ وصل کل کی صورت ہے اور ... تینوں پر قطع کرے تو یہ بھی درست ہے جو فصل کی صورت ہے اب یہ وصل اول اور وصل ثانی سے ... فصل ہوتا ہے ... صورت میں ... آنے والی درست ہے فصل ہو جاتی ہے ... اور وصل ... سورت سے شروع ہے یہ ... اور وقف ... ہے ... اس میں یہ تینوں ... درست ہے ... جائیں مشائخ ... سورہ والضحیٰ ختم کرتے ہیں ... فصدق اللہ اکبر اور سورۃ ... ہیں ... اللہ اکبر بسم اللہ الرحمن الرحیم القارعۃ

اس طرح سورہ ... ختم کرتے ہیں ... سے ... اس سے ملا دیا جائے یہ بات حضرات اساتذہ کرام سے ... متحقق ... حاشیہ میں حافظ ... رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التیسیر کی عبارت نقل کر دی ہے ... عمرو فاعلم ایدک اللہ تعالی ان الذی روی عن ابن کثیر باسنادہ انہ کان یکبر من اخر والضحی مع قراءتہ من کل سورۃ الی اخر قل اعوذ برب الناس بصل التکبیر باخر السورۃ وان شاء القاری قطع علیہ وابتداء بالبسملۃ موصولۃ باول السورۃ التی بعدھا وان شاء وصل الکبر بالبسملۃ باول السورۃ والاخر القطع علی التسمیۃ اذا وصلت بالتکبیر وقد کان بعض اھل الاداء یقطع علی اخر السور ثم یبتدی بالتکبیر موصولا بالبسملۃ وکذا روی القش عن ابی ربیعۃ عن البزی وبذلک قرات علی الفارسی عنہ ولا احدث الواردۃ عن البزی بالتکبیر دالۃ علی ما ابتدانا بہ لان فیھا مع وھی تدل علی الصحۃ والاجماع وذکر فی آخر سورۃ الناس قراءتہ الکتاب وخمس ایات من اول سورۃ البقرۃ علی عدد الکوفی الی قولہ تعالی اولئک ھم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمۃ وھذا یسمی النحل المرتحل وفی جمیع ما قدمناہ احادیث مشہورۃ یرویھا العلماء یؤید بعضھا بعضا تدل علی صحۃ ما فعلہ ابن کثیر ولیہ موضع غیر ھذا قد ذکرنا ھذہ واختلف اھل الاداء فی لفظ التکبیر فکان بعضھم یقول للتکبیر لا غیر ولبعضھم علی صحۃ ذلک جمیع الاحادیث الواردۃ بذلک من غیر زیادۃ کما حدثنا ابو الفتح سحا قال حدثنا ابو الحسن المقری قال حدثنا احمد بن سالم قال حدثنا الحسن بن محلد قال حدثنا البزی قال قرات علی عکرمۃ بن سلیمان وقال قرات علی اسمعیل بن عبداللہ بن قسطنطین فلما بلغت والضحی کبر حتی ختم مع خاتمۃ کل سورۃ فانی قرات علی عبداللہ بن کثیر فامرنی بذلک واخبرنی ابن کثیر انہ قرا علی مجاھد فامرہ بذلک واخبرہ مجاھد انہ قرا علی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فامرہ بذلک واخبرہ ابن عباس انہ قراء علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فامرہ بذلک واخبرہ ابی انہ قراء علی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فامرہ بذلک وکان اخرون یقولون لا الہ الا اللہ اخر فیھللون قبل التکبیر واستدلوا علی صحۃ ذلک بما

حدثنا فارس بن احمد المقرى قال حدثنا عبدالدقى بن الحسن قال حدثنا احمد بن سلم الحتلي واحمد بن صالح قالا حدثنا الحسن بن الحباب قال سألت الوزى عن الكسر كيف هو فقال لي لااله الاالله والله اكبر قال ابو عمرو اس الحباب هذا من اهل الاتقان والضبط وصدق اللهجة بمكان لايجهله احد من علماء هذه الصنعه وبهذا اقرأت على ابى الفتح وقرأت على غيره بما تقدم.

واعلم ان القارى اذا وصل الكبر باخر السورة فان كان اخرها ساكنا كسره لالتقاء الساكنين نحو فحدث اللّٰهُ اكبر، فازعب اللّٰهُ اكبر وان كان موناً كسره ايضا كذلك سواء كان الحرف المون مفتوحا اومضموما اومكسورا نحو تواب الله اكبر ولحزن الله اكبر ومن مسدد ن الله اكبر وشهده وان كان اخر السورة مفتوحا فتحه وان كان اخر السورة مكسورا كسره وان كان مضموما ضمه نحو قوله تعالى اذا حسد اللّٰهُ اكبر والبس الله اكبر والانثر اللّٰهُ اكبر وشهده وان كان اخر السورة هاء كنايه موصولة بواو حذف صلتها لساكين نحو ربه اللّٰهُ اكبر وشرارة اللّٰهُ اكبر قال ابو عمرو واسقطت الف الوصل التى فى قول اسم الله تعالى فى جميع ذلك استغناء عنها فاعلم ايدك اللّٰهُ تعالى ذلك موفقا لطرق نحو ومفاتح الصواب والله المرجع والمآب)

(ابوعمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے ہم سے ابوالحسن بن غلبون نے حافظ ابن شیبہ سے اپنی سند سے ساتھ روایت کیا ہے کہ وہ سورۃ ضحیٰ سے آخری سورت تک ہر سورت سے آخر میں تکبیر کہتے تھے۔ یہ تکبیر سورت سے آخر میں ساتھ متصل کرتے تھے اور کرچاہے تو سورت کی ابتدا میں تسمیہ کے ساتھ تکبیر کو متصل کرے۔ اور جب تسمیہ و تکبیر دونوں کو ابتدا سے ساتھ ملائے تو بہتر ہے۔ بعض اہل اداء سورت کے آخر پر وقف کرتے اور تکبیر کو تسمیہ کے ساتھ ملا کر شروع کرتے۔ قنبل نے ابن ربیعہ سے اور انہوں نے علامہ بزی سے اسی طرح نقل کیا ہے اور ان سے علی الفارسی کی قراءت بھی اسی طرح ہے۔ اور تکبیر کے بارے میں مکیین سے مروی احادیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ جو ہم نے شرح میں بیان کیا ہے کیونکہ یہ صحت و اجتماع کو ان سے ثابت کرتی ہیں اور جب سورۃ الناس کے آخر میں تکبیر کہے تو صورۃ الفاتحہ اور سورۃ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیتیں مکیین کے طریق کے مطابق تلاوت کرے۔ اولئك هم المفلحون تک یہ تمام قرآن کی دعا پر ہے۔ اسی کا نام حال مرتحل ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس بارے میں مشہور احادیث ہیں جو علماء نے روایت کی ہیں وہ یہ حدیثیں تکبیر کی تائید کرتی ہیں یہ احادیث حافظ ابن شیبہ سے صحیح سند سے ثابت کرتی ہیں اور اس مسئلہ کی تفصیل کا مقتضا اس مقام کے علاوہ ہے ہم نے وہاں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور تکبیر کے الفاظ میں اہل اداء کا اختلاف ہے بعض اللہ اکبر کہتے تھے کوئی اور جیسے کہ ہم نے شیخ ابوالفتح فارس سے ابوالحسن مقری نے ان سے احمد بن سلم نے ان سے حسن بن محمد نے ان سے بزی نے بیان کیا میں نے عکرمہ بن سلیمان سے پڑھا انہوں نے اسماعیل بن عبداللہ بن قسطنطین سے پڑھا وہ کہتے ہیں جب میں والضحیٰ پر پہنچا تو اسماعیل نے تکبیر ہی جس کا ہم سورۃ کے خاتمہ پر ذکر کر چکے ہیں میں نے عبداللہ بن شیبہ پر پڑھا اس نے مجھے اس کا حکم دیا اور کہا کہ ابن شیبہ نے مجھے بتایا کہ اس نے حضرت مجاہد سے پڑھا انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پڑھا تو انہوں نے اسے اس کا حکم دیا اور بتایا کہ انہوں نے حضرت ابی بن کعب سے پڑھا تو انہوں نے اس کا حکم دیا۔ حضرت ابی نے نہیں بتایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا تو آپ نے مجھے اس کا حکم دیا اور حضرت ابی اللہ اکبر کہتے تھے۔ یعنی وہ تکبیر سے پہلے تہلیل کرتے تھے۔ اور انہوں نے اس سے جس نے پڑھا تھا استدلال کیا جو ہم سے فارس بن احمد نے بیان کیا۔ ان سے عبدالباقی بن حسن نے ان سے احمد بن سلم نے اور احمد بن صالح نے ان سے حسن بن حباب نے بیان کیا۔ میں نے بزی سے تکبیر سے

بارے میں پوچھا کہ وہ کیسے ہے؟ تو انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اکبر بتلائی۔ ابو عمرو بن حباب کہتے ہیں یہ اہل اتقان ضبط اور صدق جہجہ کے مقام رکھنے والوں سے مروی ہے۔ جس سے اس فن کے علماء میں کوئی ناواقف نہیں ہے اور میں نے ابو الفتح اور دیگر حضرات مذکورہ سابقہ سے یہی پڑھا۔ جن سے کہ جب قاری سورت کے آخری میں تکبیر ملائے تو اگر سورت کا آخری حرف ساکن ہو تو اسے التقائے ساکنین کی وجہ سے گرا دیا جائے گا جیسے فحدث اللہ اکبر، فارغب اللہ اکبر اور اگر آخری حرف پر تنوین ہو تو اسے بھی گرا دے خواہ وہ تنوین والا حرف مفتوح ہو یا مضموم یا مکسور جیسے تواباً اللہ اکبر اور الحسیر اللہ اکبر اور من مسد اللہ اکبر وغیرہ اور اگر سورت کا آخری حرف مفتوح ہو تو اسے مفتوح ہی پڑھے۔ اور اگر مکسور ہو تو کسرہ پڑھے۔ اگر مضموم ہو تو ضمہ پڑھے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اذا حسد اللہ اکبر اور الناس اللہ اکبر اور الا بتر اللہ اکبر وغیرہ ذالک اور اگر سورت کا آخری حرف حاء ہو جس سے اوپر واو ہو تو اس واو کو حذف یا جائے گا۔ التقائے ساکنین کی وجہ سے جیسے ربُّ اللہ اکبر اور شرائرُ اللہ اکبر۔ ابو عمرو کہتے ہیں ہمزہ وصلی جو کہ اسم اللہ کے شروع میں ہے وہ تمام جگہ گر جائے گا اس کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے)۔

وھذا اخر تفسیر سورۃ الضحیٰ والحمد للہ الذی انار الدجیٰ واضاء النھار بالضحیٰ والصلوۃ والسلام علی من اعطی النبوۃ واوتی الھدیٰ وعلی الہ وصحبہ اولی السبق وقادۃ النقی

☆☆☆.....☆☆☆

مکی	سورۃ الم نشرح	۸ آیتیں ۱ رکوع

پارہ نمبر ۳۰ (۹۴) سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاحِ مَكِّيَّةٌ (۱۲) رکوع نمبر ۱

سورۃ انشرح مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ

ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝

رکھی تھی؟ اور ہم نے آپ کی خاطر آپکا ذکر بلند کیا۔ سو بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے؛ بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

سو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت یا کیجئے، اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے۔

ع

یہ پوری سورۃ الم نشرح کا ترجمہ ہے (جو سورۃ الانشراح کے نام سے معروف ہے) اس میں بھی اللہ تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنے بڑے بڑے انعامات کا امتنان فرمایا ہے۔

الم نشرح لك صدرك (کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا)

یہ استفہام تقریری ہے مطلب یہ ہے کہ آپ اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا سینہ کو نور نبوت سے بھی بھر دیا اور علم و معرفت سے بھی، ایمان کی دولت سے بھی صبر و شکر سے بھی کتاب و حکمت سے بھی قوت برداشت سے بھی وحی کی ذمہ داری اٹھانے سے بھی دعوت ایمان پر اور دعوت احکام پر استقامت سے بھی، اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر انعامات فرمائے ہیں ان میں ایک بہت بڑا انعام شرح صدر بھی ہے۔ آپ کی برکت سے آپ کی امت کو بھی شرح صدر کی نعمت حاصل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت کریمہ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ کی تلاوت کی پھر فرمایا بیشک جب نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو پھیل جاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا اس کی کوئی نشانی ہے؟ فرمایا کہ ہاں اس کی نشانی ہے کہ دار الغرور (دھوکہ والا گھر یعنی دنیا) سے بچتا ہے اور دار الخلود (یعنی ہمیشہ رہنے کے گھر) کی طرف توجہ رکھے اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری

رکھے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ص ۴۶۶)

بعض حضرات نے یہاں ان روایات کا بھی ذکر کیا ہے۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو چاک کرکے علم اور حکمت سے بھر دیا یہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیج جنہوں نے یہ کام کیا۔ ایک مرتبہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں بچپن میں رہتے تھے اور ایک مرتبہ معراج کی رات پیش آیا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۲ بخاری و مسلم)

اس طرح کا ایک اور واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے درمنثور میں (ص ۳۶۳ ج ۶) نقل کیا ہے اس وقت آپ کی عمر تیس سال چند ماہ تھی صاحب درمنثور نے یہ واقعہ زوائد مسند احمد سے نقل کیا ہے۔

ووضعنا عنك وزرك ۙ الذي انقض ظهرك ۙ (اور ہم نے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی) اس بوجھ سے کون سا بوجھ مراد ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۂ فتح کی آیت

لیغفر لك اللّٰه ما تقدم من ذنبك وما تاخر کے ہم معنی ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ چھوٹے موٹے اعمال جو آپ سے فرش کے طور پر بلا ارادہ یا خطا اجتہادی کے طور پر صادر ہوئے ان کا بوجھ آپ محسوس کرتے تھے اور اس بوجھ کا اس قدر احساس تھا کہ اس احساس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی یعنی بہت زیادہ بوجھل بنا دیا تھا۔ وہ بوجھ ہم نے ہٹا دیا یعنی سب کچھ معاف کر دیا۔

حقر کے خیال میں اس آیت کو سورۂ فتح کی آیت میں لینے کے بجائے یہ معنی لینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو عبدالرزاق نے عبدالرحمٰن بن یحییٰ اور حضرت ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے یعنی **خففنا عنك اعباء النبوة والقيا بها حتى لا تثقل عليك۔**

یعنی ہم نے نبوت سے متعلقہ ذمہ داریوں کو ہلکا کر دیا تاکہ آپ کو بھاری معلوم نہ ہوں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضیلت بھی بہت دی اور کام بھی بہت دیا مشرکین کے درمیان توحید کی بات اٹھانا بڑا سخت مرحلہ تھا۔ آپ کو تکلیفیں بہت پہنچیں جن کو آپ برداشت کرتے چلے گئے اللہ تعالیٰ نے صبر دیا اور استقامت بخشی پھر ایمان کے راستے کھل گئے۔ آپ کے صحابہ بھی کار دعوت میں آپ کے ساتھ لگ گئے اور عرب و عجم میں آپ کی دعوت عام ہوگئی۔ **فصلى اللّٰه عليه وعلى اله وعلى من جاهد معه.**

ورفعنا لك ذكرك. (اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا) اس کی تفصیل بہت بڑی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا اذان میں، اقامت میں، تشہد میں، خطبوں میں، کتابوں میں، وعظوں میں، تقریروں میں، تحریروں میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالم بالا میں بلایا آسمانوں کی سیر کرائی، سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا جب کسی آسمان تک پہنچتے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام دروازہ کھلواتے تھے وہاں سے پوچھا جاتا تھا کہ آپ کون ہیں؟ وہ جواب دیتے تھے کہ میں جبرئیل ہوں پھر سوال ہوتا تھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ وہ جواب دیتے تھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح سے تمام آسمانوں میں آپ کی رفعت شان کا چرچا ہوا۔ علامہ قرطبی نے بعض حضرات سے اس کی تفسیر میں یہ بھی ذکر کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام پر نازل ہونے والی کتابوں میں آپ کا تذکرہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ آپ کی تشریف لانے کی بشارت دیں اور آخرت میں آپ کا ذکر بلند ہوگا جب آپ کو مقام محمود عطا کیا جائے گا اور اس وقت اولین و آخرین رشک کریں گے آپ کو کوثر عطا کر دیا جائے گا۔ دنیا میں اہل ایمان تو محبت اور عقیدت سے آپ کا ذکر کرتے ہی ہیں اہل کفر میں بھی بڑی تعداد میں ایسے لوگ گزرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جنہوں نے دنیاداری کی وجہ سے ایمان کو قبول نہیں کیا لیکن آپ کی رسالت و نبوت اور رفعت عظمت کے قائل ہوئے آپ کی توصیف و تعریف میں کافروں نے مضامین بھی لکھے ہیں اور نعتیں بھی کہی ہیں اور سیرت کے جلسوں میں حاضر ہو کر آپ کی صفات اور کمالات برابر بیان کرتے

رہتے ہیں۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا، اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

(بے شک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے، بیشک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے)

اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ جو مشکلات درپیش ہیں یہ ہمیشہ نہیں رہیں گے اور اسے مستقل ایک قانون کے طریقہ پر بیان فرمایا کہ بیشک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بے شک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے اس کلمہ کو دو مرتبہ فرمایا جو آپ کے لئے بہت زیادہ تسلی کا باعث ہے آپ کی بعد آنے والے آپ کی امت کے افراد و اشخاص جب آپ کے بتائے ہوئے کاموں میں لگیں اور دینی دعوت میں مشغول ہوں مشکلات سے پریشان نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ان کے دور ہونے کی امیدیں رکھیں ابتداء میں مشکلات ہوتی ہیں پھر ایک ایک کر کے چھٹتی چلی جاتی ہیں۔

تفسیر درمنثور میں بحوالہ عبدالرزاق وابن جریر وحاکم وبیہقی حضرت حسن (مرسلاً) سے نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت خوشی کی حالت میں ہنستے ہوئے باہر تشریف لائے آپ فرما رہے تھے لن یغلب عسر یسرین (کہ ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں ہوگی) اور آپ یہ پڑھ رہے تھے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا، اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

دوسری روایت میں یوں ہے جو بحوالہ طبرانی اور حاکم وبیہقی (فی شعب الایمان) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے ایک پتھر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مشکل آئے جو اس پتھر میں اندر داخل ہو جائے تو آسانی بھی آئے گی جو اس کے پیچھے سے داخل ہوگی اور اس کو نکال دے گی اس پر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آیت کریمہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا نازل فرمائی۔

حضرات علماء کرام نے فرمایا کہ جب کسی اسم کو معرف باللام ذکر کیا جائے پھر اسی طرح دوبارہ اس کا اعادہ کیا جائے تو دونوں ایک ہی شمار ہوں گے اور اگر کسی اسم کو نکرہ لایا جائے اور پھر اس کا بصورت نکرہ اعادہ کر دیا جائے تو دونوں علیحدہ علیحدہ سمجھے جائیں گے۔ جب آیت کریمہ میں عُسر کو دو بار معرفہ لایا گیا اور یُسر کو دو بار نکرہ لایا گیا تو ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیوں کا وعدہ ہو گیا اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ پوری دنیا ایک ہی ہے اس میں جو مشکلات ہیں ان کا مجموعہ شئی واحد ہے مشکلات کے بعد دنیا ہی میں آسانی آتی رہتی ہے ایک آسانی تو یہ ہوئی اور دوسری آسانی وہ ہے جو اہل ایمان کو آخرت میں نصیب ہوگی جس کا فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی میں وعدہ فرمایا ہے اور وہ بہت بڑی نعمت ہے یہ دنیا کی تھوڑی سی مشکلات جن کے بعد دنیا میں اور آخرت میں بڑی بڑی آسانیاں نصیب ہو جائیں اس کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔

اس کے بعد اللہ جل شانہٗ نے حکم دیا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ.

(جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کے کام میں لگ جائیں)

یعنی داعیانہ محنت میں آپ کا اشتغال خوب زیادہ ہے آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دین حق کی دعوت دیتے ہیں اللہ کے احکام پہنچاتے ہیں۔ اس میں بہت سا وقت خرچ ہو جاتا ہے یہ خیر ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے حکم سے ہے اس میں مشغول ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اس کا اجر بھی بہت زیادہ ہے لیکن ایسی عبادت جس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہو بندوں کا توسط بالکل ہی نہ ہو ایسی عبادت کرنا بھی ضروری ہے جب آپ کو دعوت اور تبلیغ کے کاموں سے فرصت مل جایا کرے تو آپ اپنی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جایا کریں تاکہ اس عبادت کا کیف بھی حاصل ہو اور وہ اجر و ثواب بھی ملے جو براہ راست عبادت اور انابت میں ہے (اور حقیقت میں یہ جو

بلا واسطہ عبادت ہے یہی اصل عبادت ہے بندگی و جو توحید اور ایمان کی دعوت دی جاتی ہے اس کا حاصل بھی تو یہی ہے کہ سب لوگ ایمان کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں جس کے لئے ان کی تخلیق ہوئی ہے جیسے سورۂ والذاریات کی آیت وما خلقت الجن والانس میں بیان فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر عمل کرتے تھے فرائض بھی ادا کرتے تھے ان کے ساتھ عبادات میں بھی مشغول رہتے تھے۔ آپ راتوں رات نماز میں کھڑے رہتے تھے جس سے آپ کے قدم مبارک سوجھ جاتے تھے۔

والی ربک فارغب (اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے)۔ یعنی نماز دعا مناجات ذکر تضرع زاری میں مشغول ہو جائیں۔

فانصب کا ترجمہ "محنت کیا کیجئے" کیا گیا ہے کیونکہ یہ نصب بمعنی مشقت سے مشتق ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ عبادات میں اس قدر نہ لگنا چاہئے کہ نفس تھکن محسوس کرنے لگے نفس کو آسانی پر نہ چھوڑیے اگر نفس کا آرام اور رضامندی دیکھی تو وہ فرض بھی ٹھیک طرح سے ادا نہ ہونے دے گا۔

وھذا اخر تفسیر سورۃ الانشراح والحمدللہ العلیم العلی الفتاح والصلوۃ علی سند رسلہ صاحب الانشراح ومروح الارواح وعلی الہ وصحبہ اصحاب النجاح والفلاح وعلی من قام بعدھم بالصلاح والاصلاح

☆☆☆ . . . . . ☆☆☆

مکی	سورۃ التین	۸ آیتیں ۱ رکوع

اٰیاتُھا ۸ (۹۵) سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ (۲۸) رُکُوْعُھَا ۱

سورۃ تین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۙ﴿۲﴾ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو سب سے اچھے سانچے

تَقْوِیْمٍ ۖ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ

میں پیدا فرمایا ہے۔ پھر ہم اسفل السافلین کی طرف لوٹا دیتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے سو ان کے لئے

غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۔﴿۶﴾ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۔﴿۷﴾ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۔﴿۸﴾

نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ پھر دین کی بابت تجھ کو قیامت کے بارے میں مکذب ہونے کی کیا وجہ ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے۔

ع

اوپر سورۃ والتین کا ترجمہ لکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے تین اور زیتون اور البلد الامین (شہر مکہ مکرمہ) اور طور سینین کی قسم کھا کر انسان کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے اسے احسن تقویم میں پیدا کیا پھر اسے پست ترین حالت میں لوٹا دیا۔ اس آیت کو مفسرین کرام نے مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔ انجیر اور زیتون ایک مشہور درخت ہے جس کے پھلوں سے تیل نکالتے ہیں جسے سورۃ انور میں شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ سے تعبیر فرمایا ہے۔ تیسرا مقسم بہ (جس کی قسم کھائی گئی) طُوْرِ سِیْنِیْنَ ہے۔ اسی کو سورۂ مؤمنون میں طُوْرِ سَیْنَآءَ فرمایا ہے یہ وہی پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ تین اور زیتون کثیر البرکت اور کثیر المنافع درخت ہیں اور کوہ طور کا مشرف ہونا تو واضح ہی ہے۔

چوتھا مقسم بہ البلد الامین یعنی مکہ معظمہ اس کا کثیر البرکت ہونا بھی معلوم ہی ہے وہاں کعبہ مکرمہ ہے جسے سورۂ آل عمران میں مبارک وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فرمایا ہے ان چاروں چیزوں کی قسم کھانے کے بعد فرمایا کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم (سب سے اچھے سانچے) میں پیدا فرمایا ہے درحقیقت انسان اللہ تعالیٰ کی بہت ہی عجیب مخلوق ہے اس کی روح عقل شعور ادراک فہم و فراست تو بے مثال ہیں ہی جسمانی ساخت حسن و جمال اعضاء و جوارح قد و قامت شیریں گفتگو سمع و بصر دیکھنے کی ادائیں رفتار و گفتار کے طریقے قیام و سجود کے

منظر ہے جن میں عجیب وحسین ہیں جن میں مجموعی حیثیت سے کوئی بھی اس کا شریک اور سہیم نہیں ہے۔ انسان قد وقامت والا ہے اس کے دو پاؤں ہیں دو ہاتھ ہیں پاؤں سے سر تا سر قد ہے پھر اس کے سر پر چہرہ ہے جس میں منہ اور آنکھیں اور ناک کان ہیں۔ آنکھوں کی پتلیوں کی چمک، پلکھیوں کے اشارے، ہونٹوں کی مسکراہٹ، دانتوں کی جگمگاہٹ کو بھی ذہن میں لاؤ، دماغ میں مغز ہے سینہ میں قلب ہے دونوں علوم ومعارف کا مخزن ومظہر ہیں ہر چیز حسن وجمال کا پیکر ہے۔ سر پر جو بال ہیں سراپا زینت ہیں اور داڑھی کے جو بال ہیں وہ بھی زینت ہیں (داڑھی مونڈنے والوں کو برا تو کہے گا لیکن بلکم حدیث سُبْحَانَ مَنْ زَیَّنَ الرِّجَالَ بِاللِّحٰی وَالنِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ ہم نے لکھ ہی دیا حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے جس نے مردوں کو داڑھیوں کے ذریعہ اور عورتوں کو سر کے بالوں کے ذریعہ زینت دی۔ (الحدیث ۱۰۰۰ مناوی فی کنوز الحقائق وغیرہ فی الشامی)

سر کے نیچے سینہ ہے جس میں دل ہے جو قدرت کی جگہ ہے پھر اس کے نیچے پیٹ ہے جو خالی ہے اس کو بھرنا پڑتا ہے۔ انسان کے ہاتھوں کو دیکھو دس انگلیاں ہیں ہر ایک میں تین تین پورے ہیں پھر ہتھیلی ہے جس میں انگوٹھا بھی لگا ہوا ہے سب انگلیاں مڑتی ہیں موڑنے سے ہتھیلی میں بھی گہراؤ پیدا ہو جاتا ہے پھر نیچے پر موڑے ہے اوپر کو دیکھو تو کہنیاں بھی مڑتی ہیں اور اوپر نظر ڈالو تو مونڈھوں کے قریب بغلوں میں بھی موڑ ہے وہاں سے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے جا سکتے ہیں اور عام حالات میں نیچے کو لٹکے رہتے ہیں۔ دونوں انگوٹھے جو دونوں ہاتھوں میں ہیں بڑے کمال کی چیزیں ہیں انگوٹھا نہ ہوتا تو اشیاء کے پکڑنے سے عاجز ہوتے۔ اس کے بغیر کسی چیز کو اٹھا نہیں سکتے منہ میں دانت ہیں جو چبانے کا کام دیتے ہیں اور ان کی سفیدی میں سراپا حسن وجمال ہے منہ میں زبان بھی ہے بات بھی کرتی اور چیزوں کا مزہ بھی چکھتی ہے۔ سر میں کان جوڑے ہوئے ہیں سننے کا کام تو سوراخوں ہی سے ہو جاتا ہے لیکن کانوں سے چہرہ اور سر میں ایک عجیب حسن آ گیا ہے۔ اور ایک بات اور مزیدار ہے وہ یہ ہے کہ اگر کان ابھرے ہوئے نہ ہوتے تو چشمہ کہاں لگاتے کانوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ چشمہ ان پر ٹھہرا رہتا ہے۔ حروف کی ادائیگی پر بھی نظر ڈالو اقصائے حلق سے لے کر ہونٹوں کے بڑی حصہ تک حروف کی ادائیگی ہوتی ہے۔ خالق کائنات جل مجدہ نے جس حرف کا جو مخرج مقرر فرما دیا ہے اس کے علاوہ اور کسی جگہ سے نہیں نکل سکتا۔

انسانی قد وقامت کا نیچے والا حصہ کمر کے نیچے سے شروع ہوتا ہے اس میں ٹانگیں ہیں جو رانوں اور پنڈلیوں اور گھٹنوں پر مشتمل ہیں۔ ان کے درمیان شہوت کی جگہ ہے اور پاخانہ کے نکلنے کا راستہ بھی ہے کمر کے موڑ جھکنے کے لئے ہے جو رکوع کرنے میں اور نیچے کی چیزیں اٹھانے میں کام دیتا ہے پھر گھٹنوں کا موڑ ہے اس کے ذریعہ اونگڑوں میں بیٹھتے ہیں سجدہ کرتے ہیں اور کرسی پر بیٹھتے ہیں پنڈلیاں لٹکا لیتے ہیں اگر گھٹنوں کا موڑ نہ ہوتا تو کرسی پر بیٹھنا مشکل ہو جاتا پھر ابھرے ہوئے ٹخنوں کا حسن دیکھو اور انگلیوں کا تناسب اور ترتیب دیکھو ساتھ ہی ٹانگوں کے حسن وجمال پر بھی نظر ڈالو اور ہاں پاؤں کا پھیلاؤ بھی تو دیکھنا چاہئے۔ اگر پاؤں پھیلے ہوئے نہ ہوتے صرف ایڑیوں پر ٹانگیں ختم ہو جاتیں تو میں صاحب یہاں کرتے اور وہاں کرتے نہ چلتے نہ پھرتے نہ دوڑتے نہ بھاگتے وغیرہ وغیرہ یہ انسان کی جسمانی ساخت ہے جو کمال وجمال کا آئینہ ہے اور اعضاء انسانی کی حرکت میں جو ادائیں ہیں ان کے حسن کو بھی انسان ہی سمجھ پاتا ہے۔ جسمانی کمال وجمال کے علاوہ اللہ جل شانہ نے انسان کو جو عقل وادراک نصیب فرمایا ہے جس کے ذریعہ دوسری مخلوقات پر حکمران ہے بحر وبر پر اس کی حکومت ہے اور جو کچھ اس نے اپنے آرام وراحت کی چیزیں ایجاد کی ہیں عمارتیں بنائی ہیں طیارے سیارے ہیں ان سب میں اس کے ظاہری اعضاء اور فہم وادراک دونوں چیزوں کا دخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو فضیلت اور فوقیت دی ہے۔ سورۃ الاسراء میں اس بارے میں فرمایا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی

البر والبحر ورزقناھم من الطیبت وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا

(اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سواریاں اور لذیذ لذیذ چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی) کسی شاعر نے انسان کو خطاب کر کے کہا ہے

وترعم انک جرم صغیر وفیک انطوی العالم الأکبر

انسان کے احسن تقویم ہونے کا ایک بہت بڑا مظاہرہ اس میں بھی ہے کہ کسی بھی بدصورت سے بدصورت انسان سے سوال کیا جائے کہ تو فلاں خوبصورت حیوان کی صورت میں داخل ہونے کو تیار ہے تو وہ ہرگز قبول نہیں کرے گا نہ کر سکتا ہے۔

ثم رددناہ اسفل سافلین (پھر ہم انسان کو نیچے درجہ والوں سے بھی نیچی حالت میں لوٹا دیتے ہیں) بعض مفسرین کرام نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ شانہ نے اچھی صورت میں پیدا فرمایا اچھے سے اچھے سانچے میں ڈھال دیا حسن و جمال کا پیکر بنا دیا وہ قوت اور طاقت کے ساتھ جیتا رہا اور اپنے ناز و انداز دکھاتا رہا پھر جب اللہ تعالیٰ نے بڑھاپا دیا تو بہت ہی بری حالت میں ہو گیا نظر بھی کمزور کان بھی بہرے ہو گئے دماغ میں خفقان اور جنون نسیان دماغ یکا شعور اور ادراک ختم قد جھک گیا کمر کمان بن گئی ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں دوسروں پر وبال خدمت کا محتاج یہ بدحالی بڑھاپے میں انسان کو لاحق ہو جاتی ہے۔

سورۂ یاسین میں اسی کو فرمایا ہے

ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون

(اور ہم جس کی عمر زیادہ کر دیتے ہیں اس کو سابقہ طبعی حالت پر لوٹا دیتے ہیں)

اس کے بعد فرمایا الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت (الایۃ)

(مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بڑا ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا)

اوپر جو ثم رددناہ اسفل سافلین کی تفسیر کی گئی ہے اس کے مطابق مفسرین نے اس استثناء کا یہ مطلب بتایا ہے کہ مؤمنین اور صالحین بندے بڑھاپے کی حالت کو پہنچ کر بھی ناکارہ نہیں رہتے وہ ایمان پر جمے رہتے ہیں ان کے ایمان اور اعمال کی وجہ سے ان کا ثواب جاری رہتا ہے اور یہ اجر موت کے بعد انہیں مل جائے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا (مطلب یہ ہوا کہ کافر اپنی قوت اور طاقت جوانی سے دھوکہ کھا کر ایمان اور اعمال صالحہ سے دور رہتا ہے پھر اسے دوہرا خسران اور نقصان لاحق ہو جاتا ہے اول تو دنیا میں بڑھاپے کی بدحالی دوم موت کے بعد دوزخ کا داخلہ اور وہاں کے عذاب کی فراوانی) اور اہل ایمان ہر حال میں ایمان اور اعمال صالحہ پر جمے رہتے ہیں آخرت میں ان کے لئے بے انتہا اجر ہے تفسیر میں تکلف ہے استثناء کا جو اطمینان بخش طریقہ پر نہیں بیٹھتا۔ علمائے تفسیر میں سے جن حضرات نے اسفل سافلین سے دوزخ مراد لی ہے ان کی بات دل کو زیادہ لگتی ہے۔ صاحب معالم التنزیل نے کہا ہے وقال الحسن وقتادۃ ومجاھد یعنی ثم رددناہ الی النار یعنی الی اسفل السافلین لان جھنم بعضھا اسفل من بعض

یعنی حضرات حسن، قتادہ، مجاہد نے فرمایا ہے کہ اَسْفَلُ السَّافِلِیْن سے دوزخ مراد ہے اس کے مختلف طبقات ہیں بعض بعض سے نیچے ہیں اس صورت میں دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انسان کو سب سے اچھے سانچے میں ڈھالا حسن قامت اور حسن اعضاء کا جمال دے کر اس پر احسان فرمایا سارے انسانوں کو اس انعام کے شکریہ میں شکر گزار ایماندار اور اعمال صالحہ والا ہونا لازم تھا لیکن انسانوں کی دو قسمیں ہو گئیں بعض مؤمن ہو گئے بعض کافر اور کافروں میں بھی فرق مراتب ہے ان مراتب کے اعتبار سے جہنم کے طبقات میں داخلہ ہوگا

ن میں بہت سے وہ بھی ہوں گے جو اخلاق اسافلین میں جائیں گے جیسا کہ سورۃ النساء میں ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار فرمایا ہے انسانوں کی یہ جماعت یعنی کفار جو دنیا میں حسن و جمال اور اچھے قد و قامت والے تھے دوزخ میں جائیں گے دنیا کی خوبصورت و خوشحال اور ناز و انداز کی رفتار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئے گی۔ بنی آدم کا دوسرا گروہ یعنی مومنین صالحین دوزخ سے بچ جائیں گے نہیں ذلت نصیب ہوگی اور اعمال صالحہ کا اجر و ثواب ہمیشہ ملتا رہے گا۔

صاحب روح المعانی نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے حیث قال ثم المتبادر من السیاق الاشارۃ الی حال الکافر یوم القیامۃ وانہ یکون علی اقبح صورۃ وانشعھا بعد ان کان علی احسن صورۃ وابدعھا لعدم شکرہ تلک النعمۃ وعدمہ بموجبھا (کہ آپ نے جو سیاق کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ قیامت کے دن کافر کی حالت ہے اور باوجود اس کے کہ وہ بہترین شکل و اور عمدہ شکل والا انسان تھا نعمتوں کی ناشکری اور ان کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بدترین حالت و بری صورت پر ہوگا)

یاد رہے کہ خطاب انسان سے جنس انسان مراد ہے بنابرایں انسان کا خوبصورتی میں ایک ہی طرح ہونا پھر اسفل اسافلین میں داخل ہونا لازم نہیں آتا۔

فما یکذبک بعد بالدین (سوائے انسان اس کے بعد تجھے کیا چیز قیامت کا جھٹلانے والا بنا رہی ہے) مطلب یہ ہے کہ اے انسان تجھے اپنی تخلیقی حالت معلوم ہے کہ کس طرح پیدا کیا گیا اور تجھے کیسی حسین تقویم میں وجود بخشا گیا تو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتا رہا یہ سب دیکھتے ہوئے اور خالق کائنات جل مجدہ کی قدرت کو سمجھتے ہوئے اس بات کا کیسے منکر ہو رہا ہے کہ مرنے کے بعد جائے جائیں گے اور ایمان اور کفر اور اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ یہ سب تخلیقی احوال دیکھ کر تجھے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر یقین نہیں آتا جو چیز اس پر قدرت سے جو تیرے سامنے ہیں اسے دوبارہ زندہ کر کے محاسبہ اور مواخذہ پر بھی قدرت ہے۔

الیس اللہ باحکم الحاکمین (کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟) یہ استفہام تقریری ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش کائنات میں دیکھنے سے یہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ سب حاکموں کا حاکم ہے سب پر اسی کی حکومت ہے تکوینی طور پر بھی سب اسی کے اختیارات میں اور تشریعی طور پر بھی سب اسی کے بھیجے ہوئے دین کے پابند ہیں جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے یہاں دنیا میں بھی اسی کا حکم نافذ ہے اور آخرت میں بھی اسی کے فیصلے نافذ ہوں گے۔

وقضی بینھم بالحق وقیل الحمد للہ رب العلمین.

فائدہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص سورۃ والتین والزیتون پڑھنا شروع کرے پھر الیس اللہ باحکم الحاکمین پر پہنچے تو یوں کہے بلی وانا علی ذلک من الشھدین (واقعی اللہ احکم الحاکمین ہے اور میں اس پر گواہ ہوں) اور جو شخص لا اقسم بیوم القیامۃ پڑھنا شروع کرے پھر الیس ذلک بقدر علی ان یحیی الموتی پر پہنچے تو یوں کہے بلی (واقعی یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے) اور جو شخص سورۃ المرسلات پڑھنا شروع کرے پھر فبای حدیث بعدہ یؤمنون پر پہنچے تو یوں کہے امنا باللہ یعنی ہم اللہ پر ایمان لائے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۸۱)

وھذا اخر تفسیر سورۃ التین والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی من ارسل بالقران المبین وعلی اصحابہ اصحاب الھدی والتقی والیقین وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین

مکی	سورۃ العلق	۱۹ آیتیں ۱ رکوع

اٰیاتہا ۱۹ (۹۶) سُوْرَۃُ الْعَلَقِ مَکِّیَّۃٌ (۱) رکوعہا ۱

سورۃ علق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ

پڑھئے آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھئے جس نے پیدا کیا اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھئے اور آپ کا رب بڑا

الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ

کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی انسان کو جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا۔

یہاں سے سورۃ العلق شروع ہو رہی ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا ہے کہ آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھئے جس نے سب کچھ پیدا فرمایا ہے تعمیم کے لئے مفعول محذوف فرما دیا' نیز رعایت فاصلہ بھی مطلوب ہے اس کی وجہ سے بھی مفعول حذف کیا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ فرشتے کی آمد سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار حرا میں تنہا وقت گزارا کرتے تھے۔ یہ تنہائی آپ کو محبوب تھی متعدد راتیں وہاں گزار کر اپنے گھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تھے وہ مزید چند دن کے لئے کھانے پینے کا سامان تیار کر دیتی تھیں' یہ سامان لے کر آپ پھر غار حرا میں واپس چلے جاتے تھے۔ ایک دن آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ اچانک فرشتہ آ گیا۔ فرشتہ نے کہا اقْرَاْ (پڑھئے) آپ نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) فرشتے نے آپ کو پکڑ کر خوب اچھی طرح بھینچ دیا' پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے آپ نے پھر وہی فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں' فرشتے نے دوبارہ اسی زوردار طریقے پر بھینچ دیا' پھر چھوڑ دیا اور وہی بات کہی کہ پڑھئے آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں' فرشتے نے تیسری بار پھر آپ کو بھینچ دیا پھر چھوڑ دیا اور اس مرتبہ اس نے یہ پورا پڑھ دیا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ

آپ نے ان الفاظ کو دہرایا اور غار حرا سے گھبرائے ہوئے واپس تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے آپ نے فرمایا کہ مجھے کپڑا اوڑھاؤ مجھے کپڑا اوڑھاؤ انہوں نے کپڑا اوڑھا دیا۔ یہاں تک کہ جب خوف و پریشانی کی کیفیت دور ہو گئی تو حضرت خدیجہؓ کو پوری بات بتائی۔ (حدیث طویل ہے جو صحیح بخاری ص ۳ ج ۱ اور صحیح مسلم ص ۸۸ ج ۱ پر مذکور ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں آیات مذکورہ بالا ہی تھیں قال النووی فی شرح صحیح المسلم ھذا ھو الصواب الذی علیہ الجماھیر من السلف والخلف. (علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں یہی وہ درست قول ہے جس پر جمہور سلف وخلف متفق ہیں) اس کے کچھ عرصے کے بعد آیت یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ نازل ہوئیں اور برابر وحی نازل ہونے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ (صحیح بخاری ص ۳ ج ۱)

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنا چاہئے اور سورۂ نحل کی آیت فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ سے معلوم ہوا کہ پہلے اعوذ باللہ پڑھ جائے پہلے استعاذہ پھر بسملہ دونوں پر امت کا عمل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی معمول رہا ہے۔

سورت کے شروع میں اول مخلوق کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا کیونکہ ساری مخلوق اللہ جل شانہ کی شان ربوبیت کا مظہر ہے پھر خصوصی طور پر انسان کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ انسان خون کے لوتھڑے سے پیدا فرمایا لہٰذا انسان کو اپنے رب کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہونا چاہیے اپنے خالق اور پروردگار کے ذکر میں اور اس کی نعمتوں کے شکر میں کار ہے گو دوسرے حیوانات بھی نطفہ منی سے پیدا ہوتے ہیں لیکن ان میں وہ عقل اور شعور وادراک نہیں ہے جو انسان کو عطا فرمایا گیا ہے۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (آپ پڑھئے اور آپ کا رب سب سے بڑا کریم ہے)

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا)

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا)

ارشاد فرمایا کہ آپ پڑھئے اس کا خیال نہ کیجئے کہ آپ نے مخلوق سے نہیں پڑھا آپ کا رب سب سے بڑا کریم ہے اسے علم دینے کے لئے اسباب کی حاجت نہیں ہے اس نے قلم کے ذریعہ سکھایا اور جسے چاہا بغیر قلم کے بھی سکھا دیا انسانوں کے پاس جو علم ہے سارا استاد اور کتاب اور قلم ہی سے تو نہیں ہے جس ذات پاک نے اسباب کے ذریعہ علم دیا اسے بلا اسباب بھی علم دینے پر قدرت ہے آپ کو جو علم دیا بغیر قلم وحی فرمایا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ اَرَءَيْتَ

یہ قطعی بات ہے کہ واقعی انسان سرکشی کرتا ہے اس بنا پر سے کہ اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے۔ اے مخاطب بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ اے مخاطب تو

الَّذِیْ یَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝

اس شخص کا حال بتا دے جو بندہ کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے اے مخاطب یہ بتا دے کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقویٰ کا حکم کرتا ہو۔

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ

اے مخاطب تو بتا دے اگر وہ جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو تو خود تو اس نے یہ نہیں جانا کہ بیشک اللہ دیکھتا ہے ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آئے

لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝

تو ہم اس پیشانی کو جو جھوٹی ہے خطا کار ہے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ سو چاہئے کہ اپنی مجلس کو بلا لے ہم عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔

كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ۱۹

ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانیے اور نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے۔

روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ابوجہل کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت زیادہ دشمنی تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لاتے تھے اور نماز ادا فرماتے تھے ایک دن ابوجہل نے لات اور عزیٰ کی قسم کھا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مٹی میں اپنا چہرہ ملائیں گے (یعنی سجدے میں جائیں گے) تو میں ان کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھنے کے لئے آگے بڑھا فوراً اپنے پاؤں پیچھے ہٹا اور دونوں ہاتھوں کو اس طرح ہلا رہا تھا جیسے کسی چیز سے بچاؤ کر رہا ہو لوگوں نے کہا کیا ہوا کہنے لگا کہ میرے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور ڈراؤنی حالت ہے اور بازوؤں والی مخلوق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مجھ سے قریب ہو جاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو کر کے اچک لیتے اس پر آیت کریمہ کلا ان الانسان لیطغی سے آخر سورت تک نازل ہوئیں۔ (روح المعانی ۲۰۔۳ ج ۲)

اب سبب نزول جاننے کے بعد آیات کا مطلب اور ترجمہ سمجھ لیجئے۔

كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى (یہ تحقیقی بات ہے کہ انسان ضرور ضرور سرکشی اختیار کر لیتا ہے) یعنی اپنی آدمیت کی حد سے نکل جاتا ہے اور اپنے کو بڑا سمجھنے لگتا ہے اپنے خلاق کی نافرمانی اور سرکشی میں لگ جاتا ہے اِنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (اس کا یہ سرکشی پر اتر آنا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے) یعنی مال و دولت کی وجہ سے یوں سمجھتا ہے کہ اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے میں ہی سب کچھ ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کچھ دیا ہے وہ دے بھی سکتا ہے اور چھین بھی سکتا ہے۔ سرکش انسان پیدا کرنے والے اور مال دینے والے کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا۔

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى۔ (اے مخاطب بے شک تجھے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے) یہ سرکشی کرنے والا بھی اپنے رب کی طرف واپس ہوگا دنیاوی مالداری کو نہ دیکھے اور اموال دنیا پر نظر کرکے اپنے رب کو نہ بھولے کیونکہ ہر حال میں مرنا ہے مر کر جہاں جائے گا وہاں مال و اولاد کوئی کسی کے کام نہ آئیں گے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى۔

(اے مخاطب! تو بتا کہ جو شخص بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے اسکا کیسا عجیب اور قبیح حال ہے)۔

اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى۔

(اے مخاطب تو ہی بتا کہ جو بندہ ہدایت پر ہے اور تقویٰ کا حکم دیتا ہے اس کو نماز سے روکنا کتنی بڑی قبیح اور شنیع بات ہے)۔

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (اے مخاطب! تو بتا دے کہ اگر یہ نماز سے روکنے والا شخص حق کو جھٹلاتا ہو اور حق سے اعراض کرتا ہو تو اس کا کیا انجام ہوگا؟) ہر شخص غور کرے صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں وتقدیر نظم الاٰیة اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى وهو على الهدى وامر بالتقوى والناهى مكذب متول عن الايمان فما اعجب من هذا؟ (نظم آیت کی تقدیر یوں ہے کہ "کیا آپ نے اس آدمی کو دیکھا ہے جو ہمارے بندہ کو روکتا ہے جب کہ وہ نماز پڑھتا ہے حالانکہ وہ بندہ ہدایت پر ہے۔ اور تقویٰ کا حکم کرتا

نے روکنے والے جھٹلانے والے اور ایمان سے اعراض کرنے والے ہے۔ پس اس سے زیادہ تعجب کی بات اور کیا ہوگی)

عربی میں خطاب ایک محاورہ کے اعتبار سے احترامی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہاں تین جگہ خطاب انیت و ردعا ہے جو ہر اس شخص فہم و بصیرت کو خطاب ہے۔ ہر سمجھنے والا جانتا ہے کہ جو شخص نماز پڑھنے والے کو نماز سے روکتا ہے اور یہ نماز پڑھنے والا خود ہدایت پر رہتے ہوئے دوسروں کو تقوی کا حکم دیتا ہے اس کو نماز سے روکنے والے کا عمل کیا ہے اور اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہیئے" جو شخص جھٹلانے والا اور اعراض کرنے والا ہے پھر اوپر سے نماز پڑھنے والے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے اس کا انجام سوچ لیا جائے پھر اس انجام کو اجمالی طور پر یوں بیان فرمایا کہ الم یعلم بان اللہ یری

(کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ بیشک اللہ دیکھتا ہے) جب اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے اور اسے نماز پڑھنے والے اور نماز سے روکنے والے کی حالت کا علم ہے تو وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ نمازی کو نماز کا ثواب ملے گا اور نماز سے روکنے والے کو روکنے کی سزا ملے گی اور عذاب ہوگا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے سے روکا تو آپ نے ابوجہل کو جھڑک دیا۔ اس پر ابوجہل نے کہا (کہ مجھے جھڑکتے ہو) میں پوری وادی کو گھوڑوں سے اور فوجی لوگوں سے بھر دوں گا اس پر آیات ذیل نازل ہوئیں۔

کلا لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ

(خبردار اگر یہ شخص اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کو پکڑ کر گھسیٹیں گے جو پیشانی جھوٹی ہے خطا کار ہے)

فلیدع نادیہ (سو جب وہ عذاب میں مبتلا ہوا اپنی مجلس والوں کو بلالے)

سندع الزبانیۃ (ہم عذاب کے فرشتوں کو بلائیں گے) جن کے سامنے اس کا کوئی بس نہیں چل سکتا معالم التنزیل میں زجاج سے نقل کیا ہے کہ زبانیۃ سے دوزخ کے فرشتے مراد ہیں جنہیں سورۃ التحریم میں غلاظ شداد فرمایا ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ اگر ابوجہل اپنی مجلس والوں کو بلاتا تو اللہ تعالیٰ کے زبانیۃ فرشتے اسے پکڑ لیتے لفظ زبانیہ زبن سے ماخوذ ہے جو دفع کرنے کے معنی میں آتا ہے چونکہ دوزخ پر مقرر فرشتے دوزخیوں کو دھکے دے دے کر دوزخ میں ڈالیں گے اس لئے ان کو زبانیہ فرمایا۔

کلا اس شخص کا ایسی حرکتیں کرنا اچھا نہیں ہے ان سے باز آجائے۔

لاتطعہ اے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ اس کی بات نہ مانیے نماز نہ چھوڑیئے اور ایمان اور اعمال خیر سے جو یہ روکتا ہے اس میں اس کی اطاعت نہ کیجئے واسجد (اور اپنے رب کے لئے سجدہ کرتے رہئے) واقترب (اور اپنے رب کا قرب حاصل کرتے رہئے) اس میں خوب زیادہ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا جس میں تکثیر سجدات کا حکم بھی آجاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب سجدہ کی حالت میں ہو لہٰذا تم خوب زیادہ دعا کیا کرو۔ (رواہ مسلم ص ۱۹۱ ج ۱) حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ (نماز تہجد کے لئے) میں نے آپ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دوسری ضرورت کی چیزیں حاضر کر دیں آپ نے فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے کہا کہ میرا تو یہی مطلوب ہے آپ نے فرمایا اچھا تو اپنے نفس کے مقابلہ میں میری مدد کرو اور خوب سجدے کیا کرو (رواہ مسلم ص ۱۹۳ ج ۱) مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس آگے بڑھنے نہیں دیتا اور صرف عبادت بھر وسہ نہیں کرنا چاہئے تم بھی محنت کرو

میں بھی عار نہ کرے سستی نہ کرے تو اس کی بات نہ مانا خوب ہمت اور محنت کے ساتھ سجدوں کی کثرت کرتے رہنا بندہ کے پاس اپنا عجز و نیاز اور تذلیل اور شان عبدیت کا عملی اقرار اظہار کرنے کے لئے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ اپنے اشرف الاعضاء یعنی سر کو ارذل العناصر یعنی مٹی پر رکھ دے اور اپنے رب کریم کے حضور اپنی ذات کو بالکل ذلیل کر کے پیش کر دے اسی لئے حضرات اکابر نے فرمایا ہے کہ نماز کے ارکان میں سب سے بڑا رکن سجدہ ہی ہے اور اسی لئے ہر رکعت میں قیام اور رکوع ایک ایک بار اور سجدہ دو بار ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا آیات بالا ابوجہل لعین کی بے ادبی اور بدتمیزی اور گستاخی پر نازل ہوئیں اس کے بارے میں جو لَنَسْفَعًا بالناصیۃ فرمایا ہے اس سے اس کی دنیا کی ذلت بھی مراد لی جا سکتی ہے بدر کی لڑائی میں وہ دیگر مشرکین کے ساتھ بڑے طمطراق اور فخر و غرور کے ساتھ آیا اور بری طرح مقتول ہوا اگر آیت کریمہ سے یہ دنیا مراد لی جائے تو پیشانی پکڑ کر گھسیٹنے سے ذلیل کرنا مراد ہوگا اور روح المعانی میں یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب اس کا سر کاٹ دیا اور خدمت عالی میں حاضر کرنے کے لئے اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکے لہٰذا انہوں نے ابوجہل کے کان میں سوراخ کیا اور اس میں رسہ ڈال کر کھینچتے ہوئے لے گئے۔

اور آخرت کا عذاب اور وہاں کی ذلت مراد لی جائے تو وہ بھی مراد لے سکتے ہیں۔

سورۃ المومن میں فرمایا ہے۔ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ.

(سو عنقریب جان لیں گے جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے کھولتے ہوئے پانی میں کھینچے جائیں گے پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے)

اور سورۃ الرحمٰن میں فرمایا ہے:

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ۔

(مجرمین کو ان کی پیشانیوں سے اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا)

ناصیۃ (پیشانی) کو کاذبۃ سے موصوف فرمایا اس سے پوری شخصیت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا ہر ہر جزء ہر عضو جھوٹا اور خطا کار ہے۔

قال صاحب الروح ویفید انه لشدة کذبه وخطائه کان کل جزء من اجزائه یکذب ویخطی. (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے جھوٹ کی شدت اور اس کی خطا کاری کی شدت کی وجہ سے ہے گویا کہ اس کے اجزاء میں سے ہر جز جھٹلاتا تھا اور انکار کرتا تھا)

اس سورت میں کلا تین جگہ آیا ہے عربی میں یہ لفظ ردع یعنی جھڑکنے اور روکنے کے لئے آتا ہے اور کبھی کبھی حقاً کے معنی میں بھی آتا ہے پہلی جگہ حقاً کے معنی میں ہے اور دوسری تیسری جگہ زجر و توبیخ کے لئے لایا گیا ہے یعنی جس شخص کی یہ حرکتیں ہیں اسے ان حرکتوں سے بچنا لازم ہے

لَنَسْفَعًا مصحف میں الف کے ساتھ مکتوب ہے جو صیغہ جمع متکلم بالام تاکید و نون خفیفہ ہے سفع یسفع سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے شدت کے ساتھ کھینچنا نون خفیفہ کو الف کے ساتھ لکھا گیا ہے اس پر وقف کریں گے تو الف ہی کے ساتھ وقف کیا جائے گا یعنی نون واپس نہیں آئے گا جیسا کہ وَلِیَکُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ میں نون خفیفہ و تنوین کی صورت میں لکھا گیا ہے اس کے آخر میں بھی الف ہے اس پر

بھی الف کے ساتھ وقف کیا جائے گا۔

فائدہ:۔ آیت کریمہ ارءیت الذی ینھی عبدا اذا صلی سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے سے روکنا مسلمان کا کام نہیں تھا یہ کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ابوجہل نے کیا تھا جس پر سورۃ العلق کی آیات نازل ہوئیں بہت سے لوگ جو مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں اپنی اولاد کو فرض نماز تک پڑھنے سے روکتے ہیں اور ایسے کاموں میں لگا دیتے ہیں جس میں نماز فوت ہو جاتی ہے اور محکمے والے یا پینی والے نماز پڑھنے کا موقع نہیں دیتے اگر کسی لڑکے والے احساس ہو کہ فرائض ضائع ہو رہے اور ماں باپ سے کہے کہ میں اس کام کو چھوڑتا ہوں تو کہتے ہیں ایک تو ہی رہ گیا ہے ملازمت کے لئے" کتنی دنیا ہے جو نماز نہیں پڑھتی تو نے ہی نہ پڑھی تو کیا ہو جائے گا؟ (یہ نہیں سمجھتے کہ فرض نماز چھوڑنے والوں کے لئے دوزخ کا داخلہ ہے) اسی طرح پینیوں کے ذمہ دار بڑے بڑے تاجر خود نماز پڑھتے ہیں نہ ملازمین کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اگر کوئی شخص نماز کی بات کرے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا نقصان ہوگا قضاء نماز گھر جا کر پڑھ لینا اول تو ایسی جگہ ملازمت کرنا ہی حرام ہے جہاں فرائض ضائع ہوتے ہیں اور ایسی پینیوں کا ذمہ دار بننا جن میں نماز پڑھنے کا موقع نہ دیا جائے یہ بھی حرام ہے لوگ دنیا کے نقصان کو دیکھتے ہیں نماز کی دینی دنیاوی برکات آخرت کے فوائد اور عذاب سے نجات اور بے انتہا اجر و ثواب کو نہیں دیکھتے۔

بندۂ مؤمن کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں فریضوں کو انجام دے نہ یہ کہ نماز پڑھنے والوں کو نماز سے روک دے ایک نماز ہی پر کیا منحصر ہے شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہر گناہ سے روکنا لازم ہے ہر گناہ سے بھی روکیں اور نیکیوں کا بھی حکم کرتے رہیں اگر کوئی شخص حرام روزی کماتا ہو اور کوئی عالم بتا دے کہ یہ پیشہ حرام ہے اور فلاں کاروبار کمائی حرام ہے اور کوئی نوجوان اس کو چھوڑنے لگے اور حلال کے لئے فکرمند ہو جائے تو ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار اور دوست احباب اس سے کہتے ہیں کہ تجھے تقوے کا ہیضہ ہو گیا ہے دنیا میں کون ہے جو حلال کھا رہا ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ دوسروں کے حرام کھانے سے اپنے کو حرام کھانا حلال نہیں ہو جاتا فتفکروا یا اھل الاسلام.

فائدہ:۔ اس سورت کی آخری آیت میں سجدہ تلاوت کی آیت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سجدہ پر فرمایا تھا کما روی مسلم (ص ۲۱۵ ج ۱) عن ابی ھریرۃ قال سجدنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اذا السماء انشقت واقرا باسم ربک.

وھذا اخر تفسیر سورۃ العلق والحمدللہ الذی خلق والصلاۃ والسلام علی رسولہ الذی صدع بالحق من امن بہ اطمئن من البخس والرھق

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ القدر	۵ آیتیں ۱ رکوع

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵) (۹۷) اٰيَاتُهَا ۵ رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ قدر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۚ تَنَزَّلُ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۙ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں۔ وہ سراسر سلامتی ہے۔ وہ فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

ع ۱ التلاوۃ مع الآیۃ ۱۸ ۲۲ وقف لازم

اوپر سورۃ القدر کا ترجمہ کیا گیا ہے جس میں قرآن مجید نازل فرمانے کا اور شب قدر کی برکات کا تذکرہ فرمایا ہے اول تو یوں فرمایا کہ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا) قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس سال میں نازل ہوا پھر شب قدر میں نازل فرمانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کے بارے میں مفسرین کرام نے فرمایا کہ پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے اتار کر سماء دنیا یعنی قریب والے آسمان میں اتار دیا گیا' وہاں بیت العزت میں رکھ دیا گیا پھر جبرئیل علیہ السلام حسب الحکم تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی کے طور پر لاتے رہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ.

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم ماہ رمضان میں نازل ہوا' چونکہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے اس لئے اس میں کوئی تعارض نہیں۔

شب قدر کی فضیلت بتاتے ہوئے اول تو سوال کے پیرایہ میں اس کی اہمیت بتائی اور فرمایا وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۔ (اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟)

اس کے بعد ارشاد فرمایا: لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

(شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ہزار مہینے تک اعمال صالحہ میں مشغول رہے جن میں شب قدر نہ ہو اور کوئی شخص شب قدر میں مشغول عبادت رہے تو اس کا یہ عمل ہزار مہینوں کے اعمال صالحہ میں لگے رہنے والے شخص سے افضل ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو فی

سکیل اللہ ہزار مہینہ تک اپنے کاندھے پر جہاد کے لئے تیار رہتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات پسند آئی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پروردگار! آپ نے میری امت کو وہ مختصر عمر والی امتوں سے مقابلہ میں عمریں کم دی ہیں اور عمریں کم ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال بھی کم ہیں (ان کے لئے بھی زیادہ ثواب کی کوئی سبیل ہونی چاہئے) اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۂ قدر نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (معالم التنزیل صفحہ ۴۱۴ ج ۴)

ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور ۴ مہینے ہوتے ہیں پھر شب قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا۔ اس قدر بہتر ہونے کا علم اللہ ہی کو ہے مؤمن بندوں کے لئے شب قدر بہت خیر و برکت کی چیز ہے ایک رات جاگ کر عبادت کریں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کا ثواب پائیں اور اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے؟ اسی لئے تو حدیث شریف میں فرمایا

مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ

(یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہوگا (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہوگیا اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔ (ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اس میں عبادت کرنے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بجھا کر عبادت کرلینا کوئی ایسی قابل ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا اگر کوئی شخص ایک پیسہ تجارت میں لگا دے اور بیس روز روپیہ کا نفع پائے اس کو کتنی خوشی ہوگی اور جس شخص کو اتنے بڑے نفع کا موقع ملا پھر اس نے توجہ نہ کی اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں اس امت کی عمر بہت سے بہت ۶۰ یا ۷۰ سال ہوتی ہے اللہ پاک نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرمادی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کردیا محنت کم ہوئی وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی عمر والی امتوں سے بڑھا دیا اس امت پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام ہے۔

(فللّٰہ الحمد علی ما أعطی و أنعم و أکرم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو (یعنی ان راتوں میں محنت کے ساتھ جاگو ان میں سے کوئی نہ کوئی شب قدر ہوگی) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۲)۔ کیونکہ بعض روایات میں ستائیسویں شب کا خصوصی ذکر آیا ہے اس لئے اس میں شب بیداری کرنا یعنی نماز اور تلاوت اور ذکر میں لگے رہنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھتے ہوئے نمازوں میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے شب قدر میں قیام کیا یعنی نماز پڑھتا رہا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۳ از بخاری)

قیام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں کھڑا رہنے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے عبادت میں مشغول نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت

سے عبادت میں لگا رہے علماء نے فرمایا کہ ثواب کا یقین کرنے بشارت قطب سے خدا اور جو جتنا زیادہ سے زیادہ عبادت میں لگے ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنی ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر قرب میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے علماء کا اجماع ہے کہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور کبیرہ گناہ ہی انسان سے بہت زیادہ سرزد ہوتے ہیں عبادات کا ثواب ملے اور ہزاروں گناہوں کی معافی ہو جائے اس قدر فضل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے پتہ چل جائے کہ مجھے شب قدر ہے تو میں اس میں کون سی دعا مانگوں" آپ نے فرمایا یوں دعا مانگنا اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

(اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں لہٰذا مجھے معاف فرما دیجئے)

دیکھئے کیسی دعا ارشاد فرمائی نہ زر مانگنے کو بتایا نہ زمین نہ حسن نہ دولت بس یہ مانگا معافی بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ اس سے زیادہ اہم ہے وہاں اللہ کے معاف فرمانے سے کام چلے گا اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دنیا کی ہر نعمت اور دولت و ثروت بیکار ہوگی اصل شئی معافی اور مغفرت ہی ہے۔

لڑائی جھگڑے کا اثر:۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن اس لئے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرما دیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی اطلاع دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین میرے ذہن سے اٹھا لی گئی کیا بعید ہے کہ یہ اٹھا لینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ (رواہ البخاری)

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر برا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے شب قدر کی تعیین اٹھا لی یعنی کس رات کو شب قدر بتانے کا ارادہ فرمایا تھا اس کا علم جاتا رہا یہ کیا وہ قلب سے اٹھا لیا اگرچہ بعض وجوہ سے اس میں بھی امت کا فائدہ ہوگیا جیسا کہ ان شاء اللہ ہم ابھی ذکر کریں گے بہرحال جب آپس کا جھگڑا بھی برا ہے تو اس سے آپس میں جھگڑنے کی مذمت کا پتہ چلا۔

شب قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح:۔ علماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی متعین نہ بتانے کے بارے میں فلاں رات کو شب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں۔

اول:۔ یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور موجودہ صورت میں اس احتمال پر شاید آج ہی شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

دوسری:۔ یہ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو معاصی یعنی گناہ کے بغیر نہیں بنتے تعیین کی صورت میں رہا جو معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اندیشناک تھی۔

تیسری:۔ یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا اور اب بشاشت کے ساتھ رمضان کی چند راتوں کی عبادت شب قدر کی تلاش میں

نصیب ہو جاتی ہے۔

چوتھی:۔ یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔

پانچویں:۔ یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں اس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم ہونے کے محض احتمال پر رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتے ہیں۔ جمعہ کی مہر سے خاص رمضان المبارک میں تعیین بڑھا دی گئی اور اس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی مہر سے ہمیشہ کے لئے تعیین چھوڑ دی گئی۔ اس میں بھی امت کے لئے خیر ہی ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ

(اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں)

الملائکہ کے ساتھ **الروح** بھی فرمایا جس سے جمہور علماء کے نزدیک حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں اسی لئے ترجمہ میں فقط روح القدس اختیار کیا گیا ہے۔ بعض حضرات نے روح کا ترجمہ رحمت بھی کیا ہے **مِنْ كُلِّ اَمْرٍ** کی تفسیر کے بارے میں روح المعانی میں چند اقوال لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ فرشتے اللہ کی طرف سے ہر طرح کی خیر و برکت لے کر نازل ہوتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت میں نازل ہوتے ہیں اور ہر وہ بندہ جو کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کر رہا ہو ان سب پر رحمت بھیجتے ہیں پھر جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بطور فخر ان بندوں کو پیش فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا جزاء ہے جس نے اپنا عمل پورا کر دیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس کی جزا یہ ہے کہ اس کا اجر پورا دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ میرے فرشتو! میرے بندوں اور میری بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر لازم تھا اور اب گڑگڑانے کے لئے نکلے ہیں قسم ہے میرے عزت و جلال اور کرم کی اور میرے علو و ارتفاع کی کہ میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر بندوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا لہٰذا اس کے بعد (عید گاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی شعب الایمان)

سلامٌ یہ رات سراپا سلامتی ہے پوری رات فرشتے ان لوگوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں جو اللہ کے ذکر و عبادت میں لگے رہتے ہیں اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ شب قدر پوری کی پوری سلامتی اور خیر والی ہے۔ اس میں شر نام کو نہیں ہے اس میں شیطان پر کسی کو برائی پر ڈال دے یا کسی کو تکلیف پہنچا دے اس کی طاقت سے باہر ہے۔ (زرقانی معالم التنزیل)

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (یہ رات فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے) اس میں یہ بتا دیا کہ لیلۃ القدر رات کے کسی حصے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے شروع حصے سے لے کر صبح صادق ہونے تک برابر شب قدر اپنی خیرات اور برکات کے ساتھ باقی رہتی ہے۔

فائدہ:۔ وجہ تسمیہ لیلۃ القدر اس نام سے کیوں موسوم کیا گیا؟ اس کے بارے میں بعض حضرات نے تو یہ فرمایا ہے کہ چونکہ اس رات میں عبادت گزاروں کا شرف بڑھتا ہے (اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے اعمال کی قدر دانی بہت زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے شب قدر کہا گیا)۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ چونکہ اس رات میں تمام مخلوقات کا نوشتہ آئندہ سال کے اسی رات کے آنے تک فرشتوں کے حوالے کر

دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لئے مامور ہیں اس لئے اس کو لیلۃ القدر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس میں ہر انسان کی عمر اور رزق اور بارش وغیرہ کے مقادیر مقررہ فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہے محققین کے نزدیک چونکہ سورۂ دخان کی آیت فیھا یفرق کل امر حکیم کا مصداق شب قدر ہی ہے اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ شب قدر میں آئندہ سال پیش آنے والے امور کا اس رات میں فیصلہ کر دیا جاتا ہے لوح محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

شب قدر کی پندرہویں شب جسے لیلۃ البرأت کہا جاتا ہے اس کی جو فضیلتیں وارد ہوئی ہیں جن کی اسانید ضعیف ہیں ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ بھی ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کو لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال میں کون سا بچہ پیدا ہوگا اور کس آدمی کی موت ہوگی اور اس رات میں بنی آدم کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اسی میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح (ص ۱۱۵) میں یہ حدیث کتاب الدعوات للامام البیہقی سے نقل کی ہے جسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے شب قدر اور شب برأت کے فیصلوں کے بارے میں توجیہ کی ہے کہ ممکن ہے کہ واقعات شب برأت میں لکھ دیے جاتے ہوں اور شب قدر میں فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہوں۔ صاحب بیان القرآن نے سورۂ دخان کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے اور لکھا ہے احتمال کے لئے ثبوت کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ:۔ چونکہ شب قدر رات میں ہوتی ہے اس لئے اختلاف مطالع کے اعتبار سے مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف اوقات میں ہو تو اس سے کوئی اشکال لازم نہیں ہوتا کیونکہ بمشیت الٰہی ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر ہوگی وہاں اس رات کی برکات حاصل ہوں گی۔

فائدہ:۔ جس قدر ممکن ہو سکے شب قدر کو عبادات میں گزارنے کی کوشش کرے کچھ بھی نہیں تو کم از کم مغرب اور عشاء اور فجر کی نماز تو جماعت سے پڑھ ہی لے اس کا بھی بہت زیادہ ثواب ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لی گویا اس نے آدھی رات نماز میں قیام کیا اور جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھ لی گویا اس نے پوری رات نماز پڑھ لی۔ (رواہ مسلم ص ۲۳۲ ج ۱)

وھذا اٰخر تفسیر سورۃ القدر والحمد للّٰہ الذی اکرم ھذہ الامۃ بھا وانعم علیھا والصلوۃ والسلام علی سید الرسل الذی انزلت علیہ وحاء بھا وعلی اٰلہ وصحبہ ومن عمل بھا.

☆☆☆ . . ☆☆☆

مدنی	سورۃ البینۃ	۸ آیتیں ۱ رکوع

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۰ رُكُوْعُهَا ۱

مدنی ہے اور اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا
صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ ؕ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا
الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ

یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے سورۂ زلزال تک جتنی سورتیں نازل ہوئی تھیں وہ سب مکی تھیں اس سورت سے لے کر سورۂ ناس تک جتنی سورتیں ہیں وہ سب مدنی ہیں۔ سورۂ بینہ میں سو آیات اور ایک رکوع ہے۔ اس سورت کا نام بینہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں بینہ کا لفظ آیا ہے۔ بینہ کا معنی ہے واضح دلیل۔ اس سورت میں بینہ کا لفظ دو جگہ آیا ہے۔ پہلی جگہ بینہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسری جگہ بینہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس سورت میں بتایا ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین اپنے اپنے دین پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے ان کی ہدایت سے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل یہ تھی کہ آپ نے ان کے سامنے ایک ایسی کتاب پیش کی جو ہر قسم کے باطل سے پاک تھی اور اس میں بڑی مضبوط باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ جب تک یہ دلیل نہیں آئی تھی اہل کتاب اور مشرکین اپنے اپنے دین پر جمے ہوئے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ پر قرآن نازل ہوا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے آپ کے معجزات دیکھے اور آپ کا خوبصورت کلام سنا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو نور ایمان سے بھر دیا۔ یہ لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے اپنے اپنے دین سے جدا ہونے والے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس سے کئی ماہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا اور ان کی بشارت دینے والا رسول نہ آ گیا۔ جب رسول آ گیا اور قرآن مجید نازل ہو گیا تو یہ لوگ اپنے اپنے دین سے ہٹ گئے۔ اس سورت میں یہ بات بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دلیل بھی ہے اور وہ صحیفے بھی ہیں (یعنی نبی ہونے کے ناطے سے تمام علوم الصلوٰۃ والسلام کی تائید) جن پر قرآن مجید مشتمل ہے یہ قرآن مجید

کی سورتیں بھی مراد ہو سکتی ہیں ان صحیفوں کی تعریف میں مطہرۃ بھی فرمایا ہے کہ وہ ہر طرح کی کذب اور جھوٹ سے پاک ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان صحیفوں میں کتب قیمہ یعنی آیات اور احکام ہیں اور جو اس میں مکتوب ہیں اور صحف قیمہ عدل و انصاف والے احکام اور صراط مستقیم والے قوانین ہیں جیسا کہ سورۃ الزمر میں فرمایا

قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلھم یتقون ۔

(عربی قرآن میں کوئی ٹیڑھ نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں)

آسمانی کتابوں کی جو صفات اور ہدایات قرآن مجید نے بیان فرمائی ہیں ان میں اہل کتاب بہت سے حق ہیں) اور جنہیں ہدایت قبول نہ ہونا تھا وہ کفر و عناد پر اڑے رہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کلام پڑھ کر اور قرآن پر ایمان لانے سے کتنی ہی امیدیں سامنے آنے کے باوجود اپنی ضد پر اڑے رہے اور اس میں وہ حضرات بھی ہیں جنہوں نے آپ کی تشریف آوری سے پہلے یہود و نصاریٰ کی زبان سے یہ سنا تھا کہ آخری نبی کے آنے کا زمانہ قریب ہے ان کی بعثت ہونے والی ہے اور ہم آپ پر ایمان لائیں گے لیکن جب آپ تشریف لے آئے تو مشرف ہونے کی بجائے آپ کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور ایمان سے محروم رہے جن کی تعداد تھوڑی سی تھی اور دوسرا فریق جو بڑی تعداد میں تھے وہ کفر پر اڑے رہے۔

وما امروا (الایۃ) مشرکین اور کفار کو صرف یہی تعلیم دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی سے توحید میں کسی مخلص زمین و آسمان عبادات میں کبھی اور دین اسلام کے علاوہ تمام ادیان سے حق کو اور دین اسلام کو حق سمجھیں یہ کتنی ہی حکمت والی اور قائم رہنے والی تعلیم ہے جو چاہتا ہے یہ حکمت دیتا ہے یہ فضل فیصلہ ہے جس کی شریعت کے احکام میں جو بھی تبدیل کرنا چاہے اس میں کوئی نہیں یہی دین سارے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کا دین ہے سب نے اسی دین کی تعلیم دی یہود و نصاریٰ خود بھی اس بات کو جانتے تھے اور جانتے ہیں لیکن ضد اور عناد کی وجہ سے حق کو جانتے ہوئے قبول نہ کیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ۝

بیشک جو لوگ اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے کافر ہو گئے وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین مخلوق ہیں ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝ ع ۲۳

کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

شرک کفر کی مذمت اور توحید کی حکمت بیان فرمانے کے بعد آخری تین آیتوں میں سے پہلی آیت کا ترجمہ ہے ارشاد فرمایا ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خلدین فیھا اولئک ھم شر البریۃ

ان میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ مشرکین کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے جہنم کی آگ میں جیسے سو تکھڑی ان کے بارے میں سورۃ البینۃ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق پیدا فرمائی ہے ان میں سے یہ بدترین مخلوق ہیں۔

انسانوں میں بہت بڑی تعداد میں وہ لوگ بھی نظر آتے ہیں اور اب بھی ہیں جو اہل کتاب ہیں اور مشرک ہیں یعنی وہ کسی معبود کے

قائل نہیں ہیں نہ موحد ہوئے اور نہ مشرک بن کر اور ان میں وہ بھی ہیں جو خالق تعالیٰ شانہ کے وجود ہی کے قائل نہیں اور ملحد اور زندیق بھی ہیں جن کا کوئی دین نہیں یہ سب لوگ بھی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کا مصداق ہیں یعنی کافر ہیں ان کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی نبی پر ایمان نہ لایا خواہ تمام انبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا یہ سب لوگ بھی کافر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام کے سوا کوئی دین مقبول نہیں ہے اور دین اسلام کا ہر منکر کافر ہے سورۂ نساء میں فرمایا

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۔

(اے لوگو تمہارے پاس رسول آ گیا حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تم اس پر ایمان لاؤ اور اپنی جانوں کے لئے خیر کا ارادہ کرو اور اگر تم نے اختیار کر رکھا ہے بے شک اللہ کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمان میں اور زمین میں ہے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے)

سورہ آل عمران میں فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔

(اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ حال لوگوں میں سے ہوگا)

پھر سورۂ آل عمران میں (چند آیات کے بعد) فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اس حالت میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ان میں سے کسی سے زمین بھر کر بھی سونا قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ جان چھڑانے کے لئے دینا چاہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا)۔

خوب سمجھ لیا جائے کہ دین اسلام کا ہر منکر کافر ہے اسلام کے جھوٹے دعوے دار منافق بھی کافر ہیں کیونکہ دل سے اسلام کے منکر ہیں یہ لوگ اگر کفر پر مر گئے تو ان کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہوگا اس میں ہمیشہ رہیں گے جو حال منکرین اسلام اہل کتاب اور مشرکین کا ہوگا وہی دوسرے کافروں کا بھی ہوگا دوزخ میں ہمیشہ کے لئے جانے والے کو شَرُّ الْبَرِیَّۃ سب سے زیادہ بدترین مخلوق بتایا ہے کیونکہ دنیا میں مخلوق نے اپنے خالق اور مالک کو نہ پہچانا اور اس کے بھیجے ہوئے دین کو قبول نہ کیا یہ لوگ آخرت میں بدترین عذاب میں ہوں گے جس سے کبھی بھی چھٹکارہ نہ ہوگا اپنے عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے بھی بدترین اور انجام کے اعتبار سے بھی بدترین ہوں گے۔

پھر اہل ایمان اور اعمال والے بندوں کے لئے فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۔

(بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے یہ لوگ (خیر البریہ) ہیں یعنی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۔

(ان لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس ایسے باغ ہیں جو بہنے کے باغ ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔)

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ تعالیٰ ان سے اس وقت بھی راضی تھا جب دنیا میں تھے اور عالم آخرت میں بھی ان سے راضی ہوگا۔

وَرَضُوْا عَنْهُ (اور جو بندے جنت میں داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے)۔

انہیں تنا ٹے گا اتنا مے گا کہ ان کے تصور سے باہر ہوگا اور وہ اس سب پر بہت بڑی خوشی کے ساتھ راضی ہوں گے دلی طلب اور تمنا نہ رہے گی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے کہ اے جنت والو! وہ کہیں گے کہ اے رب ہم حاضر ہیں اور فرمانبرداری کے لئے موجود ہیں اور ساری خیر آپ ہی کے قبضے میں ہے! پھر ان سے اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ عرض کریں گے کہ اے رب ہم کیوں راضی نہ ہوں گے آپ نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو کسی کو بھی نہیں دیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کیا میں تمہیں اس سے افضل عطا نہ کردوں؟ وہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ خبردار میں تم پر ہمیشہ کے لئے اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں۔ اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہوں گا۔ (رواہ البخاری ص ۹۶۹ ج ۲)

ذلك لمن خشي ربه (یہ نعمتیں اس کے لئے ہیں جو اپنے رب سے ڈرا)

یعنی جس نے اپنے رب کی شان خالقیت اور شان ربوبیت اور شان انتقام کو سامنے رکھا اور اس بات کو بھی سامنے رکھا کہ قیامت کا دن ہوگا اس دن ایمان اور کفر کے فیصلے ہوں گے رب تعالیٰ شانہ منکرین کا مواخذہ فرمائے گا اور عذاب میں داخل کرے گا لہٰذا مجھے اسی دنیا میں رہتے ہوئے صاحب ایمان اور صاحب اعمال صالحہ ہونا چاہئے جب دنیا میں فکرمند ہوا اور اپنے رب سے ڈرتا رہا تو قیامت میں جو نعمتیں پائے گا جن کا اوپر ذکر ہوا۔

واللہ المستعان علی کل خیر

☆☆☆ ... .☆☆☆

مدنی	سورۃ الزلزال	۸ آیتیں ۱ رکوع

پارہ ۳۰ | (۹۹) سُوْرَةُ الزِّلْزَال مَدَنِيَّة (۹۳) | رکوعھا ۱

[illegible]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[illegible]

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝

[illegible]

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا

[illegible]

ع ۱ اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

[illegible]

یہ سورت اس کے نام سے ظاہر ہے کہ زلزلہ سے شروع ہوتی ہے اور زلزلہ بہت سخت ہلا مارنے اور سخت حرکت کرنے کے معنی میں آتے ہیں دونوں باب فعلہ (زلزل یزلزل) سے مصدر میں زلزلہ بنتا ہے جو تاکید اور بیان شدت کے لئے ایا کیا ہے جیسا کہ سورۃ احزاب میں فرمایا وزلزلوا زلزالا شدیدا۔ یہاں بھی قیامت کے زلزلے کو بیان فرمایا ہے یہ زلزلہ بہت زیادہ سخت اور شدید ہوگا۔ جیسا کہ سورۃ حج میں فرمایا۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ

(اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے)

مطلب یہ ہے کہ جب قیامت کا زلزلہ جیسا کہ اس سورۃ کے پہلے شروع میں آیا ہے وہ تو پوری زمین کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گا۔ اس وقت کی سخت مصیبت کو سورۃ حج میں اس طرح بیان فرمایا ہے یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملھا وتری الناس سکری وما ھم بسکری ولکن عذاب اللہ شدید

(جس روز تم اس کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل ڈال دیں گی اور تجھے لوگ نشہ کی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز)

اتنے بڑے سخت زلزلہ کے بعد میدان حشر میں حاضری ہوگی۔ سب قبروں سے نکل کر حساب کتاب کے لئے جمع کئے جائیں گے اب زمین اپنے اندر کے دفینوں کو نکال دے گی جسے وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا میں بیان فرمایا ہے مردے بھی باہر آجائیں گے اور اموال بھی یہ سب اموال کسی کے کچھ کام نہ آئیں گے جن پر دنیا میں لڑائیاں لڑا کرتے تھے اور لوگوں کی جانیں لیتے تھے میدان حشر میں لوگ جمع ہوں گے اعمال نامے پیش ہوں گے۔ گواہیاں ہوں گی انہی گواہیاں دینے والوں میں زمین بھی ہوگی جسے يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا میں بیان فرمایا ہے۔

انسان یہ حالت دیکھ کر حیران رہ جائے گا اور کہے گا کہ مَالَهَا بالکل اس زمین کو کیا ہوا یہ تو بے جان چیز تھی نہ بولتی تھی نہ کسی سے بات کرتی تھی آج تو باتیں کر رہی ہے، بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا زمین کا یہ بات کرنا اس لئے ہے کہ اس کے رب نے اسے حکم دیا ہے اور بولنے کی قوت اور طاقت دے دی ہے (جیسے انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے ایسے ہی زمین گواہی دے دے گی جس پر سکونت اختیار کئے ہوئے تھے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت کریمہ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا تلاوت فرمائی۔ پھر صحابہؓ سے خطاب کر کے فرمایا تم جانتے ہو اس کا خبر دینا کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں فرمایا اس کا خبر دینا یہ ہے کہ ہر بندہ اور بندی کے بارے میں ان اعمال کی گواہی دے گی جو اعمال اس کی پشت پر کئے تھے وہ کہے گی کہ فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا زمین کی خبریں دینے کا یہ مطلب ہے۔ (رواہ الترمذی فی اواخر ابواب التفسیر)

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ (الایۃ) قیامت کے دن پیشیوں اور حساب کتاب سے فارغ ہو کر لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں کو واپس ہوں گے۔ متفرق جماعتوں میں بٹ کر چلیں گے، ان میں سے جنت والے داہنے ہاتھ کو روانہ ہو جائیں گے اور دوزخ والے بائیں طرف کے راستہ پر چل پڑیں گے۔ لفظ اَشْتَاتًا میں مختلف جماعتیں بیان کرنا مقصود ہے یہ شتیت کی جمع ہے جو متفرق کے معنی میں آتا ہے اس کو سورۃ الروم میں وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ میں بیان فرمایا ہے اور سورۃ الزمر کی آیت وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ میں بیان فرمایا ہے وہ دن کیسا ہیبت ناک ہوگا جب ایمان و کفر کی بنیاد پر ہوا رہ ہوگا دنیا میں جو مومن اور کافر فاجر اور متقی ملے جلے رہتے تھے یہ مل جل کر رہنے کی حالت ختم کر دی جائے گی اور ارشاد ہوگا۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ.

(اور اے مجرمو! آج جدا ہو جاؤ)

لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ میں یہ بتا دیا کہ میدان حشر سے آگے اپنے مقام میں جانے کے لئے جو روانگی ہوگی وہ اپنے اپنے اعمال کی جزا سزا دیکھنے کے لئے ہوگی۔

پھر اس اجمال کی تفصیل بیان فرمائی (گو وہ تفصیل بھی اجمال کو لئے ہوئے ہے جو بڑی محکم اور فیصلہ کن بات کرنے والی ہے) ارشاد فرمایا فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ.

(سو جو شخص ذرہ برابر بھی کوئی خیر کا کام کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جنت میں نعمتوں سے نوازا جائیگا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ. (اور جس شخص نے ایک ذرہ برابر کوئی شر (یعنی برائی) کا کام کیا وہ اس کو دیکھ لے گا) یعنی اس کی سزا پالے گا اپنے کئے کا انجام دیکھ لے گا۔

ان دونوں آیتوں میں خیر اور شر اور اصحاب خیر اور اصحاب شر کے بارے میں دونوک فیصلہ فرمایا ہے ایمان ہو یا کفر اچھے اعمال ہوں یا برے اعمال سب کچھ سامنے آجائے گا۔ لہٰذا کوئی کسی بھی نیکی کو نہ چھوڑے خواہ کتنی بھی معمولی معلوم ہو اور کسی بھی برائی کا ارتکاب نہ کرے

خواہ قلیل ہی معمولی ہو

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اموال زکوٰۃ کے نصاب بیان فرمائے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کو قیامت کے دن کا عذاب بتایا آخر میں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے اگر کسی کے پاس گدھے ہوں۔ ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں کیا تفصیل ہے؟ آپ نے فرمایا گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم (خصوصی) نازل نہیں کیا گیا یہ آیت جو اپنے مضمون میں منفرد اور جامع ہے نازل کی گئی ہے یعنی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (رواہ البخاری ص ۱۴۱ و مسلم ص ۳۱۹ ج ۱)

مومن بندوں کو کسی موقع پر بھی ثواب کمانے سے (اگرچہ تھوڑا ہی سا عمل ہو) غفلت نہیں برتنی چاہئے جیسا کہ گناہ سے بچنے کی فکر بھی لازم ہے، آخرت کی فکر رکھنے والے بندوں کا ہمیشہ یہی طرز رہا ہے جس قدر بھی ممکن ہو جانی اور مالی عبادت میں لگے رہیں اللہ کے ذکر میں کوتاہی نہ کریں اگر ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کا موقع مل جائے تو کہہ لیں۔ ایک چھوٹی سی آیت تلاوت کرنے کا موقع ہو تو اس کی تلاوت کرنے سے دریغ نہ کریں۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فمن لم یجد فبکلمۃ طیبۃ

(دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دو سو اگر وہ بھی نہ پاؤ تو بھلی بات ہی کہہ دو (رواہ البخاری ص ۹۷۱ ج ۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور خطبے میں فرمایا۔ خبردار! یہ دنیا ایسا سامان ہے جو سامنے حاضر ہے اس میں سے نیک اور بد سب کھاتے ہیں پھر فرمایا خبردار آخرت (اگرچہ ادھر رہے) اس کا وعدہ سچا ہے اس میں وہ بادشاہ فیصلے فرمائے گا جو قدرت والا ہے پھر فرمایا خبردار ساری خیر پوری کی پوری جنت میں ہوگی اور خبردار شر یعنی برائی پوری کی پوری دوزخ میں ہوگی۔ پھر فرمایا کہ خبردار عمل کرتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ تم اپنے اعمال پر پیش کئے جاؤ گے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

(سو جس نے ایک ذرہ کے برابر خیر کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ کے برابر شر کا کام کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا)

(رواہ الشافعی کذا فی المشکوٰۃ ص ۴۸۵)

ہر مومن کے سامنے سورۃ الزلزال کی آخری دونوں آیت پیش نظر رہنی چاہئیں خیر میں کوئی کوتاہی نہ کریں اور ہلکے سے ہلکے کسی گناہ کا بھی ارتکاب نہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ عائشہ معمولی گناہوں سے بھی پرہیز کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بارے میں مطالبہ کرنے والے ہیں (یعنی اعمال کے لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ بعض ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے زیادہ باریک ہیں یعنی انہیں تم معمولی سا گناہ سمجھتے ہو اور ہمارا یہ حال تھا کہ ہم انہیں ہلاک کرنے والی چیزیں سمجھتے تھے۔ (رواہ البخاری ص ۹۶۰ ج ۲)

فضیلت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ اذا

زُلزلت الارض نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۂ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (رواہ الترمذی فی ابواب فضائل القرآن)

وهذا آخر تفسير سورة الزلزال والحمد لله الكبير المتعال والصلاة والسلام عن من جاء بالحسنات والصالح من الاعمال، وعلى من صحبه وتبعه باحسان الى يوم المال

☆☆☆.....☆☆☆

مکی	سورۃ العٰدیٰت	۱۱ آیتیں ۱ رکوع

آیاتہا ۱۱ (۱۰۰) سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۴) رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ عادیات مکی ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے وقت اپنے سانس سے آواز نکالتے ہیں پھر ٹاپوں سے آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت غارت گری کرتے ہیں پھر اس وقت

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝

پھر اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے اور بے شک وہ اس بات پر خود گواہ ہے

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي

اور بے شک وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور ظاہر کر دیا جائے گا جو

الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝

سینوں میں ہے بے شک ان کا رب ان کے ساتھ اس دن خوب باخبر ہوگا۔

یہ سورۃ عادیات کا ترجمہ ہے۔ اس میں گھوڑوں کی پانچ حالتوں کی قسم کھا کر انسان کا ناشکرا ہونا بتایا ہے۔ عٰدیٰت سے دوڑنے والے گھوڑے اور ضبحا سے وہ گھوڑے مراد ہیں جو دوڑتے وقت ہانپتے ہیں لفظ فعل محذوف سے تصبح کا مفعول مطلق ہے اور الْمُوْرِيٰتِ اَوْرٰى يُوْرِيْ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی آگ جلانے کا ہے اور قدحا اس کا مفعول ہے پتھر سے پتھر کو ایک دوسرے پر مار کر آگ نکالنے کو قدح کہا جاتا ہے دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہوا کہ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہوئے ہانپنے والے ہیں جو چلتے ہوئے آگ جلانے والے ہیں یعنی جس طرح پتھر سے آگ نکلتی ہے اسی طرح ان کے پاؤں مارنے سے آگ نکلتی ہے (خاص کر جن میں وہ بے فعل کے ہوئے ہوتے ہیں)۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا

(پھر یہ گھوڑے صبح صبح غارت گری ڈالنے والے ہیں پھر اپنے کھروں سے غبار اڑانے والے ہیں اثرن اثار یثیر سے ماضی معروف

جمع مونث کا صیغہ ہے اور ضبحا اس کا مفعول ہے مطلب یہ ہے کہ یہ گھوڑے دوڑتے ہوئے جب تیز ہوتے ہیں تو ان کے پاؤں سے غبار اڑتا ہے۔

فوسطن بہ جمعا (پھر یہ گھوڑے کسی جگہ پہنچتے ہیں تو اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں) اہل عرب کے نزدیک گھوڑوں کی بڑی اہمیت تھی۔ ان کا قوی کام یہی تھا کہ یہ سفر کرتے رہتے تھے اور دوسرے قبیلوں پر صبح صبح غارت گری ڈالتے تھے یعنی رات بھر سفر کرتے تھے اور جب صبح ہوتی تھی تو جہاں حملہ کرنا ہوتا وہاں حملہ کر دیتے تھے، اموال لوٹ لیتے تھے اور جو کوئی سامنے آتا اسے قتل کر دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم کھائی اور انہیں یاد دلایا کہ یہ گھوڑے تم نے تو خریدے ہیں ان میں ایسے ایسے جاندار جنگوں میں کام آنے والے گھوڑے بھی ہیں، دوسری قسموں کی طرح ان قسموں کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے اس سورت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں ان کو (آپ پر ایمان لانے سے پہلے) غلط کاموں میں استعمال کرتے رہے تو اب اس کا رخ بھی بدل جانا چاہئے گا اور یہ گھوڑے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں استعمال ہونے چاہئیں۔ ھذا ما سنح فی قلبی فی ربط القسم بہ والمقسم بہ واللہ تعالیٰ اعلم باسرار کلامہ (یہ وہ ہے جو میرے دل میں قسم اور قسم کھائے جانے والوں کے بارے میں آیا ہے باقی اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کے اسرار کو خوب جانتا ہے)

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ان سے جہاد فی سبیل اللہ کے گھوڑے مراد ہیں۔ (روح المعانی) اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ان سے حج میں کام آنے والے گھوڑے مراد ہیں جو عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے منیٰ لے جاتے تھے (واعترض علی ھذین القولین بان السورۃ مکیۃ ولم یکن فی ذلک الحین جھاد ولا حج، ولم یفرض ای واحد منھما فی مکۃ المکرمہ)۔ (ان دونوں قولوں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ سورت مکی ہے اور اس وقت نہ جہاد تھا نہ حج اور نہ ان میں سے کوئی فرض ہوا تھا)

ان الانسان لربہ لکنود (بلاشبہ انسان اپنے رب کا واقعی بڑا ناشکرا ہے)۔

لکنود کا ترجمہ کفور (یعنی بہت ناشکرا) کیا جاتا ہے اس کے علاوہ بھی بعض تفسیریں کی گئی ہیں حضرت ابوعبیدہ نے اس کا مطلب قلیل الخیر بتایا ہے حضرت حسن نے فرمایا ہے کہ کنود وہ شخص ہے جو مصیبتوں کو شمار کرتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے (من معالم التنزیل ص ۴۸۱ ج ۴)

وانہ علی ذلک لشھید (اور بلاشبہ انسان اس بات پر گواہ ہے) یعنی وہ اپنی ناشکری کے حال سے واقف ہے۔ جو جانتا ہے میں یہ بھی اور یہ بھی کرتا ہوں۔

وانہ لحب الخیر لشدید (اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت اور مضبوط ہے) مال دینے سے اور خرچ کرنے سے اس کا دل گھبراتا ہے ہاتھ آئے ہوئے سے ہرگز جدا نہیں ہوتا اور مال جمع کرنے میں بہت تیز ہے اور آگے آگے ہے۔

افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور

(کیا انسان اس وقت کا علم نہیں رکھتا جب قبروں والے اٹھائے جائیں گے)

یعنی مردہ زندہ ہو کر نہیں گے (بحشرون من الاجداث سراعا) اور دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر کر دیا جائے گا انسان کو یہ وقت جان لینا چاہئے نہیں جانتا تو اب جان لے اور یہ سمجھ لے کہ مال کے بارے میں خالق کائنات جل مجدہ نے بہت سے احکامات عطا فرمائے ہیں ان کی خلاف ورزی پر پکڑ ہوگی۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اور سینوں میں جو کچھ چھپا رکھا ہے وہ سب ظاہر کر دیا جائے گا جو کوئی گناہ بری نیت اعمال کی محبت دنیا کی الفت دل میں چھپائے ہوئے تھے قیامت کے دن سب کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ یوں آج بھی اسی دنیا میں ہر ایک کے احوال اور اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہ پوری طرح سب حالات سے باخبر ہے چونکہ وہ حساب کا دن ہوگا اس لئے خصوصیت کے ساتھ اس کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کو اس دن پوری طرح بندوں کے حالات کی خبر ہوگی نیز بندوں پر بھی ان کے اعمال واضح ہو جائیں گے۔ سورت کے آخر میں واضح فرمایا۔

والحمد للّٰہ تعالیٰ علی ما انعم واکرم من الآلاء والنعم

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ القارعہ	۱۱ آیتیں ۱ رکوع

پارہ ۱۱ (۱۰۱) سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۰) رکوعہا ۱

سورۃ القارعہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

وہ کھڑکھڑانے والی چیز یہ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز اور آپ کو کیا معلوم ہے کہ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔ جس دن لوگ پریشانی میں پتنگوں کی طرح

الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ

ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ خوشی والی زندگی

رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

میں ہوگا۔ جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کیا معلوم ہے وہ کیا ہے۔ وہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔

یہ سورۃ القارعہ کا ترجمہ ہے۔ القارعہ قرع یقرع سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ ہے کھڑکھڑانے والی چیز جب قیامت قائم ہوگی تو لوگ اپنے اپنے مشغلوں میں، کاروباری دھندوں میں لگے ہوں گے۔ کوئی سودا بیچ رہا ہوگا کوئی خرید رہا ہوگا وہ ساعۃ یعنی اچانک آجائے گی۔ زمین پر جو زندہ لوگ ہوں گے اور زمین کے اندر جو مردے ہوں گے سب ہی کو کھڑکھڑا دے گی ذہنوں میں اس کی اہمیت بڑھانے کے لئے اول فرمایا اَلْقَارِعَةُ (کھڑکھڑانے والی چیز) پھر فرمایا مَا الْقَارِعَةُ (یہ ہے کھڑکھڑانے والی) اس میں بظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے اور حقیقت میں سب انسان اس کے مخاطب ہیں۔

قیامت کی کھڑکھڑاہٹ بیان کرتے ہوئے انسانوں کے اور پہاڑوں کے بعض حالات بیان فرمائے ارشاد فرمایا يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۔

یعنی قیامت کا ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ انسان حیرانی اور پریشانی کی وجہ سے ایسے بکھرے ہوئے نکلیں گے جیسے پروانے روشنی کے آس پاس منتشر نظر آتے ہیں ان میں کوئی ٹھہراؤ اور جماؤ نہیں ہوتا یہاں سورۃ القارعۃ میں كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ اور سورۃ القمر میں كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ (گویا کہ وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئی) فرمایا پھر پہاڑوں کا حال بتایا وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ اور پہاڑ جو زمین پر سب سے بڑی اور بوجھل اور بھاری چیز سمجھے جاتے ہیں قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا کہ وہ اون کی طرح اڑتے ہوئے

پھریں گے اور ان بھی وہ جسے کسی دھننے والے نے دھن دیا ہو جب پہاڑوں کا یہ حال ہوگا تو زمین پر بسنے والی دوسری مخلوق کا کیا حال ہوگا اسی کو سورۃ الواقعہ میں فرمایا

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ

(اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے سو وہ پھیلا ہوا غبار بن جائیں گے) اور سورۃ التکویر میں فرمایا ہے

وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (اور جبکہ پہاڑوں کو چلا دیا جائے گا)

لفظ العهن رنگین اون کے لئے بولا جاتا ہے یہ قید احترازی نہیں ہے بلکہ پہاڑوں کے حسب حال یہ لفظ لایا گیا ہے کیونکہ وہ عموماً رنگین ہوتے ہیں اور یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ ان جانوروں کی پشتوں سے کاٹ کر حاصل کیا جاتا ہے اور وہ عموماً کالے یا کسی رنگ کے ہوتے ہیں اس لئے جانب مشبہ بہ کی حالت کے مطابق لفظ العهن (رنگین اون) لایا گیا انسانوں اور پہاڑوں کی حالت بیان کرنے کے بعد (جو قیامت کے دن ہوگی) میدان حشر میں حاضر ہونے والوں کے حساب کتاب اور حساب کتاب کے نتائج کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ

(پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا یعنی جنت میں جائے گا)

ایسے حضرات کو ایسی زندگی ملے گی جس سے راضی اور خوش ہوں گے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ راضیۃ بمعنی مَرْضِیَۃٌ ہے جیسا کہ وَرَضُوْا عَنْهُ کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ اعلیٰ جنت اپنی نعمتوں سے پوری طرح دل و جان سے راضی ہوں گے اور اپنی زندگی کو بہت ہی عمدہ طیبہ جانتے اور مانتے ہوں گے کسی قسم کی کوئی تکلیف اور ناگواری انہیں محسوس نہ ہوگی اپنے احوال اور نعمتوں میں خوش اور مگن ہوں گے۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۙ

(اور جن لوگوں کے وزن ہلکے پڑ گئے یعنی برائیاں نیکیوں پر بھاری ہوئیں ان کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا)

ہاویہ کے بارے میں سوال فرمایا فرمایا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ (اے مخاطب! تجھے کیا معلوم ہے ہاویہ کیا ہے؟ یہ سوال دوزخ کی تعظیم مصیبت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا پھر خود ہی جواب میں فرمایا نَارٌ حَامِيَةٌ (کہ وہ آگ ہے خوب گرم تیز) وزن اعمال کے بارے میں سورۃ الاعراف کی آیت وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ کے ذیل میں ہم پوری تفصیل لکھ چکے ہیں۔ مختلف علماء کے اقوال بھی وہاں لکھ دیئے ہیں مطالعہ کر لیا جائے۔ سورۃ کہف کی آیت فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا اور سورۃ المومنون کی آیت فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ کی بھی مراجعت کر لی جائے۔

سورۃ القارعہ میں جو وزن اعمال کا ذکر ہے اگر اس سے ایمان اور کفر کا وزن مراد لیا جائے (جیسا کہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ پہلے ایمان اور کفر کو تولا جائے گا۔ پھر جب مؤمن اور کفر کا امتیاز ہو جائے گا تو خاص مؤمنین کے اعمال کا وزن ہوگا) تو اس صورت میں عیشۃ راضیۃ والوں سے اہل ایمان اور اُمُّهٗ هَاوِيَةٌ والوں سے اہل کفر مراد ہوں گے بظاہر آیت سے یہی متبادر ہوتا ہے یہ ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جنہوں نے فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا کا یہ مطلب لیا ہے کہ کفار کے اعمال بالکل تولے ہی نہ جائیں گے اور اہل ایمان کے اوزان مراد لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جن مؤمنین کے اعمال صالحہ بھاری ہوں گے گناہوں کا پلہ ہلکا رہ جائے گا وہ امن اور چین کی زندگی میں ہوں گے اور جن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا (اور برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے مقابلے میں بھاری ہو جائے گا) وہ دوزخ

میں جائیں گے پھر اللہ کی مشیت کے مطابق سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس کی نیکیاں غالب ہوں گی وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ برائیوں کے مقابلہ میں ایک ہی نیکی زیادہ ہو اور جس کی برائیاں زیادہ ہوں گی وہ دوزخ میں جائے گا اگرچہ ایک ہی نیکی زیادہ نکلے گی اس کے بعد انہوں نے سورۃ اعراف کی دونوں آیتیں فمن ثقلت موازینہ فاولئک ھم المفلحون (آخر تک) تلاوت فرمائیں اس کے بعد فرمایا کہ ترازو ایک جہت کے برابر بوجھ کے ذریعہ بھی بھاری اور ہلکی ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا ان کو اعراف میں روک دیا جائے گا (پھر یہ اعراف والے بھی بعد میں جنت میں چلے جائیں گے) اور جو لوگ نیکیوں کی زیادتی کی وجہ سے دوزخ میں چلے جائیں گے وہ بھی شفاعت سے یا سزا بھگت کر یا محض اللہ کے فضل سے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے یہ فرقہ ناجیہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا نہ اعراف میں کما ھو المقرر عند اھل السنۃ والجماعۃ۔

اہل دوزخ کے لئے فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ فرمایا یعنی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور عربی میں ماں کو کہتے ہیں اس میں یہ بتادیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ذوق رکھنے والے دنیا میں گناہوں سے ہی چپکے رہتے ہیں جیسے ماں اپنے بچوں سے چمٹی رہتی ہے اسی طرح دوزخ ان سے چمٹ جائے گی لفظ ھاویہ ھوی یھوی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے گہرائی میں گرنے والی چیز دوزخ کی گہرائیوں میں تو انسان گریں گے یعنی دوزخ کو ھاویۃ سے تعبیر فرمایا یہ استعمال مجازی ہے جو ظرف کے معنی میں ہے۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ پتھر کو دوزخ کے منہ سے اندر پھینکا جائے تو وہ ستر سال تک گرتا رہے گا پھر بھی اس کی آخری گہرائی کو نہ پہنچے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۹۷ از مسلم)

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ یہ اسم فعل کا صیغہ نہیں ہے بلکہ ماھی میں ہاء سکتہ ملحق کر دی گئی ہے اور نارٌ حامیۃ جو فرمایا ہے یہ حمی یحمی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جو سخت گرمی پر دلالت کرتا ہے۔

اذخلنا اللّٰہ تعالٰی جنتہ واعاذنا من نارہ

☆☆☆.....☆☆☆

مکی	سورۃ التکاثر	۸ آیتیں ۱ رکوع

اٰیاتہا ۸ (۱۰۲) سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ مَکِّیَّۃٌ (۱۶) رکوعہا ۱

سورۂ تکاثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

تم کو دنیا کی چیزوں کی زیادتی کی خواہش نے غافل رکھا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ ہرگز نہیں عنقریب تم جان لو گے۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝

ہرگز نہیں اگر تم یقینی علم سے جانتے (تو غافل نہ ہوتے) تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر یہ ضرور دیکھو گے یقین کے طریقہ پر دیکھنا۔

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔

ع

یہ سورۃ التکاثر کا ترجمہ ہے لفظ تکاثر کثرت سے تفاعل کا مصدر ہے یہ باب دونوں طرف سے مقابلہ کرنے کے معنی میں آتا ہے جیسے تقاتل دونوں سے آپس میں مل کر قتال کیا اور تکاثر دونوں آپس میں ایک دوسرے کے سامنے آئے یہاں پر مال کی کثرت میں مقابلہ کرنے کا تذکرہ ہے اہل دنیا کا طریقہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں جس کے پاس زیادہ مال ہو وہ اس پر فخر کرتا ہے پھر دوسرا شخص اس کے مقابلہ میں اپنے مال کی کثرت بیان کرتا ہے اور اگر بیان نہ کرے تو ذہنی مقابلہ کرتا ہے اس کو سورۃ الحدید میں یوں بیان فرمایا ہے

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ

(جان لو کہ دنیا والی زندگی لعب اور لہو ہے اور زینت ہے اور ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کرنا ہے اور اموال و اولاد میں آپس میں ایک دوسرے سے بڑھ کر رہنا ہے)

مال کی طلب اور کثرت مال کی مقابلہ بازی دنیا والوں کی رضا کے کاموں کی طرف اور موت کے بعد زندگی کے لئے فکر مند ہونے سے غافل رکھتی ہے اسی طرح دنیا گزارتے ہوئے مرکر قبروں میں پہنچ جاتے ہیں غفلت کی زندگی گزاری تھی وہاں سے پچھتاوا ملتا ہے جب وہاں کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں تو یہ چھوڑا ہوا مال پچھتاوے کا کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہوتا اس غفلت کی زندگی کو بیان کرتے ہوئے

انسانوں کی عمومی حالت بیان کی اور فرمایا۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ.

(تم کو مال کی کثرت کی مقابلہ بازی نے غافل رکھا یہاں تک کہ قبروں میں چلے گئے)

معالم التنزیل (ص ۵۲۰ ج ۴) میں اس موقعہ پر عرب کی مقابلہ بازی کا ایک قصہ بھی لکھا ہے اور وہ یہ کہ بنی عبد مناف بن قصی اور بنی سہم بن عمرو میں دنیا داری والا تفاخر چلتا رہتا تھا۔ ایک دن آپس میں اپنے افراد کی تعداد میں مقابلہ ہوا کہ دیکھو کن کے سرداروں اور اشراف کی تعداد زیادہ ہے ہر فریق نے اپنی اپنی کثرت کا دعویٰ کیا جب شمار کیا تو بنو عبد مناف تعداد میں زیادہ نکلے بنی سہم نے کہا کہ ہمارے مردوں کو بھی تو شمار کرو وہ بھی ہم ہی میں سے تھے اس کے بعد قبروں کا شمار کیا تو بقدر تین گھروں کی آبادی کے۔ تو ہم کے چند افراد گنتی میں بڑھ گئے اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل فرمائی۔ تفسیر ابن کثیر میں بھی اس طرح مقابلہ بازی کے بعض قصے ذکر کئے ہیں اور انصار کے مقابلہ کے ذیل میں بنی حارثہ اور بنو الحارث کا نام ذکر کیا ہے۔ سبب نزول کے بارے میں جو باتیں نقل کی گئی ہیں کوئی بھی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں اور نہ کسی صحابی کی طرف ان واقعات کے تذکرہ کو منسوب کیا ہے اور آیت شریفہ کی تفسیر اور توضیح ان واقعات کے جاننے پر موقوف بھی نہیں ہے آیت شریفہ کا جو مفہوم ذہن میں متبادر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ تم تفاخر و تکاثر میں ایسے لگے کہ قبروں میں پہنچ گئے اس کے بعد تین مرتبہ لفظ كَلَّا ذکر متنبہ فرمایا یہ لفظ جھڑکنے ڈانٹنے اور تنبیہ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کا ترجمہ "ہرگز نہیں" کیا گیا ہے فرمایا كَلَّا (ہرگز یہ بات نہیں ہے کہ مالوں کا جمع کرنا اور ان کی کثرت پر مقابلہ کرنا تمہارے لئے مفید ہوگا) دنیا ہی میں تو ہمیشہ نہیں رہنا مرنا بھی تو ہے سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (عنقریب ہی تم جان لو گے) پھر فرمایا ثُمَّ كَلَّا (پھر اس بات کو خوب سمجھو کہ عنقریب جان لو گے) تیسری بار پھر تاکیداً فرمایا

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ جواب شرط محذوف ہے اور مطلب یوں ہے لَشَغَلَكُمْ ذٰلِكَ عَنِ التَّكَاثُرِ یعنی اگر تم پوری صورت حال خوب یقین والے علم کے ساتھ جان لیتے ہو تو یہ جو تم نے زندگی کا طریقہ بنا رکھا ہے کہ اموال جمع کرتے ہو اور اس کی کثرت پر مقابلہ کرتے ہو اس شغل میں نہ لگتے عِلْمَ الْيَقِيْنِ میں موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف ہے اور بمعنی العلم الیقین ہے کیونکہ کبھی کبھی علم کا اطلاق غیر یقین کے لئے بھی آجاتا ہے اس سے یہ لفظ آیا ہے جو لو تعلمون کا مفعول مطلق یا مفعول بہ ہے۔

پھر فرمایا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ یہ جواب قسم ہے اور قسم محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ کی قسم تم لوگ دوزخ کو ضرور ضرور دیکھو گے ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ پھر دوبارہ قسم ہے کہ تم ضرور ضرور دوزخ کو دیکھو گے یہ دیکھنا عین الیقین ہوگا اس کا دیکھنا ہی اس کے یقین کا سبب ہو جائے گا اور یہ دیکھنا تمام انکشافات سے بڑھ کر ہوگا صاحب روح المعانی نے بعض اکابر سے نقل کیا ہے کہ ہر عاقل کو اس بات کا یقین ہونا کہ مجھے مرنا ہے یہ علم الیقین ہے اور جب وہ موت کے فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے تو یہ عین الیقین ہے اور جب واقعی موت کا مزہ چکھ لیتا ہے تو یہ حق الیقین ہے۔ (روح المعانی ص ۶۲۰ ج ۳)

قرآن مجید میں تمام ایسے لوگوں کو تنبیہ فرمادی جو دنیا میں ڈوب رہتے ہیں کمانا بھی دنیا کے لئے اور مقابلہ بھی دنیا کی کثرت میں دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا آگے بھی دنیا پیچھے بھی دنیا دنیا ہی کے لئے مرتے ہیں اور دنیا ہی کے لئے جیتے ہیں اس غفلت کی زندگی کا جو انجام ہوگا اس سے باخبر فرمادیا کہ اس سب کا نتیجہ دوزخ کا دیکھنا ہے اور دوزخ میں داخل ہونا ہے یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے اس کے بعد موت اور

آخرت بھی ہے اور نافرمانوں کے لئے دوزخ ہے۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ صاحب روح المعانی نے یہاں طویل مضمون لکھا ہے سوال یہ ہے کہ یہ نعمتوں کا سوال کس سے ہوگا؟ چونکہ یہ آیت بھی ماسبق پر معطوف ہے اور اس میں بھی جمع مذکر حاضر کا صیغہ لایا گیا ہے اس لئے سیاق کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب بھی انہی لوگوں سے ہوگا جو دوزخ کو دیکھیں گے اور دوزخ میں داخل ہوں گے اور یہ سوال بطور سرزنش اور ڈانٹ کے ہوگا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کس کام میں لگایا؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں کام نہ لاسکے دنیا میں منہمک رہے اللہ کی یاد سے اور آخرت سے غافل ہو گئے۔

قال صاحب الروح وقد روی عن ابن عباس انه صرح بان الخطاب فی لترون الجحیم للمشرکین وحملوا الرویة علی رویة الدخول وحملوا السؤال هنا علی سؤال التقریع والتوبیخ لما انهم لم یشکروا ذلک بالایمان به عزوجل (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ لترون الجحیم میں خطاب مشرکین سے ہے اور انہوں نے رؤیت کو انکی رؤیت پر محمول کیا ہے اور یہاں سوال کو تنبیہ و ڈانٹ کے سوال پر محمول کیا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کا شکر ادا نہیں کیا۔)

حضرت ابن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کو قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ گویا وہ بھیڑ کا بچہ ہے (یعنی ذلت کی حالت میں لایا جائے گا) اور اسے اللہ تعالیٰ شانہ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ شانہ کا سوال ہوگا کہ میں نے تجھے نعمتیں دی ہیں اور تجھ پر انعام کیا تھا سو تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں نے مال جمع کیا خوب بڑھایا اور اس سے زیادہ چھوڑ کر آیا جو پہلے تھا سو مجھے واپس لوٹا دیجئے میں سارا مال آپ کے پاس لے آتا ہوں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ تو مجھے وہ دکھا جو تو نے پہلے بھیجا تھا ابن آدم پھر وہی بات کہے گا کہ میں نے مال کو جمع کیا خوب بڑھایا اور اس سے خوب زیادہ چھوڑ کر آیا جتنا پہلے تھا آپ مجھے واپس لوٹا دیجئے سارا مال لے کر آپ کے پاس واپس آجاتا ہوں (نتیجہ یہ ہوگا کہ) اس شخص نے ذرہ سی خیر بھی آگے نہ بھیجی ہوگی لہٰذا اسے دوزخ کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ (رواہ الترمذی فی المشکوٰۃ ص ۴۴۳)

گو بظاہر مخاطب یہی ہے کہ یہ خطاب ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ بھی انہی لوگوں کو ہے جو شروع سورت سے مخاطب ہیں لیکن عمومی لفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اہل ایمان سے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سوال ہوگا۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کے قدم (حساب کی جگہ سے) نہیں ہٹیں گے۔ جب تک اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ کر لیا جائے گا۔ عمر کو کہاں فنا کیا؟ ۲۔ جوانی کو کن کاموں میں ضائع کیا؟ ۳۔ مال کہاں سے کمایا؟ ۴۔ اور کہاں خرچ کیا؟ ۵۔ علم پر کیا عمل کیا؟ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ سے نعمتوں کے بارے میں جو سب سے پہلا سوال کیا جائے گا۔ وہ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ فرمائیں گے۔ کیا ہم نے تیرے جسم کو تندرست نہیں رکھا تھا کیا ہم نے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟ (رواہ الترمذی فی تفسیر سورۃ التکاثر)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا دھیان رکھتے تھے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ہمراہ لے کر ایک انصاری

صحابی کے گھر تشریف لے گئے انہوں نے کھجوروں کا خوشہ پیش کیا جس میں تینوں قسم کی کھجوریں تھیں۔ تر کھجوریں بھی خشک بھی اور کچی پکی کے درمیان بھی۔ صاحب خانہ انصاری نے ایک بکری بھی ذبح کی آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھجوریں کھائیں اور کھانا کھایا اور پانی پیا جب سیر ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں تم سے ضرور سوال کیا جائے گا (کہ نعمت کا کیا حق ادا کیا اور اس سے جو قوت حاصل ہوئی اس کو اس کام میں لگایا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی یا نہیں؟) تم کو بھوک نے گھروں سے نکالا تھا بھی تم واپس نہیں ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمت عطا فرما دی۔ (رواہ مسلم)

ایک اور حدیث میں اسی طرح کا قصہ مروی ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے انہوں نے کھجوروں کا ایک خوشہ پیش کیا آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس میں سے کھایا پھر ٹھنڈا پانی طلب فرمایا پانی پی کر آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کا خوشہ ہاتھ میں لے کر زمین پر مارا جس سے کھجوریں بکھر گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا قیامت کے دن ہم سے اس کے بارے میں سوال ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں (نعمت کے بارے میں سوال ہوگا) سوائے تین چیزوں کے۔ ۱۔ اتنا چھوٹا سا کپڑے کا ٹکڑا جس سے آدمی اپنی شرمگاہ کو لپیٹ لے ۲۔ روٹی کا ٹکڑا جس سے اپنی بھوک کو دفع کر دے ۳۔ اتنا چھوٹا گھر جس میں گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے بے تکلف داخل ہو سکے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۶۹ از احمد و بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے لئے تین چیزوں کے سوا کسی چیز میں حق نہیں ہے (وہ تین چیزیں یہ ہیں)۔ ۱۔ رہنے کا گھر۔ ۲۔ اتنا کپڑا جس سے اپنی شرمگاہ کی جگہ چھپائے۔ ۳۔ روکھی روٹی بغیر سالن کے) اور اس کے ساتھ پانی۔ (رواہ الترمذی فی ابواب الزھد)

حضرت عبداللہ بن شخیر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ الھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ رہے تھے اور یوں فرما رہے تھے کہ انسان کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال (انسان تو سمجھ لے کہ تیرا کون سا مال ہے؟) تیرا مال بس وہ ہے جو تو نے کھایا اور فنا کر دیا ہے جو تو نے پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا۔ یا وہ ہے جو صدقہ دے دیا اور پہلے سے آگے بھیج دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی حدیث مروی ہے اس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ ان تینوں اموال کے علاوہ جو کچھ ہے اسے لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا (مشکوۃ مصابیح ص ۴۴۰)

سنن ترمذی میں ہے کہ جب آیت کریمہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ نازل ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے کون سی نعمت کا سوال ہوگا ہم تو کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عنقریب نعمتیں مل جائیں گی۔ (رواہ فی تفسیر سورۃ ۱۰۲ کما ثر وقال حدیث حسن صحیح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز انسان کے تین دفتر ہوں گے۔ ایک دفتر میں اس کے نیک عمل لکھے ہوں گے۔ دوسرے دفتر میں اس کے گناہ درج ہوں گے اور ایک دفتر میں اللہ کی وہ نعمتیں درج ہوں گی جو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں دی گئی تھیں۔ اللہ عزوجل سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائیں گے کہ اپنی قیمت اس کے نیک اعمال میں سے لے لے۔ چنانچہ وہ نعمت اس کے تمام اعمال کو اپنی قیمت میں لگا لے گی اور اس کے بعد عرض کرے گی کہ (اے رب)

آپ کی عزت کی قسم (بھی) میں نے پوری قیمت وصول نہیں کی ہے۔ اب اس کے بعد گناہ باقی رہے اور نعمتیں بھی باقی رہیں (جن کی قیمت ادا نہیں ہوئی ہے) رہے نیک عمل سو وہ سب ختم ہو چکے ہیں' کیونکہ سب سے چھوٹی نعمت اپنی قیمت میں تمام نیک اعمال کو لگا چکی ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر رحم کرنا چاہیں گے (یعنی مغفرت فرما کر جنت عطا فرمانا چاہیں گے) تو فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! میں نے تیری نیکیوں میں اضافہ کر دیا اور تیرے گناہوں سے درگزر کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ غالباً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس موقع پر خدائے پاک کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ میں نے تجھے اپنی نعمتیں (یوں ہی بغیر عوض کے) بخش دیں (ترغیب، ترہیب ص ۳۹۷ ج ۴)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی عنایت فرمایا ہے بغیر استحقاق کے دیا ہے اس کو یہ حق ہے کہ اپنی نعمت کے بارے میں سوال کرے اور مؤاخذہ کرے کہ تم میری نعمتوں میں رہے ہو بولو ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ اور میری عبادت میں کس قدر لگے؟ اور نعمتوں کے استعمال کے عوض کیا لے کر آئے؟

یہ سوال بڑا کٹھن ہوگا' مبارک ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکریہ میں عمل صالح کرتے رہتے ہیں اور آخرت کی پوچھ سے لرزتے اور کانپتے ہیں برخلاف ان کے وہ بدنصیب ہیں جو اللہ کی نعمتوں میں پلتے بڑھتے ہیں اور نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو ذرا دھیان نہیں اور اس کے سامنے جھکنے کا ذرا خیال نہیں۔

خداوند عالم بے شمار نعمتیں ہیں' قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے' بلاشبہ انسان بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے)

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (بلاشبہ یہ انسان کی بڑی نادانی ہے کہ مخلوق کے ذرا سے احسان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے اور جس سے کچھ ملتا ہے اس سے دبتا ہے اور اس کے سامنے باادب کھڑا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ دینے والے مفت نہیں دیتے بلکہ کسی کام کے عوض یا آئندہ کوئی کام لینے کی امید میں دیتے ہیں خداوند کریم خالق و مالک ہے۔ غنی و مغنی ہے وہ بغیر کسی عوض کے عنایت فرماتا ہے لیکن اس کے احکام پر چلنے اور سربسجود ہونے سے انسان گریز کرتا ہے یہ بڑی بدبختی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کوئی کہاں تک شمار کرے گا جو نعمت ہے ہر ایک کا محتاج ہے۔ ایک بدن کی سلامتی اور تندرستی ہی کو لے لیجئے' کیسی بڑی نعمت ہے جب پیاس لگتی ہے تو غٹا غٹ ٹھنڈا پانی پی جاتے ہیں۔ یہ پانی کس نے پیدا کیا ہے؟ اس پیدا کرنے والے کے احکام پر چلنے اور شکر گزار بندہ بننے کی بھی فکر ہے یا نہیں؟ یہ غور کرنے کی بات ہے۔

فائدہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روزانہ ایک ہزار آیت پڑھ لو صحابہ نے عرض کیا روزانہ ایک ہزار آیت پڑھنے کی کسے طاقت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ لو (اس کے پڑھنے سے ہزار آیت پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۶۰ از شعب الایمان)

☆☆☆ ... . . ☆☆☆

مکی	سورۃ العصر	۳ آیتیں ۱ رکوع

آیاتہا ۳ (۱۰۳) سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۳) رکوعہا ۱

سورۃ عصر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا

قسم ہے زمانہ کی بے شک انسان ضرور نقصان میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے

ع ۱ بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

اوپر سورۃ عصر کا ترجمہ لکھا گیا ہے اس میں انسان کی ناکامی اور کامیابی اور اجمالی طور پر ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا والعصر (قسم ہے زمانہ کی) اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے زمانہ کو پیش فرمایا زمانہ اس بات کا گواہ ہے (جو اس کی زندگی کی اصول پونجی بھی ہے) کہ دنیا میں جو لوگ عموماً خسارہ ہی میں ہیں دنیا میں جو پچھتاتے ہیں اسے تو چھوڑ ہی جاتے ہیں اور چونکہ ایمان اور اعمال صالحہ سے خالی ہوتے ہیں اس لئے آخرت میں ان کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے انسان اگر گزشتہ اقوام کی تاریخ پڑھے اپنے سامنے جو انقلابات جہاں ہیں ان کو دیکھے تو اس کی سمجھ میں اچھی طرح یہ بات آجائے گی کہ عام انسانوں کے عمومی حالات ایسے ہی ہیں کہ وہ آخرت کے اعتبار سے بڑے خسارہ میں ہیں۔ دنیا میں برے لوگ بھی جی رہے ہیں اور مؤمن بھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ زندگی بخشی ہے انسان اگر صحیح طریقہ پر چلے تو کامیاب ہوگا اور اگر غلط طریقہ پر زندگی گزارے تو نقصان اٹھائے گا اور خسارہ میں پڑے گا۔

سب سے بڑا مقابلہ ایمان اور کفر کا ہے۔ چونکہ اکثر انسان کفر ہی کو اختیار کئے ہوئے ہیں اسلئے جنس کے طور پر فرمایا کہ انسان خسارہ میں ہیں۔ پھر اہل ایمان کو مستثنیٰ فرمادیا۔ کافروں کا خسارہ بتاتے ہوئے سورۂ زمر میں فرمایا

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(آپ فرمادیجئے کہ بیشک نقصان والے لوگ وہ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں کا نقصان کر بیٹھے اور اپنے اہل وعیال کا بھی اور اپنی جانیں بھی دوزخ میں گئیں اور اہل وعیال بھی جدا ہوئے۔ کچھ کام نہ آئے)

اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ. (خبردار یہ کھلا ہوا خسارہ ہے)

کافروں سے بڑھ کر کسی کا بھی خسارہ نہیں ہے۔ دنیا میں جو کچھ کمایا وہ بھی چھوڑا اور آخرت میں پہنچے تو ایمان پاس نہیں اور دنیا میں واپس ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ لہٰذا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جانا ہوگا اور اس سے بڑا کوئی خسارہ نہیں ہے۔

خسارہ والوں سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا،

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے) وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (اور آپس میں ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی) جو حضرات ان صفات سے متصف ہیں وہ نقصان والے نہیں ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اعمال صالحہ انجام دینے والے ہیں اور دوسری صفت یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں یعنی خود تو اچھے اعمال کرتے ہیں (جن میں گناہوں کا چھوڑنا بھی شامل ہے) اپنے آپس کے ملنے جلنے والوں، پاس اٹھنے والوں کو مجلس کے ساتھیوں، ہمسفر اصحاب اور دیگر احباب اور گھر کے لوگ سب آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں کہ حق قبول کریں حق کے ساتھ چلیں اور انہی اعمال کو اختیار کریں جو حق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں صحیح ہوں اور تیسری صفت یہ ہے کہ آپس میں یہ بھی وصیت کریں کہ جو دنیا میں تکلیفیں آئیں برداشت کریں اور گناہوں سے بچتے رہیں اور نیکیوں پر لگے رہیں (یہ تینوں صبر کے اجزاء ہیں) اور صبر کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کو حق کی دعوت دی جائے ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو بھی برداشت کیا جائے۔

انسان کو سوچنا چاہئے کہ میری زندگی کے لیل و نہار کس طرح گزر رہے ہیں؟ نقصان والی زندگی ہے یا فائدہ والی؟ جو لوگ اہل ایمان ہیں اور اپنے اعمال کی پختگی اور مضبوطی کی طرف دھیان دیں کہ کس درجہ کا ایمان ہے اعمال صالحہ میں بڑھتے چلے جائیں۔ عمر کا ذرا سا وقت بھی ضائع نہ ہونے دیں ذرا ذرا سے وقت کو آخرت کے کاموں میں خرچ کریں جب اللہ تعالیٰ شانہ نے سب سے بڑے خسارہ یعنی کفر سے بچا دیا ایمان کی دولت سے نواز دیا تو اب اس کے لئے فکرمند ہوں کہ زیادہ نیکیاں کمائیں اور آخرت میں بلند درجات حاصل کریں۔ لوگوں کو اپنے آخرت کے منافع کی فکر ہے تو ہمیں دین کی قدر دانی ہے۔ خود بھی نیک بنیں دوسروں کو بھی نیک بنائیں گناہوں سے روکیں اور جو کوئی تکلیف پہنچے اس پر صبر کریں اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کریں۔ رات دن کے ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں۔ ان میں سے عام طور پر تجارت یا سروس اور محنت مزدوری میں ۸ گھنٹے خرچ کرتے ہیں چھ وقت سونے میں گزرتا ہے باقی گھنٹے کہاں جاتے ہیں؟

ان میں سے مجموعی حیثیت ۳'۲ گھنٹے نماز کے اور کھانے کے باقی وقت ضائع ہو جاتا ہے اور یہ ضائع بھی ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے جو گناہوں میں مشغول نہ ہوں کیونکہ جو وقت گناہوں میں لگا وہ تو وبال ہے اور باعث عذاب ہے۔ مسلمان آدمی کو آخرت کے درجات کے لئے اور وہاں کے رفع درجات کے لئے فکرمند رہنا لازم ہے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ملازمتوں سے ریٹائرڈ ہو گئے کاروباریوں نے بیچ کر دیئے۔ دنیا کمانے کی ضرورت بھی نہیں رہی بہت کرتے ہیں فرض نماز پڑھ لیتے ہیں یا پوتی پوتا گود میں لیتے ہیں اس کے علاوہ سارا وقت یوں ہی گزر جاتا ہے حالانکہ یہ وقت بڑے اجر و ثواب میں لگ سکتا ہے ذکر میں، تلاوت میں، درود شریف پڑھنے میں، اہل خانہ کو نماز سکھانے اور دینی اعمال پر ڈالنے اور تعلیم و تبلیغ میں سارا وقت خرچ کریں تو آخرت کے عظیم درجات حاصل ہونے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ۵۵'۵۰ سال کی عمر میں ریٹائرڈ ہوتے ہیں کاروبار سے فارغ ہو جاتے ہیں اس کے بعد برس ہا برس تک زندہ رہتے ہیں۔

بہت سے لوگ ۸۰ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر پاتے ہیں۔ ریٹائر ہونے کے بعد یہ ۲۵'۳۰ سال کی زندگی لایعنی فضول باتوں، بلکہ

عیبتوں میں تاش کھیلنے میں ٹی وی دیکھنے میں اور وی سی آر سے لطف اندوز ہونے میں گزار دیتے ہیں نہ گناہ سے بچتے ہیں نہ لایعنی باتوں اور کاموں سے پرہیز کرتے ہیں یہ بڑی محرومی کی زندگی ہے۔ گناہ تو باعث عذاب اور وبال ہی ہے ہوشمند وہ ہے جو اپنی زندگی کو نیک کاموں میں خرچ کرے تاکہ اس کی محنت اور مجاہدہ اور دوزخ میں جانے کا ذریعہ نہ بنے آخرت کی عظیم اور کشمکشوں کے نقصان اور خسران اور جرمان کی راہ اختیار نہ کرے۔

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مومن کے لئے خود اپنا نیک بننا ہی کافی نہیں ہے دوسروں کو بھی حق و صبر کی نصیحت کرتا رہے اور اعمال صالحہ پر اتارے خاص کر اپنے اہل و عیال کو اور ماتحتوں کو بڑے اہتمام اور تاکید سے نیکیوں پر ڈالے اور گناہوں سے بچنے کی تاکید کرتا رہے۔ ورنہ قیامت کے دن یہ پیار و محبت سے پالی ہوئی اولاد وبال بن جائے گی۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ.

(یعنی تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت (جس کی نگرانی سپرد کی گئی) کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (رواہ البخاری)

آج کل اولاد کو دیندار بنانے کی فکر نہیں ہے۔ ان کو خود گناہوں کے راستے پر ڈالتے ہیں۔ حرام کمانا سکھاتے ہیں ایسے ممالک میں لے جا کر نہیں بساتے ہیں جہاں ہر گناہ کا ماحول مل جاتا ہے اور اس کا نام ترقی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

واللہ المستعان وھو ولی الصالحین والصابرین

☆☆☆ ... ☆☆☆

مکی	سورۂ ھمزہ	۹ آیتیں ۱ رکوع

اٰیاتُھا ۹ (۱۰۴) سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۳۲) رُکُوْعُھَا ۱

سورہ ھمزہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نو آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ۙ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ

بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو عیب لگانے والا طعنہ دینے والا ہو جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال

اَخْلَدَہٗ ۚ کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ۖ وَ مَاۤ اَدْرٰىکَ مَا الْحُطَمَۃُ ۔

اس کو ہمیشہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں وہ ضرور ضرور چکنا چور کرنے والی چیز میں ڈال دیا جائے گا اور تو آپ کو معلوم ہے وہ چکنا چور کرنے والی چیز کیا ہے

نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ ۙ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَۃِ ؕ اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ ۙ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ۔ ع ۱

وہ اللہ کی آگ ہے جو جلائی گئی ہے جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ بیشک وہ ان پر بند کر دی جائے گی جب کہ وہ لمبے لمبے ستونوں میں ہوں گے۔

اوپر سورۃ الھمزۃ کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ اس میں ھُمزۃ اور لُمزۃ بالاستقاق بتائی ہے یہ دونوں فُعلۃ کے وزن پر ہیں۔ پہلے لفظ کے حروف اصلی ھ م ز اور دوسرے کلمہ کے حروف اصلی ل۔ م۔ ز ہیں یہ دونوں کلمے عیب نکالنے اور عیب دار بتانے پر دلالت کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی وارد ہوئے ہیں اور سورۃ القلم میں ہے۔

وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّھِیْنٍ ھَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ

اور سورۂ توبہ میں فرمایا وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّلْمِزُکَ فِی الصَّدَقٰتِ

اور سورۃ الحجرات میں فرمایا وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَکُمْ.

حضرات مفسرین کرام نے دونوں کلموں کی تحقیق میں بہت کچھ لکھا ہے۔ خلاصہ سب کا یہی ہے کہ دونوں کلمے عیب لگانے غیبت کرنے طعن کرنے، آگے پیچھے کسی کی برائی کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔ زبان سے برائی بیان کرنا، ہاتھوں سے یا سر سے یا بھوں کے اشارہ سے کسی کو برا بتانا، ہنسی اڑانا، مجموعی حیثیت سے یہ دونوں کلمے ان چیزوں پر دلالت کرتے ہیں۔ (راجع تفسیر القرطبی ص ۱۸۱ ج ۱۰ ص ۱۸۴ ج ۱۰)

مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیات اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی یہ لوگوں پر طعن کرتا تھا اور ابن جریجؒ کا قول ہے کہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جو غیر موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیبت کرتا تھا اور سامنے

بھی آپ کی ذات گرامی میں عیب نکالتا تھا تیسرا قول یہ ہے کہ ابی بن خلف کے بارے میں اور چوتھا قول یہ ہے کہ جمیل بن عامر کے بارے میں ان کا نزول ہوا سبب نزول جو بھی ہو مفہوم اس کا عام ہے جو لوگ بھی غیبت کرنے اور عیب لگانے اور بدزبانی اور اشارہ بازی کا مشغلہ رکھتے ہیں اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں قرآن کریم میں ان لوگوں کے لئے ویل یعنی ہلاکت بتائی ہے۔ جن لوگوں کو اپنی عمر کی قدر نہیں ہوتی وہ دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور عیب لگانے اور غیبت کرنے اور تہمتیں باندھنے میں اپنی زندگی برباد کرتے ہیں۔ ذکر و فکر اور عبادت میں وقت لگانے کے بجائے ان باتوں میں وقت لگاتے ہیں اور اپنی جان کو ہلاک کرتے ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۱) حضرت عبدالرحمن بن غنم اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے سب سے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آئے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی کو لئے پھرتے ہیں دوستوں کے درمیان برائی ڈالتے ہیں جو لوگ برائیوں سے بری ہیں انہیں مصیبت میں ڈالنے کے طلب گار ہوتے ہیں (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت صفیہ کا قد بیان کرتے ہوئے یوں کہہ دیا کہ صفیہ اتنی سی ہیں (ان کا قد چھوٹا بتا دیا اور وہ بھی ازواج مطہرات میں سے ہیں) آپ نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر وہ سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے گدلا کر رکھ دے (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طعنے دینے والا، لعنت بکنے والا اور فحش کلام میں لتھڑنے والا مومن نہیں ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۳)

غیبت کے بارے میں مستقل مضمون سورت حجرات کے دوسرے رکوع کی تفسیر میں گزر چکا ہے اس کا مراجعہ کر لیا جائے۔

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ۔ دنیا سے محبت کرنے والے اسی کو سب کچھ سمجھنے والے جہاں دوسروں کی غیبت و بدگوئی اور عیب تراشی میں وقت گزارتے ہیں وہاں مال سے محبت کرنا بھی ان کا خاص مزاج ہوتا ہے مال کی محبت کے مظاہر کئی طرح سے ہوتے ہیں اولاً مال کو جمع کرنا اور گن گن کر رکھنا جسے الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ میں بیان فرمایا ہے جب مال جمع کرنے کا ذہن ہوتا ہے تو نہ حلال حرام کا خیال رہتا ہے اور نہ لوگوں کے حق مارنے کو برا سمجھا جاتا ہے اور نہ مال کمانے میں فرائض اور واجبات کے ضائع کرنے سے دکھ ہوتا ہے اور نہ نیکیاں کرنے کی توفیق ہوتی ہے ثانیاً مال جمع کرنے والے مال ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ مال ہی سب کچھ ہے یہ ہمیں دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا (موت کا یقین ہوتے ہوئے رنگ ڈھنگ ایسا ہوتا ہے جیسے مرنا نہیں ہے اور یہ مال ہمیشہ کا مددگار رہے گا)۔

ان لوگوں کے اس مزاج کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کَلَّا (ہرگز ایسا نہیں ہے) نہ یہ شخص ہمیشہ دنیا میں رہے گا نہ اس کا مال باقی رہے گا وراسی پر بس نہیں کہ صرف دنیا میں جان و مال ہلاک ہوں گے بلکہ اسکے آگے بھی مصیبت ہے اور وہ یہ کہ لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ (اس شخص کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا) دوزخ کے لئے لفظ حُطَمَة استعمال فرمایا ہے جو اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جو کوٹ پیٹ کر بھوسہ بنا کر رکھ دے (کما فی آیة اُخری یَجْعَلُهٗ حُطَامًا)

پھر فرمایا وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ (اور آپ کو معلوم ہے کہ حطمہ کیا چیز ہے) نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (وہ اللہ کی آگ ہے جو جلائی گئی ہے) الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (جو دلوں پر چڑھ جائے گی) یعنی سارے جسموں کو جلا دے گی یہاں تک کہ دلوں پر چڑھ جائے گی) دنیا میں جب دل جلنے لگے لامحالہ انسان مر جاتا ہے دوزخی لوگ جلیں گے مگر مریں گے نہیں دلوں پر بھی آگ چڑھے گی مگر موت نہ آئے

گی۔ سورۃ النساء میں فرمایا

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ

(جب بھی ان کی کھال جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تا کہ عذاب ہی بھگتتے رہیں)

سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى

(نہ اس میں مر ہی جائے گا ورنہ جیے گا)۔

پھر اس آگ کی صفت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ

(بیشک وہ آگ ان پر بند کی ہوئی ہوگی یعنی وہ اندر دوزخ میں ہوں گے باہر سے دروازے بند کر دیئے گئے ہوں گے فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (وہ ایسے ستونوں میں بند ہوں گے جو دراز یعنی لمبے لمبے بنائے ہوئے ہوں گے)۔

معالم التنزیل میں حضرت ابن عباسؓ سے اس کا یہ مطلب نقل کیا ہے کہ ان لوگوں کو ستونوں کے اندر داخل کر دیا جائے گا یعنی ستونوں کے ذریعہ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباسؓ سے یوں نقل کیا ہے کہ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ سے مراد وہ طوق ہیں جو دوزخیوں کے گلے میں ڈال دیئے جائیں گے اور بعض اکابر نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ دوزخی آگ کے بڑے بڑے شعلوں میں ہوں گے جو ستونوں کی طرح ہوں گے اور وہ لوگ اس میں مقید ہوں گے۔

فائدہ:۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (اللہ کی آگ جو جلائی ہوئی ہوگی) اس سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ دوزخ کی آگ دوزخیوں کے داخل ہونے سے پہلے ہی سے جلائی ہوئی ہوگی ایسا نہیں ہوگا جیسا دنیا میں پہلے ایندھن تیار کرتے ہیں پھر اس ایندھن میں آگ لگاتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی لہٰذا اب وہ سیاہ ہے اندھیری ہے۔ (رواہ الترمذی)

اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ من سائر انواع العذاب وھو الغفور الوھاب الرحیم التواب

☆☆☆ .. .. ☆☆☆

مکی	سورۃ الفیل	۵ آیتیں، ۱ رکوع

آیاتہا ۵ (۱۰۵) سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ (۱۹) رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ فیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا

کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو سراسر غلط نہیں کر دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیج

اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے۔ سو اللہ نے ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو۔

ع ۱

اس سورت میں اصحاب فیل کا واقعہ بیان فرمایا ہے لفظ فیل فارسی کے لفظ پیل سے لیا گیا ہے عربی میں چونکہ (پ) نہیں ہے اس لئے اسے (ف) سے بدل دیا گیا۔ اصحاب فیل (ہاتھی والے لوگ) ان سے ابرہہ اور اس کے ساتھی مراد ہیں یہ شخص شاہ حبشہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا۔ ابرہہ اپنے ساتھیوں کو ہاتھیوں پہ سوار کر کے لایا تھا اور مقصد ان لوگوں کا یہ تھا کہ کعبہ شریف کو گرا دیں تاکہ لوگ کا رخ ان کے اپنے بنائے ہوئے گھر کی طرف ہو جائے جسے انہوں نے یمن میں بنایا تھا اور اسے کعبہ یمانیہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ کعبہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے مگر خود ہی برباد ہوئے وہ بھی پرندوں کی پھینکی ہوئی چھوٹی کنکریوں کے ذریعہ۔ واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ یمن پر اقتدار حاصل ہونے کے بعد ابرہہ نے ارادہ کیا کہ یمن میں ایک ایسا کنیسہ بنائے جس کی نظیر دنیا میں نہ ہو کا مقصد یہ تھا کہ یمن کے عرب لوگ حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں یہ لوگ اس کنیسہ کی عظمت و شوکت سے مرعوب ہو کر کعبہ کی بجائے اس کی طرف آنے لگیں۔ چنانچہ اس نے اتنا اونچا کنیسہ تعمیر کیا کہ اس کی بلندی پر پہنچ کر اچھا خاصا آدمی نظر نہیں ڈال سکتا تھا اور اس کو سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع کیا اور پوری مملکت میں اعلان کرا دیا کہ اب یمن سے وہ لوگ جو مکہ والے کعبہ کے حج کے لئے نہ جائے اس کنیسہ میں عبادت کرے۔ عرب میں اگرچہ بت پرستی غالب تھی مگر کعبہ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں پیوست تھی اس لئے عدنان اور قحطان اور قریش کے قبائل میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ یہاں تک کہ مالک بن کنانہ کے ایک شخص نے رات کے وقت ابرہہ والے کنیسہ میں داخل ہو کر اس کو گندگی سے آلودہ کر دیا ابرہہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ کسی قریشی نے ایسا کام کیا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ میں ان کے کعبہ کو گرا کر چھوڑوں گا۔ ابرہہ نے اس کی تیاری شروع کر دی اور اپنے بادشاہ نجاشی سے اجازت لی اس نے اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا۔

بھیج دیا کہ وہ اس پر سوار ہو کر کعبہ پر حملہ کرے۔ ان کا پروگرام تھا کہ بیت اللہ کے ڈھانے میں ہاتھیوں سے کام لیا جائے۔ اور تجویز یہ تھی کہ بیت اللہ کے ستونوں میں لوہے کی مضبوط اور لمبی زنجیریں باندھ کر ان زنجیروں کو ہاتھیوں کے گلے میں باندھیں اور ان کو ہنکا دیں تاکہ سارا بیت اللہ (معاذ اللہ) زمین پر آ گرے۔

عرب میں جب اس حملے کی خبر پھیلی تو سارا عرب مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ یمن کے عربوں میں ایک شخص ذونفر نامی تھا اس نے عربوں کی قیادت اختیار کی اور عرب لوگ اس کے گرد جمع ہو کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور ابرہہ کے خلاف جنگ کی مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ ابرہہ کی شکست انسانوں کے ذریعہ نہ ہو بلکہ اعرب سے مقابلہ ہوا اور عرب اس کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوئے۔ ابرہہ نے ان کو شکست دے دی اور ذونفر کو قید کر لیا۔ اس کے بعد جب وہ قبیلہ خثعم کے مقام پر پہنچا تو اس قبیلہ کے سردار نفیل بن حبیب نے پورے قبیلہ کے ساتھ ابرہہ کا مقابلہ کیا مگر ابرہہ کے لشکر نے ان کو بھی شکست دے دی اور نفیل بن حبیب کو بھی قید کر لیا ارادہ تو اس کے قتل کا تھا لیکن یہ خیال کر کے کہ اس سے راستوں کا پتہ معلوم کریں گے اس کو زندہ چھوڑ دیا اور ساتھ لے لیا۔ اس کے بعد جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو چونکہ طائف کے باشندے قبیلہ ثقیف پچھلے قبائل کی جنگ اور ابرہہ کی فتح کے واقعات سن چکے تھے اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا ہم اس سے مقابلہ نہ کریں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ طائف میں جو ہم نے ایک بت خانہ لات کے نام سے بنا رکھا ہے یہ اس کو چھیڑ دے۔ انہوں نے ابرہہ سے مل کر یہ بھی طے کر لیا کہ ہم تمہاری امداد اور رہنمائی کے لئے اپنا ایک سردار ابورغال تمہارے ساتھ بھیج دیتے ہیں۔ ابرہہ اس پر راضی ہو گیا۔ ابورغال کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کے قریب ایک مقام مغمس پر پہنچ گیا جہاں قریش مکہ کے اونٹ چر رہے تھے۔ ابرہہ کے لشکر نے سب سے پہلے حملہ کر کے اونٹ گرفتار کر لئے جن میں دو سو اونٹ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا جان عبدالمطلب رئیس قریش کے بھی تھے ابرہہ نے یہاں پہنچ کر اپنے ایک سفیر حناطہ حمیری کو شہر مکہ میں بھیجا کہ وہ قریش کے سردار سے جا کر اطلاع کر دے کہ ہم تم سے جنگ کے لئے نہیں آئے ہمارا مقصد کعبہ کو ڈھانا ہے اگر تم نے اس میں رکاوٹ نہ ڈالی تو تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گا۔ حناطہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو سب نے اس کو عبدالمطلب کا پتہ دیا کہ وہ قریش کے سب سے بڑے سردار ہیں۔ حناطہ نے عبدالمطلب سے گفتگو کی اور ابرہہ کا پیغام پہنچا دیا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ ہم بھی ابرہہ سے جنگ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے نہ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے اس کا مقابلہ کر سکیں۔ البتہ میں یہ بتا دیتا ہوں کہ یہ اللہ کا گھر ہے اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے وہ خود اپنی حفاظت کرے گا۔ اللہ سے جنگ کا ارادہ ہے تو جو چاہے کر لے پھر دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا معاملہ ہوتا ہے۔ حناطہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ابرہہ سے ملاتا ہوں۔ ابرہہ نے جب عبدالمطلب کو دیکھا کہ بڑے وجیہ آدمی ہیں تو ان کو دیکھ کر اپنے تخت سے نیچے اتر کر بیٹھ گیا اور عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھایا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب سے پوچھے کہ وہ کس غرض سے آئے ہیں؟ عبدالمطلب نے کہا کہ میری ضرورت تو اتنی ہے کہ میرے اونٹ جو آپ کے لشکر نے گرفتار کئے ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ ابرہہ نے ترجمان کے ذریعہ عبدالمطلب سے کہا کہ جب میں نے آپ کا حال دیکھا تو میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت و عزت ہوئی مگر آپ کی گفتگو نے اس کو بالکل ختم کر دیا کہ آپ مجھ سے صرف اپنے دو سو اونٹوں کی بات کر رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ میں آپ کے کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں اس کے متعلق آپ نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ اونٹوں کا مالک تو میں ہوں مجھے ان کی فکر ہوئی اور بیت اللہ کا مالک نہیں ہوں اس کا جو مالک ہے وہ اپنے گھر کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ ابرہہ نے کہا کہ تمہارا خدا اس کو میرے ہاتھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبدالمطلب نے کہا پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ اور بعض روایات میں ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ اور

بھی قریش کے چند سردار گئے تھے انہوں نے ابرہہ کے سامنے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ بیت اللہ پر دست اندازی نہ کریں اور واپس لوٹ جائیں تو ہم پورے تہامہ کی ایک تہائی پیداوار آپ کو بطور خراج ادا کرتے رہیں گے مگر ابرہہ نے ماننے سے انکار کر دیا۔ عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ نے واپس کر دیئے وہ اپنے اونٹ لے کر واپس آئے تو بیت اللہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کر دعا میں مشغول ہوئے۔ آپ کے ساتھ قریش کی ایک جماعت بھی تھی۔ سب نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ ابرہہ کے عظیم لشکر کا مقابلہ ہمارے بس میں نہیں ہے آپ ہی اپنے بیت کی حفاظت کا انتظام فرمائیں۔ الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرنے کے بعد عبدالمطلب مکہ مکرمہ کے دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر مختلف پہاڑوں پر چلے گئے کیونکہ ان کو یہ یقین تھا کہ اس کے لشکر پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا اسی یقین کی بنا پر انہوں نے ابرہہ سے اپنے اونٹوں کا تو مطالبہ کیا لیکن بیت اللہ کے متعلق گفتگو کرنا اس لئے پسند نہ کیا کہ خود اس کے مقابلے میں طاقت نہ تھی اور دوسری طرف یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بے بسی پر حرم فرما کر دشمن کی قوت اور اس کے عزائم کو خاک میں ملا دے گا۔ صبح ہوئی تو ابرہہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تیاری کی اور اپنے ہاتھی محمود نامی کو آگے چلنے کے لئے تیار کیا نفیل بن حبیب جن کو ابرہہ نے راستہ میں گرفتار کر لیا تھا اس وقت آگے بڑھے اور ہاتھی کا کان پکڑ کر کہنے لگے تو جہاں سے آیا ہے وہیں صحیح سالم لوٹ جا کیونکہ تو اللہ کے بلد امین (محفوظ شہر) میں ہے یہ کہہ کر اس کا کان چھوڑ دیا ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا۔ ہاتھی بانوں نے اس کو اٹھانا چاہا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا اس کو بڑے بڑے آہنی تیروں سے مارا گیا اس نے اس کی بھی پرواہ نہ کی اس کی ناک میں لوہے کا آنکڑا ڈال دیا پھر بھی وہ کھڑا نہ ہوا۔ لوگوں نے اس کو یمن کی طرف موڑنا چاہا تو فوراً کھڑا ہو گیا۔ پھر شام کی طرف چلانا چاہا تو چلنے لگا پھر مشرق کی طرف چلایا تو چلنے لگا ان سب اطراف کی جانب چلانے کے بعد پھر اس کو مکہ مکرمہ کی طرف چلانے لگے تو پھر بیٹھ گیا۔ دوسری طرف دریا کی طرف سے کچھ پرندوں کی قطاریں آتی دکھائی دیں۔ جن میں سے ہر ایک کے ساتھ تین تین کنکریاں چنے یا مسور کے برابر تھیں (ایک چونچ میں اور دو دو پنجوں میں) واقدی کی روایت میں ہے کہ یہ پرندے عجیب طرح کے تھے جو اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے۔ جثہ میں کبوتر سے چھوٹے تھے ان کے پنجے سرخ تھے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا کہ یہ سبز رنگ کے پرندے تھے جن کی چونچیں پیلے رنگ کی تھیں اور حضرت مکرمہ نے فرمایا کہ یہ پرندے دریا سے نکل کر آئے تھے جن کے سر چوپایوں کی طرح تھے۔ ہر پنجے میں ایک کنکر اور ایک چونچ میں لئے ہوئے آتے دکھائی دیئے اور فوراً ہی ابرہہ کے لشکر پر چھا گئے ہر ایک کنکر نے وہ کام کیا جو بندوق کی گولی بھی نہیں کر سکتی کہ جس پر پڑتی اس کے بدن سے پار ہوتی ہوئی زمین میں گھس جاتی تھی۔ یہ عذاب دیکھ کر سب ہاتھی بھاگ کھڑے ہوئے صرف ایک ہاتھی رہ گیا تھا جو اس کنکر سے ہلاک ہوا۔ نیز لشکر کے سب آدمی اسی موقع پر ہلاک نہیں ہوئے بلکہ مختلف اطراف میں بھاگے ان سب کا یہ حال ہوا کہ راستہ میں مر مر کر گر گئے۔ وہ ابرہہ جسے راستہ کے قبائل شکست نہ دے سکے اسے اللہ تعالیٰ نے پرندوں سے شکست دلوائی اس نے شکست بھی کھائی اور بدترین مرض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا۔ اس کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا کہ اس کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا اسی حال میں اس کو واپس یمن لایا گیا دارالحکومت صنعاء پہنچ کر اس کا سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہہ گیا اور وہ مر گیا۔ ابرہہ کے ہاتھی محمود کے ساتھ دو ہاتھی بن یہیں مکہ مکرمہ میں رہ گئے مگر اس طرح کہ دونوں اندھے اور اپاہج ہو گئے تھے ان کو مکہ معظمہ میں بھیک مانگتے ہوئے دیکھا گیا (ابن کثیر صفحہ ۵۴۹ عالم التنزیل صفحہ ۵۲۵ ج ۴) اس وقت بہت سے آنکھوں سے دیکھنے والے موجود تھے۔ فسبحان من جلت قدرته و عظمت حكمته

ہاتھی والوں کا کعبہ شریف پر حملہ کرنے کے لئے آنا پھر شکست کھانا اور ناکام ہونا یہ عجیب اور اہم واقعہ تھا۔ اس کے بعد اہل عرب جب تاریخی واقعات بیان کرتے تو کہا کرتے تھے کہ یہ عام الفیل کا واقعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کا بھی یہی سال ہے جس

سال اصحاب الفیل برا ارادہ لے کر آئے تھے۔ اصحاب فیل کے واقعہ کے پچاس دن بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ جس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اصحاب فیل کے واقعہ سے مکہ معظمہ رہنے والے بلکہ عرب کے سب ہی لوگ واقف تھے۔ اس لئے الم تر کیف فعل (اے مخاطب! کیا تو نے دیکھا) فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کا کام شروع کیا تو قریش نے آپ کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا احسان یاد دلایا کہ دیکھو اس گھر کی وجہ سے سارا عرب تمہارا احترام کرتا ہے عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہو اس کعبہ پر دشمن چڑھائی کرنے آگئے تھے اور دشمن بھی ایسے قوی تھے کہ ان سے مقابلہ کرنا تمہارے بس سے باہر تھا۔ تمہارے پروردگار نے ان کی تدبیر ناکام بنادی۔ سوچا انہوں نے کیا تھا اور ہوا کیا؟ ذرا ذرا سے پتھروں سے پورے ساتھی اور ساتھی والے ایسے ہلاک ہوئے کہ صرف مرے ہی نہیں بلکہ ان کے جسم جو سبز پرندوں کے کھائے جانے کے قابل نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی بھی حفاظت فرمائی اور نبی امی خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی یہیں مبعوث فرمایا آپ کی بعثت سے اس کعبہ کی مزید عظمت ہوگئی لہٰذا قریش کو دونوں کا شکر گزار ہونا لازم ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ نبوت سے پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو ایسی چیزیں پیش آتی ہیں جن سے انسان عاجز ہوتے ہیں انہیں ارہاص کہا جاتا ہے اور نبوت کے بعد ان کو معجزہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اصحاب فیل کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارہاصات میں سے ہے گویا اس میں یہ بتادیا کہ اس شہر میں ایک شخصیت کا ظہور ہونے والا ہے۔ جس کا اس کعبہ شریف سے خاص تعلق ہوگا۔ اس کی آمد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی حفاظت ہوگئی۔ وقال القرطبی قال علماؤنا کانت قصة الفیل فیما بعد من معجزات النبی صلی اللہ علیه وسلم وان کانت قبل التحدی لأنها کانت توکیدا لأمره وتمهیدا لشانه ولما تلا علیهم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم هذه السورة کان بمکة عدد کثیر ممن شهد تلک الواقعة (قرطبی کہتے ہیں اصحاب فیل کا واقعہ گو کہ دعوی نبوت سے پہلے کا ہے لیکن چونکہ اس کا مقصد آپ کے معاملے کو مؤکد کرنا اور آپ کی شخصیت کو اجاگر کرنا تھا اس نے یہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے شمار ہوتا ہے چنانچہ جب آپ نے اہل مکہ کے سامنے یہ سورت تلاوت فرمائی اس وقت مکہ میں بہت سے لوگ اپنی آنکھوں سے اس واقعہ کو ملاحظہ کرنے والے موجود تھے)

طیر۔ عربی میں پرندہ کو کہتے ہیں جس کی جمع طیور ہے اور چونکہ یہاں اسم جنس واقع ہوا ہے اس لئے ابابیل اس کی جمع ہائی کئی سے بہت زیادہ پرندے تھے جو جھنڈ کے جھنڈ غول در غول آموجود ہوئے تھے۔ لہٰذا طیرا کے ساتھ ابابیل بھی فرمایا۔ ابابیل کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ معنی کے اعتبار سے جمع ہے اس کا واحد نہیں ہے اور بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ اس کا واحد (ابول یا ابال یا ابیل ہے (کما ذکرہ فی الجلالین) پرندہ کا جماعت (رجماعت آنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ابرہہ کے ساتھی بہت بڑی تعداد میں تھے اگرچہ ہاتھیوں کی تعداد آٹھ یا بارہ ہی بتائی جاتی ہے عام طور سے ایک خاص چھوٹے سے پرندہ کو جو لوگ ابابیل کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں وہ مراد نہیں ہے ابرہہ اور اس کے ساتھیوں پر جن پرندوں نے بارش برسائی ان کے بارے میں مفسرین نے کئی طرح کی باتیں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے کہ اپنی جس مخلوق سے جو چاہے کام لے۔

پرندوں نے جو پتھر پھینکے تھے ان کے بارے میں حجارة من سجیل فرمایا ہے یعنی سجیل کے پتھر یہ لفظ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کے تذکرہ میں بھی آیا ہے لفظ سجیل سنگ اور گل سے معرب ہے فارسی میں سنگ پتھر اور گل مٹی کو کہتے ہیں مٹی کا گارہ بنا کر اس کی ذرا بڑی بڑی گولیاں بنا کر جو آگ میں پکائی جائیں وہ سجیل کا مصداق ہیں ان میں زیادہ وزن بھی نہیں ہوتا اور پہاڑ والے پتھروں کی

طرح ان کی مار بھی نہیں ہوتی۔ اس لفظ کے لانے سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان میں ذاتی طور پر کوئی ایسی طاقت نہ تھی جس سے آدمی مر جائے۔ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ لوگ ہلاک کئے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کے لئے ظاہری انتظام کے طور پر سجیل کو استعمال فرمایا۔ مفسر قرطبی نے حضرت ابوصالح سے نقل کیا ہے کہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر میں میں نے ان کنکریوں میں سے دو تین کنکریاں دیکھیں تھیں ان کا رنگ کا اتھا سرخ رنگ کی لکیریں پڑی ہوئی تھیں نیز یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ پرندوں کی پھینکی ہوئی پتھریاں اصحاب فیل پر گرتی تھیں تو ان کے جسم پر چھوٹے چھوٹے چھالے بن جاتے تھے اور دنیا میں سب سے پہلے چیچک کی ابتداء یہیں سے ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

☆☆☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ القریش	۴ آیتیں ۱ رکوع

رکوعہا ۱ | (۱۰۶) سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ (۲۹) | اٰیاتہا ۴

سورۂ قریش مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٢ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

قریش کی [illegible] ان کی [illegible] ان کی [illegible] ان کی [illegible]

ع الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤

[illegible] جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بیت مکرم تعمیر کرایا اور اس کا حج مشروع فرمایا یہ زمانہ اسلام سے پہلے بھی اہل عرب اس کا حج کرتے تھے اگرچہ شرک کرتے تھے اور چونکہ مکہ مکرمہ میں بیت شریف واقع تھا جسے بیت اللہ کہا جاتا ہے اس لئے قریش مکہ کی پورے عرب میں بڑی عزت تھی۔ اہل عرب وقت مار کرنے کا مزاج رکھتے تھے لیکن اہل مکہ پر بھی حملہ نہیں کرتے تھے اسی کو سورۃ العنکبوت میں فرمایا

اولم یروا انا جعلنا حرما امنا ویتخطف الناس من حولھم افبالباطل یؤمنون وبنعمۃ اللہ ھم یکفرون

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو پرامن بنایا اور لوگوں کے اردگرد سے اچک لیا جاتا ہے کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں) یوں تو گزشتہ زمانہ ہی سے عرب اہل مکہ کا آرام واحترام کرتے تھے۔ جب اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا اور عرب میں یہ بات مشہور ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں سے محفوظ فرمایا تو اور زیادہ ان کے قلوب میں اہل مکہ کی عظمت بڑھ گئی یہ جو ان کی حرمت مشہور و معروف تھی اس کی وجہ سے پورے عرب کے ملاوہ دوسرے علاقے کے لوگ بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ مکہ معظمہ چٹیل میدان تھا۔ اس میں پہاڑ تھے پانی کی بھی کمی تھی نہ باغ تھے نہ کھیتی باڑی تھی زندگی گزارنے کے لئے ان کے پاس ذرائع معاش عام طور پر نہیں پائے جاتے تھے زندگی کے مقاصد پورا کرنے کے لئے یہ لوگ ملک شام اور یمن جایا کرتے تھے۔ ایک سفر سردی کے زمانہ میں اور ایک سفر گرمی کے زمانہ میں کیا کرتے تھے۔ سردی میں یمن جاتے تھے اور گرمی میں شام جایا کرتے تھے اور دونوں ملکوں سے غلہ لاتے تھے جو ان کی غذا میں کام آتا تھا دیگر اموال بھی فروخت کرتے اور دوسرے کاموں میں بھی لاتے تھے۔ ابوسفیان کو ہرقل نے جو

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں سوال وجواب کئے وہ اسی تجارت کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ کفار قریش کا قافلہ تجارت کے لئے بیت المقدس میں پہنچا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کیلئے سردی اور گرمی کے سفروں کو ان کے کھانے پینے اور پہننے اور کعبہ شریف کی عظمت اور حرمت کو ان کے امن وامان کا ذریعہ بنا رکھا تھا سورۃ الفیل میں کعبہ شریف کی حفاظت کا ذکر ہے جس کی وجہ سے قریش کو امن وامان حاصل تھا اس لئے اس کے متصل ہی سورۃ القریش کو سورۃ الفیل کے بعد ہی لایا گیا جس میں قریش مکہ کو یاد دلایا کہ دیکھو تم سردی اور گرمی میں تجارت کے لئے سفر کرتے ہو اور ان دونوں سفروں سے تمہیں دیگر مالوفات کی طرح خاص الفت ہے۔ سفروں میں جاتے ہو جن کے منافع اور مرافع سے فائدہ اٹھاتے ہو اور چونکہ تم مکہ معظمہ کے رہنے والے ہو اس لئے اپنے اسفار میں جن قبائل پر گزرتے ہو تمہارا حترام کرتے ہیں تم مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے بھی امن وامان میں ہو اور بلا خوف وخطر زندگی گزارتے ہو اور اسفار میں بھی مکہ معظمہ کی نسبت سے امن وامان کا فائدہ اٹھاتے ہو۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں لگو جو اس بیت یعنی کعبہ شریف کا رب ہے وہ تمہیں کھانے پینے کو بھی دیتا ہے اور امن وامان سے بھی رکھتا ہے یہ خالق جل مجدہ کی ناشکری ہے کہ اس کی نعمتوں میں زندہ رہیں پلیں اور بڑھیں اور عبادت میں کسی مخلوق کو شریک کردیں۔

قال القرطبی نافلاً عن الفراء هذه السورة متصلة بالسورة الاولی لانه ذکر اهل مکة عظیم نعمته علیهم فیما فعل بالحبشة ثم قال (لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ) ای فعلنا ذلک باصحاب الفیل نعمة ما علی قریش و ذلک ان قریشا کانت تحرج تجارتها فلا یعار علیها فی الجاهلیة یقولون هم اهل بیت اللّٰه عزوجل (علامہ قرطبی فراء سے نقل کرتے فرماتے ہیں یہ سورت پچھلی سورت سے متصل ہے اس لئے کہ اس سورت میں اللہ نے اہل مکہ کو اپنی عظیم نعمت یاد دلائی ہے اس بارے میں جو انہوں نے حبشہ میں کیا۔ پھر فرمایا لایلف قریش یعنی یہ سب ہم نے اصحاب فیل قریش پر نعمت کرنے کے لئے کیا اور وہ یہ قریش اپنی تجارت کے لئے نکلتے تھے تو زمانہ جاہلیت میں بھی ڈاکو ڈاکہ نہ ڈالتے تھے کہتے کہ یہ لوگ بیت اللہ کے رہائشی ہیں)

ترکیب نحوی کے اعتبار سے اقرب الی الفہم یوں کہا جاتا ہے کہ ایلاف اول مبدل منہ ہے اور ایلافھم اس سے بدل ہے اور جار مجرور مل کر لیعبدوا سے متعلق ہے سمجھنے کے لئے عبارت یوں ہوگئی۔ لیعبدوا رب هذا البیت لاجل ایلافهم رحلة الشتاء والصیف۔ والفاء زائدة والایلاف افعال من الالفة مهموز الفاء. (فلیعبدوا رب هذا البیت۔ اس لئے کہ سردی وگرمی کے سفر میں ان کا اس پیدا کیا۔ فا زائدہ ہے اور ایلاف، افعال کا مصدر ہے مہموز الفاء سے) (راجع روح المعانی ص ۲۷۶ ج ۳۰)

فائدہ۔ سورۃ القریش میں قریش کے سالانہ دو سفروں کا ذکر ہے یہ قریش کون شخص تھا جس کے نام سے قریش کا قبیلہ منسوب ہوا؟ اول یہ سمجھنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاشمی بھی تھے اور قریشی بھی آپ کے دادا کا لقب عبدالمطلب اور نام شیبہ تھا اور ان کے والد کا نام عمرو بن عبد مناف اور لقب ہاشم تھا اس وجہ سے آپ بنی ہاشم میں شمار ہوتے ہیں اور عبد مناف کا نام مغیرہ بن قصی تھا اس کے جد نسب یوں ہے قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ (ذکرہ اہل النسب)

اس میں اختلاف ہے کہ قریش کس کا لقب تھا بعض علماء کا قول ہے کہ یہ فہر بن مالک اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں دونوں قول نقل کئے ہیں اور دونوں کی دلیلیں بھی لکھی ہیں پھر دوسرے قول کو ترجیح دی ہے یعنی یہ کہ نضر بن کنانہ کا لقب قریش تھا اور اس سلسلہ میں مسند احمد اور سنن ابن ماجہ سے ایک حدیث مرفوع بھی نقل کی ہے پھر لکھا ہے کہ وهذا اسناد جید قوی وهو فیصل فی هذه المسئلة فلا التفات الی قول من خالفه واللّٰه اعلم والحمد واسمه. (اور یہ عمدہ وقوی سند ہے اور یہ اس مسئلہ میں فیصل ہے پس جو اس کا مخالف ہے اس کے قول کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں)

اب رہی یہ بات کہ لفظ قریش کا معنی کیا ہے اور قریش کو یہ لقب کیوں دیا گیا اس بارے میں بھی کئی قول ہیں اصل لفظ قرش ہے اور

قریش اس کی تصغیر ہے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ قریش ایک دریائی جانور کا نام ہے جو بڑا قوی ہیکل ہوتا ہے اور چھوٹے بڑے دریائی جانوروں پر غالب ہو جاتا ہے۔ حضرت معاویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قریش کی وجہ تسمیہ دریافت کی تو انہوں نے یہی بات بتائی کہ یہ قوت اور طاقت میں اس بڑے دریائی جانور کے مشابہ ہونے کی وجہ سے قریش کو قریش کا لقب دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ حارث بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کو اس لقب سے پکارا جاتا تھا وہ باہم سے لڑا یا کرتا تھا اور عرب کہا کرتے تھے قد حاءت عیر قریش یوں بھی کہا جاتا ہے کہ بدر میں جس کنویں کے قریب جنگ ہوئی تھی اسے بدر بن قریش نے کھودا تھا اور اسی کے نام پر جگہ کا نام بدر معروف ہوا۔

یوں بھی کہا جاتا ہے کہ لفظ قریش مجتمع ہونے پر بولا جاتا ہے قصی بن کلاب سے پہلے یہ لوگ منتشر تھے اس نے انہیں حرم میں لا کر اور باہر جمع کیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ قصی ہی کا لقب قریش تھا اور ایک قول یہ ہے کہ تقرش تکسب (یعنی مال کمانے) اور تجارت کرنے کے معنی میں آتا ہے اسی وجہ سے قریش اس لقب سے معروف اور مشہور ہوئے۔ نضر بن کنانہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مہینوں کی حاجات کی تفتیش کرتا اور ان کی مدد کرتا تھا اور اس سے بچنے موسم حج میں لوگوں کی حاجات کی تفتیش کرتے تھے پھر انہیں اس قدر مال دیتے تھے کہ اپنے شہروں تک پہنچ جائیں۔ اس عمل کی وجہ سے وہ قریش کے لقب سے مشہور ہوا (قالوا والتقریش هو التفتیش) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریشی بھی تھے اور ہاشمی بھی (کیونکہ بنی ہاشم قریش ہی کی ایک شاخ ہے اور آپ کے چچا عباسؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم بھی بنی ہاشم میں تھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور تمام بنی امیہ قریش میں سے تھے ہاشمی نہیں تھے حضرت واثلہ بن اسقع نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو چن لیا اور مجھے بنی ہاشم سے چن لیا (رواہ مسلم)

قریش مکہ نے بہت دیر سے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیفیں بھی بہت پہنچائیں حتی کہ آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی اور خدمت اسلام کی توفیق دی ان حضرات نے بڑے بڑے ممالک فتح کئے۔ حضرت عمرو بن عاص، خالد بن ولید رضی اللہ عنہما انہی حضرات میں سے تھے۔ سنن ابی داؤد طیالسی میں ہے (ص ۴۰) کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ

اللهم اٰلک اذقت اوّلها عذابا او وبالا فاذق اٰخرها نوالا (مشکوۃ المصابیح ص ۵۵۵)

(اے اللہ آپ نے قریش کے پہلے لوگوں کو عذاب اور وبال چکھایا سو ان کے آخر کے لوگوں کو بخشش عطا فرما) اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ان کو بہت کچھ عطا فرمایا اور ان سے دین کی بڑی خدمت لی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خلافت میرے بعد قریش میں ہوں۔

جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ چہرہ کے بل اس کو اوندھے منہ کر کے ڈال دے گا جب تک یہ لوگ دین کو قائم رکھیں گے اور یہ بھی فرمایا کہ بارہ خلفاء تک دین اسلام غالب رہے گا اور یہ بارہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے (مشکوۃ المصابیح ص ۵۵۰ عن بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہی فرمایا تھا کہ خلافت برابر قریش میں رکھی جائے لیکن ملوکیت کا مزاج جب دنیا میں آ گیا اور اس کے بعد جمہوریت کی جہالت نے جگہ پکڑی تو دوسرے لوگ اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے ملوک اور امراء بن گئے اور بنتے رہے۔ جو لوگ اپنے ناموں کے ساتھ ہاشمی قریشی صدیقی عثمانی علوی رضوی نقوی لکھتے ہیں یہ صرف نام بتانے تک ہے۔ بے عملی

میں شکل وصورت میں نمازیں چھوڑنے میں دیگر معاصی میں دوسروں سے مختلف ہیں اور دوسری قوموں کے فرد علوم ومعارف والوں میں ان سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ جب انہوں نے اپنی ساری خصوصی حیثیت امت میں بھی ان کی وہ حیثیت نہیں رہی جو ہونی چاہئے تھی جب ان کا یہ حال ہے تو خلافت کون ان کے سپرد کرے گا جہاں تہیں ان کی ذاتی حکومت باقی ہے اس میں بھی ملوک اور وزراء مادیین داری کا خیال نہیں کرتے، شیطان کے اشاروں پر کن کاری کے اصول پر حکومت چلاتے ہیں اسلامی قوانین کی بڑھ کر مخالفت کرتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی وھو المستعان وعلیہ الکلان

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۂ ماعون	۷ آیتیں ارکوع

الجزء ۷ (۱۰۷) سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۷) رکوعہا ۱

سورۂ ماعون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سات آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

بھلا تو نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ سو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی

الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝

ترغیب نہیں دیتا۔ پس خرابی ہے نماز پڑھنے والوں کی جو اپنی نماز کو بھلا دیتے ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ ریاکاری کرتے ہیں

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

اور ماعون سے منع کرتے ہیں۔

اوپر سورۃ ماعون کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ماعون ایسی چیز کو کہتے ہیں جو معمولی سی چیز ہوا کرتی کو استعمال کے لئے دیدی جائے تو دینے والے کے مال میں ہوئی نہ کمی نہ آئے چونکہ اس سورت کے آخر میں ماعون سے منع کرنے والوں کی مذمت وارد ہوئی ہے اس لئے سورۃ الماعون کے نام سے معروف اور مشہور ہے۔

اس سورت میں پانچ چیزوں کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ اولاً فرمایا ارءیت الذی یکذب بالدین اے نبی کیا آپ نے اسے دیکھا جو دین یعنی جزا کو جھٹلاتا ہے یعنی قیامت کے دن کا اور اس بات کا انکار کرتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے اور اعمال کی جزا پائیں گے۔

ثانیاً اس شخص کی بے رحمی کا ذکر کیا اور فرمایا فذلک الذی یدع الیتیم (سو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے)

ثالثاً یوں فرمایا ولا یحض علی طعام المسکین (کہ یہ شخص مسکین کے کھانے کی ترغیب نہیں دیتا) اس میں اس فکر قیامت کی کجی کی نشاندہی کی کہ یہ خود تو کسی مسکین پر کیا خرچ کرتا دوسروں کو بھی خرچ کرنے کی ترغیب نہیں دیتا۔ یتیم کو بھی دھکے دیتا ہے اور مسکین پر بھی رحم نہیں کھاتا روز جزا کی تکذیب کرنے والے کی یہ دونوں صفات بیان فرمائیں جس میں یہ معلوم ہوا کہ ایمان ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے دل نرم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر مومن بندے رحم کرتے ہیں اور ترس کھاتے ہیں اور یوم آخرت

میں اللہ تعالیٰ سے اس کی جزا ملنے کی امید رکھتے ہیں۔

یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور روز جزاء کے واقع ہونے کا انکار کرتے ہیں ان میں رحمدلی نہیں ہوتی اگر کسی پر کچھ خرچ کرتے ہیں تو وہ بھی اپنے دنیوی مطلب سے کرتے ہیں اور یوم جزاء میں ثواب ملنے کی امید نہیں رکھتے۔ جب آخرت ہی کو نہیں مانتے تو ثواب کی امید کیسے رکھیں گے۔ سورۃ الحاقہ میں کافروں کا عذاب بتانے کے بعد فرمایا

انہ کان لا یومن باللہ العظیم ولا یحض علی طعام المسکین ۔

(بے شک وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کے کھانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا)

منکرین قیامت کی بعض صفات بیان کرنے کے بعد ان لوگوں کی تین صفات بیان فرمائیں جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دعوے کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو منافق ہیں (ان کا دعوائے ایمان جھوٹا ہے) اور وہ لوگ بھی ہیں جو ملت اسلامیہ سے تو خارج نہیں لیکن اعمال کے اعتبار سے ان کا طرز زندگی اوامر اسلامیہ کے خلاف ہے فرمایا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝

(سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا دینے والے ہیں)

(یہ پہلی صفت ہوئی) الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ. جو دکھلاوا کرتے ہیں (یہ دوسری صفت ہوئی)

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ، اور معمولی چیز کو منع کرتے ہیں۔ (یہ تیسری صفت ہوئی)

پہلی صفت میں یہ بیان کیا کہ کہنے کو نمازی بھی ہیں لیکن نماز سے غفلت برتتے ہیں' یہ لفظ ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو نماز کو بالکل ہی نہیں پڑھتے اور ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو وقت سے ناوقت کر کے پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو اس کے ارکان اور شروط کے مطابق ادا نہیں کرتے اور ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو خشوع کی طرف دھیان نہیں کرتے اور اس کے معانی میں غور نہیں کرتے۔ مفسر ابن شیخ فرماتے ہیں کہ الفاظ کا عموم ان سب کو شامل ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص ان صفات میں سے کسی بھی ایک صفت سے متصف ہوگا اسی درجہ میں آیت کا مضمون اس کو شامل ہوگا' پھر لکھا ہے کہ جس میں یہ صفات موجود ہوں وہ پوری طرح آیت کی وعید کا مستحق ہوگا اور اس میں پوری طرح نفاق عملی پایا جائے گا' صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب سورج شیطان کی دونوں سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے ان میں اللہ کو بس ذرا سا یاد کرتا ہے۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ یہ لوگ ریاکاری کرتے ہیں' بعض لوگ سستی کی وجہ سے اور بعض کاروباری دھندوں کی وجہ سے نماز کو بے وقت کر کے پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگوں کے دل میں نماز پڑھنے کا حقیقی جذبہ ہی نہیں ہوتا دل تو چاہتا نہیں مگر یہ بھی خیال ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اس لئے وقت نکلتے ہوئے کھڑے ہو کر جلدی سے جھوٹے دل سے ٹک مار دیتے ہیں۔

ریاکاری بہت بری بلا ہے سورۂ نساء میں منافقین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا

ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یرآءون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا ۔

(بے شک منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ ان کے دھوکے کی جزاء دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو

سستی کے ساتھ اٹھتے ہوتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر ذرا سا)

بات یہ ہے کہ اللہ سے ثواب لینا ہو وہ خوب اچھی طرح دل کے ساتھ عبادت میں لگتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو زبان پر جاری کرتا ہے اور دل میں بساتا ہے اس کے خلوت اور جلوت برابر ہے وہ مخلوق کو اس لائق سمجھتا نہیں کہ ان کے لئے کوئی ایسا عمل کرے جو عبادت میں سے ہو اور خالق مخلوق کو راضی کرنا ہے وہ برے دل سے تھوڑا سا عمل کرتا ہے وہ بھی لوگوں کے سامنے (تنہائی میں نہیں کرتا) ذرا سا عمل یا اس کا ٹنڈورا پیٹ دیا تہجد پڑھا لوگوں کو بتا دیا صبح ہوئی تو لوگوں کے سامنے ترکیب سے بیان کر دیا کہ میں آج رات بھوکا رہا بھوک کے مارے برا حال ہو گیا قرآن شریف پڑھا لوگوں کو معتقد بنانے کے لئے اگر چند قاری جمع ہوئے تو مجلس منعقد کرنے والوں سے ناراض ہوئے کہ تم نے میرے بعد دوسرے کی تلاوت کیوں رکھی میرا جورنگ جما تھا اسے خراب کر دیا مقرر صاحب اسٹیج پر تشریف لائے تقریر فرمائی نہ اپنے کلے سے اتری نہ سننے والوں کے کانوں سے آگے بڑھی مقرر داد لینے والے اور سننے والے کانوں کو داد دینے والے عمل کا ارادہ کسی کا نہیں ہے۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ کو مستقل آیت قرار دے کر اور یُرَآءُوْنَ کا مفعول حذف فرما کر ہر قسم کے ریاکاروں کی مذمت بیان فرما دی۔ بدنی عبادت کے علاوہ مالیت خرچ کرنے میں بھی ریاکاری ہوتی ہے۔ مسجد بنا دی تو شہرت کے لئے۔ اپنے نام پر مسجد رکھنے کی ضد کسی مدرسہ میں کوئی چیز دلوا دی اس پر اپنے نام کا کتبہ لگانے کا اصرار، کوئی کتاب چھپوا کر تقسیم کر دی اس پر اپنے نام کی تشہیر کو قید کی تو اس کا اشتہار، مدارس کے سفراء سے رسید لے کر اپنے ہاتھ سے اپنے القاب و آداب کے ساتھ نام لکھنا تاکہ روئداد میں معلے القاب کے ساتھ نام چھپے یہ چیزیں دیکھنے میں آتی رہتی ہیں اور بہت سے لوگ کسی کی مالی امداد کرتے ہیں تو احسان جتاتے ہیں اور دکھ دیتے ہیں اور سورۃ البقرہ میں فرمایا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ

(اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان دھر کے اور ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا)

یاد رہے کہ اللہ نے جو عبادت کی توفیق دی اس سے دل میں مسرت اور خوشی آجانا یہ ریاکاری نہیں ہے اور لوگوں کے سامنے عمل کرنے کا نام بھی ریاکاری نہیں۔ ریاکاری یہ ہے کہ لوگوں کو معتقد بنانے کا اور شہرت اور جاہ کا ارادہ ہو بعضے جاہل مسجد میں جماعت سے نماز نہیں پڑھتے شیطان نے انہیں یہ پٹی پڑھائی ہے کہ لوگوں کے سامنے عمل کریں گے تو ریاکاری ہو جائے گی حالانکہ ریاکاری دل کے اس ارادہ کا نام ہے کہ لوگ میری تعریف کریں اور میرے معتقد بنیں سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ

(اگر تم صدقات کو ظاہر کرکے دو تو یہ اچھی بات ہے اور اگر ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے)

دیکھو صدقات ظاہر کرکے دینے کو بھی اچھی بات بتا دی مؤمن بندے کے لئے لازم ہے کہ خلوت میں ہو یا جلوت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرے۔ مخلوق سے نہ جاہ کا امیدوار ہو نہ مال کا طالب۔

تیسری صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (کہ یہ لوگ ماعون سے روکتے ہیں۔ ماعون کے بارے میں مفسر ابن کثیر نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز استعمال سے نہ بڑھتی ہے اور نہ گھٹتی ہے نہ بدلتی ہے نہ خراب ہوتی ہے اس کے دینے میں بخوشی کرنا یہ ماعون کا روکنا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا کہ ماعون کیا ہے؟ انہوں نے

فرمایا کہ یہ جو لوگ آپس میں مانگے کے طور پر دیدیتے ہیں جیسے ہتھوڑا، بالٹی، ڈول، ترازو اور اسی طرح کی چیزیں ماعون ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا متاع البیت یعنی گھر کا استعمالی سامان ماعون ہے۔ حضرت عکرمہ نے ماعون کی مثال دیتے ہوئے چھلنی، ڈول اور سوئی کا بھی تذکرہ فرمایا بعض حضرات نے وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ کا مطلب یہ بتایا ہے کہ زکوٰۃ فرض ہوتے ہوئے بھی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ حضرت علیؓ حضرت مجاہدؒ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عکرمہؒ سے یہ تفسیر کی گئی ہے۔

(ابن کثیر ص ۵۵۵ ج ۳ و ص ۵۵۶ ج ۶)

ریاکاری کے طور پر اچھی نماز پڑھے چونکہ وہ اللہ کے لئے نہیں ہے اس نے خالق جل مجدہ کے حق کی ادائیگی میں وہ بھی کنجوسی ہے اس کنجوسی کو ذکر کرنے کے بعد مال کی کنجوسی ذکر کی اس میں مانگے پر استعمالی چیز نہ دینے کا تذکرہ فرماتے ہوئے وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ فرمایا جو مانگے پر کوئی چیز صرف استعمال کے لئے نہ دے جو استعمال سے نہ گھٹے وہ بالکل کوئی چیز سی کر یا دے سکتا ہے جو بالکل ہاتھ سے نکل جائے۔

زکوٰۃ نہ دینا بھی کنجوسی کی ایک شق ہے ایک آدمی کے پاس مال جمع ہو گیا اس میں قواعد شرعیہ کے مطابق زکوٰۃ فرض ہو گئی جو کل مال کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے وہ بھی پورا ایک سال گزرنے پر فرض ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے باوجود زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کی تو یہ بہت بڑی کنجوسی ہے کوئی شخص استعمال کی چیز ذرا بہت دیر کے لئے دینے سے منکر ہو جائے جیسے یہ کنجوسی ہے اسی طرح معمولی چیز نہ دینا بھی کنجوسی ہے کسی کو آگ دیدی ماچس کی ایک تیلی دیدی تلاوت کرنے کے لئے قرآن مجید دیدیا نماز پڑھنے کے لئے چٹائی دے دی۔ ان سب چیزوں میں ثواب بہت زیادہ مل جاتا ہے اور روک رکھنے سے کوئی اپنے پاس مال زیادہ جمع نہیں ہو جاتا جن لوگوں کا مزاج کنجوسی کا ہوتا ہے وہ کسی کو کچھ دینے یا ذرا سی مدد کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا چیز ہے جس کا منع کرنا حلال نہیں؟ فرمایا پانی نمک اور آگ۔ عرض کیا یا رسول اللہ پانی کی بات تو سمجھ آ گئی نمک اور آگ میں کیا بات ہے؟ فرمایا کہ جس نے آگ دیدی گویا اس سارے مال کا صدقہ کر دیا جسے آگ نے پکایا اور جس نے نمک دیدیا گویا اس نے سارے مال کا صدقہ کر دیا جسے نمک نے مزیدار بنایا اور جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی نہیں ملتا ہے تو گویا اس نے ایک جان کو زندہ کر دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۰ از ابن ماجہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کے سامنے تبسم کرنا دینی صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر صدقہ ہے جو شخص راستہ گم کئے ہوئے راہ سے بتا دینا صدقہ ہے کمزور بینائی والے کی مدد کر دینا صدقہ ہے اور راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی ہٹا دینا صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا صدقہ ہے۔

(رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ ص ۱۶۹)

فائدہ:۔ لفظ حضُّ (مصاعف) قرآن مجید میں صرف تین جگہ آیا ہے اور تینوں جگہ یتیم کو کھانا نہ کھلانے کی شکایت کے تذکرہ میں وارد ہوا ہے دو جگہ مجرد ہے ایک جگہ سورۃ الحاقہ میں اور ایک جگہ الماعون میں تیسرا جو سورۃ الفجر میں ہے باب تفاعل سے ہے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان فی کل حین وآن.

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ الکوثر	۳ آیتیں ۱ رکوع

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵) رُكُوْعُهَا ۱ (۱۰۸) آیاتہا ۳

یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ع ۳۳ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

بیشک ہم نے آپ کو وہ چیز عطا فرمائی۔ سو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے۔ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

یہ سورۃ الکوثر کا ترجمہ ہے بعض حضرات نے اسے مدنی سورت بتایا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں اور تعداد آیات کے اعتبار سے یہ قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورت ہے۔ لفظ کوثر فوعل کے وزن پر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے اسی خیر کثیر میں سے نہر کوثر بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔ سورت کے سبب نزول کے بارے میں جو روایات تفسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں جنہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم آخری آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھیں گے۔

ارشاد فرمایا انا اعطیناک الکوثر (ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے نوازا سید الانبیاء وارسل بنایا قرآن عطا فرمایا بہت بڑی امت آپ سے تابع بنائی۔ آپ کا دین سارے عالم اور ساری اقوام میں پھیلایا اور آخرت میں آپ کو بہت بڑی خیر سے نوازا اور مقام محمود بھی عطا فرمایا۔ نہر کوثر بھی خیر کثیر کا ایک حصہ ہے خیر کثیر اسی میں منحصر نہیں۔ احادیث شریفہ میں نہر کوثر کی بھی بہت عظیم صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (شب معراج) میں جنت میں چل پھر رہا تھا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہر ہے اس کے دونوں جانب موتیوں کے بنائے ہوئے ایسے قبے ہیں کہ موتیوں کو اندر سے تراش کر ایک ایک مٹھی کا ایک ایک قبہ بنا دیا گیا ہے میں نے دریافت کیا اے جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ اس کے اندر کی مٹی بہت تیز خوشبودار مشک ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے حوض کا طول اور عرض اتنا زیادہ ہے کہ اس کے ایک طرف سے دوسری طرف جانے کے لئے ایک ماہ کی مدت درکار ہے اور اس کے گوشے برابر ہیں۔ (یعنی طول و عرض دونوں برابر ہیں) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ ہے اور اس کے لوٹے اسقدر ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں جو اس میں سے پئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۷ از مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حوض اس قدر عریض وطویل ہے کہ اس کی دو طرفوں کے درمیان اس فاصلہ سے بھی زیادہ فاصلہ ہے جو ایلہ سے عدن تک ہے۔ سچ جانو وہ برف سے زیادہ سفید اور اس شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو دودھ میں ملا ہوا ہو اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور میں (دوسری امتوں) کو اپنے حوض پر آنے سے ایسے ہٹاؤں گا جیسے (دنیا میں) کوئی شخص دوسرے کے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس روز آپ ہم کو پہچانتے ہوں گے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں (ضرور پہچانتوں گا اس لئے کہ تمہاری ایک علامت ہوگی جو کسی اور امت کی نہ ہوگی۔ اور وہ یہ کہ تم حوض پر میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ وضو کے اثر سے تمہارے چہرے روشن ہوں گے اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۷)

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان کے ستاروں کی تعداد میں حوض کے اندر سونے چاندی کے لوٹے نظر آرہے ہوں گے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۷)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس حوض میں دو نالے گر رہے ہوں گے جنت (کی نہر) سے اس کے پانی میں اضافہ کر رہے ہوں گے۔ ایک پرنالہ سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہوگا (حوض کی وسعت کی طرح ارشاد فرمائی ہے کہ جہیں ایک ماہ کی مسافت کا فاصلہ اس کی طرفوں کے درمیان فرمایا کہیں ایلہ اور عدن کے درمیان فاصلہ سے بھی اس کی وسعت کی تشبیہ دی کہیں کچھ اور فرمایا۔ ان مثالوں کا مقصد حوض کی وسعت کو سمجھانا ہے۔ ناپی ہوئی مسافت بتانا مراد نہیں ہے اہل مجلس کے لحاظ سے وہ مسافت اور فاصلہ ارشاد فرمایا ہے جسے وہ سمجھ سکتے تھے۔ حاصل روایات کا یہ ہے کہ اس حوض کی مسافت سینکڑوں میل ہے ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ)۔ احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہر کوثر جنت میں ہے۔ میدان قیامت میں اس میں سے ایک شاخ لائی جائے گی جس میں اوپر سے پانی آتا رہے گا اور اہل ایمان اس میں سے پیتے رہیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا عدن اور عمان کے درمیان فاصلہ ہے برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور مشک سے بہتر اس کی خوشبو ہے۔ اس کے پیالے آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں جو اس میں سے ایک مرتبہ پی لے گا اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔ سب سے پہلے اس پر مہاجر فقراء آئیں گے کسی نے (اہل مجلس میں سے) سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ان کا حال بتا دیجئے؟ ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں (دنیا میں) جن کے سروں کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے (بھوک وتھکن کے باعث) بدلے ہوتے تھے۔ ان کے لئے (بادشاہوں اور حاکموں) کے دروازے نہیں کھولے جاتے تھے اور عمدہ عورتیں ان کے نکاح میں نہیں دی جاتی تھیں اور (ان کے معاملات کی خوبی کا یہ حال تھا کہ) ان کے ذمہ جو (کسی کا حق) ہوتا تھا سب چکا دیتے تھے اور ان کا حق جو (کسی پر ہوتا تھا تو پورا نہ لیتے تھے (بلکہ تھوڑا بہت چھوڑ دیتے تھے۔

یعنی دنیا میں ان کی بدحالی اور بے مائیگی کا یہ حال تھا کہ بال سدھارنے اور کپڑے صاف رکھنے کا مقدور بھی نہ تھا۔ اور ظاہر کے سنوارنے کا ان کو ایسا خاص دھیان بھی نہ تھا کہ بناؤ سنگار کے چوچلوں میں وقت گزارتے اور آخرت سے غفلت برتتے۔ ان کو دنیا میں افکار ومصائب ایسے درپیش رہتے تھے کہ چہروں پر ان کا اثر ظاہر تھا۔ اہل دنیا ان کو ایسا حقیر سمجھتے تھے کہ مجلسوں اور تقریبوں اور شاہی درباروں میں ان کو دعوت دے کر بلاتا تو کیا معنی ان کے لئے ایسے مواقع میں دروازے ہی نہ کھولے جاتے تھے اور وہ عورتیں جو ناز ونعمت میں پلی تھیں ان خاصان خدا کے نکاحوں میں نہیں دی جاتی تھیں۔ مگر آخرت میں ان کا یہ اعزاز ہوگا کہ حوض کوثر پر سب سے پہلے پہنچیں

گے۔ دوسرے لوگ ان کے بعد اس مقدس حوض سے پی سکیں گے۔ (بشرطیکہ اہل ایمان ہوں اور اس میں سے پینے کے لائق ہوں)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب آنحضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشد نقل کیا گیا کہ حوض کوثر پر سب سے پہلے پہنچنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے سر کے بال بکھرے ہوئے اور میلے رہتے تھے اور جن سے عمدہ عورتوں کے نکاح نہ کئے جاتے تھے اور جن کے لئے دروازے نہ کھولے جاتے تھے تو اس ارشاد نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو سن کر (غصہ آگئے) اور بے ساختہ فرمایا کہ میں ایسا نہیں ہوں میرے نکاح میں عبدالمطلب کی بیٹی فاطمہ (شہزادی) ہے اور میرے لئے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں اب تو ایسا کروں گا کہ اس وقت تک سر کو نہ دھوؤں گا جب تک بال بکھر نہ جایا کریں گے اور اپنے بدن کو اس وقت تک نہ دھوؤں گا جب تک میلا نہ ہو جایا کرے گا (الترغیب والترہیب)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض (کوثر) پر تمہارے پلانے کا انتظام کرنے کے لئے پہلے سے پہنچا ہوا ہوں گا۔ جو میرے پاس سے گزرے گا پی لے گا اور جو اس میں سے پی لے گا کبھی اسے پیاس نہیں لگے گی پھر فرمایا بہت سے لوگ میرے پاس سے گزریں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ لگا دی جائے گی۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے آدمی ہیں جواب میں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں نکال لی تھیں اس پر میں کہوں گا دور رہو دور رہو جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل دیا (مشکوۃ المصابیح)

دین میں بدعتیں نکالنے والوں کا اس وقت کیسا برا حال ہوگا جبکہ قیامت کے دن پیاس سے بے تاب اور عاجز و بے کس ہوں گے اور حوض کوثر کے قریب پہنچا کر دھتکار دیئے جائیں گے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی ایجادات کا حال سن کر "دور دور" فرما کر پھٹکار دیں گے۔

قرآن و حدیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسی پر چلنے میں بھلائی ہے اور کامیابی ہے۔ لوگوں نے سینکڑوں بدعتیں نکال رکھی ہیں اور دین میں ادل بدل کر رکھا ہے جن سے ان کی دنیا بھی چلتی ہے اور نفس کو مزہ بھی آتا ہے اور مختلف ملاقاتوں میں مختلف بدعتیں رواج پا گئی ہیں ایسے لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے تو الٹا سمجھانے والے کو ہی برا کہتے ہیں۔ ہم سیدھی اور موٹی سی ایک بات کہے دیتے ہیں کہ جو کوئی بھی کام کرنا ہو آنحضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جیسے فرمایا اس طرح کریں اور جس طرح آپ نے کیا اسی طرح عمل کریں اور اپنے پاس سے کوئی عمل تجویز نہ کریں۔

دنیا دار پیر فقیر یا علم کے جھوٹے دعویدار اگر کہیں گے کہ فلاں کام میں ثواب ہے اور اچھا ہے تو ان سے ثبوت مانگو اور پوچھو کہ بتاؤ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہے یا نہیں؟ اور حدیث شریف کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرنا پسند تھا

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (سو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے)

(جب آپ کے رب نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما دی تو عبادت کی طرف زیادہ توجہ کیجئے نمازیں پڑھتے رہا کریں۔ فرائض بھی اور نوافل بھی اور جانوروں کی قربانی کرتے رہیں ان کے ذبح کے وقت رب کا نام لیں۔

پہلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوثر یعنی دنیا و آخرت میں خیر کثیر عطا فرمانے کی خوش خبری دی اب اس آیت میں اس کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا اور دو کاموں میں مشغول ہونے کی خاص تلقین فرمائی ایک نماز دوسری قربانی نماز بدنی اور جسمانی عبادتوں میں

سب سے بڑی عبادت ہے اور قربانی مالی عبادتوں میں سے ہے اور اس بنا پر خاص امتیاز اور اہمیت رکھتی ہے کہ اللہ کے نام پر قربانی کرنا بت پرستی کے خلاف ایک جہاد ہے مشرکین بتوں کے نام سے قربانی کرتے تھے اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے نبی کو اور آپ کے توسط سے آپ کی امت کو حکم دیا کہ اللہ کے نام سے قربانی کیا کریں۔

لفظ نحر عربی زبان میں اونٹوں کو ذبح کرنے کے لئے استعمال ہوتا تھا اہل عرب کے نزدیک اونٹ بڑا قیمتی مال سمجھا جاتا تھا اس آیت میں اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ گائے اور بکری کی قربانی بھی مشروع ہے جو احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔ ایام حج میں منیٰ میں اور پورے عالم میں ذی الحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخوں میں اللہ کی رضا کے لئے قربانیاں کی جاتی ہیں چونکہ لفظ لربک بھی ساتھ ہی لایا گیا ہے۔ اس سے مطلق ذبح کرنا مراد نہیں ہے قربانی وہی ہے جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔

بعض دگونے وانحر کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنے چاہئیں اور اسے حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ صحیح نہیں۔ (ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ ص ۵۵۸ ج ۴)

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ. (بیشک آپ سے بغض رکھنے والا ہی ابتر ہے)

تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عاص بن وائل (جو مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک دشمن تھا) جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتا تھا تو کہتا تھا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑو ان کے آل و اولاد تو ہے نہیں موت کے بعد ان کا ذکر و فکر ختم ہو جائے گا اس پر سورۃ الکوثر نازل ہوئی اس میں بتادیا کہ آپ کا ذکر اللہ تعالیٰ بہت بڑھائے گا جو شخص آپ سے دشمنی کرنے والا ہے وہ ہی بے نام و نشان رہ جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کعب بن اشرف (جو مدینہ منورہ کے رہنے والے یہودیوں میں ایک مالدار شخص تھا) وہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ پہنچا اس سے قریش مکہ نے کہا کہ تو سردار آدمی ہے اس نوعمر لڑکے کو دیکھ بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے ہم لوگ حجاج کی خدمت کرتے ہیں انہیں پانی پلاتے ہیں، کعبہ شریف کے متولی ہیں (کیا ہم اس سے بہتر نہیں ہیں؟) اس پر کعب بن اشرف نے کہا کہ تم لوگ اس سے بہتر ہو اس پر آیت کریمہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ نازل ہوئی۔ (رواہ البزار قال ابن کثیر ھو اسناد صحیح)

اور حضرت ابن عباسؓ سے یوں مروی ہے کہ یہ سورت ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادہ کی وفات ہوگئی تو ابولہب مشرکین کے پاس گیا اور کہا کہ ان کی نسل ختم ہوگئی۔ اب ان کا ذکر و فکر کچھ نہیں ہوگا۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی آپ کے دشمنوں نے یہ خیال کیا کہ آل و اولاد ہی سے انسان کا ذکر اور چرچا باقی رہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد میں سے کوئی باقی نہیں لہٰذا ان کا ذکر تھوڑے ہی سے دن ہے یہ ان لوگوں کی جہالت اور حماقت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر خوب بلند کیا آسمانوں میں بھی بلایا فرشتوں میں تعارف کرایا پوری دنیا میں آپ پر ایمان لانے والے پیدا فرمائے اذان اور اقامت میں اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر بلند فرمایا، نمازوں میں آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا مشروع فرمایا آپ پر کتاب نازل فرمائی کروڑوں افراد کو پورے عالم میں آپ کی امت اجابت میں شامل فرمایا ہر وقت لاکھوں کی تعداد میں آپ پر امت کا صلاۃ و سلام بھی پہنچتا ہے اور دشمنان اسلام بھی آپ کا ذکر خیر کرتے ہیں۔

حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل (جو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہے) لاکھوں کی تعداد میں گزر چکی ہے اور

ہزاروں کی تعداد میں اب بھی موجود ہے اور آپ پر ایمان لانے والے کروڑوں گزر چکے ہیں اور کروڑوں موجود ہیں جن دلوں نے آپ سے دشمنی رکھی اور یوں کہا کہ ان کا ذکر فکر پھوتہ رہے گا خود یہ دشمن بے نام و نشان ہو گئے آج ان کا نام لیوا کوئی نہیں ہے دنیا سے خود بھی گئے نسل بھی ختم ہو گئی۔ فلعنة الله على من عادى انبياء الله تعالى

لفظ شانئی صیغہ اسم فاعل ہے اس کا مصدر شنئان ہے سورۃ مائدۃ میں فرمایا ہے۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا "اور لفظ ابتر اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس کا مادہ بتر ہے جو کاٹنے کے معنی میں آتا ہے یہاں مقطور کے معنی میں ہے جس کا ذکر منقطع ہو گیا ہو آگے پیچھے کوئی نہ رہا ہو ایسے شخص کو ابتر کہتے ہیں اور اردو والے اس کا بدتر کے معنی میں لیتے ہیں یہ ان کی وضع ہے عربی میں بتر کا یہ معنی نہیں ہے۔

سقانا الله من حوض سيد المجتبى ورسوله المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم دائما ابدا

☆☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۂ کافرون	۶ آیتیں ارکوع

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۱۰۹ — اٰيَاتُهَا ۶ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ کافرون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیتیں ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان رحم والا ہے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! میں تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ میں تمہارے

اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبودوں کی پرستش کرو گے تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔

ع ۱

یہ سورۂ کافرون کا پورا ترجمہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اہل مکہ مشرک تھے کعبہ معظمہ تک کے اندر بت رکھ چھوڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایمان کی دعوت دی اور شرک چھوڑنے کی تبلیغ کی تو ان کو یہ بات بہت کھلی پہلے تو آپ سے بہت محبت رکھتے تھے اور آپ کو الصادق الامین کہتے تھے۔ جب آپ نے بت پرستی چھوڑنے کا حکم فرمایا تو سخت ترین دشمن ہو گئے اور طرح طرح کی باتیں بنانے لگے ایک دن ایسا ہوا کہ ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل اور اسود بن المطلب اور امیہ بن خلف آپس میں مل کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! آؤ ہم اور تم سمجھا کر لیں آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں اس طرح سے ہمارا اور آپ کا دین مشترک ہو جائے گا آپ کو بھی ہمارے دین میں سے کچھ حصہ مل جائے گا۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ قریش مکہ میں جو بہت سرکش تھے انہوں نے کہا کہ اے محمد! آؤ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ کے سوا کسی کی عبادت کروں انہوں نے کہا کہ آپ اتنا کیجئے ہمارے بعض معبودوں کو بوسہ دے دیجئے ہم آپ کی تصدیق کر لیں گے اور ہم آپ کے معبود کی عبادت کر لیں گے۔ اس پر سورۂ کافرون نازل ہوئی آپ مسجد الحرام تشریف لے گئے وہاں قریش کی ایک جماعت موجود تھی۔ وہیں حضرت ہود آپ نے بعد بانخوف وخطر یہ سورت ان لوگوں کو سنا دی اسے سن کر یہ لوگ آپ کی طرف سے بالکل ناامید ہوئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ کبھی ذرا بھی نہیں جھک سکتے

اور ہمارا دین قبول نہیں کر سکتے۔ (۔۔۔ صاحب ۔۔۔ ح)

دوسری اور تیسری آیت بھی ہر چوتھی پانچویں کے تم معنی ہے اس سے بعض حضرات نے بعد والی دونوں آیتوں و پہلی دو آیتوں کی تاکید قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ ان چار میں کی پہلی آیت جملہ فعلیہ ہے جو وقت موجودہ میں کسی کام کے کرنے پر دلالت کرتا ہے اس لئے وہ اور اس کے بعد والا جملہ یہ بتا رہا ہے کہ وقت موجودہ میں نہ تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کرتے ہو اور اس کے بعد جو وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ فرمایا ہے یہ جملہ اسمیہ ہے اس کی دلالت کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہذا یہ آئندہ زمانہ پر محمول ہے اور مطلب یہ ہے کہ آئندہ بھی کبھی میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں اور تم بھی آئندہ میرے معبود کی عبادت کرنے والے نہیں ہو۔

یہاں جو یہ اشکال ہوتا ہے کہ وَلَآ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۔ دو جگہ ہے۔ دونوں جملہ ایک ہی معنی ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اعتبار سے تو یہی سمجھ میں آتا ہے لیکن چونکہ پہلی جگہ صیغہ مضارع کے ساتھ خطاب ہے اس لئے اس کے معنی یہ ہیں اور چونکہ تیسری جگہ تاکید ہے پہلی تصریح کو محل پر اور دوسری تصریح کو استقبال پر محمول کیا گیا۔ (۔۔۔ صاحب ۔۔۔ ح)

یہاں جو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانے کے کافروں میں سے بہت سے وہ تھے جو یہ کہتے تھے کہ ہم آئندہ بھی میرے معبود کی عبادت کرنے والے نہیں ہو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص معاند ہوتے ہوئے مشرک نہیں ہوتا اور مشرک ہوتے ہوئے موحد نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا خطاب کافروں سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب تم مشرک ہو میرے معبود کی عبادت نہیں کرتے جو اس کے ہاں مقبول ہے۔

آخر سورۃ میں لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ فرمایا اس کے بارے میں بعض مفسرین نے فرمایا کہ پہلی بات کی تاکید ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہارا دین شرک ہے جس پر تم جمے ہوئے ہو اور میرا دین توحید ہے جس پر میں پختگی سے جما ہوا ہوں نہ تم میرا دین قبول کرنے والے ہو نہ میں تمہارے دین پر آنے والا ہوں اور بعض مفسرین نے یہ مطلب بتایا ہے کہ تم میرا دین قبول نہیں کرتے ہو تو تم جانو میں دعوت حق دے چکا نجات کا راستہ بتا چکا۔ تم دعوت حق کو قبول نہیں کرتے تو میرا پیچھا چھوڑو مجھے شرک کی دعوت نہ دو اور تیسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے عقیدہ اور عمل کی جزا ملے گی۔ تمہیں تمہارا شرک و کفر کا بدلہ ملے گا اور مجھے توحید پر رہنے اور جمنے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کا بدلہ ملے گا۔ تم تو حق قبول نہیں کرتے اور مجھے باطل کی دعوت دے کر باطل کی جزا میں مبتلا کرنا چاہتے ہو میں اپنے رب کی طرف سے ملنے والی جزائے خیر کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔

بعض حضرات نے سورۃ الکافرون کا یہ مطلب لے کر کہ کافروں سے صلح نہیں کی جا سکتی یوں کہا ہے کہ مضمون سورت منسوخ ہے یونکہ شریعت مطہرہ میں بعض مواقع میں کفار و مشرکین سے صلح کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود مدینہ سے صلح کر لی تھی بات یہ ہے کہ سورۃ الکافرون میں اس خاص قسم کی صلح سے برأت ظاہر فرمائی ہے جس میں مسلمانوں کو کفر اختیار کرنا پڑے یا اصول اسلام کے خلاف کسی شریعت کے مطابق مصالحت کرنے کی اجازت ہے سورۃ الکافرون کی آیت کریمہ میں اس سے تعرض نہیں ہے یہ ہذا منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں۔

تنبیہ: بعض ایسے فرقے جو اسلام کے مدعی ہیں لیکن اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں جب انہیں کوئی شخص حق کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ خود ساختہ دین کو چھوڑو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کردہ عقائد و اعمال کو

قبول کرو تو لکم دینکم ولی دین سے کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو وہ پورے قرآن مجید میں سے کسی ایک آیت کی ہے وہ بھی حق سے دور بھاگنے کے لئے یاد کر رکھی ہے۔ آیت کریمہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایمان و کفر سے کوئی بحث نہیں اور جو شخص جو بھی دین اختیار کرے خواہ ایمان ہے اس کی اجازت ہے۔ (العیاذ باللہ)

شروع سورت میں کافروں کو کافر کہہ کر خطاب فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اعلان کروایا ہے کہ تمہارا دین الگ ہے اور میرا دین الگ ہے پھر بھلا اس دین کے اختیار کرنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے جو قرآن کی تصریحات اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف ہو مگر اور فرقوں کے قائدوں نے (جنہیں یہ لوگ امام کہتے ہیں) نہیں یہ آیت بتائی ہے یہ ان کی مراعات کی بات ہے۔

فائدہ۔ احادیث شریفہ میں سورۃ الکافرون کے پڑھنے کی فضیلت اور اس کی تلاوت کے مواقع جگہ جگہ مذکور ہیں۔ سورۃ الزلزال کی تہائی میں حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ اذا زلزلت نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اتہائی قرآن کے برابر ہے اور سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی دو سنتوں میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔ (رواہ ابن ماجہ)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نہیں شمار کر سکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مغرب کے بعد والی دو رکعتوں میں اور فجر سے پہلے دو رکعتوں میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے ہوئے سنا۔ (احادیث من المشکوٰۃ ص ۸۰)

حضرت فروہ بن نوفل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جسے میں اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے پڑھ لیا کروں آپ نے فرمایا کہ سورت قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کرو یہ بیزاری ہے شرک سے۔ (رواہ الترمذی والدارمی)

بعض روایت میں ہے کہ اس کو پڑھ کر سویا جائے (سوتے وقت جو آخری چیز تمہاری زبان سے نکلے وہ سورۃ الکافرون ہونی چاہئے۔ (رواہ ابوداؤد)

نسأل اللہ تعالیٰ الدوام علی الایمان وھو المستعان وعلیہ التکلان

☆☆☆ ☆☆☆

مدنی	سورۃ النصر	۳ آیتیں ۱ رکوع

سَبَبُهَا ۳ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۰) رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ النصر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝

جب آپہنچے اللہ کی مدد اور فتح اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ فوج فوج داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اوپر سورۃ النصر کا ترجمہ کیا گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ فوج در فوج جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کرنے میں مشغول ہو جائیں اور تسبیح کے ساتھ اللہ کی حمد بھی بیان کریں (مثلاً یوں کہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ) اور اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کریں اور آخر میں یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہمیشہ ہی تسبیح و تحمید و استغفار میں لگے رہتے تھے اس صورت میں جو ان چیزوں میں مشغول رہنے سے خطاب فرمایا ہے اس خطاب کی وجہ سے آپ نے اور زیادہ تسبیح و تحمید اور استغفار کی کثرت شروع فرمادی حضرت عائشہ نے بیان فرمایا کہ آپ اپنی آخری عمر میں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ (از روح المعانی ص ۱۴۲ ج ۳۰)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ آپ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا کرتے تھے میں نے جو اس بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے پھر آپ نے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ سے آخر تک تلاوت فرمایا۔ (از روح المعانی ص ۱۴۲ ج ۳۰ و ابن کثیر ص ۵۱۲ ج ۴ و ابن جریر)

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں فتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے ۸۱ دن پہلے یہ سورت نازل ہوئی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کیا کہ جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی ہے کہ میری موت قریب ہے یہ سن کر وہ روئیں پھر آپ نے ان سے فرمایا کہ میرے گھر والوں میں سے تم مجھ سب سے پہلے آکر ملو گی یہ سن کر وہ ہنسنے لگیں۔

(ابن کثیر عن البیہقی ص ۵۶۱ ج ۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو مشائخ بدر کی مجلس میں ساتھ بٹھایا کرتے تھے بعض حضرات کو ناگوار ہوا کہ ان کو ہمارے ساتھ بٹھاتے ہیں (حالانکہ نومعمر ہیں) اور ان جیسے ہمارے بڑے بھی ہیں انہیں ہمارے ساتھ مجلس میں کیوں نہیں بٹھاتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو ایک دن ان حضرات کی موجودگی میں حضرت ابن عباس کو بلایا اور ان حضرات سے پوچھا کہ بتاؤ اذا جاء نصر اللہ والفتح میں کیا بات بتائی گئی ہے ان میں سے بعض نے خاموشی اختیار کی اور بعض نے جواب دیا کہ اس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور ممالک فتح ہو جائیں تو اللہ کی حمد کریں اور استغفار میں مشغول رہیں۔ حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے کہا کیا بات اسی طرح ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نہیں۔ فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ حضرت ابن عباس نے عرض کیا کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس سورت کا مطلب یہی سمجھتا ہوں۔ (تفرد بہ البخاری)

چونکہ اس سورت میں آپ کی وفات کی خبر دی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ آپ دنیا سے جلدی تشریف لے جانے والے ہیں اور تسبیح اور استغفار میں مشغول ہونے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے آخر عمر میں آپ ان تینوں چیزوں کی مشغولیت کے ساتھ دیگر امور متعلقہ آخرت میں بھی پہلے کی نسبت اور زیادہ کوشش فرماتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ پوری سورت النصر پڑھی اور آخر میں کہا فاحد ما شاکان قط اجتھادًا فی امر الاخرۃ (ابن کثیر عن الطبرانی) (پس آپ آخرت کے امور میں سب سے زیادہ کوشش میں لگے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی وقت بھی اعمال آخرت سے غافل نہیں رہتے تھے اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے اور سورۃ النصر نازل ہونے کے بعد اس طرف اور زیادہ متوجہ ہو گئے جو دعوت کا کام آپ کے ذمہ تھا یعنی لوگوں کو دین اسلام اور احکام اسلام پہنچانا یہ بھی بہت بڑا کام ہے اور بہت بڑی عبادت ہے لیکن اس کے انجام دینے میں مخلوق کی طرف بھی توجہ دینی پڑتی ہے لہٰذا آپ کو حکم دیا گیا کہ خصوصیت کے ساتھ ایسی عبادت کا بھی اہتمام کریں جس میں بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ دینی پڑتی ہے۔ لہٰذا آپ کو حکم دیا کہ خصوصیت کے ساتھ ایسی عبادت کا بھی اہتمام کریں جس میں بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو اسی کو فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب میں ارشاد فرمایا ہے اور اس سورت میں فرمایا کہ اب جب کہ اس دنیا سے جانے کا وقت قریب ہے تو اور زیادہ تسبیح تحمید اور استغفار میں لگے رہیں آپ نے اس پر عمل فرمایا اور آیت کریمہ کے نازل ہونے کے دو سال بعد آپ کی وفات ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوت و تبلیغ کے کام میں بہت محنت کی بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں مکہ والوں میں سے چند ہی آدمیوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کو ہجرت پر مجبور کیا پورے جزیرہ عرب میں آپ کی بعثت کی خبر پھیل گئی تھی اور آپ کی دعوت حق کا علم ہو گیا تھا لیکن ایمان نہیں لاتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ ابھی انتظار کرو دیکھتے رہو ان کا اپنی قوم کے ساتھ کیا انجام ہوتا ہے جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تب بھی قریش مکہ ایمان نہ لائے اور بدر و احد میں جنگ کرنے کے لئے چڑھ آئے اور غزوۂ خراب میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ رمضان المبارک ۸ھ میں مکہ معظمہ فتح ہو گیا تو مکہ والے بھی مسلمان ہو گئے اور عرب کے دوسرے قبائل نے بھی اسلام قبول کر لیا یہ وہ جوق در جوق فوج در فوج مدینہ منورہ آتے تھے اور اسلام قبول کر کے واپس جاتے تھے اسی کو رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا میں پیشگی خبر دے دی تھی۔

حضرات مشائخ نے فرمایا کہ جو حضرات کسی بھی طرح سے دین کی خدمت کرتے ہیں۔ جب بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور موت قریب معلوم ہونے لگے تو حسب ہدایت قرآنیہ ذکر و تلاوت اور عبادت میں خوب زیادہ مشغول ہو جائیں۔

فضیلت :۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے دریافت فرمایا تم نے نکاح نہیں کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں کیسے نکاح کروں؟ فرمایا کیا سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ نہیں ہے عرض کیا ہاں ہے۔ فرمایا وہ چوتھائی قرآن ہے پھر فرمایا کہ کیا تیرے پاس قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ نہیں ہے؟ عرض کیا ہاں وہ میرے پاس ہے۔ فرمایا وہ چوتھائی قرآن ہے۔ پھر فرمایا کیا تیرے پاس سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ نہیں ہے؟ عرض کیا ہاں ہے۔ فرمایا وہ چوتھائی قرآن ہے۔ تم نکاح کرلو ان سورتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارا نکاح کردے گا۔ (ذکرہ ابن کثیر فی تفسیر سورۃ زلزال وعزاہ الی ابن الترمذی)

بعض روایات میں ہے کہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اس میں پختہ عرش نہیں کیونکہ نصف اور تہائی چوتھائی پر (بھی) مشتمل ہوتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے مرتبہ ثواب زیادہ ہو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑھا دیا گیا ہو۔

وھذا اخر تفسیر سورۃ النصر والحمد للہ تعالی علی نصرہ جعلنا اللہ تعالی مشتغلین بذکرہ وقائمین بشکرہ

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ اللہب	۵ آیتیں ۱ رکوع

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ (۱۱۱) | رکوعہا ۱ | آیاتہا ۵

سورۃ لہب مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝

ٹوٹ جائیں ابولہب کے ہاتھ اور وہ برباد ہو جائے اس کا مال اور جو اس نے کمایا وہ اس کے کام نہ آیا وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔

وَامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

اور اس کی بیوی بھی بڑی عورت جو لکڑیاں اٹھاتی ہے اس کے گلے میں بٹی ہوئی رسی ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد کے دس بھائی تھے جو عبدالمطلب کے بیٹے تھے ان میں ایک شخص ابولہب بھی تھا اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا تو قریش مکہ میں سے جن لوگوں نے بہت زیادہ آپ کی دشمنی پر کمر باندھی ان میں ابولہب بھی تھا۔ وہ بہت زیادہ مخالفت کرتا تھا اور اس کی بیوی بھی آپ کی مخالفت میں بہت آگے بڑھی ہوئی تھی جب سورۃ الشعراء کی آیت کریمہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر تشریف لے گئے اور قریش کے قبیلوں کا نام لے لے کر پکارتے رہے اے بنی عدی! ادھر آؤ اے بنی فہر! ادھر آؤ۔ آپ کے بلانے پر قریش جمع ہو گئے اور انہوں نے اتنا اہتمام کیا کہ جو شخص خود نہیں آ سکتا تھا اس نے اپنی جگہ کسی دوسرے شخص کو بھیج دیا جو وہاں حاضر ہو کر بات سن لے حاضر ہونے والوں میں ابولہب بھی تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ یہاں قریب ہی وادی میں گھوڑا سوار دشمن ٹھہرے ہوئے ہیں جو تم پر غارت گری کرنے والے حملہ کا ارادہ کر رہے ہیں کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں! ہم تصدیق کریں گے ہم نے آپ کے بارے میں یہی تجربہ کیا ہے کہ آپ ہمیشہ سچ ہی بولتے ہیں۔ آپ نے نام لے لے کر سب کو موت کے بعد کے لئے فکرمند ہونے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اپنی جانوں کو خریدو یعنی ایسے اعمال اختیار کرو جن کی وجہ سے دوزخ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے چھڑانے کے بارے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو مجھ سے جو چاہے میرے مال سے طلب کر لے میں تجھے اللہ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکتا اور آپ نے تمام حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے یوں بھی فرمایا اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔

(میں تمہیں پہلے سے عذاب شدید سے ڈرا رہا ہوں اگر تم نے میری بات نہ مانی تو سخت عذاب میں مبتلا ہو گے یہ سن کر ابولہب بولا تبا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا؟ (ہمیشہ کے لئے تیرے لئے ہلاکت ہو کیا تو نے اس بات کے لئے ہمیں جمع کیا ہے) اس پر تبت یدآ ابی لھب وتب وما اغنی عنہ مالہ وما کسب نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری ص ۷۰۲ ج ۲)

صحیح مسلم میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اس میں یہ لفظ ہے کہ فعم وحص کہ آپ نے عمومی خطاب بھی فرمایا کہ اپنی جانوں کو دوزخ سے بچاؤ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اس پر ابولہب بول پڑا اور اس نے وہی بات کہی جو اوپر مذکور ہے اور سورۂ تبت یدا ابی لھب و تب نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم ص ۸۶ ج ۱)

جیسا کہ اوپر عرض کیا یہ ہے کہ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا اس کا چہرہ سرخ تھا اس لئے وہ ابولہب کے لقب سے معروف تھا (لہب آگ کی لپٹ کو کہتے ہیں) خوبصورتی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی اس کا یہ لقب مشہور تھا جب اس نے آپ کے خطاب کے جواب میں گستاخی والے الفاظ زبان سے نکالے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دنیا و آخرت والی رسوائی اور تکالیف اور عذاب کی خبر دی تو لہب یعنی آگ کی لپٹ کی مناسبت سے (جس میں اس کے جلنے کی پیشگی خبر دی ہے) لفظ ابولہب استعمال فرمایا جو آگ میں جلنے پر دلالت کرتا ہے پہلا لفظ جو اس کے لئے خوشی کا لقب تھا اب اس کی مذمت اور قبحت اور دنیا و آخرت کی رسوائی اور عذاب شدید میں مبتلا ہونے کی خبر پر دلالت والا بن گیا۔

تب ماضی مذکر غائب کا صیغہ ہے اس کا فاعل ضمیر ہے ابولہب کی طرف راجع ہے اور تبت واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور یدا ابی لھب اس کا فاعل ہے (اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر گیا) یہ لفظ تباب سے ماخوذ ہے تباب ہلاکت کو کہا جاتا ہے کما فی سورۃ المؤمن وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ۔

یہ جو فرمایا کہ ابولہب کے ہاتھ ہلاک ہوں اور وہ خود بھی ہلاک ہو اس میں ہاتھوں کا ذکر کیوں کیا گیا؟ اس کے بارے میں علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اپنے ہاتھوں سے پتھر پھینکا تھا جس نے آپ کے پاؤں مبارک کی ایڑی خون آلود ہو گئی تھی لہٰذا اس نے ہاتھوں کی ہلاکت کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا۔

ترجمہ میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں یہ اردو کے محاورے میں ہے اردو میں کہا جاتا ہے کہ فلاں کے ہاتھ ٹوٹیں یعنی پوری طرح ہلاک اور برباد ہو۔

ابولہب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو پیشگی خبر دی کہ وہ ہلاک ہو اور یہ کہ جلنے والی آگ میں داخل ہو گا اس میں پہلی بات کا مظاہرہ تو یہ ہوا کہ بدر میں جو لشکر مکہ سے آیا تھا اس نے جب مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست کی خبر سنی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور اپنے عقیدوں کی وجہ سے اس کے پاس جانے سے ڈرنے لگے کہ کہیں یہ مرض ہمیں نہ لگ جائے لہٰذا اپنے اور پرائے اس سے دور ہو گئے ایک گاؤں میں علیحدہ ڈال دیا اور بے بسی اور بے کسی کی حالت میں مر گیا تین روز تک اس کی نعش یوں ہی پڑی رہی جب سڑنے لگی تو وہاں کے بیٹوں کو عار دلائی کہ دیکھو تمہارا باپ کس حال میں پڑا ہے اس پر انہوں نے ایک شخص کی مدد سے ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور اس کے بعد اس کو برابر پتھر مارتے رہے یہاں تک کہ وہ ان میں دب گیا۔ (بدایہ ص ۳۰۹ ج ۳)

اور ابرض الف میں ہے کہ اس کو ایک لکڑی سے گرتے میں ڈال دیا پھر اس پر پتھر برسا دیئے گئے (مکہ معظمہ میں ایک پہاڑ ہے اس کے بارے میں مشہور ہے کہ ابولہب والی پہاڑی یہ تھا اور یہ پہاڑ جبل ابولہب کے نام سے معروف ہے۔

مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۔ (ابولہب کو اس کے مال نے اور جو کچھ اس نے کمایا اس نے کچھ فائدہ نہ دیا)

ابولہب کثیر المال تھا تجارت کے منافع سے مالدار تھا اور اولاد بھی اس کی خاصی تعداد میں تھی۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے مَا كَسَبَ سے اولاد مراد ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ یعنی انسان کی اولاد اس کے کسب میں سے ہے (مشکوٰۃ ص ۲۶۲) بہرحال آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب کو اس کے مال نے اور اس کی اولاد نے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا دنیا میں بھی بدحالی کے ساتھ مرا اور آخرت میں تو دوزخ میں جانا ہے ہی۔

مولف التزئین میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو ایمان کی دعوت دی اور یہ فرمایا کہ اپنی جانوں کو دوزخ سے بچاؤ تو اس پر ابولہب نے کہا کہ اگر وہ بات سچ ہے جو میرا بھتیجا بتا رہا ہے (کہ ایمان نہ لانے والے عذاب میں مبتلا ہوں گے) تو میں اپنی جان کے بدلہ میں اپنا مال اور اولاد دے کر چھوٹ جاؤں گا اس پر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آیت کریمہ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ نازل فرمائی۔

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۔ (عنقریب یعنی قیامت کے دن لپٹ مارنے والی آگ میں داخل ہوگا)۔

وَامْرَاَتُهٗ (اور اس کی بیوی بھی) اس کی بیوی کا نام عوری اور کنیت ام جمیل تھی جو ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اپنے شوہر کی طرح یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سخت دشمن تھی میاں بیوی دونوں کو لپٹیں مارنے والی آگ میں داخل ہونے کی خبر دنیا ہی میں دے دی گئی۔ یوں تو سبھی کافر دوزخ میں داخل ہوں گے لیکن ان دونوں کا خصوصی نام لے کر خبر دی جو مزید مذمت اور قباحت کا باعث بن گئی۔ رہتی دنیا تک یہ سورت پڑھی جاتی رہے گی اور قارئین کی زبان سے نکلتا رہے گا کہ یہ دونوں دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اعاذنا اللہ منہا

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۔ (حالنصب فی قراۃ عاصم) اس کا عامل محذوف ہے جو اَذُمُّ ہے یعنی میں اس کی مذمت بیان کرتا ہوں وہ لکڑیاں اٹھائی پھرتی تھی اس کی دوسری مذموم حرکتیں تو تھیں ہی ان میں سے یہ حرکت بھی تھی کہ کانٹے دار لکڑیاں جمع کر کے اٹھائے پھرتی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستے میں ڈال دیتی تھی آپ تو اس پر آسانی سے گزر جاتے تھے یعنی اس عورت کی شقاوت اور بدبختی کا مظہر ہوتا رہتا تھا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ میں اس کی نجومی بیان کی گئی ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تنگ دستی کا طعنہ دیا اس کے مقابلہ میں اس عورت کی نجومی خبر دی گئی کہ پیٹ والی ہوتے ہوئے اپنی کمر پر لکڑی کی گٹھڑیاں اٹھا کر لاتی ہے حضرت مجاہد تابعی نے حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کا یہ مطلب بتایا ہے کہ وہ چغلی کھاتی تھی چغلی کھانے والا چونکہ لوگوں کے درمیان آگ جلاتا ہے اس لئے چغلی کھانے کو بہ زبان عرش لکڑیاں جلانے والا کہا جاتا ہے اس کی تفسیر میں چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے گناہوں کا بوجھ اور لے جانا مراد ہے اور پانچویں تفسیر یوں کی گئی ہے کہ وہ جس طرح دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں اپنے شوہر کی مدد کرتی تھی اس طرح دوزخ میں وہ اپنے شوہر پر لکڑیاں ڈالتی رہے گی تاکہ اس کو اور زیادہ عذاب ہو۔ (از روح المعانی)

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۔ (اس کی گردن میں رسی ہے کھجور کی چھال کی) بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ پہلی بات سے متعلق ہے یعنی لکڑیاں لانے اور اٹھانے کے لئے اپنے گلے میں رسی باندھ لیتی تھی (یہ بات دل نہیں لگتی کیونکہ لکڑی اٹھانے کے لئے گلے میں رسی نہیں ڈالی جاتی) حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا کہ اس کے گلے میں ایک قیمتی ہار تھا وہ کہتی تھی کہ میں اس ہار کی قیمت کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں خرچ کر دوں گی اس کے عوض دوزخ کی ایک رسی اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی جو آگ کی رسی ہوگی جس

طرح کھجور کی چھال سے رسی بناتے ہیں اس طرح سے وہ رسی آگ سے بنائی ہوئی ہوگی

لفظ مسد کا ایک ترجمہ وہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے یعنی کھجور کی چھال اور بعض حضرات نے اس کو بٹنے کے معنی میں لیا ہے یعنی اس کی گردن میں رسی ہوگی جو خوب بٹی ہوئی ہوگی۔ بیان القرآن میں اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

فائدہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں اور سب سے چھوٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان دونوں کے درمیان حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ چونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے ہی تینوں بڑی لڑکیوں کی شادی کی ضرورت کا احساس ہو گیا تھا اس لئے آپ نے حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے اور حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ کا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دیا تھا ابھی صرف نکاح ہی ہوا تھا رخصت نہ ہونے پائی تھی کہ سورۃ تبت یدا ابی لھب وتب نازل ہوئی بنا ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم دونوں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دیدو ورنہ میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں اس پر وہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک نے تو صرف طلاق دے دی اور دوسرے نے گستاخی کے الفاظ بھی زبان سے نکال دیئے آپ نے اس کو بددعا دے دی اللھم سلط علیہ کلبا من کلابک.

(کہ اے اللہ! اس پر اپنے پھاڑنے والے جانوروں میں سے ایک جانور کو مسلط فرمادے)

اس وقت آپ کے چچا بوجہب بھی موجود تھے وہ خود مسلمان نہ ہونے کے باوجود یہ بددعا سن کر سہم گئے اور لڑکے سے کہا کہ اس بددعا سے تجھے خدا ہی نہیں بچا سکتی۔ ابولہب کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑی دشمنی تھی مگر وہ بھی یہ سمجھتا تھا کہ میرے لڑکے کو آپ کی بددعا خطرہ میں ڈال رہی ہے جب ایک مرتبہ شام کے سفر کے لئے مکہ والوں کا قافلہ روانہ ہوا تو ابولہب نے اپنے اس لڑکے کو بھی ساتھ لے لیا ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ مجھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بددعا کی فکر ہے۔ سب لوگ ہماری خبر رکھیں۔ چلتے چلتے ایک منزل پر پہنچے جہاں درندے بہت تھے لہذا حفاظتی تدبیر کے طور پر یہ انتظام کیا کہ تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کر کے ایک ٹیلہ بنا دیا۔ اور پھر اس کے اوپر لڑکے کو سلا دیا اور باقی تمام آدمی اس کے چاروں طرف سو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کون بدل سکتا ہے؟ تدبیر ناکام ہوئی اور رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے اور سب کو چھوڑتا چلا گیا۔ پھر اس زور سے زقند لگائی کہ سامان کے ٹیلہ پر جہاں وہ لڑکا سو رہا تھا وہیں پہنچ گیا اور پہنچتے ہی اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس نے ایک آواز بھی نہ کی بس تھی ختم ہو چکا تھا کوئی مدد نہ کر سکا نہ مدد کا فائدہ ہو سکتا تھا۔

ولم تکن لہ فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان منتصرا

جمع الفوائد میں اس (شیر والے واقعہ) کو عتیبہ کے متعلق لکھا ہے اور اسی کو حضرت ام کلثوم کا شوہر بتایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شام کو جاتے ہوئے جب اس قافلہ نے مقام زرقاء میں منزل کی تو ایک شیر آ کر ان کے گرد پھرنے لگا۔ اس کو دیکھ کر عتیبہ نے کہا کہ ہائے یہ تو مجھے کھائے بغیر نہ چھوڑے گا جیسا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بددعا دی تھی) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بیٹھے بیٹھے مجھے یہاں قتل کرا دیا اس کے بعد وہ شیر چلا گیا۔ اور جب مسافر سو گئے تو دوبارہ آ کر اس کو قتل کر دیا۔

دلائل النبوت میں بھی اس واقعہ کو درج کیا ہے۔ مگر مقتول کا نام عتبہ بتایا ہے۔ سلسلۃ بیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ قافلہ شام میں داخل ہوا تو ایک شیر زور سے دہاڑا اس کی آواز سن کر اس لڑکے کا جسم تھرتھرانے لگا لوگوں نے کہا کہ تو کیوں کانپتا ہے جو ہمارا حال ہے

وہی تیرا حال۔ اس قدر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھے بددعا دی تھی خدا کی قسم! آسمان کے نیچے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سچا کوئی نہیں۔ اس کے بعد رات کا کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو ڈر کی وجہ سے اس لڑکے کا ہاتھ کھانے تک نہ گیا پھر سونے کا وقت آیا تو سب قافلہ والے اس کو گھیر کر اپنے درمیان میں لے کر سو گئے شیر بہت معمولی آواز سے بھنبھناتا ہوا آیا۔ اور ایک ایک کو سونگھتا رہا۔ حتی کہ اس لڑکے تک پہنچ گیا اور اس پر حملہ کر دیا آخری سانس لیتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سب سے زیادہ سچے ہیں یہ کہہ کر مر گیا۔ ابولہب نے بھی کہا کہ میں پہلے سمجھ چکا تھا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بددعا سے اس لڑکے کو چھٹکارا نہیں (دلائل النبوت ص ۱۶۳ جلد ۱۰ تا معارف حیدر آباد ۱۴۰)

لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عتیبہ کے ساتھ پیش آیا یہ نہ کہ عتبہ کے متعلق الاصابہ اور الاستیعاب اور اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ الاصابہ میں لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح کے موقع پر مکہ معظمہ تشریف لائے تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی (ابولہب) کے بیٹے عتبہ معتب کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دونوں مکہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے چچا کے ان لڑکوں کو اپنے رب سے مانگ لیا ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ

عتبہ مکہ ہی میں رہا اور وہیں وفات پائی غزوۂ حنین کے موقع پر یہ دونوں بھائی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

کتنی بڑی شقاوت اور بدبختی ہے کہ ابولہب اور خود اس کا لڑکا جان رہے ہیں اور دل سے مان رہے ہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں۔ اور ان کی بددعا ضرور لگے گی اور خداوند عالم کی طرف سے ضرور عذاب دیا جائے گا۔ مگر پھر بھی دین حق قبول کرنے اور کلمہ اسلام پڑھنے کو تیار نہ ہوئے۔ جب دل میں ہٹ اور ضد بیٹھ جاتی ہے تو اچھی خاصی سمجھدار انسان باطل پر جم جاتا ہے اور عقل کی رہنمائی کو قبول کرنے کی بجائے نفس کا شکار بن کر اسفل سافلین کی طرف چلا جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئی تھیں ۸ھ میں وفات پائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دفن کرنے کے لئے خود ان کی قبر میں اترے اور جب عتبہ اور عتیبہ نے اپنی اپنی منکوحہ کو طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے نکاح کرا دیا۔ دونوں میاں بیوی نے دو مرتبہ حبشہ اور تیسری مرتبہ مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں ۲ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ بدر کے تشریف لے گئے تھے آپ کے پیچھے ہی ان کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا

جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی تو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا چونکہ ان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رہیں اس لئے وہ ذوالنورین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں (یعنی دو نور والے) ۹ھ میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بھی وفات ہو گئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی (ب یا ہی) ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا اور اولاد بھی ہوئی اور انہیں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل چلی آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ نے وفات پائی۔

(تفصیلات کے لئے راقم الحروف کی کتاب "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں" کا بھی مطالعہ کر لیا جائے)

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۂ اخلاص	۴ آیتیں ارکوع

آیاتہا ۴ (۱۱۲) سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۲۲) رکوعہا ۱

سورہ خلاص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ع ۳۷ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا والد ہے نہ کسی کی اولاد ہے۔ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

اس سورت میں اللہ جل شانہ کی ذات اور صفات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ الفاظ اگرچہ مختصر ہیں لیکن واضح طور پر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ بالکل منزہ ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے نہ ذات میں نہ صفات میں اور کوئی بھی ذرا بھی کسی طرح اس کا برابر نہیں' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے رب کا نسب بیان کر دیجئے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور حضرت ابن عباسؓ سے یوں مروی ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عامر نے کہا کہ اے محمد آپ کس کی طرف ہمیں دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں عامر نے کہا کہ اللہ کی توصیف کیجئے ہمیں بتا دیجئے کہ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا لوہے کا ہے یا لکڑی کا؟ (ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہودیوں نے سوال کیا تھا کہ اللہ کس چیز کا بنا ہوا ہے۔ کیا وہ کھاتا ہے اور پیتا ہے؟)

اس پر سورۃ اخلاص نازل ہوئی' اللہ تعالیٰ نے اربد کو بجلی سے ہلاک فرما دیا اور عامر بن طفیل طاعون میں ہلاک ہو گیا۔ (ذکرہ البغوی فی معالم التنزیل)

چونکہ اس سورت میں خالص توحید ہی بیان کی گئی ہے اس لئے اس کا نام سورۃ اخلاص معروف ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی اس سورت کا نام سورۃ الاخلاص مروی ہے (کما ذکرہ السیوطی فی الدر المنثور ص ۴۱۴ ج ۶)

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان تھے اور سب سے پہلے نبی بھی تھے ان سے اور ان کی بیوی حوا سے انسان دنیا میں پھیلے اور ان کی بتائی ہوئی تعلیم پر چلتے رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم خالص توحید پر مشتمل تھی بہت سی قرنیں اسی طرح گزر گئیں پھر شیطان ابلیس اور اس کی ذریت نے لوگوں کو شرک پر ڈال دیا خالق و مالک جل مجدہ کے وجود کا انکار کرانا تو اس زمانہ کے اعتبار سے ناممکن کے درجہ میں تھا بتدریج شرکیہ عقائد اور شرکیہ عبادات پر ڈالنے میں وہ کامیاب ہو گیا۔ جو شرکیہ عقائد ابلیس نے بنی آدم کے دلوں میں ڈالے ان میں سے ایک یہ تھا کہ خالق تعالیٰ شانہ کی ذات ایسی ہی ہے جیسے تم لوگوں کی ہے اس کا وجود بھی تمہاری طرح سے ہے اس کی اولاد بھی ہے

اور اسے چیزوں کی حاجت بھی ہے اور یہ بھی بتایا کہ اس کی طرح مخلوق بھی معبود ہیں اور یہ معبود تمہیں تمہارے خالق تک پہنچا دیں گے ان کی سفارش سے تمہیں اس کا قرب حاصل ہوگا۔ شیطان نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتایا ہے اور حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کو اس کا بیٹا بتایا اور بتوں کو سجدے کرائے اور ان پر نیازیں چڑھوائیں۔ دنیا میں ان چیزوں کا بہت زیادہ رواج ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ ہی میں بلکہ اس سے پہلے ہی بت پرستی شروع ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرات انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے کتابیں بھی نازل فرمائیں۔ صحیفے بھی اتارے لیکن عموماً بنی آدم نے توحید کی دعوت کو قبول نہ کیا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ عرب اور عجم میں کفر اور شرک کا دور دورہ تھا آپ نے توحید کی دعوت دی تو مشرکین و بڑا تعجب ہوا کہنے لگے

اجعل الآلهة الهًا واحدًا انّ هذا لشیءٌ عُجابٌ.

(کیا اس نے بہت سے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا بے شک یہ تو بڑے تعجب والی بات ہے)

جب کوئی چیز رواج میں آجائے خواہ کیسی ہی بری ہو اس کے خلاف جو بھی کچھ کہا جائے تعجب سے سنا جاتا ہے اور رواج کی وجہ سے لوگ اچھائی کی طرف پلٹا کھانے کو تیار نہیں ہوتے۔ عرب میں شرک کا یہ حال تھا کہ داعی توحید سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا انہی کی نسل کے لوگوں نے کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے تھے اور عرب کے مختلف علاقوں میں بڑے بڑے بت خانے تھے ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے ان سے مدد مانگتے تھے اور ان کے نام کے نعرے اور جیکارے لگاتے تھے۔

جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنے رب کا نسب بیان کیجئے؟ تو سورۂ اخلاص نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ شانہ کی توحید خاص بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (آپ فرما دیجئے کہ وہ اللہ تنہا ہے (فاللّٰه خبر هو واحد بدل منه او خبر ثان) اس آیت میں بتادیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، صفات میں واحد ہے، تنہا ہے، متوحد اور متفرد ہے اس کے بارے میں کوئی بھی ایسی بات سوچنا یا کوئی بھی ایسا سوال کرنا جس سے مخلوق کی کسی بھی مشابہت کی طرف ذہن جاتا ہو غلط ہے (لفظ احد اصل میں وَحَدٌ ہے ہمزہ واؤ سے بدلا ہوا ہے)۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ اردو میں اس کا ترجمہ بے نیاز کیا جاتا ہے (یعنی جو کسی کا محتاج نہیں ہے)۔

روح المعانی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے هو المستغنی عن کل احد المحتاج الیه کل احد نقل (وہ ایک ہے مستغنی ہے اور ہر ایک اسی کا محتاج ہے) کیا ہے لفظ بے نیاز اس کا آدھا ترجمہ ہے اس کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہیے کہ جس سے سب محتاج ہیں لفظ الصَّمَدُ میں بڑی معنویت ہے صاحب روح المعانی نے ابن الانباری سے نقل کیا ہے کہ اہل لغت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ الصمد کا معنی یہ ہے انه السید الذی لیس فوقه احد الذی یصمد الیه الناس فی حوائجهم وامورهم

(یعنی صمد وہ سردار ہے جس سے برتر کوئی نہیں جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں اور تمام کاموں میں متوجہ ہوتے ہیں)۔

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے هو السید الذی قد کمل فی سوددہ والشریف الذی قد کمل فی شرفه والعظیم الذی قد کمل فی عظمته والحلیم الذی قد کمل فی حلمه والعلیم الذی قد کمل فی علمه والحکیم الذی قد کمل فی حکمته وهو الذی قد کمل فی انواع الشرف والسودد (یعنی صمد وہ سید ہے جس کی سرداری مکمل ہے اور جس کا شرف کامل ہے۔ وہ عظیم ہے جس کی عظمت کامل ہے، وہ حلیم ہے جس کا حلم پورا ہے اور وہ علیم ہے جس کا علم کامل ہے

حکیم ہے جس کی حکمت پوری ہے اور وہ ذات جو شرف اور سرداری کے تمام انواع میں کامل ہے) یہ معنی بہت اشمل و اکمل ہے۔

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے)

اس میں ان لوگوں کا جواب ہو گیا جنہوں نے کہا تھا کہ اپنے رب کا نسب بیان کریں اس میں واضح طور پر بتا دیا کہ کسی خاندان کی طرف اس کی نسبت نہیں ہے والد اور مولود میں مشابہت و مجانست ہوتی ہے وہ تو بالکل تباہ ہر اعتبار سے واحد اور متوحد ہے وہ کسی کی اولاد ہو یہ بھی محال ہے اور اس کے کوئی اولاد ہو۔

سورۂ مریم میں ارشاد فرمایا

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کر لی ہے تم نے یہ ایسی سخت حرکت کی ہے اس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں ہے کہ وہ اولاد اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے ہے اس کا وجود ازلی و ابدی ہے وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا اور اس کی اولاد ہونا اس کی شان احدیت کے خلاف ہے لہٰذا مشرکین نے اس کے لئے جو اولاد تجویز کی ہے جیسا کہ عرب کے مشرکوں نے فرشتوں کو بیٹیاں بتایا اور یہود نے حضرت عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت مسیح ابن مریم کو اللہ کا بیٹا بتایا۔ یہ سب باطل ہے اور جھوٹ ہے یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا والد بنے۔

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ اس میں ہر طرح کی برابری کی نفی فرما دی کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا مثل نہیں اور برابر نہیں نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں وہی معبود وحدہ لاشریک ہے صرف وہی حاجتیں پوری فرماتا ہے وہی علیم ہے، قدیر ہے، حکیم ہے حی لایموت ہے سب اسی کی طرف متوجہ ہوں اسی سے مانگیں اور اسی کی عبادت کریں۔ سورۃ الاخلاص اور سورۃ الشوریٰ کی آیت لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ سامنے رکھ جائے ان دونوں میں بہت جامع طریقے پر اللہ تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی ہے اثبات المحامد بھی ہے اور معائب اور نقائص سے تنزیہ کا بیان بھی ہے تجسیم تشبیہ تعطیل سب اس کی شان عالی کے خلاف ہے۔

وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (آخر احد (وھو اسم یکن) عن خبرھا رعایۃ للفاصلۃ قرء حفص کُفُوًا بضم الفاء وفتح الواو ص عبر ھبرۃ وحلف ویعقوب با سکان الفاء مع الھمزۃ فی الوصل فاذا وقف حمزۃ ابدل الھمزۃ واوا مفتوحۃ اتباعا للخط والقیاس أن یلقی حرکتھا علی الفاء والباقون بضم الفاء مع الھمزۃ

(احد جو کہ یکن کا اسم ہے۔ اسے فی صلہ کی رعایت کرتے ہوئے مؤخر کیا گیا ہے۔ حفص نے کُفُوًا کے فاء کے ضمہ اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ہمزہ کے بغیر اور یعقوب نے فاء کے سکون اور وصل میں ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے پس جب ہمزہ پر وقف کیا جاتا ہے تو ہمزہ واو مفتوحہ سے بدل جاتا ہے۔ رسم الخط کے اتباع کی وجہ سے قیاس یہ ہے کہ اس کی حرکت فاء کو دی جائے اور باقی فاء کے ضمہ اور ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ آپس میں برابر یہ سوال کرتے

رہیں گے کہ یہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی اللہ کو کس نے پیدا کیا جب لوگ ایسا سوال کریں تو کہو اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ برابر آپس میں یہ سوال کرتے رہیں گے کہ یہ مخلوق ہے اس کو اللہ نے پیدا فرمایا۔ اللہ کو کس نے پیدا کیا جب کوئی شخص اپنے اندر یہ بات محسوس کرے تو یوں کہہ دے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ کہ میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا اور اسی پر جمے رہو۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا اس کو ایسا کرنا نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اسے ایسا کرنا نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ یوں جانے کہ اللہ مجھے موت کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کریگا۔ جیسا کہ اس نے مجھے پہلے پیدا کیا تھا حالانکہ یہ بات نہیں ہے میرے لئے پہلی بار پیدا کرنے کی نسبت دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے (میرے لئے ابتداءً پیدا کرنا اور دوبارہ پیدا کرنا دونوں برابر ہیں۔ جب یہ بات ہے تو دوبارہ پیدا کرنے کو مشکل سمجھنا اور بعث پر ایمان لانا یہ مجھے جھٹلانا ہوا) اور انسان کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اولاد بنائی ہے حالانکہ میں احد ہوں صمد ہوں، میں نے کسی کو نہیں جنا اور نہ میں کسی سے جنا گیا اور میرا کوئی ہمسر نہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰)

فضائل:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سنی وہ اسے بار بار پڑھ رہا تھا جب صبح ہوئی تو یہ شخص (جس نے رات تلاوت سنی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو بار بار سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ رہا تھا اور سائل کا انداز بیان ایسا تھا کہ جیسے اس عمل کو وہ کم سمجھ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہ سورہ تہائی قرآن کے برابر ہے (رواہ البخاری ص ۷۵۰ ج ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہیں تہائی قرآن پڑھ کر سناتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ ختم تک پڑھ کر سنائی۔ (رواہ مسلم ص ۲۷۱ ج ۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک (فوجی) دستہ روانہ فرمایا وہ یہ شخص اس کا امیر بنا دیا یہ شخص اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تھا تو ہر رکعت کو سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر ختم کرتا تھا جب یہ حضرات واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا کہ اس سے دریافت کرو ایسا کیوں کرتا تھا؟ اس سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ رحمٰن کی صفت ہے اور میں اس بات کو محبوب جانتا ہوں کہ اس کو پڑھا کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے خبر دیدو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم ص ۲۷۱ ج ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کی حدیث مروی ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ میں سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس سورت سے تیری جو محبت ہے اس نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیا جائے گا اور جس نے بیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں دو محل بنا دیے جائیں گے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی قسم اس صورت میں تو ہم اپنے بہت زیادہ محل بنائیں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ بہت بڑا ہے جتنا عمل کرو گے اس کے پاس اس سے بہت زیادہ انعام ہے۔ (رواہ مدنی ص ۳۳۰ ج ۳ وہو حدیث مرسل)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے روزانہ دو سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی اس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) اعمال نامہ سے مٹا دیئے جائیں گے بشرطیکہ اس کے اوپر کسی کا قرض ہو تو وہ معاف نہ ہو گا (مشکوٰۃ ص ۱۹۱ عن ترمذی)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لے قیامت کے دن اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندے! تو اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے ہوئے سن لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے واجب ہوگئی میں نے پوچھا کیا؟ فرمایا جنت (رواہ ترمذی مشکوٰۃ الاحادیث باب مایقرأ فی الوتر ص ۸۵)۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر فضائل پر عمل کریں

واللہ الموفق والمعین نسأل اللہ الواحد الاحد الصمد ان یوفقنا لما یحب ویرضی

☆☆☆ ☆☆☆

مکی	سورۃ الفلق	۵ آیتیں ۱ رکوع

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۱۱۳) رکوع ۱ آیات ۵

یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَمِنْ شَرِّ

آپ کہیے میں پناہ پکڑتا ہوں صبح کے رب کی ساری مخلوق کے شر سے اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ آجائے اور

النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○ ع

گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

مکی	سورۃ الناس	۶ آیتیں ۱ رکوع

سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (۱۱۴) رکوع ۱ آیات ۶

یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ

آپ کہیے میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے معبود کی وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے

الْخَنَّاسِ ○ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○ ع

جو پیچھے ہٹ جانے والا ہے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جنات میں سے اور انسانوں میں سے۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس یہ دونوں سورتیں معوذتین کے نام سے معروف و مشہور ہیں بعض یہود نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا۔ اس کی وجہ سے آپ کو بڑی تکلیف پہنچی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بنی زریق کے یہودیوں میں سے ایک شخص نے جادو کر دیا تھا حتیٰ کہ جادو کا اثر آپ پر ہونے لگا تھا اس کے اثر سے آپ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ آپ وہ نہیں ہوتا تھا کہ میں نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ وہ کام کیا ہوا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ جب ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی پھر فرمایا کہ عائشہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ جو کچھ میں نے اپنے مرض کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا تھا میرے پاس (خواب میں) دو آدمی آئے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا ان میں سے ایک نے دوسرے سے دریافت کیا کہ ان کو کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا کہ جنید بن عاصم نے جادو کیا ہے۔ کھجور کے پتوں پر جادو کیا ہے۔ پھر سوال نے دریافت کیا کہ یہ چیز کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ ذی اروان کی کنویں میں ہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس خواب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے وہاں جا کر دیکھا کہ اس کنویں کا پانی ایسا رنگین ہو چکا ہے جیسے اس میں مہندی ڈال دی گئی ہو اور وہاں جو کھجور کے درخت تھے وہ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے شیاطین کے سر ہوں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ نے ان چیزوں کو نکالا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب مجھے اللہ تعالیٰ نے عافیت دے دی تو مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ لوگوں میں شر پھیلاؤں (یعنی مجھے اس کا چرچا ہونا پسند نہیں) لہٰذا میں نے اس کو دفن کر دیا۔ (صحیح بخاری ص ۱۵۱۸ ج ۲ ص ۸۵۳ ج ۲)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا اس کی وجہ سے چند دن آپ کو تکلیف رہی حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ فلاں یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے۔ اس نے بالوں میں گرہیں لگا دیں جو فلاں فلاں کنوئیں میں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بھیجا انہوں نے اس میں سے ان بالوں کو نکالا۔ جب آپ کی خدمت میں ان کو دیا گیا تو آپ نے مرض سے اس طرح شفایاب ہو گئے جیسے کوئی شخص رسی میں بندھا ہوا ہو اس کو کھول دیا جائے اس یہودی سے اس بات کا تذکرہ نہیں فرمایا اور نہ اس کے بعد کبھی اسے اپنے سامنے دیکھا۔ (سنن نسائی تحت عنوان سحرۃ اہل الکتاب)

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ مذکورہ گرہوں سے جب کھجور کا گچھا نکالا گیا تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنگھی بھی تھی اور مبارک بال بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت شریفہ بھی تھی جو موم سے بنائی گئی تھی اس میں سوئیاں گڑی ہوئی تھیں اور ان بالوں میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ دونوں سورتیں لے کر حاضر خدمت ہوئے (ان دونوں سورتوں میں مجموعی طور پر گیارہ آیات ہیں) آپ ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ایک ایک گرہ کھولتے گئے اور سوئیاں بھی نکالتے گئے آپ کو پوری طرح شفا حاصل ہو گئی۔

روح المعانی میں یہ بھی لکھا ہے کہ جادو کا عمل کرنے میں لبید بن اعصم کے ساتھ اس کی بیٹیاں بھی شریک تھیں اس اعتبار سے النَّفّٰثٰتِ مؤنث کا صیغہ لایا گیا جو صفاتہ کی جمع ہے اور وہ نفاثہ کی تانیث ہے اور نفاث نفث کا صیغہ مبالغہ ہے جو منتر پڑھنے والے کے معنی میں آتا ہے۔ صاحب روح المعانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ نفاثات نفوس کی صفت ہے اور یہی مراد لینا بہتر ہے تاکہ مردوں کے نفوس خبیثہ اور ارواح شریرہ کو بھی شامل ہو جائے۔ کما فی قولہ تعالیٰ ناقلا عن دعا موسیٰ علیہ السلام واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی

مفسر ابن عیینہ نے تیسرا قول نقل کیا ہے۔ یہودیوں میں سے ایک کاہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ یہودیوں نے اسے آمادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھی سے نکلے ہوئے بال اور کنگھی کے دندانے حاصل کرے یہودیوں کو دے۔ چنانچہ اس نے یہ بال اور ان بالوں اور کنگھی کے دندانوں پر یہودیوں نے جادو کر دیا (چونکہ جادو کرنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے کہ جس کا اس شخص سے تعلق ہو جس پر جادو کرنا ہے اس سے ان لوگوں نے اس لڑکے کے بال طلب کئے)۔

اس ساری تفصیل کے بعد سورۃ الفلق کا ترجمہ اور مطلب سمجھیں ارشاد فرمایا

قل اعوذ برب الفلق (آپ اپنے رب کی پناہ دیتے ہوئے یوں کہئے کہ میں فلق صبح کے رب کی پناہ دیتا ہوں)

من شر ما خلق (ہر اس چیز کے شر سے جو میرے رب نے پیدا فرمائی ہے)

لفظ فلق عربی میں پھاڑنے کے معنی میں آتا ہے ومنه قوله تعالیٰ ان اللّٰه فالق الحب والنوی عموماً مفسرین کرام نے یہاں فلق سے صبح مراد لی ہے جب صبح ہوتی ہے تو اندھیرا چھٹ جاتا ہے اور صبح اس طرح ظاہر ہوتی ہے جیسے اندھیرے سے پھاڑ کر روشنی ظاہر ہوئی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ رب الفلق فرما کر قیامت سے دن کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس طرح دنیا میں صبح ہونے پر لوگ اپنے مختلف اعمال و اشغال کے لئے نکلتے ہیں دنیا خوشی سے دنیا رنجیدہ ہے دنیا آرام میں ہے دنیا تکلیف میں ہے اسی صبح جب قیامت قائم ہوگی اور لوگ قبروں سے نکلیں گے تو مختلف احوال میں ہوں گے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ فلق مخلوق کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ ساری مخلوق کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ پھر کسی بھی وجہ میں نہ تخصیص کی وجہ سے کہ اس نے سب کو عدم سے کامل وجود بخشا دنیا اور دین کی بھلائی جس چیز سے ہو سکتی ہے کہ رب خلق جل مجدہ کے حکم سے جس طرح صبح ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اندھیرا چھٹ جاتا ہے اور روشنی آجاتی ہے اسی طرح اللہ جل شانہ ان تمام ضرر دینے والی چیزوں سے محفوظ فرماتے۔

من شر ما خلق رب خلق کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی اس کے عموم میں ساری مخلوق داخل ہوئی۔ انسان جنات حیوانات جمادات پھاڑنے والے جانور ڈسنے والے سانپ بچھو جلانے والی آگ ڈبونے والا پانی اڑانے والی ہوا اور ہر وہ چیز اس کے عموم میں داخل ہے جس سے کسی قسم کی تکلیف جسمانی یا روحانی پہنچ سکتی ہے حتیٰ کہ اپنے نفس سے جو شر پہنچ سکتا ہے اس کو بھی شامل ہے۔

ومن شر غاسق اذا وقب (اور رات کے رب کی پناہ مانگتا ہوں غاسق سے جب وہ داخل ہوتا ہے)

لفظ غاسق غسق سے لیا گیا ہے جو تاریکی پر دلالت کرتا ہے اور وقب ماضی کا صیغہ ہے وقوب سے یہ لفظ داخل ہونے کے معنی پر دلالت کرتا ہے ای اذا دخل ظلامه فی کل شیء (یعنی جب اس کا اندھیرا ہر چیز پر داخل ہو جائے)

مفسر ابن عیینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ غاسق سے رات مراد ہے جب وہ اندھیرے کے ساتھ آجائے اس کے علاوہ دوسرے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ چونکہ رات کے وقت میں جنات اور شیاطین اور حشرات الارض اور موذی جانور پھیل پڑتے ہیں اور چور ڈاکو بھی عموماً رات کی تاریکی میں اپنا کام کرتے ہیں اور جادو کی تاثیر بھی رات میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے رات کی اندھیری سے پناہ مانگی۔

غسق کا معنی تاریکی اور غاسق کا معنی اندھیرے والی چیز ہے۔ اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غاسق کو رات کے معنی میں لیا ہے۔ یہاں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے جسے امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

یا عائشۃ استعیذی باللہ من شر ھذا فانہ ھذا ھو الغاسق اذا وقب

(اے عائشہ اس سے اللہ کی پناہ مانگ یہ غاسق ہے جب وہ داخل ہو جائے)

اس میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ چاند روشن ہوتا ہے اسے تاریک کیوں فرمایا؟

صاحب قاموس نے تو یوں لکھا ہے کہ الغاسق القمر او اللیل اذا غاب الشفق ومن شر غاسق اذا وقب ای اللیل اذا دخل (غاسق چاند ہے یا رات ہے جب شفق غائب ہو جائے ومن شر غاسق اذا وقب کا مطلب ہے جب رات داخل ہو جائے) پس الفاظ غاسق مشترک ہو چاند اور رات دونوں اس کا مدلول ہوں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ چاند جب گہنا جاتا ہے یا گرہن ہوتا ہے اس وقت ہوتا تاریکی آ جاتی ہے اس تاریکی کی وجہ سے اسے غاسق فرمایا اس میں شر ہوتا ہے وہ سب آفات نکل آتے ہیں جو رات کے وقت میں پیش آتے ہیں اور آ سکتے ہیں۔ قال القاضی الغاسق اللیل اذا غاب الشفق واعلم ان علامہ من عسق یعسق اذا اظلم واطلق ھھنا علی القمر لانہ یظلم ووقوبہ دخولہ فی الکسوف والسواد وانما استعاذ من کسوفہ لانہ من آیات اللہ الدالۃ علی حدوث سنۃ وبزول بلۃ، وذکرہ فی العشیٰ الصبح ص۔ ۳ (قاضی بیضاوی کہتے ہیں غاسق سے مراد رات ہے جب شفق غائب ہو جائے اور اس کا مادہ یعسق ہے۔ یہ لفظ عسق یعسق سے لیا اس وقت کہتے ہیں جب اندھیرا چھا جائے۔ یہاں چاند پر بولا گیا ہے اس لئے کہ وہ بھی تاریک ہو جاتا ہے اور اس کا وقوب اندھیرا اور سیاہی میں داخل ہونا ہے اور چاند گرہن سے پناہ اس لئے مانگی ہے یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو کسی حادثہ کے ظہور پر دلالت کرتی ہے)

ومن شر النفثت فی العقد (اور رب ان عورتوں کی پناہ مانگتا ہوں جو گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے) اس کی پوری تفصیل سبب نزول کے بیان میں گزر چکی ہے۔

ومن شر حاسد اذا حسد (اور میں رب کی پناہ مانگتا ہوں حسد کرنے والوں کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے) حسد بری بلا ہے انسان کا ناس کھو دیتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو نیک اعمال اور کمال سے نوازتا ہے تو دیکھنے والے اس سے جلنے لگتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ نعمت اس کے پاس نہ رہے مٹ جائے وہ تو صرف اتنی آرزو کرتے اپنے نفس کی خواہش کا کام چلا دیتے ہیں اور بعض وہ ہیں اس میں اضافہ کر دیتے ہیں اور وہ یہ کہ اس کے پاس نہ رہے ہمیں مل جائے اور بعض وہ صرف آرزو پر بس نہیں کرتے۔ صاحب نعمت کو تکلیف پہنچانے کے درپے ہو جاتے ہیں اسے پریشانی میں مبتلا کرتے ہیں اس سے مقابلہ کی دعوت دیتے ہیں وہ اس کی دشمنی پر اتر آتے ہیں اور جب اقتدار اس کی مخالفت پر آمادہ کرتے ہیں اور حسد اور جلن میں اندھی اندھی کارروائیاں کرتے ہیں جس سے جل کر ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ حسد کرنے والے جنات بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی اپنے بھی اور پرائے بھی مسلم بھی اور کافر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لبید بن اعصم یہودی نے جو جادو کیا تھا وہ حسد کی وجہ سے تھا۔ حسد دل و دماغ کا ناس کھو دیتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے الحسد حسک من تعلق بہ ھلک (حسد ایک کانٹا ہے جس نے اسے پکڑا ہلاک ہوا)۔

حسد کرنا حرام ہے اس کے حرام ہونے کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کچھ دیا ہے حکمت کے بغیر نہیں دیا ہے جو حسد کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ یہ نعمت فلاں شخص کے پاس نہ رہے تو درحقیقت یہ اللہ پر اعتراض ہے کہ اس نے اس کو کیوں نوازا اور حکمت کے خلاف اس کو اس حال میں کیوں رکھا ظاہر ہے کہ مخلوق کو خالق کے کام میں دخل دینے کا حق نہیں اور نہ مخلوق اس لائق ہے کہ

اس کو یہ حق دیا جائے ہم اپنے ذہنی انتظام میں اور خانگی امور میں روزانہ ایسے کام کرتے رہتے ہیں جو ہماری بیوی بچوں کی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں اگر ہمارے بیوی بچے ہمارے کام میں دخل دیں تو ہمیں کس قدر برا معلوم ہوتا ہے پھر اللہ رب العزت فعال لما یرید کی تقسیم میں کسی کو دخل دینے کا کیا حق ہے؟

جب کسی کو حسد ہو جاتا ہے تو جس سے حسد کرتا ہے اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے اس کی غیبت کرتا ہے اور اس کو جانی و مالی نقصان پہنچانے کے فکر میں رہتا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے گناہوں میں گھر جاتا ہے پھر اول تو نیکی کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا اور اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو چونکہ وہ آخرت میں اسے ملے گی جس سے حسد کیا ہے تو نیکی کرنا نہ کرنا برابر ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد سے بچو کیونکہ وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کھا کو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی امتوں کا مرض یعنی حسد تم تک آ پہنچا ہے اور بغض مونڈ دینے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ ص ۴۲۸)

آنحضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغض کو دین کا مونڈنے والا فرمایا۔ تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح استرا بال کو مونڈتا چلا جاتا ہے اور چھوٹے بڑے بال کو بیدردی سے کاٹ دیتا ہے اسی طرح بغض کی وجہ سے سب نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ حاسد دنیا و آخرت میں اپنا برا کرتا ہے نیکیوں سے بھی محروم رہتا ہے اور نیکی ہو بھی جاتی ہے تو حسد کی آگ اسے جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ دنیا میں حسد سے حسد ایک عذاب ہے۔ حسد کی آگ حاسد کے سینہ میں بھڑکتی رہتی ہے اور جس سے حسد کیا ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا فرماقیل

دع الحسود وما یلقاه من کمده	کفاک منه لهیب النار فی کبده
اذا لمحت داحسد بقلت کرسته	وان سکت فقد عذبته بیده

(حاسد کو وہ اسے جو تکلیف پہنچتی ہے اسے چھوڑ دو۔ تیرے لئے اس کی طرف سے یہی کافی ہے جو آگ سے شعلے اس کے جگر میں ہیں۔ جب تو نے حسد کرنے والے کو ملامت کی تو تو نے اس کی تکلیف ختم کر دی اور اگر تو خاموش رہا تو تو نے اسے اپنے ہاتھوں عذاب دیا۔)

کیسا اچھا کلمہ حکمت ہے جو کسی نے کہا ہے کفی بالحاسد انه یغتم وقت سرور ک

حسد سے انتقام لینے کے خیال میں پڑنے کی ضرورت نہیں یہی انتقام کافی ہے کہ تمہاری خوشی کی وجہ سے اسے رنج پہنچتا ہے۔

حسد ایسی بری بلا ہے جو انسان کو جانتے بوجھتے ہوئے حق قبول کرنے سے روک دیتا ہے یہودی اسی مرض میں مبتلا ہوئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان لیا کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن اس وجہ سے ایمان قبول نہیں کیا کہ آپ ہمارے علاوہ دوسری قوم میں نبی کیوں آیا نہیں انہوں نے وارقا کہ بنی اسماعیل میں سے اللہ نے رسول بھیجا اور یہ بات اپنے طور پر بھی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میرے خاندان کی ذریت میں سے کوئی نہ کوئی نبی ضرور رہے گا۔ (کما رواہ النسائی)

وہ آپس میں یوں کہتے تھے کہ تم اس پر ایمان نہ لانا جو تمہارے دین کے تابع نہ ہو۔

ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم یہ سورۂ آل عمران میں ہے اور سورۂ نساء میں فرمایا ام یحسدون الناس علی ما اتاهم الله من فضله بلکہ وہ لوگوں سے یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے عطا فرمایا۔

یہودی نہ صرف یہ کہ خود ایمان نہ لاتے تھے بلکہ یوں چاہتے تھے کہ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا وہ بھی مرتد ہو جائیں (العیاذ باللہ) و

سورۃ [illegible]

وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ

([illegible] اپنی جانوں کی طرف سے [illegible] حق [illegible])

[illegible] تھے جب ایک مرتبہ [illegible] پر [illegible] بات [illegible] یہ [illegible] بڑا عیب [illegible] بات [illegible] فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔

[illegible]

[illegible] اللہم اعذنا اللہم من شر الحساد [illegible] ولا تجعلنا منہم)

[illegible] علم و فضل [illegible] اور مال کے اعتبار سے بھی کمزور ہے اور [illegible] علوم اسلامیہ اور اعمال صالحہ کی طرف [illegible] بجائے [illegible]۔

اول: من شر ما خلق [illegible] محفوظ [illegible] (دوسرے) [illegible] (تیسری) [illegible] حسد کرنے والے کا حسد ہے۔ حاسدین اپنے [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ من شر جمیع خلقہ

سورۃ الناس میں [illegible] اللہ تعالیٰ کی تین صفات [illegible] ہیں اول رب الناس دوم ملک الناس سوم الہ الناس [illegible] لیتے ہیں اس کے لئے رب اور ملک اور الٰہ کی اضافت الناس ہی کی طرف [illegible] شر سے انسانوں کا رب ہی بچا سکتا ہے اور ان وسوسوں کے اثر سے محفوظ رکھ سکتا ہے وہ [illegible] رب ہے۔ بادشاہ بھی ہے اور معبود بھی ہے [illegible] میں جو برے وسوسے آتے ہیں عموماً ایسے وساوس ہوتے ہیں جن پر عمل

کرنے سے دین وایمان کی تباہی ہو جاتی ہے اس لئے اہل معرفت نے فرمایا ہے کہ سورۃ فلق میں دنیاوی آفات ومصائب سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہے اور سورۃ الناس میں اخروی آفات سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے شیاطین ایمان میں بھی وسوسے ڈالتے ہیں اور نفس وشر کے خبیث نبی آدم کے سینوں میں ڈالتے ہیں اور گناہوں پر بھی ابھارتے ہیں اس لئے شیاطین کے وسوسے سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔ سورۃ المومنون میں فرمایا ہے

وقل رب اعوذ بك من همزات الشياطين واعوذ بك رب ان يحضرون۔

(اور آپ اللہ کی بارگاہ میں یوں عرض کیجئے کہ اے رب! میں شیاطین کے وسوسوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس شیطان آئے گا اور وہ یوں کہے گا کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا اور فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ سوال اٹھتے اٹھتے وہ کہے گا کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ سو جب یہاں پہنچ جائے تو اللہ کی پناہ لے اور وہیں رک جا (یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے) اور سنن ابوداود میں یوں ہے کہ جب لوگوں میں اس طرح کے سوالات اٹھیں گے تو تم (ان کے جوابات کے خیال میں نہ پڑو بلکہ) یوں کہو

الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد

اس کے بعد تین مرتبہ اپنی بائیں طرف تھتکار دے اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے حدیث میں یہ جو فرمایا کہ شیطان تمہارے پاس آکر یوں سوال اٹھائے گا کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا یہ ایمانیات میں وسوسے ڈالنے کی ایک مثال ہے۔ وسواس شیطانیہ کی ایسی مثال ہے۔ جیسے بھڑوں کا چھتہ ہو۔ اگر اسے چھیڑ دیا جائے تو بھڑیں چمٹ جاتی ہیں اور پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وسوسہ آئے تو اس کو وہیں چھوڑ دے اور آگے نہ بڑھنے۔ اگر آگے بڑھتا رہا تو مصیبت میں پڑ جائے گا اور چھٹکارہ مشکل ہوگا یہ مشورہ بہت کامیاب ہے اور مجرب ہے۔

شیطان ایمان کا ڈاکو ہے۔ ایمان کی دولت سے محروم کرنے کیلئے وسوسے ڈالتا ہے۔ کافروں کے بارے میں شیطان کی یہ کوشش رہتی ہے کہ وہ کفر اور شرک پر جمے رہیں اور اہل ایمان کے بارے میں اسکی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ایمان سے پھر جائیں ان کا بہت پیچھا کرتا ہے اور مختلف طریقوں سے ستاتا ہے۔ ایمانیات اور اعتقادیات کے بارے میں شک ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور برے برے وسوسے ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات (علم وقدرت وغیرہ) کے بارے میں شیطان طرح طرح کے سوالات اٹھاتا ہے جب کہ ان سوالات اور ان جوابات پر ایمان موقوف نہیں کچھ جب بندہ ان سوالات کے جوابات نہیں دے پاتا تو شیطان کہتا ہے کہ تو تو کافر ہو گیا۔ بندہ سوالات کے جوابات نہیں پاتا تو شیطان سے کہہ دے کہ بھاگ تو تو خود ہی کافر ہے تجھے میرے اسلام کی کیا فکر پڑی۔ اگر شیطان کے ساتھ ساتھ چلتا رہے اور اس کے شکوک وشبہات اور وسوسوں کا ساتھ دیتا رہے تو وہ کافر ہی بنا کر چھوڑتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان وسوسوں کا علاج بتا دیا کہ وسوسہ آئے تو وہیں رک جائے اور بائیں طرف تین بار تھوک دے اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ پڑھ لے۔

یہ تھوکنا شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ہے۔

شیطان جس طرح اہل ایمان کے دل میں کفریہ وسوسے ڈالتا ہے اسی طرح گناہوں پر بھی ابھارتا ہے۔ چوری، خیانت، حرام خوری، زنا

ہ ری کے وسوسے ڈالتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا تو وہاں تیسرا شیطان بھی موجود ہوتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

اس میں نامحرم عورتوں کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ شیطان مرد و عورت کے جذبات کو بڑھاتا ہے اور برا کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ عورت پیٹھ کر رکھنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان تاک میں لگ جاتا ہے (رواہ الترمذی)

عورت باہر نکلی اور شیطان نے اسے تانک جھانک کرنے والوں کی نظر میں اچھا کر کے دکھایا اور گزرنے والوں کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا۔ شیطان ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی کے وسوسے بھی ڈالتا ہے۔ جو انسانوں میں اثر کر جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے۔ آپ کی ازواج میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اعتکاف کی جگہ میں زیارت کرنے کیلئے آئیں کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد جب واپس ہونے کے لئے کھڑی ہوئیں تو آپ بھی ان کے ساتھ اٹھے تاکہ ان کو (مسجد کے حدود میں رہتے ہوئے) رخصت کر دیں۔ اس وقت وہاں سے دو انصاری صحابی گزرے۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے چلنے لگے آپ نے فرمایا تم ٹھیک اپنی رفتار کے موافق چلتے رہو یہ (میری بیوی) صفیہ ہے۔ وہ کہنے لگے کہ سبحان اللہ اے اللہ کے رسول! (کیا ہم آپ کے بارے میں کوئی بدگمانی کر سکتے ہیں؟) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح چلتا ہے مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں کوئی برا خیال نہ ڈال دے۔ (صحیح بخاری ص ۲۶۴ ج ۱)

من شر الوسواس الخناس میں وسوسہ ڈالنے والے شیطان کی صفت الخناس بیان فرمائی کہ وہ وسوسے ڈالتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان اپنی سونڈ کو انسان کے دل پر جمائے ہوئے ہے اور وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اور وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو اس کے دل کا لقمہ بنا لیتا ہے یہی کو الوسواس الخناس بتایا ہے۔ (حسن حصین)

آخر میں من الجنۃ والناس فرمایا اور یہ بتا دیا کہ یہ وسوسہ ڈالنے والے صرف جنات ہی نہیں ہوتے انسان بھی ہوتے ہیں انسانوں کا وسوسہ ڈالنا اندر داخل ہو کر تو نہیں ہوتا البتہ باہر سے زبانی طور پر اقوال کے ذریعہ اور جسمانی حرکات اور اعمال کے ذریعہ وسوسے ڈالتے ہیں یعنی انسانوں کو راہ حق سے ہٹانے اور غروشک اور معاصی میں فوائد بتانے اور دنیوی منافع سمجھانے اور بتانے کی کوشش کرتے ہیں آج کل تو انسانی وسوسوں اور گمراہی کے آلات کی کثرت ہو گئی ہے زبانی باتیں سیڈیوں کی تقریریں سب شر پھیلانے والے اخبار ورسالے ٹیلی ویژن اور اس کے پروگرام وی سی آر اناپ شناپ جیسی چیزیں انسان میں برائی کے جذبات داخل کرتی ہیں جس کے جراثیم واثرات سے انسان برے اعمال اور بری حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے وسوسہ ڈالنے والے انسان کی شرارتیں اور حرکات بعض مرتبہ جنات کے وسوسوں سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے انسان انسان کا ہم جنس اور آپس میں میل جول بھی زیادہ رہتا ہے اور انسان انسان کو اپنا ہمدرد بھی سمجھتا ہے۔ شریر انسانوں کے مشورے اور وسوسے انسان کو زیادہ متاثر کر دیتے ہیں اور اس اعتبار سے شیطان وسوسے ڈالنے والا نظر نہیں آتا ہے۔ وسوسہ ڈال کر چپکے سے اپنا کام کر جاتا ہے۔ شیاطین کے وسوسے سے زیادہ شدید ہو جاتے ہیں۔ سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا یٰبنی اٰدم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سوٰتھما

اللہ برکتہ ھو وقلبنہ من حیث لا ترونھم انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یومنون.

(اے بنی آدم! تمہیں مرگز شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جیسے کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا جو ان سے ان کے لباس کھینچ رہا تھا تاکہ انہیں ان کی شرمگاہیں دکھائے۔ بیشک وہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھتے ہم نے شیطان ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے)

یہ بات نے تمدن۔ جنات میں بھی آپا تھیں ہیں اور انسانوں میں بھی اور یہ دونوں انسانوں کی مدد ان میں شر رکھتے ہیں۔ سورۃ انعام میں فرمایا

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا.

(اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن جن میں سے بعض دوسرے بعض کو چکنی چپڑی باتوں کا دھوکہ دیتے رہتے تھے تاکہ ان دھوکہ میں ڈال دیں)۔

اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے شیاطین سے محفوظ فرمایا۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونا جس لوگ اس کا انکار کرتے ہیں جس سے صحیحین کی روایت کی تکذیب لازم آتی ہے یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جادو سے متاثر ہونا شان نبوت کے خلاف ہے ان کا یہ خیال خام ہے بات یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بشر تھے اور بشریت کے اثرات ان پر بھی جاری ہوتے تھے۔ اور ان سے ایسا مکانیف سے متاثر ہوتے تھے۔

بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو تو ان کی قوموں نے قتل کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تیر لگا تھا۔ آپ ایک مرتبہ سواری سے گر گئے تو آپ کی ایک جانب چھل گئی اس زمانہ میں آپ نے بیٹھ کر نمازیں پڑھائیں۔ صاحبزادے کی وفات پر آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ بچھو نے بھی آپ کو ڈسا یا آپ نے اس کا علاج کیا آپ کو بھوک بھی لگتی تھی اور پیاس بھی۔ یہ موٹا طبعیہ ہیں جن سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مستثنیٰ نہیں تھے اور جادو کا اثر بھی اس قسم کے اثرات میں سے ہے اس سے متاثر ہو جانا شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔

استعاذہ کی ضرورت: دنیا میں ایسی چیزیں بھی بے شمار ہیں جو انسانوں کے حق میں نافع اور مفید ہیں اور بہت ساری چیزیں ایسی بھی ہیں جو انسان کے لئے ضرر رساں ہیں اور تکلیف دینے والی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سی چیزوں سے پناہ مانگنا ثابت ہے۔ حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب عمل یوم و لیلۃ میں ختم کرنے سے چند صفحات پہلے کتاب الاستعاذہ کا عنوان قائم کیا ہے اور اچھی خاصی تعداد میں ضرر دینے والی چیزوں سے پناہ مانگنے کا ذکر کیا ہے مثلاً بڑا فتنہ (کفر اور شرک) قبر کا عذاب، سمع بصر، لسان، قلب، بہت زیادہ بڑھاپا، عاجز کرنے والی مرض، سستی، غم، زندگی اور موت کا فتنہ، دجال کا فتنہ، قبر کا عذاب، النار، خیانت، بھوک، شقاق، نفاق، سوء الخلق، الغرق، حتاء، مرادیوں کا خاص کر ان کا غالب ہونا، دشمنوں کا خوش ہونا، لوگوں کا پیٹھ پیچھے برے امراض مثلاً: جنون، جذام اور برص کا حق ہونا مخصوص بدعات، شیاطین جن و انس، احیاء اور اموات کا فتنہ، زمین میں دھنس جانا، اوپر سے گر پڑنا، کسی چیز سے نیچے دب جانا، غرق ہونا، جل جانا، موت سے وقت شیطان کا پچھڑنا، جہاد میں پشت پھیر کر بھاگتے ہوئے مرجانا، کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے مرنا، علم کا نفع نہ دینے والا ہونا، خشوع نہ ہونا، نفس کا پیٹ نہ بھرنا، دعا کا قبول نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

جن احادیث میں ان چیزوں سے پناہ مانگنا مذکور ہے ان میں سے انتخاب کر کے استعاذہ کی دعا میں بعض علماء نے علیحدہ بھی کھدی

ہیں (مناجات مقبول میں بھی مذکور ہیں) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنات اور انسان کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے، جب معوذتین یعنی سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ نازل ہوئی تو آپ نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور ان کے سوا (استعاذہ کی) باقی دعاؤں کو چھوڑ دیا۔

بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھتا ہے تو ہر اس چیز کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہے جو اللہ نے پیدا کی ہے اور رات کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور گرہوں میں دم کرنے والی عورتوں کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے جو جادو کرتی ہیں اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے والا سینوں میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر اور بلا اور مصیبت اور جادو ٹونہ ٹوٹکہ سے محفوظ رہنے کے لئے مفید اور مجرب ہیں ان کو اور سورۂ اخلاص کو صبح شام تین بار پڑھے اور دیگر اوقات میں بھی ورد رکھے کسی بچے کو تکلیف ہو، نظر لگ جائے تو ان دونوں کو پڑھ کر دم کرلے۔ دکھ تکلیف میں ان سے بھی پڑھوائیں۔

پریشانی کے وقت:..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا کہ اچانک آندھی آئی اور سخت اندھیرا ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے ذریعہ اس مصیبت سے اللہ کی پناہ مانگنے لگے یعنی ان کو پڑھنے لگے اور فرمایا کہ عقبہ ان سورتوں کے ذریعہ اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ ان جیسی کوئی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ کوئی پناہ لینے والا پناہ حاصل کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن خبیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایسی رات میں جس میں بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیری بھی تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے نکلے چنانچہ ہم نے آپ کو پالیا۔ آپ نے فرمایا کہو میں نے عرض کیا کیا کہوں؟ فرمایا جب صبح اور شام ہو سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تین بار پڑھ لو۔ یہ عمل کرلو گے تو ہر ایسی چیز سے تمہاری حفاظت ہو جائے گی جس سے پناہ لی جاتی ہے (یعنی ہر موذی سے اور ہر بلا سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)

فرض نمازوں کے بعد:..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کرو۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی کما فی المشکوٰۃ ص۸۹)

سفر میں فجر کی نماز:..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عقبہ! کیا میں تمہیں ایسی دو سورتیں نہ بتادوں جو پناہ مانگنے کے لئے سب سے بہتر سورتیں ہیں پھر آپ نے مجھے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ دونوں سورتیں سکھائیں آپ کو اندازہ ہوا کہ مجھے زیادہ خوشی نہیں ہوئی جب فجر کی نماز کے لئے اترے تو آپ نے ان دونوں سورتوں کی نماز میں تلاوت فرمائی اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا بولو اے عقبہ! تم نے کیسا دیکھا؟ (یہ فرما کر آپ نے ان دونوں کی فضیلت جتائی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں کی تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا اے عقبہ کیسا دیکھا؟ ان دونوں کو پڑھا کرو جب سو نے لگو اور سو کر اٹھو۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

رات کو سوتے وقت کرنے کا ایک عمل:..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ روزانہ رات کو جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں اس طرح پھونک مارتے تھے کہ کچھ تھوک بھی پھونک کے ساتھ نکل جاتا تھا۔ پھر دونوں ہتھیلیوں کو پورے بدن پر جہاں تک ممکن ہوتا تھا پھیر لیتے تھے یہ ہاتھ پھیرنا سر اور چہرے سے اور سامنے کے حصہ سے شروع فرماتے تھے

اور یہ عمل تین بار فرماتے تھے۔ (بخاری ص ۷۵۰ ج ۲)

بیماری کا ایک عمل: ..... نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اپنے جسم پر سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے (جس کا طریقہ ابھی اوپر گزرا ہے) پھر جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی اس میں میں یہ کرتی تھی کہ دونوں سورتیں پڑھ کر آپ کے ہاتھ پر دم کر دیتی تھی پھر آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیر دیتی تھی۔ (بخاری ص ۷۵۰ ج ۲)

دم صرف پھونکنے کو نہیں کہتے دم یہ ہے کہ پھونک کے ساتھ تھوک بھی کچھ نکل جائے۔

اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ: ..... حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (قبیل ابواب تفسیر القرآن) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ فرمایا اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ یعنی اس شخص کا عمل جو منزل پر نازل ہو کر پھر سفر شروع کر دے اس کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند سے حدیث نقل کی ہے اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام نہیں ہے (اور روایت کرنے والا زرارہ بن اوفی (تابعی کو بتایا ہے) اس اعتبار سے حدیث مرسل ہوئی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَھٰذَا عِنْدِیْ اَصَحُّ یعنی یہ حدیث مرسل میرے نزدیک حدیث متصل کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہے امام ترمذی کے علاوہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شعب الایمان ص ۳۴۸ ج ۱ میں ذکر کیا ہے اس میں یوں ہے کہ زرارہ بن اوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سب اعمال میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا تم حال اور مرتحل والے شخص کا عمل اختیار کرو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حال اور مرتحل کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ اس سے صاحب قرآن مراد ہے وہ قرآن کو پڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آخر تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اول پر پہنچ جاتا ہے جب کبھی بھی ٹھہرتا ہے پھر سفر شروع کر دیتا ہے۔ امام ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے النشر میں اس مضمون کی حدیث طبرانی سے بھی نقل کی ہے اور عموماً یہ روایات حضرت ابن عباسؓ سے ہی مروی ہیں اور النشر میں ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی نقل کی ہے۔ ان روایات کے جمع کرنے سے الحال المرتحل کا مطلب واضح ہو گیا یعنی یہ کہ قرآن پڑھتے پڑھتے ختم کرے تو دوبارہ اول سے پھر شروع کر دے (الحال) نازل ہونے والا یعنی سفر پورا کر کے ٹھہر جانے والا اور (المرتحل) سفر کرنے والا۔

ان روایات کی وجہ سے حضرات قراء کرام کا اور خاص کر قاری ابن کثیر مکی (احد القراء السبعہ) کی قرات پڑھنے والوں اور روایت کرنے والوں کا یہ معمول رہا ہے قرآن کریم اخیر تک ختم کر کے سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہیں۔ پھر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر سورۃ البقرہ شروع کرتے ہیں اور وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک پڑھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید ختم کرتے ہی دوبارہ شروع کر دیا ایسا کرنے سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ حدیث مذکورہ بالا پر عمل ہو جاتا ہے۔ ایسا کرنا مستحب ہے کوئی فرض واجب نہیں ہے بہر حال قراءۃ کا معمول ہے۔ حافظ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ النشر میں لکھتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے سائل نے جب سوال کیا ای الاعمال افضل کو یا آپ نے فرمایا عمل الحال المرتحل

ضروری تنبیہ: ..... بعض علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن مجید کی سورتوں میں شمار نہیں کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ ہمیں دعا مانگنے کے لئے تعلیم دی گئی ہیں بعض علماء نے ان کے قول کی تاویل بھی کی ہے لیکن تاویل ایسی نہیں ہے جس سے اطمینان ہو جائے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس بارے میں جتنی بھی روایات ہیں (گو صحیح السند ہیں) اخبار آحاد

ہیں اور اخبار آحاد ظنی ہوتی ہیں تو اتر کے مقابلہ میں ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا اسی لئے محققین نے ان روایات کو تسلیم نہیں کیا۔ حافظ ابن حزم المحلی میں لکھتے ہیں:۔

وکل ماروی عن ابن مسعود من ان المعوذتین وام القران لم تکن فی مصحفه فکذب موضوع لایصح وانما صحت عنه قراءة عاصم عن زربن حبیش عن ابن مسعود فیها ام القران والمعوذتان (تمام روایتیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہیں کہ ان کے قرآن پاک کے نسخے میں معوذتین اور فاتحہ نہیں تھی تو یہ جھوٹ ہے گھڑی ہوئی بات ہے ان سے تو عاصم عن زربن حبیش کی قراءت صحیح ثابت ہے اس میں معوذتین بھی ہیں اور فاتحہ بھی) (المحلی ص ۶ ج ۱)

اور امام نووی نے شرح مہذب میں فرمایا۔ اجمع المسلمون علی أن المعوذتین والفاتحة من القران وان من جحد منها شیئا کفر وما نقل عن ابن مسعود باطل لیس بصحیح. (مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن کریم کا حصہ ہیں اور جس نے اس کا انکار کیا اس نے کفر کیا اور حضرت ابن مسعود کے حوالہ سے جو منقول ہے وہ باطل ہے صحیح نہیں ہے)

اور مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں:

فلعله لم یسمعها من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولم یتواتر عنده ثم قد رجع عن قوله ذلک الی قول الجماعة فان الصحابة رضی اللّٰه عنهم اجمعین . اثبتوهما فی المصاحف الأئمة ونفذوها الی سائر الافاق کذلک فللّٰه الحمد والمنة. (شاید کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا اور اس کے ہاں متواتر نہیں ہے پھر آپؓ نے اپنے اس جماعت صحابہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ یقیناً صحابہؓ نے معوذتین کو آئمہ کرام کے مصاحف میں قائم رکھا اور انہیں اس طرح اطراف عالم میں بھیجا)

حضرت امام عاصمؒ کی قرات جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور حضرت زربن حبیش کے واسطہ سے ماثور ہے۔ اس میں معوذتین تواتر کے ساتھ محفوظ اور مروی ہیں یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو یہ مروی ہے کہ معوذتین قرآن کریم کی سورتیں نہیں ہیں یہ نقل صحیح نہیں ہے اور یہ روایت ہی غلط ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تھا تو فوراً رجوع فرما لیا تھا۔ چونکہ قراء سبعہ کی قرات متواتر ہیں۔ اس لئے قرآن مجید کی کسی بھی سورت یا کسی بھی آیت کا انکار کرنا کفر ہے۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ وانت تعلم انه قدوقع الاجماع علی قرانیتهما وقالوا ان انکار ذلک الیوم کفر ولعل ابن مسعود رجع عن ذلک

چونکہ حضرت امام عاصمؒ کی قراءت متواتر ہے اور معوذتین ان کی قرات میں مروی ہیں اور تمام مصاحف میں مکتوب اور منقول ہیں اور جو مصاحف حضرات صحابہؓ نے آفاق میں بھیجے تھے ان سب میں یہ دونوں سورتیں بھی تھیں اس لئے ان کا قرآن ہونے کا انکار کرنا کفر ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے رجوع فرما لیا تھا۔ تو کوئی سوال باقی نہیں رہتا اور بالفرض رجوع نہ کیا ہو تو جو بات ان سے بطور خبر واحد منقول ہے (جو ظنی ہے) اجماع امت اور تواتر کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ صاحب روح المعانی نے شرح المواقف سے نقل کیا ہے۔

ان اختلاف الصحابة فی بعض سور القران مروی بالآحاد المفیدة للظن ومجموع القران منقول بالتواتر المفید للیقین الذی یضمحل الظن فی مقابلته فتلک الآحاد مما لایلتفت الیه ثم ان سلمنا اختلا فهم فیما ذکر قلنا انهم لم یختلفوا فی نزوله علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولا فی بلوغه فی ابلاغه بل فی

مجرد کونہ من القران وھو لایضر فیما نحن بصددہ. انتھی. (ضحایہ کرام رضی اللہ عنہم کا بعض سورتوں میں اختلاف اخبار احاد سے منقول ہے جو ظن کا فائدہ دیتی ہیں اور پورا قرآن کریم تواتر سے منقول ہے جو کہ یقین کو ثابت کرتا ہے کہ جس کے مقابلہ میں ظن ختم ہو جاتا ہے پس یہ احاد ایسی چیز ہیں جن کی طرف التفات کی ضرورت نہیں ہے پھر اگر ان کا مذکورہ اختلاف ہم تسلیم بھی کر لیں تو ہم کہتے ہیں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے نازل ہونے میں اختلاف نہیں کیا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے ابلاغ میں اختلاف کیا ہے بلکہ خالی ان کے قرآن میں سے ہونے میں اختلاف کیا اور ہم جس چیز کو ثابت کر رہے ہیں اس لئے یہ اختلاف مضر نہیں ہے)

آج کل بہت سے ملحد اور زندیق ایسے نکلے ہیں جو بہانے بنا بنا کر قرآن کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں شک ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور جن روایات کو ائمۃ الاسلام نے رد کر دیا ہے ان کو اپنے کتابچوں میں درج کر کے مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کھرچنا چاہتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کافر کہتے ہیں تو ابن مسعود صحابی کو بھی کافر کہو۔ یہ ان لوگوں کی جہالت اور ضلالت ہے' مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ہم نے یہ سطور حوالۂ قرطاس کر دی ہیں۔

اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ من شر اعداء الاسلام الذین یوسوسون فی صدور المسلمین سوآء کانوا من الجنۃ اومن الناس

☆☆☆.....☆☆☆